نورِ عرفان
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ
اسلامی تصوف (مابعد الطبیعات) کا تحقیقی، مشاہداتی اور تجرباتی جائزہ
(جلد اول وجلد دوم)
پروفیسر محمود علی انجم (پرنسپل چشتیہ کالج، فیصل آباد)
پی ایچ ڈی؛ ریسرچ سکالر (اقبالیات، اردو، تصوف، نفسیات وروحی علوم)

ھُو
اللّٰہُ
محمّدؐ
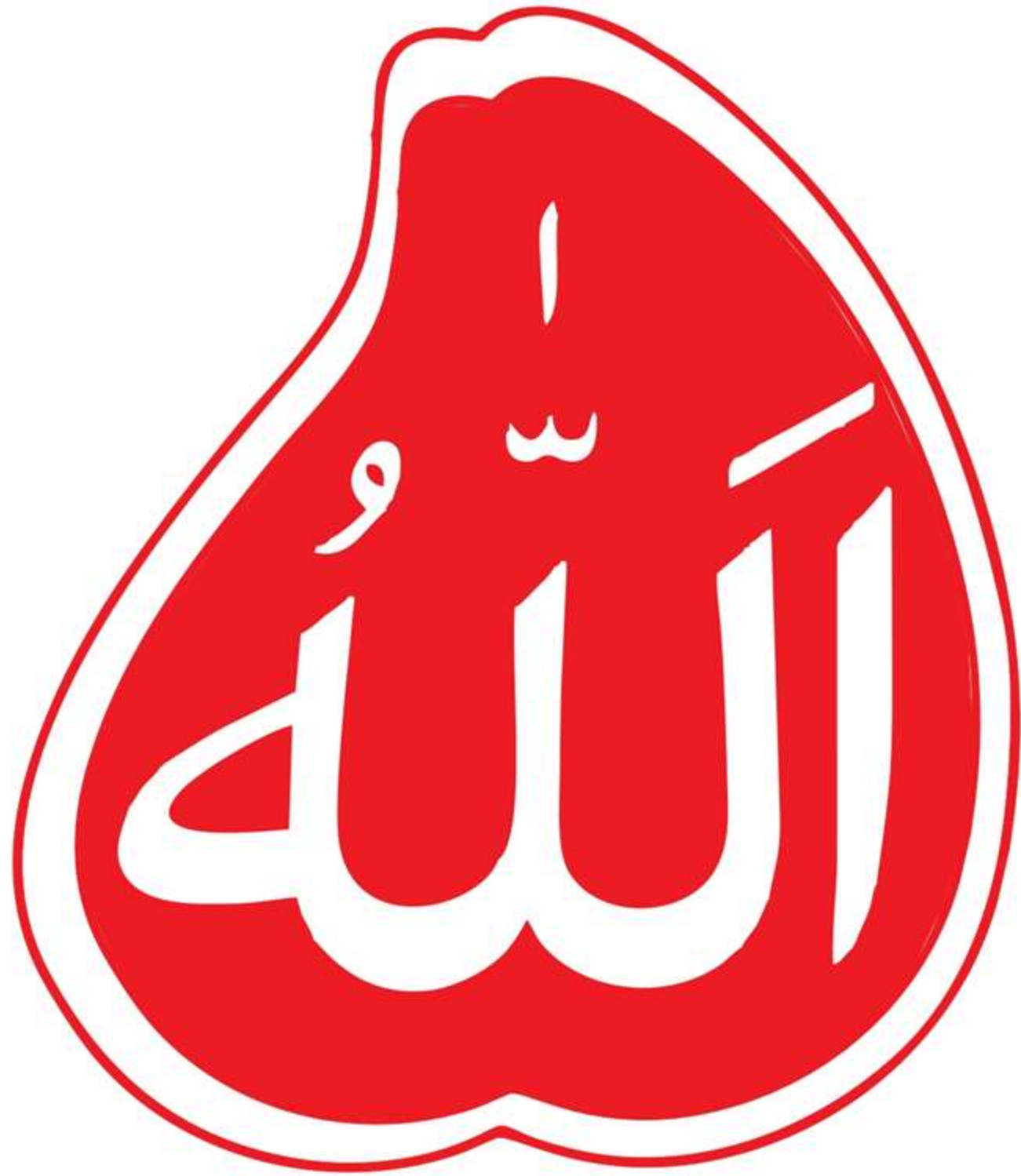
حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم دستگیرؒ

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

سلطان الفقراء حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ فقیر عبدالحمید کامل سروری قادری کلاچوی مدظلہ العالی

پروفیسر محمود علی انجم سروری قادری

نورِ عرفان

(جلد اول و جلد دوم)

تصنیف و تالیف
پروفیسر محمود علی انجم (پرنسپل چشتیہ کالج، فیصل آباد)
پی ایچ ڈی؛ ریسرچ سکالر (اقبالیات، اردو، تصوف، نفسیات و روحی علوم)

نورِ ذات پبلشرز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب: نورِ عرفان (جلد اول و جلد دوم)

تصنیف و تالیف: محمود علی انجم (پی ایچ ڈی؛ ریسرچ سکالر اقبالیات، اردو، تصوف، نفسیات و روحی علوم)

طابع: مکتبہ جدید، اردو بازار، لاہور

سنِ اشاعت: 2017ء

تعداد: 1000

ہدیہ: 600 روپے

ملنے کا پتہ:

- فقیر عبدالحمید کاملؔ سروری قادری

  نوری دربار، کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، صوبہ خیبر پختون خواہ

- ملک اختر سروری قادری

  دربارِ فیض، ریورویو ہاؤسنگ سوسائٹی، رائے ونڈ روڈ، لاہور

- مکتبہ جدید، شاپ نمبر 3، مکہ سنٹر، اردو بازار، لاہور

- عبداللہ اکیڈمی، اردو بازار، لاہور

- صادق پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ
وَتَقْضِىْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى
الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَآ اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرٰتِ فِى الْحَيَاتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ مُجِيْبُ
الدَّعْوَاتِ وَرَافِعُ الدَّرَجَاتِ وَيَا قَاضِىَ الْحَاجَاتِ وَيَا كَافِىَ الْمُهِمَّاتِ وَيَادَافِعَ الْبَلِيَّاتِ وَيَا حَلَّ
الْمُشْكِلَاتِ اَغِثْنِىْ اَغِثْنِىْ اَغِثْنِىْ يَآ اِلٰهِىْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ
النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِّائَةَ اَلْفَ
اَلْفِ مَرَّةٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ط۰ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ط سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط اَلْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ○ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا اَلَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا
وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ
دِيْنًا ○ يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِىْ لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى ○ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ
خَلْقِهٖ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَدَدَ خَلْقِهٖ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ عَدَدَ خَلْقِهٖ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ
كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى ○ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَلَنَا عَلٰى عَهْدِكَ
وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْلِىْ اِنَّهٗ
لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ○ رَبِّ اغْفِرْلِىْ وَتُبْ عَلَىَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ ○ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ
اَسْئَلُكَ الْمُعَافَاةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ○ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِىْ مِنَ النَّارِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِّائَةَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

۷۸۶

ابتدائیہ

میں نے محمود علی انجم صاحب کی تصنیف کردہ کتاب ''نورِعرفان'' کا شروع سے لے کر آخر تک بغور مطالعہ کر لیا ہے۔ محمود علی انجم صاحب کا اندازِ بیان اور اسلوبِ تحریر انتہائی دلچسپ اور اعلیٰ درجے کا عالمانہ، ادیبانہ اور فاضلانہ نوعیت کا ہے۔ اسے پڑھ کر قارئین کرام کو ان شاء اللہ قلبی سکون اور دلی اطمینان حاصل ہوگا۔ فاضل مصنف نے کتاب کی تکمیل اور تدوین پر اپنی تمام تر علمی توانائیاں صرف کر دی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ایک علمی، روحانی اور دینی مسائل اور معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ اور نادرِ روزگار شاہکار بن گئی ہے۔

کتاب کو آیات مبارکہ، احادیث شریفہ اور بزرگانِ دینِ متین کے اقوالِ زرین سے اس خوبی کے ساتھ مزیّن کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے دل و دماغ میں اس کے خوبصورت مضامین نقش ہو کر رہ جاتے ہیں ۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

میں محمود علی انجم صاحب کو اتنی خوبصورت اور دل آویز کتاب لکھنے پر دل کی گہرائیوں سے خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے دینی، روحانی اور اسلامی مسائل کو احسن طریقے سے پیش اور حل کرنے اور ان کی وضاحت کرنے کا کماحقہٗ حق ادا کر دیا ہے اور کوئی مسئلہ تشنۂ تکمیل رہنے نہیں دیا۔

دعا گو
فقیر عبدالحمید سروری قادری
سجادہ نشین نوری دربار، کلاچی شریف،
ڈیرہ اسمٰعیل خان

معروضات

اسلامی تعلیمات کی رو سے ہر انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق صدق و خلوص سے ذاتِ باری تعالیٰ جل شانہٗ اور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ عقیدت، محبت، اطاعت اور معرفت کا رشتہ قائم کرنا، اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانا، مخلوقِ خدا سے محبت، ہمدردی کا رشتہ قائم کرنا اور اس کی خدمت سرانجام دینا ہے۔

مقصدِ حیات کی تکمیل کے لیے اولیاء اللہ نے صدق وخلوص سے اسلامی تعلیمات پر عمل کیا۔ تائیدِ ایزدی سے انہیں حقیقتِ مطلق تک رسائی حاصل ہوئی۔ انہوں نے کشف والہام سے اور اعمال صالحہ کی بدولت، بفضل تعالیٰ حاصل ہونے والے اس عرفان یا معرفت کو خاص اصطلاحات میں بیان کیا اور اسے ''علمِ تصوف'' کے نام سے موسوم کیا۔

تصوف معرفت کی کنجی ہے۔ عصرِ حاضر کی مشہور جرمن نکتہ شناس، اقبال شناس، مستشرق، ڈاکٹر این میری شیمل کہتی ہیں:

> ''تصوف ایک عظیم باطنی لہر کی طرح تمام مذاہب میں جاری ہے۔ وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے ہم اسے حقیقتِ مطلق کے شعور سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر چاہیں تو ہم اسے دانش، نور یا عشق قرار دیں یا اسے کوئی بھی نام دیں۔''(1)

اللہ تعالیٰ نے کائنات اسی لیے پیدا فرمائی تھی کہ انسان، انبیاء کرام پر نازل ہونے والی وحی کی روشنی میں اور ان کی متابعت میں باہمی محبت واخوت، ایثار وقربانی پر مبنی سلامتی اور امن کا علمبردار معاشرہ قائم کرے اور علم الاسماء کی مدد سے مشاہدۂ باطن اور مشاہدۂ کائنات کے ذریعے عرفانِ نفس اور عرفانِ ذاتِ باری تعالیٰ حاصل کرے۔

اصل میں تخلیقِ کائنات سے ہی خالق اور مخلوق میں محبت کا اور ہجر وفراق کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ عارفِ رومی (606ھ تا 672ھ) نے اس صورتِ حال کو نالۂ فراق قرار دیا ہے ؎

بشنو از نَی چُون حکایت می کند — و ز جدائی ہا شکایت می کُند

ذرہ سنو تو سہی، یہ بانسری (روح) کیا حکایت بیان کر رہی ہے اور جدائیوں کی شکایت کر رہی ہے۔

روح کا یہ نالہ وفریاد وصالِ حق پانے کے لیے ہے۔ وصالِ حق پانے کے لیے اولیاء وصوفیہ نے دین کی روشنی میں جو راستہ اختیار کیا ہے اسے تصوف یا فقر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز (1039ھ تا 1102ھ) نے فقر کی یوں تعریف کی ہے:

> ''ابتدائی فقر علم است وانتہائی فقر برسیدن''
>
> فقر کی ابتداء علم سے ہے اور اس کی انتہا حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے میں ہے۔(2)

حقیقتِ مطلقہ تک رسائی کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے دین اسلام۔ مختلف مذاہب واقوام میں اگرچہ حقیقتِ مطلقہ تک رسائی کے لیے ہر دور میں فکری وعملی کوشش ہوتی رہی ہے مگر تائیدِ ایزدی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ان

مذاہب واقوام کے تلاشِ حق کرنے والے افراد کو حقیقتِ مطلقہ تک رسائی حاصل نہ ہوسکی اور نہ ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

اسلامی (قرآنی) تصوف کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے۔ اس کا مقصد قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق فرد کا صدق وخلوص سے ذاتِ باری تعالیٰ جلّ شانہ اور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ساتھ عقیدت، محبت، اطاعت اور معرفت کا رشتہ قائم کرنا، اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانا مخلوق سے محبت، ہمدردی کا رشتہ قائم کرنا اور اس کی خدمت سرانجام دینا ہے۔

مقصدِ حیات کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ ہر کوئی، خصوصاً مسلمان تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کے لیے کوشش کرے اور خود کو اخلاقِ حسنہ سے مُتّصِف کر کے قربِ حق پائے۔ ہر معلّم، متعلم، سائنس دان، ڈاکٹر، انجینئر، تاجر، آجر واجیر، غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی کے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی پیشہ ورانہ اور منصبی ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہوئے مقصدِ حیات کے پیشِ نظر حقیقتِ مطلقہ سے قرب کے لئے اس کی رضا کے حصول کے لیے صوفیہ کے طریقے کے مطابق مجاہدہ وریاضت میں مشغول رہے۔

اسلامی تصوف میں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی جاتی ہے۔ حقیقی اسلامی تصوف ہر شعبۂ زندگی میں بھرپور کردار ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس میں رہبانیت کی گنجائش نہیں۔ یہ عجمی تصوف، ویدانتی تصوف اور مسیحی رہبانیت سے بالکل مختلف ہے۔

چنانچہ ایک مشہور امریکی مصنف میکائیل ایچ ہارٹ (Michael H. Hart) نے بھی اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برعکس دین اور دنیا کے رہبر تھے۔ (3)

دینِ اسلام، دینِ فطرت ہے۔ یہ انسان کو ذہنی، جسمانی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، معاشی، مادی، غرضیکہ ہر لحاظ سے بہتری، اصلاح اور ترقی کا درس دیتا ہے تا کہ انسان، انسانِ کامل بن سکے۔

دینِ اسلام کے حقیقی تقاضوں کے پیشِ نظر اہلِ ایمان نے شخصیت کے تمام پہلوؤں کی بہتری اور اصلاح پر توجہ مرکوز کی۔ اس طرح انہوں نے ہر شعبہ زندگی میں بھرپور فعال کردار ادا کیا جس کے نتیجہ میں مسلم سائنسدانوں، حکماء، مدبرین اور مفکرین نے انسانیت کی بھلائی کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے حقیقتِ کاملہ کے عرفان کے لیے تمام ذرائعِ علم (حواس، عقل وفہم وادراک اور وجدان) سے بھرپور کام لیا۔ انہوں نے حواس اور عقل سے کائنات اور مظاہرِ کائنات کا خارجی مشاہدہ کیا اور اس طرح بالواسطہ طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے تجرباتی ادراک حاصل کیا۔ اسی طرح انہوں نے وجدان سے باطنی مشاہدہ کیا اور مذہبی اور روحانی تجربات کے ذریعے، بلاواسطہ طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے 'روحانی ادراک' حاصل کیا۔ تجرباتی وروحانی ادراک کی بدولت انہیں حقیقتِ کاملہ کا عرفان حاصل ہوا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، اہلِ اسلام میں تین گروہ سامنے آئے۔

1۔ ایسے افراد جو کائنات اور مظاہرِ کائنات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ مشاہدۂ باطن میں ان کی دلچسپی بالکل ختم ہوگئی یا برائے نام رہ گئی۔

2۔ ایسے افراد جنہوں نے کائنات اور مظاہرِ کائنات میں دلچسپی لینا چھوڑ دی اور مشاہدۂ باطن میں بھرپور دلچسپی لینے لگے۔

3۔ ایسے افراد جنہوں نے خارجی اور باطنی مشاہدات میں دلچسپی لینا چھوڑ دی اور صرف مادی فلاح وترقی میں دلچسپی لینے لگے۔

اس طرح مذہب، فلسفہ، سائنس، کامرس اور سیاسیات وغیرہ کے شعبہ جات کی نمائندگی کرنے والے طبقات

(گروہ) سامنے آئے اور حیاتِ انسانی کی رہنمائی کرنے والے تین اہم شعبہ جات مذہب، فلسفہ اور سائنس میں فاصلے بھی بڑھتے چلے گئے۔ اس طرح ان مختلف شعبوں میں دلچسپی رکھنے والے افراد بھی فکری اور عملی لحاظ سے ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے گئے اور کئی طرح کے سماجی، اخلاقی، نفسیاتی و روحانی مسائل کا شکار ہو گئے۔

مذکورہ بالا حقائق کے پیشِ نظر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے عصرِ حاضر کے انسان کے مسائل اور ان کی وجوہات کی نشاندہی کی اور مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی و اخلاقی ترقی کی ضرورت و اہمیت پر بھی زور دیا۔ انہوں نے اپنے مشہور خطبات تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ (The Reconstruction of Religious Thought in Islam) کے دیباچہ میں کہا:

"The Qur'an is a book which emphasizes 'deed' rather than 'idea'. There are, however, men to whom it is not possible organically to assimilate an alien universe by re-living, as a vital process, that special type of inner experience on which religious faith ultimately rests. Moreover, the modern man, by developing habits of concrete thought- habits which Islam itself fostered at least in the earlier stages of its cultural career- has rendered himself less capable of that experience which he further suspects because of its liability to illusion. The more genuine schools of Sufism have, no doubt, done good work in shaping and directing the evolution of religious experience in Islam; but their latter-day representatives, owing to their ignorance of the modern mind, have become absolutely incapable of receiving any fresh inspiration from modern thought and experience. They are perpetuating methods which were created for generations possessing a cultural outlook differing, in important respects, from our own. 'Your creation and resurrection,' says the Qur'an, 'are like the creation and resurrection of a single soul.' (31:28) A living experience of the kind of biological unity, embodied in this verse, requires today a method physiologically less violent and psychologically more suitable to a concrete type of mind. In the absence of such a method the demand for a scientific form of religious knowledge is only natural."(4)

''قرآن پاک کا زیادہ تر رجحان اس طرف ہے کہ ''فکر'' کی بجائے ''عمل'' پر زور دیا جائے۔ یوں بھی بعض طبائع میں قدرتاً یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وارداتِ باطن کی اس مخصوص نوع کو، جو مذہب کے لیے ایمان وایقان کا آخری سہارا ہے، ویسے ہی اپنے تجربے میں لائیں جیسے زندگی کے دوسرے احوال اور اس کائنات کو جسے ہم اپنے آپ سے بیگانہ پاتے ہیں، اپنے اندر جذب کر لیں۔ رہا عہدِ حاضر کا انسان، سواسے محسوس یعنی اس قسم کے فکر کی عادت ہو گئی ہے جس کا تعلق اشیاء اور حوادث کی دنیا سے ہے اور یہ وہ عادت ہے جس کی اسلام نے اور نہیں تو اپنے تہذیبی نشوونما کے ابتدائی ادوار میں حمایت کی، لہٰذا وہ ان واردات کا اور بھی اہل نہیں رہا، بلکہ انہیں شک و شبے کی نظر سے دیکھتا ہے، کیونکہ ان میں وہم و

التباس کی پوری پوری گنجائش ہے۔صحیح قسم کے سلسلہ ہائے تصوف نے تو بے شک ہم مسلمانوں میں مذہبی احوال و واردات کی تشکیل اور رہنمائی میں بڑی قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں،لیکن آگے چل کر ان کی نمائندگی جن حضرات کے حصے میں آئی وہ عصرِ حاضر کے ذہن سے بالکل بے خبر ہیں اور اس لیے موجودہ دنیا کے افکار اور تجربات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے۔وہ آج بھی انہیں طریقوں سے کام لے رہے ہیں جو ان لوگوں کے لیے وضع کیے گئے تھے جن کا تہذیبی مطمحِ نظر بعض اہم پہلوؤں کے لحاظ سے ہمارے مطمحِ نظر سے بڑا مختلف تھا۔قرآن پاک کا ارشاد ہے: مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ ۔ اس آیت کا اشارہ جس حیاتی وحدت کی طرف ہے اگر آج اسے تجربے میں لایا جائے تو کسی ایسے منہاج کی ضرورت ہوگی جو عضویاتی اعتبار سے تو زیادہ سخت یعنی شدید بدنی ریاضت کا طالب نہ ہو،مگر نفسیاتی اعتبار سے اس ذہن کے قریب تر ہے، جو گویا محسوس کا خوگر ہو چکا ہے تاکہ وہ اسے بآسانی قبول کرلے۔لیکن پھر جب تک ایسا کوئی منہاج متشکل نہیں ہو جاتا، یہ مطالبہ کیا غلط ہے کہ مذہب کی بدولت ہمیں جس قسم کا علم حاصل ہوتا ہے اسے سائنس کی زبان میں سمجھا جائے۔''(5)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ فکرِ اقبال کی رو سے:

1۔ قرآن حکیم ایسی کتاب ہے جو فکر کے بجائے عمل پر زور دیتی ہے۔

2۔ عہدِ حاضر کا نسان مادی فکر وعمل کی وجہ سے وارداتِ باطن جو مذہب کے لیے ایمان ویقین کا آخری سہارا ہے، کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت سے بے خبر ہے۔

3۔ وہ ان وارداتِ روحانی کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کا اہل نہیں رہا۔

4۔ عصرِ حاضر کے صوفیہ عصری تقاضوں کے مطابق روحانی واردات کی تشکیل اور روحانی تعلیم وتربیت کا فریضہ بالکل سرانجام نہیں دے رہے اور نہ ہی وہ اس بات کے اہل ہیں۔

5۔ عصرِ حاضر کی ضرورت ہے کہ مادیت اور روحانیت میں حائل خلا کو پر کیا جائے اور مذہبی واردات کی سائنسی طریقہ سے وضاحت کی جائے۔

بندہ عاجز کی زیرِ نظر تالیف،حکیم الامت کے مذکورہ بالا ارشادات کے مطابق عصرِ حاضر کے فکری اور عملی وادبی تقاضے پورے کرنے کی ایک کوشش ہے۔مذکورہ بالا گزارشات سے واضح ہے کہ علامہ اقبال عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق، اسلامی فقہ کی طرح، اسلامی تصوف کی بھی تدوینِ نو چاہتے تھے۔اس مقصد کے لیے انہوں نے تصورِ خودی پیش کیا۔اسی طرح وہ چاہتے تھے کہ مذہبی واردات کی بھی سائنسی طریقہ سے وضاحت کی جائے تاکہ فلسفہ وسائنس سے متاثر افراد مذہبی واردات کی ضرورت واہمیت سے آگاہ ہو کر روحانی ارتقاء کے حصول کے لیے اپنے من میں ڈوب کر اسرارِ ذات سے آگاہ ہوں اور زندگی کے لامتناہی ممکنات کا شعور وادراک حاصل کرکے تبدیلی، اصلاح اور ترقی کے لیے کوشاں ہو جائیں کیونکہ کائنات کی ہر شے، افراد اور اقوام کی حیات اور بقا کی ضمانت، مسلسل تبدیلی، اصلاح اور ترقی کے عمل میں ہے۔اس تبدیلی، اصلاح اور ترقی کے عمل کی کوئی انتہا نہیں۔اس لحاظ سے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ علم، عمل اور عشق کی کوئی انتہا نہیں۔حیاتِ انسانی جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم سے معراج پا سکتی ہے۔دورِ جدید کا انسان، اپنے خود ساختہ تصورات ونظریات کی پیروی کی بدولت مایوسی اور اضطراب کا شکار ہے۔اس مایوسی اور اضطراب سے چھٹکارا پانے کے لیے مذہب کا سہارا لینا ہوگا۔من

میں غوطہ زن ہونا پڑے گا۔خودی کی تعمیر وتشکیل اوراجتماعی بہتری (سیاسی ،اقتصادی،اخلاقی وذہنی امراض کا مداوا'اصلاح اورارتقا)اسی طرح ممکن ہے۔

عصرِ حاضر کے انسان کی فطری،اخلاقی وروحانی تعلیم وتربیت اوراصلاح کے تقاضے پیش نظر رکھتے ہوئے،بندہ عاجز نے اس کتاب میں:

1۔ مروجہ اسلامی،سائنسی اورادبی طریقہ تحقیق وتنقید مدنظر رکھتے ہوئے علمِ تصوف (روحانی سائنس) کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔

2۔ روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، ریکی، یوگا، وغیرہ)اورروحانی علم (علمِ تصوّف'روحانی سائنس) میں فرق بیان کیا ہے اورروحانی علم کی قدرو قیمت اورضرورت واہمیت بیان کرنے اوردیگرعلوم پراس کی فضیلت وبرتری واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔اس کتاب میں آپ کوتصوّف (روحانی سائنس)' روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، ریکی، یوگا، وغیرہ) کے ساتھ علم نفسیات ، مابعدالنفسیات ،کمپیوٹر سائنس ،علمِ جفر ،علمِ حروف اورعلمِ اعداد کے بارے میں بھی دلچسپ حقائق پڑھنے کے لیے ملیں گے۔

3۔ ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ روحانی رابطہ،تعلق اورنسبت کی ضرورت،اہمیت اورافادیت بیان کی ہے اوراس تعلق کے حصول کا طریقہ کار (سلوک،راہ طریقت) بیان کیا ہے۔

4۔ عصرِ حاضر میں علمِ تصوّف (روحانی سائنس)اورصوفیانہ ادب کی حفاظت،تطہیراورترویج کے تقاضے بیان کیے ہیں۔ ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے تصوف کی تدوینِ نو کے لیے عصرِ حاضر کے علمی وادبی اورسائنسی شعبہ جات میں رائج اصولِ تحقیق وتنقیداوراصول درایت وروایت بیان کیے ہیں۔

5۔ قرآن وحدیث اور اولیاء اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں کامیاب زندگی کا تصور پیش کیا ہے اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے اولیاء اللہ کا ضابطۂ حیات پیش کیا ہے۔

6۔ فضائل ذکروفکر،فضائلِ درودشریف،فضائلِ اعمال وصدقات اورفضائلِ اخلاق بیان کیے ہیں کیونکہ ان کے بغیر کامیاب زندگی گزارنا ناممکن ہے۔یہ اعمالِ حسنہ روحِ روانِ حیات ہیں۔

7۔ نہایت مختصروقت میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے،قربِ ربانی اورقربِ نبوی ﷺ کے حصول کے لیے ارشادات نبوی ﷺ کی روشنی میں قرآنی آیات،مسنون دعاؤں اوراذکار پر مشتمل دعائے حزب الاعظم اوردعائے حب وتسخیر بھی اس کتاب کے حصہ دوم میں شامل ہیں۔بندہ عاجز نے تائیدالٰہی سے یہ دعائیں ترتیب دی ہیں۔منزل روحانی پر مشتمل یہ دعائیں (دعائے حزب الاعظم اوردعائے حب وتسخیر) آپ کو کسی اورکتاب میں نہیں ملیں گی۔یہ خاص عطیۂ خداوندی اورعطائے نبوی ﷺ ہیں۔ان دعاؤں کے شروع میں ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔جسے پڑھ کرآپ ان شاءاللہ ان دعاؤں کوحرزِجان بنائیں گے اوربے پناہ اجروثواب پائیں گے۔

8۔ اہلِ صدق وصفا،اہلِ علم اوراہلِ تحقیق کی دینی اورعلمی وادبی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

9۔ روحانی تعلیم وتربیت اورتحقیق وجستجو کی قدرو قیمت،اہمیت اورضرورت بیان کی گئی ہے۔

10۔ روحانی تعلیم وتربیت کے لیے تجرباتی ومشاہداتی طریقہ کار بیان کیا ہے اوراس کی اہمیت وضرورت واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

11۔ روحانی مشاہدات وتجربات اور مذہبی واردات کے ضمن میں بندہ عاجز نے اسلاف کی نگارشات کے ساتھ ساتھ اپنے اوراپنے احباب کے روحانی مشاہدات وتجربات روحانی کیفیات والہامات کا بھی سند وحوالہ جات کے ساتھ ذکرکیا ہے اور واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کا ہرانسان کے ساتھ خصوصی روحانی تعلق ہے۔ ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت، محبت اور قرب کے دروازے کھلے ہیں۔ جوکوئی بھی ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی رابطہ قائم کرنے اورعقیدت ومحبت سے قرب پانے کی کوشش کرتا ہے، اسے روحانی گائیڈ لائن ملنا شروع ہوجاتی ہے اور بفضلِ تعالیٰ یہ رابطہ قائم ہوجاتا ہے۔ اس لیے ہرایک کو دعوت ہے کہ وہ اس کتاب میں بیان کردہ طریقے کے مطابق حقیقتِ مطلقہ سے جوکہ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، رابطہ کی کوشش کرے۔ ان شاء اللہ رابطہ ہوجائے گا۔

بندہ عاجز نے اس کتاب میں جو اپنے ذاتی، روحانی مشاہدات وتجربات بیان کیے ہیں، اولیاءعظام کو حاصل ہونے والے حقائق ومعارف کے سامنے انہیں شمہ بھر حیثیت بھی حاصل نہیں۔ ان مذہبی واردات کے حوالے سے بندہ عاجز وگنہگار کوکوئی تخصیص حاصل نہیں اور نہ ہی اس ضمن میں کوئی دعویٰ ہے۔ آپ بھی اس راہ پرچل کر دیکھئے، آپ کو بھی بہت کچھ حاصل ہوگا۔ ذات باری تعالیٰ کا درِرحمت سب کے لیے کھلا ہے۔ سب عزتیں اورتعریفیں اللہ تعالیٰ جلَّ شانہٗ ہی کے لیے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے اُسے اپنا قرب ورضا اور معرفت وعرفان عطافرمادیتا ہے۔

عزیزانِ من! اس کتاب میں بیان کردہ بندہ عاجز کے روحانی سفر کی روداد دراصل ایک گناہگار انسان سے ذاتِ باری تعالیٰ، نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اور اولیائے عظام کی محبت، نوازشات اورعنایات کی روداد ہے۔ یہ عظیم ترین نعمتِ ربانی ہے۔

مذہبی مشاہدات وواردات روحانی کی صداقت کا اولین، حتمی اور یقینی معیار وحی (قرآن وحدیث) ہے۔ اس کے بعد انہیں علمی وعقلی اورعملی معیار پرپرکھا جاتا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے اپنے انگریزی خطبات میں ارشادفرمایا ہے۔ بندہ عاجز نے مذہبی مشاہدات اور وارداتِ روحانی کی تفہیم وتعبیر کے سلسلہ میں ان اصولوں کو مدنظر رکھا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں درج جو باتیں عقل وتجربہ کی کسوٹی پر پورا اتریں اور قرآن وسنت کے مطابق ہوں، ان پرعمل کریں۔ اگر ان اصولوں سے ہٹ کرکوئی بات نظرآئے تو ہرگزعمل نہ کریں کیونکہ حکم صرف اللہ کا ہے اور اللہ ہی کی رضا کے حصول کے لیے اس پرعمل ضروری ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت میں لحہ بہ لحہ اضافہ فرماتا رہے۔ آمین بجاہِ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ۔

اس کتاب کا آغاز ایک مضمون سے ہوا۔ مضمون وسعت اختیار کرکے ایک کتاب کی شکل اختیار کرگیا۔ اس طرح کئی ابواب لکھے گئے اور ذاتی مشاہدات، تجربات، تاثرات، محسوسات، کیفیات کے بیان پر مشتمل یہ کتاب منصۂ شہود پر ظاہر ہو گئی۔ یہ کتاب باہمی گفتگو کی طرز پرلکھی گئی ہے۔ اس لیے اس میں بعض مقامات پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اصل موضوع سے ہٹ کر باتیں شروع ہوگئی ہیں۔ بعض مقامات پر کچھ باتوں کی تکرار بھی نظر آئے گی۔ دراصل زیرِ گفتگو یا زیرِ بحث موضوع سے ربط یا تعلق ہونے کی وجہ سے بعض باتیں دہرانا پڑی ہیں۔ اسی طرح بعض مشائخ، علما اور محققین کی کتب سے،

انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے اور ان کے متاثر کن طرزِ تحریر اور طرزِ استدلال سے قارئین کو آگاہ کرنے کے لیے قدرے طویل اقتباسات دیے گئے۔ میں اگر چاہتا تو یہ باتیں اپنے الفاظ میں بھی بیان کر سکتا تھا مگر مجھے یہ نگارشات اصل اقتباسات کی شکل میں ہی پیش کرنا مناسب نظر آیا۔ اگر چہ، اصولِ تحقیق کی رو سے طویل اقتباسات دیے جانے کو مستحسن تصور نہیں کیا جاتا، مگر زیرِ نظر کتاب کے مقاصدِ تصنیف و تالیف کے پیشِ نظر بعض مقامات پر ایسا کرنا ضروری تھا۔ اس کتاب کی ابواب بندی کسی طے شدہ پروگرام کے تحت نہیں ہوئی۔ بلکہ زیرِ گفتگو موضوع کے مختلف پہلوؤں کے تحت میں لکھتا چلا گیا اور کتاب حتمی شکل اختیار کر گئی۔ اس طرح اس کی ابواب بندی اور فہرست کی تیاری کے کام سب سے آخر پر سرانجام دیے گئے۔

اس کتاب پر نظرِ ثانی ان گراں قدر شخصیات نے کی ہے جن کی بلند علمی، بے باکی، صاف گوئی اور باریک بینی کا میں دل سے معترف ہوں۔ ان حضرات نے زیرِ مطالعہ کتاب کے بے لاگ تحقیقی و تنقیدی جائزہ کا حق خوب ادا کیا۔ الحمد للہ، بندہ عاجز کے بیان کردہ مندرجات اور اس میں پیش کردہ فلسفہ و فکر سے سبھی نے اتفاق کیا۔ استادِ محترم ڈاکٹر محمد آصف اعوان نے مضامین کے تکرار اور طویل تر اقتباسات کی طرف توجہ دلائی۔ پیر بھائی، خلیفہ شیخ حسین احمد نے بھی تکرارِ مضامین کی طرف توجہ دلائی۔ استادِ محترم جناب ڈاکٹر قمر اقبال نے پر اسرار علوم کے بارے میں اپنا نقطہ نظر زیادہ وضاحت سے بیان کرنے اور تمام حوالہ جات پی ایچ ڈی کی سطح پر رائج طریقے کے مطابق ہر ایک باب یا کتاب کے آخر پر تحریر کرنے کو کہا۔ چنانچہ، میں نے ایسے ہی کیا۔

میرے مرشد کریم حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری اور استادِ محترم ڈاکٹر قمر اقبال کی رائے تھی کہ اس کتاب کو ایک سے زیادہ جلدوں کی شکل میں پیش کیا جائے۔ کتاب میں دیے گئے ابواب میں سے ہر ایک باب میں زیرِ بحث اور زیرِ گفتگو موضوع کے بارے میں تمام ضروری مواد موجود ہے اور اس کتاب کو دو تا چار تک الگ جلدوں یا کتابوں کی شکل میں پیش کیا جا سکتا تھا مگر کتاب کے مختلف ابواب کے باہمی ربط و تعلق اور اس کے مجموعی تاثر کو برقرار رکھنے کی ضرورت کے پیشِ نظر اسے اسی شکل میں شائع کرنا پڑا۔

اس کتاب کی تدوین، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور ایڈیٹنگ کے تمام مراحل پر نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور قرآنی آیات، احادیث، واقعات، تاثرات اور مشاہدات و تجربات کو درستگی سے ضبطِ تحریر کرنے کے لیے تدوین، تحقیق اور تنقید کے مسلمہ اصول و ضوابط کی پاسداری کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ تاہم، غلطی کا امکان پھر بھی موجود ہے۔ اس ضمن میں آپ کی قیمتی آرا کا انتظار رہے گا۔

خاکپائے درویشاں، احقر العباد
طالبِ دعا و منتظرِ آرا
محمود علی انجم سروری قادری
پرنسپل چشتیہ کالج، فیصل آباد
خلیفہ مجاز حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی
Email: Anjum560@gmail.com
Mobile: 0321-6672557/0323-6672557
Whats App No: 0345-1206557

زندہ رہنے کا گُر

اگر آپ کامیاب زندگی گزارنا چاہتے ہیں ۔ اپنے تمام مسائل ومشکلات کا حل جاننا چاہتے ہیں ۔ مصیبتوں بھری زندگی کو پُرسکون، قابلِ رشک زندگی میں بدلنا چاہتے ہیں ۔ اپنے ذہنی، نفسیاتی، روحانی وجسمانی امراض کا علاج کرنا چاہتے ہیں ۔ ناقابلِ علاج امراض سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں ۔ بحیثیت وکیل، سائنسدان، انجینئر، ڈاکٹر، سیاستدان، کاروباری انسان اور کارکن کے اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دینا چاہتے ہیں تو یہ کتاب ضرور پڑھیں ۔ یہ کتاب کامیاب، خوشحال زندگی بسر کرنے کے زرّیں اصولوں اور ضابطۂ حیات کی ترجمان ہے۔

اس کتاب میں روحانی سائنس اور دیگر روحانی، روحی، نفسیاتی و مابعد النفسیاتی علوم کا سائنسی طرزِ فکر کے مطابق مشاہداتی و تجرباتی اور تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب راہِ حق کے متلاشی ہر معلم (Teacher)، متعلم (Student)، معالج (Hakeem/Doctor)، ماہرِ نفسیات (Psychologist)، ماہر مابعد النفسیات (Parasychologist)، ماہرِعلم تنویم (Hypnotist) اور ماہرِعلوم روحانی (Spiritualist) کی بنیادی ضرورت ہے۔

دنیا میں سب سے مشکل یہ سیکھنا ہے کہ کیسے زندہ رہا جائے اور کس مقصد کے لیے اپنی جان دی جائے۔ اصل مقصد زندہ رہنا نہیں بلکہ کامیاب زندگی گزارنا اور صحیح راہ پر چلتے ہوئے جان قربان کرنا ہے ۔ یہ کتاب تنظیم و تعمیرِ شخصیت کے جامع نصاب پر مشتمل ہے ۔ یہ کتاب آپ کو زندہ رہنے، کامیاب زندگی گزارنے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کا گر سکھائے گی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے ہاتھ میں وہ گُر آجائے گا جو اسمِ اعظم کا کام دے گا۔ اس کتاب کی تعلیمات کی پیروی کر کے آپ جو چاہیں گے، کرسکیں گے۔ یہ کتاب اسمِ اعظم کے بارے میں منفرد تحریر، سحر و آسیب و نظرِ بد اور لاعلاج جسمانی امراض (کینسر، شوگر، ہیپاٹائٹس وغیرہ) کے آسان مجرب علاج پر مشتمل ہے ۔ مقدر کے مارے ، اکتائے ہوئے، بیمار، لاچار، نامراد، نادار، جینے سے مایوس افراد کے لیے روحانی سائنس پر مشتمل یہ مستند، تحقیقی ، جامع کتاب صحت، عزت، دولت، خوشیوں، مرادوں دلچسپیوں، کامیابیوں اور کامرانیوں کے ان دیکھے دروازے کھول دیتی ہے ۔ یہ کتاب کلیدِ اسمِ اعظم، اور کلیدِ کن فیکون ہے ؎

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے ۔۔۔ یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی ۔۔۔ ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی ، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا ۔۔۔ خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے
حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا ۔۔۔ تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی ۔۔۔ جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے

بانگِ درا،ص269

غرض وغایتِ تالیف

01۔ رضائے الٰہی اور رضائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصول۔

02۔ فضلِ خداوندی اور رافت ورحمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرشکر بجالانا۔

03۔ ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روحانی رابطہ،تعلق اورنسبت کی ضرورت، اہمیت اورافادیت بیان کرنااوراس تعلق کے حصول کاطریقہ کار(سلوک راہِ طریقت) بیان کرنا۔

04۔ اپنے مرشد،مربی،سرپرست،اساتذہ کرام اوردیگر مشائخ واولیائے عظام کوخراجِ تحسین پیش کرنااوران سے حاصل ہونے والی علم ومعرفت کی نعمت کواچھے طریقے سے،سند اورتحقیق کے ساتھ دوسروں تک پہنچانا تاکہ اس نعمت پرشکر کا اظہار ہوسکے،سب کے لیے صدقہ جاریہ کااہتمام ہواور دعائے خیر حاصل ہو۔

05۔ اپنے والدین، بیوی، بچوں اوردیگر ظاہری وباطنی اور بالواسطہ وبلاواسطہ محسنین کے احسانات اور مددوتعاون پران کا شکریہ ادا کرنااورانتسابِ متن سے ان کے لیے اوراپنے لیے صدقہ جاریہ کاسبب بننا۔

06۔ اہلِ صدق وصفا، اہلِ علم اوراہلِ تحقیق کی دینی،علمی وادبی خدمات کی قدروقیمت سے احباب کوآگاہ کرنا۔ان علم دوست حضرات کی خدمات کااعتراف کرنااورانہیں خراجِ تحسین پیش کرنا۔

07۔ آنے والی نسل کوتفویضِ علم کافریضہ سرانجام دے کر،علم کا تقاضاپوراکرنا۔

08۔ روحانی تعلیم وتربیت اورتحقیق وجستجو کی قدروقیمت،اہمیت اورضرورت بیان کرنا۔

09۔ روحانی تعلیم وتربیت میں تجرباتی ومشاہداتی طریقہ کارکی اہمیت اورضرورت بیان کرنا۔

10۔ مقصدِ حیات کے حصول کے لیے ضروری علم کی نشاندہی کرنااوراس کی تحصیل کی قدروقیمت بیان کرنا۔

11۔ علمِ تصوف (روحانی سائنس) کی قدروقیمت،اہمیت اورضرورت بیان کرنا۔

12۔ روحانی وروحی علوم میں فرق بیان کرنااورروحانی علم (علم تصوف) کی دیگرعلوم پرفضیلت وبرتری بیان کرنا۔

13۔ عصرِ حاضر میں مروجہ سائنسی طریقۂ تحقیق کے مطابق علمِ تصوف (روحانی سائنس) کاتنقیدی جائزہ پیش کرنا۔

14۔ سحروآسیب،نظرِ بدودیگرشرورِکائنات سے محفوظ رہنے اوران کے بداثرات سے نجات پانے کے لیے قرآن وسنت کے مطابق روحانی علاج کاطریقہ کاربیان کرنا۔

15۔ اسلامی سپرچوالزم اورسفلی سپرچوالزم کے تقابل وموازنہ کے بعدان میں فرق بیان کرنا۔

16۔ مغرب زدہ،عقلیت زدہ اورجدّت پسندافرادکوجدیدقسم کی علمی تحقیق اورنئے ڈھب کے عقلی استدلال کی مدد سے علمِ تصوّف (روحانی سائنس) کی قدروقیمت اورضرورت واہمیت سے آگاہ کرنا۔

17۔ تصوّف (روحانی سائنس) اوردیگرروحانی وروحی علوم اورنفسیاتی ومابعدالنفسیاتی علوم کاسائنسی طرزِ فکر کے مطابق مشاہداتی وتجرباتی اورتحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کرنااوران علوم پرعلمِ تصوّف کی برتری ثابت کرنا۔

18۔ بطورمعلم ومتعلم،قرآنی آیات واحادیث مبارکہ اوراقوالِ اولیاء وعلما کے حوالے سے تبلیغِ دین اورتعلیم وتربیت کا فریضہ سرانجام دینا۔

اظہارِ تشکر

وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے (اس حالت میں) باہر نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تا کہ تم شکر بجالاؤ O

زیرِنظر کتاب ''نورِعرفان'' کی تصنیف وتالیف کی عظیم سعادت حاصل ہونے پر میں ربِ قدیر اور اپنے آقا ومولا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے حد وانتہا شکرگزار ہوں۔ میں اپنے روحانی، علمی وادبی محسنین اور کرم فرماؤں خصوصاً سلطان الفقر اقبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، پیرومرشد حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی، اپنے نہایت واجب الاحترام والدمحترم حاجی محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ محترمہ کا شکرگزار ہوں جن کی تعلیمات، دعاؤں، توجہ اور شفقت کی بدولت اس کارِسعادت کی توفیق عطا ہوئی۔ پیرومرشد حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی نے نہایت مہربانی و شفقت سے اس کتاب کا لفظ بلفظ مطالعہ فرما کر ''ابتدائیہ'' تحریر فرمایا۔ میرے کرم فرما اساتذہ پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف (پی ایچ ڈی اقبالیات) صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن فیصل آباد کیمپس، پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات) صدر شعبہ اردو، فوجی فاؤنڈیشن کالج لالہ زار، راولپنڈی، پروفیسر گوہر عبدالغفار چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ، محترم جناب مفتی زمان ایازی اور محترم پیر بھائی خلیفہ شیخ حسین احمد سروری قادری نے اس کتاب کا بغور مطالعہ فرما کر اسے بہتر بنانے میں مدد فرمائی۔ میری بیوی (فوزیہ نسرین انجم)، بیٹی (عروج فاطمہ)، بہو (فائزہ حامد) اور بیٹوں (حامد علی انجم اور احمد علی انجم) نے میرے حصہ کی ذمہ داریاں سرانجام دے کر، ہر طرح سے میری ضروریات کا خیال رکھ کر مجھے ذہنی وقلبی فراغت کے لمحات حاصل کرنے میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ میں ان سب کا تہہِ دل سے شکرگزار ہوں۔ میں اپنی اس علمی، ادبی وروحانی کاوش کو ان سے منسوب کرتا ہوں اور دل کی گہرائیوں سے ان کے لیے دعاگو ہوں۔

خاکپائے درویشاں، احقرالعباد
طالبِ دعاومنتظرِ آرا
محمود علی انجم سروری قادری
پرنسپل چشتیہ کالج، فیصل آباد
خلیفہ مجاز حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی
Email: Anjum560@gmail.com
Mobile: 0321-6672557/0323-6672557
Whats App No: 0345-1206557

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلۡفِ اَلۡفِ مَرَّۃٍ وَّبَارِکۡ وَسَلِّمۡ

انتساب

سید المرسلین، رحمتہ اللعالمین، شفیع المذنبین، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام انبیا ورسل، امہات المؤمنین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد پاک، پنجتن پاک، آئمہ مطہرین، معصومین، تمام صحابہ کرام وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، اولیائے امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام مشائخ عظام، علمائے کرام، تمام مؤمنین ومؤمنات، مسلمین و مسلمات، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی ودیگر تمام سلاسلِ حق کے پیرانِ عظام و اہلِ سلسلہ، ساتوں سلطان الفقراء خصوصاً حضرت پیرانِ پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غریب النواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ صابر پیا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد غلام نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ، فرید العصر میاں علی محمد خاں چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد مسعود احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، سرکار میراں بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ گوہر عبد الغفار چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں علی شیر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں فریاد احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد افضال انور، پروفیسر ڈاکٹر محمد غلام معین الدین نظامی، ڈاکٹر محمد شفیق، ڈاکٹر محمد اصغر، پروفیسر سلیم صدیقی، استادِ محترم پروفیسر عبد اللہ بھٹی، بندہ عاجز اور اِس کی اہلیہ کے والدین (حاجی محمد یٰسین و بیگم یٰسین، میاں لطیف احمد وبیگم میاں لطیف احمد)، بندہ عاجز کی اہلیہ (فوزیہ نسرین انجم)، بیٹی (عروج فاطمہ)، بہو (فائزہ حامد)، بیٹیوں (حامد علی انجم، احمد علی انجم)، پوتے (محمد علی انجم)، بہنوں (مسز یاسمین اختر، مسماۃ ناہید اختر)، برادران (میاں مقصود علی چشتی نصیری، میاں سجاد احمد قادری، میاں فیاض احمد، میاں شہباز احمد، میاں اعجاز احمد، میاں خرم یٰسین، میاں فرخ یٰسین، میاں عاصم یٰسین، میاں عمران احمد، میاں افتخار احمد، میاں ابرار احمد، میاں نسیم اختر) اور ان کے اہل وعیال، مسٹر نصیر، مسز نصیر واہلِ خانہ، تمام مسلمان آباؤ اجداد، بہن بھائیوں، بیٹوں، بیٹیوں، دامادوں، بہوؤں، منتظرِ آمد بیٹوں اور بیٹیوں، احباب، رفقا، اساتذہ، تلامذہ، ظاہری وباطنی بلاواسطہ وبالواسطہ محسنین، علمی نسبی، روحانی تعلق رکھنے والے تمام احباب، بندہ عاجز کے چاہنے والوں اوران سب کو جن سے بندہ عاجز کو محبت ہے، ایسے تمام افراد کو جن کی بندہ عاجز سے جانے انجانے، ارادی وغیر ارادی طور پر کسی بھی صورت میں حق تلفی ہوئی ہے، تا ابد الآباد اس کا ثواب ایصال ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور وسیلے سے ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

وَ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۰﴾

اور وہ لوگ (بھی) جو اُن (مہاجرین وانصار) کے بعد آئے (اور) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے ۝ الحشر [59:10]

حرفِ چند

انسانی زندگی میں مذہب کو اس لحاظ سے بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ ایک مذہبی انسان کے تمام افکار و اعمال مذہبی تعلیمات ہی سے ایک خاص سانچے میں ڈھلتے ہیں۔ تاہم مذہب کیا ہے، یہ ایک بہت اہم سوال ہے۔ ہر مخلص صاحبِ ایمان مذہب کی تفہیم اپنے انداز میں، اپنی فہم و فراست کے مطابق کرتا ہے۔ تصوف ایک الگ مذہب تو نہیں تاہم اسلام کی تفہیم کا ایک نظری و عملی طریقہ ہے۔ جناب محمود علی انجم تصوف کے رموز و اسرار کے ماہر اور شناسا ہیں۔ ان کی کتاب ''نورِ عرفان'' تصوف کے معاملات و مسائل کی وضاحت ہی نہیں کرتی بلکہ تصوف کی عملی صورتوں اور طریقوں کو بھی بیان کرتی ہے۔ یہ کتاب انجم صاحب کی صوفیانہ علوم پر مبنی بے پناہ معلومات اور ذاتی تجربات و مشاہدات کا خزانہ ہے۔ آپ نے براہِ راست انداز میں بعض بہت پیچیدہ اور گنجلک مسائل کو نہایت سادگی اور مہارت کے ساتھ سپردِ قلم کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد واضح ہوتا ہے کہ تصوف بھی باقاعدہ ایک سائنسی علم ہے جس کی عقلی بنیادیں ہیں مگر ان عقلی بنیادوں پر روحانیت کا غلبہ ہے۔ محمود علی انجم نے دینی حقائق و معارف کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ صوفیانہ رنگ میں پیش کیا ہے یہی اس کتاب کا خاصہ ہے۔

امید ہے یہ کتاب سنجیدہ فکر، صاحبانِ ذوق کے لیے گراں قدر تحفہ ثابت ہوگی۔ میں جناب محمود علی انجم کو اِس گراں قدر کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان
پی ایچ ڈی اقبالیات
صدر شعبہ اردو
یونیورسٹی آف ایجوکیشن (فیصل آباد کیمپس)

مقدمہ

شریعت کو اپنے تمام تر مضمرات اور تمام تر تقاضوں سمیت مکمل طور پر اپنانے، اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے ذرہ برابر روگردانی نہ کرنے اور سنتِ رسول پاک ﷺ سے سرِمُو انحراف نہ کرنے کا نام تصوف ہے۔ شریعت پر سو فیصد چلنے اور گناہوں کو سو فیصد چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے۔ شریعت سے ایک فیصد بھی انحراف کرنے والا اور ننانوے فیصد گناہ چھوڑ کر، صرف ایک فیصد گناہ پر اصرار کرنے والا بھی صوفی کہلانے کا حقدار نہیں۔ مکروہات و مشتبہات تو ایک طرف، صوفی تو فقہی رخصتوں کو بھی استعمال کرنے سے بچتا ہے۔ شریعت کے راستے پر چلنے کا نام ہی تصوف ہے اور باقی تمام راستوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف اس راستے پر چلنے والا صوفی کہلاتا ہے۔ تصوف، شریعت سے الگ کوئی شے نہیں۔ غیر شرعی اعمال و اشغال کو تصوف قرار دینا بذاتِ خود گمراہی و ذلالت ہے۔ شریعت جو کہ سنتِ رسول ﷺ ہی کا دوسرا نام ہے، کے دائرے سے ایک قدم بھی باہر نکالنے والا، صوفی ہو ہی نہیں سکتا تو پھر ایسی حرکات کرنے والوں کو صوفی قرار دے کر حقیقی صوفیائے کبار جیسے پاکیزہ محسنینِ اسلام اور اعلیٰ اسلامی تصوف کی مذمت کرنا اور اسے شریعت سے الگ شے قرار دینے کا راگ الاپنا التباسِ فکر و نظر، کم عقلی اور کج فہمی کے سوا اور کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے کٹ کر اپنی عبادت کرنے کا جو حکم اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کو دیا تھا، صوفیا اسی حکم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو با صمیمِ قلب ترجیح اولیٰ سمجھنا اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہی تصوف کا مقصد و مدعا ہے۔ تصوف قرآن و سنت سے مستنیر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور شیریں اخلاق کو اپنا کر تزکیۂ نفس کے ذریعے روح کو نفس امارہ کے اثر سے پاک کرنے اور آئینۂ دل کو نورِ الٰہی سے مجلّٰی کرنے کا نام تصوف ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''ازالۃ الخفاء'' میں لکھا ہے کہ ''تصوف بعرفِ شرح نام اُو احسان است'' یعنی ''تصوف کو عرفِ شرح میں احسان کہتے ہیں''۔ احسان کی وضاحت رسول پاک ﷺ نے حدیثِ جبریل میں فرمائی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے یقیناً دیکھ ہی رہا ہے۔'' حضرت شاہ صاحب نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں فرمایا ہے کہ یقینی طور پر تصوف کا مفہوم اسی حدیثِ مبارکہ سے آیا ہے' یعنی تصوف نام ہے حدیثِ جبریل والے احسان کا۔ اسی لیے صوفیاء و علماء تصوف کو سلوک و احسان کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ تصوف کا اصل مقصد یہی ہے کہ بندہ اللہ کی عبادت اس طور کرے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا پائے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے یا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اس سے مخاطب ہے۔ جب صوفی مجاہدے اور ریاضت کے ذریعے' تزکیہ نفس اور روح کی پاکیزگی کا سامان کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور، خلوصِ نیت اور کامل یقین وایقان اور ایمان کے ساتھ حاضر و مخاطب رہتا ہے تو ؎

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر ‌ ‌ ‌ کرتے ہیں خطاب آخر، اٹھتے ہیں حجاب آخر (۱)

تصوف ربِ کائنات سے پرخلوص، بے لوث اور بے غرض دوستی اور عشق کا نام ہے۔ تصوف، اپنے مالک کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینے کا نام ہے۔ تصوف اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جانے کا نام ہے۔ تصوف اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دینے کا نام ہے۔ تصوف، مجاہدۂ نفس کرنے اور زہد و تقویٰ کا پورا پورا حق ادا کرنے کا نام ہے۔ تصوف اطاعتِ الٰہی، عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ضبطِ نفس کا نام ہے۔

تصوف، دنیا و آخرت کی جزا اور انعام کی آرزو کے بغیر، اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کا نام ہے، ایسی عبادت کہ جس کے دوران غیر کے خیال کا شائبہ تک بندے کے دل میں راہ نہ پا سکے۔ تصوف، مسلسل عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کا نام ہے۔ جب بندہ اس راہ کا مسافر بن جاتا ہے تو اس کا دل گناہوں کی آلودگی اور سیاہی سے پاک ہو جاتا ہے اور دل کا آئینہ فسق و فجور کے زنگ سے پاک ہو کر تجلیاتِ الٰہی کا مرکز بن جاتا ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے اس محب بندے کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ ؎

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ ‌ ‌ ‌ غالب و کار آفریں، کارکُشا، کارساز (۲)

اب صوفی کا ارادہ اس کا ارادہ نہیں رہتا بلکہ ارادۂ الٰہی بن جاتا ہے۔ اب اس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، اس کی زبان اللہ تعالیٰ کی زبان، اس کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی آنکھ، اس کے پاؤں اللہ تعالیٰ کے پاؤں بن جاتے ہیں اور اس کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت بن جاتی ہے۔ اب وہ آگے نہیں بڑھتا بلکہ رب آگے بڑھتا ہے۔ اب زمانے کی طنابیں اس اللہ تعالیٰ کے ولی کے ہاتھ میں آ جاتی ہیں۔ کائنات اس کے اشاروں پر رقص کرنے لگتی ہے۔ پہاڑ اس کے لیے سمٹ کر رائی بن جاتے ہیں۔ اس کی ایک ٹھوکر سے صحرا اور دریا دو نیم ہو جاتے ہیں۔ وقت اس کے لیے سمٹ بھی جاتا ہے اور پھیل بھی سکتا ہے۔ کبھی تو صدیاں اس کے لیے سمٹ کر لمحوں کا روپ دھار لیتی ہیں اور کبھی لمحے پھیل کر صدیوں پر محیط ہو جاتے ہیں۔ اب فاصلے اس کے لیے فاصلے نہیں رہتے بلکہ برسوں کی مسافت ایک قدم میں سمٹ آتی ہے ؎

عشق کی اک جَست نے طے کر دیا قصّہ تمام ‌ ‌ ‌ اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں (۳)

جب صوفی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگنے کی جہدِ مسلسل میں لگا رہتا ہے اور اک آن وہ در چھوڑ کر غیر کی جانب متوجہ نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اسے مایوس نہیں کرتا۔ وہ اپنے اس بندے کو اپنے مقربین میں داخل کر کے، اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے اور اس سے پوچھنے لگتا ہے کہ بتا تیری رضا کیا ہے۔ اب بندے کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا بن جاتی ہے۔ اب اسے اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا نہ کوئی خوف رہتا ہے اور نہ ہی وہ کسی غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ اب وہ صادقین کی صف میں شامل ہو کر عباد الرحمن کی صف کا حصہ بن جاتا ہے۔ اب اس کے لیے کوئی مشکل، مشکل نہیں رہتی۔ اس کا ہاتھ غالب، کارکشا اور کارآفریں بن جاتا ہے۔ زمان و مکان، اس کی دسترس میں آ جاتے ہیں۔ دریا اور سمندر اس کے لیے پایاب بن جاتے ہیں۔ ہوائیں اور فضائیں اس کے لیے مسخر کر دی جاتی ہیں اور وہ ہمارے اس معروضی زمان و مکان کے بندھنوں سے آزاد ہو کر زمان و مکانِ الٰہی میں داخل ہو جاتا ہے ؎

عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا ‌ ‌ ‌ اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام (۴)

اب اللہ تعالیٰ کے سالک پر جو احوال و مقامات وارد ہوتے ہیں وہ اسے اس مادی دنیا کی جکڑ بندیوں سے آزاد

کر کے عالم بالا کے روحانی زمان ومکان کا راہی بنا دیتے ہیں ؎

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور (۵)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ''میں اپنے دوستوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور ہم اللہ تعالیٰ عزوجل کے نیک بندوں کا تذکرہ کر رہے تھے تو حضرت سیدنا سَرِی سَقَطی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے بتایا کہ ''ایک دفعہ میں بیت المقدس میں ایک چٹان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس سال حج کی سعادت نہ ملنے پر افسوس کر رہا تھا کیونکہ حج میں صرف دس دن باقی رہ گئے تھے۔ جب میں نے اپنے دل میں سوچا کہ لوگوں کا رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہے اور دن بھی بہت تھوڑے ہیں جبکہ میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ پس میں پیچھے رہ جانے پر رونے لگا۔ اچانک میں نے ایک غیبی آواز سنی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: ''اے سری سقطی! مت رو! بے شک اللہ عزوجل نے ایسے لوگوں کو تمہارے لیے مقرر کر دیا ہے جو تمہیں مقامِ حج تک پہنچا دیں گے۔'' میں نے سوچا: یہ کیسے ہوگا حالانکہ میں بیت المقدس میں ہوں اور دن بھی تھوڑے رہ گئے ہیں۔'' تو اس غیبی آواز نے کہا: ''غمگین نہ ہو، اللہ عزوجل تم پر مشکل کام کو آسان فرما دے گا۔'' میں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا اور اس غیبی آواز کی سچائی جاننے کے لیے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ مسجد کے دروازے سے چار نوجوان داخل ہوئے۔ (ان کے چہرے اتنے نورانی تھے) گویا سورج ان کے چہروں سے طلوع ہو رہا تھا اور نور ان کی پیشانیوں سے چمک رہا تھا۔ ان میں ایک بارعب اور باجلال نوجوان آگے بڑا اور باقی اس کے پیچھے ہو گئے۔ ان سب نے بالوں کا لباس اور پاؤں میں کھجور کے پتوں کے جوتے پہنے ہوئے تھے۔ وہ چٹان کے قریب ہوئے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کی تو ان کے انوار سے مسجد بھر گئی۔ میں بھی ان کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا اور عرض کی: ''اے رب عزوجل! شاید یہ وہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے تو مجھ پر رحم فرمائے گا اور جن کی صحبت مجھے عنایت کرے گا۔''

وہ گنبد میں داخل ہوئے۔ نوجوان ان کے آگے آگے تھا اور وہ اس کے پیچھے تھے۔ ہر ایک نے دو دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر وہ نوجوان اپنے رب عزوجل سے مناجات کرنے لگا۔ میں اس کی مناجات سننے کی خاطر اس کے قریب ہو گیا۔ پھر اس نے گریہ وزاری کی اور تکبیر کہی اور ایسی نماز پڑھی جس نے میرا دل اور دماغ سلب کر لیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو بیٹھ گیا۔ باقی تین اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے ان کے قریب جا کر سلام پیش کیا۔ نوجوان نے کہا: ''وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اے سری سقطی! اے وہ شخص جسے آج غیبی آواز کے ذریعے خوشخبری دی گئی کہ اس کا حج اس سال فوت نہیں ہوگا۔'' اس کی یہ بات سن کر میں بے ہوش ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ میرا دل خوشی سے بھر گیا۔ میں نے عرض کی: ''اے میرے آقا! جی ہاں! آپ کی آمد سے کچھ دیر پہلے مجھے غیب سے بتایا گیا ہے۔'' تو اس نے کہا: ''اے سری سقطی! آپ کو ہاتفِ غیبی کے آواز دینے سے ایک لمحہ پہلے ہم خراسان شہر سے بغداد کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں ہم نے اپنی ضروریات پوری کیں اور بیت اللہ شریف جانے کا ارادہ ہوا۔ پھر خواہش ہوئی کہ شام میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت کر لیں۔ پھر مکہ مکرمہ حاضری دیں گے۔ ہم مزارات کی زیارت کرنے کے بعد اب یہاں بیت المقدس کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔'' میں نے عرض کی: ''اے میرے سردار! آپ خراسان میں کیا کر رہے تھے؟'' اس نوجوان نے بتایا: ''ہم اپنے دینی بھائیوں حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرام اور حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الجلی کے ساتھ

اکٹھے بیت الحرام کے ارادے سے بغداد آئے۔ میں بیت المقدس کی زیارت کرنے آ گیا اور وہ دونوں دیہات کے راستے سے چلے گئے۔'' میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، خراسان سے بیت المقدس تک ایک سال کی مسافت ہے۔'' اس نے کہا'' اگرچہ ایک ہزار سال کی مسافت ہو، بندہ اس کا ہو، زمین بھی اس کی ہو، آسمان بھی اس کا ہو، زیارت بھی اس کے گھر کی ہو اور ارادہ بھی اس کی بارگاہ میں حاضری کا ہو تو پھر پہنچانا اور قوت وقدرت مہیا کرنا بھی اس کے ذمہ کرم پر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سورج کیسے مشرق سے مغرب تک کا سفر ایک دن میں طے کر لیتا ہے؟ کیا وہ اپنی قوت سے اتنی مسافت طے کرتا ہے یا قادر عزوجل کی قوت وارادے سے؟ جب ایک بے جان جامد سورج جس پر نہ حساب ہے، نہ عذاب ،ایک دن میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے تو یہ کوئی حیرانگی کی بات نہیں کہ اس کا ایک بندہ ایک دن میں خراسان سے بیت المقدس پہنچ جائے۔ اللہ عزوجل ہی قدرت وقوت کا مالک ہے، اور خلافِ عادت کام اسی سے صادر ہوتا ہے جو اس کا محبوب اور مختار ہو۔ اے سری سقطی! دنیا وآخرت کی عزت اختیار کر اور دنیا وآخرت کی ذلت تک پہنچنے سے بچ۔''

میں نے عرض کی: ''اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے! دنیا وآخرت کی عزت کی طرف میری رہنمائی فرما دیجئے؟'' تو اس نے کہا: ''جو بغیر مال کے امیری، بغیر سیکھے علم ،بغیر خاندان کے عزت چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال دے، اس کی طرف مائل نہ ہو، اور نہ اس سے مطمئن ہو، اس لیے کہ دنیا کی صفائی میں میل کی ملاوٹ، اور اس کے میٹھے پن میں کڑواہٹ ہے۔'' میں نے پھر عرض کی: ''اے میرے سردار! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو اپنے انوار کے ساتھ خاص کیا اور اپنے اسرار سے آگاہ فرمایا! اب کہاں کا ارادہ ہے؟'' اس نے بتایا: ''اب حج بیت اللہ اور سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزارِ پرانوار کی زیارت مقصود ہے۔'' میں نے عرض کی: ''اللہ عزوجل کی قسم! میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا کیونکہ آپ سے جدا ہونا، روح کے جسم سے جدا ہونے سے بھی زیادہ سخت ہے۔'' اس نے بسم اللہ شریف پڑھی اور میں بھی ان کے ہمراہ بیت المقدس سے بستی کی طرف چل پڑا۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ اس نے کہا: ''اے سری سقطی! ظہر کا وقت ہو گیا ہے تو کیا نماز نہ پڑھ لیں؟'' میں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' میں نے مٹی سے تیمم کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: ''یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے۔'' پھر وہ راستے سے کچھ ہٹا اور ایسے چشمے پر لے گیا جس کا پانی شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا۔ میں نے وضو کیا اور پانی پی کر کہا: ''اللہ عزوجل کی قسم! میں اس راستے سے کئی مرتبہ گزرا لیکن پانی کا چشمہ یہاں کبھی نہیں پایا۔''

اس نے کہا: ''سب تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے اپنے بندوں پر کرم فرمایا۔'' ہم نے نمازِ ظہر ادا کی، پھر عصر تک چلتے رہے۔ پھر اچانک حجاز کے پہاڑ اور دیواریں ہمارے سامنے ظاہر ہو گئے۔ میں نے کہا: ''یہ تو حجازِ مقدس کی زمین ہے۔'' اس نے مجھ سے کہا: '' آپ مکہ مکرمہ میں پہنچ چکے ہیں۔'' میں گریہ وزاری کرنے لگا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا: ''اے سری سقطی! کیا تم ہمارے ساتھ داخل ہو گے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں۔'' جب ہم باب الندوہ سے داخل ہوئے تو میں نے دو شخص دیکھے، ان میں سے ایک بوڑھا اور دوسرا جوان تھا۔ جب انہوں نے اس کو دیکھا تو مسکرائے اور کھڑے ہو کر معانقہ کیا، اور کہا: ''الحمد للہ علی السلامۃ۔'' میں نے اپنے رفیق نوجوان سے پوچھا: ''اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے! یہ کون ہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''عمر رسیدہ بزرگ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرام اور جوان حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الجلی ہیں۔'' پھر ہم نے مغرب وعشاء کی نماز پڑھی۔ ہم سب اپنی طاقت کے

مطابق نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں ان کے ساتھ نماز پڑھتا رہا یہاں تک کہ حالتِ سجدہ میں مجھے نیند آ گئی۔ جب میں بیدار ہوا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں غمزدہ شخص کی طرح تنہا رہ گیا۔ ان کو مسجد حرام، مکہ مکرمہ اور منیٰ شریف میں بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملے۔ میں ان سے بچھڑنے کی وجہ سے روتا ہوا واپس آ گیا۔'' (۶)

یہ ہے اسلامی تصوف اور حقیقی صوفی کا مقام جو اسے، دنیا کی محبت دل سے نکال کر اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں بسا کر حاصل ہوتا ہے۔ یہی وہ مہتمم بالشان اسلامی تصوف ہے کہ جس کی صورت میں اسلامی شریعت، اور پیروئ سنتِ رسول ﷺ کا کامل ترین اور صحیح ترین اظہار ہوا اور دنیا نے اسلامی تقویٰ و پرہیزگاری، مخالفتِ نفس، زہد و ورع، علم و حکمت، مجاہدات، ذکر و فکر، خوف و رجا، خشوع، تواضع، قناعت، توکل، شکر، صبر، یقین، رضا، عبودیت، ارادت، استقامت، اخلاص، صدق، حیا، حریت، فتوت، فراست، حسنِ خلق، جود و سخا، غیرت و حمیتِ دینی، امانت، دیانت، صداقت، اور فقر کے حیران کن مظاہرے دیکھے۔ پہلی صدی ہجری سے لے کر موجودہ دور تک ایک عالم صوفیاء سے متاثر ہوا۔ گمراہوں کو راہ ملی، بے دینوں کو دین ملا اور ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ اسلام پر جب بھی برا وقت آیا تو ان عظیم صوفیاء میں سے کوئی نہ کوئی مجدد الفِ ثانی اٹھ کھڑا ہوا اور شریعتِ اسلامی کا مذاق اڑانے والے شہنشاہِ وقت کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔

شریعت کی پاسداری اور حفاظت کا فریضہ جیسا ان صوفیائے کبار نے انجام دیا اس کا انکار کرنے کو اپنی کم علمی اور کج فہمی کا سب سے بڑا ثبوت فراہم کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

تبلیغِ اسلام، تجدیدِ دین، ہمدردئ نوعِ انساں، مظلوموں کی دادرسی، حکمرانوں کی اصلاح اور انہیں ظلم اور بے راہ روی سے باز رکھنے، اشاعتِ قرآن، احیائے سنت اور دفاعِ شریعت کے لیے، صوفیا کی مساعی روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔

شریعت کی پاسداری پر صوفیا کے بے شمار اقوال، اعمال اور واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں، جن کا لبِ لباب یہی ہے کہ شریعت کی پاسداری کے بغیر صوفی ہونے کا دعویٰ کرنے والا شیطان اور بہروپیا تو ہو سکتا ہے، صوفی ہرگز نہیں۔ شریعت کے بغیر تصوف مردود ہے۔

صوفیاء کبار کی معروف کتبِ تصوف، مثلاً شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب، شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اللمع، شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ قشیریہ، شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی عوارف المعارف، شیخ علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب، شیخ ابوبکر بن ابراہیم نجاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التعرف، ابونعیم بن عبداللہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیا، شیخ ابواسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی طبقات الصوفیہ اور منازل السائرین، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، کشف القلوب اور منہاج العابدین شریعت ہی کی توضیح و ترغیب پر مبنی ہیں اور ان سب کتابوں میں شریعت ہی کی پاسداری، اولین مقصد قرار پاتا ہے۔ بس فقہی کتب اور صوفیاء کی ان کتب میں فرق یہ ہے کہ فقیہ ظاہر نماز کی بات کرتا ہے تو صوفی ظاہری نماز کے ساتھ ساتھ نماز کے ایسے احوال و مقامات کا ذکر بھی کرتا ہے کہ جنہیں اپنا کر نماز حقیقی معنی میں مومن کی معراج قرار پاتی ہے کہ جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔ فقیہ اپنی کتاب میں رمضان کے روزوں کے احکام اور مسائل بیان کرتا ہے تو صوفی رمضان کے روزوں

کے ساتھ ساتھ زبان، کان، آنکھ، پاؤں اور دل کے روزے کے اسرار و رموز بیان کرتا ہے۔ فقیہ زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کے نصاب کی بات کرتا ہے تو صوفی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والے کے پاس کسی وقت اور کسی صورت میں اتنا مال جمع ہونا ہی نہیں چاہیے کہ جس پر زکوٰۃ لاگو ہو جائے یعنی صوفی کے پاس جو کچھ بھی آئے وہ اسے حاجتمندوں میں تقسیم کر دے کہ یہی نبوی طریقہ ہے۔ فقیہ حج کے احکام و فرائض بیان کرتا ہے تو صوفی حج کے ارکان کی اصل روح اور تقاضوں سے آگاہ کرتا ہے۔

شیخ المشائخ، قطبِ دوراں، شبلی قدس سرہٗ کے ایک مرید حج کر کے آئے تو شیخ نے ان سے سوالات فرمائے' وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ نے دریافت فرمایا کہ تم نے حج کا ارادہ اور عزم کیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی پختہ قصد حج کا تھا' آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ان تمام ارادوں کو ایک دم چھوڑنے کا عہد کر لیا تھا جو پیدا ہونے کے بعد سے آج تک حج کی شان کے خلاف کیے؟ میں نے کہا یہ عہد تو نہیں کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر حج کا عہد ہی نہیں کیا۔

پھر شیخ نے فرمایا کہ احرام کے وقت بدن کے کپڑے نکال دیئے تھے؟ میں نے عرض کیا جی بالکل نکال دیئے تھے۔ آپ نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو اپنے سے جدا کر دیا تھا؟ میں نے عرض کیا ایسا تو نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا تو پھر کپڑے ہی کیا نکالے۔

آپ نے فرمایا وضو اور غسل سے طہارت حاصل کی تھی؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں بالکل پاک صاف ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس وقت ہر قسم کی گندگی اور لغزش سے پاکی حاصل ہو گئی تھی؟ میں نے عرض کیا یہ تو نہ ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا پھر پاکی ہی کیا حاصل ہوئی۔

پھر آپ نے فرمایا لبیک پڑھا تھا؟ میں نے کیا جی ہاں لبیک پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے لبیک کا جواب ملا تھا؟ میں نے عرض کیا مجھے تو کوئی جواب نہیں ملا تو فرمایا کہ پھر لبیک کیا کہا۔

پھر فرمایا کہ حرم محترم میں داخل ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا' فرمایا اس وقت ہر حرام چیز کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ترک کا جزم کر لیا تھا؟ میں نے کہا یہ تو نہیں کیا' فرمایا کہ پھر حرم میں داخل نہیں ہوئے۔

پھر فرمایا کہ مکہ کی زیارت کی تھی؟ میں نے عرض کیا جی زیارت کی تھی؟ فرمایا اس وقت دوسرے عالم کی زیارت نصیب ہوئی؟ میں نے عرض کیا اس عالم کی تو کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ فرمایا پھر مکہ کی بھی زیارت نہیں ہوئی۔

پھر فرمایا کہ مسجد حرام میں داخل ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا۔ فرمایا کہ اس وقت حق تعالیٰ شانہ کے قرب میں داخلہ محسوس ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو محسوس نہیں ہوا' فرمایا کہ تب تو مسجد میں بھی داخلہ نہیں ہوا۔

پھر فرمایا کہ کعبہ شریف کی زیارت کی؟ میں نے عرض کیا کہ زیارت کی۔ فرمایا کہ وہ چیز نظر آئی جس کی وجہ سے کعبہ کا سفر اختیار کیا جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو نظر نہیں آئی۔ فرمایا، پھر تو کعبہ شریف کو نہیں دیکھا۔

پھر فرمایا کہ طواف میں رمل کیا تھا؟ (خاص طور سے دوڑنے کا نام ہے)۔ میں نے عرض کیا کہ کیا تھا۔ فرمایا کہ اس بھاگنے میں دنیا سے ایسے بھاگے تھے جس سے تم نے محسوس کیا کہ تم دنیا سے بالکل یکسو ہو چکے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں محسوس ہوا۔ فرمایا کہ پھر تم نے رمل بھی نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ حجرِ اسود پہ ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ایسا کیا تھا۔ تو انہوں نے خوف زدہ ہو کر

ایک آہ کھینچی اور فرمایا تیرا ناس ہو خبر بھی ہے کہ جو حجرِ اسود پر ہاتھ رکھے وہ گویا اللہ جل شانہ سے مصافحہ کرتا ہے اور جس سے حق سبحانہ وتقدس مصافحہ کریں وہ ہر طرح سے امن میں ہوجاتا ہے تو کیا تجھ پر امن کے آثار ظاہر ہوئے؟ میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو امن کے آثار کچھ بھی ظاہر نہیں ہوئے۔ تو فرمایا کہ تو نے حجرِ اسود پر ہاتھ ہی نہیں رکھا۔

پھر فرمایا کہ مقام ابراہیمؑ پر کھڑے ہوکر دو رکعت نفل پڑھی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ پڑھی تھی۔ فرمایا کہ اس وقت اللہ جل شانہٗ کے حضور میں ایک بڑے مرتبہ پر پہنچا تھا، اس مرتبہ کا حق ادا کیا اور جس مقصد سے وہاں کھڑا ہوا تھا وہ پورا کردیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ فرمایا تو نے پھر تو مقامِ ابراہیم پر نماز ہی نہیں پڑھی۔

پھر فرمایا کہ صفا مروہ کے درمیان سعی کے لیے صفا پر چڑھے تھے؟ میں نے عرض کیا چڑھا تھا' فرمایا وہاں کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ سات مرتبہ تکبیر کہی اور حج کے مقبول ہونے کی دعا کی۔ فرمایا کیا تمہاری تکبیر کے ساتھ فرشتوں نے بھی تکبیر کہی تھی اور اپنی تکبیر کی حقیقت کا تمہیں احساس ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ تم نے تکبیر ہی نہیں کہی۔

پھر فرمایا کہ صفا سے نیچے اترے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ اترا تھا۔ فرمایا اس وقت ہر قسم کی علت دور ہوکر تم میں صفائی آگئی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ نہ تم صفا پر چڑھے نہ اترے۔ پھر فرمایا کہ صفا مروہ کے درمیان دوڑے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ دوڑا تھا۔ فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے بھاگ کر اس کی طرف پہنچ گئے تھے (غالباً ''فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ'') کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ شعراء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے' دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ) (الذاریات: ۳۰) میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ تم دوڑے ہی نہیں۔ پھر فرمایا کہ مروہ پر چڑھے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ چڑھا تھا۔ فرمایا کہ تم پر وہاں سکینہ نازل ہوا اس سے وافر حصہ حاصل کیا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں' فرمایا کہ مروہ پر چڑھے ہی نہیں۔ پھر فرمایا کہ منیٰ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ گیا تھا۔ فرمایا، وہاں اللہ جل شانہ سے ایسی امیدیں بندھ لی تھیں جو معاصی کے حال کے ساتھ نہ ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ نہ ہوسکیں۔ فرمایا کہ منیٰ ہی نہیں گئے۔

پھر فرمایا کہ مسجدِ خیف میں (جو منیٰ میں ہے) داخل ہوئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ داخل ہوا تھا۔ فرمایا کہ اس وقت اللہ جل شانہ کے خوف کا اس قدر غلبہ ہوگیا تھا جو اس وقت کے علاوہ نہ ہوا ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ مسجد خیف میں داخل ہی نہیں ہوئے۔

پھر فرمایا کہ عرفات کے میدان میں پہنچے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوا تھا۔ فرمایا کہ وہاں اس چیز کو پہچان لیا تھا کہ دنیا میں کیوں آئے تھے اور کیا کررہے ہو اور کہاں اب جانا ہے اور ان حالات پر متنبہ کرنے والے کو پہچان لیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر تو عرفات پر بھی نہیں گئے۔

پھر فرمایا کہ مزدلفہ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ گیا تھا۔ فرمایا کہ وہاں اللہ جل شانہ کا ایسا ذکر کیا تھا جو اس کے ماسوا کو دل سے بھلادے (جس کی طرف قرآنِ پاک کی آیت {فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ} (البقرہ: ۱۹۸) میں اشارہ ہے) میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہوا۔ فرمایا کہ پھر تو مزدلفہ پہنچے ہی نہیں۔

پھر فرمایا کہ منیٰ میں جاکر قربانی کی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ کی تھی۔ فرمایا کہ اس وقت اپنے نفس کو ذبح کردیا تھا؟

میں نے عرض کیا کہ نہیں۔فرمایا کہ پھر تو قربانی ہی نہیں کی۔

پھر فرمایا کہ رمی کی تھی (یعنی شیطانوں کو کنکریاں ماری تھیں) میں نے عرض کیا کہ کی تھی۔فرمایا کہ ہر کنکری کے ساتھ اپنے سابقہ جہل کو پھینک کر کچھ علم کی زیادتی محسوس ہوئی؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔فرمایا کہ رمی بھی نہیں کی۔

پھر فرمایا کہ طوافِ زیارت کیا تھا؟ میں نے عرض کیا کیا تھا۔فرمایا کہ اس وقت کچھ حقائق منکشف ہوئے تھے اور اللہ جل شانہ کی طرف سے تم پر اعزاز و اکرام کی بارش ہوئی تھی؟ اس لیے کہ حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا ہے اور جس کی زیارت کو کوئی جائے اس پر حق ہے کہ اپنے زائرین کا اکرام کرے۔میں نے عرض کیا کہ مجھ پر تو کچھ منکشف نہیں ہوا۔فرمایا تم نے طوافِ زیارت بھی نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ حلال ہوئے تھے (احرام کھولنے کو حلال ہونا کہتے ہیں) میں نے عرض کیا، ہوا تھا۔فرمایا کہ ہمیشہ حلال کمائی کا اس وقت عہد کر لیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔فرمایا کہ تم حلال بھی نہیں ہوئے۔پھر فرمایا کہ الوداعی طواف کیا تھا؟ میں نے عرض کیا، کیا تھا۔فرمایا اس وقت اپنے تن من کو کلیتاً الوداع کہہ دیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔فرمایا کہ تم نے طوافِ وداع بھی نہیں کیا۔

پھر فرمایا دوبارہ حج کو جاؤ اور اس طرح حج کر کے آؤ جس طرح میں نے تم سے تفصیل بیان کی۔(۷)

یہ ہے اعلیٰ اسلامی تصوف کہ جو اپنی راہ کے مسافر کا ظاہر یعنی مالی و بدنی عبادات درست کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا باطن بھی سنوارتا ہے، اُس کے قلب کو زندہ اور روح کو مصفا کرتا ہے۔وہ بندۂ مومن کی خودی زندہ کر کے اسے اس کی پہچان کروانا چاہتا ہے۔وہ اس کے دل کی آنکھ کھولنا چاہتا ہے۔وہ سالک کو بتاتا ہے کہ ؎

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ‌ ‌ ‌ آنکھ کا نُور، دل کا نُور نہیں (۸)

دلِ مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ ‌ ‌ ‌ کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ (۹)

تصوف، صوفی کے دل کو اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن کرنا چاہتا ہے جس سے اسے وہ فراست مل جاتی ہے کہ جس کے ذریعے وہ سیکڑوں، ہزاروں میل دور، بغیر کسی واسطے کے دیکھ لیتا ہے، سن لیتا ہے اور اپنی آواز پہنچا دیتا ہے۔اب پہاڑ اور دریا اس کی بات سمجھنے اور حکم ماننے لگتے ہیں اور اب اس کے ایک اشارے سے تقدیریں بدلنے لگتی ہیں کیونکہ اپنے نبی ﷺ کی سنت اور شریعت سے سرِ مو انحراف کو گناہِ کبیرہ سمجھنے کے باعث اس کا جسم، جان، دماغ، قلب اور روح، اللہ تعالیٰ کے نُور سے روشن ہو جاتے ہیں۔

اسلامی تصوف کا یہی سادہ سا فلسفہ ہے کہ مسلسل ریاضت، مجاہدہ، ذکر و فکر اور شریعت و سنت رسول ﷺ کی مکمل پابندی اور جسم و قلب و روح و نظر کی ہمہ وقت طہارت اور حفاظت کرتے کرتے، صوفی کو اللہ تعالیٰ کا انتہائی قرب حاصل ہو جاتا ہے اور پھر اسے اللہ تعالیٰ مافوق الفطرت قوتیں عطا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں، احسن تقویم کے بلند ترین مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

اب بتایئے، اس پر کسی کو کیا اعتراض ہے؟ نجانے یار لوگوں نے سادہ سے اسلامی تصوف کو پاژند کیوں بنا ڈالا۔آج اپنے آپ کو بڑا عالم کہنے والے لوگ، تصوف اور صوفیاء کبار کے خلاف ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ان کے نام نہاد علم پر

ہنسی آنے لگتی ہے۔ میں نے ایک تصوف مخالف کتاب میں ایک مضمون پڑھا۔آپ کی ضیافتِ طبع کے لیے اس کا صرف عنوان پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیے:

''برصغیر میں اسلام صوفیاء کی کوششوں سے نہیں پھیلا!''(۱۰)

اپنے عقیدوں اور گمانوں سے باہر نکل کر نہ سوچنے اور ایسی علمی بد دیانتی، کج فہمی اور ڈھٹائی کو ہم کب تک مستشرقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا اثر اور پیروی قرار دے کر ان نام نہاد علماء سے صرفِ نظر کرتے رہیں گے اور تصوف کی روحانی و باطنی طاقتوں اور کرامتوں کے حوالے سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے رہیں گے اور ہمارے نوجوان کب تک اسلام کے روحانی نظام کی عظیم الشان قوتوں سے محروم رہیں گے؟

آج وطنِ عزیز میں تصوف کے پاکیزہ نام پر غیر شرعی حرکات، مکروفریب، میلوں ٹھیلوں، حیوانی جذبوں کی تسکین، سفلی علوم اور جادوٹونے کا بازار گرم ہے اور روحانیت کے نام پر دوکانداریاں چمکائی جارہی ہیں۔ ہرا یرا غیرہ، بدکردار، شریعت، سنت اور طریقت سے نابلد شخص، اللہ تعالیٰ کا ولی بنا بیٹھا ہے۔ باطن کی پاکیزگی تو دور کی بات، ظاہری طور پر بے شرع و بے دین لوگ بڑے ٹھاٹ سے پیر بنے بیٹھے ہیں۔ سادہ لوح اور جاہل عوام بھی انہیں پیر مان کر ان کے آستانوں پر خوب چڑھاوے چڑھاتے ہیں، نذرانے پیش کرتے ہیں، ان کی قدم بوسی کی جاتی ہے اور یہ حیوان صفت اور شریعت کے علم سے کلی طور پر نابلد نام نہاد پیر صاحبان جاہل مریدوں سے اپنے سامنے سجدے کرواتے ہیں! نعوذ باللہ۔

تصوف کے نام پر ایسی ایسی عجیب وغریب اور مضحکہ خیز حرکات کی جاتی ہیں کہ بے اختیار ہنسی آنے لگتی ہے۔ یہ نام نہاد پیر صاحبان، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے برعکس، بلند و بالا تخت نما، مسندوں پر بڑے تزک و احتشام سے جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ بادشاہوں والا شاندار، قیمتی، کامدار فرغل (چغہ) زیبِ تن فرماتے ہیں، جس کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔ یہ سر پر باقاعدہ بادشاہوں والا تاج نما کلاہ رکھتے ہیں جس پر ایک بڑا سا نگینہ اور موتیوں کی لڑیاں آویزاں ہوتی ہیں۔ یہ اپنے آپ کو باقاعدہ سرکار اور بادشاہ کہلاتے ہیں اور نام کے ساتھ سرکار یا بادشاہ کا سابقہ نہ لگانے والوں سے ناراض ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگ راندۂ درگاہ قرار پاتے ہیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ مسجد کے ہمسائے میں رہنے والی کی گھر پر نماز نہیں ہوتی نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ جو مرد گھر پر نماز ادا کرتے ہیں اگر مجھے ان کے بیوی بچوں کا خیال نہ ہوتو ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔ جعلی پیر صاحبان کے آستانوں کے ساتھ مسجدیں ہوتی ہیں، مگر دوسروں کے لیے، یہ تو مسجد کے ہمسائے میں رہتے ہوئے بھی اپنی جماعت آستانۂ عالیہ ہی میں قائم کر لیتے ہیں۔ یہ کون سا دین، کہاں کی شریعت اور کیسی پیرویِ سنت ہے۔ فقر و زُہد ان کے قریب سے نہیں گزرا۔ یہ شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ مریدوں کے ساتھ بوریے پر بیٹھ کر کھانا پسند نہیں کرتے۔ مریدوں کے لیے لنگر میں پتلی دال یا لمبے شوربے والا سالن پکتا ہے جبکہ پیر صاحب اور خاص مہمانوں کے لیے مرغِ مسلم، دم پُخت بکرے اور انواع و اقسام کے کھانے بنتے ہیں۔ یہ کہاں کی عاجزی، انکساری اور کیسی مساوات ہے۔ یہ مریدوں کے نذرانوں کی کمائی سے خریدی ہوئی پجاروؤں اور لینڈ کروزروں پر گھومتے پھرتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے کاروبار چلتے ہیں اور مرید بیچارے اپنا پیٹ کاٹ کر ان کے نذرانوں کا بندوبست کرتے ہیں ؎

ہم کو تو میسّر نہیں مٹی کا دِیا بھی گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن (۱۱)

یہ ضعیف العقیدہ مریدوں کی بیویوں، بیٹیوں اور بہوؤں کے ''جن'' نکالنے کا کام کرتے اور اس کام کا لاکھوں روپیہ وصول کرتے ہیں اور خوب تن تازہ ہوتے ہیں۔ یہ بھولے بھالے لوگوں کی بیماریوں کا علاج، سگریٹ اور چرس کی بدبوزدہ پھونکوں سے کرتے ہیں (پابندِ شریعت بزرگوں کے مسنون دم کا انکار نہیں) اور خوب روپیہ کماتے ہیں۔ بھلا بے شرع، بے عمل اور جاہل انسان کی پھونکوں میں اثر کہاں ہوسکتا ہے۔ یہ جعلی پیر، ہر سال بلکہ اب تو سال میں کئی کئی بار عرس کے نام پر بے حیائی اور خرافات کا بازار گرم کرتے ہیں، جس میں دین اور شریعت کا کوئی پاس نہیں کیا جاتا۔ یہ تصوف کے نام پر قبروں کی تجارت کرتے ہیں اور مزاروں کی کمائی کھاتے ہیں۔ یہ مزاروں پر چڑھائے جانے والے چڑھاوے کھاتے ہیں اور نذرانے وصول کرتے ہیں۔ قبروں پر ریشمی کپڑے کی سلمے ستارے اور گوٹے کنارے سے مزیّن چادریں اور پھولوں کی بھاری بھرکم چادریں چڑھواتے ہیں اور بعد ازاں انہیں بیچ کر اپنے جیبیں گرم کرتے ہیں۔ یہ دراصل قبروں کے مجاور ہیں جو پیر بن بیٹھے ہیں ؎

رمز و ایما اس زمانے کے لیے موزوں نہیں اور آتا بھی نہیں مجکو سخن سازی کا فن
''قم باذن اللہ'' کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن (۱۲)

اس قسم کے پیروں کا علم دین، شریعت اور سنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ایسے گمراہ لوگ ہر قسم کی غیر شرعی حرکات کو فروغ دینے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ رسولِ پاک ﷺ نے اپنی امت پر اللہ تعالیٰ کے لیے کیے جانے والے سجدے کے سوا ہر سجدہ یہاں تک کہ سجدہ تعظیمی بھی ممنوع قرار دیا تھا، جیسا کہ ضیاء الامت پیر حضرت کرم شاہ نے اپنی معرکۃ الآراء تفسیر ضیاء القرآن کی جلد اول میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے، مگر یہ پیر صاحبان اپنے سامنے، اپنے بزرگوں کی قبروں پر سجدے ہوتے دیکھتے ہیں مگر منع نہیں کرتے بلکہ خود بھی اس حرام کام اور شرک میں شامل ہوتے ہیں! العیاذ باللہ۔

شاعرِ مشرق، علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں جگہ جگہ، اسی نام نہاد تصوف اور جعلی پیروں کی سخت مذمت کی ہے اور اس تصوف کو امتِ مسلمہ کے لیے تباہ کن قرار دیا ہے ؎

تمدن، تصوف، شریعت، کلام بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی یہ امت روایات میں کھو گئی
لبھاتا ہے دِل کو کلامِ خطیب مگر لذتِ شوق سے بے نصیب
بیاں اُس کا منطق سے سلجھا ہوا لغت کے بکھیڑوں میں اُلجھا ہوا
وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد محبت میں یکتا، حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا یہ سالک مقامات میں کھو گیا
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے (۱۳)

؎ یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علمِ لاہوتی حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکر نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرور تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ عقل، جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار — شریکِ شورشِ پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد نے کہہ بھی دیا لَآ اِلٰہ تو کیا حاصل — دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں (۱۴)

ان جاہل نام نہاد، جعلی پیروں کے علاوہ، وطنِ عزیز میں ماڈرن صوفی ازم کا پرچار کرنے والے خودساختہ دانشور صوفیوں کا ایک طبقہ بھی موجود ہے۔ یہ صوفی عام طور پر بے شرع، داڑھی منڈے، سابق یا نا کام پروفیسروں اور ادیبوں کے روپ میں پائے جاتے ہیں۔ ایک ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں اور دوسرے میں سگریٹ۔ سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگاتے ہیں۔ بعض تو چین سموکر (Chain Smoker) ہوتے ہیں۔ ان کا حلقۂ احباب بھی سگریٹ کا رسیا ہوتا ہے۔ ان کی محفلیں سگریٹ کے کثیف دھویں سے بوجھل ہوتی ہیں۔ تصوف پر بڑے گھمبیر لیکچر دیتے ہیں۔ شریعت اور سنت کی پابندی کی بات کرو تو ماڈرن صوفی ازم کے اسرار و رموز اور نئے تصوف کے تقاضوں کو آڑ بنانے لگتے ہیں۔

شریعت اور سنت سے بیگانہ یہ سب لوگ اور سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر صوفی نہیں۔ ان کا عمل کو کچھ اور تو کہا جا سکتا ہے مگر تصوف ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ دراصل، صوفیاء اور تصوف کی مقبولیت دیکھ کر اس قسم کے نقلی صوفیاء بہت پہلے پیدا ہو چکے تھے اور ان کا ذکر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مقبولِ زمانہ کتاب کشف المحجوب میں صدیاں پیشتر فرما دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اہلِ تصوف کی تین اقسام ہیں:

1- **صوفی** جو شریعتِ مطہرہ پر عمل کر کے واصلِ حق ہو جاتا ہے۔
2- **متصوف** جو صوفیا کی حقیقی طور پر پیروی کی کوشش کرتا ہے اور ذاتِ حق میں فنا کی تمنا رکھتا ہے۔
3- **مُستصوف** جو صوفی کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا، مال و دولت، جاہ و حشمت اور حفظِ دنیا کے لیے صوفی بننے کا ڈھونگ رچاتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو اور دیگر افراد کو بھی دھوکا دیتا ہے۔ صوفیا کے نزدیک ایسا شخص ایک مکھی جیسا ہے اور عوام کے نزدیک وہ بھیڑیے کی طرح ہے۔ (۱۵)

آج ایک طرف تو جو لوگ تصوف کا نام لینے والے ہیں ان میں زیادہ تو مستصوف ہیں اور دوسری طرف امتِ مسلمہ کے ایک بڑے علمی حلقے میں تصوف کے خلاف ایک طوفان بپا ہے۔ مغربی اقوام نے مسلمانوں کی روحانیت (تصوف) سے خائف ہو کر، اس کے خلاف جو مہم چلائی تھی وہ اس میں کافی حد تک کامیاب رہی ہیں اور اس کے نتیجے کے طور پر خود امتِ مسلمہ میں تصوف مخالفت پر مبنی بے شمار مضامین اور کتب وجود میں آ چکی ہیں۔ (۱۶) اور تصوف کے خلاف باقاعدہ منظم تحریکیں چل رہی ہیں۔ تصوف نام پر دوکانداریاں چمکانے اور خرافات کو فروغ دینے والے نام نہاد صوفیا کے تصوف کو تو عقل و خرد سے معمولی تعلق رکھنے والا انسان بھی حق قرار نہیں دے سکتا اور اقبال نے بھی ایسے ہی تصوف کی مخالفت کی ہے۔ لیکن ان غلط کار اور غلط نظریات رکھنے والے لوگوں کی بنا پر سارے تصوف ہی کو قابلِ مذمت گردانا اور اسے بدعت، شرک اور کفر قرار دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ حیرت ناک امر تو یہ ہے کہ پورے عالمِ اسلام میں تصوف کے خلاف باقاعدہ مہم جاری ہے اور مسلمانوں بالخصوص مسلم نوجوانوں کو اس سے متنفر کرنے کی بھرپور کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ دراصل اسلام کے روحانی نظام کے خلاف مغرب کی سازش تھی جو کامیاب ہوتی نظر آ رہی ہے۔ (۱۷) پڑھے لکھے نوجوانوں کو تصوف سے برگشتہ کر دیا گیا ہے۔ وہ تصوف کو غیر ضروری بلکہ ناجائز سمجھتے ہوئے، روحانیت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور یوں وہ بھی

اہلِ مغرب کی طرح خوگرِ محسوس بن کر رہ گئے ہیں۔ مابعد الطبیعات اور وجودِ باری تعالیٰ کے ادراکِ کلی کی منزل تک ان کا پہنچنا ہی مشکل دکھائی دیتا ہے، حقیقتِ مطلق سے قرب و اتصال تو اس سے بعد کی منزل ہے۔ ایسے میں اقبال کا یہ تصور کہ صوفیانہ مشاہدہ ہی حقیقتِ مطلق کے کلی ادراک اور اس سے قرب و اتصال کا ذریعہ ہے، امتِ مسلمہ اور کل انسانیت کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے ذریعے تصوف پر امتِ مسلمہ کا اعتماد بحال کر کے، بے شمار روحانی فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ تصوف کی تعلیم اور پھر عملی صوفیانہ مشاہدہ کے ذریعے مسلم قوم عملی طور پر قرب و اتصال الٰہی کی منزل پر پہنچ کر ہی خلافتِ الٰہی اور امامتِ اقوامِ عالم کا فریضہ انجام دے سکتی ہے۔

اقبال نہ صرف اسلامی افکار و تصورات میں قدیم علماء کے وارث تھے بلکہ ان کی نظر مغربی افکار و علوم پر بھی نہایت گہری تھی۔ وہ اس کے پس منظر، اساس اور اس کی خامیوں اور کمزوریوں سے پوری طرح باخبر تھے۔ چنانچہ ایک طرف انہوں نے اصل اسلامی معتقدات و تصورات کی جمہور علماء کے انداز میں بھرپور ترجمانی کی ہے اور دوسری طرف افکارِ مغربی پر نہایت دُوررَس اور کڑی تنقید کر کے ذہنوں کو اس کے رعب اور دبدبے سے نجات دلائی (۱۸) اور یوں مسلمانوں کے جدید علم کلام کی بنیاد رکھنے کا گراں قدر کارنامہ انجام دیا۔ بقول ڈاکٹر سید ظفر الحسن:

> ''اسلام کے اصولوں اور جدید سائنس اور فلسفہ پر اقبال بہت گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان مسائل پر انہیں بھرپور اور تازہ تر معلومات حاصل ہیں۔ ایک نئے فکری نظام کی تشکیل کے لیے وہ حد درجہ صاحبِ فراست ہیں۔ اسلام اور فلسفہ کو قریب تر لانے پر جو قدرت انہیں حاصل ہے اس میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی چیز نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ اس روایت کا ایک دفعہ پھر احیاء کریں جس کا آغاز صدیوں پہلے نظام اور اشعری جیسے علماء نے اس وقت کیا تھا جب ان کا سامنا یونانی علوم اور فلسفہ سے ہوا۔ اپنے خطبات میں جن سے انہوں نے ہمیں نوازا ہے گویا ایک نئے علم کلام کی بنیاد رکھی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کام صرف وہی کر سکتے تھے''۔ (۱۹)

اقبال نے، بالخصوص خطبات میں اپنے افکار و تصورات کے ذریعے اسلامی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے جدید فکری انداز میں الٰہیاتِ اسلامی کی تشکیلِ نو کا فریضہ انجام دیا اور بطریقِ احسن وجودِ باری تعالیٰ کے ادراک اور اثبات کے مراحل طے کیے اور جدید دور کی عقلیت پسندی، مادیت پرستی اور حسی و تجربی طرزِ فکر کے مقابلے میں کشف و وجدان کے راستے سے حقیقتِ مطلق کا اثبات کر کے حسی و تجرباتی اندازِ فکر کے حامل سائنسدانوں اور فلاسفہ کے انکارِ خدا کا بھرپور جواب دیا۔ اس اہمیت کے پیشِ نظر آج اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اقبال کے ان افکار کو سمجھنا اور انہیں آگے بڑھانا ازبس ضروری ہے۔ بقول سمیع اللہ قریشی:

> ''خطبات اقبال کے وسیلے سے اسلام کی فکری روایت کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اگر سرسید اور اقبال کی اسلامی فکر کے سوتے خشک ہونے کے لیے چھوڑ دیے گئے اور مسلمانوں نے اپنے آس پاس بہنے والی ندیوں کے تازہ تر پانیوں کو اپنے علوم و فنون اور فکر و دانش کی خاموش اور ساکن جھیل میں آنے سے روکے رکھا تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ امیدِ عبث ہوگی۔'' (۲۰)

حقیقتِ مطلق کے ادراک و اثبات کے ضمن میں اقبال کے علمِ کلام کا ماحصل یہ ہے کہ صوفیانہ مشاہدہ وجود رکھتا ہے اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والا علم بھی اتنا ہی ٹھوس، حقیقی اور وقیع ہے جتنا کہ انسانی زندگی کا کوئی اور تجربہ بلکہ صوفیانہ

مشاہدہ ہی حقیقت مطلق کا علم حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ حواسِ عقلی کے ذریعے ذاتِ باری تعالیٰ کا کامل ادراک ممکن نہیں۔ صرف مذہبی وصوفیانہ مشاہدہ و تجربہ ہی ذاتِ حقیقی کے ادراکِ کلی اور اس سے قرب و اتصال کی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ اقبال تو سائنسدان کو بھی ایک صوفی قرار دیتے ہیں:

''فطرت کا سائنسی مشاہدہ کرنے والا بھی ایک طرح کا صوفی ہے جو دعا میں مشغول ہے''۔(۲۱)

ان کے نزدیک مذہب اور سائنس کی منزلِ مقصود ایک ہے؛ یعنی حقیقتِ مطلق تک رسائی:

''سچی بات تو یہ ہے کہ مذہب اور سائنس اگرچہ مختلف طریق ہائے کار استعمال میں لاتے ہیں مگر وہ اپنے مقصد و مدعا میں ایک دوسرے سے مماثل ہیں۔ دونوں کا مقصد حقیقتِ مطلق تک رسائی ہے''۔(۲۲)

آج سائنس، فلسفہ اور نفسیات کے میدانوں میں حقیقتِ مطلق کے تصور پر پہلے سے زیادہ توجہ دی جاری ہے، اور اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں اہلِ مغرب بڑی سرعت سے اسلامی تصورِ حقیقت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ سائنسی حقائق کے ذریعے روحانیت ان پر آشکار ہو رہی ہے اور وہ مابعد الطبیعات کے وجود کو تسلیم کرنے لگے ہیں؛ بقول ڈاکٹر طاہر حمید:

''جدید سائنسی تحقیقات اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ تصوف انفس وآفاق میں وحدت کی تلاش کا ایسا ذریعہ ہے جو انسان کو انجام کار خالقِ حقیقی کے عرفان اور اس سے ایسے ابدی تعلق سے بہرہ ور کرتا ہے جو قرآن حکیم کے الفاظ میں فوزِ عظیم ہے۔ قرآن حکیم فطرت کے انہی بنیادی حقائق جن کا انکشاف آج کی ایٹمی فزکس کر رہی ہے کو بیان کر کے قربت الٰہی کے تصور کی اہمیت قلب و روح میں جاگزیں کرواتا ہے اور اس فکر کو فوزِ عظیم کا ضامن قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے مشاہدہ کی اپنی ہی بیان کردہ ترتیب (۴۱: ۵۳) کے مطابق قرآن حکیم درج ذیل آیات (۲۳) میں پہلے آفاق میں موجود ان نشانیوں کا ذکر کرتا ہے جو آج بنیادی ذراتی طبیعات (Elementary Particle Physics) کا موضوع ہیں۔ ذرے کی ہر ممکن ذیلی سطح تک موجود اللہ تعالیٰ کے شہود کو بیان کر کے ہمیں اس کے ادراک و استحضار کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد انفسی سفر یعنی طریق تصوف کا بیان ہے اور اس ترتیب سے فوزِ عظیم کے حصول کو لاتبدیل لکلمت اللہ کہہ کر ابدی ضمانت فراہم کر دی گئی ہے''۔(۲۴)

ایسے میں اقبال کا تصورِ حقیقتِ مطلق، کہ جس کا ادراک صوفیانہ تجربہ کی راہ سے ہوتا ہے اور جس سے قرب و اتصال کے لیے بھی اقبال اعلیٰ تصوف کے راستے ہی کو معتبر و مستند مانتے ہیں، اہلِ مغرب کے لیے بہتر ابلاغ کا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان الٰہیات اسلامیہ کی تشکیل نو کے کام کو آگے بڑھائیں اور کشف و وجدان اور تصوف کی اہمیت کو سمجھیں؛ کیونکہ:

''تاریخ شاہد ہے کہ علوم وفنون کے ارتقاء میں وجدان وحدس کا جو عظیم حصہ ہے۔ وہ صغریٰ و کبریٰ پر مشتمل مقدمات کا نہیں۔ اس حقیقت کو بتغیر اسلوب یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ فکر ونظر کے گوہر ہائے یک دانہ اکثر بغیر کسی قصد وارادہ، اور ترتیب موضوع ومحمول کے سطح وجدان پر خود بخود چمکے اور عالم وادراک کا عنوان بنے ہیں۔ سائنس سے پیدا شدہ مزعومات کا طلسم اب ٹوٹ رہا ہے۔ اور علم وادراک کو جوان لوگوں نے حسیات وتجربہ کے محدود وتنگ زنداں میں محصور سمجھ رکھا تھا، اس کے خلاف اب اچھا خاصا ردعمل علمی حلقوں میں رونما ہونے لگا ہے۔ اور پڑھے لکھے اور ذوق سے آشنا حضرات بغیر کسی جھجک اور تامل کے اس حقیقت کا اعتراف کرنے لگے ہیں کہ جہاں استقراء وتخریج کے قاعدے ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور فکر واستدلال کا اشہب رواں تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے وہاں اکثر وجدان وحدس (Intuition) کی تیز

رفتاریاں ایک ہی جست میں حقائق ومعارف کو پالینے میں کامیاب ہوجاتی ہیں''۔(۲۵)

لہٰذا آج جب کہ انسان عقل وخرد کے میدان میں پہلے سے کہیں آگے بڑھ چکا ہے اور ہر شے کا عرفان حاصل کرنے کا دعویدار ہے، ایسے میں اگر اس کے سامنے تصوف کی حقیقت بھی رکھ دی جائے تو وہ تنقید وتجزیہ کے بعد یقیناً اس کا عرفان بھی آسانی سے حاصل کرلے گا کیونکہ آج سائنسی حقائق بھی صوفیانہ مشاہدات کی تصدیق کررہے ہیں۔(۲۶) لہٰذا بقول مولانا محمد حنیف ندوی:

> ''عرفانِ حقیقت ایسی چیز نہیں جس کا خارجی ارتقا اور علوم وفنون کی تکمیل سے کوئی لگاؤ نہ ہو، بلکہ اس کے برعکس انسان کا علم جس قدر آفاق کے بارے میں زیادہ صحیح، استوار اور قابلِ اعتماد ہوگا اسی نسبت سے اس کا عرفان النفس وقلوب زیادہ واضح، زیادہ الفاظ وپیرایہ، بیان کی گرفت میں آنے والا اور زیادہ صاف ہوگا۔ یوں سمجھیے کہ اب وقت آیا ہے کہ انسان موجودہ ترقیات کی روشنی میں روحانیت میں قدم رکھے اور اسی بھروسے، اس اعتماد اور بصیرت کے ساتھ باطن کی طرف تحقیق وتفحص کے قدم بڑھائے جس طرح اس نے خارجی دنیا میں بڑھائے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس دور میں اگر کوئی ابوطالب، کوئی حارث محاسبی اور کوئی جنید وشبلی پیدا ہوتو وہ ایسا ہوگا کہ اس کی بولی عامی بھی سمجھ سکیں گے اور اچھی طرح جان سکیں گے کہ اس عالم دروں اور دنیائے باطن کے عجائب وخوارق کا کیا عالم ہے۔ یعنی ضرورت اس کی ہے کہ تصوف باطنی علوم وفنون کی ایک شاخ قرار پائے۔ اور ہمارے وہ علماء جو مادیت میں الجھے ہوئے ہیں وہ مادہ وذرہ کی تحقیق سے فارغ ہوکر علم وحقیقت کی طرف مائل ہوں''۔(۲۷)

اقبال کا عظیم کلامی اور تجدیدی کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے حقیقتِ مطلق کے ادراک اور اس تک رسائی کے ضمن میں صوفیانہ تجربہ ومشاہدہ کی حقیقت، اہمیت اور قطعیت واضح کی اور جدید فلسفیانہ انداز اور مغربی طرزِ استدلال ہی کے ذریعے اسلامی فکر وایمان کی روح کا اثبات کیا۔ فکرِ اقبال میں حسی علم کے وہ تمام جدید نتائج موجود ہیں جن سے جدید سائنسی علوم پیدا ہوئے ہیں۔ اقبال کا طرزِ استدلال سائنسی ہے، مگر وہ حقیقتِ مطلق تک وجدان کی راہ سے پہنچے ہیں۔ یوں اقبال نے علم بالحواس اور حسی تجربات کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے بھی علم بالوحی، وجدان، کشف اور صوفیانہ تجربہ ومشاہدہ کو حقیقتِ مطلق کے ادراک اور اس سے قرب واتصال کا حقیقی، قطعی اور یقینی ماخذ قرار دیا ہے۔ اقبال نے ثابت کیا ہے کہ طبیعات اور حسی علوم ہی کل حقیقت نہیں ہیں بلکہ ان سے ماوراء بھی بے شمار تجربات ومشاہدات ہیں۔ یوں اقبال نے عالمِ انسانی کی توجہ تصوف کے بلند ترین مظاہر کی جانب مبذول کرائی ہے۔

اقبال نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ مذہب نہ صرف ممکن ہے بلکہ موجودہ دنیا کے لیے از حد ضروری بھی ہے، کیونکہ مذہب ہی حتمی طور پر حقیقی طرزِ حیات ہے جو حقیقت کو پانے کا سنجیدہ ذریعہ ہے۔ اقبال مذہبی زندگی کو تین ادوار یعنی اعتقاد، فکر اور کشف میں تقسیم کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ تیسرے یعنی کشف کے دور میں مذہبی زندگی میں یہ امنگ پرورش پاتی ہے کہ وہ حقیقتِ مطلق سے براہِ راست شادکام ہو۔(۲۸) اقبال اسی مرحلے کو مذہبی تجربہ یا صوفیانہ مشاہدہ وتجربہ کہتے ہیں۔ اس طرح وہ حقیقتِ مطلق کے ادراک کے لیے عقلی ومنطقی استدلال سے زیادہ روحانی تجربہ اور وجدان پر زور دیتے ہیں۔

ہر چند کہ موجودہ دور میں سائنسی حقائق وجودِ باری تعالیٰ کی مزید تصدیق کررہے ہیں۔ نظریۂ اضافیت اور نظریۂ کوانٹم نے مادیت کے قدیم نظریے کو پارہ پارہ کرکے رکھ دیا ہے۔ جدید طبیعیات کی تحقیقات اور دریافتوں سے ایک ایسا منظر نامہ

تشکیل پاتا دکھائی دے رہا ہے جو صوفیانہ مشاہدات و تجربات سے قریب تر ہے۔ سائنس خود بھی اپنے ماننے والوں کو مابعد الطبیعیات اور وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات کی جانب لیے جارہی ہے، مگر علم بالحواس، حسی تجربہ اور پیکرِ محسوس کے عادی اہلِ مغرب اور ان سے مرعوب بعض اہلِ مشرق کے ذہنوں میں آج بھی اگر ایک طرف عقل اور روحانیت تو دوسری طرف مذہب اور سائنس کی جنگ جاری ہے۔ آج بھی بہت سے انسان، وجودِ باری تعالیٰ کے بارے میں تشکیک کا شکار ہیں۔ اگرچہ بقول اقبال جدید سائنس کے نظریات اور دریافتوں نے انسان کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ

''کیا علت و معلول کی اسیر فطرت ہی تمام تر سچائی ہے؟ کیا حقیقت مطلق ہمارے شعور پر کسی اور طرف سے بھی حملہ آور نہیں ہوتی؟ کیا تسخیر فطرت کا خالص عقلی منہاج ہی واحد منہاج ہے''۔(۲۹)

اقبال نے ان سوالوں کا جواب، اسلامی عقائد کی روشنی میں، جدید انداز میں دیتے ہوئے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ حقیقتِ مطلق کا مکمل وقوف حاصل کرنے کے لیے ادراک بالحواس کے پہلو بہ پہلو دل، جسے قرآن قلب یا فواد کہتا ہے، کے مشاہدات سے بھی کام لینا چاہیے۔ یہ ایک باطنی وجدان اور بصیرت ہے جس کے ذریعے ہمارا حقیقت کے ان گوشوں سے رابطہ ہو جاتا ہے جو حواس کی حدود سے باہر ہیں۔

اس طرح بیسویں صدی کے اس عظیم مفکرِ اسلام نے واضح کیا کہ حقیقتِ مطلقہ تک رسائی اور اس سے قرب و اتصال کا ذریعہ محض علم اور فکر نہیں بلکہ وجدان (کشف) ہے۔ اقبال اسے وقوف مذہبی (Religious Experience) اور وقوف سری (Mystical Experience) یعنی وارداتِ روحانی کہتے ہیں۔ اس روحانی واردات کو وہ اپنی شاعری میں عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ عقل کو نارسا جبکہ عشق کو حقیقت تک رسائی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک حقیقت کا مکمل اور صحیح ادراک عقل و فکر کے ذریعے قطعی ناممکن ہے اور محض تجربی اور عقلی طریقہ مذہبی مسائل میں کارآمد نہیں۔ یہاں انسان کو وجدانی بصیرت کی ضرورت پڑتی ہے۔ مذہبی حقائق کی تصدیق اور حقیقت کا بلا واسطہ ادراک صرف وجدان یا کشف کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔

علامہ اقبال کی رائے میں کشف ایک بلند تر علم ہے۔ یہ مابعد الطبیعی حقیقت سے متعلق ایک بصیرت ہے جو صاحب کشف کو زندگی سے فرار کے بجائے عملِ پیہم اور اخلاقی سعی کے لیے ابھارتی ہے اور یوں انسانی خودی کے لیے ترقی و ارتقاء کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجدان آخر کار انسان کو کائنات اور ربِ کائنات کے ادراک اور اس سے قرب و اتصال کی منزل تک لے جاتا ہے۔

اقبال نے اپنے معرکۃ الآراء خطبات میں مذہبی عقائد بالخصوص ذاتِ باری تعالیٰ کے ادراک اور اس تک رسائی کا معتبر ذریعہ اسی وجدان کو قرار دیا ہے۔ ان خطبات کے مباحث کا زیادہ تر حصہ مذہبی تجربے یعنی وجدان کے اثبات، اس کی ماہیت، خصوصیات، دائرہ کار اور اہمیت کی توضیح پر مشتمل ہے۔ اس طرح اقبال اسلامی روحانیات اور تصوف کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں (۳۰)

اقبال کے والدِ محترم صاحب کشف قادری بزرگ تھے۔ اقبال خود سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔(۳۱) وہ اولیاء اللہ سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔ مزارات پر حاضر ہوتے تھے اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے اولیاء اللہ کی تلاش میں رہتے تھے (۳۲) مگر یہ امر حیرت ناک ہے کہ اقبال نے اپنے افکار و خیالات اور خطبات میں صوفیانہ کشف کو حقیقتِ

مطلقہ تک رسائی کا واحد ذریعہ قرار دینے کے باوجود کشف و وجدان کے حصول کا کوئی عملی طریقہ نہیں بتایا حالانکہ متعدد مقتدر صوفیا نے اپنی کتابوں میں حصولِ کشف کے طریقے بیان کیے ہیں بالخصوص سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی لگ بھگ ایک سو چالیس کے قریب فارسی کتب میں تو وارداتِ روحانی، وقوفِ سری یعنی کشف و وجدان کے حصول کے عملی طریقوں پر لطیف اسرار ورموز بکھرے پڑے ہیں۔ علامہ اقبال کے دور میں حضرت سلطان الفقرا کی اکثر فارسی کتب دستیاب تھیں مگر حیرت ہے کہ علامہ کی نظروں سے اوجھل رہیں۔ لہٰذا علامہ نے اپنے خطبات میں حضوری حق کا واحد ذریعہ کشف و وجدان یعنی وقوف سری و روحانی کو قرار تو دے دیا مگر وہ اس وقوف کے حصول کے عملی طریقے بتانے سے قاصر رہے۔ وہ ''لا'' و''الا'' اور ضرب لا الٰہ الا اللہ کا ذکر تو ضرور کرتے ہیں اور حصولِ خودی اور استحکام خودی کی بات بھی کرتے ہیں۔ قلب کی بینائی اور بیداری کے حصول پر بھی زور دیتے ہیں مگر ان سب چیزوں کے حصول کے عملی طریقوں پر کوئی روشنی نہیں ڈالتے۔ اس کا ظاہری سبب یہی دکھائی دیتا ہے کہ علامہ اپنی فکری ارتقاء کے وسطی دور میں جب پی ایچ ڈی کے لیے یورپ چلے گئے تو وہاں ان کا واسطہ جن اساتذہ، مستشرقین اور فلاسفہ سے پڑا وہ سب کے سب تصوف کی روح سے نابلد تھے اور تصوف کو اسلام پر یونانی اور ہندی فلسفہ کا اثر قرار دیتے ہیں نیز علامہ نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ The Development of Metaphysics in Persia کی تحقیق کے دوران اسلام کے تصوف مخالف علماء یعنی علامہ ابن تیمیہ اور ابن جوزی وغیرہ کا مطالعہ کیا تو وہ تصوف سے متنفر ہو گئے اور یوں انہیں تصوف کے گہرے مطالعے کے ساتھ ساتھ عملی تصوف کی گہرائی بھی نصیب نہ ہو سکی۔ پھر ۱۹۱۵ء میں اسرارِ خودی میں تصوف مخالف خیالات کی بنا پر وہ معرکۂ اسرارِ خودی میں الجھ گئے اور یوں کشف و وجدان کے حصول کے عملی طریقوں کی دریافت نہ کر سکے اور ظاہر ہے کہ خطبات میں بھی، اس ضمن میں اپنے سامعین اور بعد از اں قارئین کی کوئی رہنمائی نہ کر سکے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام کتب میں عملی سلوک بیان کیا ہے۔ آپ نے اسم اللہ ذات کو کشف و وجدان اور عرفانِ ذات کی کنجی فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی کتب میں تصورِ اسم اللہ ذات کا باقاعدہ علم مدون فرمایا اور طالبانِ مولیٰ کو عطا فرمایا ہے۔ آپ نے تصورِ اسم اللہ ذات کو علمِ اکسیر اور تصورِ توفیق کے ناموں سے موسوم کیا ہے۔ آپ تصورِ اسم اللہ ذات کو تمام باطنی علوم کا معدن و مخزن قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تصورِ اسم اللہ ذات سے باطن میں دو اعلیٰ ترین مقامات یعنی دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری حاصل ہوتی ہے جو کسی بھی دوسرے ذکر و فکر سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ باطن میں ان سے اعلیٰ اور کوئی مقامات نہیں ہیں۔ اس ضمن میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔

☆ جملہ قرآنی علوم، نص و حدیث اور تمام علوم جو لوحِ محفوظ اور اور عرش و کرسی پر لکھے ہوئے ہیں، ماہ سے ماہی تک ساری مملکتِ خداوندی کے غیبی علوم اور اللہ تعالیٰ کے سارے بھید اور توریت، زبور، انجیل و قرآن کے جتنے علوم ہیں اور تمام حکم احکام اور ظاہری و باطنی، نفسی، قلبی، روحی، سرّی امور اور جو حکمتیں تمام عالمِ مخلوقات کے درمیان جاری ہیں سب کے سب اسی ''تصورِ اسم اللہ ذات'' کی طے میں موجود ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

☆ کل سلکِ سلوک اور باطن کا صحیح راستہ جس میں کسی قسم کی غلطی، سلب اور رجعت کا خطرہ نہ ہو یہ ہے کہ طالبِ مولیٰ

ایسے مرتبے کو پہنچ جائے کہ جس وقت چاہے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہو اور جس وقت چاہے حضرت محمد ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو اور جس وقت چاہے جملہ انبیاء و اولیاء سے ملاقات کرے اور ان کا ہم مجلس ہو جائے۔ یہ توفیق صرف تصور اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ (نورالہدیٰ کلاں)

☆ ''تصور اسم اللہ ذات'' سے دل میں انوارِ دیدار پیدا ہوتے ہیں۔ جب کہ ذکر فکر، ورد و وظائف سے رجوعاتِ خلق پیدا ہوتی ہے۔ جس سے نفس موٹا اور مغرور ہو جاتا ہے اور وسوسہ و واہمات و خیالات متشکل ہو کر متجلی ہوتے ہیں اور احمق اسے حضور و صال سمجھتا ہے۔ خبردار ''کُلُّ اَنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ'' (برتن سے وہی چیز برآمد ہوتی ہے جو اس کے اندر ہوتی ہے) اپنے وجود میں قیاس کر لے۔ (نورالہدیٰ کلاں)

☆ حشر کے روز آدمیوں کی نیکیوں اور بدیوں کا حساب ہوگا تو جس شخص کے دل پر اسمِ اللہ ذات نقش ہوگا یا جس شخص نے صرف ایک ہی مرتبہ صدقِ دل سے اسم اللہ ذات کا تصور کیا ہوگا، اگر اس کے گناہ آسمان و زمین کے برابر بھی ہوں گے تو ایک طرف کے پلڑہ میں اس کے گناہ رکھ دیئے جائیں گے اور دوسری طرف کے پلڑہ میں اسمِ اللہ ذات رکھ دیا جائے گا تو اسمِ اللہ ذات والا پلڑہ بھاری ہوگا اور فرشتے تعجب سے اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ ''یا اللہ اس نے ایسی کونسی نیکی کی ہے جس کے بدلے میں اس کا نیکیوں والا پلڑہ بھاری ہے؟'' ارشاد ہوگا کہ ''یہ شخص ہمیشہ میری طلب میں رہتا تھا اور میرے ذاتی نام یعنی اسم اللہ ذات میں مشغول رہتا تھا۔ اے فرشتو! تم اہلِ حجاب ہو اور اس کے شغل کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہو۔ یہ بندہ میرا طالب ہے یہ میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ تم اس راز سے بیگانہ ہو''۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (عین الفقر)

☆ اسمِ اللہ ذات کی شان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، مال، تلاوتِ قرآن مجید اور ہر قسم کی دیگر عبادات کرتا رہے یا عالم بن کر اہلِ فضیلت بن گیا ہو لیکن اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمد ﷺ سے بیگانہ رہا اور ان دونوں اسماء پاک سے شغل نہیں کیا تو اس کی ساری عمر کی عبادت برباد و ضائع ہو گئی۔ (عین الفقر)

☆ فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی بے ریا عبادت سے افضل اور تصورِ اسمِ اللہ ذات میں ایک سانس لینا ایک ہزار مسائلِ فقہ سیکھنے سے افضل ہے۔ (عین الفقر) (۳۳)

حضرت سلطان الفقراء رحمۃ اللہ علیہ کے حضوریِ حق کے ان علوم کی ترویج و توضیح اس دور کی اہم ترین ضرورت ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج عالم اسلام علمی، سیاسی، سماجی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے جس زبوں حالی کا شکار ہے، اس سے نکلنے کا واحد راستہ حقیقتِ مطلقہ سے رابطہ ہے تا کہ افرادامتِ مسلمہ کی کھوئی ہوئی روحانی قوتیں عود کر آئیں اور مرد مومن پھر سے اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا جائے اور امتِ مسلمہ میں ہر طرف لگی ہوئی آگ اندازِ گلستان پیدا کر لے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے ان عظیم الشان علوم کی ترویج و توضیح کے ضمن میں جن بزرگوں نے اہم کردار ادا کیا ہے اور جن کی خدمات اسلامی تصوف کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں ان میں اسلامی تصوف کے سلسلہ قادریہ کے نامور بزرگ حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی سرِفہرست ہے۔ اس ضمن میں آپ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری رقمطراز ہیں کہ

''آپ حضرت سلطان العارفین کے بے مثل، بے بدل اور لازوال فقر کے کامل مظہر، مکمل نمونہ اور کما حقہٗ آئینہ دار تھے۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کمال اور عظیم کارنامہ یہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین کا جو فقر کتابوں کی اوٹ میں جا کر ایک اجنبی زبان (فارسی) کے پردوں میں دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا اور جو تصوف کی مشکل اصطلاحات کے پس منظر میں چھپ کر قصہ پارینہ اور داستانِ ماضی کی صورت اختیار کر گیا تھا اسے آپ نے مذکورہ دبیز پردوں اور حجابات سے نکالا اور آسان، سہل اور عام فہم بنا کر از سرِ نو دنیا کے سامنے پوری آب و تاب کے ساتھ پیش کر دیا اور اس کی ایسی پرکشش تشریح اور دلکش توضیح کی کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ آپ نے حضرت سلطان العارفین کی تصانیف کے قلزمِ بیکراں میں مسلسل تیس سال تک شناوری اور غواصی کرنے کے بعد دو ایسے نایاب اور منور گوہر ڈھونڈ نکالے جن کی چمک دمک اور ضیا پاشیوں سے پوری روحانی کائنات روشن ہے۔ ان دو نایاب گوہروں میں سے ایک گوہر تصور اسم اللہ ذات کا پاک شغل ہے اور دوسرا دعوت القبور کا بیش بہاء طریق کار ہے۔ حضرت سلطان العارفین کے لازوال فقر کا مقدس قصر انہی دو بنیادوں پر ایستادہ اور استوار ہے۔ دنیا گواہ ہے کہ اس بات کی نشاندہی سب سے پہلے حضرت فقیر صاحب نے کی۔ آپ ہی اس فقر کے نشاۃِ ثانیہ کرنے والے تھے اور آپ ہی اس فقر کے احیا اور اجرا کنندہ تھے۔'' (۳۴)

حضرت نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے مثل اور شاہکار کتاب ''عرفان'' میں جس طرح حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے تصورِ علم ذات اور علم دعوت القبور جیسے نایاب، مخفی اور سربستہ علوم کی تشریح و توضیح فرمائی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

''اسلام اور اسلامی تصوف تمام مذہبی اعمال اور دینی ارکان میں دل کی نیت اور اس کی یکسوئی اور یک جہتی پر زور دیتی ہے اور اسی کی تائید اور تاکید کرتی ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی عمل کا رد، قبول اور نقص و صحت نیت پر منحصر ہے۔ یعنی عمل کے وقت اگر دل کی نیت محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ عمل قابلِ قبول ہے اور اگر کسی عمل کی نیت دنیوی اور نفسیاتی اغراض کی طرف راجع اور مائل ہے تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں رد اور مردود ہے۔ اسی لیے آیا ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ یعنی نماز درست اور صحیح نہیں ہوتی جب تک نماز میں دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر نہ ہو۔ اسی طرح جملہ اسلامی ارکان میں دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف مائل اور راجع ہونا لازمی اور ضروری گردانا گیا ہے تا کہ ہر فعل اور ہر عمل میں دل اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف مائل اور راغب اور اس کے تصور اور تفکر میں محو اور منہمک ہو۔ اور یہی بات دل کی یکسوئی، یک جہتی اور اسکے باطنی حواس تصور، تفکر، توجہ، توہم اور تصرف کو ذکر اللہ اور اسم اللہ کے ایک ہی نکتہ اور مرکزِ توحید پر متحد اور مجتمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ دل اور قلب کی باطنی قوت اور روحانی طاقت بڑھانے کا باعث بھی یہی چیز ہے اور یہی اسلامی توحید کی غرض و غایت ہے اور یہی مذہبی اور روحانی تصور کا مرکز ہے جسے ریلیجیس کنسنٹریشن (Religious Concentration) کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہندو یوگ والے اور مسمریزم، ہپناٹزم اور سپر چولزم والے اپنا تصور اور توجہ ایک نکتہ مفروضہ اور موہومہ پر جمانے اور باطنی طاقت بڑھانے کی مشق کیا کرتے ہیں۔ اسلامی مذہب اور روحانیت کا مرکز تصور اسم اللہ ذات ہے جو کہ مبداء و معادِ تمام کائنات اور مخلوقات ہے اور جس کا تعلق کنکشن مسمیٰ کی اس ذات لم یزل ولا یزال خالق و قادر بے مثل و بے مثال کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن یوگ اور مسمریزم کے طریقے میں ایک روشن چیز یا ایک تاریک مفروضہ نکتے کے تصور سے صاحبِ تصور اس چیز یا اپنے وجود سے باہر تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس ہندو یوگی اور یورپین مسمرسٹ اور سپر چولسٹ کا معاملہ عالمِ ناسوت کے ادنیٰ اور سفلی مقام تک محدود رہ جاتا ہے اور صاحب تصور اسم اللہ ذات کی ترقی کا میدان بہت وسیع، لازوال اور لامحدود ہے۔ مذہب اسلام اور اسلامی تصوف کا سب سے

> اہم اور ضروری رکن کلمہ طیب ہے جس کے پڑھے بغیر نہ انسان مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ اس کے ذکر کی کثرت کے بغیر راہِ سلوک طے ہوسکتی ہے۔ اس کلمہ طیب کے ذکر نفی اثبات لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ عالمِ کثرت کے سب باطل معبودوں اور جملہ عارضی مقصودوں اور تمام فانی موجودوں کو دل سے نکال کر ان کی نفی کر دی جائے اور ایک اصلی حقیقی حیّ قیّوم معبودِ برحق کے ذکر اور خیالوں کو دل میں ثابت اور قائم رکھا جائے۔ یہ اصلِ کار ہے اور اسی پر تمام مذہب و روحانیت کا دارومدار ہے۔ (۳۵)

کتاب ''عرفان'' اسلامی تصوف کی کتب میں ایک منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ایسے علوم کے اسرار و رموز کی نقاب کشائی کی گئی ہے کہ جنہیں سمجھنے اور اپنانے کے بعد طالبِ مولیٰ، مولیٰ سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے اور یہی حقیقی اسلامی تصوف کا مقصدِ اولین اور مردِ مومن اور امتِ مسلمہ کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت نور محمد سروری قادری کے بعد آپ کے حضرت صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری نے اپنی کتابوں میں تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے حقیقتِ مطلقہ تک رسائی کے علم پر بہترین انداز میں روشنی ڈالیں۔ آپ اپنی معرکتہ الارا کتاب الہامات میں لکھتے ہیں:

> عبادت کا سب سے عظیم اور بڑا مقصد یہ ہے کہ روزِ الست سے بچھڑی ہوئی انسانی روح اور انسانی حقیقت دوبارہ اپنے معدن، مرکز، اصل اور روحِ کل سے واصل ہوجائے۔ جس پر خاکی جسم، مادی وجود اور عنصری حیات کے حجابات کے علاوہ غفلت، معصیت، کبر، حرص و آز، لالچ، شہوت، غضب اور دیگر لغزشوں کے ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہیں اور یہ پردے صرف عبادت، ذکر فکر، توجہ، تصور، تفکر، یکسوئی اور یادِ الٰہی کے نور اور روشنی ہی کے ذریعے ہٹتے اور دور ہوتے ہیں۔ اور جب یہ حجابات ہٹ جاتے ہیں تو انسانی حقیقت اس حقیقت کبریٰ سے مل جاتی ہے اور اسی میں فناء اور بقاء حاصل کر لیتی ہے جو اس کا منتہائے مقصود ہے۔ (۳۶)

مزید فرماتے ہیں:

> عبد اور معبود کے درمیان کوئی مکانی اور زمانی بعد موجود نہیں، روح، ذہن، تخیل اور تفکر کا ذات اور معبود کی طرف صرف رخ اور دھارا موڑنے کی ضرورت ہوتی ہے اور انسانی شعور اور ادراک کو اس کی طرف متوجہ، راغب اور منتقل کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ ورنہ ذات کا رخ اور توجہ تو ہر سمت اور ہمہ جہت ہے۔ اور وہ ہر جگہ اور عبد کی روح، ذہن اور تخیل کے اندر موجود ہے۔ عبد کا ذہن اور تخیل مادی کائنات، مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات کی طرف لگ کر ذات کی سمت اور ذات کی جہت سے ہٹ جاتا ہے اور یہی حجابات اور پردے درمیان میں حائل ہوجاتے ہیں۔ یہ حجابات اور پردے درمیان سے ہٹ جائیں تو پھر ذات ہی ذات ہے، رویت ہی رویت ہے، دیدار ہی دیدار ہے اور مشاہدہ ہی مشاہدہ ہے۔
>
> انسان کا مادی جسم چونکہ مادی کائنات کا ایک حصہ اور جزو ہے اور انسانی روح، ذہن اور شعور ادراک کا بسیرا اور مسکن اسی کے اندر ہے۔ اس لیے زندگی میں اس مادی خول سے نکلنا اور مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات اور لذات کو ترک کرنا اور چھوڑنا آسان کام نہیں ہوتا اور روح، ذہن اور شعور کا رخ مادی اشیاء سے پھیر کر ذات کی طرف موڑنا اور لگانا بہت مشکل اور دشوار کام ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ کام جس قدر مشکل اور کٹھن ہے، اس سے زیادہ آسان اور سہل ہے۔ اور جس قدر آسان اور سہل ہے، اس سے کہیں زیادہ مشکل اور دشوار ہے۔ یہ راستہ جتنا طویل اور دراز ہے۔ اتنا ہی مختصر بھی ہے اور جتنا مختصر ہے اتنا ہی طویل اور دراز بھی ہے۔ مسلسل جدوجہد، پیہم سعی و کوشش، لگاتار محنت اور ریاضت اور کسی رہبر کی رہنمائی سے یہ کام آسان ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات کسی ایک ضرب کلیمی، کسی ایک روحانی جنبش اور کسی

ایک ذہنی انقلاب سے یہ طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔ اس قلزم خاموش کے اسرار کھل جاتے ہیں اور یہ تمام پردے اور حجابات نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔

دراصل کام صرف اتنا سا ہے کہ مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات سے توجہ اور خیال ہٹ جائے اور اس کا رخ ذات کی طرف ہو جائے۔ یہی سلوک کا منتہائے مقصود ہے۔ یہی تصوف کی معراج ہے اور یہی فقر و روحانیت کا کمال ہے۔(۳۷)

اور اب اس عظیم روحانی سلسلۂ سروری قادری کے ایک اور فرزند، حضرت صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کے خلیفہ اور اپنے دادا پیر حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی کے روحانی وارث عزیزم محمود علی انجم اپنی بے مثل علمی و تحقیقی کتاب ''نورِعرفان'' لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ محمود علی انجم میرا عزیز اور ہونہار شاگرد ہے۔ وہ کام کا دھنی، علم و ادب کا رسیا اور تحقیق کا مردِ میدان ہے۔ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے، اس پر دل و جان سے عاشق ہو جاتا ہے، اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے اور اس کے کسی گوشے پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ اس کا ایم فل کا مطبوعہ مقالہ ''پیامِ مشرق کی اردو شروح و تراجم کا تحقیقی جائزہ'' اور پی ایچ ڈی کا ریسرچ ورک (جو ''ان شاءاللہ'' جلد طبع ہو جائے گا) میرے اس دعوے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

محمود علی انجم، نوجوانی میں قدم رکھتے ہی تصوف کی نورانی وادی کا راہی بن گیا تھا۔ اس نے اس راہ کی کئی گھاٹیاں عبور کیں اور کئی نامور بزرگوں اور سلسلوں سے فیض حاصل کیا۔ اس نے تصوف کا عمیق مطالعہ کیا مگر اپنے آپ کو صرف تصوف کے مطالعہ تک ہی محدود نہ رکھا۔ بلکہ علامہ اقبال کے اس قول کے مصداق کہ ''تصوف لکھنے پڑھنے کی چیز نہیں، کرنے کی چیز ہے'' (۳۸) تصوف کو عملی طور پر اختیار کیا۔ اس نے کئی اولیائے عظام کی خدمت میں وقت گزارا اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے نہ صرف ان کے گوہر ہائے فیوض و برکات سے دامن بھر لیا بلکہ تصوف کے متعدد سلسلوں میں خلافت و اجازت بھی حاصل کی۔ محمود علی انجم عملی روحانیت کا راہی ہے اور اپنے مسلسل مجاہدے اور ریاضت اور بزرگوں کی نگاہِ فیض و برکات کی بدولت وقوفِ سری کا بھی نبض آشنا ہے۔ اپنے انہی ذاتی روحانی تجربات و مشاہدات کو بروئے کار لاتے ہوئے اُس نے اپنی اس منفرد کتاب ''نورِعرفان'' میں وقوفِ سری و وقوفِ مذہبی کی نہ صرف نوعیت، کیفیت اور ہیئت پر روشنی ڈالی ہے بلکہ اس سے شاد کام ہونے کے طریقے بھی بڑے دروبست سے بیان کیے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے علم تصورِ اسم اللہ ذات اور علم دعوت القبور کی جو تشریح و توضیح، حضرت فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم کتاب ''عرفان'' میں فرمائی تھی، اگر ''نورعرفان'' کو جدید انداز میں اس کی توسیع قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اسی طرح، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقتِ مطلقہ کے ادراک اور اس تک رسائی کے لیے جس وارداتِ روحانی کو واحد ذریعہ قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا تھا مگر اس کی عملی صورت اور حصول کے طریقے بیان نہ کر سکے تھے، ''نورِعرفان'' نے اس وقوفِ سری کی عملی صورتیں اور طریقے بیان کر دیے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب، تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کا تکملہ قرار پاتی ہے۔

نورِعرفان میں، مصنف نے جس طرح اسلامی تصوف کی روحانی دنیا کا دیگر روحی علوم سے تقابل کر کے ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا ہے اور روحی علوم مثلاً ہپناٹزم، مسمریزم اور یوگا وغیرہ اور اسلامی روحانی علوم میں حدِ فاصل قائم کی ہے، وہ

تصوف کی تاریخ میں بذاتِ خود ایک کارنامہ ہے۔محمود علی انجم نے بجا طور پر حقیقتِ مطلقہ تک رسائی پا لینے والی زندگی کو کامیاب زندگی قرار دیا ہے اور راہِ سلوک ہی کو اس کامیاب زندگی کا راستہ قرار دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے قاری کو اس نورانی راستے کے پیچ وخم سے بھی آگاہ کرتے چلے گئے ہیں۔ چونکہ وہ خود عملی طور پر اس راہ کے اسرار ورموز سے واقف ہے اور عرصہ دراز سے اس نورانی وادی میں سرگراں ہے، لہٰذا اس نے بڑے اعتماد اور یقین سے روحانی دنیا کے افکار پر روشنی ڈالی ہے، اس دنیا کے رازوں سے پردے اٹھائے ہیں اور تصوف کی مابعد الطبیعات کے اصول وضوابط سے ہمیں بخوبی آگاہ کیا ہے۔ مابعد الطبیعات کا تو نام سنتے ہی بڑے بڑے جگادری محققین اور علماء کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں مگر محمود علی انجم نے جس طرح اس علم کے اسرار ورموز کی عقدہ کشائی کی ہے وہ اگر ایک طرف اردو کی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ ہے تو دوسری طرف تصوف اور کتبِ تصوف کی تاریخ میں یہ کارنامہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

محمود علی انجم نے ،تصوف پر لکھی جانے والی عمومی اور روایتی کتب سے ہٹ کر اپنی ایک نئی راہ نکالی ہے۔ اس نے اپنے روحانی اور مابعد الطبیعاتی مشاہدات وتجربات کو بروئے کار لاتے ہوئے ،ٹھوس مثالوں کے ذریعے مراقبات، روحانی کیفیات، روحانی مشاہدات وتجربات اور ذکر وفکر کی قدر وقیمت اور انفرادی وملی سطح پر ان اعمال واشغال کی ضرورت و اہمیت پر مدلل روشنی ڈالی ہے۔ یوں اس نے، دورِ جدید کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اسلامی تصوف، نفسیات، مابعد النفسیات اور روحی علوم (ہپناٹزم، ریکی، ٹیلی پیتھی وغیرہ) سے زیادہ بہتر اور جامع بلکہ جامع ترین سائنسی علم ہے۔ میرے نزدیک یہ اس دور کا ایک بڑا واقعہ ہے۔محمود علی کے سائنسی اندازِ فکر اور تجربے ومشاہدے پر مبنی استدلالی، ٹھوس اور دوٹوک انداز نے تصوف کی حقیقت، اس کی قدر وقیمت اور ضرورت واہمیت سے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ اب تصوف کے شاکی علماء کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور تصوف کو شریعت سے کوئی الگ شے سمجھنے کی ہٹ دھرمی چھوڑ کر، ٹھنڈے دل ودماغ سے تصوف کی طاقت کی بازیافت پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔

غیروں کے بہکاوے میں آکر ہمارے بعض مکاتب فکر کے عاقبت نا اندیش علماء نے جس طرح روشن اسلامی تصوف کی بیخ کنی اور صوفیائے عظام کی کردار کشی کی ہے۔ اس کی دردناکی اور تلخی تو اپنی جگہ مگر امتِ مسلمہ کو اس طرزِ فکر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ اس کے نوجوانوں کا دامن روحانیت سے تہی ہو گیا۔ وہ صوفیا کے بے مثال اخلاق، پابندیٔ شریعت، فقر وزہد، صدق وغنا، تقویٰ اور صفائی قلب ونظر سے دور ہو کر اسلام کی روحانی قوتوں سے بھی خالی ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس امت کے افراد زمانے کی امامت کرنے کے لیے پیدا ہوئے تھے وہ آج خود خوار وزبوں ہیں۔ آج امتِ مسلمہ کے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے نوجوان تو ویسے ہی مغربیت کا شکار ہو کر مادیت کے دھندلکوں میں کھو چکے ہیں اور جدیدیت، روشن خیالی اور سیکولرازم کی رو میں بہتے ہوئے اسلامی روحانیت سے دور جا پڑے ہیں اور یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے مشہور اساتذہ مابعد الطبیعات سے انکاری ہو کر نہ صرف خود مذہب سے دور جا پڑے ہیں بلکہ نوجوان نسل کو بھی مذہبی اعتقادات سے دور کرنے میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے روایتی دینی مدرسے ہیں تو وہ بھی پچھلے کئی سو سال سے ایک ہی ڈگر پر چلے جا رہے ہیں۔

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ (۳۹)

اکثر مدرسوں میں تو تصوف و روحانیت کا نام لینا ہی نا قابلِ تلافی جرم تصور کیا جاتا ہے اور بے چارے طلباء کو تصوف اور صوفیاء سے ایسا ڈرایا اور بدکایا جاتا ہے کہ وہ ان کا نام لینا ہی کفر و شرک گرداننے لگتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

جو مدرسے تصوف کو ماننے والوں کے ہاتھوں میں ہیں وہاں بھی تصوف کا کوئی باقاعدہ نصاب موجود نہیں اور نہ ہی تصوف کی کوئی کتاب داخلِ نصاب ہے، وہی صدیوں پرانی درسِ نظامی کی کتابیں چلی آ رہی ہیں اور بس۔ لہٰذا تصوف کی قدر و قیمت اور اہمیت و ضرورت جاننے والے علماء کے مدرسوں کے طلباء بھی تصوف کی اصل روح سے نابلد اور اس کی روحانی قوتوں سے نا آشنا ہیں۔ ان مدرسوں میں بھی مطالعہ تصوف کی کوئی صورت ہی نہیں تو عملی تصوف کی تربیت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان ہر دو قسم کے مدرسوں سے، پچھلی کئی صدیوں سے کوئی جنید، کوئی بایزید، کوئی غزالی، کوئی حارث محاسبی، کوئی مجدد الف ثانی، کوئی معین الدین چشتی اور کوئی علی ہجویری پیدا نہیں ہوا جو کہ اپنے میٹھے بول سے کفار کے دل نور سے روشن کر دے اور امتِ مسلمہ کے بھٹکے ہوئے آہوؤں کو بھی پھر سوئے حرم لے چلے۔ محمود علی انجم کی اس کتاب کا لب لباب بھی یہی ہے اور مجھے امید واثق ہے کہ یہ کتاب جہاں تصوف کے بارے میں، اپنوں اور غیروں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور کرے گی۔ وہاں طالبانِ مولیٰ کو حقیقی و عملی اسلامی تصوف کا رمز آشنا اور ادا شناس بھی بنائے گی۔ آج اصل اسلامی تصوف کو پہچاننا اور عملی طور پر اختیار کرنا اشد ضروری ہے۔ امتِ مسلمہ کی زبوں حالی دور کرنے کا یہی واحد راستہ ہے اور محمود علی انجم کی ''نورِعرفان'' اس جانب پہلا قدم اور تجدید و احیائے تصوف کی جانب ایک اہم، منفرد اور شاندار پیش رفت ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات)
صدر شعبہ اردو
فوجی فاؤنڈیشن کالج فار بوائز، نیو لالہ زار، راولپنڈی

ابواب بندی

نورِعرفان (جلد۔1)

نورِعرفان (جلد۔2)

نورِعرفان (جلد۔1)

نورِعرفان (جلد۔2)

کامیاب زندگی کا تصور

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے: کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہُ شَیْءٌ غَیْرُہٗ
اللہ تھا اور نہ تھی کوئی شے اُس کے غیر۔(6)

حدیث قدسی میں آیا ہے: کُنْتُ کَنْزاً مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ O
میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ اس لیے مخلوق کو پیدا کیا۔(7)

مخفی خزانہ سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ کی ذات وصفات ہیں۔ "فَاَحْبَبْتُ" سے مراد ہے میری محبت کا تقاضا ہوا، میں نے محبت سے چاہا کہ مجھ کو پہچاننے والا ہو۔ اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ [1]

مندرجہ بالا حدیث حدیث پاک سے واضح ہے کہ تخلیقِ کائنات اور تخلیقِ آدم کا مقصد اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ استوار کرنا اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے اپنے محبوب حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے تمام انبیاء ورُسل کی روح، دیگر تمام ارواح، فرشتے، لوح وقلم، عرش وفرش اور کُرسی پیدا فرمائے۔

سب روحوں کو پیدا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؕ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ الاعراف(172:7)

سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، بلیٰ (بے شک تو ہمارا رب ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سن کر ساری مخلوق نے عرض کیا، "بلیٰ"۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سماعت، بصارت اور ادراک کی صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ مخلوق کے کان میں پہلی آواز اللہ تعالیٰ کی پڑی، مخلوق نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، پہچانا اور جان لیا کہ میرا اللہ تعالیٰ اور خالق میرے سامنے ہے۔ میں مخلوق ہوں۔ اس ادراک پر مخلوق نے اپنے خالق اور رب کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُس نے جس محبت کے ساتھ کائنات اور انسان کو پیدا فرمایا ہے، یہ کائنات اور انسان بھی اس پیار اور محبت سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے۔

---

[1] یہ حدیث پاک مخزن الاسرار کے ص 27 پر، ذات کا عرفان کے ص 67 پر اور رابطہ شیخ کے ص 366 پر کشف الخفاء، حدیث نمبر 2533، جلد 2، ص 344 کے حوالہ سے بھی درج ہے۔ تعلیم غوثیہ کے ص 316 پر یہ حدیث پاک آخر پر چند الفاظ کے اضافہ کے ساتھ اس طرح درج ہے: "کُنْتُ کَنْزاً مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ وَ تَعَرَّفْتَ اِلَیْھِمْ فِیْ عَرَفُوْنِیْ وَعُرِفْتُ بِھِمْ۔ میں خزانہ پوشیدہ تھا پس چاہا میں نے یہ کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلقت کو پیدا کیا۔ اور میں نے ان کو اپنا شناسا کیا۔ پس شناخت کیا مجھ کو مجھ سے اور میں بہ سبب اُن کے پہچانا گیا۔ حاشیہ میں درج ہے کہ اس حدیث قدسی کو حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے تکملہ معراج النبوت میں لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات پر برتری، بزرگی اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴿۴﴾

بے شک ہم نے انسان کو بہترین تقویم پر پیدا فرمایا۔ التین [95:4]

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ

اور بے شک ہم نے نسلِ آدم کو تمام کائنات پر بزرگی اور برتری بخشی۔ الاسریٰ [17:70]

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (اَیْ یَعْرِفُوْنَ)۔ الذاریات [51:56]

اور میں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا سوائے اس کے وہ عبادت کریں۔ یعنی معرفت حاصل کریں۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ

پس جب میں (آدم علیہ السلام کا جسم) بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔ الحجر [15:29]، ص [38:72]

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا

اور تعلیم کیے آدم (علیہ السلام) کو اسماء سب کے سب۔ البقرۃ [2:31]

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم (انسان) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ (8)

مندرجہ بالا آیات اور حدیث پاک سے واضح ہے کہ:

1۔ انسان احسن الخالقین (بہترین پیدا فرمانے والے) کی بہترین مخلوق ہے۔ اسے بہترین تقویم پر پیدا کیا گیا ہے۔

2۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ یعنی اُسے اپنی صفات سے متصف فرمایا ہے۔ جب آدم علیہ السلام میں روح قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تو ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی۔ اس ضمن میں حضرت شاہ سید محمد ذوقی فرماتے ہیں:

> ''روح پھونکنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی ذات اور صفات کا پرتو آدم علیہ السلام پر ڈالا...... چنانچہ جملہ اسماء وصفاتِ الٰہی خلقتِ انسانی میں ظاہر ہوئے اور وجودِ انسانی نے جمیع مراتبِ علوی وسفلی کو گھیر لیا''۔ (9)

مزید لکھتے ہیں:

> ''جس قدر صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں اُسی قدر صفات انسان میں ہیں بہ استثنائے وجوبِ ذاتی اللہ تعالیٰ حیّ اور سمیع وبصیر ہے۔ انسان حیّ اور سمیع وبصیر ہے۔ فرق یہ ہے کہ انسان اپنی حیات اور اپنے سمع وبصر میں اللہ کا محتاج ہے اور اللہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں''۔ (10)

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی، قدیم اور لامحدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو صفات عطا فرمائی ہیں وہ عطائی، حادث اور محدود ہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم الاسماء عطا فرمایا۔ اس سے بھی مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء وصفات کا آدم علیہ السلام پر پرتو ڈالا اور انہوں نے اس پرتو کو قبول کر لیا۔ اس صلاحیت کی وجہ سے انہیں فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوئی اور وہ مسجودِ ملائک بنے۔

مندرجہ بالا گزارشات سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم الاسماء عطا فرمایا۔ اسے روحانی صلاحیت واستعداد عطا فرمائی۔ اس صلاحیت واستعدادِ روحانی وعلمی کی بدولت وہ ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت ومعرفت کا رشتہ قائم کرنے کے قابل ہو گیا۔ یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی۔ سب ڈر گئے اور انہوں نے یہ بارِ امانت اُٹھانے سے انکار کر دیا۔ انسان نے بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا اور یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ الاحزاب[33:72]

بے شک ہم نے (اِطاعت کی) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اس (بوجھ) کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا، بے شک وہ (اپنی جان پر) بڑی زیادتی کرنے والا (ادائیگیٔ امانت میں کوتاہی کے انجام سے) بڑا بے خبر و نادان ہے o

'ظلمت' ضد ہے نور کی۔ 'جہل' ضد ہے علم کی۔ ظلمت اور جہل تاریکی ہے اور علم نور ہے۔ اس ظلمت وجہل نے زنگار کا کام دیا جبکہ نورِ روح اور نورِ علم نے آئینہ کے صاف اور شفاف پہلو کا کردار ادا کیا۔

اس امانت کو فرشتے اس لیے قبول نہ کر سکے وہ سراپا نور تھے۔ وہ شفاف آئینوں کی مانند تھے۔ عکس قبول کرنے کے لیے ان کے اندر تاریک پہلو نہ تھا۔ زمین اور پہاڑ کثیف دیوار کی طرح سراپا ظلمت تھے۔ ان کے اندر نورانی پہلو نہ تھا۔ اس لیے وہ بھی اس امانت کو قبول نہ کر سکے۔ انسان کے اندر وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کے حکم کے مطابق مادی جسم کی ظلمت (تاریکی) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی روح کا نور بھی موجود تھا۔ وہ مثلِ آئینہ زنگاری ایک طرف سے روشن اور دوسری طرف سے تاریک تھا۔ وہ علم کی روشنی اور جہل کی تاریکی رکھتا تھا۔ وہ وجود کا نور بھی رکھتا تھا اور عدم کی ظلمت بھی۔ وہ لطافتِ ملکوتی بھی رکھتا تھا اور کثافتِ حیوانی بھی۔ اس نے آئینہ بن کر فوراً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا عکس قبول کر لیا ؎

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی ‏ ‏ ‏ چمن زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا

جب روح وجسم کی آمیزش سے آئینہ تیار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنے اسماء وصفات اور حسن وجمال کا مشاہدہ کیا تو اسے اپنا محبوب بنا لیا، خلافتِ ارضی عطا کی اور مسجودِ ملائک بنایا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ البقرة[2:31-33]

اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو o فرشتوں نے عرض کیا: تیری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے، بے شک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے o اللہ نے فرمایا: اے

آدم! (اب تم) انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کرو، پس جب آدم (علیہ السلام) نے انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کیا تو (اللہ نے) فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) مخفی حقیقتوں کو جانتا ہوں، اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو ○

علم الاسماء (اشیاء کے ناموں کا علم) کے بارے میں مفسرین کی رائے ہے کہ:

1۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کائنات کی وہ تمام اشیاء جو ماضی سے مستقبل تک وجود میں آنے والی تھیں اُن سب کے نام اور ان کی حقیقت کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو دیا گیا۔

2۔ اس وقت جس قدر اشیاء بھی عالمِ کائنات میں موجود تھیں اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ان کا مظاہرہ کیا گیا تھا ان سب کا علم عطا کیا گیا۔

مذکورہ بالا دونوں مفاہیم درست ہیں۔ علم الاسماء کا اطلاق اس وقت موجود تمام اشیاء اور ماضی و مستقبل کی تمام اشیاء پر ہوسکتا ہے۔ اس میں اشیاء کے نام، ان کی بنیاد و نہاد اور اصول و اساس کا علم بھی شامل ہے۔ تاہم، حیرت کی بات ہے کہ مفسرین اس ضمن میں کھل کر بات نہیں کرتے کہ اس سے مراد علم معرفت و عرفان ہے۔ مخلوق کو جب علم و عقل اور شعور عطا ہوئے تو اُس نے سب سے پہلے اپنے خالق، مالک اور رب کو پہچانا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے عرض کیا 'بلیٰ'، جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ ربوبیت کا اقرار اس بات کا ثبوت ہے کہ مخلوق نے اپنے خالق کو 'رب' کے اسم سے جانا اور پہچانا۔ اس سوال میں 'محبت' کا اظہار تھا۔ یہ سوال اپنی پہچان کرانے کے لیے کیا گیا تھا۔ پہچانے کرانے والا عظیم و برتر رب اور خالق تھا۔ پہچان کے لیے علم، عقل اور شعور کی ضرورت ہے۔ رب تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی پہچان کے لیے اسے ناموں کا علم (علم الاسماء) عطا فرمایا۔ اسے بتایا کہ میں رب ہوں، خالق ہوں، مالک ہوں، تمہارا اللہ ہوں۔

'اللہ' اسمِ ذات ہے۔ رب، خالق، مالک صفاتی اسماء ہیں۔ اسم 'اللہ' کو اسمِ ذات یا اسمِ اعظم بھی کہتے ہیں۔ 'سرِ دلبراں' میں ہے کہ جس طرح اسم اللہ جملہ اسماءِ الٰہی کا جامع ہے۔ اسی طرح انسان جملہ صفاتِ الٰہی کا جامع ہے۔ پس حقیقتِ انسانی مظہر ہے اسم اللہ کی۔ انسان کی طرح تمام کائنات میں بھی اسمائے الٰہی ذاتی و صفاتی کا ظہور ہے۔ اس لحاظ سے عالم کو انسانِ کبیر اور انسان کو عالمِ صغیر کہتے ہیں۔ انسان کی تفصیلی صورت عالم میں ہے اور عالم کی اجمالی صورت انسان ہے۔ جو کچھ عالم میں ہے سب اجمالی طور پر انسان میں ہے اور جو کچھ انسان میں ہے سب تفصیلی طور پر عالم میں ہے۔ (11)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ حقیقتِ انسان کے ضمن میں فرماتے ہیں:

> ''انسان کی باطنی حقیقت، اصلی فطرت اور حقیقی جبلت و سرشت ہی ذکر اسم اللہ ذات سے پڑی ہے جو کہ تمام اذکار کا اصل معنی ہے اور تمام اشیاء کے اسماء مع ان کے اذکار کے اسم اللہ ذات کے فروعات اور ظلال ہیں اور اسم اللہ ذات سب اشیائے کائنات کی اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ:
>
> وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝
>
> اور اُس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت) مسخر کر دیا ہے، بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ○ سورۃ الجاثیہ [45:13]
>
> اسی آیت کی تفسیر کی بابت حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

فِیْ کُلِّ شَیْئٍ اِسْمُ اَسْمَآئِہٖ تَعَالٰی وَاِسْمُ کُلِّ شَیْئٍ مِّنْ اِسْمِہٖ۔ یعنی ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسما میں سے ایک اسم ہے اور ہر چیز کے اسم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے اسم ذات سے ہے۔(12)

ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت کے لیے اپنے آپ کو پہچاننا ضروری ہے۔یعنی عرفانِ نفس،عرفانِ ذات (اپنی ذات کی پہچان) ضروری ہے۔اسی طرح کائنات میں غوروفکر کی بھی ضرورت ہے۔انسان اور کائنات میں اسمائے الٰہی ذاتی وصفاتی کا ظہور ہے۔اس لیے معرفتِ حق کے لیے انسان کو علم الاسماء عطا ہوا۔انسان کو ذکروفکر کے لیے یہ علم عطا ہوا تاکہ وہ کامیاب زندگی گزار سکے اور مقصدِ حیات کی تکمیل کے بعد نیابت الٰہیہ کا فریضہ سرانجام دے سکے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

1۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات اس لیے تخلیق کی ہے کہ کائنات میں بااختیار اور مکلف مخلوق اپنے خالق کو پہچان کر، دیکھ کر، سمجھ کر اس کی ربوبیت کا اقرار کرے اور اس سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرے۔

2۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے محبت کے ساتھ مخلوق کو تخلیق کیا اسی طرح مخلوق بھی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب و رضا اور محبت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم الاسماء عطا فرمایا ہے۔علم الاسماء اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی پہچان کا علم ہے۔ذات کی پہچان کے لیے اسمِ ذات (اللہ) اور صفات کی پہچان کے لیے صفاتی اسماء (رحمن، رحیم، حیّ، قیوم،......) کی تعلیم دی گئی ہے۔علم الاسماء نور (روشنی) کا علم ہے۔اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات نور ہے۔اس کی صفات نور ہیں۔

4۔ انسان کو چاہیے کہ وہ تفکر اور تحقیق کو اپنا شعار بنائے۔اپنے آپ پر غوروفکر کر کے عرفانِ نفس اور عرفان ذاتِ باری تعالیٰ حاصل کرے۔کائنات پر غوروفکر کر کے اسے تسخیر کرے۔اس طرح عرفانِ ذاتِ باری تعالیٰ حاصل کرے اور حقیقی طور پر خلافت و نیابتِ الٰہیہ کے منصب پر فائز ہو۔

5۔ حدیث پاک کی روشنی میں معرفت کے حصول کا آسان طریقہ "مراقبہ اسمِ ذات" ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے مطابق مومن مرتبہ احسان پر فائز ہوتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے یا اس کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب اور وصال کا ذریعہ اور وسیلہ محض ذکر ہے۔تمام اذکار میں افضل، تمام ذکروں کا خلاصہ اور جامع اذکار، ذکر اسم اللہ ذات ہے۔اس ضمن میں حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"......انسانی زندگی کی اصلی غرض اور حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت، معرفت، قرب اور وصال ہے اور اس کا واحد ذریعہ ذکر اللہ اور اسم اللہ ہے۔اور تمام مذاہب اور خاص کر اسلام انسان کو اللہ تعالیٰ کے اسم کے ذریعے مسمّٰی تک یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا اہتمام کرتا ہے......"(13)

"......اسم اللہ ذات کے نور سے تمام کائنات خصوصاً انسانی وجود کی بنیاد پڑی ہے۔انسان کی باطنی فطرت اور سرشت میں اسم اللہ ذات کا نور بطور ودیعت اور امانت روزِ ازل سے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھ دیا ہے اور اسم اللہ ذات ہی وہ نوری رشتہ ہے جس سے انسان اپنے خالق کے ساتھ وابستہ ہے۔اسی وسیلے اور ذریعے سے انسان کے اندر عالمِ غیب اور باطنی دنیا کی طرف نوری روزن اور باطنی راستہ کھل جاتا ہے۔یہی اسم اللہ ذات تمام ظاہری و باطنی علوم و معارف و اسرار اور جملہ ذاتی، صفاتی، افعالی و اسمائی انوار اور کُل عالمِ ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت اور سارے مقاماتِ شریعت،

طریقت اور معرفت اور جمیع اذکار و لطائفِ نفسی، قلبی، روحی، سری، خفی، اخفی و اَنا اور کل درجات اسلام، ایمان، ایقان، عرفان، قرب، محبت، مشاہدہ اور وصال تک پہنچنے کا واحد ذریعہ اور ان باطنی خزائن کے کھولنے کی واحد کنجی ہے۔"(14)

''شارع اسلام اور بزرگانِ دین نے ذِکر اللہ اور اسم اللہ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب، مشاہدے اور وصال کا واحد ذریعہ اور وسیلہ بتایا ہے۔ کیونکہ اسم عین مسمّٰے ہے۔ حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ میں اپنے ذکر کرنے والے کے پاس موجود ہوتا ہوں۔ اَور ایک دُوسری حدیث میں آیا ہے اَنَا بَیْنَ شَفَتَیْہِ اِذَا ذَکَرَنِیْ۔ یعنی جب کوئی مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے دو ہونٹوں کے درمیان ہوتا ہوں۔ سو یہ تو صاف ظاہر ہے کہ انسان کے ہونٹوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان غیر محدود ذات کبھی نہیں آسکتی۔ ذاکر کے ہونٹوں کے درمیان تو صرف اللہ تعالیٰ کا اِسم ہی آسکتا ہے۔ سو یہاں اِسم اَور مسمّٰے کے اِتصال اَور اِتحاد کی طرف اشارہ ہے کہ اسم اَور مسمّٰے کے درمیان نہ صرف اِتصال ہے بلکہ اِسم مسمّٰے کی عین مثال اَور عین العین ہے۔ اَور یہی اصل باعث مبداء و معاد و ذریعہ پیدائش خلق و ایجادِ کونین ہے۔"(15)

اسمِ ذات، مالکِ حقیقی کے مکانِ غیب کا دروازہ ہے۔ یہ باب الاسم ہی مالکِ حقیقی تک پہنچنے کا آسان اور نزدیک ترین راستہ ہے۔ ہر وقت اور ہر حال میں اسمِ ذات کا تصور پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفات پر تفکر کرتے رہنا چاہیے۔ اگر خیال اِدھر اُدھر بھٹکے تو اسے دوبارہ اسمِ ذات کے تصور اور ذاتِ باری تعالیٰ کی عظمت اور صفات کے تفکر پر لگا دینا چاہیے یعنی تصور اور تفکر کو تصرف میں لا کر استغراقِ تام حاصل کرنا چاہیے۔ حقیقی طور پر مراقبہ اس طرح قائم ہوتا ہے یعنی مراقبہ = تصور+تفکر+تصرف۔ یہی اصل کام ہے۔ اس طرح مراقبہ کرنے سے باطن کھل جاتا ہے، باطنی آنکھ بیدار ہو جاتی ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ ''اپنے رب کو اس طرح یاد کر کہ اپنے آپ کو بھول جائے''۔ الکہف[18:24]

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝

اور اپنے رب کا ذکر اس طرح (محویت) سے کرو کہ سب سے کٹ کر اس کے ہو رہو۔ المزمل[73:8]

عزیزانِ من! ہمیں چاہیے کہ زندگی بھر، ہر لمحہ، ہر آن، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے اور کھاتے پیتے وقت، ہر حال میں اسوۂ حسنہ سامنے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ العمران[3:191]

یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حُسن کے جلووں) میں فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے ۝

ہمیں اعتقادات، عبادات اور معاملات، غرضیکہ ہر لحاظ سے نہایت خلوص کے ساتھ بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے عقائد درست ہونے چاہئیں۔ ہمیں عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کے انفرادی و اجتماعی فلاح و بہبود،

محبت واخوت اور اتحاد و یگانگت کے حصول کے حقیقی مقاصد پیش نظر رکھنے چاہئیں اور ان کے حصول کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ باہمی معاملات میں بھی امانت، دیانت، شرافت، صداقت، صبر وتحمل اور رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ جھوٹ، غیبت، لڑائی جھگڑے، فسق و فجور، بے حیائی اور برائی سے بچنا چاہیے۔ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پا کر، اخلاقِ حسنہ سے متصف ہو کر تزکیہ نفس حاصل ہو جائے گا اور اس طرح فلاح حاصل ہو جائے گی۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہو گیا○

سورۃ الاعلیٰ [87:14]

مرشدِ من، قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری قدس سرہ العزیز اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''.....عبادت کا سب سے عظیم اور بڑا مقصد یہ ہے کہ روزِ الست سے بچھڑی ہوئی انسانی روح اور انسانی حقیقت دوبارہ اپنے معدن، مرکز، اصل اور روحِ کل سے واصل ہو جائے۔ جس پر خاکی جسم، مادی وجود اور عنصری حیات کے حجابات کے علاوہ غفلت، معصیت، کبر، حرص و آز، لالچ، شہوت، غضب اور دیگر لغزشوں کے ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہیں اور یہ پردے صرف عبادت، ذکر فکر، توجہ، تصور، تفکر، یکسوئی اور یادِ الٰہی کے نور اور روشنی ہی کے ذریعے ہٹتے اور دور ہوتے ہیں۔ اور جب یہ حجابات ہٹ جاتے ہیں تو انسانی حقیقت اس حقیقتِ کبریٰ سے مل جاتی ہے اور اسی میں فناء اور بقاء حاصل کر لیتی ہے جو اس کا منتہائے مقصود ہے۔ عشرت قطرہ ہے، دریا میں فنا ہو جانا (16)

جو انسان مقصدِ حیات سمجھ کر، راہِ ہدایت اختیار نہ کرے وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتا۔ ایسا انسان خسارے میں رہتا ہے۔ سورۃ العصر میں واضح طور پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ العصر [30:1-3]

زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے)○ بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمرِ عزیز گنوا رہا ہے)○ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغِ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہے○

اہلِ ایمان اور اہلِ یقین کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرما دینا ہی کافی ہے۔ مگر موضوع کی ضرورت و اہمیت اور قدر و قیمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم فرمائی اور ساتھ ہی اِنَّ (بے شک) کہہ کر مزید یقین دہانی کرائی کہ انسان خسارے میں ہے۔ صرف وہ لوگ خسارے میں نہیں جو ایمان لے آئے، اپنے اعتقادات درست رکھے، خلوص کے ساتھ عبادات بجا لاتے رہے۔ تزکیہ نفس کرتے رہے۔ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پانے اور اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ دوسروں کو بھی راہِ حق پر چلنے کی تاکید کرتے رہے اور اس راہ پر مدد کرتے رہے۔ راہِ حق پر پیش آنے والے آلام و مصائب اور مشکلات کا صبر و حوصلہ سے مقابلہ کرتے رہے اور دوسرے ساتھیوں کو بھی صبر کی تاکید کرتے رہے۔ ایسے انسان خسارے سے بچ گئے اور فوز و فلاح پا گئے۔

روحانیت وروحیت

مراقبہ سے مراد کسی ایک تصور کو بنیادی نقطۂ توجہ (نقطۂ فکر) بنا کر باہم مشابہہ، یکساں اور ایک جیسے خیالات وتصورات کا تانابانا بننا ہے۔ مثلاً تصوراسمِ ذات (اللہ) اور تصوراسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اصل توجہ اسم پر دی جاتی ہے جبکہ اس دوران صفاتِ باری تعالیٰ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تفکر کیا جاتا ہے۔ دورانِ توجہ، اصل تصور کی طرف دھیان مرکوز کیا جاتا ہے اور تفکر بھی دائرہ تصور میں رہ کر کیا جاتا ہے۔

روحانیت وروحیت، دونوں کا تعلق روح سے ہے۔ روحانی وروحی صلاحیتیں روح سے جنم لیتی ہیں۔ ہر انسان میں فطرتی طور پر روحی اور روحانی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ عموماً یہ صلاحیتیں مضمر اور خوابیدہ ہوتی ہیں۔ کوئی بھی انسان ارتکازِ توجہ کی مشق (مراقبہ) سے یہ صلاحیتیں بیدار کرسکتا ہے اور انہیں بہتر بنا سکتا ہے۔ ان مشقوں سے غیرمسلم میں روحی صلاحیتیں نمو پاتی ہیں جبکہ مسلمان میں روحی و روحانی دونوں طرح کی صلاحیتیں نمو پاتی ہیں۔ روحی صلاحیتیں، روحانی صلاحیتوں کے مقابلہ میں محدود ہیں۔ ان کا تعلق صرف لطیفۂ نفس سے ہوتا ہے۔

مراقبہ کا موضوع کوئی اسم، شے یا تصور ہوسکتا ہے۔ تصوف میں اسم ذات، اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کلمہ طیبہ، خانہ کعبہ، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تصورِ شیخ کے مراقبہ کی تعلیم دی جاتی ہے جبکہ روحی علوم میں گلاب کے پھول، پانی کی بوند، سورج، چاند، شمع وغیرہ پر توجہ مرکوز کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تفکر وتصور اور مراقبہ کی کوئی شکل یا صورت ہو سب کا مقصد اور طریق کار یکساں ہوتے ہیں مگر فوائد کا دارومدار مرکزِ تصور اور نکتۂ توجہ پر ہے۔ سب سے زیادہ فوائد اسمِ ذات (اللہ) اور اسمِ نبی کریم (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تصور سے ہوتے ہیں۔ حکمِ ربی کے مطابق افضل ترین مراقبہ تصوراسمِ ذات اور تصوراسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ہے۔

ایک مسلمان، عاشقِ صادق کو کیا غرض کہ وہ شمع بینی، آئینی بینی، قمر بینی، خورشید بینی، سایہ بینی اور اس طرح کی دیگر مشقوں اور مراقبات میں مشغول ہو اس کی توجہ اور تصور کا مرکز صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہوتے ہیں ؎

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ (17)

اشیاء ومظاہر کی بات تو الگ رہی، ایک مسلمان تمام انبیاء ورسل کو دل وجان سے مانتا اوران کا احترام کرتا ہے مگر اس کی توجہ اور تصور کا مرکز صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے ہیں۔ مردِمومن حقیقی مرکزیت کا قائل ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے اس نکتہ کوخوب بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

نہ کلیم کا تصور، نہ خیالِ طورِ سینا میری آرزو محمدؐ، میری جستجو مدینہ

(شکیل بدایونی)

سلسلہ سروری قادری میں اول تا آخر صرف اسمِ ذات اور اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آنکھیں کھول کر اسمِ ذات اور اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے اور آنکھیں بند کر کے بھی یہی تصور قائم کیا جاتا ہے۔

تصوف میں مراقبے کا اصل مقصد نفسِ انسانی کا نفس کلی سے رابطہ وتعلق قائم کرنا ہے، تاہم اس کے اور بہت سے روحانی، جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی اثرات ونتائج مرتب ہوتے اور فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔ مراقبہ سے اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی رابطہ اور تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ رابطہ اور تعلق، قرب میں بدل جاتا ہے۔ رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ معرفت حاصل ہوتی ہے۔ قبر اور حشر کی منزلیں آسان ہوتی ہیں۔ دنیا وآخرت کے مسائل حل ہوتے ہیں۔ روحانی تعلیم وتربیت، روحانی مدد اور رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

2۔ مراقبہ سے انسانی فکر کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اولیاء اور انسان کی عظمت کے بارے میں احساسات بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

3۔ صوفیہ عظام کے طریقہ کے مطابق مراقبہ کرنے سے عالمِ ماوریٰ سے رابطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ مختلف روحانی دنیاؤں (عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت، عالمِ لاہوت، عالمِ ارواح وغیرہ) کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ دنیا میں آنے کی منتظر اور دنیا سے جانے والی ارواح سے رابطہ قائم ہوجاتا ہے جس سے حیات بعد الموت، عقیدۂ آخرت اور آخروی، دائمی و ابدی زندگی کے بارے میں عقائد مزید راسخ ہوجاتے ہیں۔ بفضلِ تعالیٰ انسان کو اسی دنیوی زندگی میں ہی آخروی فلاح ونجات کی بشارت بھی مل جاتی ہے۔

4۔ مراقبہ کی بدولت مختلف لطائف (لطیفہ قلب، لطیفہ روح، لطیفہ نفس، وغیرہ) کے اسرار منکشف ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ ان لطائف سے پیدا ہونے والے الہامات کی تفہیم حاصل ہوجاتی ہے۔ اس طرح شیطانی ورحمانی الہام میں بھی فرق عیاں ہوجاتا ہے اور سالک کا الہاماتِ رحمانی کے ذریعے ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی تعلق قائم ہوجاتا ہے۔

5۔ صوفیہ عظام کے طریقہ سے مراقبہ کرنے سے سالک نفس اور شیطان کے مکروفریب سے آگاہ ہونا شروع ہوجاتا ہے اور اسے ان کے مکروفریب سے محفوظ رہنے کی صلاحیت بھی عطا ہوجاتی ہے۔

6۔ مراقبہ کی بدولت تصورات (تصورِ ذاتِ باری تعالیٰ، تصورِ حُسن، تصورِ عظمت انسانی، وغیرہ) رفتہ رفتہ، منزل بہ منزل، زینہ بہ زینہ اور درجہ بہ درجہ لطیف سے لطیف تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

7۔ تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ انسان کو غلط احساسات، خیالات اور جذبات سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ احساسات، خیالات اور جذبات کی ترفیع ہوتی ہے۔ یہ لطیف سے لطیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

8۔ مراقبہ ذہنی وروحانی تربیت کا سب سے بڑا اور بہترین طریقہ ہے۔ یہ حقیقی سکونِ دل، سکونِ دماغ، سکونِ اعصاب اور سکونِ روح حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس سے دورانِ عبادت ذہنی وقلبی لذت، فرحت، آرام اور سکون حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرح عبادت میں بوریت محسوس نہیں ہوتی۔

9۔ مراقبہ سے ذہنی یکسوئی اور توجہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذہنی یکسوئی اور توجہ سے کی گئی عبادت اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ ہدایت سے مراد دماغ میں صحیح تجاویز کا اِلقا ہونا ہے۔ ان صحیح تجاویز پر عمل کا نتیجہ بھی لازماً اچھا ہوتا ہے۔

10۔ توجہ اور یکسوئی سے کی گئی عبادت کے جملہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ علم وعرفان کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ معرفت وقرب اور رضا وبخشش حاصل ہوتی ہے۔ رزق فراخ ہوتا ہے اور زندگی چین سے بسر ہوتی ہے۔ آلام ومصائب کے پیچھے کارفرما حکمتِ ایزدی سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور انسان کو ان آلام ومصائب کا ہمت سے سامنا کرنے اور کامیابی سے ان سے سرخرو ہونے کی تعلیم ملتی ہے۔

11۔ بفضلِ تعالیٰ شخصیت میں کشش پیدا ہوجاتی ہے۔ باتوں میں وزن پیدا ہوجاتا ہے۔ مقبولیت کا دائرہ وسیع ہوجاتا ہے۔ سب لوگ عزت واحترام سے پیش آتے ہیں۔

12۔ نیک انسان اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے۔ وہ حادثات، امراض اور دشمنوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اسے نہ کسی چیز کا خوف رہتا ہے اور نہ ہی غم۔ وہ دنیا وآخرت میں حفظ وامان پاجاتا ہے۔

13۔ مراقبہ سے عقائد صالحہ میں مزید پختگی اور اعمالِ صالحہ میں مزید خلوص پیدا ہوتا ہے۔ رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں قربِ حقیقی عطا ہوتا ہے۔ دیدارِ الٰہی اور زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

14۔ مراقبے کی حالت میں ذہن پر جو کیفیت وارد ہوتی ہے وہ نشے، نیند، خودتنویمی (سیلف ہپناسز) اور خواب سے بالکل مختلف اور ان سے کہیں زیادہ سکون بخش، فرحت افزا اور صحت مند ہوتی ہے۔

15۔ ذوقِ جستجو اور ذوقِ تلاشِ حق کی تسکین ہوتی ہے۔

16۔ مراقبہ کی حالت میں نفسِ انسانی شعور برتر کی سطح پر کام شروع کردیتا ہے اور ادراک ماورائے حواس کام کرنے لگتا ہے۔ اس طرح مراقبے کے عالم میں نفسِ انسانی کی قوتیں اور عظمتیں نمودار ہوتی ہیں۔ جسم اور جسمانیت کا احساس غائب ہوجاتا ہے۔

17۔ نگاہ میں نورانیت اور مقناطیسیت پیدا ہوجاتی ہے۔

18۔ مراقبہ کی بدولت دوسروں سے ذہنی، قلبی اور روحانی رابطہ قائم کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

19۔ کسی موجود شخص پر یا غیر حاضر شخص کے تصور پر توجہ مرکوز کر کے اسے متاثر کیا جاسکتا ہے۔متاثر ہونے یا متاثر کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔جسمانی وذہنی اور روحانی کیفیات کا تبادلہ ممکن ہوجاتا ہے۔اس طرح سلبِ امراض کی صلاحیت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

20۔ انتقالِ جذبات کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔آپ کسی کے دل میں اپنی محبت پیدا کرسکتے ہیں۔صوفیہ اس صلاحیت کی بدولت لوگوں میں عشقِ الٰہی اور عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا کر کے انہیں راہِ ہدایت پر چلاتے ہیں۔ان کی شخصیت اس قدر متاثر کن اور اثر انگیز ہوجاتی ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے بھی دوسروں میں یہ جذبات، کیفیات اور احساسات منتقل ہوجاتے ہیں۔

21۔ مراقبہ سے خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔احساسِ کمتری دور ہوتا ہے۔

22۔ قوتِ ارادی میں اضافہ ہوتا ہے۔

23۔ یادداشت بہتر ہوتی ہے۔

24۔ توجہ اور یکسوئی میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

25۔ مراقبہ ذہنی ابتری، جذباتی کشمکش، نفسیاتی پیچیدگی اور کردار کی الجھنوں کا علاج ہے۔ اس سے خوف، مایوسی، اضطراب، اشتعال، بیزاری، کمتری کے احساس، تنہاروی، تنہاپسندی، جنسی انحرافات، خودغرضی، خود بینی، خود پسندی، تشدد، خودآزاری، مردم آزاری، جرائم پسندی، بغاوت، غلط تعصّبات، غلط عادات اور تخریبی جذبات سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔غرضیکہ مراقبہ سے ہر طرح کے جنسی ونفسیاتی اور اخلاقی وروحانی مسائل سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

26۔ مراقبہ سے شفابخش روحانی قوت حاصل ہوتی ہے۔جس کے ذریعے انسان اپنا علاج آپ کرسکتا ہے۔ بلکہ دوسروں کا بھی علاج کرسکتا ہے۔

27۔ مراقبہ سے جسمانی اعضا کی کارکردگی بہتر ہوجاتی ہے۔اعضائے رئیسہ کی کارکردگی بہتر ہوتی ہے۔ بصارت تیز ہوجاتی ہے۔قوتِ سماعت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ یادداشت بہتر ہوجاتی ہے۔دل کی کارکردگی بہتر ہوجاتی ہے۔ بلڈ کولیسٹرول کم ہوجاتا ہے۔ بلڈ پریشر نارمل ہوجاتا ہے۔خون کے سرخ ذرات میں اضافہ ہوجاتا ہے۔نظامِ انہضام بھی درست اور بہتر ہوجاتا ہے۔بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

28۔ ڈپریشن اور جذباتی ہیجان ختم ہوجاتے ہیں۔قوتِ فیصلہ بہتر ہوجاتی ہے۔ڈر اور خوف دور ہوجاتے ہیں۔عدم تحفظ کے احساس اور مستقبل کے اندیشوں سے نجات مل جاتی ہے۔وسوسوں سے چھٹکارا حاصل ہوجاتا ہے۔ بے خوابی سے نجات مل جاتی ہے اور گہری نیند آتی ہے۔چڑ چڑے پن میں کمی آجاتی ہے۔تخلیقی قوتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

29۔ منفی خیالات ختم ہوجاتے ہیں۔اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔حسد، حرص، ہوس، تکبر وغیرہ سے نجات مل جاتی ہے۔

30۔ سحر وآسیب اور نظرِ بد کے اثرات سے نجات حاصل ہوجاتی ہے۔

31۔ باطنی حواس بیدار ہوجاتے ہیں جس وجہ سے غیبی مخلوق اور ارواح سے رابطہ قائم ہوجاتا ہے۔

32۔ مراقبہ کی بدولت انسانی کے باطنی جُثے اور لطیف روحانی وجود فعال ہوجاتے ہیں۔ایک وقت آتا ہے کہ مادی وجود کی مدد سے بھی لطیف وجود کی طرح جہاں چاہیں، جاسکتے ہیں۔

33۔ طےلسانی، طے زمانی اور طے مکانی کی صلاحیتیں حاصل ہوجاتی ہیں۔ انسان تھوڑے وقت میں زیادہ کلام پڑھ سکتا ہے۔تھوڑے وقت میں وہ کام نبٹا سکتا ہے جسے کرنے کے لیے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔اسی طرح تھوڑی دیر میں طویل فاصلے طے کرسکتا ہے۔

34۔ مراقبہ سے انسان میں میڈیم شپ یعنی معمول بننے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

35۔ روشن ضمیری میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔

36۔ کشفِ قلوب (دل کا حال پڑھنا) کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

37۔ کشف القبور کی صلاحیت حاصل ہوجاتی ہے۔

38۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

39۔ مستقبل بینی کی صلاحیت حاصل ہوجاتی ہے۔

40۔ بے اختیار ہوکر کسی سے کوئی بات کہہ دیں تو وہ حرف بہ حرف پوری ہوجاتی ہے۔

41۔ ہمزاد، موکلات، جنات اور ارواح مسخر ہوجاتی ہیں۔

مراقبہ اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے حاصل ہونے والے مذکورہ بالا فوائد اولیائے عظام اور صوفیہ کرام کے صدیوں کے روحانی مشاہدات وتجربات سے ثابت شدہ ہیں۔امریکہ، روس، انگلینڈ، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کے مختلف تحقیقی اداروں کی سائنسی تحقیقات سے یہ بھی فوائد ثابت ہوچکے ہیں۔

1۔ کمیونسٹ ملکوں (روس وغیرہ) میں خارق العادات (سپر نارمل) مظاہر کی سائنسی آلات کی مدد سے، مُسلّم سائنسی اصولوں کے مطابق تحقیق سے جسم مثالی کے بارے میں حیرت انگیز معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ وہاں مختلف روحی علوم کی اہمیت، افادیت اور ضرورت تسلیم کرلی گئی ہے اور جسمانی' روحانی' ذہنی، نفسیاتی اور جنسی امراض کے علاج کے لیے ارتکازِ توجہ کی مشقوں کی افادیت تسلیم کرلی گئی ہے۔(18)

2۔ لینن گراڈ کے ایک سرجن نے تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ چینی طریق علاج آکوپنکچر دراصل ایک روحانی طریقہ علاج ہی ہے۔اس طریق علاج کے مطابق جسم کے مختلف حصوں پر سوئیاں چبھوکر قوتِ حیات کو بیدار کردیا جاتا ہے۔(19)

3۔ امریکہ کے بیشتر کالجوں میں امریکی نوجوان حبسِ دم کی مشقیں کرکے مراقبہ میں ارتکاز توجہ کا عمل سیکھ رہے ہیں۔اس قسم کے مراقبہ میں کسی اعلیٰ ذات یا ہستی مطلق کا تصور باندھ لیا جاتا ہے۔ پھر مخصوص الفاظ کی تکرار کی جاتی ہے (اسے تصوف میں ذکرِ خفی یا ذکرِ جلی کہتے ہیں۔) گہری اور محتاط چھان بین سے پتہ چلا ہے کہ مراقبہ سے منفی جذبات سے چھٹکارا پانے میں مدد ملتی ہے۔نشہ آور اشیاء سے عارضی سکون حاصل ہوتا ہے جبکہ مراقبہ اور توجہ کی یکسوئی کے ذریعے سچا اور حقیقی سکون حاصل ہوتا ہے۔(20)

4۔ امریکہ میں ماہرینِ نفسیات تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو لوگ ذہنی ابتری، جذباتی کشمکش، نفسیاتی پیچیدگی اور کردار کی الجھنوں میں مبتلا ہوں ان کے لیے مراقبہ اور سانس کی مشقیں بہترین مقوی (ٹانک)، مفرح اور صحت بخش نسخے کی حیثیت رکھتی ہیں۔(21)

5۔ 1882ء میں لندن میں مختلف سائنسی علوم کے ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا مقصد روح اور اس کے متعلقات پر بحث کرنا اور ان کی تحقیق و تفتیش کرنا تھا۔ یہ کمیٹی تیس سال تک قائم رہی۔ اس مدت میں اس نے ہزاروں روحانی واقعات وحوادث کی تحقیق کی اور روحِ انسانی، اس کے قویٰ اور قوتِ ادراک کے متعلق بار بار تجربے کیے جو چالیس ضخیم اور موٹی جلدوں میں مدون ومحفوظ ہیں۔ اس کمیٹی نے انسان کی روحی صلاحیتوں کا کھلے دل سے اقرار کیا اور ان صلاحیتوں کی نشوونما کے لیے اور ان سے کام لینے کے لیے ارتکازِ توجہ اور مراقبہ کی ضرورت واہمیت کی طرف توجہ دلائی۔(22)

6۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق (پی ایچ ڈی) نے روحیت اور روحانیت کے موضوع پر کتاب ''من کی دنیا'' تحریر کی ہے۔ انہوں نے یہ کتاب خصوصاً جدت پسند، مغربیت زدہ، مادیت کے شکار، جدید تعلیم یافتہ افراد کے لیے لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے روحی علوم میں اہلِ مغرب کی دلچسپی بیان کی ہے اور واضح کیا ہے کہ علمائے مغرب روحی علوم کی بدولت جن حقائق سے آگاہ ہوئے ہیں اور مزید جن حقائق کی تلاش میں ہیں' قرآن حکیم انہیں قریباً چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا ہے۔ صفحہ 12 پر وہ لکھتے ہیں:

> ''میرے مخاطب وہ لوگ ہیں جنہوں نے یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی، اور جو انگریز مصنفین سے مرعوب ہیں۔ میں نے ان لوگوں کی خاطر صرف مغربی حکماء کے انکشافات پیش کیے ہیں اور اپنے اسلاف کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔ البتہ قرآنِ حکیم کو بکثرت استعمال کیا ہے تا کہ ان پر واضح ہو جائے کہ جن حقائق کی تلاش میں آج علمائے مغرب ٹھوکریں کھا رہے ہیں، قرآن انہیں چودہ سو برس پہلے بیان کر چکا ہے۔(23)

اس کے بعد ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے روحی علوم میں مغربی حکماء، علماء، فلاسفرز اور سائنسدانوں کی دلچسپیوں، تصانیف اور دریافتوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے افکار اور انکشافات کی قرآنی آیات سے تائید کی ہے اور واضح کیا ہے کہ اہلِ مغرب، مادی ترقی کی خرابیوں اور لادینیت سے تنگ آ کر دائمی وابدی اور اخلاقی وروحانی سکون کی تلاش میں روحانیت کی طرف مائل ہیں۔ ابھی وہ روحی علوم میں تحقیق کر رہے ہیں۔ ان کی کوششوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ روحیت سے اسلامی روحانیت کی قدر و قیمت سے آگاہ ہو کر، مسلمان ہو جائیں گے اور شاید روحانیت میں بھی دہریت، مادیت اور مغربیت کے شکار افراد کی رہنمائی کرنے لگیں، وہ لکھتے ہیں:

> یورپ میں کاپرنیکس پہلا مفکر ہے، جس نے 1543ء میں انسان کو ایک رُوحانی حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کیپلر، گلیلیو، نیوٹن اور ڈارون نے بھی اس مسئلے پر کچھ نہ کچھ لکھا۔ انیسویں صدی میں اس موضوع کی طرف زیادہ توجہ ہونے لگی۔ چنانچہ 1874ء میں سر ولیم کُرکس نے ایک کتاب (Research in the Phenomena of Spiritualism) کے نام سے شائع کی جسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ فرانس کے فزیالوجسٹ Richet نے اپنی کتاب (Thirty Years of Physcical Research) میں عالمِ روح واثیر (Astral World) کے وجود کا

اعلان کیا۔ سر ولیم بیرٹ نے(On the Threshold of the Unseen) لکھ کر لاتعداد لوگوں کو متاثر کیا۔
وائس ایڈمرل Usborne Moor نے غیبی آوازوں پر "The Voices" لکھی۔
امریکہ کے ایک وکیل ای۔سی۔ رینڈل نے بائیس سال کی تلاش کے بعد اپنے مشاہدات وتجربات "The Dead have never died" میں منضبط کیے۔ اسی موضوع پر مسٹر F.W.H. Myers کی کتاب Human Personality and its Survival of Bodily Death سات سوصفحات کی ایک محققانہ تحریر ہے۔
کہتے ہیں کہ مصیبت میں خدا یاد آتا ہے۔ پچھلی دو عالمگیر جنگوں میں جو کچھ یورپ پہ بیتی اس سے آپ آگاہ ہیں۔ مرگ و تباہی کے ان زلزلوں اور اشک وخوں کے ان مہیب سیلابوں نے لاتعداد دِلوں کولرزادیا اور دیکھتے ہی دیکھتے روح، جسم لطیف، دعا، کا سمک ورلڈ، حیات بعد الموت، تعلق باللہ، حقیقی مسرّت اور دیگر متعلقہ مسائل پر سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں کتابیں نکل آئیں۔ یہ لکھنے والے وہم پرست عوام سے تعلق نہیں رکھتے تھے، بلکہ ان کی اکثریت سائنس کے ڈاکٹروں، پروفیسروں اور فلسفیوں پر مشتمل تھی، مثلاً:

01.	Mystic Gleams, by Dr. F.R. Wheeler Ph.D
02.	A Yogi in the Himalayas, by Dr. Paul Brunton, Ph.D
03.	Invisible World, by Dr. H. Corrington, Ph.D
04.	Exploring the Ultra Perceptive Faculty, by Dr. J. Hettiger, Ph.D
05.	Heaven Lies Within Us, by Dr. Theos Bernard, Ph.D
06.	The Invisible Influence, by Dr. Alexander Canon, M.D., D.P.M., Ph.D
07.	The Mystery of Death, by Dr. J. Oldfield, D. Litt.; D.E.L
08.	Invisible Helpers, by Rt. Rev. C.W. Leadbeater
09.	Variety of Religious Experience, by Prof. William James
10.	The Mind and its Place in Nature, by Dr. Broad, M.A., D. Litt;
11.	Science and Personality, by Dr. William Brown, Ph.D., D.Sc., Professor, Oxford University

اس فن کی بیشتر تصانیف لندن کا ایک ادارہ Ride & Co. شائع کررہا ہے۔ اِس ادارہ کی فہرست مطبوعات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہاں کے علما وعوام روحانیت سے کتنی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسی ادارہ نے آرتھر فنڈلے کی ایک کتاب "On the Edge of the Etheric." شائع کی تھی۔ جس کے پورے ستائیس ایڈیشن صرف سات ماہ میں نکل گئے۔ ہر ایڈیشن کئی کئی ہزار نسخوں پر مشتمل تھا۔ یورپ گزشتہ ڈیڑھ سو برس سے دنیا کو علوم وفنون کا درس دے رہا ہے، اور اب اِس امر کے آثار پیدا ہوگئے ہیں کہ شاید روحانیات میں بھی مغرب دنیا کی رہنمائی کرنے لگے۔ اِس وقت یورپ میں روحانی تجربات کے سلسلے میں بیسیوں تجربہ گاہیں (لیبارٹریز) موجود ہیں۔ جن میں بڑے بڑے صوفی، پروفیسر اور فلاسفہ مصروفِ کار ہیں۔ ان کی تحقیقات سے زندگی کے بہت سے پوشیدہ پہلو سامنے آگئے ہیں۔'' (24)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اپنی کتاب 'من کی دنیا' کی تالیف میں مندرجہ بالا گیارہ (11) کتب کے علاوہ مزید انیس (19) کتب سے بھی استفادہ کیا ہے جن کی فہرست کتاب (من کی دنیا) کے آخر پر 'مآخذ' کے عنوان کے تحت دی ہے۔
اس کتاب میں محترم ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ نے مغربی حکما کے افکار، انکشافات اور مشاہدات بیان کرنے کے لیے ان کی کتب سے اصل متون دیئے ہیں اور ان کا سلیس اردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ انہوں نے ان افکار سے متعلقہ قرآنی آیات بھی اصل متن اور ترجمہ کے ساتھ دی ہیں۔ انہوں نے اپنے اسلاف کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے،

وہ لکھتے ہیں:

''روح اور دل کے متعلق کچھ تفاصیل وحی نے پیش کیں جن کی صحت تمام شکوک سے بالاتر ہے۔ بعض واقعات مسلم صوفیاء نے بتائے اور کچھ نتائج ایسے بھی ہیں جو یورپ کے اہلِ دل نے اخذ کیے ہیں چونکہ میرا مقصد اہلِ مغرب کی مساعی کا جائزہ لینا تھا تاکہ کل کا محقق مشرق و مغرب کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر بات کو آگے چلا سکے۔ اس لیے میں نے اپنے اولیائے کرام کے واقعات و مشاہدات کا ذکر نہیں کیا۔''(25)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اسلامی تصوف (روحانیت) اور عجمی تصوف (روحیت) میں فرق بیان کرنے کے لیے کتاب کے صفحات نمبر 65 تا 71 پر ہندو یوگا، تبتی یوگا، عیسوی تصوف اور اسلامی تصوف کا اجمالاً ذکر کیا ہے۔ آخر پر انہوں نے حاصل تحقیق اس طرح سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"With the heavens within, all heavens without will incessantly cooperate."
(Trine-In Tune with the Infinite, p. 116)

ترجمہ: ''اللہ رُوح کی خلوتوں میں بس جائے، تو تمام بیرونی کائنات تعاونِ پیہم پہ مجبور ہوجاتی ہے۔''

رُوح میں بالیدگی وقوت پیدا کرنے کے لیے تمام مسلم وغیر مسلم صوفیوں کے ہاں ایک ہی طریقہ ہے یعنی پہلے تمام فکری، ذہنی اور عملی آلائشوں سے پاک ہونا اور اس کے بعد عبادت یعنی محویت

عبادت سے روح کیوں توانا بنتی ہے؟

کائنات کی تمام طاقتیں ہماری امداد پہ کیوں تیار ہوجاتی ہیں؟

اس پر ہم کوئی عقلی دلیل نہیں دے سکتے لیکن یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم سوالاکھ انبیاء، لاتعداد اولیاء اور کروڑوں لاموں، یوگیوں اور راہبوں کی شہادت پیش کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی چند ایک نامور صوفیا تھے مثلاً نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ، داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ ان میں سے بعض کی تصانیف موجود ہیں اور بعض کے اقوال واشعار زبانِ خلق پہ جاری ہیں۔ یہ دانایانِ رازِ فطرت ایک ہی بات بتاتے رہے کہ اللہ کے سامنے جھکنے کے بعد تمام کائنات تمہارے سامنے جھک جائے گی۔ اگر آپ اس شہادت کو بھی ناکافی سمجھتے ہوں تو خود تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔ آج ہی تمام گناہوں کو چھوڑیے۔ عبادت، تلاوت وتہجد کو معمول بنائیے۔ اللہ کو اس کے پیارے ناموں سے یاد کیجئے پھر دیکھیے کہ کس طرح آپ پر مسرّت وکامرانی کے تمام دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ کس طرح ساری کائنات آپ کی حفاظت واعانت کے لیے آمادہ ہوجاتی ہے، کس طرح آپ کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور کیوں کر فطرت کے مخفی کارکن آپ کے اشاروں کی تعمیل کرنے لگتے ہیں۔(26)

مندرجہ بالا ''حاصل تحقیق'' میں، ڈاکٹر غلام جیلانی برق روحانیت وروحیت، کرامات واستدراجات' اعلیٰ طبقاتِ روحانی کے مسافروں اور مقیموں اور عالمِ ناسوت میں سیر کرنے والے افراد میں حدِ فاصل اور امتیاز قائم نہ کر پائے۔ ان کے نزدیک انبیاء اولیاء، لامے، یوگی اور راہب سب کے سب دانایانِ رازِ فطرت ہیں۔ ان کے نزدیک تمام مسلم وغیر مسلم صوفیہ ایک ہی طریقہ سے گیان پاتے ہیں۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ تمام فکری، ذہنی اور عملی آلائشوں سے پاک ہونا اور نہایت یکسوئی سے عبادت سرانجام دینا۔ حالانکہ صوفیہ اور روحی علوم کے غیر مسلم ماہرین میں بنیادی فرق مذہب (عقائد اور اعمال صالحہ سرانجام دینے کے مقاصد اور طریقہ کار) کا ہے۔ اسلامی تصوف کی بنیاد عقائدِ صالحہ اور اعمالِ صالحہ پر ہے جبکہ غیر اسلامی تصوف خواہ کسی

بھی شکل میں ہو، اس کی بنیاد عقائد صالحہ اور اعمالِ صالحہ پر نہیں ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مندرجہ بالا اقتباسات کی رو سے ان کے افکار پر بندہ عاجز کے اعتراضات کے علاوہ کچھ دیگر اعتراضات بھی ہوئے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ جب غیر مسلم اہلِ دل سے بھی کرامات سرزد ہوسکتی ہیں تو مسلم وغیر مسلم میں فرق کیا رہا؟

اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے کہا:

> ''روحانی کرشمے دلیل صداقت نہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ دجّال بڑے بڑے کرشمے دکھائے گا اور قرآن میں ساحرین فرعون کے سانپوں کا ذکر ملتا ہے۔ بات یوں ہے کہ ہپناٹزم، مسمریزم، سحر اور رُوحانی کرشمے بعض ریاضتوں کا نتیجہ ہیں جنہیں ہر شخص بقدرِ ظرف حاصل کرسکتا ہے۔ تلوار ایک خوفناک ہتھیار ہے جو ڈاکو کے پاس ہو تو لعنت بن جاتی ہے اور غازی کے ہاتھ میں رحمت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلمان کی رُوحانی طاقت کائنات کے لیے ایک نعمت ہے اور کافر کی یہی قوت ایک عذاب، کافر الہامی ہدایات کا پابند نہیں ہوتا اور اس لیے وہ اس طاقت کا صحیح استعمال نہیں کرسکتا۔''(27)

◆ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے مندرجہ بالا اقتباس سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ بقول ان کے روحانی کرشمے دلیلِ صداقت نہیں۔ بندہ عاجز کے نزدیک اور تمام صوفیہ، علمائے حق کے نزدیک روحانی کرشمے دو قسم کے ہیں۔ معجزات و کرامات اور استدراجات۔ معجزات و کرامات دلیل صداقت ہیں۔ معجزات کا ظہور انبیاء سے اور کرامات کا ظہور اولیاء سے ہوتا ہے۔ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد سلسلۂ ولایت اور اس لحاظ سے سلسلۂ کرامات بھی جاری ہے۔ اولیاء عظام کا تعلق اہل روحانیت سے ہے۔ روحانیت کی بنیاد عقائد صالحہ اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔ عقائدِ صالحہ کے بغیر اعمالِ صالحہ بھی قابلِ قبول نہیں۔ غیر مسلم عقائدِ صالحہ نہیں رکھتے۔ خواہ وہ کتنی ہی ریاضتیں کرلیں، ضبطِ نفس کا مظاہرہ کریں انہیں حقیقتِ مطلقہ تک رسائی حاصل نہیں ہوسکتی۔ ریاضت اور جدوجہد کے اصول کے تحت انہیں عالمِ ناسوت میں رسائی حاصل ہوجاتی ہے۔ اس رسائی کی بدولت انہیں کچھ تصرفات بھی حاصل ہوجاتے ہیں۔ ان کے ان تصرفات سے استدراجات کا ظہور ہوتا ہے نہ کہ کرامات کا۔ غیر مسلم روحیت کے حامل ہوتے ہیں، روحانیت کے نہیں۔

اسلامی تصوف (روحانیت) = اطاعتِ الٰہی (عقائد صالحہ + اعمالِ صالحہ) + ضبطِ نفس (تزکیۂ نفس وتصفیۂ باطن)

عجمی تصوف (روحیت) = (درست وغلط عقائد + ملے جلے اعمال) + ضبطِ نفس (اس سے تزکیۂ نفس اور تصفیہ باطن کما حقہ، حاصل نہیں ہوتا)۔

اسلامی تصوف میں رہبانیت نہیں ہے۔ دین ودنیا کی تفریق نہیں ہے۔ عجمی تصوف میں دین اور دنیا خیال کی مختلف جہتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان دونوں کو گڈمڈ کردیا جائے تو عجمی تصوف کے راہی بلبلا اُٹھتے ہیں۔ اسلام اس تقسیم کو قبول نہیں کرتا۔ ایک مسلمان کے لیے عبادات اور معاملاتِ زندگی، جسمانی اعضاء وجوارح کا استعمال، پاکی اور تقدیس کے حصول کی جستجو، خرید وفروخت کے معاملات، روزمرہ کے کام اور کھیل کود وغیرہ ایک ناقابلِ تقسیم کُل کے اجزا ہیں اور عمل تخلیق کی طرح ان میں کوئی فصل یا دراڑ نہیں۔ اسلام میں ایمان اور کفر کے امتیازات کو دیگر امتیازات کے مقابلے میں بہت زیادہ اور بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ اسلام میں انسانی زندگی کے ہر پہلو، ہر خیال اور ہر عمل کو ایمان کے بنیادی ارکان کی روشنی میں آنکا اور پرکھا جاتا ہے۔ یہاں ردّ وقبول کا میزان کلمہ طیبہ کا اصولِ نفی اثبات

ہے۔اس اصول کے تحت معبودانِ باطلہ،عقائد باطلہ،افکاروتجرباتِ باطلہ اوراعمال باطلہ کی نفی کی جاتی ہے اور معبودِ حقیقی،عقائدواعمالِ صالحہ،افکارونظریاتِ حقّہ کا اثبات کیا جاتا ہے۔روحیت وروحانیت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔جس طرح بصارت سے محروم شخص حقیقی طور پر ارضی منظر بیان نہیں کرسکتا خواہ اس نے مخصوص منطقے کے جغرافیائی حالات سائنسی انداز سے مطالعہ کیے ہوں اور چٹانوں اور نباتات کا تجزیہ بھی کیوں نہ کر رکھا ہو۔اس طرح مؤمنانہ بصارت وبصیرت کے بغیر روحیت کا سفرتو ہوسکتا ہے،روحانیت کا نہیں۔اس بصیرت سے محروم شخص سے استدراجات کاظہورتو ہوسکتا ہے کرامات کانہیں۔

- ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ کے مذکورہ بالا اقتباس کا باقی حصہ درست ہے۔استدراجی اور روحی قوت حاصل کرنے کے لیےعقائد صالحہ اوراعمالِ صالحہ کی پابندی نہیں ہے۔اہلِ حق کی روحانی قوت خوداس کے لیے،دیگرافراداورکائنات کے لیےرحمت ثابت ہوتی ہے۔جبکہ اہل باطل کی استدراجی قوت عذاب ثابت ہوتی ہے ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں　　کرگس کا جہاں اور ہے،شاہیں کا جہاں اور　(28)

اپنی تحریر کے آخر میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے مادی قوت کے ساتھ ساتھ روحانی قوت کی اہمیت،ضرورت اور افادیت کے بارے میں خوب لکھاہے،فرماتے ہیں:

> ’’.....قوت کے ماٰخذ دوہیں۔کائنات اوردل۔کائنات کی تسخیرعلم سے ہوتی ہےاوردل کا جزیٹرعبادت وتقویٰ سے چلتا ہےاورمسلمان وہ ہے جوان دونوں طاقتوں کا مالک ہو۔رُوح کی قوّت قومی بقا کی ضامن ہے اگر یہ ختم ہوجائے تو پھر صرف مادّی طاقت،خواہ وہ کتنی ہی مہیب کیوں نہ ہو،نہیں بچاسکتی۔قیصروکسریٰ کی عظیم مادّی طاقت کومٹھی بھرعربوں کی رُوحانی قوّت نے پیس ڈالا تھااور ہماری تاریخ ایسے واقعات سےلبریز ہے۔جب خودمسلمان اس سرچشمہ قوّت سے محروم ہوگئےتوان کی عظیم امپائراورمہیب عسکری قوّت انہیں زوال سے نہ بچاسکی۔‘‘(29)

7۔ پاکستان میں سیّدمحمد مہدی المعروف رئیس امروہوی (1914ءتا1988ء) نے روحی علوم پر نہایت گراں قدرعلمی و تحقیقی کام کیا ہے۔یہ مختلف روحی علوم کے موضوعات پر جنگ اخبار میں کالم لکھتے رہے۔رئیس امروہوی نفسیات و مابعدالنفسیات کےصفحہ نمبر12 پر لکھتے ہیں کہ انہوں نے ان موضوعات پر کالم نویسی کا سلسلہ اگست 1963ءمیں شروع کیا تھا۔لاکھوں لوگوں نے ان سے اپنے روحانی،روحی،نفسیاتی،ذہنی،جنسی وجذباتی اورسماجی مسائل کےحل کے سلسلہ میں رہنمائی حاصل کی۔انہوں نےلوگوں کی نفسی واخلاقی تربیت کے لیےاورانہیں روحی علوم سکھانے کے لیے رئیس اکیڈمی قائم کی۔اندرون ملک اور بیرون ملک سےلوگ مکتوبات میں انہیں اپنے مسائل اوران کے حل کے لیے تجویز کردہ مراقبات اورارتکازِتوجہ کےنتائج واثرات اورمشاہدات تحریر کرتے رہے۔یہ سائنسی،معروضی، تحقیقی اورتنقیدی انداز سے ان کی رہنمائی فرماتے رہے۔عالمی ڈائجسٹ کے ایک محتاط اندازے کے مطابق جولائی 1972ءتک قارئین کے مسائل اوران کے روحی مشاہدات وتجربات پر مبنی ایک لاکھ خطوط ان کی نظر سے گزر چکے تھے۔جن میں سےنصف خطوط طلباءوطالبات کے تھے۔(30)

ان کی روحی علوم سے متعلق تحقیقات اورمشاہدات پر مبنی درج ذیل کتب شائع ہوچکی ہیں:

1۔مراقبہ(دوجلدیں)،2۔عالمِ برزخ(دوجلدیں)،3۔ہپناٹزم(دوجلدیں)،4۔نفسیات ومابعدالنفسیات

(تین جلدیں)، 5۔ لے سانس بھی آہستہ (دوجلدیں)، 6۔ حاضراتِ ارواح (دوجلدیں)، 7۔ عالمِ ارواح (دو جلدیں)، 8۔ جنات (دوجلدیں)، 9۔ جنسیات (دوجلدیں)، 10۔ توجہات (دوجلدیں)، 11۔ عجائبِ نفس (دو جلدیں)، 12۔ مظاہرِ نفس (دوجلدیں)۔

رئیس امروہوی ماہرعلوم روحانی کے علاوہ شاعر اور قطعہ نگار بھی تھے۔ کئی عشرے تک جنگ اخبار میں روزانہ ان کے قطعات شائع ہوتے رہے۔ ان کے قریباً بارہ شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اردو نثر میں بھی چند ایک کتابیں لکھیں۔ رئیس امروہوی مذہبی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ روحانی وروحی علوم کے ماہر تھے۔ انہوں نے زیادہ توجہ روحی علوم پر تحقیق اور ان کی تعلیم وترویج پر مرکوز کی۔ روحی علوم پر ذاتی تحقیقات کے علاوہ ان کی بین الاقوامی سطح پر ہونے والی تحقیقات پر بھی گہری نظر تھی۔ انہوں نے اپنی مذکورہ کتب میں ان تحقیقات کا ذکر کیا ہے اور ان پر مدلل انداز سے بحث و تبصرہ بھی پیش کیا ہے۔ انہیں نے اپنی مذکورہ بالا کتب میں روحی علوم پر لکھی گئی کئی ملکی وغیر ملکی کتب پر تحقیقی وتنقیدی تبصرہ بھی پیش کیا ہے۔ ان کی گراں قدر خدمات پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر سعید الحسن امروہوی نے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا جس پر ایم۔ جے۔ پی روہیل کھنڈ یونیورسٹی انڈیا نے سعید الحسن امروہوی کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی ہے۔

رئیس امروہوی خود ایک درویش تھے اور اعلیٰ صوفی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے روحی علوم کی تعلیم کے لیے ارتکازِ توجہ (مراقبات) کی مشقوں پر مشتمل ایک نصاب، نصاب تعمیر وتنظیم شخصیت (Self Cultural Training Course) مرتب کیا اور اس سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کی تربیت کی۔ انہوں نے اپنی کتب میں کئی مقامات پر مختلف حوالوں سے اس کورس کی افادیت کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ''لطیفۂ نفس کی بیداری کی بنیادی شرط استغراق ہے یعنی جب تک ہم ڈوب جانے کی کیفیت میں نہ آجائیں لطیفۂ نفس اپنی سرگرمیاں شروع نہیں کرتا۔ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ S.C.T کی مشقوں (نصاب تعمیر وتنظیم شخصیت) یعنی مشق تنفس نور، متبادل طرز تنفس، پاس انفاس، حبس انفاس، ارتکاز توجہ کی مشقوں (مراقبۂ نور، مراقبۂ مرگ، ماورائی مراقبہ، التسخیر، التجلی، البصیر، شمع بینی، سایہ بینی، ماہ بینی، آفتاب بینی اور تسخیر ہمزاد وغیرہ) سے بھی رفتہ رفتہ لطیفۂ نفس میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور آدمی حیرت انگیز معاملات سے دوچار ہوتا ہے۔ (31)
>
> ''وہم، خوف، بددلی، افسردگی اور کمتری کے احساس کا علاج نہ دوا سے ممکن ہے نہ غذا سے نہ دعا سے، صرف ان مشقوں کے ذریعے ممکن ہے۔ جو میں (نصاب تعمیر وتنظیم شخصیت کے سلسلے میں) تجویز کیا کرتا ہوں اور ان مشقوں کی مدت بھی کم سے کم چھ ماہ ورنہ اصولاً تین سال ہے۔ چوبیس گھنٹے میں صرف چند منٹ صبح وشام ان مشقوں میں صرف ہوتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ ذہنی مریض اندر سے بدلنے لگتا ہے اور بلاشبہ ''نیا آدمی'' بن جاتا ہے! (32)
>
> ''جہاں تک مجھے معلوم ہے اب تک نفسیاتی دواؤں کی طویل فہرست میں کوئی ایسی گولی موجود نہیں، جو وہم کی شدت کو کم کر سکے۔ طبی نقطۂ نظر سے وہم ایک سوداوی مرض ہے یعنی خون میں سودا کی زیادتی ہو جائے (جگر کا فعل خراب ہو) تو آدمی طرح طرح کے اوہام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یقیناً طب میں ایسی دوائیں موجود ہیں، جو سوداوی کیفیت کو دور کر کے انسان کو وہم اور شک سے نجات دلا سکتی ہیں (شک وہم ہی کی ابتدائی شکل ہے) لیکن سوداوی امراض بہت ضدی اور جان لیوا ہوتے ہیں۔ ایک آدھ مہینے میں شفایابی کی اُمید نہ رکھنی چاہیے۔ سالہا سال علاج کے بعد افاقہ ممکن ہے۔ کلاسیکی نفسیات میں اس جبری وہم (آب سیشنل نیوراسس) کا علاج تحلیل نفسی ہے۔ جس کی مدت فرائڈ کے بیان کے

مطابق تین سال سے کم نہیں۔ میں وہم کا علاج (S.C.T) (نصاب تعمیر وتنظیم شخصیت) کی مشقوں کے ذریعہ کرتا ہوں۔ (ان کی مدت بھی ایک سال سے کم نہیں) صبح وشام کی دس دس منٹ سانس کی مشق اور دوسری مشقیں کرنی پڑتی ہیں۔اور الحمدللہ بالعموم کامیابی نصیب ہوتی ہے۔انسان ایب نارمل کے بجائے رفتہ رفتہ نارمل بننے لگتا ہے۔رفتہ رفتہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کیونکہ نفسیات کی دنیا میں معجزے نہیں ہوا کرتے۔(33)

''......اے بی سی کی صحت کی خرابی، چڑچڑاپن، ہر چیز سے بیزاری، ایک تصور میں گم رہنا۔ انشاء اللہ یہ سب عارضی حالتیں ہیں (دل ودماغ کی) آخر کار اے۔بی۔سی کا حقیقت پسندانہ نقطہ نظر ابھرے گا۔شام کا وقت ان پر سخت گزرتا ہے اگر گزرتا ہے، یقیناً گزرتا ہوگا۔اگر وہ اس وقت خواہ مخواہ کی کوئی مصروفیت (مثلاً بچوں کی تعلیم یا اپنے حالات کے لحاظ سے کوئی اور مشغلہ اختیار کرلیں) تو بہتر ہے۔صبح جاگنے کے بعد فوراً مغرب کے وقت اور شب میں سونے سے قبل سانس کی مشقیں کرلیں۔یہ کرب یہ بے چینی یہ الجھن اور یہ اضطراب ایک روز میں ختم نہیں ہوگا۔رفتہ رفتہ وہ اپنے ذہن پر غالب آسکیں گی۔وہ جس تنویمی کیفیت میں مبتلا تھیں اور اب تک مبتلا ہیں وہ آہستہ آہستہ ختم ہوگی میرا بزرگانہ مشورہ یہ ہے کہ اپنی شخصیت کی جدید تعمیر کے لیے S.C.T کورس کرلیں۔''(34)

''برادرم!90فیصدی جنسی کمزوری صرف خیالی وہمی اور نفسیاتی ہوا کرتی ہے۔تم جس عادت میں مبتلا ہو، یہ عادت بے شمار لوگوں میں مشترک ہوتی ہے۔عادت کا تواتر یقیناً ایک خاص قسم کی کمزوری پیدا کردیتا ہے لیکن انسان اس طرح ناکارہ و نامراد نہیں ہوجاتا۔جنسی مریضوں کا (میری رائے یہ ہے کہ) نفسیاتی علاج ضرور کرانا چاہیے۔البتہ بعض دوائیں بحالیٔ قوت کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں مثلاً لبوب کبیر (طبی دوا) اور دوالمسک وغیرہ، بعض انجکشن بھی مفید ہوتے ہیں۔تاہم بنیادی طور پر یہ ذہنی مرض ہے اور اس احساس کمتری، کمزوری پر غالب آنے کے لیے نصاب تعمیر وتنظیم شخصیت (S.C.T) کی مشقیں بے حد مفید ثابت ہوتی ہیں۔''(35)

''......تم جذباتی ہیجان میں مبتلا ہو اور جوانی میں جذباتی ہیجان اتنا ہی فطری اور قدرتی ہے جتنا موسم گرما میں لُو چلنا! اگر تم تنفس نور اور خودنویسی کی مشقیں کرلو۔تو ان جذباتی ہیجان پر (جس کے سبب سر بھاری ہونے لگتا ہے۔حافظہ معطل ہو جاتا ہے، کتاب پڑھنے کو جی نہیں چاہتا) رفتہ رفتہ غالب آجاؤ گے۔(36)

''......اگر کوئی پیدائشی خرابی نہ ہو تو ہر شخص بھرپور جنسی زندگی بسر کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، میں خودلذتی کے مریضوں کو S.C.T کی مشقیں کرایا کرتا ہوں، تجربہ یہ ہے کہ انجام کار ان مشقوں کی بدولت آدمی میں (لڑکی ہو یا لڑکا) اتنی خود اعتمادی اور خودداری پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ اس پریشان کن عادت کو ترک کرسکے۔''(37)

''غم کا اظہار فقط آنسوؤں سے ہی نہیں ہوا کرتا، بسا اوقات قہقہوں سے بھی ہوتا ہے۔جذبۂ غم بے حد رنگا رنگ اور نوبہ نور ہوا کرتا ہے، ہر روز اس کی نئی شان ہوتی ہے۔اور ہر لحظہ نئی آن بان! ح۔خ! تم بہترین ''روحی معمولہ'' بن سکتی ہو اگر S.C.T کی مشقیں جن کا تعلق نصاب تعمیر وتنظیم شخصیت (سیلف کلچر ٹریننگ کورس) سے ہے۔صبح وشام دس دس منٹ کرنی پڑتی ہیں اور بذریعہ خط وکتابت رہنمائی اور نگرانی کرتا رہتا ہوں۔ان مشقوں سے تمہاری شخصیت کے وہ جوہر کھلیں گے کہ تم خود حیران رہ جاؤ گی۔''(38)

''اعتماد کی بحالی، خوداعتمادی کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے کیا کیا جائے۔اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ نصاب تعمیر وتنظیم شخصیت (یعنی سیلف کلچر ٹریننگ کورس کہ اس کا مخفف S.C.T ہے) کی تکمیل کرلی جائے۔نصاب تعمیر وتنظیم شخصیت چند مشقوں پر مشتمل ہے۔ان میں بعض سانس کی مشقیں ہیں۔یعنی سانس کو ایک خاص طریقے پر کھینچا، مقررہ مدت تک سینے میں روکا اور مخصوص طریقے سے خارج کیا جائے۔(میں نے اپنی کتاب ''لے سانس بھی آہستہ'' میں ان تمام مشقوں پر

تفصیلی گفتگو کی ہے) یا کسی ایک نقطہ (مثلاً شمع کی لو) پر پلکیں جھپکائے بغیر نظریں گاڑ دی جائیں۔''توجہات'' نامی کتاب میں آپ ''ارتکاز توجہ'' یعنی Concentration کے بارے میں بہت کچھ پڑھ سکتے ہیں اور جان سکتے ہیں۔

تیسری کتاب ''مراقبہ'' ہے۔ اس کا موضوع یہ ہے کہ ذہن کو کس طرح صرف ایک تصور پر مرکوز کر دیا جائے۔ ان عملیات سے ذہن کی از سرِ نو تربیت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ خود اعتمادی پیدا ہونے لگتی ہے۔ ذہن بھی ہماری قوت ارادی کا محکوم ہے جس طرح ہمارے ہاتھ پاؤں! میرے مضمون کا ایک اقتباس پڑھئے۔

ہر شخص ہر وقت تین حالتوں (مشاہدہ، مراقبہ اور مکاشفہ) میں سے کسی ایک حالت میں ہوتا ہے یا دیکھ رہا ہوتا ہے یا دیکھے ہوئے منظر کے بارے میں کچھ سوچ رہا ہوتا ہے یا سوچ کے نتیجے میں کسی نئی حقیقت سے دوچار ہوتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ مشاہدے، مراقبے اور مکاشفے کے بغیر ایک لمحہ بسر کر سکیں۔ کیونکہ ذہن کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ وہ یہ دیکھے، سوچے اور سمجھے! کوتاہی کیا ہے؟ کوتاہی یہ ہے کہ ہم باضابطہ سوچ (یعنی مراقبے) کی عادت نہیں ڈالتے۔ جس طرح انگلیوں کو ٹائپ کرنے اور پیروں کو سائیکل چلانے کا رفتہ رفتہ عادی بنایا جا سکتا ہے اسی طرح ذہن کو منظم سوچ بچار کی ٹریننگ دینے لگیں تو آپ رفتہ رفتہ محسوس کریں گے کہ حافظے کی قوت بہتر ہو رہی ہے۔ یادداشتیں نکھر رہی ہیں۔ تخیل تیز اور تصور روشن سے روشن تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ہماری تمام نفسیاتی اور جنسی الجھنیں (جلق ہی کو لے لیجئے) پیدا ہی اس لیے ہوتی ہیں کہ ہم نے ذہن کو بے ترتیب اور بے ترتیب چھوڑ دیا ہے۔ پھوہڑ ماں باپ کے بچے آوارہ ہو جاتے ہیں۔ یہی حال ذہن کا ہے۔ اگر آپ روزانہ چند منٹ ذہنی تربیت کی باقاعدہ کوشش نہ کریں گے تو وہ لامحالہ آوارہ اور انجام کار ناکارہ ہو جائے گا۔ آموزش یعنی سیکھنے کے عمل کے ذریعے ہم اپنی ذہنی افتاد کو بدل سکتے ہیں.....''(39)

''میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم بذریعہ خط مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ نفسیاتی علاج جھاڑ پھونک نہیں ہے کہ میں نے پھونک ماری اور تم صحت یاب ہو گئیں، میں نے دم کیا ہوا پانی پلایا اور تم ٹھیک ٹھاک ہو گئیں نہیں یہ ممکن نہیں، ہاں یہ ناممکن ہے۔''(40)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ:

- روحی دنیا میں داخل ہونے کے لیے، روحی صلاحیتوں کی بیداری کے لیے، جسمانی، ذہنی، نفسیاتی، جنسی اور اخلاقی عوارض سے چھٹکارا پانے کے لیے تعمیر و تنظیم شخصیت کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے سانس کی مشقوں اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے مدد لی جانی چاہیے۔
- اس نفسیاتی و روحانی علاج سے رفتہ رفتہ تبدیلی آتی ہے۔ خاطر خواہ تبدیلی کے لیے چھ ماہ سے لے کر تین سال کا عرصہ درکار ہے۔
- روحی دنیا کا محض لطیفۂ نفس سے تعلق ہے۔ روحانی دنیا کا تعلق لطائف ستہ (چھ لطائف) سے ہے۔ روحانی دنیا کے مقابلہ میں روحی دنیا کا دائرہ کار بہت محدود ہے۔
- سانس کی اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے لطیفۂ نفس میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اس سے خوابیدہ شخصی و روحی صلاحیتیں بیدار ہوتی اور نمو پاتی ہیں۔
- عزیزانِ من! رئیس صاحب کی تمام تحقیقات اور معالجات درست ہیں۔ وہ تزکیۂ نفس کے لیے صرف لطیفۂ نفس کی بیداری اور اصلاح ہی ضروری خیال کرتے تھے جبکہ قرآن و حدیث اور صوفیہ کے عملی تجربات و مشاہدات کے

مطابق لطیفۂ نفس کے ساتھ لطیفۂ قلب کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ میں ارشاد ہوا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جسے دل کہتے ہیں۔ یہ درست ہوتو تمام جسم درست ہوجاتا ہے۔ یہ خراب ہوتو تمام جسم خراب ہوجاتا ہے۔ گوشت کے اس لوتھڑے سے مراد 'دل' ہے۔ قلب کی اصلاح سے تمام روحانی، اخلاقی، ذہنی، نفسیاتی، جنسی، جذباتی اور جسمانی بیماریاں دور ہوجاتی ہیں۔ اصلاح پانے پر مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش بن جاتا ہے۔ لطیفۂ قلب کے ساتھ دیگر لطائف کی اصلاح و بیداری سے انسان، انسانِ کامل بن جاتا ہے۔ وہ خدا کا دستِ قدرت اور زبان بن جاتا ہے۔

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے (41)
خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے

رئیس صاحب کی تحقیقات سے آگاہ ہونے اور ان کی کتب کے تفصیلی مطالعہ سے قبل ہی بندہ عاجز فیضِ کامل کی بدولت تمام جسمانی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، جذباتی بیماریوں اور خرابیوں کی اصلاح کے سلسلہ میں روحانی طور پر کامل نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت (PSCT Course) سے آگاہ ہو چکا تھا۔ صوفیہ کرام اور اولیائے عظام کے صدیوں کے اور بندہ عاجز اپنے برسوں کے ذاتی تجربات و مشاہدات اور عوام الناس کے علاج معالجہ سے اخذ ہونے والے نتائج کے مطابق اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ رئیس صاحب کے طریقۂ علاج کی نسبت اس طریقۂ علاج سے تبدیلی اور اصلاح کا عمل بہت تیزی سے اور آسانی سے سرانجام پاتا ہے۔ اس طریقۂ علاج سے تمام لطائف بیدار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور معرفت کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔ تمام جسمانی، اخلاقی، روحانی، نفسیاتی، جنسی و جذباتی بیماریوں اور خرابیوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ اس راہ پر ہر سانس عبادت شمار ہوتا ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ روحیت کے بجائے روحانیت کو اپنایا جائے۔ اس سے دین، دنیا اور آخرت سب ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ انسان ذہنی، جسمانی، اخلاقی، روحانی، معاشی و سماجی ہر لحاظ سے متوازن نشوونما پاتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ یہ روحانی تعلیم و تربیت کا مکمل ترین ضابطۂ حیات ہے۔ دین اسلام میں دین اور دنیا کی تفریق نہیں۔ اس میں دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جسم، روح سے جدا نہیں۔ دین اسلام کے مطابق جسم کے تقاضے بھی پورے ہونے چاہئیں اور روح کے بھی۔ اس لیے کامیاب زندگی گزارنے کے لیے، تمام نفسیاتی، ذہنی، جذباتی، اخلاقی و روحانی مسائل کے حل کے لیے، اولیائے کاملین اور صوفیہ عظام کی راہ پر چلتے ہوئے روحانیت کا علم سیکھیں، نہ کہ روحیت کا۔

عزیزانِ من! یہاں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اپنی عملی زندگی کے آخری حصہ میں رئیس امروہی صاحب کو قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب عرفان حصہ اول اور حصہ دوم کے مطالعہ کا موقع ملا تو متاثر ہوئے۔ انہوں نے مراقبہ (حصہ دوم) کے صفحہ نمبر 225 تا 229ء پر کتاب ''عرفان'' کے حوالہ سے مراقبہ اسم ذات اور لطائف ستہ کا ذکر کیا ہے۔ صفحہ نمبر 227 پر حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک روحانی مشاہدہ و تجربہ کا ذکر کیا ہے۔ ان امور سے واضح ہوتا ہے کہ رئیس امروہوی بھی سانس اور ارتکازِ توجہ کی دیگر مشقوں کے بجائے تصور اسمِ ذات اور اسمِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائل ہو گئے تھے۔انہوں نے اپنے اس دور کے طلباء وطالبات کومراقبہ اسمِ ذات اور مراقبہ اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم بھی دی ہے جس سے شاندار نتائج مرتب ہوئے۔

8۔ بندہ عاجز نے آج تک تصوف اور روحانی علاج معالجہ کی جو کتابیں پڑھی ہیں ان میں صرف ورد اوراد، وظائف، تعویزات اور دم وغیرہ سے سحر وآسیب اور نظر بد کا علاج تجویز کیا گیا ہے۔ذہنی ونفسیاتی امراض،معاشی تنگدستی اور چند سماجی مسائل کے حل کے لیے بھی یہی طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔ عام طور پر ذہنی،نفسیاتی، جذباتی اور جنسی امراض کو روحانی علاج کے دائرہ کار سے باہر تصور کیا جاتا ہے۔اوران کے علاج کے لیے مراقبہ اور سانس کی مشقیں تجویز نہیں کی جاتیں۔

9۔ ماہرینِ نفسیات ومابعد النفسیات، ماہرین علوم روحی (ہپناٹزم،این ایل پی تکنیک، ریکی،سائنٹالوجی اورڈائناٹکس) سانس کی مشقوں اور ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے لوگوں کی روحی صلاحیتیں بیدار کر کے اور ان کے جسمانی و ذہنی، نفسیاتی، جذباتی اور جنسی مسائل حل کر کے انہیں دین اسلام اور اسلامی تصوف سے دور کر رہے ہیں۔ وہ انہیں خاموش حکمتِ عملی کے تحت بالواسطہ طور پر دہریت، لادینیت اور کفر وضلالت کے راستوں پر چلا رہے ہیں۔آپ ان کی کتابیں پڑھیں اوران کی ویب سائٹس پر جا کر دیکھیں۔ یوگا والے ہندوازم کی تعلیم دے رہے ہیں۔ڈائناٹیکس اور سائنٹالوجی والوں نے چرچ آف سائنٹالوجی بنا لیا ہے اور ان ذہنی علوم کی مذہب کے طور پر تعلیم دے رہے ہیں۔وہ اپنے فارغ التحصیل سٹوڈنٹس کو چرچ آف سائنٹالوجی کی طرف سے سرٹیفکیٹس دیتے ہیں۔آج کل ریکی ماسٹر کہلانا، ہپناٹسٹ کہلانا، ماہر نفسیات کہلانا عزت اور فخر کا باعث سمجھا جار ہا ہے۔ذہنی وروحی علوم کے ماہرین اسلامی تصوف کی تعلیمات اپنے انداز سے بیان کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہے ہیں۔مثلاً ایل رون ہبرڈ کی ڈائناٹکس اور سائنٹالوجی پر لکھی ہوئی کتابیں پڑھیں۔ان میں اسلامی تعلیمات دی گئی ہیں مگر لیبل اپنا لگایا گیا ہے۔ان کا شائع کردہ ایک کتابچہ ''خوشی کا راستہ'' میرے پیش نظر ہے۔ یہ کتابچہ چونسٹھ (64) صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں خوش رہنے کے گیارہ (11) اصول بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سب کے سب اصول، دین اسلام میں بیان کیے گئے ہیں۔اس کتابچے میں بیان کردہ اصول یہ ہیں:

1۔اپنا خیال رکھئے۔2۔اعتدال پسند بنئے۔3۔ بے راہ روی سے بچیں۔4۔ بچوں سے محبت کیجئے اوران کی مدد کیجئے۔5۔اپنے والدین کی مدد کریں۔6۔اچھی مثال قائم کیجئے۔7۔صداقت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں۔8۔قتل نہ کریں۔9۔کوئی غیر قانونی کام مت کریں۔10۔تمام لوگوں کے لیے بنائی ہوئی اور تمام لوگوں کے لیے کام کرنے والی حکومت کی حمایت کیجئے۔ 11۔کسی نیک نیت انسان کو نقصان نہ پہنچائیں۔ 12۔اپنے ماحول کی حفاظت کیجئے اور اسے بہتر بنائیے۔13۔ چوری نہ کریں۔14۔اعتماد کے قابل بنئے۔15۔اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔16۔ جفاکش بنئے۔17۔قابل بنئے۔18۔دوسروں کے مذہبی عقائد کا احترام کیجئے۔19۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوسرے آپ کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو آپ پسند نہیں کرتے تو آپ بھی کوشش کریں کہ دوسروں کے ساتھ ویسا سلوک نہ کریں۔20۔دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنے کی کوشش کیجئے جیسے سلوک کے

آپ ان سے طلبگار ہیں۔ 21۔ پھلیں پھولیں اور کامیاب ہوں۔

مندرجہ بالا تمام اصول عالمگیر اور آفاقی ہیں۔ تمام مذاہب انہی اصولوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ دین اسلام یہ اصول زیادہ واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ ایل رون ہبرڈ کسی مذہب کی نمائندگی نہیں کرتے۔ انہوں نے اور ان کے پیروکاروں نے ڈائناٹکس کو ایک مذہب کا درجہ دے رکھا ہے۔ اس طرح وہ دنیا کے تمام مذاہب کے لوگوں کو، مادیت پسند اور دہریت کے شکار لوگوں کو اپنے پلیٹ فارم پر اکٹھا کر رہے ہیں۔ اس کتابچہ کے بیک ٹائٹل پیج پر لکھی گئی تحریر ملاحظہ کریں۔ وہاں لکھا ہے: ''ہوسکتا ہے کہ یہ پہلا غیر مذہبی ضابطۂ اخلاق ہو جو سراسر فہم عامہ پر مبنی ہے۔ اسے ایل رون ہبرڈ نے ایک منفرد تحریر کے طور پر لکھا ہے اور یہ کسی مذہبی تعلیمات کا حصہ نہیں ہے.....'' (خوشی کا راستہ، بیک ٹائٹل پیج)

مزید آگے لکھا ہے کہ ''......اس کو ایک غیر مذہبی سرگرمی کے طور پر تقسیم کرنا قابلِ قبول ہے''۔

جائزہ لیں کہ ایل رون ہبرڈ لکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا اصول کسی مذہبی تعلیم کا حصہ نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ اپنی مذہبی نوعیت کی تعلیمات کو مذہب کے طور پر پیش کرنا نہیں چاہتے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ مذاہب سے بیزار لوگ ان کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں اور وہ غیر محسوس انداز سے ایک نیا مذہب رائج کردیں۔ دین اسلام میں اور دیگر مذاہب میں ان کے بیان کردہ مذکورہ بالا اصولوں کی ہی تعلیم دی گئی ہے۔ دین اسلام میں تو یہ اصول نہایت واضح، جامع اور اکمل طریقے سے پیش کیے گئے ہیں۔ ہر ایک اصول کے مفہوم سے متعلقہ واضح قرآنی آیات واحادیث موجود ہیں۔ مثلاً دوسرے اصول ''اعتدال پسند بنئے'' کے لیے حدیث پاک ہے کہ ''بہترین کام میانہ روی ہے''۔ چوتھے اور پانچویں اصول کے لیے حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ''وہ ہم میں سے نہیں جو بچوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔ آٹھویں اصول ''قتل نہ کریں'' پر غور کریں۔ دین اسلام میں ایک انسان کے قتل کو انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح انیسویں اور بیسویں اصول کے مطابق حدیث پاک ہے کہ دوسروں کے لیے وہی پسند کریں جو آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔

ایل رون ہبرڈ کی تحریریں پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی تعلیم وتحقیق کے مآخذات کا ذکر نہیں کرتے۔ انہوں نے ادیانِ عالم اور روحی علوم کا وسیع مطالعہ کیا ہے اور جو کچھ بھی اخذ وقبول کیا ہے اسے نئے انداز اور لیبل سے پیش کردیا ہے۔ انہوں نے اخلاقی تربیت کے علاوہ نفسیاتی اور روحی تربیت کے لیے بھی کورسز بنائے ہیں۔ میڈیا کے بھرپور استعمال کی وجہ سے ایل رون ہبرڈ کے مرتبہ ان علوم میں دلچسپی رکھنے والے افراد اور ان سے متعلقہ کورسز کے ماہرین امریکہ، یورپی ممالک اور پاکستان میں موجود ہیں۔ اس کتابچہ کے بیک ٹائٹل کے اندرونی حصہ پر اس کتابچہ کے لیے دیئے گئے مختلف ممالک کے سربراہان، گورنرز، میئرز اور ماہرین تعلیم کے تعریفی سرٹیفکیٹس کی نقول دی گئی ہیں اور ساتھ ہی درج ہے کہ:

- اب تک دنیا کے 90 ممالک کی 70 زبانوں میں اس کتاب کا ترجمہ کیا جاچکا ہے۔
- عالمی فلاحی تنظیم Red Cross نے ''خوشی کا راستہ'' کتابچہ کو استعمال کیا اور شاندار نتائج حاصل کیے۔

- حال ہی میں صدر وینزیویلا نے ''خوشی کا راستہ'' کو بحالی امن کے لیے سرکاری سطح پر استعمال کیا اور اس کے نتائج پر اعتماد کا اظہار کیا۔

مندرجہ بالا مندرجات کی تصدیق یا تردید تو تحقیق کے بعد ہی ہوسکتی ہے۔ تاہم، اس سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ غیر مسلم اسلامی تعلیمات سے متاثر ضرور ہیں۔ وہ اسلامی تعلیم اخذ وقبول کررہے ہیں مگر نئے لیبل کے ساتھ۔ اگر اسی کتابچہ پر واضح طور پر لکھا ہوتا کہ اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتابچہ ''خوشی کا راستہ'' تو اسلام دشمنی کی وجہ سے اسے کینہ پرور اہلِ مغرب کی طرف سے اس قدر پذیرائی نہ ملتی۔ یہ اہلِ مغرب کی علمی بددیانتی اور اخلاقی کمزوری ہے کہ دینِ اسلام کی تعلیمات، قرآنی آیات واحادیث مبارکہ کی دل ہی دل میں صداقت تسلیم تو کرتے ہیں مگر اس حقیقت کا اظہار کیے بغیر اپنے الفاظ میں، اپنے نام سے یہ باتیں متعارف کرارہے ہیں۔ صوفیہ شاندار علمی ورثہ کے مالک ہیں۔ ان کے پاس کامل واکمل روحانی علم ہے جس سے ہر طرح کا جسمانی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، ذہنی، جنسی وجذباتی مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے۔ اغیار ہمارے ہاں سے ہی حکمت کے یہ موتی چرا کر عزت، دولت اور شہرت کمارہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنے دیگر جائز وناجائز مقاصد پورے کررہے ہیں۔ ان کی ان کوششوں سے دیگر انسانوں کی طرح مسلمان بھی متاثر ہورہے ہیں۔ خصوصاً ہماری نوجوان نسل ان غیر اسلامی تحریکوں اور روحی، نفسیاتی ومابعدالنفسیاتی علوم کی ترویج کی وجہ سے دین اسلام اور تصوف (روحانی سائنس) سے دور ہورہی ہے۔ ہمارے علماء، صوفیہ اور حکومت کو چاہیے کہ دین اسلام اور اس کے روحانی پہلو یعنی علمِ تصوف کی تعلیم کا عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق، سائنسی طریقہ تعلیم، سائنسی طرزِ استدلال اور طرزِ تحقیق کے مطابق اہتمام کریں اور عوام الناس کو دہریت وگمراہی سے بچائیں۔

10۔ حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیقات، مشاہدات وتجربات پر مبنی اپنی کتابوں عرفان (حصہ اول) اور عرفان (حصہ دوم) میں یورپی سپر چوالزم پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ آپ نے عرفان حصہ اول میں صفحہ نمبر 115 پر مسمریزم، صفحہ نمبر 174 پر بلور بینی اور شمع بینی، صفحہ نمبر 297 پر ٹیلی پیتھی، صفحہ نمبر 298 پر کشف القلوب، صفحہ نمبر 352 تا صفحہ نمبر 368 پر حاضراتِ ارواح کے بارے میں تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش فرمایا ہے اور روحیت (سپر چوالزم) اور روحانیت (اسلامی سپر چوالزم، تصوف، روحانی سائنس) میں فرق واضح فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ نے عرفان حصہ دوم کے صفحہ نمبر 99 پر عمل تبدیلئ ہیئت، صفحہ نمبر 101 پر ناری مخلوق سے حاصل ہونے والے کشفِ جنونی اور سلب امراض، صفحہ نمبر 262 پر سائکومیٹری، صفحہ نمبر 274 پر اپورٹس کا ذکر فرمایا اور واضح فرمایا ہے کہ تمام روحی علوم (جادو، ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، سائکومیٹری، اپورٹس، حاضراتِ ارواح، وغیرہ) مغربیت زدہ، مادیت پسند اور جدید سائنسی علوم سے متاثر افراد کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کو تسلیم کر لیں۔ نیز ان تحقیقات سے حیات بعدالموت اور ارواح کے تصرفات کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ (42)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت وروحیت میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''باطنی ہمت، روحانی توفیق اور دل کی قوت اور طاقت بڑھانے کے لیے یک سوئی ویک جہتی یعنی اپنے تصور اور تفکر کو یکجا، متحد اور مجتمع کرنا نہایت ضروری اور لازمی امر ہے جس کو انگریزی میں کنسنٹریشن (CONCENTRATION)

کہتے ہیں۔اسی پرتمام روحانی ترقی کا دارومدار ہے اوراسی پرکل سلوکِ باطنی کا انحصار ہے۔نیز ایک کُلیہ قاعدے اور مسلمہ اصول کے مطابق خیالات اور تفکرات کا اتحاد اوراجتماع دل کی طاقت اور باطنی قوت کو بڑھانے کا موجب ہے اور خیالات کا انتشار دل کی کمزوری کا باعث ہے۔جیسا کہ لینز یعنی آتشی شیشہ میں سے جب کبھی آفتاب کی شعاعیں ایک نقطہ پرمجتمع ہوکر گذرنے لگتی ہیں تو اس میں اس قدر حدّت اورحرارت پیدا ہوجاتی ہے جس سے کپڑا وغیرہ جلنے لگتا ہے اور جب وہی شعاعیں منتشر کر کے اور پھیلا کر گذاری جائیں تو ان میں وہ حدت اورحرارت نہیں رہتی۔پس توحید اور وحدت کی طرف دل لگانا اس کی طاقت اورقوت کو گویا بڑھانا ہے اور عالمِ کثرت میں ڈالنا اس کی طاقت اورقوت کو ضائع کرنا اورکھونا ہے۔ قَوْلُهُ تَعَالٰی: ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ یوسف[12:39]''آیا مختلف اورمتفرق معبود قائم کرنا زیادہ بہتر ہے یا ایک اللہ تعالیٰ کی ذاتِ واحد قہار کو پوجنا''۔اسلام اوراسلامی تصوف تمام مذہبی اعمال اوردینی ارکان میں دل کی نیت اوراس کی یکسوئی اور یک جہتی پر زور دیتی ہے اوراسی کی تائید اورتاکید کرتی ہے۔اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی عمل کا ردّ،قبول اورنقص وصحت نیت پر منحصر ہے۔یعنی عمل کے وقت اگر دل کی نیت محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ عمل قابلِ قبول ہے اوراگر کسی عمل کی نیت دنیوی اورنفسانی اغراض کی طرف راجع اور مائل ہے تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں رد اور مردود ہے۔اسی لیے آیا ہے لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔یعنی نماز درست اورصحیح نہیں ہوتی جب تک نماز میں دل اللہ کے ساتھ حاضر نہ ہو۔اسی طرح جملہ اسلامی ارکان میں دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف مائل اورراجع ہونا لازمی اورضروری گردانا گیا ہے تاکہ ہر فعل اور ہر عمل میں دل اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف مائل اورراغب اوراس کے تصور اورتفکر،توجہ،توہم اورتصرف کو ذکراللہ اوراسمِ اللہ کے ایک ہی نکتہ اورمرکزِ توحید پر متحد اورمجتمع کرنے کا ذریعہ ہے۔دل اورقلب کی باطنی قوت اور روحانی طاقت بڑھانے کا باعث بھی یہی چیز ہے اور یہی اسلامی توحید کی غرض وغایت ہے اور یہی مذہبی اور روحانی تصور کا مرکز ہے جسے ریلیجیس کنسنٹریشن Religious Concentration کہہ سکتے ہیں۔برخلاف اس کے ہندو یوگ والے اورمسمریزم،ہپناٹزم اورسپرچولزم والے اپنا تصور اورتوجہ ایک نکتہ مفروضہ اورموہومہ پر جمانے اور باطنی طاقت بڑھانے کی مشق کیا کرتے ہیں۔اسلامی مذہب اور روحانیت کا مرکز تصور اسم اللہ ذات ہے جو کہ مبداء ومعادِ تمام کائنات اورمخلوقات ہے اورجس کا تعلق اورکنکشن مسمّٰی کی اس ذات لم یزل ولا یزال خالق وقادر بے مثل وبے مثال کے ساتھ ہوتا ہے۔لیکن یوگ اورمسمریزم کے طریقے میں ایک روشن چیز یا ایک تاریک مفروضہ نکتے کے تصور سے صاحبِ تصور اس چیز یا اپنے وجود سے باہر تجاوز نہیں کرسکتا۔اس ہندو یوگی اور یورپین مسمرسٹ اورسپرچولسٹ کا معاملہ عالمِ ناسوت کے ادنیٰ اورسفلی مقام تک محدود رہ جاتا ہے اورصاحب تصور اسم اللہ ذات کی ترقی کا میدان بہت وسیع،لازوال اورلامحدود ہے۔مذہبِ اسلام اوراسلامی تصوف کا سب سے اہم اورضروری رکن کلمۂ طیب ہے جس کے پڑھے بغیر نہ انسان مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ اسکے ذکر کی کثرت کے بغیر راہِ سلوک طے ہوسکتی ہے۔اس کلمہ طیّب کے ذکر نفی اثبات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں بھی یہی راز مضمر ہے کہ عالمِ کثرت کے سب باطل معبودوں اور جملہ عارضی مقصودوں اورتمام فانی موجودوں کو دل سے نکال کر ان کی نفی کردی جائے اور ایک اصلی حقیقی حی قیّوم معبودِ برحق کے ذکر اورخیال کو دل میں ثابت اورقائم رکھا جائے۔یہی اصلِ کار اوراسی پر تمام مذہب و روحانیت کا دارومدار ہے۔''(43)

''یورپ کے علماء مادیین اورمغرب کے اہلِ سائنس واہلِ فلسفہ محققین نے سالہا سال کی تلاش وتحقیق اورعرصۂ دراز کے غوروفکر کے بعد جس ادنیٰ قریب کی ناسوتی باطنی شخصیت کا ابھی صرف پتہ لگایا ہے اور اسے معلوم اورمحسوس کیا ہے ہمارے سلف صالحین اورفقرا کاملین نے ان لطیف معنوی شخصیتوں کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم کیا ہوا ہے اورایک سے ایک

اعلیٰ اورارفع سات شخصیتوں کو اپنے وجود میں زندہ اور بیدار کر کے ان کے ذریعے وہ حیرت انگیز روحانی کشف وکرامات ظاہر کیے ہیں کہ اگر اہلِ سائنس اور اہلِ فلسفہ جدید کو اس کا شمہ بھی معلوم ہو جائے تو وہ مادے کی تمام خاک رانی کو خیر باد کہہ کر روحانیت کی طرف دوڑ پڑیں اور دنیا کے تمام کام کاج چھوڑ کر اسی ضروری، نوری اور حضوری علم میں دن رات محو اور منہمک ہو جائیں۔ یہ ادنیٰ باطنی شخصیت جس کا ابھی حال ہی میں اہلِ یورپ کو پتہ لگا ہے تصوف اور اہلِ سلوک کی اصطلاح میں اسے لطیفۂ نفس کہتے ہیں۔ یہ لطیفہ ہر انسان کے اندر خام ناتمام حالت میں موجود ہے۔ اسی ابتدائی باطنی جثّے کے ذریعے انسان خواب کی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ نفس کا یہ لطیفہ جسدِ عنصری کو لباس کی طرح اوڑھے ہوئے ہے۔ اس جثّے کا عالم ناسوت ہے۔ جن، شیاطین اور سفلی ارواح اس مقام میں رہتی ہیں۔ پرانے زمانے کے جادوگر اور کاہن اسی ادنیٰ شخصیتِ نفس کے طفیل جادو اور کہانت کے کرشمے دکھایا کرتے تھے اور لوگوں کو غیب کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ یورپ میں آج کل کے مسمریزم، ہپناٹزم، اور سپر چولزم کے تمام حیرت انگیز کرشموں اور عجیب کارناموں کا سرچشمہ بھی یہی لطیفۂ نفس ہے۔(44)

ان علوم سے نوری و ناری دونوں طرح کی مخلوق کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ روحیت کے قائل افراد ناری مخلوق کے قائل اور اس سے متاثر ہوتے ہیں جبکہ روحانیت کے قائل نوری مخلوق سے فائدہ اور مدد حاصل کرتے ہیں۔ اہلِ روحانیت حق کے علمبردار ہیں اور ان کا مقصدِ حیات خلقِ خدا کو فیض اور نفع پہنچانا ہوتا ہے۔(45)

عزیزانِ من! انبیاء و اولیاء کی اسلامی سپر چوالزم (روحانیت) اور اہلِ باطل کی سفلی سپر چوالزم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ روحانیت باخدا لوگوں کا علم ہے۔ روحانیت کے حصول کے لیے باخدا ہونا ضروری ہے۔ روحیت کے لیے باخدا ہونا ضروری نہیں۔ ہر کس و ناکس ارتکازِ توجہ کی مشقوں سے روحیت کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ بعض لوگوں میں یہ صلاحیت کسی شدید جذباتی حادثے یا ذہنی وجسمانی صدمے کے سبب خود بخود ابھر آتی ہیں۔ حساس، نازک مزاج اور ذہین افراد میں یہ صلاحیت جلد بیدار ہو جاتی ہے۔ فاسق و فاجر آدمی بھی ارتکازِ توجہ کی مشقوں پر عمل کر کے روحیت کی صلاحیت حاصل کر سکتا ہے۔ روحیت کے لیے نہ مذہبی شعائر کی پابندی ضروری ہے، نہ خوش عقیدگی کی! جادو، ہپناٹزم، مسمریزم کا تعلق بھی روحیت سے ہی ہے۔(46)

اسی طرح عجمی تصوف، ایرانی تصوف، یونانی تصوف اور مسیحی تصوف بھی روحیت کی مختلف اشکال ہیں۔ روحانیت کی اساس عقائد و اعمالِ صالحہ پر ہے جبکہ روحیت کا عقائد و اعمالِ صالحہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا محض انسانی تصور کی قوت اور سفلی اعمال سے تعلق ہے۔ روحانیت سے کرامت اور کشف کا ظہور ہوتا ہے۔ روحیت سے استدراج کا ظہور ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت و روحیت میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے برادر! غور سے سُن کہ خرق عادات دو قسم پر ہیں:-

نوع اول وہ علوم و معارف الٰہی جل شانہٗ ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ عقل کے ماسوائے اور متعارف معتاد کے برخلاف ہیں۔ جن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو ممتاز کرتا ہے۔

نوع دوم مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

نوع اول اہلِ حق اور اربابِ معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع ثانی محقق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے میں شامل ہے کیونکہ استدراج والوں کو بھی نوع ثانی حاصل ہے۔

نوع اول حق تعالیٰ کے نزدیک شرافت واعتبار رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کو اپنے دوستوں ہی سے مخصوص کیا ہے اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا۔ اور نوعِ دوم عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے۔ اور ان کی نظروں میں بہت معزز ومحترم ہے۔ یہی باتیں اگر استدراج والوں سے ظاہر ہوں تو عجب نہیں کہ نادانی کے باعث اس کی پرستش کرنے لگ جائیں اور رطب ویابس پر کہ ان کو تکلیف دے اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں۔ بلکہ محجوب نوعِ اول کو خوارق وکرامت سے نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک خوارق نوعِ دوم میں منحصر ہیں۔ اور کرامات ان محجوبوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کے کشف اور پوشیدہ چیزوں کی خبر دینے پر مخصوص ہیں۔ یہ لوگ عجب بیوقوف ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کونسی شرافت وکرامت حاصل ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس بات کے لائق ہے کہ جہالت سے بدل جائے تا کہ مخلوقات اور ان کے احوال بھول جائیں۔ وہ حق تعالیٰ کی معرفت ہی ہے جو شرافت وکرامت اور اعزاز واحترام کے لائق ہے۔ ؎

پری نہفتہ رُو و دیو در کرشمہ و ناز　　بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

چھپائے رُخ کو پری اور دیو ناز کرے　　الٹ معاملہ سُن کر بجا نہ ہوش رہے (47)

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہلِ روحانیت صرف ذکرِ قلبی اور ذکرِ ذات میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ روحی مظاہر اور کشف وکرامات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ دنیا دار لوگ اکثر حق تعالیٰ سے دور اور دنیا میں ہمہ تن مشغول ہوتے ہیں۔ یہ اِن لوگوں کو بزرگ مانتے ہیں جو غائبانہ احوال کی خبریں دیں۔ یہ نادانی کے باعث ایسے لوگوں کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ اُن کے مطیع اور فرمانبردار بن جاتے ہیں اور ان کی بے حد عزت کرتے ہیں۔ یہ لوگ کرامات واستدراجات میں فرق نہیں سمجھ پاتے۔ یہ اس امرِ حقیقی سے آگاہ نہیں ہوتے کہ روحی علوم کے حامل افراد حق تعالیٰ اور اس کے قرب سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ اس میں مسلمان، عیسائی، یہودی اور باقی گروہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کی اور ان کے اعمال کی کوئی قدر وقیمت اور وقعت نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال سے تعلق رکھنے والا علم (علمِ روحانیت) اور اہلِ روحانیت ہی حق تعالیٰ کے نزدیک اعزاز واحترام کے لائق ہیں۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرّہٗ اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں کہ تمام روئے زمین اور عالمِ ناسوت کی منازل اور مراتب مقاماتِ صغیرہ کہلاتے ہیں اور سات آسمان اور عرش وکرسی اور لوح وقلم مقاماتِ کبیرہ کہلاتے ہیں۔ فقیر کے لیے مقاماتِ صغیرہ اور مقاماتِ کبیرہ کی طیر سیر کرنی گویا گناہِ صغیرہ اور کبیرہ کی مانند ہے۔ فقیر محض اللہ تعالیٰ کے جمالِ لایزال کے متوالے اور اس کی شمع جلال کے پروانے ہوتے ہیں۔ وہ بغیر دیدارِ پروردگار غیر کی طرف التفات کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ (48)

اہلِ حق کے نزدیک روحیت اور روحی مظاہر کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اسی لیے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِذَا رَاَیْتَ رَجُلاً یَّطِیْرُ فِی الْھَوَآءِ وَیَمْشِیْ عَلَی الْمَاءِ وَتَرَکَ سُنَّةً مِّنْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاضْرِبْہُ بِالنَّعْلَیْنِ فَاِنَّہٗ شَیْطَانٌ وَّمَا صَدَرَ مِنْہُ فَھُوَ مَکْرٌ وَّاِسْتِدْرَاجٌ۔ ترجمہ: ’’جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ ہوا میں اڑتا ہے اور پانی پر چلتا ہے درآں حالیکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کا تارک ہو تو بلا تامل اسے جوتوں سے مار کیونکہ وہ شیطان ہے اور جو کچھ اس سے صادر اور ظاہر ہو رہا ہے وہ مکر اور استدراج ہے‘‘۔

مردِ درویش بے شریعت اگر　　پرد بر ہوا مگس باشد

درچوں کشتی رواں شود بر آب اعتمادش مکن کہ خس باشد (زکریارازیؒ)

اگر مرد درویش شریعت مطہرہ کی پیروی کے بغیر ہوا پر بھی اڑے تو وہ ایک مکھی ہے۔ اگر کشتی کی طرح پانی پر چلنا شروع کرے تو اس کا اعتماد نہ کر۔ یہ عمل ایک تنکے کے برابر ہے۔(49)

روحیت کے دلدادہ افراد (ہندو یوگی، مسمرسٹس، ہپناٹسٹس، سپرچوالسٹس) شمع بینی، آئینہ بینی، قمر بینی وغیرہ سے اپنی روحی صلاحیتیں بڑھاتے ہیں۔ اس ناری طریقہ سے وہ لطیفۂ نفس بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لطیفہ کے بیدار ہونے سے وہ عالم ناسوت میں تصرف حاصل کرتے ہیں۔ جنات، شیاطین اور سفلی ارواح ان کی ہمنشین، مددگار اور ساتھی بن جاتی ہیں۔ اہلِ روحیت کا معاملہ عالمِ ناسوت کے ادنیٰ اور سفلی مقام تک محدود رہ جاتا ہے۔ وہ بے شمار سفلی شعبدے اور ناسوتی کرشمے دکھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض صورتوں میں وہ جنات، شیاطین اور سفلی ارواح سے اتحاد پیدا کر کے وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو یہ سفلی مخلوقات کر سکتی ہیں۔ وہ پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑ سکتا ہے۔ پانی پر چل سکتا ہے۔ آگ میں سے گزر سکتا ہے۔ نہایت کم وقت میں بہت طویل فاصلے طے کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ ایسا شخص قعرِ مذلّت میں گرتے گرتے اسفل السافلین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

عقائد صالحہ اور اعمالِ صالحہ کا حامل فرد ہر وقت اسمِ ذات اور اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصور میں گم رہتا ہے۔ اس توجہ اور یکسوئی کی بدولت اس کا ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روحانی رشتہ و تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی بدولت رفتہ رفتہ اس کے تمام لطائف بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ بفضلِ تعالیٰ اعلیٰ علییّن کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

تزکیۂ نفس سے مراد اخلاقِ رذیلہ (کبر، حسد، بغض، عناد وغیرہ) سے چھٹکارا پانا اور اخلاقِ حسنہ (عجز و انکسار، حُبِّ باہمی، توکل، قناعت پسندی وغیرہ) سے متصف ہونا ہے۔ تزکیۂ نفس سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے یعنی تصفیۂ قلب ہوتا ہے۔ تصفیۂ قلب سے تصفیۂ باطن ہوتا ہے۔ اس طرح انسان کو پہلے فلاحِ تقویٰ اور بعد میں فلاحِ احسان حاصل ہو جاتی ہے۔ فلاحِ تقویٰ سے مراد پرہیزگاری اور تقویٰ کی بدولت فلاح پانا ہے۔ فلاحِ احسان سے مراد مرتبۂ احسان پر فائز ہونا ہے۔ یعنی خود کو ذاتِ باری تعالیٰ کے قرب و معیّت میں پانا ہے۔ حدیث جبریلؑ میں دونوں اقسام کی فلاح کا ذکر ہے۔

> ''حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز آپؐ کی مجلس میں حاضر تھے کہ اس اثنا میں ایک شخص، جس کے کپڑے بہت سفید اور سر کے بال نہایت کالے تھے اور جس پر سفر کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی اسے ہم میں سے کوئی پہچانتا تھا' آیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا کر اور اپنے دونوں ہاتھ آپؐ کی رانوں پر رکھ کر (نہایت بے تکلفی سے) بیٹھ گیا' اور پوچھا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اسلام کے بارے میں بتاؤ۔ آپؐ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ کے رسول ہیں' اور تو نماز قائم کرے' زکوٰۃ ادا کرے' رمضان کے روزے رکھے اور استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کرے۔ اس نے کہا: آپؐ نے درست کہا۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ (یہ شخص) سوال بھی پوچھتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ اُس نے پھر کہا: بتاؤ کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر' قیامت کے دن پر' اور اس بات پر کہ اچھی بری تقدیر اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے' ایمان لائے۔ اس نے کہا: آپؐ نے درست فرمایا۔ پھر پوچھا: احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو خدا کی اس طرح عبادت کرے گویا تو خدا کو دیکھ

رہا ہے، پس اگر تو خدا کو نہیں دیکھ رہا تو خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔اس نے پھر پوچھا: قیامت کے متعلق مجھے کچھ بتاؤ۔آپؐ نے فرمایا: مسئول عنہ (آپؐ) سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔اس نے پھر سوال کیا: اس کی علامت ہی بتایئے۔(آپؐ نے علامتیں بتائیں۔) آپؐ نے فرمایا: وہ جبریلؑ تھے، جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔''(50)

جب کوئی مسلمان شرعی احکامات کے مطابق برے کاموں سے بچے اور نیک کام کرے تو اسے فلاحِ تقویٰ حاصل ہو جاتی ہے۔جب وہ شیخِ کامل کی رہنمائی میں بھرپور مجاہدہ کرے تو بفضلِ تعالیٰ اسے فلاحِ احسان حاصل ہو جاتی ہے۔فلاحِ تقویٰ بلاشبہ فلاح ہے۔فلاحِ احسان، فلاحِ تقویٰ سے افضل ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ النساء[4:31]

اگر تم کبیرہ گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے بچتے رہو تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل فرما دیں گے ○

اہلِ تقویٰ اور اہلِ احسان دونوں کو قرب و معیّت نصیب ہوتے ہیں۔تاہم قرب و معیّت کے لحاظ سے اہلِ احسان کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿١٢٨﴾ النحل[16:128]

بیشک اللہ اُن لوگوں کو اپنی معیتِ (خاص) سے نوازتا ہے جو صاحبانِ تقویٰ ہوں اور وہ لوگ جو صاحبانِ احسان (بھی) ہوں ○

فلاحِ احسان کے لیے مرشدِ خاص اور شیخِ ایصال کے ہاتھ پر بیعتِ ارادت ضروری ہے نہ کہ بیعتِ برکت کی۔اس راہ پر محض زہد و تقویٰ اور مجاہدوں سے کام نہیں چلتا بلکہ مرشدِ خاص کی سرپرستی، مدد اور رہنمائی ضروری ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾ المائدۃ[5:35]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ ○

ارشاد ہوا ہے کہ فلاحِ احسان حاصل کرنے کے لیے پہلے فلاحِ تقویٰ حاصل کرو، مرشدِ خاص کا وسیلہ ڈھونڈو۔اس کے بعد مرشدِ خاص کی سرپرستی میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاحِ احسان پاؤ۔

.....اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ المجادلۃ[58:19]

جان لو کہ بے شک شیطانی گروہ کے لوگ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

.....اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٢٢﴾ المجادلۃ[58:22]

یاد رکھو! بے شک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

جب مسلمان راہِ فلاح پر گامزن ہوتا ہے تو اس کے فکر و عمل میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کی طرح، اس کے افکار و خیالات، محسوسات و جذبات بھی لطافت و کثافت رکھتے ہیں۔حرص سے مراد طمع اور لالچ ہے۔مال و دولت اور دنیاوی جاہ و مرتبہ کا حرص منفی قدر رکھتا ہے، مذموم ہے جبکہ خدمتِ خلق، فلاحِ انسانی، حصولِ علم و عرفان اور حصولِ ہدایت و بخشش کے جذبات مثبت قدر رکھتے ہیں اور محمود جذبات ہیں۔جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

بارے میں آیا ہے:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲۸﴾

التوبۃ[9:128]

بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں ○

مکر سے مراد فریب اور دھوکہ دینا ہے۔ اس لحاظ سے یہ جذبہ منفی قدر کا حامل ہے۔ مکر سے مراد خفیہ تدبیر بھی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

وَمَكَرُوۡا وَمَكَرَ اللّٰهُ ‌ؕ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمٰكِرِيۡنَ ﴿۵۴﴾ العمران[3:54]

پھر (یہودی) کافروں نے (عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے) خفیہ سازش کی اور اللہ نے (عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لیے) مخفی

تدبیر فرمائی، اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر فرمانے والا ہے ○

دنیادار کا جنسی جذبہ، حیوانی جذبات کی طرح تسکینِ نفس وعیش پرستی کا سامان ہے۔ جب کہ انبیاء کا جنسی جذبہ نہایت پاکیزہ، مقدس اور انتہائی لطافت کا حامل ہے۔ جس قدر کوئی اعلیٰ شخصیت ہوگی اسی قدر اس کے افکار وخیالات، محسوسات وجذبات لطیف واعلیٰ ہوں گے۔ کثیف خیالات کے حامل افراد اعلیٰ ظرف افراد کے جذبات واحساسات کی لطافت سے آگاہ نہیں ہوسکتے۔ اس لیے اہلِ یورپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعددِ ازدواج کے معاملات پر اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ نفس اور شیطان کے بندے ہیں۔ اخلاق باختہ لوگ ہیں۔ ان کے درمیان ماں بیٹے، باپ بیٹی، بہن بھائی کے رشتوں میں تقدس قائم نہیں رہا۔ جو لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں وہ رفعتِ انسانی سے کس طرح باخبر اور آگاہ ہوسکتے ہیں۔

جنسی جذبہ کا انسان کی روحانیت سے بھی تعلق ہے اور نفسانیت سے بھی۔ اعلیٰ روحانیت کے حامل افراد کا جنسی جذبہ بھی ان کی روحانیت کے مطابق اعلیٰ اور لطیف ہوتا ہے۔ دنیادار نفس کے بندے کا جنسی جذبہ بھی اس کے درجۂ نفسانیت اور رتبۂ شیطانیت کے مطابق کثیف ہوتا ہے۔ ع

فرق است مابین ابوجہل ومحمدؐ

نفسانی لوگ سب کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ انہیں انبیاء واولیاء بھی اپنے جیسے نظر آتے ہیں۔ چیونٹی رازِ سلیمان کیا سمجھے۔ اک قطرہ سمندر کیا جانے۔ ہمارے علماء فقط اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جنسی جذبہ کا مقصد صرف طلب وحصولِ اولاد ہے۔ حالانکہ یہ کثیر پہلوی اور کثیر المقاصد جذبہ ہے۔ جنت میں داخل ہونے والے مختلف درجے کی روحانی لطافت کے حامل ہوں گے۔ وہاں جنسی جذبہ کی تسکین کے لطیف ترین ذرائع، پاک صاف بیویاں اور حوریں ہوں گی۔ کیا وہاں بھی اس جذبہ کا مقصد حصولِ اولاد ہوگا؟ ہرگز نہیں، وہاں اس کا مقصد صرف روحانی، قلبی وذہنی تسکین حاصل کرنا اور لطف واطمینان حاصل کرنا ہوگا۔ اسی طرح اِس دنیا میں بھی شادی صرف جنسی تسکین کے لیے نہیں کی جاتی۔ اس سے مقصود نفسیاتی، روحانی اور ذہنی تسکین کا حصول بھی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اعلیٰ ظرف انسان کے خیالات ومحسوسات اور جذبات اس کے تزکیۂ نفس کے ساتھ لطیف سے لطیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ انسان اعلیٰ علیین کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے۔ اسی طرح دنیادار انسان کے خیالات و محسوسات اور جذبات کثیف سے کثیف تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسفل السافلین کے مقام تک جا پہنچتا ہے۔ (معاذ اللہ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہادی ومرشد ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

..... يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ..... الاعراف[7:158]

اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں۔

دین اسلام سب کو دعوتِ فکر وعمل دیتا ہے۔ قرآنی تعلیمات تمام انسانوں کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لیے خصوصاً ہیں۔ اسلامی تصوف (روحانی سائنس، روحانیت) روحِ دین ہے۔ اس کی تعلیمات قرآن وسنت کی نصوصِ صریحہ پر مبنی ہیں۔ اسے چھوڑ کر منکرینِ حق اور مدعیانِ باطل کی آراء وافکار کی پیروی مسلمان کے لیے کسی طرح روا نہیں۔ جیسا کہ ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ الاعراف[7:3]

(اے لوگو!) تم اس (قرآن) کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے اور اس کے غیروں میں سے (باطل حاکموں اور) دوستوں کے پیچھے مت چلو، تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۝

اس لئے دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان راہِ حق پر ہی گامزن ہو۔ آئندہ صفحات پر اہلِ حق کا سلوکِ روحانی بیان کیا جائے گا۔ روحانیت و روحیت کے دلدادہ تمام انسانوں کو بلا امتیاز مذہب و ملت دعوتِ عامہ ہے کہ وہ اس بیان کردہ سلوکِ روحانی پر عمل کر کے دیکھیں۔ اس کی بدولت بدنصیب، خوش نصیب ہوجائے گا۔ کفر و گمراہی کے اندھیرے دور ہوں گے۔ ایمان و ایقان کی دولت نصیب ہوگی۔ ہر طرح کی مادی و روحانی، ذہنی و جسمانی، جذباتی و نفسیاتی، سماجی و معاشی نشوونما و ترقی ہوگی اور آسودگی حاصل ہوگی۔ یقینِ محکم کے ساتھ اس وادیٔ حیرت میں قدم رکھیں۔ ان شاء اللہ حقائق منکشف ہوں گے۔ ادیانِ باطلہ کی حقیقت منکشف ہوجائے گی۔ روحی علوم کی نارسائی آشکار ہوجائے گی۔ ایسا سب کچھ تمہارے

باطن میں تبدیلی سے ہوگا۔ تبدیلی اندر سے آئے گی۔ تمہارے قلب واذہان جب نورِ الٰہی سے منور ہوں گے تو ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ یہ پیغامِ حق ہے اس پر غور کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝٥ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝٦ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝٧ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝٨ التین [95:1-8]

انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم ○ اور سینا کے (پہاڑ) طور کی قسم ○ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم ○ بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے ○ پھر ہم نے اسے پست سے پست تر حالت میں لوٹا دیا ○ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا (دائمی) اجر ہے ○ پھر اس کے بعد کون ہے جو آپ کو دین (یا قیامت اور جزا و سزا) کے بارے میں جھٹلاتا ہے ○ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے ○ وما علینا الا البلاغ

روحی علوم

(تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

قوتِ تخیل:۔ ہم جو بھی کام کرتے ہیں ہمیشہ تخیل کے زیرِ اثر کرتے ہیں۔ہم اپنی سوچ،تخیل اور فکر کے زیرِ اثر کٹھ پتلیوں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ہم اسی وقت کٹھ پتلی بننے سے باز رہ سکتے ہیں جب ہم اپنے تخیل کی رہنمائی کرنا سیکھ لیں۔اس کے لیے ہمیں اپنے ذہن میں آنے والے والے مختلف خیالات کا تجزیہ کرنا ہوگا۔اچھے اور برے خیالات میں تمیز کرنا ہوگی۔خیال کی قوت سے اوراس قوت سے کام لینے کے طریقوں سے آگاہ ہونا ہوگا۔یہ سمجھنا ہوگا کہ مختلف قسم کے خیالات کیسے پیدا ہوتے ہیں۔خیالات پیدا ہونے کے اچھے برے ذرائع کون سے ہیں۔برے خیالات کے منفی اثرات سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔اچھے خیالات کوکس طرح عملی روپ دے سکتے ہیں۔ہمیں حقیقی فکری وعملی آزادی حاصل کرنے کے لیے،نفس، شیطان اور دیگر ظاہری وباطنی محرکات سے نجات پانے کے لیے اپنے تخیل (فکروسوچ) کی رہنمائی کرنا سیکھنا ہوگی۔

تخیل بے لگام،سرکش گھوڑے کی مانند ہے جو اپنے کمزور،بے بس سوار کو جہاں چاہے لے جائے اوراس کو کسی کھائی میں گرا کراس کی زندگی کا خاتمہ کردے۔اگر سوار سرکش گھوڑے کو سدھار لے تو وہ اس کی تباہ کن سرکشی سے نجات پاسکتا ہے اوراسے اپنی مرضی سے جہاں چاہے لے جاسکتا ہے۔

تخیل کوطوفانی دھارے سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے جو اپنی زد میں آنے والے کسی بھی شخص کو بہالے جاتا ہے اور ہلاک کردیتا ہے خواہ وہ کنارے تک پہنچنے کی کتنی ہی کوشش کرے۔اگر انسان اپنے علم،عقل،حکمت اوروسائل سے بھرپور کام لیتے ہوئے اس طوفان کارخ موڑ دے اوراس پرقابو پالے تو وہ اس کی قوت کوحرکت،حرارت اوربجلی میں تبدیل کرسکتا ہے۔

جس طرح ہم طوفان اور بے سدھے گھوڑے پرقابو پاسکتے ہیں اسی طرح اپنے تخیل پر بھی قابو پاسکتے ہیں اوراس کی رہنمائی کرسکتے ہیں۔اس کا طریقہ بہت آسان ہے۔اپنے تخیل پرتصرف حاصل کرنے کا طریقہ سمجھنے سے پہلے،یقینی طور پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک خیال خودکوعمل میں ڈھالنے کی طاقت رکھتا ہے۔اس کے لیے درج ذیل تجربے سے مدد مل سکتی ہے:

1۔ سفید کاغذ کا ایک ٹکڑا لیجئے اوراس پر پانچ انچ نصف قطر کا دائرہ بنائیے۔

2۔ اس پر دوخطوط اب اور ج د کھینچئے،جو زاویہ قائمہ پر ہوں اور''ہ'' کے مقام پرایک دوسرے کوکاٹیں۔خطوط جتنے واضح ہوں گے اتنا ہی بہتر ہوگا۔یہ خطوط روشنائی سے اورجلی قلم سے بنائے جائیں۔

3۔ قریباً آٹھ انچ لمبا سوتی دھاگا لیں۔دھاگے کے سرے پر بھاری دھات کا ایک بٹن باندھ دیجئے یا یہ دھاگہ کسی درمیانے سائز کی سوئی میں پرولیں۔

4۔ کاغذ کومیز پراس طرح رکھئے کہ قطر'اب' افقی اور'ج د'عمودی نظر آئے۔میز کے سامنے سیدھے کھڑے ہوجائیے۔

دھاگے کو دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑیے۔سوئی یا بٹن نقطہ'ہ' کے اوپر لٹک رہا ہو۔یہ احتیاط رکھیے کہ کہنیاں کسی طرف دبنے نہ پائیں۔

5۔ اب خط کو دیکھیے،اس کے متعلق خیال کیجئے اور ایک طرف سے دوسری طرف اپنی نگاہ دوڑائیے۔جس خط کے متعلق آپ سوچ رہے ہوں گے فوراً بٹن اس کے ساتھ حرکت کرنے لگے گا۔آپ کا ذہن جتنی آسانی کے ساتھ خط کے خیال پر جما رہے گا اتنی ہی تیز اس کی حرکت ہوگی۔لٹکن (پنڈولم) کو ٹھہرانے کی آپ کی کوشش ''الٹی کوشش'' کے قانون کو عمل میں لے آئے گی اور اس کی حرکات مزید نمایاں ہوجائیں گی۔

6۔ اب اپنی نگاہ 'ج د' خط پر جمائیے۔بٹن بتدریج اپنی حرکت کی سمت بدلے گا اور 'ج د' کی سمت اختیار کرلے گا۔اس کو چند لمحوں تک اس طرح حرکت کرنے دیجئے اور پھر اپنی توجہ دائرے پر منعطف کیجئے۔دائرے کے گرد نگاہیں دوڑائیے۔ایک بار پھر جھولتی ہوئی سوئی یا جھولتا ہوا بٹن آپ کی پیروی کرے گا۔آپ کے خیال کے مطابق یہ گھڑی کی سوئیوں کی یا اس کے برعکس سمت اختیار کرے گا۔تھوڑی مشق کے بعد آپ کم از کم آٹھ انچ قطر کے ساتھ دائرہ نما جنبش پیدا کرلیں گے۔لیکن آپ کی کامیابی قطعی طور پر آپ کے خیال اور بٹن یا سوئی کو ٹھہرانے کی آپ کی کوشش کے تناسب سے ہوگی۔
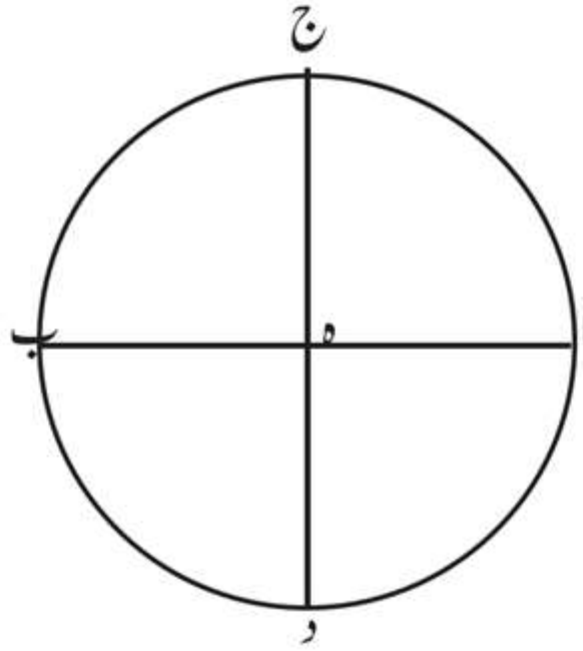
7۔ آخر میں نقطہ 'ہ' کے متعلق سوچیے۔بتدریج جنبش کا حلقہ کم ہوتا جائے گا۔تاوقتیکہ بٹن یا سوئی ساکن نہ ہوجائے۔

8۔ خط کے متعلق آپ کا خیال لاشعور میں منتقل ہوتا ہے اور وہاں عملی صورت اختیار کرتا ہے۔اس لیے آپ بے خبری کی حالت میں اپنے ہاتھوں سے وہ غیر مرئی حرکات انجام دیتے ہیں جو بٹن یا سوئی کو حرکت میں لے آتی ہیں۔اس طرح استقرائی خود تلقینی کے زیرِ اثر بازوؤں اور ہاتھوں کے اعصاب وعضلات حرکت میں آتے ہیں جس کے نتیجہ میں بٹن یا سوئی حرکت میں آجاتی ہے۔

09۔ پہلی بار جب آپ یہ تجربہ کریں تو مناسب ہوگا کہ آپ تنہا ہوں۔اس طرح آپ کو معروضی طور پر تجربہ کرنے میں مدد ملے گی۔(51)

تلقین اور خود تلقینی:۔ 'تلقین' سے مراد اپنے یا کسی کے ذہن میں کوئی خیال بٹھانے کا عمل ہے۔اگر انسان اپنے ذہن میں کوئی خیال اچھی طرح بٹھالے اور اس کا لاشعور اس تلقین کو قبول کرلے تو یہ تلقین خود تلقینی میں تبدیل ہوجاتی اور عملی

روپ اختیار کر لیتی ہے۔

ایک بار مسلم لیگ اور کانگرس کے مشترکہ اجلاس میں بعض شر پسند عناصر نے ہنگامہ آرائی برپا کر دی۔ ہر طرف شور شرابہ تھا۔ جلسہ گاہ میں مسلم لیگ اور کانگرس کے سرکردہ رہنما موجود تھے۔ نہرو اور گاندھی سمیت تمام رہنماؤں نے امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ جلسہ گاہ میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ جب تمام لیڈرز ناکام ہو گئے تو قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج پر کھڑے ہوئے۔ انہوں نے جلسہ گاہ میں موجود سامعین پر طائرانہ نظر ڈالی اور انگشتِ شہادت بلند کرتے ہوئے تحکمانہ انداز سے بآوازِ بلند کہا ''Silence''۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی اور وہ جلسہ کامیاب رہا۔ دورانِ جلسہ بھی تمام سامعین دم بخود رہے۔ دیگر رہنماؤں کی لمبی چوڑی باتوں کے بجائے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یقین سے بھرپور ایک لفظ نے 'موثر تلقین' کا کام کیا۔ اس 'تلقین' کو سامعین کے لاشعور نے قبول کر لیا۔ یہ 'تلقین' سامعین کی 'خود تلقینی' میں بدل گئی اور حسبِ منشا نتائج مرتب ہوئے۔

تلقین (Suggestion) سے مراد مؤثر نصیحت (Effective Advice) یعنی ایسی نصیحت ہے جس کی اثر انگیزی کا یقین ہو اور وہ نصیحت اثر انگیز بھی ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ہر ایک ارشاد مبارک ہر ایسے مسلمان کے لئے معجزہ نما تلقین اور موثر نصیحت کی حیثیت رکھتا ہے جو سنتے ہیں، مان لیتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ ایسے مسلمان جو سن کر مان لیں اور عمل کریں ''مومن'' کہلاتے ہیں۔ جو سنی ان سنی کر دیں اور سن کر عمل نہ کریں وہ مسلمان تو کہلاتے ہیں مگر مومن نہیں۔ مومن ہر تلقین کو دل و جان سے قبول کرتا ہے یعنی اس کا لاشعور اس تلقین کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ تلقین، خود تلقینی میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور عمل کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ایک بار ایک خاتون اپنے بیٹے کے ہمراہ حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بیٹا گڑ بہت کھاتا ہے۔ اسے نصیحت فرمائیں کہ یہ زیادہ گڑ نہ کھایا کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل آئیں، کل نصیحت کروں گا۔ وہ عورت اگلے دن اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ زیادہ گڑ نہ کھایا کرے۔ اس خاتون نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے اسے کل نصیحت کیوں نہیں فرمائی تھی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل میں نے خود گڑ کھایا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے گڑ نہیں کھایا۔ اس لیے میں نے آج نصیحت کی ہے۔ اس عورت کے بیٹے پر نصیحت (تلقین) کا اثر ہوا اور اس نے زیادہ گڑ کھانا چھوڑ دیا۔

صدق و خلوص اور ایمان و ایقان پر مبنی تلقین فوراً اثر انداز ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نہایت توجہ سے سنتے اور ان پر فوراً عمل کرتے تھے۔ اس ضمن میں بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

تلقین اسی وقت موثر ہوتی ہے جب وہ خود تلقینی میں تبدیل ہو جائے۔ اگر آپ کسی شخص کو تلقین دیں، لیکن اس کا لاشعور اس تلقین کو قبول نہ کرے اور اسے خود تلقینی میں تبدیل نہ کرے تو اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

دراصل، ہم مسلسل اپنے آپ کو لاشعوری خود تلقینی دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً

1۔ اگر ہمارا کوئی دوست، ہم سے بدسلوکی کرے تو ہم اپنے آپ کو تلقین دیتے ہیں کہ اسے اینٹ کا جواب پتھر سے

دیں گے ۔ اسے تکلیف پہنچانے کے لیے فلاں فلاں بات کہیں گے اور فلاں فلاں کام کریں گے ۔ جب ہمارا دوست سامنے آتا ہے تو 'خود تلقینی' کے زیرِ اثر ہم اپنے قول وفعل سے اسے اذیت پہنچاتے ہیں۔

2۔ بعض اوقات ہم بھولے ہوئے نام کو یاد کرنے کی جتنی کوشش کرتے ہیں وہ ہم سے اتنا ہی دور بھاگتا ہے۔ جب ہم یہ سوچ کر نام یاد کرنے کی کوشش ترک کر دیتے ہیں کہ کچھ دیر بعد خود بخود یاد آ جائے گا یا پتہ چل جائے گا تو کسی کوشش کے بغیر ہی وہ نام خود بخود ہمارے ذہن میں آ جاتا ہے۔ ایسا خود تلقینی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب آپ خود کو تلقین دیتے ہیں کہ کچھ دیر بعد خود بخود یاد آ جائے گا یا پتہ چل جائے گا تو آپ کا لاشعور (ذہن ، روحانی شخصیت) اس تلقین کو قبول کر لیتے ہیں اور حسبِ منشا نتیجہ برآمد ہو جاتا ہے۔

ہم مسلسل اپنے آپ کو لاشعوری خود تلقینی دیتے رہتے ہیں ۔ یہ خود تلقینی اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی ۔ بری خود تلقینی کی وجہ سے انسان کئی طرح کی ذہنی، نفسیاتی، اخلاقی، جسمانی، روحانی، سماجی، معاشی خرابیوں، بیماریوں اور برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اچھی خود تلقینی کی وجہ سے تندرستی، سلامتی، فلاح اور بقا پاتا ہے۔ شعوری طور پر اچھی خود تلقینی پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس طرح ایک بیمار کو تندرست کیا جا سکتا ہے۔ منفی خود تلقینی کے شکار، اعصاب زدہ اور غلط افراد کو اخلاقی صحت سے ہم کنار کیا جا سکتا ہے۔ برائی کی طرف مائل افراد کو راہِ راست پر ڈالا جا سکتا ہے۔ ہر بیماری خواہ وہ کسی بھی قسم کی ہو، خود تلقینی سے مغلوب کی جا سکتی ہے۔ جس طرح ہم لکھنا، پڑھنا، گانا، ساز بجانا، گاڑی چلانا، کمپیوٹر چلانا سیکھ لیتے ہیں ۔ اسی طرح خود تلقینی کا طریقہ بھی سیکھ سکتے ہیں۔ خود تلقینی ایک ایسا ہتھیار ہے جو پیدائش کے ساتھ ہی ہمیں مل جاتا ہے اور ہم لاشعوری طور پر اس سے اس طرح کھیلتے رہتے ہیں جس طرح بچہ اپنے کھلونے سے کھیلتا ہے۔ یہ ہتھیار بیک وقت بہترین اور بدترین چیز ہے۔ بے خبری کی حالت میں آپ اس ہتھیار سے اپنے آپ کو یا دوسروں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر آپ شعوری طور پر اس سے کام لینا جانتے ہیں تو اسی سے اپنی اور دوسروں کی جان بھی بچا سکتے ہیں۔

شعوری خود تلقینی کا طریقہ سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اس کی قدر و قیمت اور اہمیت و ضرورت سے آگاہ ہوں۔ آپ اسے سمجھنے میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ ایسے افراد جو ذہنی طور پر پسماندہ ہوں، جو آپ کی بات سمجھنے کے قابل نہ ہوں یا جو سمجھنا ہی نہ چاہتے ہوں۔ انہیں شعوری خود تلقینی کے عمل سے آگاہ کرنا مشکل ہے۔

شعوری خود تلقینی کے سلسلہ میں چند اہم باتیں یاد رکھیں۔

1۔ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اور زبردست روحانی قوت عطا فرمائی ہے۔ اعلیٰ ظرف انسان اپنے اعلیٰ اخلاق اور کردار وعمل کی بدولت اس مخفی روحانی قوت کو عملی روحانی قوت میں تبدیل کر کے خدمتِ خلق کا کام لیتے ہیں جبکہ منفی طرزِ فکر کے حامل افراد تصور وتوجہ کی یکسوئی کی بدولت اس قوت کو فعال بنا لیتے ہیں اور اس سے تباہی و بربادی اور ہلاکت کے کام لیتے ہیں۔

2۔ اکثر لوگ اس مخفی روحانی وروحی قوت سے بے خبر ہوتے ہیں۔

3۔ شعوری خود تلقینی سے مخفی روحانی وروحی قوت کو بیدار کرنے اور اس سے کام لینے میں مدد ملتی ہے۔

4۔ شعوری خود تلقینی اگر اعتماد، یقین اور ثابت قدمی سے دی جائے تو خاطر خواہ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ کسی مسئلہ،

پریشانی،ضرورت یا بیماری کی شدت ونوعیت، اعتمادو یقین اور استقامت کی کمی بیشی کے لحاظ سے شعوری خود تلقینی سے فوری یا آہستہ آہستہ، مسلسل افاقہ ہوسکتا ہے۔

5۔ ارادہ، تخیل ہی سے جنم لیتا ہے۔ تخیل انسان کی سب سے بڑی قوت ہے۔ اگر انسان کے تخیل (فکر، سوچ کی گہرائی) میں اعتماد اور یقین کی قوت پائی جاتی ہے تو اس قوت پر مبنی ارادہ سے خاطر خواہ نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اگر انسان کے تخیل (عمومی سوچ) میں خود اعتمادی اور یقین کا فقدان ہے تو ارادہ سے خاطر خواہ نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ اس لیے ارادہ نہیں بلکہ تخیل انسان کی سب سے اہم قوت ہے۔ اس لیے ارادہ کی تربیت کے بجائے تخیل کی تربیت پر توجہ دینی چاہیے۔

6۔ اگر ہم کسی کام کا ارادہ کریں مگر تخیل میں ناکامی کا ڈر ہو تو ارادہ اور تخیل میں تصادم کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس صورت میں فتح ہمیشہ تخیل کو ہوتی ہے۔ مثلاً یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے، ہم جس قدر سونے، کسی کا نام یاد کرنے، ہنسی روکنے یا کسی رکاوٹ سے بچنے کی کوشش کریں گے، اسی قدر ہم زیادہ مشتعل ہوں گے۔ سو نہیں سکیں گے۔ نام یاد نہ کر سکیں گے۔ ہنسی نہ روک سکیں گے اور جس رکاوٹ سے بچنا چاہتے ہیں اسی رکاوٹ کی طرف بڑھیں گے۔ نفسیاتی وروحانی دنیا میں اسے 'الٹی کوشش' قرار دیا جاتا ہے۔

7۔ جب ارادے اور تخیل میں اتفاق ہو تو یہ ایک دوسرے میں جمع نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے سے ضرب کھاتے ہیں یعنی ان کی قوت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے۔(52)

8۔ شعوری خود تلقینی اس اصول پر مبنی ہے کہ ہر وہ خیال جو ہمارے ذہن میں ہوتا ہے ہمارے لیے سچ ثابت ہوتا ہے اور عملی صورت اختیار کرنے پر مائل ہوتا ہے۔ اس لیے خود کو اپنے خیالات کا مالک سمجھیں۔ آپ جیسا چاہیں گے ویسا ہی بن جائیں گے۔ جو چاہیں گے وہ حاصل کرلیں گے۔ لیکن بات معقول ہونی چاہیے اور طرزِ فکر مثبت ہونا چاہیے منفی طرزِ فکر سے منفی نتائج ہی مرتب ہوں گے۔ مثلاً اگر آپ یہ سوچنے لگے کہ آپ کو کوئی بیماری ہوسکتی ہے تو اس بات کا امکان ہے کہ آپ کسی مصنوعی بیماری میں مبتلا ہو جائیں۔ اسی طرح کسی کام کو مشکل سمجھنے سے آپ کے لیے وہ کام کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ہر وہ خیال جو ذہن پر پوری طرح حاوی ہو ایک حقیقی جسمانی یا ذہنی کیفیت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

9۔ شعوری خود تلقینی کے وقت ضروری ہے کہ آپ فطرتی، سادہ انداز سے اور یقین کے ساتھ ایسا کریں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بلا کوشش ایسا کریں۔ کوشش سے مراد ارادے کا استعمال ہے، جس کو بہر صورت الگ رکھنا چاہیے اور تمام تر توجہ تخیل پر دینی چاہیے۔ یہ بات واضح رہے کہ شعوری خود تلقینی کا شعور سے نہیں بلکہ لاشعور سے تعلق ہے اس سے مراد ارادی خود تلقینی یا استقرائی خود تلقینی ہے۔ یہ خود تلقینی معمول کے شعوری انتخاب پر مبنی ہوتی ہے۔

10۔ تمام طبی وروحانی معالجین، روحانی علوم (تصوف وعلم النفس) اور روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، ریکی، این ایل پی تکنیکس وغیرہ) کے ماہرین کے اختیار کردہ تمام ذرائع (اوراد، وظائف، منتر، اشارات، حرکات، الفاظ وغیرہ) کا منبع خود تلقینی ہے۔ سبھی معالجین مریض میں صحت یابی کے لیے خود تلقینی پیدا کرتے ہیں۔

11۔ ڈاکٹر پال جو ئرصدر عالمی انجمن نفسیات لکھتے ہیں کہ ہر بیماری کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ خالصتاً ذہنی نہ ہو۔ درحقیقت ہر جسمانی بیماری پر ایک ذہنی بیماری طاری ہوتی ہے جو اس سے چمٹ جاتی ہے اگر ہم جسمانی بیماری کو قدر (Value) ایک (1) دیتے ہیں تو ذہنی بیماری کی قدر ایک (1)، دو (2) دس (10)، بیس (20)، پچاس (50)، سو (100) ہوسکتی ہے۔ بہت سی صورتوں میں (خود تلقینی سے) یہ (ذہنی بیماری) فوراً دور ہوجاتی ہے لیکن اگر اس کی قدر بہت اونچی ہو، مثلاً سو (100) ہو اور جسمانی بیماری کی قدر ایک (1) ہو تو یہی مؤخر الذکر قدر رہ جاتی ہے یعنی کل بیماری کا ایک سوایک واں حصہ باقی رہ جاتا ہے۔(53)

اسلامی نفسیات کے مطابق ہر بیماری کے تین پہلو ہوتے ہیں۔

1۔روحانی واخلاقی پہلو 2۔ذہنی پہلو 3۔جسمانی پہلو

بعض بیماریاں صرف روحانی واخلاقی سطح تک محدود رہتی ہیں۔ان کے ذہن اور جسم پر اثرات نمایاں طور پر ظاہر نہیں ہوتے۔بعض روحانی واخلاقی بیماریاں، ذہنی امراض کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔اسی طرح بعض روحانی واخلاقی بیماریوں کے نتیجہ میں انسان جسمانی امراض میں مبتلا ہوجاتا ہے۔کلی شفا کے لئے ضروری ہے کہ انسان روحانی واخلاقی، ذہنی ونفسیاتی اور جسمانی امراض سے چھٹکارا پالے۔خود تلقینی سے ان تمام امراض سے بتدریج چھٹکارا پانے میں مدد ملتی ہے۔جب ایک انسان ذہنی ونفسیاتی طور پر مثبت طرزِ فکر کی وجہ سے، تندرست ہوجاتا ہے تو جسمانی بیماریاں عموماً زیادہ آسانی سے درست ہوجاتی ہیں۔

جسمانی امراض کے علاج کے لیے روحانی واخلاقی اصول شفا کی قدر وقیمت کا اب اہل یورپ کو بھی احساس ہو چکا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر لوئی رینان معلم پروفیسر شعبہ طب پیرس کہتے ہیں:

''شفا بخشی کے سلسلے میں اخلاقی اثر کی مدد بہت قدر وقیمت رکھتی ہے۔ یہ وہ اولین عامل ہے جس کو نظرانداز کردینا بہت بڑی غلطی ہوگی۔انسانی عمل کے ہر شعبے کی طرح طب میں بھی روحانی قوتیں دنیا کی رہنمائی کرتی ہیں۔(54)

12۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد وحساب ہے۔ہمیں اس کی رحمت پر بے حد وحساب یقین ہونا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت سے تمام گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔ ہر مرض اور مصیبت سے نجات مل سکتی ہے۔یہ یقین خود تلقینی میں روحِ رواں کے طور پر کام آتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ سورۃ الزمر [39:53]

آپ فرما دیجیے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے 0

اللہ تعالیٰ کے بے حد وحساب فضل وکرم اور رحمت وبخشش پر کامل یقین رکھتے ہوئے ہر حال میں امید کا دامن تھامے رکھیں۔خواہ حالات وواقعات کیسے ہی ناسازگار کیوں نہ ہوں۔یقینی تبدیلی اور شفا ونجات کی امید اور یقین کے ساتھ خود تلقینی کا عمل جاری رکھیں۔اس امید اور یقین کی بدولت ''خود تلقینی'' کا عمل نہایت مؤثر ہوجائے گا اور

حسبِ منشا نتائج ضرور مرتب ہوں گے۔ (ان شاءاللہ تعالیٰ)

13۔ خود تلقینی کی صورت میں یہ امر بھی پیشِ نظر رکھیں کہ تلقینات نیند کی حالت میں بھی دی جاسکتی ہیں اور بیداری کی حالت میں بھی۔آپ لوگوں کو تیار کیے بغیر اوران کے علم کے بغیر بھی تلقینات دے سکتے ہیں۔

14۔ کوئی خیال اس وقت تک عملی صورت اختیار نہیں کرسکتا جب تک اسے ذہن قبول نہ کرے۔ ہر وہ خیال، جو لاشعور میں بھی داخل ہوتا ہے۔اگر لاشعور اس کو قبول کر لے تو حقیقت میں تبدیل ہوجاتا ہے اوراس وقت سے ہماری زندگی کا ایک مستقل جزو بن جاتا ہے اس عمل کو ''غیرارادی خود تلقینی'' کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جس کے مطابق انسان کا ذہن ہمیشہ کام کرتا ہے۔اس ضمن میں سی، ھیری بروکس لکھتے ہیں:

''خود تلقینی کا سارا عمل دو مرحلوں پر مشتمل ہے: خیال کی قبولیت اوراس کی حقیقت میں تبدیلی۔ یہ دونوں کام لاشعور انجام دیتا ہے۔خواہ خیال معمول کے ذہن میں پیدا کیا جائے یا یہ باہر سے کسی اور شخص کے ذریعے پیش کیا جائے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔دونوں صورتوں میں یہ یکساں عمل سے گزرے گا۔یہ لاشعور کو پیش کیا جاتا ہے۔جواس کو قبول کرلیتا ہے یارد کردیتا ہے اوراس کے نتیجے میں یا تو یہ عملی صورت اختیار کرلیتا ہے یا نظرانداز کردیا جاتا ہے۔

...... بنیادی طور پر ہر تلقین خود تلقینی ہوتی ہے۔ہمیں جو امتیاز پیدا کرنے کی ضرورت ہے وہ 'غیرارادی خود تلقینی' جو ہماری پسند اور ہمارے ارادے سے بے نیاز ہوتی ہے اور 'استقرائی خود تلقینی' جس میں ہم شعوری طور پران خیالات کا انتخاب کرتے ہیں جن کو ہم عملی صورت دینا چاہتے ہیں اور ارادۃً ان کو لاشعور میں داخل کرتے ہیں، کے درمیان ہونا چاہیے۔ (55)

15۔ کسی خیال میں جتنے زیادہ جذبات شامل ہوتے ہیں اس سے پیدا ہونے والی خود تلقینی اتنی ہی زیادہ قوی ہوتی ہے۔ خوف یا محبت کا ایک لمحہ وہ اثر پیدا کرسکتا ہے جو عمر بھر قائم رہے۔ یہ جذباتی عامل بھی تلقین کی قبولیت کے حصول میں نمایاں کردار کرتا ہے۔

16۔ لاشعور کے کسی خیال کو رد یا قبول کرنے کا انحصار ان تلازمات پر ہے جو اس سے متعلق ہیں۔خیال کو تقویت دینے والے مثبت تلازمات اسے قبول کرنے میں مدد دیتے ہیں جبکہ منفی (متضاد) تلازمات اسے رد کرنے میں مدد دیتے ہیں۔مثلاً اگر آپ اپنے کسی بلند ہمت اور پُر اعتماد دوست سے کہیں گے ''میرے پیارے دوست، آپ بیمار نظر آتے ہیں، تو وہ اپنے مزاج کے مطابق ہنس پڑے گا مگر بیمار نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس تلقین کو قبول نہیں کرے گا۔ اس کے برعکس یہی بات اگر آپ بزدل اور وہمی قسم کے دوست سے کہیں گے تو وہ اپنے مزاج اور منفی تلازمات کی وجہ سے اس تلقین کو قبول کرلے گا۔ یہ 'تلقین' 'خود تلقینی' میں بدل جائے گی۔خود تلقینی عملی صورت اختیار کرلے گی اور وہ بیمار ہوجائے گا۔

17۔ کسی مقصد، نتیجہ یا انجام کے حصول کے لیے ہمیں مقصد براری کے طریقے کی تلقین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم ذات باری تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ اور یقین کرتے ہوئے اپنے ذہن میں مطلوبہ شے، شخصیت، کام یا نتیجہ کا تصور قائم کرلیں تو حیرت انگیز طور پر وہ مقصد پورا ہوجائے گا۔اہل مغرب اپنے مادہ پرستانہ اور ملحدانہ طرزِ فکر کی وجہ سے اسے خیال کی قوت یا خود تلقینی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔تمام روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، سائنٹالوجی،

ریکی، این ایل پی تکنیکس وغیرہ) اسی دہریت اور ملحدیت کی تعلیم دیتے ہیں۔

درحقیقت اس کا سبب ذاتِ باری تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ساتھ خالقیت و ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر انسان کے ساتھ روحانی رشتہ قائم ہے۔ جب کوئی بھی انسان (مسلم و غیر مسلم) باصرار کچھ طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیتے ہیں۔ مسلمان اس عطا و بخشش کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عنداللہ تصور کرتے ہیں بلکہ انہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے۔ جبکہ کفار، مادہ پرست، دہریے اور ملحد اسے اپنی کوشش و عمل کا کمال اور قوتِ فکر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں ہی ان کے حصے کا سب کچھ عطا کردیا جاتا ہے۔ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: جس کے دو دن ایک جیسے گزرے وہ ہلاک ہوا۔

انسانی زندگی کی قدر و قیمت کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ انسان روز بروز ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر ہوتا جائے۔ اگر انسان ہر روز صبح و شام کو اس بات کا عہد کرلے کہ "وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے روز بروز ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر ہوتا جارہا ہے" تو صدق و خلوص اور یقین پر مبنی اس نیت، ارادہ اور عہد کے معجزانہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انسان کی ذاتی و شخصی، روحانی اور قدرت کی پیدا کردہ آفاقی قوتیں اس انسان کی مددگار ہوجاتی ہیں اور وہ اخلاقی، روحانی، جسمانی، ذہنی، نفسیاتی، سماجی و معاشی غرضیکہ ہر لحاظ سے روز بروز بہتر سے بہتر ہوتا جاتا ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اس کا عمومی مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر نیت نیک ہے تو اس پر اجر و ثواب ملے گا۔ اگر نیک نیتی عمل کی شکل اختیار کرلیتی ہے تو نیک نیتی کا اور اچھے عمل کا دونوں کا اجر ملے گا۔ مثلاً کوئی شخص مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کرتا یا خواہش رکھتا ہے مگر اسے ضروری وسائل میسر نہیں آتے اور وہ مسجد تعمیر نہیں کرپاتا۔ اسے اس نیک نیتی پر بھی مسجد تعمیر کرنے کا ثواب ملے گا۔

اس حدیث پاک سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہم جیسا سوچتے ہیں ویسا ہی کرتے ہیں۔ اگر ہماری سوچ اچھی ہے تو ہم اچھے کام کریں گے۔ اگر ہم اچھے خیالات قبول کریں گے اور برے خیالات سے بچیں گے تو ہماری سوچ اور عمل دونوں درست ہوجائیں گے۔ خیالات کی اثر انگیزی کے پیشِ نظر ہی ہمیں مثبت طرزِ فکر اختیار کرنے اور منفی طرزِ فکر سے گریز کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

خوف، غم، مایوسی و دیگر منفی جذبات سے انسانی شخصیت کمزور ہوتی ہے۔ اس سے دیگر افرادِ معاشرہ بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے دینِ اسلام میں اخلاقِ رذیلہ (غیبت، چغلی، تہمت، بہتان، تکبر، ریا وغیرہ) کی خرابیاں بیان کی گئی ہیں اور ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لَا تَحْزَنْ (مت ڈر، خوف نہ کر) لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) کے احکامات اسی لیے دیے گئے ہیں تاکہ انسان منفی طرزِ فکر اور منفی تلقینات کے تباہ کن اور غارت گر اثرات سے محفوظ رہے۔ مثبت طرزِ فکر کے حامل افراد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست (اولیاء) قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ دوست محفوظ و مامون اور شاداں و فرحاں ہوتے ہیں۔ وہ سوچ اور عمل کے لحاظ سے متوازن شخصیات ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ سورہ یونس [10:62]

خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے ۝

ہمیں جن تباہ کن تلقینات سے بچنا چاہیے ان میں خوف سے زیادہ کوئی خطرناک نہیں۔ کسی چیز سے ڈرنے کی صورت میں ذہن منفی خیال پر مرکوز ہوجاتا ہے۔ خوف خود میں ہر وہ عنصر شامل کر لیتا ہے جو خود تلقینی کو زیادہ سے زیادہ طاقت فراہم کرنے کے لیے ضروری ہو۔

خوف کی طرح غم، مایوسی، عیب جوئی، خود غرضی، حرص اور تکبر وغیرہ پر مبنی خیالات ہماری شخصیت کے لیے زہرِ قاتل ہیں۔ اگر ایسے خیالات متواتر ہمارے ذہن میں آتے رہیں گے تو اس کا بڑا خطرہ یہ ہے کہ ہم تحت الشعوری طور پر انہیں قبول کر لیں اور اس طرح ان کو اپنے کردار میں ڈھال لیں۔ اس لیے بد اخلاق لوگوں سے بچیں۔ یہ ہر اس شخص کو نقصان پہنچاتے ہیں جو ان سے تعلق رکھتا ہے۔

بعض اوقات صحت مند اور نیک لوگ بھی بری تلقینات پھیلاتے ہیں اور یہ نادان دوست اپنوں کو جو نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں ان کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ اپنے کسی بیمار دوست کی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے اسے احساس دلاتے ہیں کہ وہ لا علاج بیماری میں مبتلا ہے اور جلد ہی اذیت ناک موت کا شکار ہوجائے گا۔ ایسے مریض کو دن میں اگر پندرہ بیس بار ایسی باتیں سننا پڑیں اور وہ ان تلقینات کو قبول کرلے تو اس کے تباہ کن نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

اسی طرح اگر ہم بے خیالی میں اپنے کسی دوست سے اس کے روزمرہ کے کام میں دشواری پر اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں یا ہم اس کے کام کو ناگوار اور خلافِ طبیعت بتاتے ہیں تو ہم اس کے لیے اس کام کو مزید مشکل بنا دیتے ہیں اور اس طرح اس کی کامیابی کے امکانات کسی قدر کم ہوجاتے ہیں۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ دوسروں کے ساتھ گفتگو میں احتیاط برتیں۔ ان سے امید فزا، حوصلہ افزا، بامقصد، مسرت آمیز گفتگو کریں۔ بچوں کے معاملے میں تو ہمیں اور بھی زیادہ احتیاط برتنی چاہیے۔ بچے کا لاشعور بالغ کی نسبت زیادہ اثر پذیر ہوتا ہے۔ لاشعور کی انتخابی استعداد کمزور تر ہوتی ہے۔ اس لیے وہ جو اثر قبول کرتا ہے اس کو زیادہ طاقت کے ساتھ عملی صورت دیتا ہے۔ یہ تاثرات ہی وہ سامان ہیں جس سے بچے کی زندگی کی تعمیر ہوتی ہے۔ اگر ہم ناقص سامان فراہم کریں گے تو اس سے بننے والی عمارت ناپائیدار ہوگی۔ انتہائی محتاط اور نیک مائیں بھی اکثر اوقات اپنے بچوں کے ذہنوں میں کمزوری کے بیج بوتی رہتی ہیں۔ انہیں لال بیگ، چوہے، چھپکلی، بھوت، چڑیل، چور، ڈاکو وغیرہ سے ڈراتی رہتی ہیں۔ بالآخر بچہ ان کے خوف میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ایسی مائیں اپنے بچوں کی صحت کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کرتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ بیماری کو زندگی کا معمول اور صحت کو استثنائی حالت خیال کرنے لگتے ہیں۔

بعض اوقات ماتھے کی شکن، غلط نگاہ یا انداز سے بھی ناگوار خود تلقینی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے۔''

صدقہ سے مراد ہر وہ قول اور فعل ہے جس سے کسی کو راحت ملے یا اس کی کوئی تکلیف دور ہو۔

انسان کی خوش مزاجی کا خود اسے بھی اور دوسروں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ جب ذہن درست ومتوازن ہو اور خوشی و مسرت اور شیریں خیالات سے پر ہو تبھی یہ زیادہ مستعدی سے کام کرسکتا ہے۔ جب ہم مستقل طور پر خوش ہوتے ہیں تو

ہماری استعداد اور قابلیت اوجِ کمال پر پہنچ جاتی ہے اور ہم اپنے خارج کی دنیا کی تشکیل کے لیے انتہائی موثر انداز میں کام کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے دین اسلام میں دوسروں سے خندہ پیشانی سے پیش آنے کو بھی صدقہ، نیکی اور عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

شفا بخش تلقین کا طریقہ کار:۔ روایتی طور پر ہم شعور پر بہت زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر سر درد ہو تو ڈاکٹر کی مدد سے اس کا سبب تلاش کرتے ہیں۔ وہ معلوم کرتا ہے کہ اس کا باعث آنکھیں ہیں یا ہاضمہ یا اعصاب۔ وہ دوائیں تجویز کرتا ہے۔ اگر خراب حافظے کو بہتر بنانا ہو تو ہم حافظے کی تربیت کے مختلف طریقوں میں سے کوئی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں استقرائی خود تلقینی کا طریقہ نہایت سادہ ہے۔ اس کے لیے ہمیں صرف نتیجے کے متعلق سوچنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں شفا کے یقین کے ساتھ صرف یہ سوچنا ہے کہ درد سے نجات مل گئی ہے، حافظہ بہتر ہو گیا ہے۔ ہمارا تخیل، لاشعور اور قدرت کی طرف سے عطا کردہ روحانی قوتِ شفا اس تلقین کے مطابق مصروف بہ عمل ہوجاتی ہے اور بفضل تعالیٰ شفا مل جاتی ہے۔ روحانی قوتِ شفا کو طبِ یونانی میں طبیعت کا نام دیا جاتا ہے۔ طبیعت کمزور ہوجائے تو انسان بیمار ہوجاتا ہے۔ طبیب پرہیز اور علاج سے (دواؤں اور غذاؤں کی مدد سے) طبیعت مضبوط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ طبیعت مضبوط ہونے کے بعد خود جسم کے اندر بیماری کا مقابلہ کرتی ہے۔ میڈیکل سائنس میں بیماری کے خلاف عمل کرنے والی اس قوت کو قوتِ مدافعت (Immunity) کہتے ہیں۔ طب اور میڈیکل سائنسز کی طرح روحانی دنیا اور عملیات میں بھی یہی اصول کام کرتا ہے۔ طبیب روحانی، کامل ہو یا عامل تصور و توجہ کی یکسوئی کی بدولت اس کی مقناطیسی، کہربائی، برقی اور ارادی قوتیں نہایت توانا اور مؤثر ہوجاتی ہیں اور اس سے وہ اپنے اور دوسرے انسانوں کے اعصاب اور قوائے طبعی پر اثر ڈال کر ذہنی ونفسیاتی اور جسمانی وروحانی شفا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس سلسلہ میں دوسروں کی بھی مدد کرتا ہے۔

شفا بخشی کے مذکورہ بالا طریقے سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیں چاہیے کہ درج ذیل ہدایات پر ایمانداری اور یقین سے عمل کریں۔

1۔ سونے سے فوراً پہلے اور جاگنے کے فوراً بعد شعوری خیال کے ساتھ لاشعوری تلاطم کا چڑھاؤ اپنے نقطہ کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت جو تلقینات پیش کی جاتی ہیں ان کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔ اس لیے دونوں اوقات میں یہ مشق کریں۔

2۔ بستر میں جا کر آنکھیں بند کرلیں۔ پٹھوں کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ آرام دہ انداز اختیار کرلیں۔

3۔ ذہنی آمادگی اور لاشعور کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے تعوذ، تسمیہ اور درود شریف پڑھنے کے بعد گیارہ (11) بار اپنے آپ سے کہیں:

''میں یہ تلقین ایسے انداز میں پڑھوں گا جس سے بہترین نتائج حاصل ہوں گے۔''

اسی طرح نماز کی ادائیگی، کسی ورد، ذکر، وظیفہ یا کام کی ادائیگی کے وقت بھی آپ مندرجہ بالا سادہ تلقین سے اپنی کارکردگی بہتر بنا سکتے ہیں۔ اس صورت میں لفظ ''تلقین'' کی جگہ نماز، ورد، ذکر، وظیفہ یا کام کا ذکر کرنا ہوگا۔

4۔ اس کے بعد تسبیح پر اکیس (21) بار یہ جملہ (تلقین) دہرائیں:

''اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں روز بروز ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر ہوتا جا رہا ہوں''۔

الفاظ اونچی آواز میں ادا کریں تا کہ آپ انہیں اپنے کانوں سے سن سکیں۔ ہونٹوں، زبان کی حرکت اور کانوں کے ذریعے بھیجے جانے والے سمعی تاثرات سے لاشعور کو تقویت ملتی ہے۔ یہ الفاظ کوشش کے بغیر سادگی سے ایک بچے کی طرح خالی الذہن ہو کر ادا کریں۔

جب آپ کو اس مشق کی عادت ہو جائے گی تو آپ بے خودی کے عالم میں یہ الفاظ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو ''ہر لحاظ'' کے الفاظ کی ادائیگی کے وقت اپنی آواز میں اتار چڑھاؤ پیدا کریں۔ لیکن شروع میں ایسا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ ایسا کرنے کے لیے شعوری توجہ کی ضرورت ہوگی جو کوشش کو درمیان میں لے آئے گی۔

5۔ صبح جاگنے پر اٹھنے سے پہلے یہ جملہ (تلقین) بالکل اسی انداز میں دہرائیں۔ جب آپ یہ مشق کر لیں تو اپنی روحانی قوت (لاشعور) کو اپنا کام کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں۔ اپنی ترقی، تبدیلی و اصلاح کی رفتار کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے ہوئے اس کے متعلق فکر مند ہوں۔ جیسے کسان ہر روز ڈھیلے پلٹ کر یہ نہیں دیکھتا کہ آیا بیج اگ آیا ہے یا نہیں۔ ایک بار بیج ڈال کر اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پتیاں نکل آتی ہیں۔ تلقین کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنا چاہیے۔ بیج بو دیں اور یقین رکھیں کہ قدرت کی عطا کردہ ذہن کی لاشعوری طاقتیں اور روحانی صلاحیتیں اسے پروان چڑھائیں گی۔ آپ کو جتنا زیادہ یقین ہوگا نتائج اتنے ہی جلد اور مکمل برآمد ہوں گے۔ حقائق اور یقین باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے۔

6۔ مندرجہ بالا ہدایات کے مطابق آپ دیگر افراد کو بھی ان کی حالت و کیفیت کے مطابق الفاظ کے معمولی اختلاف سے درج ذیل عمومی تلقینات دے سکتے ہیں:

بیٹھ جایئے! اپنی آنکھیں بند کر لیجئے۔ میں آپ کو سلانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ قطعاً غیر ضروری ہے۔ میں آنکھیں بند کرنے کے لیے محض اس وجہ سے کہتا ہوں کہ ارد گرد کی چیزوں کے باعث آپ کی توجہ منتشر نہ ہو۔

اب اپنے آپ سے کہیے کہ میرا ہر لفظ آپ کے ذہن میں بیٹھ جائے گا، نقش ہو جائے گا، کندہ ہو جائے گا اور جم جائے گا اور وہاں بیٹھا رہے گا، نقش رہے گا اور جما رہے گا اور آپ کے ارادے وعلم کے بغیر قطعاً غیر شعوری طور پر آپ خود اور آپ کا نظامِ اعضاء حکم کی تعمیل کرے گا۔

سب سے پہلے میں یہ کہتا ہوں کہ ہر روز دن میں تین مرتبہ۔ (صبح، دوپہر اور شام کو) کھانے کے اوقات میں آپ بھوک محسوس کریں گے۔ آپ میں ایسا خوشگوار احساس پیدا ہوگا جس کے باعث آپ خیال کریں گے کہ کوئی چیز کھانا کتنا خوب ہوگا۔ پھر آپ کھائیں گے اور کھانے سے لطف اٹھائیں گے، لیکن ضرورت سے زیادہ نہیں کھائیں گے اور آپ یہ بھی خیال رکھیں گے کہ کھانا خوب چبایا جائے تا کہ نگلنے سے پہلے غذا اچھی طرح نرم ہو جائے۔ ان حالات میں آپ کھانا ہضم کریں گے اور معدے یا آنتوں میں کسی قسم کی تکلیف، خرابی اور درد محسوس نہیں کریں گے۔ جو کچھ آپ کھائیں گے اسے جزوِ بدن بنائیں گے اور آپ کا نظامِ اعضاء اس کو خون، پٹھے، طاقت اور توانائی یعنی زندگی پیدا کرنے کے کام میں لائے گا۔

چونکہ آپ اپنی غذا پوری ہضم کر لیں گے اس لیے اجابت کا عمل معتدل ہوگا اور صبح اٹھنے پر آپ اپنا پیٹ خالی کرنے

کی ضرورت محسوس کریں گے۔ دوا یا کوئی مصنوعی طریقہ استعمال کرنے پر مجبور ہوئے بغیر آپ کو اجابت ہوگی۔

اس کے علاوہ رات کو جب آپ سونا چاہیں' آپ گہری اور پرسکون نیند سوئیں گے۔ بُرے خواب نہیں دیکھیں گے۔ جاگنے پر پوری طرح ہشاش بشاش اور چاق چوبند ہوں گے۔

اسی طرح اگر آپ پر اضمحلال طاری ہوجاتا ہے، آپ افسردہ ہوجاتے ہیں' آپ کی طبیعت پریشان ہوجاتی ہے اور تصویر کا تاریک رخ دیکھنے پر مائل ہوتی ہے تو آج کے بعد آپ ایسا نہیں کریں گے۔ پریشان ہونے، مضمحل ہونے اور تاریک رخ دیکھنے کی بجائے بالکل خوش رہا کریں گے، مگر اس کی کوئی خاص وجہ نہ ہوگی، جس طرح آپ کے اضمحلال کی کوئی خاص وجہ نہ ہوتی تھی۔ میں مزید کہتا ہوں کہ اگر پریشانی اور اضمحلال کی کوئی خاص وجہ ہو تو بھی پریشانی اور اضمحلال آپ کے پاس نہ پھٹکے گا۔

اگر کبھی کبھار آپ پر بےصبری اور غصے کے دورے پڑتے ہیں تو آئندہ یہ دورے نہیں پڑیں گے۔ اس کے برعکس آپ ہمیشہ بردبار رہیں گے اور اپنے آپ پر قابو رکھیں گے۔ وہ باتیں، جو آپ کو پریشان، تنگ اور مشتعل کرتی ہیں، آئندہ آپ پر اثر انداز نہیں ہوں گی اور آپ پرسکون رہیں گے۔

اگر بعض اوقات آپ پر بُرے اور ناخوشگوار خیالات حملہ آور ہوتے ہیں خوف طاری ہوجاتا ہے، نفرت سر اُبھارتی ہے اور دوسرے لوگوں کے خلاف آپ کے دل میں بغض پیدا ہوجاتا ہے تو یہ تمام باتیں بتدریج آپ کے تخیل سے دور ہوجائیں گی۔ یہ اس طرح بھاپ بن کر اڑ جائیں گی اور دور ہوجائیں گی جیسے دور بادلوں میں چھپ گئی ہوں۔ آخر کار یہ بالکل ختم ہوجائیں گی۔ جس طرح جاگنے پر خواب غائب ہوجاتا ہے۔ اس طرح یہ تمام فضول تصورات غائب ہوجائیں گے۔

اس کے علاوہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ کا نظامِ اعضاء صحیح طور پر کام کرے گا، دل کی دھڑکن معتدل ہوگی، دورانِ خون صحیح ہوگا، پھیپھڑے اپنا کام کریں گے، اسی طرح معدہ، آنتیں، جگر، صفراوی نالی، گردے اور مثانہ اپنے فرائض صحیح طور پر انجام دیں گے۔ اگر اس وقت ان میں سے کوئی بے اعتدالی سے کام کر رہا ہے تو اسکی بے اعتدالی روز بروز کم ہوتی جائے گی، حتیٰ کہ بہت جلد بالکل ختم ہوجائے گی اور اعضاء معتدل انداز میں اپنا کام انجام دینے کے قابل ہوجائیں گے۔ اس کے علاوہ اگر کسی عضو میں کوئی نقص ہے تو اس میں روز بروز بہتری پیدا ہوجاتی جائے گی اور جلد بالکل درست ہوجائے گا۔''

اس سلسلے میں میں یہ کہتا ہوں کہ یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کون سا عضو متاثر ہے جس کو علاج کی ضرورت ہے۔ خود تلقینی کے زیر اثر 'اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں روز بروز ہر لحاظ سے بہتر ہوتا جارہا ہوں' کے طریقے سے لاشعور خود متاثرہ عضو پر عمل کرتا ہے اور خود ہی اس کا انتخاب کرسکتا ہے۔

میں مزید یہ ضرور کہوں گا اور یہ انتہائی اہم ہے' اگر اب تک آپ خود اعتمادی سے محروم ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ یہ بد اعتمادی آہستہ آہستہ اپنے آپ ختم ہوجائے گی اور اس کی جگہ خود اعتمادی لے گی اور اس کی بنیاد بے پناہ استعداد کی حامل اس قوت کے علم پر ہوگی جو ہم میں سے ہر ایک میں موجود ہے۔ ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ اسے یہ اعتماد حاصل ہو۔ اس کے بغیر کوئی شخص کچھ نہیں کرسکتا، مگر اس کے ساتھ ہر شخص جو چاہے کرسکتا ہے۔ (لیکن معقولیت کی حد تک) اس لیے آپ اپنے اوپر اعتماد کریں گے، کیونکہ اسی اعتماد سے آپ میں یہ یقین پیدا ہوگا کہ آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں یا جو کام آپ کے

لیے فرض کی حیثیت رکھتا ہے آپ اس کو انجام دینے کے اہل ہیں، بشرطیکہ وہ معقول ہو۔

اس لیے جب آپ کوئی معقول کام کرنا چاہتے ہوں یا کوئی فرض ادا کرنا چاہتے ہوں تو ہمیشہ خیال کیجئے کہ یہ آسان ہے۔ 'مشکل، ناممکن، میں اسے نہیں کرسکتا، یہ میری طاقت سے بڑھ کر ہے، میں اس سے باز نہیں رہ سکتا' ان الفاظ کو اپنی لغت سے خارج کردیجئے۔ یہ آپ کی زبان نہیں ہے۔ آپ کی زبان یہ ہے۔ یہ آسان ہے اور میں اسے کرسکتا ہوں۔

''کسی چیز کو آسان سمجھا جائے تو وہ آپ کے لیے ویسی ہی ہوجائے گی۔ خواہ وہ دوسروں کو مشکل محسوس ہو۔ آپ اس کو بلا دقت جلد اور اچھی طرح انجام دے سکیں گے، کیونکہ آپ اس کو بلا کوشش انجام دیں گے۔ کسی چیز کو مشکل یا ناممکن سمجھنے کی صورت میں وہ آپ کے لیے ویسی ہی ہوجاتی ہے، کیونکہ آپ نے اسے ایسا ہی سمجھا تھا۔

ان عام تلقینات میں' جو شاید آپ میں سے بعض کو طفلانہ محسوس ہوں مگر ہیں ضروری' وہ تلقینات ضرور شامل کر لینی چاہئیں جو آپ کے لیے یا آپ کے زیرِ علاج مریض کے خاص حالات کے لحاظ سے ضروری ہوں۔

یہ تمام تلقینات یکساں اور تسکین بخش آواز میں کرنی چاہئیں (ہمیشہ ضروری الفاظ پر زور دیتے ہوئے) اگرچہ یہ معمول کو سلاتی تو نہیں لیکن کم از کم اس پر غنودگی ضرور طاری کردیتی ہیں اور وہ کوئی خاص بات نہیں سوچتا۔

جب آپ ان تلقینات کے سلسلے کے آخر میں پہنچیں تو معمول کو ان الفاظ میں مخاطب کریں: ''مختصر میرا مطلب یہ ہے کہ جسمانی اور ذہنی ہر لحاظ سے آپ عمدہ صحت سے لطف اٹھائیں گے، جو آپ کی موجودہ صحت سے بہتر ہوگی۔ اب میں تین تک گنے والا ہوں۔ جب میں' تین' کہوں گا تو آپ آنکھیں کھول دیں گے اور اس انفعالی کیفیت سے نکل آئیں گے جو اس وقت آپ پر طاری ہے۔ آپ کی یہ واپسی بالکل فطری ہوگی۔ غنودگی اور تکان کا آپ کو قطعاً احساس نہیں ہوگا، اس کے برعکس آپ خود کو مضبوط، طاقت ور، چاق چوبند اور زندگی سے بھرپور محسوس کریں گے۔ اس کے علاوہ اپنے آپ کو ہر لحاظ سے خوش وخرم اور تندرست محسوس کریں گے۔ ایک..... دو........ تین۔'' تین کے لفظ پر معمول آنکھیں کھول دیتا ہے اور ہمیشہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ، اطمینان اور سکون کا تاثر ہوتا ہے۔

بعض اوقات مریض اسی وقت تندرست ہوجاتا ہے اگرچہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ وہ خود کو پرسکون پاتا ہے۔ اس کی تکلیف اور پژمردگی جزوی یا کلی طور پر دور ہوچکی ہوتی ہے مگر ایک خاص مدت کے لیے۔

ہر حال میں یہ ضروری ہے کہ مریض کی حالت کے مطابق تلقینات زیادہ دفعہ یا کم دفعہ دہراتے رہیے اور ہمیشہ احتیاط کے ساتھ، کامیابی کے مدارج کے لحاظ سے وقفہ بڑھاتے جائیے، تاوقتیکہ اس کی ضرورت نہ رہے یعنی علاج مکمل ہوجائے۔

مریض کو رخصت کرنے سے پہلے اسے یہ ضروری بتا دیجئے کہ وہ اپنے ساتھ ایک ہتھیار لے جارہا ہے جس کے ذریعے سے وہ خود اپنا علاج کرسکتا ہے اور آپ کی حیثیت اس ہتھیار کا استعمال سکھانے والے ایک استاد کی تھی۔ اس کو چاہیے کہ وہ آپ کے کام میں مدد دے۔ وہ اس طرح سے کہ ہر صبح اٹھنے سے پہلے اور ہر رات سونے سے پہلے اپنی آنکھیں بند کرلے اور خود کو تصور میں آپ کے سامنے پہنچادے۔ پھر لگاتار اکیس (21) مرتبہ یہ فقرہ دہرائے: ''اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں روز بروز ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر ہوتا جارہا ہوں۔'' شمار کے لیے تسبیح استعمال کرلے۔ اس کو چاہیے کہ اپنے

ذہن میں 'ہر لحاظ سے' کے الفاظ پر زور دے کیونکہ ان کا اطلاق ہر ذہنی اور جسمانی ضرورت پر ہوتا ہے۔ یہ عام تلقین خاص تلقین سے زیادہ موثر ہے۔

تلقینات دینے والا جو کردار ادا کرتا ہے اس طرح اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس کی حیثیت آقا کی نہیں جو حکم دیتا ہے بلکہ اس کی حیثیت دوست اور رہنما کی ہے جو قدم بقدم مریض کو صحت کی شاہراہ کی طرف لے جاتا ہے۔ چونکہ تمام تلقینات مریض کے فائدے کے لیے دی جاتی ہیں اس لیے اس کا شعور ان سے بہتر کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ان کو جذب کر کے خود تلقینی میں بدل دیتا ہے۔ جب ایسا ہوجاتا ہے تو حالات کے مطابق جلد یا بدیر شفا مل جاتی ہے۔(56)

خاص تلقینات:۔ مذکورہ بالا 'عام تلقینات' کے مقابلہ میں 'خاص تلقینات' ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ عام تلقینات کا دائرہ کار وسیع ہوتا ہے جبکہ خاص تلقینات کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے۔ تاہم 'موقع محل کی مناسبت سے، کسی خاص مسئلہ کے حل کے لیے خاص تلقینات دی جاسکتی ہیں۔ اس کے لیے آپ درج ذیل طریقہ کار اختیار کر سکتے ہیں۔

1۔ خاص تلقین ترتیب دینے کے لیے آپ ایسے کمرے میں جائیں جہاں آپ مداخلت سے محفوظ ہوں۔

2۔ آرام سے کرسی پر بیٹھ جائیں۔

3۔ اپنی آنکھیں بند کر لیجئے اور اپنے پٹھوں کو ڈھیلا چھوڑ دیجئے۔ اس طرح عمل کیجئے جیسے آپ قیلولہ کرنے والے ہوں۔ ایسا کرنے سے آپ لاشعور کے تلاطم کو کافی بلندی تک چڑھنے کی اجازت دیں گے تاکہ آپ کی خاص تلقین موثر ہو سکے۔

4۔ اب مطلوبہ خیالات کو گفتگو کے ذریعے طلب کیجئے۔ اپنے آپ سے کہیے کہ فلاں فلاں اصلاحات واقع ہونے والی ہیں۔ ان خیالات کو ذہن پر ٹھونسنے کی خفیف ترین کوشش کے بغیر یا توجہ کو ان پر مرکوز ہونے پر مجبور کیے بغیر ایسا کیجئے۔ مشققت کا کوئی احساس پیدا نہیں ہونا چاہیے بلکہ آرام اور سکون کا احساس ہونا چاہیے۔

ہمیں مطلوبہ ترقی کے متعلق اس طرح گفتگو نہیں کرنی چاہیے جس سے یہ احساس پیدا ہو کہ یہ تمام تر مستقبل کا معاملہ ہے۔ ہمیں زور دے کر کہنا چاہیے کہ تبدیلی پہلے سے شروع ہو چکی ہے اور یہ اس وقت تک تیزی کے ساتھ جاری رہے گی جب تک مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوجائے گا۔ یہاں خاص خاص تلقینات کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جو مفید ثابت ہو سکتی ہیں:

بہرے پن کے لیے:۔ آنکھیں بند کر کے اور جسم و ذہن کو پُرسکون کرنے کے بعد اس طرح کی کوئی بات کہیے: ''آج کے دن سے بتدریج میری سماعت بہتر ہوتی رہے گی۔ ہر روز میں پہلے سے بہتر سنوں گا۔ بہتری کا یہ عمل تیز سے تیز تر ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ نسبتاً مختصر سی مدت میں، میں اچھی طرح سننے کے قابل ہو جاؤں گا اور میں اپنی زندگی کے خاتمے تک اسی طرح سنتا رہوں گا۔

بے بنیاد خوف اور خدشات دور کرنے کے لیے:۔ بے بنیاد خوف اور خدشے کا شکار شخص اس طرح شروع کر سکتا ہے:

''آج کے دن سے میں ہر اس بات سے زیادہ سے زیادہ واقف ہوں گا جو خوش گوار، مثبت اور پُرمسرت ہو۔ میرے ذہن میں جو خیالات آئیں گے وہ قوی اور صحت مند ہوں گے۔ ہر روز میری خود اعتمادی میں اضافہ ہوگا۔ مجھے اپنی

طاقتوں پر یقین ہوگا جو بیک وقت زیادہ توانائی کے ساتھ ظاہر ہوں گی۔ میری زندگی ہموار تر، آسان تر اور روشن تر ہو رہی ہے۔ یہ تبدیلیاں روز بروز گہری ہوتی جائیں گی اور مختصر مدت میں ترقی کر کے میں نئی زندگی حاصل کرلوں گا اور وہ تمام مشکلات، جو مجھے پریشان کیا کرتی تھیں، ختم ہو چکی ہوں گی اور کبھی واپس نہیں آئیں گی۔''

خراب حافظے کے علاج کے لیے:۔ خراب حافظے کا علاج ان الفاظ میں کیا جا سکتا ہے:

''آج کے دن سے میرا حافظہ ہر شعبے میں ترقی کرے گا۔ اخذ کردہ اثرات زیادہ واضح اور معین ہوں گے۔ میں ان کو خود بخود بھلانے کوشش محفوظ رکھوں گا اور جب میں ان کو یاد کرنا چاہوں گا تو یہ فوراً صحیح صورت میں میرے ذہن میں آجائیں گے۔ یہ ترقی تیزی کے ساتھ مکمل ہوگی اور بہت جلد میرا حافظہ پہلے کی نسبت بہتر ہوگا۔''

بدمزاجی کے علاج کے لیے:۔ بدمزاجی کا علاج اس طرح ہو سکتا ہے:

''میں روزانہ زیادہ خوش مزاج ہوں گا۔ سکون اور زندہ دلی میرے ذہن کی عام کیفیت بن جائے گی۔ تھوڑے سے وقت میں زندگی کے تمام چھوٹے واقعات اسی جذبے سے قبول کیے جائیں گے۔ جو لوگ میرے قریب ہوں گے میں ان کے لیے مسرت واعانت کا مرکز بن جاؤں گا اور ان کو بھی اپنی خوش مزاجی سے متاثر کروں گا۔ یہ خوش گوار انداز دائمی صورت اختیار کرلے گا اور کوئی چیز بھی مجھے اس سے دور نہ کر سکے گی۔''

دمہ کے علاج کے لیے:۔ دمہ کو دور کرنے کی خاص تلقینات اس طرح کی ہو سکتی ہیں:

''آج کے دن سے میرا تنفس تیزی کے ساتھ آسان ہو جائے گا۔ میرے علم اور میری کوشش کے بغیر میرا نظامِ اعضاء وہ سب کچھ کرے گا جو میرے پھیپھڑوں کی مکمل صحت کے لیے اور سانس کی صفائی کے لیے ضروری ہوگا۔ میں تکلیف کے بغیر ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے کے قابل ہوں گا۔ میرا تنفس آزاد، گہرا اور خوش گوار ہوگا۔ خالص صحت بخش ہوا، جس کی مجھے ضرورت ہے میں سانس کے ذریعے اندر کھینچوں گا اور اس طرح میرے پورے نظام کو طاقت وتوانائی حاصل ہوگی۔ اس کے علاوہ میں امن وسکون کے ساتھ سوؤں گا۔ مجھے زیادہ سے زیادہ تازگی اور آرام ملے گا۔ اس لیے میں جاگنے پر زندہ دل ہوں گا۔ دن کے کام کو امید ومسرت کی نگاہ سے دیکھوں گا۔ یہ عمل آج ہی شروع ہو گیا ہے اور مختصر مدت میں پوری طرح اور مکمل طور پر میری صحت بحال ہو جائے گی۔''

مندرجہ بالا تلقینات سے واضح ہو گیا ہوگا کہ ہر ایک تلقین میں درج ذیل تین امور پر خصوصی توجہ مرکوز کی جاتی ہے:

1۔ اصلاح کا فوری آغاز۔

2۔ تیز ترقی۔

3۔ مکمل اور مستقل صحت یابی۔

ایک نئے آدمی کی پہلی تلقینات کی حیثیت سے ان مثالوں کو ترتیب دیا گیا ہے۔ بعد کے مواقع پر ترکیب ''آج کے دن سے'' یا اس کی بدلی ہوئی صورت کو اس فقرے سے بدل دینا چاہیے کہ ''اصلاح پہلے ہی شروع ہو چکی ہے۔'' چنانچہ دمے کی صورت میں یوں کہا جا سکتا ہے: ''میرا تنفس پہلے ہی آسان ہو گیا ہے۔''

خاص تلقینات اگرچہ قدروقیمت کے لحاظ سے عام تلقینات کے مددگار کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن بعض اوقات بہت

مفید ہوتی ہیں۔ عام تلقینات ہماری زندگی کی عمارت کی بنیادوں کی گہرائی تک نگہداشت کرتی ہیں۔ جہاں آنکھیں کچھ دیکھ نہیں سکتیں اور کان کچھ سن نہیں سکتے۔ خاص تلقینات سطح کے اوپر مفید ہیں۔ ان کے ذریعے ہم انفرادی مشکلات سے نبٹ سکتے ہیں۔ دونوں طریقے ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔(57)

بعض تکالیف کا حملہ مثلاً دوروں کی صورت میں اچانک اور غیر متوقع ہوتا ہے اور بچاؤ کا موقع ملنے سے پہلے ہی مریض پر وار ہوجاتا ہے سب سے پہلے اس مقصد کے لیے تلقین کرنی چاہیے تاکہ آئندہ حملے کی خبر قبل از وقت مل جائے۔ اس کے لیے ہمیں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں: ''آئندہ جب کوئی دورہ پڑنے والا ہوگا مجھے خاصی دیر پہلے معلوم ہوجائے گا۔ مجھے اس کی آمد سے پوری طرح خبردار کردیا جائے گا اور جب یہ خبر ملے گی تو مجھے خوف اور اندیشہ محسوس نہیں ہوگا۔ اس کو دور کرنے کے لیے مجھے اپنی طاقت پر پورا اعتماد ہوگا'' جیسے ہی خبر ملے گی۔۔۔اور یہ ضرور ملے گی۔ مریض تنہائی اختیار کرلے اور اس کو روکنے کے لیے خاص تلقین کرے۔ پہلے اس کو سکون اور ضبطِ نفس کی تلقین کرنی چاہیے، پھر بار بار اس بات پر بلا کوشش زور دے کہ صحت کی معتدل حالت دوبارہ بحال ہورہی ہے، ذہن پوری طرح قابو میں ہے اور کوئی چیز اس کے توازن میں خلل نہیں ڈال سکتی۔ ایسے تمام دورے جو اچانک، خلافِ توقع ہمیں اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں، ان کا اسی طریق سے علاج کرنا چاہیے۔

ایک مثبت تلقین منفی تلقین سے زیادہ قوت رکھتی ہے اس لیے یہ بہتر ہوگا کہ سبب اور نتیجہ دونوں پر بیک وقت حملہ کیا جائے، غصے کی جگہ یہ تلقین کیجئے کہ آپ ہمدردی، صبر اور خوش مزاجی محسوس کریں گے۔

اگر آپ کا ذہن پراگندہ اور منتشر ہے تو بیٹھ جایئے۔ آنکھیں بند کرلیجئے اور آہستگی وسکون کے ساتھ یہ ایک لفظ بڑبڑایئے: ''سکون'' اسے مہذبانہ انداز میں دہرایئے اور پوری لمبائی تک کھینچئے۔ ہر تکرار کے بعد وقفہ دیجئے۔ بتدریج آپ کا ذہن پرسکون اور مطمئن ہوجائے گا۔ آپ ہم آہنگی اور سکون کے احساس سے پر ہوجائیں گے۔ اخلاقی صفات کے حصول کے لیے یہ طریقہ بہت کارآمد ہے۔ کسی برے جذبے کو ایسے لفظ کے استعمال سے شکست دی جاسکتی ہے جو اس سے متضاد اچھے جذبہ پر مشتمل ہو۔ لفظ کی قوت کا دارومدار بڑی حد تک اس کے اخلاقی تلازم پر ہوتا ہے۔ خوشی، مضبوطی، محبت، پاکیزگی جیسے اعلیٰ جذبات کے ترجمان الفاظ بہت توانائی رکھتے ہیں۔ ان کے استعمال سے ہم، ان کے متضاد، منفی جذبات اور ان کی وجہ سے لاحق ہونے والی ذہنی کیفیات سے نجات پاسکتے ہیں۔

اگر آپ کسی سخت تکلیف میں مبتلا ہیں، مثلاً دانت یا سر کے درد میں، تو بیٹھ جائیں اور اپنی آنکھیں بند کرلیں اور پرسکون انداز میں اپنے آپ کو یقین دلائیں کہ آپ اس سے نجات حاصل کرنے والے ہیں۔ اب نرمی سے متاثرہ نظام پر تھپکی دیں اور اس کے ساتھ ہی ہر ممکن تیزی سے وہی الفاظ دہرایئے، اس طرح کہ آواز کا ایک مسلسل دھارا پیدا ہوجائے۔ الفاظ یہ ہیں: ''یہ دور ہورہی ہے''۔۔۔دور ہورہی ہے۔۔دور ہوچکی ہے۔'' ایک منٹ تک یہ سلسلہ جاری رکھیے اور جب ضروری ہو صرف سانس لینے کے لیے رکیے اور الفاظ ''دور ہوچکی ہے'' تمام عمل کے آخر میں کہے جائیں۔ وقت ختم ہونے پر تکلیف یا تو بالکل ختم ہوجائے گی یا بڑی حد تک کم ہوجائے گی۔ اگر تکلیف ختم ہوجائے تو یہ تلقین کیجئے کہ یہ واپس نہیں آئے گی۔ اگر اس میں صرف کمی ہوتی ہو تو یہ تلقین کیجئے کہ جلد ہی بالکل ختم ہوجائے گی۔ اب اس کام کی طرف رجوع کیجئے

جس میں آپ تکلیف شروع ہونے سے پہلے مصروف تھے۔ دوسری دلچسپیوں میں اپنی توجہ لگائیے۔ اگر معقول مدت کے بعد مثلاً آدھ گھنٹے کے بعد بھی آپ کو تکلیف پریشان کرے تو خود کو الگ تھلگ کر کے ایک بار پھر تلقین کیجئے کہ آپ اس پر قابو پا رہے ہیں اور اسی طریقِ کار کو دہرائیے۔

جب آپ تلقین کی اس صورت کے استعمال میں ماہر ہو جائیں گے تو آپ عبارت کو ذہنی طور پر دہرا کر تکلیف کو دفع کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ لیکن بہرصورت الفاظ ہونٹوں اور زبان کی مدد سے ادا ہوں مبتدی کو ایک مدت تک بآواز علاج پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اس کو جلد چھوڑنے سے ناکامی کا خدشہ ہوگا۔

تلقین کی اثر انگیزی کا طریقہ کار:۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان صلاحیتوں میں سے ایک صلاحیت قوتِ شفا ہے۔ اہلِ مغرب اسے خیال کی طاقت یا لاشعور کی طاقت قرار دیتے ہیں۔ اپنے دہریہ، ملحدانہ اور کفریہ خیالات وعقائد کی وجہ سے وہ خالق و مالک کائنات کی قدرت وحکمت کا ذکر کیے بغیر فطرتی وقدرتی قوتوں اور ان سے کام لینے کے اصولوں اور قوانین کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ مغربی تہذیب وتمدن اور مغربی فکر وعمل سے متاثرہ افراد غلامانہ سوچ کی وجہ سے اندھا دھند ان کی پیروی کر رہے ہیں۔ میکاولی کے نظریۂ وطنیت، میکڈوگل کے نظریۂ جبلت، ڈارون کے نظریۂ ارتقا، سگمنڈ فرائڈ کے نظریۂ جنس کی بدولت مغربی اقوام میں علاقائی وجغرافیائی تعصّبات، مادیت، دہریت، کفر والحاد، حیوانیت، مادیت، عریانیت، فحاشی، بے حیائی، لادینیت، خودغرضی، بے مروتی، بے حسی، حیوانیت اور سیاسی وتجارتی لوٹ کھسوٹ کو فروغ ملا۔ ان کی سائنسی ومادی ترقی بجا ہے مگر وہ اخلاقی وروحانی لحاظ سے دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ اہلِ اسلام ان کی اندھا دھند پیروی کر رہے ہیں۔ وہ اندھا دھند مغربی تہذیب وتمدن اور اہلِ مغرب کے ملحدانہ افکار و نظریات اور تصورات کو اپنا رہے ہیں۔ دین اسلام مادی، سائنسی و دنیوی ترقی کے علاوہ روحانی واخلاقی ترقی کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ دین اسلام میں مادہ اور روح کی تقسیم نہیں ہے۔ دنیوی ترقی کے ساتھ آخروی فلاح کو اور مادی ترقی کے ساتھ روحانی واخلاقی ترقی واصلاح کے عمل کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ عصرِ حاضر میں نفسیات و مابعد النفسیات اور دیگر روحی علوم (یوگا، ہپناٹزم، ریکی، سائنٹالوجی وغیرہ) بھی ذہنی، نفسیاتی، جسمانی بہتری، اصلاح اور شفا کے لیے روحانی دنیا میں کارفرما اصول وقوانین کا ذکر تو کرتے ہیں، مگر حقیقت الحقائق، قادر مطلق ذاتِ باری تعالیٰ کے علم، حکمت اور قدرت کا ذکر نہیں کرتے۔

تمام روحی علوم محض خیال کی طاقت، تخیل کی قوت، لطیفہ نفس کی بیداری سے ظاہر ہونے والے عجائبات، لاشعور کی کارفرمائی اور کارآفرینی کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ روح (روح مقید) اور روحِ مطلق (ذات باری تعالیٰ) کا اور ان کے باہمی تعلق کا ذکر نہیں کرتے۔ دین اسلام مشاہداتی وتجرباتی (روحی، روحانی، سائنسی اور مادی) علوم کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت تسلیم کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس بات کی تعلیم بھی دیتا ہے کہ ہر انسان کو اور خصوصاً ہر مسلمان کو ان علوم سے استفادہ کرتے وقت اسلام کے بنیادی عقائد ومقصدِ حیات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ایسے علوم جو صرف مادی فلاح کا تصور پیش کریں اور انسان کو اس کے مالکِ حقیقی سے دور کر دیں ان کی تحصیل کا کیا فائدہ! روحی وسائنسی علوم میں اہل مغرب کا دلچسپ اور مدلل، تجرباتی ومشاہداتی اسلوب اور طرزِ بیان نہایت متاثر کن ہے۔ ہمارے علماء، حکماء اور صوفیہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق مذہبی اور روحانی علوم کی تعلیم وتربیت اور ترویج وتبلیغ کے لیے کوشاں نہیں ہیں جس وجہ سے اہل اسلام، دین اسلام

اور اپنے مالک و خالقِ حقیقی سے دور ہوتے جارہے ہیں۔عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق علم فقہ،علمِ تصوف اور دیگر اسلامی علوم کی نشاۃ ثانیہ اور تجدیدِ نو کی ضرورت ہے۔زیرِ نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

گزشتہ اوراق میں خیال کی طاقت کا ذکر کیا گیا ہے۔دین اسلام خیال کی طاقت تسلیم کرتا ہے۔ہمارے دین میں خیال (فکر اور سوچ) کی تطہیر کے لیے،اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونے اور اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پانے کے لیے مکمل ضابطۂ حیات پیش کیا گیا ہے۔جب خیال تطہیر اور تقویت پا جاتا ہے تو اس سے انسان کا کائنات اور خالقِ کائنات سے رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔اس کی روحانی قوت میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔وہ ہر لحاظ سے متوازن اور کامل شخصیت بن جاتا ہے۔وہ اپنے خیال کی روحانی طاقت سے دوسروں کو بھی شفا پانے میں اور انسانِ کامل بننے میں مدد دیتا ہے۔

مغربی حکما کے مطابق شفا کا عمل خیال کی قوت سے تکمیل پاتا ہے۔مثلاً اگر کسی کے زخم سے خون بہہ رہا ہو اور اسے یقین کے ساتھ تلقین دی جائے کہ دو منٹ میں خون بند ہو جائے گا تو اس تلقین کے زیرِ اثر لاشعور چھوٹی شریانوں اور وریدوں کو حکم بھیج دیتا ہے کہ خون کا بہاؤ روک دیں۔وہ فطری طور پر سکڑ جاتی ہیں جس طرح وہ خون روکنے والی دوا مثلاً اڈرینالین کے استعمال سے مصنوعی طور پر سکڑ جاتی ہیں اور خون بہنا بند ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دماغ کی رسولی ختم کرنے کے لیے ہدایت (تلقین) دی جائے تو لاشعور اس خیال کو قبول کر کے آگے بڑھاتا ہے۔دماغ رسولی کو پروان چڑھانے والی شریانوں کو سکڑنے کا حکم دیتا ہے۔رسولی کی شریانیں سکڑ جاتی ہیں جس سے رسولی کی پرورش رک جاتی ہے اور وہ خشک ہو کر بدن میں معدوم ہو جاتی ہیں۔(58)

مغربی حکماء کا خیال کی طاقت کی اثر انگیزی کے بارے میں نظریہ درست ہے۔وہ خیال کی اثر انگیزی تو تسلیم کرتے ہیں مگر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ خیال کی طاقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حکم سے ہی اثر پذیر ہوتی ہے۔جس قدر ذاتِ باری تعالیٰ سے عقیدت، محبت اور معرفت کا تعلق مضبوط ہوگا اسی قدر خیال کی اثر انگیزی میں بھی اضافہ ہوگا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۲۰

(لوگو!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے ان تمام چیزوں کو مسخر فرما دیا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں۔اور لوگوں میں کچھ ایسے (بھی) ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب (کی دلیل) کے O لقمان [31:20]

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۳

اور اُس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت) مسخر کر دیا ہے، بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں O الجاثیہ [45:13]

''کن'' بھی ایک تلقین (Suggestion) ہے۔اس دو حرفی صوت سے عالمین کو ظاہر اور باطن مہیا ہو گئے۔انسانی فہم و فراست اور موجودہ علمی کشف کے باوجود ان جہانوں کی وسعت کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔اگر کھربوں نوری سال زمان

کے بحرِ عظیم کی ایک بوند تصور کیے جائیں۔ ایسے پدموں اور سنکھوں بوندوں کو ایک پل مانا جائے تو ایسے سنکھ ہا سنکھ پل بھی روشنی کو عالمین کے ایک سرے سے دوسرے تک لے جانے سے معذور ہیں۔

بے شک انسان اس سب پر قادر نہیں ہوسکتا جو خالقِ کائنات کے قبضہ قدرت میں ہے لیکن اپنی بساط بھر، اپنے آپے میں رہتے اور عبدیت کا حق ادا کرتے ہوئے وہ بھی بہت کچھ کرسکتا ہے۔ جن اشیاء کے اسماء اسے معلوم ہیں وہ اس کے اذن کی منتظر رہتی ہیں۔ اس ضمن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعض آسمانی کتابوں میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے بنی آدم! میں اللہ جل شانہ ہوں جس چیز سے کہتا ہوں کن وہ ہوجاتی ہے۔ میری اطاعت کر تو جس چیز کو کہے گا ہوجا، وہ ہوجائے گی۔ (فتوح الغیب)

ان تصرفات کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے رب کے ساتھ ساتھ اپنے آپ پر بھی ایمان لے آئے۔ انسان جن طاقتوں کو اپنی ذات سے باہر یا اپنی رسائی سے پرے جانتا ہے دراصل وہ خود ہی ان کا مرکز ومحور ہے۔ کمی صرف اتنی ہے کہ اسے اس کا احساس نہیں رہا۔ بقول خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ۔

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا آپ تئیں ثابت ہوا میں آپ ہی اپنے سے دور تھا

خالق و مالکِ حقیقی اور ہمارے درمیان کوئی زمانی ومکانی فاصلے نہیں۔ یہ صرف فکری ونظری فاصلے ہیں۔ اگر انسان خیال کی حقیقت پالے تو یہ فاصلے ختم ہوجائیں۔ حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''خیال ہی ہر کام میں پیش رو ہے۔ دل کی زنجیر 'خیال' ہی ہے۔ یاد رکھ خدا کا وصل سوائے پاکیزگی خیال کے نہیں ہوسکتا۔ اے درویش سب مدعا خیال کی مشق میں ہے'' (شریف التواریخ)

شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ دنیا کیا ہے؟ خیال ہی کا کرشمہ ہے........ انبیاء علیہم السلام کے معجزات بھی خیال کی مضبوطی سے ظہور میں آئے''۔ (تربیت العشاق)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نیست وش باشد خیال اندر روان تو جہانی برخیالی بین، رواں

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ وتفنگ تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

دعا بھی ایک طرح کی خود تلقینی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور عقیدت، محبت، عاجزی اور احترام سے درخواست پیش کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہر اچھی دعا جلد یا بدیر ضرور پوری ہوتی ہے۔ دعا میں یقین شامل ہو تو فوراً قبول ہوتی ہے۔

رانا محمد نعیم عرف پپو سلسلہ سروری قادری میں مرید اور خلیفہ مجاز ہیں۔ وہ مستجاب الدعوات ہیں۔ کل (19 جنوری 2015ء بروز سوموار) انہوں نے بتایا کہ اپنے محلہ میں ان کا کسی کے گھر جانا ہوا۔ ان کی بہو ناراض ہوکر میکے چلی گئی تھی۔ وہ گھر کی تمام چابیاں ایک دراز میں بند کر کے، دراز کی چابی بھی ساتھ لے گئی۔ رانا محمد نعیم بیان کرتے ہیں: میں نے اہل خانہ سے کہا کہ آپ کوئی ایک کام کہیں وہ ابھی پورا ہوجائے گا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ بند دراز بغیر چابی کے کھول دیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا، یا اللہ! میں نے اپنی اوقات سے بڑھ کر بات کی ہے۔ اپنے فضل وکرم سے تالا کھول

دیں۔اس کے بعد میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر دروازہ کھینچا تو کھل گیا۔ بعد میں اگلے روز اہلِ خانہ کے تقاضا پر دوبارہ دعا کی تو دراز کا تالا پھر سے لگ گیا۔

اسی طرح ایک دو روز پہلے رانا محمد نعیم کی بیوی کا پرس گم ہوگیا۔اس میں قریباً آٹھ ہزار روپے تھے۔اس نے ہر جگہ پرس تلاش کیا مگر نہ ملا۔رانا محمد نعیم نے اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کر کے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا تو اس میں پرس آ گیا۔رانا محمد نعیم اہلِ یقین سے ہیں ان کے ساتھ اکثر اس طرح کے معاملات پیش آتے رہتے ہیں۔

چوہدری اقبال جاوید حال ہی میں محکمہ انکم ٹیکس سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ وہ محلہ نور پور میں اپنے آبائی گھر میں رہتے ہیں۔ایک روز وہ میرے پاس آفس میں تشریف لائے۔انہوں نے دورانِ گفتگو نیا گھر بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی اس بات کا بھی اظہار کیا کہ فی الحال میرے پاس نیا گھر بنانے کے لیے وسائل نہیں ہیں۔ میں نے کہا اقبال صاحب اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔آپ فارغ وقت کسی اچھی کالونی کو وزٹ کریں۔کوئی گھر پسند کرلیں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کو ویسا ہی یا اس سے بہتر گھر عطا فرما دیں گے۔میری تلقین کا ان پر اثر ہوا۔انہوں نے ایک گھر پسند کرلیا۔ایک سال کے اندر ہی غیب سے اسباب پیدا ہوئے۔ان کا ایک پلاٹ ان کی توقع سے زیادہ قیمت پر فروخت ہوگیا۔ریٹائرمنٹ پر پنشن کی رقم بھی توقع سے زیادہ ملی۔انہوں نے بفضل تعالیٰ گرین ٹاؤن فیصل آباد میں قریباً چھ(6) مرلہ کا دو منزلہ گھر باون لاکھ روپے میں خریدلیا۔

اگر انسان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمت پر بھروسہ کرے اور یقین سے دعا والتجا کرے تو وہ جو چاہے اسے مل جاتا ہے،جیسا چاہے ہوجاتا ہے۔اسی بنا پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ؎

یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو' زباں تو ہے (59)

خود تلقینی اور بچہ:۔ خود تلقینی صحت اور تندرستی کے عمل کو بہتر بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔بچوں کو روزانہ باقاعدگی سے اسی طرح خود تلقینی کرنی چاہیے جس طرح ہم انہیں خوراک مہیا کرتے ہیں۔خود تلقینی بچے کی پیدائش سے پہلے شروع کی جاسکتی ہے۔دورانِ حمل جس طرح ماں کو مناسب متوازن غذا مہیا کرنا ضروری ہے اسی طرح اسے آرام دہ اور پرسکون ماحول مہیا کرنا بھی ضروری ہے۔اس دوران اگر ماں ڈپریشن وذہنی دباؤ کا شکار رہے تو بچے کی نشوونما پر مضر اثرات پڑ سکتے ہیں۔انتہائی صورتوں میں اس کا نتیجہ اسقاطِ حمل یا جسمانی طور پر بچے کی بدہیئتی یا دماغی کمزوری کی صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے۔دورانِ حمل زچہ زیادہ حساس اور جذباتی ہوتی ہے۔اس حالت میں زچہ بچہ پر اچھی وبری تلقینات کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔

1۔ اس دوران ماں کو چاہیے کہ کثرت سے ذکر الٰہی کرے۔درود شریف پڑھے اور قرآن حکیم کی تلاوت کرے تاکہ بچہ ذکر الٰہی، درود شریف اور قرآن حکیم کی برکات کی بدولت خوبصورت وخوب سیرت،تندرست وتوانا،عقلمند، ذہین اور ہونہار ہو۔

2۔ ماں کو چاہیے کہ اپنے آپ کو تلقین کرے کہ اس کا نظامِ انہضام اس کے بچے کو تمام ضروری غذائی اجزاء فراہم کر رہا ہے۔بچہ ذکر وفکر کی برکات کی بدولت خوبصورت،تندرست اور خوب سیرت ہوگا۔

3۔ بچہ نفسیاتی اور جسمانی طور پر ماں کے زیرِ اثر ہوتا ہے۔محبت اعلیٰ درجے کی تلقینی طاقت رکھتی ہے۔پیدائش کے بعد

بھی بچے کوتلقین کرتے رہنا چاہیے۔ بچہ سوجائے تواس کے پاس آہستہ آواز میں کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھیں۔ الحمد شریف، آیت الکرسی، چاروں قل، سورۃ یٰسین، سورۃ رحمٰن اور سورۃ الملک کی تلاوت کریں۔ بچہ بیمار ہوتو سرگوشی کے انداز میں اسے تلقین کریں۔

''اللہ تعالیٰ کےفضل وکرم سےتم بہتر ہورہے ہو''

4۔ جب بچہ بولنا سیکھ لےتو وہ ماں یا باپ کے ساتھ مل کرضرورت کے مطابق موزوں تلقین پر مبنی الفاظ دہرائے۔مثلاً درد کی صورت میں کہے:''اللہ تعالیٰ کےفضل وکرم سے یہ دور ہورہی ہے، دور ہورہی ہے، دور ہوگئی ہے۔''

بخار کی صورت میں کہے:'اللہ تعالیٰ کےفضل سے بخار اتر رہا ہے، اتر گیا ہے۔''

ہمارے گھروں میں مائیں اکثر اس طرح بچوں کوفوری سکون اورآرام حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔مثلاً بچہ گر جائے، زخمی ہوجائے یا اسے چوٹ لگ جائے تو اس کی ماں اسے کہتی ہے:

''کچھ نہیں ہوا۔ مجھے چومنے دو، یہ اچھا ہوجائے گا''

وہ اس کو چومتی ہے۔ بچے کو ماں کی بات پر یقین ہوتا ہے۔تھوڑی ہی دیر میں اس کی تکلیف دور ہوجاتی ہےاور وہ پھر سے کھیل کود میں مشغول ہوجاتا ہے۔

5۔ بچے کے سونے کا انتظار کریں۔ جب وہ سوجائے تو احتیاط سے اس کے کمرے میں داخل ہوں اوراس کے بستر سے قریباً ایک گز یا ایک میٹر دور ٹھہر جائیں۔ بڑبڑاہٹ کے انداز میں اکیس بار وہ باتیں دہرائیں جن کی آپ صحت، کام، نینداور طرزِ عمل کے سلسلہ میں بچے سے توقع رکھتے ہیں۔اس کے بعد دبے پاؤں واپس آجائیں۔ یہ احتیاط رہے کہ بچہ جاگنے نہ پائے۔اس تلقین سے زبردست نتائج مرتب ہوں گے۔

ایک دن میرا بیٹا احمد علی انجم میرے پاس آیا اوراس نے کہا'ابو مجھے طوطا لے کردیں۔اس وقت اس کی عمر قریباً بارہ برس تھی۔ میں نے اسے کہا اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ دے دیں گے۔اس نے کہا کیا میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو مجھے مل جائے گا۔ میں نے کہا''ہاں'' بالکل مل جائے گا۔ یہ سن کر وہ چلا گیا۔کچھ دیر بعد وہ طوطا پکڑ لایا۔ میں نے پوچھا یہ طوطا کہاں سے ملا؟اس نے کہا''میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا۔ میں اپنے گھر کے ساتھ پلاٹ میں کھڑا تھا تو یہ طوطا میرے قدموں میں آگرا۔ یہ اڑ رہا تھا۔ایک چیل نے اسے پنجا مارا تو یہ زخمی حالت میں نیچے گر پڑا میں نے اسے اٹھالیا۔''

میں نے دیکھا کہ طوطا واقعی زخمی تھا۔اسے کہا کہ جاؤ اس کی مرہم پٹی کرواوراسے کچھ کھلاؤ پلاؤ۔

مراقبہ اور خود ترغیبی:۔ بیماری کی حالت میں خصوصاً خطرناک اور جان لیوا امراض کی صورت میں مریض خود کو منفی ترغیبات دیتا رہتا ہے۔یعنی میری زندگی کے دن پورے ہوگئے ہیں۔ میرا دل کمزور ہورہا ہے۔بس اب ہارٹ فیل ہونے والا ہے۔مریض کا ذہن برابر ترغیبات دہراتا رہتا ہے۔جس سے مرض کی شدت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔منفی ترغیبات کے بداثرات دور کرنے کے لیے مریض کو مثبت ترغیبات دینا ضروری ہے۔ مراقبہ سے مریض میں ہر قسم کی ترغیب قبول کرنے کی تیز استعداد پیدا ہوجاتی ہے۔ترغیب پذیری کی اس استعداد کو مریض کی جسمانی، نفسیاتی، ذہنی وروحانی تندرستی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مراقبہ میں جب محویت یا استغراق کی حالت طاری ہوجائے اس وقت یہ ترغیبات زیادہ موثر

ہوجاتی ہیں۔

تنویم اور مراقبہ:۔ ایک ہپناٹسٹ ارتکازِ توجہ اور تنظیم تنفس کی مشقوں کے ذریعے مضبوط قوتِ ارادی اور دوسروں کو متاثر کرنے والی قوتِ نظر حاصل کر لیتا ہے۔ وہ جسے ہپناٹائز کرنا چاہے اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر اسے سونے کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر معمول یہ ترغیب قبول کر لے تو اس پر نیند طاری ہوجاتی ہے۔ اسے تنویمی حالت کہتے ہیں۔ تنویم کے دوران معمول پر جو کیفیات گزرتی ہیں، وہ بیدار ہونے کے بعد انہیں بھول جاتا ہے۔ اس کے برعکس مراقبے کے دوران جب استغراق کی کیفیت طاری ہو تو ہپناٹزم کے زیر اثر طاری ہونے والی تنویمی حالت کے برعکس مراقبہ کرنے والے کو وہ مختلف ذہنی وروحانی حالتیں اور کیفیات یاد رہتی ہیں جن سے وہ دورانِ مراقبہ گزرتا ہے۔ کوئی بھی علم ہو اس میں مہارت کے حصول کے لیے مشق درکار ہوتی ہے۔ ایک ہپناٹسٹ جس قدر زیادہ مشق کرتا ہے اسی قدر اسے زیادہ مہارت حاصل ہوتی ہے۔ ہپناٹزم میں اپنے معمول پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ محنت، کوشش اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس صوفیہ عظام کے مروجہ طریقوں سے مراقبہ کرنے سے حاصل ہونے والی قوتِ نظر سے معمول کے کردار، اخلاق اور رویے میں نہایت آسانی سے تبدیلی لائی جاسکتی ہے اور اس کے ذہنی، نفسیاتی، اخلاقی وروحانی مسائل بھی حل کیے جاسکتے ہیں۔ مردمومن کی قوتِ نگاہ کی تاثیر کے اظہار کے لیے علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں! کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا؟ (60)

مراقبہ اور تلازمۂ خیال:۔ مراقبہ سے مراد ہے کسی ایک تصور کو بنیادی نکتہ بنا کر باہم مشابہ یکساں اور ایک جیسے تصورات کا تانا بانا بننا۔ یہ عمل قانون تلازمہ خیال کے تحت ظہور پذیر ہوتا ہے۔ تلازمۂ خیال کا قانون یہ ہے کہ ذہن سے ہر لمحہ شعور کی رو بہتی رہتی ہے۔ اس رو میں خیال کی جتنی لہریں ہوتی ہیں وہ ایک دوسرے سے مربوط، مشابہ، ہم جنس اور مربوط ہوتی ہیں۔

دنیا کا کوئی بڑا آدمی، مذہبی رہنما، روحانی مصلح، سیاسی کارکن، فاتح، فلسفی، شاعر، ادیب، سائنسدان، محقق اور فنکار اپنے موضوع میں استغراق اور اپنے تصور میں مراقبے کے بغیر، کسی قسم کی بڑائی حاصل نہ کرسکا۔ دراصل جب تک انسان اپنے دلچسپی کے موضوع میں ڈوب نہ جائے، بڑا آدمی نہیں بن سکتا۔

سالک راہِ حق کے لیے ذات باری تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مقصود ومطلوب نہیں ہوتا اور اس کے لیے مراقبہ اسمِ ذات اور اسمِ نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی مراقبہ نہیں۔ اس مراقبہ میں بھی تلازمہ خیال کے قانون کے مطابق اصل تصور اور اس سے متعلقہ خیالات پر توجہ مرکوز رکھی جاتی ہے۔ ارشادنبوی ﷺ ہے کہ:

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ حضورِقلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

نماز اس طرح ادا کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ تصور نہ کرسکو تو یہ تصور کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

مراقبہ اسمِ ذات میں حضورِ قلبی، تصورِ ذاتِ باری تعالیٰ کے اصولوں اور تلازمۂ خیال کے قانون کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ حضورِ قلب کے ساتھ اسمِ ذات کا تصور کیا جاتا ہے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں آیاتِ قرآنی (سورۂ اخلاص، آیت نور، سورۂ حشر کی آیات، 21 تا 24) اور مظاہرِ فطرت کے حوالے سے غور وفکر اور تدبر کیا جاتا ہے۔ اس دوران بنیادی تصور (اسمِ ذات) کی طرف توجہ رکھی جاتی ہے اور اس سے متعلقہ خیالات وتصورات کا تلازمہ قائم

رکھا جاتا ہے۔اس تصور، تفکر اور تدبر کے دوران اچانک مراقبہ، مکاشفہ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔انسانی ذہن مختلف عبوری اور ضمنی حقیقتوں سے گزرتا ہوا حقیقت الحقائق تک رسائی پالیتا ہے۔وصل اور فنا و بقا کے مراحل طے ہوجاتے ہیں ؂

من ز تن عریاں شدم او از خیال　　من خرامم در نہایت الوصال (رومی)

(عالم استغراق میں) میں جسم سے آزاد ہوگیا ہوں اور اس حقیقت الحقائق نے لباسِ خیال اتار دیا ہے۔اب ہم دونوں وصل وقرب کی انتہائی بلندیوں پر خراماں ہیں۔

مراقبہ اور مشابہتِ تصور:۔ مشابہتِ تصور سے مراد خیالات وتصورات میں بنیادی تصور سے پائی جانے والی مشابہت ہے۔مراقبہ میں مشابہتِ تصور کے حامل خیالات، افکار اور تصورات کو قبول اور دیگر خیالات، افکار اور تصورات کو رد کیا جاتا ہے۔

مراقبہ ہو یا محاسبہ، دورانِ مشق ذہن بار بار ادھر ادھر بھٹکتا رہے گا۔اس دوران آپ کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ توجہ اصل تصور کی طرف مبذول رہے۔اگر کوئی دوسرا خیال آئے تو اسے آنے اور گزر جانے دیجئے۔اس سے الجھیے مت۔پھر سے ساری توجہ اصل تصور کی طرف لگا دیں۔یہ عمل بار بار کرنا پڑے گا۔اگرچہ یہ بہت تکلیف دہ کام ہے مگر ذہن کو منظم سوچ و بچار کی عادت ڈالنے کے لیے یہ کوشش ضروری ہے۔اس کوشش میں تلازمۂ خیال کے قانون کے تحت بنیادی تصور کی مناسبت، رعایت اور التزام سے خود بخود ذہن میں مشابہتِ تصور کے اصول کے تحت خیالات، استعارات، علامات، تشبیہات اور تاثرات کا سلسلہ شروع ہوجائے۔اس منظم سوچ بچار کے دوران یکا یک قلب کا دریچہ کھل جائے گا اور جمالِ یار نصیب ہوجائے گا۔

خیال بہت بڑی قوت ہے۔اس کی لامحدود وسعتوں کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔جس طرح تھپڑ کے مقابلے میں مکا، یعنی ہاتھ کی پانچوں بندھی ہوئی انگلیوں کی ضرب کاری اور کارگر ثابت ہوتی ہے۔بالکل اسی طرح پراگندہ خیالی کے بجائے خیالات کو سمیٹ کر جو تصور قائم کیا جاتا ہے وہ انقلاب انگیز ہوتا ہے۔مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

نیست وش باشد اندر روان　　تو جہانی بر خیالی بین، روان

بر خیالی صلحشان و جنگشان　　و ز خیالی فخر شان و ننگشان

آن خیالاتی کہ دام اولیاست　　عکس مہ رُویان بستان خداست

ترجمہ:۔اگرچہ جہاں میں خیال نظر نہیں آتا۔تو ساری دنیا کو خیال کے بل پر رواں دواں دیکھے گا۔لوگوں کی صلح اور جنگ کسی نہ کسی خیال پر موقوف ہے۔خیال ہی سے ان کو فخر اور ندامت ہوتی ہے۔وہ قوتِ خیال جس سے اولیاء اللہ کا لگاؤ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے باغ کے مہ جبینوں (انبیاء) کا عکس ہے۔

روحانیت وروحیت:۔ مخفی علوم (آکلٹ سائنسز) کے ماہرین کے مطابق انسانی وجود سہ منزلہ واقع ہوا ہے۔مادی جسم، نوری جسم (اثیری وجود، آسٹرل باڈی، Astral Body) اور روح۔علم نفسیات میں انسانی ذہن کی کارکردگی اور ذہنی اعمال کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔علمِ نفسیات کے مطابق انسانی ادراک کا واحد ذریعہ اس کے حسی اور حرکی اعصاب (Sensory and Motor Nerves) ہیں۔علم مابعد النفسیات (Parasychology) کے مطابق انسان کے اندر محض ایسی خارق العادات (سپر نارمل) صلاحیتیں موجود ہیں کہ اگر ان کو استعمال کیا جائے تو ذہن، حواس خمسہ اور ان کے آلات و

وسائل (حسی وحرکی اعصاب) کو استعمال کیے بغیر بعض یا اکثر حقیقتوں کو دریافت کرسکتا ہے۔ مابعد النفسیات میں ادراک ماورائے حواس (تیسری آنکھ، کنڈالنی شکتی، چھٹی حس) سے حاصل ہونے والے مشاہدات وتجربات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ باالفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ مابعد النفسیات صرف روحی نقطہ نظر سے بحث کرتی ہے۔ روحیت اس مخصوص نفسیاتی اور ذہنی کیفیت کو کہتے ہیں جو کبھی کبھی ذہن کو شعور کی عام سطح سے بلند کرکے اسے بعض ایسی پراسرار قوتوں یا چند ایسے قوانینِ فطرت سے دوچار کردیتی ہے جس کی تشریح ہم فطرت کے معلوم قوانین اور عادت کے لگے بندھے ضابطوں کی روشنی میں نہیں کرسکتے۔ مستقبل بینی، معجزہ نما پیش گوئیاں، ساحری، القا، وجدان، کشف اور شراق کی حالتیں، یہ سب روحیت کے مظاہر اور مابعد النفسیات کے دائرۂ تحقیق میں شامل ہیں۔ تاریخی اور عملی طور پر ان واقعات (یا اس قسم کے بیانات) کی صحت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا کی ہر قوم اور ہر قبیلے میں راہب، کاہن، جوگی، فقیر، پجاری، شعبدہ گر، مستقبل بین، نجومی، غیب دان، رمّال اور عالمِ ارواح سے تعلق کا دعویٰ رکھنے والے مجذوبوں کے گروہ موجود رہے ہیں۔ خرق عادات واقعات کی اتنی کثرت ہے اور اس قسم کے مظاہر اس درجہ تواتر وتسلسل کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں کہ ان کو محض جھوٹ یا اتفاق کہہ کر ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان تمام واقعات کے پیچھے فطرت ہی کے اٹل قوانین کام کررہے ہوتے ہیں۔ ضرورت صرف ان قوانین کو سمجھنے کی ہے۔

سائنس، انجینئرنگ، فزکس وغیرہ انسان کی ذہنی طاقت کا ایک مادی مظہر ہی تو ہیں۔ بے جان آلے نہیں بولتے بجلی کی لہریں کلام نہیں کرتیں، ٹیلی فون اور ریڈیو کے بھیس میں انسانی ذہن اور اس کی حیرت انگیز قوت بولتی ہے۔ مابعد النفسیات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسانی شعور (اپنے تمام پہلوؤں یعنی تحت الشعور، لاشعور اور شعور برتر کے ساتھ) فقط ریڈیو، ٹیلی فون، موبائل، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا ہی موجد نہیں بلکہ وہ خود اپنی ماہیت میں ریڈیو، ٹیلی فون، موبائل، ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم بجلی، بھاپ اور پٹرول کی مدد سے بے جان مادوں میں جو قوت پیدا کرسکتے ہیں وہ قوت ہمارے اندر بھی کارفرما ہے۔ شعور کے اس مادی پہلو کے علاوہ اس کا ایک اور بھی پہلو ہے۔ اس دوسرے پہلے کو نفس یا شعور انسانی کا روحی پہلو کہا جاسکتا ہے۔ شعور کے اس پہلو سے اگر ذاتِ باری تعالیٰ سے رابطہ وتعلق اور معرفت وعرفان کے حصول کا کام لیا جائے یا کام لینے کی کوشش کی جائے تو اسے روحانی پہلو کہا جاسکتا ہے۔

سہ منزلہ انسانی وجود میں سے نوری جسم (Astral Body) کے مختلف پہلوؤں کا روحی علوم (مابعد النفسیات، ہپناٹزم، ریکی وغیرہ) میں مطالعہ کیا جاتا ہے۔ روح کا مطالعہ روحانی علم (اسلامی تصوف) کے تحت کیا جاتا ہے۔ اس میں اسلامی عقائد کے مطابق انسان' کائنات اور مظاہرِ کائنات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ سے عقیدت، محبت اور معرفت کا رشتہ قائم کیا جاتا ہے اور اس رابطہ، رشتہ اور تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (61)

یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ روحانیین (یعنی جو لوگ روحانی قوت رکھتے ہیں) کے لیے ضروری نہیں کہ وہ کشف کونی پر قادر ہوں یا کوئی کرامت دکھاسکیں۔ روحانیت کی اساس عقائدِ صالحہ واعمالِ صالحہ پر استوار ہے۔

تیسری آنکھ:۔ علومِ مخفی (آکلٹ سائنسز) اور مابعد النفسیات کے ماہرین کے مطابق دماغ کے قریباً وسط میں، دونوں آنکھوں کے درمیان، ابروؤں سے ذرا اوپر کے مقام پر ایک غدود (Gland) موجود ہے جسے غدۂ صنوبری یا پی نیئل گلینڈ

(Pineal Gland) کہتے ہیں۔ روحی علوم کے بعض ماہرین کے مطابق یہ غالباً انسان کی تیسری آنکھ تھی جو عضویاتی اور جسمانی ارتقاء کی طویل منزلوں میں اپنی حیاتیاتی افادیت پوری کر کے سکڑ گئی۔ روحی علوم میں ارتکازِ توجہ اور تنظیم تنفس کی مختلف مشقوں کے ذریعے اس تیسری آنکھ کو جگایا جاتا ہے۔ یوگا میں ریڑھ کی ہڈی کا آخری سرا روحانی قوت کا مرکز ہے۔ اسے کنڈانی شکتی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اہلِ عرفان کے مطابق لطیفہ نفس کا مقام ناف ہے۔ روحی علوم میں بیان کردہ تمام مافوق الفطرت مظاہر کا تعلق لطیفہ نفس کی بیداری سے ہے۔ لطیفہ نفس کے عین پیچھے ریڑھ کی ہڈی کے آخری حصہ میں 'کنڈالنی شکتی' کا مقام ہے۔ اسی طرح دونوں ابروؤں سے ذرا اوپر پیشانی کے درمیان لطیفہ خفی کا مقام ہے اور دماغ کے وسط میں لطیف اخفیٰ کا مقام ہے۔ روحی علوم کے ماہرین لطیفہ نفس، لطیفہ خفی اور لطیفہ اخفیٰ کے مذکورہ بالا تینوں میں سے ایک یا دو لطائف کے اردگرد مقامات پر توجہ سے روحی صلاحیتیں بیدار کرتے ہیں جبکہ اہلِ روحانیت کے نزدیک انسانی جسم میں روحانی قوت کے دو یا تین نہیں بلکہ کل چھ یا سات مقامات ہیں جنہیں لطائف کہتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

1۔ لطیفۂ نفس　　2۔ لطیفۂ قلب　　3۔ لطیفۂ روح　　4۔ لطیفۂ سِر
5۔ لطیفۂ خفی　　6۔ لطیفۂ اخفیٰ　　7۔ لطیفۂ انا

ذکر وفکر اور ان لطائف پر توجہ سے وہ تمام روحانی صلاحیتیں بیدار ہوجاتی ہیں جو کہ مشاہدہ حق اور حصولِ معرفت کے لیے ضروری ہیں۔

تحلیلِ نفسی وخودنویسی: تحلیل نفسی سے مراد اپنے نفس (ذہن) کی کیفیتوں کو ٹٹولنا اور ان شکایتوں کو دریافت کرنا ہے، جو انسانی سوچ میں پڑ گئی ہوں۔ (62)

خودنویسی از خود تحلیل نفسی کا ایک طریقہ ہے۔ خودنویسی کا طریقہ یہ ہے کہ پنسل کاغذ لے کر بیٹھ جائیں۔ ذہن پر زور دیئے بغیر، سوچے بغیر، جو اچھا برا خیال ذہن میں آئے لکھتے جائیں۔ اندھا دھند قلم چلاتے جائیں۔ جو کچھ خود بخود لکھا جائے وہی درست ہے۔ روزانہ چند منٹ مشق سے خاطر خواہ فوائد ہوتے ہیں۔ ڈپریشن دور ہوتا ہے۔ ذہنی وقلبی سکون و اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔ خودنویسی کے بعد پرسکون ماحول میں نہایت دیانتداری اور منصفانہ انداز سے اپنی لکھیں ہوئی باتوں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیں۔ اس طرح غور وفکر سے آپ کو اپنا طرزِ فکر سمجھنے، اسے بہتر بنانے، سوچ کی گتھیاں سلجھانے، اپنی خوبیوں وخامیوں سے آگاہ ہونے، اپنا محاسبہ اور اصلاح کرنے اور اپنے فکر وعمل کی تنظیم واصلاح کرنے کا موقع ملے گا۔

تحلیل نفسی کا طریقہ یہ ہے کہ مریض یا مریضہ آرام دہ ماحول میں، پرسکون ہوکر بیٹھ جائے یا آرام سے بستر پر لیٹ جائے۔ اسے ہدایت کی جائے کہ وہ استغراق کی کیفیت طاری کر کے ذہن میں جتنے خیالات یکے بعد دیگرے آ رہے ہیں انہیں بغیر کسی جھجک کے بے تکان بیان کرتا جائے۔ معالج یہ سب باتیں سن کر مریض/مریضہ کی ذہنی کیفیت کے مطابق موزوں ترغیبات دے کر اس کا علاج کرے۔ ماہرین نفسیات اور روحی علوم کے ماہرین کے برعکس کامل نگاہ درویش، ذرا سی توجہ سے ذہنی، نفسیاتی واعصابی مریضوں کی کیفیات واحوال سے باخبر ہوکر ان کی اصلاح کر دیتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ ان کے ہمدردانہ، مشفقانہ، بے تکلفانہ رویے کی وجہ سے، لوگ اچھی بری دل کی تمام باتیں انہیں کہہ دیتے ہیں۔ وہ مکمل رازداری رکھتے ہوئے، انہیں موزوں مشورے دے دیتے ہیں، کوئی عمل یا وظیفہ بتا دیتے ہیں۔ دعا، تدبیر اور توجہ

سے ان کے مسائل حل کر دیتے ہیں۔

ارتکازِ توجہ اور رابطۂ شعورِ مطلق:۔ کسی نقطہ (Point) کی طرف شعور کے مسلسل بہاؤ کو توجہ کہتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم اسم ذات کی طرف پلکیں جھپکے بغیر دیکھتے رہیں یا آنکھیں بند کر کے اسمِ ذات کے تصور کی طرف دھیان رکھیں تو اسمِ ذات، مرکزِ توجہ اور نکتہ توجہ ہے اور خیال ایک نکتہ پر مرکوز رکھنے کے اس عمل کو 'توجہ' کہتے ہیں۔ توجہ کی دو اشکال ہیں یا اقسام ہیں: مرکزی توجہ اور ضمنی توجہ، مرکزی توجہ وہ ہے جس پر ذہن (شعور) پوری طرح مرتکز یعنی جما ہوا ہو اور ضمنی توجہ وہ ہے جو شعور کے حاشیہ پر موجود ہو۔ اسمِ ذات پر توجہ کی صورت میں بھرپور توجہ اسمِ ذات کی طرف ہوتی ہے۔ اسے مرکزی توجہ کہتے ہیں۔ اس توجہ کے دوران اسمِ ذات کے تصور کے ساتھ خانہ کعبہ، روضۂ رسول ﷺ، کلمہ طیبہ یا کسی آیت پر مشتمل عبارت یا ان میں سے کسی ایک کا تصور ضمنی توجہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ کسی شے یا نقطے کی طرف توجہ مبذول کرنے کے اسباب خارجی بھی ہوتے ہیں اور داخلی بھی۔ مثلاً کسی کاغذ پر لکھے ہوئے اسمِ ذات اور اسمِ نبی کریم ﷺ توجہ کے خارجی اسباب ہیں۔ انہیں اسمائے مبارکہ کے تصورات توجہ کے داخلی اسباب ہیں۔ حقیقت پسندانہ زندگی بسر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہماری توجہ ٹھوس حقائق کے ساتھ ساتھ روحانی حقائق (حقیقت الحقائق یعنی ذاتِ باری تعالیٰ، انبیاء و رسل، حیات بعد الموت یعنی عالمِ برزخ کی زندگی، عالمِ ارواح، فرشتوں، آخرت، جنت و جہنم، یومِ محشر، پل صراط) پر رہے۔ روحانی حقائق کا اگرچہ عالمِ غیب سے تعلق ہے مگر عقائد صالحہ، اعمالِ صالحہ اور منظم توجہ کی بدولت ہم ان کا ادراک حاصل کر سکتے ہیں۔ تمام ذہنی و روحانی صلاحیتوں کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنے سے عملی شعور کی روست پڑ جاتی ہے۔ استغراق یعنی ڈوب جانے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور انسان میں ادراک ماورائے حواس (Extra Sensory Perception) کام کرنے لگتا ہے۔ ادراک ماورائے حواس کو روحانی یا ماورائی شعور یا لازمانی ولامکانی شعور کے نام سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح ایک بڑے عدسے کو دھوپ میں کسی چیز سے اتنے فاصلے پر رکھیں کہ اس عدسے کے پورے محیط کی شعاعیں سمٹ کر ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائیں تو آگ لگ جائے گی اور شعلہ بھڑک اٹھے گا۔ اس طرح دماغ یا روح کی تمام قوتوں کو جب ایک خیال کی طرف مرکوز کر دیا جاتا ہے تو روحانی شعور اور روحانی قوتیں فعال اور سرگرم ہو جاتی ہیں۔ اس منزل پر پہنچ کر آدمی کسی شے پر اپنی توجہ مرکوز کر دے تو اس کے سارے حقائق بے پردہ ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ اگر وہ مادی اشیاء پر توجہ مرکوز کرے تو ان کے دقائق واسرار بے نقاب ہو جائیں گے۔ اگر وہ اپنے نفس پر غور کرے گا تو دماغ، عقل اور ذات سے متعلق دقائق وحقائق واضح ہو جائیں گے۔ اگر ذات وصفاتِ حقیقتِ مطلقہ پر توجہ کرے گا اور اپنی دماغی وروحانی قوتوں کو اس کے عرفان پر مرکوز کر دے گا تو اسے اپنے ظرف کے مطابق ذاتِ باری تعالیٰ کے فضل وکرم سے عرفان حاصل ہو جائے گا۔

کردار سازی اور خلوت نشینی:۔ حضرت ابراہیمؑ کی خلوتیں' حضرت موسیٰؑ کی چالیس روزہ عبادتیں اور حضرت عیسیٰؑ کی خلوت نشینی کے بعد محسنِ انسانیت ﷺ کے اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد کی خلوتیں اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ دنیا کے عظیم ترین انسانوں نے خلوت کو اپنا شعار بنا کر اپنے افکار وخیال کی تطہیر وترفیع کا فریضہ سرانجام دیا ہے، جو سوسائٹی میں رہ کر مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ البتہ یکسوئی اور ارتکازِ خیال کی جب عادت پڑ گئی تو ہنگامے میں بھی اس یکسوئی میں حارج ومزاحم نہ ہو سکے اور دماغی اور روحانی قوتوں پر اس قدر تصرف ہو گیا کہ جب بھی چاہا ان قوتوں کو ایک نقطہ پر مرکوز کر دیا۔

ارتکازِ توجہ کے لیے کچھ عرصہ خلوت نشینی بھی اختیار کرنا پڑتی ہے۔اسلامی نقطہ نظر سے عزلت نشینی یا گوشہ نشینی کے بارے میں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تنہائی میں خیالات کی یکسوئی کے سبب باطن صاف ہوجاتا ہے۔اگر باطن کی صفائی مذہبی رہنمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کا نتیجہ ہے تو اس سے روشن ضمیری، دنیا سے بے تعلقی، ذکر الٰہی کی حلاوت اور مخلصانہ عبادت کا ظہور ہوگا۔اور اگر مذہبی ہدایت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع مقصود نہیں تو محض نفس کی صفائی ہوگی۔صفائی نفس کے ذریعہ علوم ریاضیہ حاصل کئے جاسکتے ہیں جس سے فلسفیوں کو دلچسپی ہے۔''

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیائے کبار کو اس کا احساس تھا کہ خلوت نشینی کو مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگوں اور فلسفیوں نے بھی اپنا شعار بنایا ہے کیونکہ یہ ہر صورت میں سودمند ہے۔اور ہر حالت میں اس کا نتیجہ تصفیۂ نفس کی صورت میں نکلتا ہے۔اس ضمن میں مغربی مفکرین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

1۔ میں نے کسی کو اتنا رفیق و مونس نہ پایا جتنا خلوت کو۔(تھوریو)

2۔ خلوت فکر و خیال کے لیے اتنی ہی فائدہ مند ہے جتنی معاشرے سے وابستگی کردار کے لیے مفید ہے۔(جیمز رسل)

3۔ خلوت نشینی سے آدمی اپنے لیے زیادہ سخت گیر اور دوسروں کے لیے ملائم طبع ہوجاتا ہے۔غرض دونوں صورتوں میں کردار کی اصلاح ہوتی ہے۔(نٹشے)

4۔ سب سے زیادہ خوشگوار زندگی وہ ہے جو خلوت میں مصروفیت کے ساتھ گزرے۔(والٹر)

5۔ خلوت عزم کی دائی ہے اور عزم فطانت کا جزوِ اعظم ہے۔عمر کے جس حصے میں بھی خلوت حاصل کی جائے وہ انسان کو بلندیوں پر لے جاتی ہے۔(ڈزرائلی)

6۔ دماغ جتنا توانا اور جدت پسند ہوگا اتنا ہی وہ خلوت کے مسلک کی طرف مائل ہوگا۔(ہکسلے)

7۔ خلوت دانش وری کی دایہ ہے۔(لارنس)

8۔ انسان کی ناپختہ صلاحیتیں خلوت میں پختگی حاصل کرتی ہیں۔(گوئٹے)

9۔ محفل آرائی سے دانش و ادراک میں اضافہ ہوتا ہے لیکن خلوت کے مکتب سے صرف نابغہ عصر (جی نیئس) ہی نکلتے ہیں۔(گبن)

10۔ میرا ایمان ہے کہ خلوت میں انسان کو حال وقال میں زیادہ صالح عزم حاصل ہوتا ہے۔بمقابلہ اس تمام علم و دانش کے جو کتابوں سے حاصل ہو۔(ایمرسن)

11۔ جاؤ اپنی روح کی پرورش کرو۔ہم جنسوں سے دوری اختیار کرو اور اپنی عادتوں کو خلوت کے سانچے میں ڈھال لو۔ اس وقت تمہارے قوائے باطنی، کلی طور پر اپنے جلال و جمال کا مظاہرہ کریں گے۔(ایمرسن)

12۔ خلوت میں ایک گھنٹے کا تفکر قلب کو کئی روز تک آشوبِ روزگار سے معرکہ آرائی کا حوصلہ بخش دیتا ہے۔(جیمز پارسن)

13۔ خلوت سے خداوند قدوس کے دربار میں باریابی حاصل ہوتی ہے۔(ڈبلیو،ایس، لینڈر)

اسلامی تصوف میں بھی تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لیے خلوت نشینی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔مگر اس خلوت نشینی سے مراد رہبانیت اختیار کرنا نہیں ہے۔صوفیہ کچھ عرصہ خلوت نشینی اختیار کرتے ہیں جب انہیں توجہ اور یکسوئی میں کمال

حاصل ہوجائے تو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے، مخلوقِ خدا کی خدمت کی خاطر مجلس اختیار کرتے ہیں۔ اس صورت میں بھی وہ 'خلوت درمجلس' کے اصول پر عمل پیرا رہتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں فرماتے ہیں:

میں نے خلوت سے زیادہ اخلاص پیدا کرنے والی کوئی چیز نہیں دیکھی، لہٰذا جس نے خلوت کو اختیار کیا اس نے اخلاص کے ستون کو تھام لیا۔ اور صدق وحقیقت کے بڑے رکن کو حاصل کرلیا۔

حضرت ابوبکر سبائی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

خلوت نشینی کو لازم قرار دو۔ جماعت سے اپنا رشتہ ہٹا دو۔ ہر وقت چار دیواری میں رہو۔ یہاں تک کہ وقت آخر آجائے۔

حضرت شیخ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

خلوت نشینی صدیق لوگوں کا حقیقی مقصد ہے۔ کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جن کا دل خلوت نشینی کی طرف مائل ہوتا ہے اور وہ اس عالم (یعنی گوشہ تنہائی) میں عجب لطف وسرور پاتے ہیں۔ یہ ثبوت ہے ان کی روحانیت کا!

حضرت شیخ ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ کا تجربہ یہ ہے:

ایک عقلمند آدمی آخری باتوں کو آسانی سے نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ خود اپنے ابتدائی حالات کی اصلاح نہ کرے۔ اور ایسی منزلیں نہ طے کرلے، جن سے پتہ چلے کہ وہ ترقی کررہا ہے یا تنزلی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ طالب روحانیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ خلوت کے مقامات تلاش کرے تاکہ دوسرے معاملات سدِّ راہ ہوکر اس کے مقاصد کو خراب نہ کریں۔

حضرت شیخ ابوحامد مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس نے صحبت (جلوت) پر خلوت کو ترجیح دی اس کے لیے ضروری ہے کہ ذکرِ الٰہی کے علاوہ اس کے خیالات ہمیشہ کسی اور طرف مائل نہ ہوں اور حقیقتِ مطلق (خدا) کے علاوہ کوئی اور اس کا مطلوب ومقصود نہ ہو۔ وہ اسباب ظاہر سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اگر یہ مقصد نہیں (یعنی حقیقت کی تلاش) تو خلوت نشینی اس کے لیے فتنہ یا مصیبت بن جائے گی۔

کامیاب زندگی کا راز:۔ انسانی ذہن کو جسم پر واضح برتری حاصل ہے۔ آخروی زندگی کے مقابلہ میں دنیوی زندگی بہت مختصر ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ مگر افسوس کہ اکثر انسان مقصدِ حیات سے غافل ہیں۔ مادہ پرستانہ، دنیوی عیش وآرام اورتن پروری کے فلسفہ پر مبنی نظریۂ حیات اور طرزِ فکر کی وجہ سے عصرِ حاضر کے انسان نے اپنے حقیقی مقصدِ حیات کو نظر انداز کررکھا ہے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں　　سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں
؎ زندگی آمد برائے بندگی　　زندگی بے بندگی شرمندگی

متوازن ذہنی، جسمانی، نفسیاتی، اخلاقی اور روحانی نشوونما کے لیے اور دینی، دنیوی، مادی وآخروی فلاح کے لیے ہمیں عقائدِ صالحہ اور ان کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔

کامیاب زندگی بسر کرنے کے لیے صوفیہ نے من کی دنیا پر خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے معرفتِ نفس کے لیے، معرفت ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے، تسخیرِ کائنات کے لیے، تزکیہ نفس کیا، روحانی تطہیر اور تصفیۂ قلب سے روحانی شعور بیدار

کیا۔اس شعور سے کائناتی شعوراورشعورِکل (شعور مطلق، ذہن مطلق) سے رابطہ قائم کیااوراسے مضبوط سے مضبوط تر بنایا۔

شعورِکل سے مراد وہ خبیر وبصیر قوت ہے جو پورے نظامِ کائنات (ذرے سے لے کر سورج، قطرے سے لے کر سمندر اور جمادات سے لے کر انسان تک) کونہایت حسن وخوبی سے چلا رہی ہے۔ہم سب کے ذہن اس ہمہ گیر شعورِکل سے جڑے ہوئے ہیں۔ جب انفرادی ذہن کا براہ راست رشتہ شعورِکل سے قائم ہوتا ہے تو حیرت ناک کرشمے ظہور میں آتے ہیں۔ جن لوگوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں غیر معمولی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ شعورِکل ہی سے فیضان حاصل کر کے اس منصب پر فائز ہوسکے ہیں۔شعورِکل کا ہر انسان کے شعوراور لاشعور سے تعلق ہے۔عبادت وریاضت اور توجہ ویکسوئی کی بدولت جب انسانی شعور ولاشعور کا شعورکل سے وجدان، القا اور الہام کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے تو معجزات کا ظہور ہوتا ہے۔انسان معراج پاتا ہے اور نیابتِ الٰہی کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے۔

ہمارے ذہن کے عقب میں ایک ہمہ گیر، عظیم الشان اور قادرِ مطلق ذہن کام کر رہا ہے۔وہ ہر لمحہ ہماری مدد کے لیے تیار ہے۔ ہماری عقل محدود ہے مگر ہم ایک لامحدود عقل سے وابستہ ہیں۔ ہمارا لاشعور مقید ہے مگر ایک غیر مقید اور آزاد کائناتی شعور ہماری دستگیری کے لیے کمر بستہ ہے۔

انسان کامل کی سطح تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے حقیقی مقصدِ حیات کو پیش نظر رکھیں۔اس مقصدِ حیات کے مطابق اپنے ذاتی مفادات اور معاشرہ وملک اور قوم کے مفادات سامنے رکھتے ہوئے اہداف مقرر کریں۔ان اہداف (مقاصد) کی تکمیل کے لیے مدت کا تعین بھی کرلیں۔تمام اہداف اوران کی تکمیل کی مدت ایک فہرست کی شکل میں تحریر کرلیں اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے ان اصولوں پر عمل کریں۔

1۔ صبح، دوپہر اور رات کو تین مرتبہ باقاعدگی کے ساتھ اپنی فہرست مقاصد کو کامل یکسوئی اور مضبوط توجہ سے پڑھیں۔
2۔ ان تین اوقات کے علاوہ بھی جب آپ کو موقع ملے ان چیزوں پر توجہ مرکوز کریں اور اپنے ذہن میں اس فہرست کو غور اور انہماک کے ساتھ دہرائیں۔
3۔ سونے سے پہلے آنکھیں بند کر کے عالمِ تصور میں یہ دیکھیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ چیزیں حاصل ہوچکی ہیں جن کی آپ کو خواہش تھی۔مثلاً آپ ایک خوبصورت گھر بنانا چاہتے ہیں تو عالمِ تصور میں دیکھیں کہ آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ نے وہ گھر عطا فرمادیا ہے۔اور پھر اسی تصور کے ساتھ درج ذیل دعا پڑھتے ہوئے سوجائیں۔

حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اسی پر بھروسہ کیے ہوئے ہوں اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے ○

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا وآخرت کے رنج وغم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے ○ اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ (اللہ) اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر لینے والا ہے، بے شک اللہ نے ہر شے کے لیے اندازہ مقرر فرما رکھا ہے ○

4۔ جب تک آپ کو اس عمل کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل نہ ہو جائیں۔ ان تمام باتوں کو راز رکھیے۔ کسی سے ان کا ذکر نہ کیجئے۔

اس عمل کے دوران شعورِ کل (ذہنِ کل) پر بھروسہ رکھیں جو خالق و مالکِ کائنات ہے اور پوری کائنات کی سمجھ بوجھ کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ یہ ذہن کل ہر مرحلۂ دشوار میں رہنمائی کر کے آپ کو منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔ حصولِ مقاصد کے ذرائع غیب سے پیدا ہوں گے۔ آپ کی اکثر مرادیں تو اس قدر جلد بر آئیں گی کہ آپ خود حیران رہ جائیں گے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر در دلِ تو گل گزرد و گل باشی　　وَر بلبلِ بے قرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کل است گر روزے چند　　اندیشۂ کل پیشہ کئی کل باشی

یعنی اگر تیرے ذہن میں پھول کا تصور جما ہوا ہے تو تُو یقینا پھول بن جائے گا۔ اگر بلبل بے قرار کا خیال جما ہوا ہے تو بلبل بے قرار ہو جائے گا۔ حق (خدا) کل ہے اور تُو اس کا جزو ہے۔ اگر چند روز تو، کل کا تصور کرے گا تو خود بھی کل کی شکل اختیار کرے گا۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ؎

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں　　می دہد یزداں مراد متقیں

جو تو چاہتا ہے خدا بھی وہی چاہتا ہے اور خدا تعالیٰ متقی لوگوں کی مراد ضرور پوری کرتا ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو' زباں تو ہے　　یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے (63)

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے　　خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے (64)

درحقیقت اصل شے ہے یقین! آپ کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ آپ قدرت کے بحرِ بیکراں کا ایک قطرہ ہیں ؎

نجانے کب سے میرا دل وجود قطرہ میں　　دھڑک رہا ہے کسی بحرِ بیکراں کے لیے

اور اس قطرے کی جو خواہش ہے خود بحرِ بیکراں کی خواہش و آرزو بھی وہی ہے۔ آپ یقینِ کامل سے اپنے لیے جو کچھ چاہیں گے قدرت کی طرف سے وہی عطا ہو جائے گا۔ (65)

غیبی قوت اور اس کے معجزات انسانی فہم و دماغ کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ہم نہ اس قوت کو دیکھ سکتے ہیں نہ اس کے سحر انگیز کرشموں کا احاطہ کرسکتے ہیں۔لاشعور کے دروازے عالم غیب کی طرف وا ہیں اور شعور کے دریچے عالمِ ظاہر کی طرف!ہماری پوری توجہ حواسِ خمسہ کے عمل کے سبب عالم ظاہری کی طرف مبذول رہتی ہے جبکہ بقول مولانا رومؒ ؎

لب بند و چشم بند و گوش بند گر نہ بینی نورِ حق برمن بخند

ہونٹ، آنکھیں اور کان بند کر۔اگر نورِحق نظر نہ آئے میرا مذاق اڑانا

روحانیت اور روحی علوم کے اغراض و مقاصد میں فرق:۔ اہلِ مغرب روحی علوم ذہنی و نفسیاتی اور جسمانی امراض سے چھٹکارا پانے کے لیے اور دنیوی آسائش و راحت اور مادی فوائد کے حصول کے لیے استعمال کررہے ہیں۔روحی علوم میں خیال کی قوت کو، لاشعوری قوت کو اور قوتِ شفا کو موضوعِ فکر بنایا جاتا ہے۔ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی قدرت و حکمت کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔

اہلِ مشرق روحانیت کو دنیاوی مقاصد کے لیے بھی استعمال کرتے تھے اور کرتے ہیں لیکن روحانیت سے ان کا اصلی مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رضا کا حصول اور خدمتِ خلق ہے۔اس لحاظ سے ہمارا مقصد اعلیٰ اور روحانی ہے اور ان کا مقصد ادنیٰ اور مادی ہے۔

یورپ میں رائج و مقبول ہونے والے روحی علوم (ہپناٹزم، ریکی وغیرہ) روحانیت سے ہی اخذ کیے گئے ہیں۔اس ضمن میں خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''.......جو چیزیں روحانیت کی ان کے ہاں رائج ہوئی ہیں، وہ سب ہمارے گھر کی یادگار ہیں، انہوں نے ہماری پرانی کتابوں کو پڑھ پڑھ کر اپنے نئے طریقوں اور نئے علم (سائنس) کے ذریعے ان کو بالکل نیا بنا کر پیش کیا ہے۔گویا ہم ان لوگوں کی اصطلاح میں کہہ سکتے ہیں کہ شراب وہی ہماری پرانی شراب ہے۔البتہ یورپ اور امریکہ نے ہماری پرانی شراب کو اپنی نئی بوتلوں میں بھر لیا ہے۔''(66)

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم یورپ و امریکہ کے مروجہ روحانیت کے طریقوں کو غور سے دیکھیں۔ان کی تحقیقات کی روشنی میں علمِ تصوف (روحانی سائنس) کی افادیت کا جائزہ لیں اور نوجوان، مغربی تہذیب سے متاثرہ افراد کو اہلِ مغرب کے ملحدانہ افکار سے بچانے کے لیے عصرِ حاضر کے مروجہ تجرباتی و مشاہداتی، سائنسی اسلوب اختیار کرتے ہوئے اصولِ تحقیق اور اصولِ تنقید کی پاسداری کرتے ہوئے مدلل انداز سے روحی علوم کی آڑ میں پھیلائے جانے والے ملحدانہ افکار کی خرابیوں کو واضح کریں اور اسلاف کے مروجہ علم تصوف کی حقانیت ثابت کریں۔

یکسوئی و توجہ کی ضرورت و اہمیت:۔ دنیا کے جتنے کام ہیں وہ حضوری قلب اور تصور و تخیل کی یکسوئی کے بغیر اچھی طرح سرانجام نہیں دیے جاسکتے۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ ○ دل کی حضوری کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔

نماز، ذکر و فکر، وظائف، عملیات اور دعاؤں میں اگر قلب پوری طرح حاضر نہ ہو اور تصور اچھی طرح یکسو نہ ہو تو ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

ہر انسان کے اندر نیک و بد قوتیں پائی جاتی ہیں۔ان قوتوں اور داخلی و خارجی محرکات کے اثر سے اچھے برے

خیالات پیدا ہوجاتے ہیں۔اہلِ سعادت،عقائد واعمالِ صالحہ کی بدولت قوتِ خیر کو بڑھا کرنیک بن جاتے ہیں جبکہ بد فطرت لوگ بدقوتوں سے کام لے کر بدبن جاتے ہیں۔

ہرشخص کے دل میں اچھے برے خیالات کا آنا فطری بات ہے۔جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علم میں آیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں خطرات (شکوک وشبہات پر مبنی خیالات،برے خیالات) کی گرفت بھی ہوگی تو سب صحابہؓ گھبرا گئے اور انہوں نے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کیا کہ برے خیالات اور برے خطرات سے محفوظ رہنا ہمارے اختیار میں نہیں۔ان پر ہماری گرفت نہ ہوئی تو ہم کہیں کے بھی نہ رہیں گے۔تب یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔البقرۃ[2:286]

اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

اس آیت کے نازل ہونے سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ شریعت میں برے خیالات پر گرفت نہیں ہوگی مگر اس سے پہلے جو آیت نازل ہوئی تھی،جس میں خطرات کی گرفت کا ذکر تھا اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ باطنی حالت کے لیے خطرات کا ہجوم یقیناً ضرررساں ہے اور حضوری قلب اور تصور کی یکسوئی سے ان خطرات سے نجات پانا ضروری ہے تاکہ باطنی اصلاح اور ترقی ممکن ہو۔

تکلیف اور پریشانی میں انسان کو فوراً تصور وخیال کی یکسوئی اور باطنی ذوق وشوق حاصل ہوجاتا ہے۔انسان کی اس حالت کو قرآن مجید میں نہایت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ یونس[10:12]

اور جب (ایسے) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر لیٹے یا بیٹھے یا کھڑے پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کردیتے ہیں تو وہ (ہمیں بھلا کر اس طرح) چل دیتا ہے گویا اس نے کسی تکلیف میں جو اسے پہنچی تھی ہمیں (کبھی) پکارا ہی نہیں تھا۔اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لیے ان کے (غلط) اَعمال آراستہ کرکے دکھائے گئے ہیں جو وہ کرتے رہے تھےo

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ الزمر[39:49]

پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت بخش دیتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے (میرے) علم وتدبیر (کی بنا) پر ملی ہے،بلکہ یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتےo

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِىَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾ الزمر[39:08]

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے، پھر جب (اللہ) اُسے اپنی جانب سے کوئی نعمت بخش دیتا ہے تو وہ اُس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لیے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا اور (پھر) اللہ کے لیے (بتوں کو) شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ (دوسرے لوگوں کو بھی) اس کی راہ سے بھٹکا دے، فرما دیجیے: (اے کافر!) تو اپنے کُفر کے ساتھ تھوڑا سا (ظاہری) فائدہ اٹھالے، تو بے شک دوزخیوں میں سے ہے o

مقصدِ حیات:۔ مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ سے واضح ہے کہ تکلیف اور پریشانی میں انسان کو فوراً تصور وخیال کی یکسوئی حاصل ہوجاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ اور تکلیف میں مبتلا انسان کو اپنے فضل وکرم سے مصیبت وتکلیف سے نجات دیتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور حاصل ہونے والی راحت وآرام اور نعمتوں کو اپنے علم وتدبیر کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور دوبارہ کفر وشرک کی تاریکیوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس اہلِ حکمت ودانش تنگی وفراخی، مصیبت وراحت، تکلیف وآرام غرضیکہ ہر حالت میں، ہر لمحہ وہر گھڑی یادِ الٰہی میں گم رہتے ہیں۔ معراجِ انسانی بھی یہی ہے کہ انسان تکلیف ومصیبت اور عیش وراحت، دونوں حالتوں میں نہایت ذوق وشوق اور توجہ و یکسوئی سے اپنے مالک وخالق کو یاد کرتا رہے اور اس سے بندگی اور محبت کا رشتہ نبھاتا رہے۔

زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے عقیدت، محبت، اطاعت اور معرفت کا اور مخلوقِ خدا سے محبت، ہمدردی اور خدمت کا رشتہ نبھانا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ دین اسلام کے مطابق بنیادی عقائد، عبادات اور ان کے تقاضے سمجھے اور پورے کیے جائیں۔ تصور وخیال کی یکسوئی سے عبادات سرانجام دی جائیں، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے روحانی رابطہ وتعلق قائم کیا جائے اور اسے روز بروز، ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر بنایا جائے۔

علمِ تصوف کی ترویج کے عصری تقاضے:۔ اہلِ یورپ نے مسلمان سائنسدانوں کے مشاہداتی وتجرباتی اسلوبِ تحقیق اختیار کرتے ہوئے مظاہرِ فطرت اور ان کے پسِ پشت اصول وقوانین کا مشاہدہ ومطالعہ کیا اور ان کی تسخیر سے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے۔ ہوا کی قوت سے کام لینا سیکھ لیا۔ ہوائی جہاز، خلائی جہاز اور مصنوعی سیارے بنا لیے۔ پیراشوٹ کی مدد سے بحفاظت فضا سے نیچے اترنا سیکھ لیا۔ ہوا کی طاقت سے بجلی بنانا سیکھ لی۔ پانی پر تیرنے کے لیے بہت بڑے بحری جہاز بنا لیے۔ باہمی رابطے کے نئے وسائل وذرائع تلاش کیے۔ ٹیلی گرام، وائرلیس، ٹیلی فون، موبائل فون، انٹرنیٹ کی بدولت فوری رابطہ ممکن ہوگیا۔ ان لوگوں نے جو کہا ثابت کر دکھایا۔ ان کی ایجادات ادنیٰ واعلیٰ اور جاہل وعالم سب لوگوں کے تصرف میں ہیں۔ ان کی ایجادات سے انسانوں کو فائدہ بھی ہو رہا ہے۔ اسی طرح وہ روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، ریکی، این ایل پی تکنیکس وغیرہ) کو بھی مدلل سائنسی انداز سے پیش کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ صوفیہ بھی علمِ تصوف کو عصرِ حاضر کے سائنسی ومنطقی انداز سے پیش کریں اور اس کی حقانیت واضح کریں۔ بصورتِ دیگر مغربی علوم وفنون اور ان کی دنیوی ومادی ترقی سے متاثرہ افراد روحی علوم کی برتری تسلیم کرلیں گے اور ان علوم کی وجہ سے ملحدانہ افکار سے بھی متاثر ہوجائیں گے۔

تصوف الہامی والٰہی علم ہے۔ ہپناٹزم، ریکی وغیرہ غیر الہامی اور غیر الٰہی علوم ہیں۔ تصوف میں توجہ ویکسوئی کا تعلق

اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء سے ہوتا ہے جبکہ دیگر روحی علوم میں توجہ ویکسوئی کا تعلق اشیائے کائنات (سورج، چاند، شمع، دائرہ، سیاہ نکتہ، سایہ وغیرہ) سے ہوتا ہے۔ تصوف میں توجہ ویکسوئی کے ساتھ ذکرِ الٰہی کیا جاتا ہے، درود شریف پڑھا جاتا ہے اور ذات وصفاتِ باری تعالیٰ میں تفکر کیا جاتا ہے۔ دیگر روحی علوم میں تصور، تفکر، توجہ ویکسوئی کا تعلق غیر اللہ سے ہوتا ہے۔

تصوف میں اسمِ ذات، اسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خانہ کعبہ، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کلامِ ربانی، یا تصورِ شیخ کو مرکزِ توجہ بنایا جاتا ہے۔ اسی پر تفکر کہا جاتا ہے۔ اور سانس کے ذریعے یا زبان کے ذریعے نہایت محبت وعقیدت سے اسمِ ذات یا نفی اثبات کا ذکر کیا جاتا ہے یا درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ روحی علوم کے مراقبہ میں کسی مادی شے کا تصور قائم کیا جاتا ہے۔ اسے مرکزِ توجہ بنایا جاتا ہے۔ اس دوران سانس کی آمد ورفت پر کنٹرول رکھا جاتا ہے۔

مراقبہ اسمِ ذات

تصور+تفکر+توجہ+عقیدت+محبت+ذکر+تنظیمِ تنفس

مراقبہ روحی

تصور+تفکر+توجہ+تنظیمِ تنفس

تصوف میں مراقبے کا مقصد نفسِ انسانی کا نفسِ کلی سے رابطہ وتعلق قائم کرنا ہے۔ سالک راہِ حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا بھی متلاشی نہیں ہوتا۔ اسے اپنی روحانی قوت، روحی قوت، دنیاوی مفادات، نام ونمود اور شہرت سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ راہِ محبت کا مسافر ہوتا ہے۔ اس کا مقصد ومطلوب محبوبِ حقیقی ہوتا ہے۔ ایسے سالک راہِ طریقت کو بے پناہ روحانی قوتیں بغیر طلب کے ہی حاصل ہو جاتی ہیں وہ اپنی ان صلاحیتوں کی مدد سے راہِ حق کا سفر جاری رکھتا ہے اور مخلوقِ خدا کی بھی خدمت کرتا رہتا ہے۔

روحی علوم کا طالب اپنی روحی قوت میں اضافے کے لیے، نام ونمود اور شہرت کے حصول کے لیے اور دیگر دنیوی اغراض ومقاصد کی خاطر ریاضت کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسے کشف ومشاہدہ اور تسخیر کی صلاحیتیں حاصل ہوجاتی ہے چونکہ اس کے عقائد صالحہ نہیں ہوتے اور وہ طالب حق نہیں ہوتا اس لیے اسے حق تک رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ ایسا شخص روحانی قوت کے حامل، اہلِ حق کے جوتوں کی روحانی قوت کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

انسان کے مقصد حیات کا تقاضا ہے کہ وہ راہِ حق اختیار کرے۔ اسے چاہیے کہ وہ روحی علوم کا تحقیق وتنقیدی جائزہ لیتا رہے اور اپنے فکر وعمل سے، باطل پر حق کی برتری ثابت کرتا رہے۔

ارتکازِ توجہ:۔ ارتکاز توجہ سے مراد کسی شے یا نکتہ پر توجہ مرکوز کرنا یا تصور کو مرکزی خیال بنانا ہے۔ ارتکازِ توجہ کی مشقیں (شمع بینی، التصویر، التسخیر، البصیر، التجلی، سایہ بینی، ماہ بینی اور آفتاب بینی وغیرہ) نہ کوئی چلہ ہیں، نہ جادو، نہ کوئی سفلی عمل ہیں، نہ جلالی وظیفہ ہیں، نہ ان میں بالعموم کوئی پرہیز ہے، نہ پیش بندی ہے، یہ صرف دماغی مشقیں ہیں۔ جس طرح مگدر ہلانے سے بازو مضبوط ہوتے ہیں۔ اسی طرح ارتکازِ توجہ (پلکیں جھپکائے بغیر کسی نقطے کو دیکھنے یا آنکھیں بند کر کے کسی شے کا تصور قائم کرنے) سے نظر اور دماغ کی قوتیں بڑھتی ہیں اور انسان کا ادراک ماورائے حواس (E.S.P) کام کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح انسان کی روحی صلاحیتوں اور قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

تنظیمِ تنفس:۔ ارتکازِ توجہ کی مشقوں کے ساتھ سانس کی مشقیں بھی کی جاتی ہیں۔ سانس کی مشقیں ذہنی صحت مندی، دماغی بحالی، جسمانی تندرستی، مخفی صلاحیتوں کی بیداری اور روحی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان مشقوں میں مشقِ تنفسِ نور اور متبادل طرزِ نفس کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

ارتکازِ توجہ کی مشقیں:۔ روحی علوم میں تصور و توجہ اور تفکر کی یکسوئی کے لیے عموماً درج ذیل مشقوں کی تعلیم دی جاتی ہے:

شمع بینی:۔ شمع بینی کو روحی علوم میں درجہ اول کی اہمیت حاصل ہے۔ اس کا طریقہ کار درج ذیل ہے۔

1۔ موم بتی یا سرسوں کے تیل کا دیا جلا کر اپنی نظروں سے دو فٹ کے فاصلے پر کسی قدر اونچائی پر رکھ لیا جائے۔

2۔ شمع کی لو کے کسی ایک نقطے پر نظریں جمادیں۔ اس مشق کے دوران پلکیں نہ جھپکنے پائیں۔

3۔ شمع کی لو پر نظریں جمانے کے ساتھ یہ تصور کریں کہ غیب سے حسن، نور اور رنگ کی ایک دنیا طلوع ہو رہی ہے اور میں اس کا نظارہ کر رہا ہوں۔ رفتہ رفتہ آپ کے روحانی حواس بیدار ہونا شروع ہو جائیں گے۔ آپ کو نادیدہ دنیا نظر آنے لگے گی۔ آپ کو غیبی مخلوق کی آوازیں سنائی دینے لگیں گی۔(67)

سایہ بینی:۔ سایہ بینی، بھی ارتکازِ توجہ کی ایک مشق ہے۔ اس کا طریقہ درج ذیل ہے:

1۔ طلوعِ آفتاب کے وقت کسی تنہا جگہ آفتاب کی طرف منہ کر کے اسی طرح کھڑے ہو جائیں کہ آپ کا سایہ آپ کے سامنے رہے۔

2۔ سائے کی گردن پر پلک جھپکائے بغیر نظریں جمادیں۔

3۔ یہ مشق ایک منٹ سے شروع شروع کر کے رفتہ رفتہ ایک گھنٹے تک لے جائیں۔ چند روز کے بعد آپ کو اپنے سر پر ایک سفید ہیولی (ابر پارہ) گردش کرتا نظر آئے گا۔(68)

رئیس امروہی سایہ بینی کے ضمن میں ذاتی مشاہدہ و تجربہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میں نے خود یہ عمل کیا ہے۔ جب بھی آنکھیں اٹھا کر ابر پارے کو دیکھنے کی کوشش کرتا تھا، وہ غائب ہو جاتا تھا۔ آخر اس مشق کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ میں نے ایک روز اپنے ہمزاد کو اپنے سامنے بیٹھا پایا۔ سیکنڈ کے سویں حصے میں یہ منظر قائم رہا۔ پھر غائب ہو گیا۔ چونکہ شوق پورا ہو گیا تھا اس لیے یہ مشق ترک کر دی ورنہ شاید مستقل طور پر ہمزاد کو اپنے پیچھے لگا لیتا۔''(69)

عزیزمن! میں نے کبھی بھی روحی علوم کی تحصیل کے لیے شمع بینی، سایہ بینی وغیرہ کی مشقیں نہیں کی ہیں۔ جب میں رئیس امروہی کی یہ تحریر پڑھ رہا تھا تو دورانِ مطالعہ ہی اپنے ہمزاد کی طرف معمولی سی توجہ کی تو مجھے اپنا ہمزاد نظر آیا۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے اردگرد نورانی ہیولہ نظر آ رہا تھا۔ رئیس امروہی اس مشاہدہ کے لیے نجانے کتنا عرصہ ریاضت کرتے رہے تب کہیں انہیں سیکنڈ کے سویں حصے میں اپنے ہمزاد کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ تصورِ اسمِ ذات کی بدولت مجھے فوری طور پر، واضح مشاہدہ ہوا۔ شمع بینی، سایہ بینی وغیرہ کی مشقوں کے بجائے مراقبہ اسمِ ذات کرنا چاہیے اور اس مراقبہ کا بنیادی مقصد تعلق باللہ قائم کرنا اور اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانا ہونا چاہیے۔ جب تعلق باللہ مضبوط ہو گیا تو سمجھیں کہ مقصدِ حیات حاصل ہو گیا۔ تعلق باللہ قائم اور مضبوط ہونے سے جملہ خزائن و نعمتیں اپنے آپ حاصل ہو جاتی ہیں ؎

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (70)

روحی علوم میں رائج ارتکازِ توجہ اور تنظیمِ تنفس کی مشقیں اور اس کے حاصلات بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ علم تصوف اور

روحی علوم میں فرق اور علم تصوف کی قدر و قیمت اور ضرورت واہمیت واضح ہوجائے تا کہ ہم کامیاب زندگی بسر کرسکیں۔
بلور بینی:۔ بلور بینی میں بلور یا صاف وشفاف شیشے کی بنی ہوئی کسی شے کے ایک خاص نکتے پر نظریں جمانے کی مشق کی جاتی ہے۔شروع میں یہ مشق ایک منٹ کے لیے کی جاتی ہے۔ بعد میں قوتِ برداشت کے مطابق مشق کا دورانیہ بڑھا دیا جاتا ہے۔اس مشق کو مابعد النفسیات کی اصطلاح میں ''التصویر'' کہتے ہیں۔(71)
نکتہ بینی، دائرہ بینی یا التسخیر:۔ نکتہ بینی یا دائرہ بینی کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

1۔ چکنے سفید کاغذ پر سیاہ روشنائی سے چنے کے برابر ''نقطہ'' بنائیے۔
2۔ کاغذ کو کسی ایسی جگہ چپکا دیجئے کہ آپ مشق کے لیے بیٹھیں تو چنے کے برابر یہ سیاہ نقطہ کم وبیش دو یا ڈھائی فٹ کے فاصلے پر رہے۔
3۔ تنفس نور کے پانچ یا سات چکر مکمل کر کے اسی پوزیشن (قدرتی نشست) میں بیٹھ جائیں اور اس نقطے پر نظریں جمادیں۔
4۔ ہمیشہ ایسی مشقوں کے لیے قدرتی نشست میں بیٹھنا چاہیے تا کہ کمر، گردن اور پشت ایک سیدھ میں رہیں۔قدرتی نشست کا طریقہ یہ ہے کہ زمین یا فرش پر بیٹھ کر داہنا پاؤں بائیں ران پر رکھ لیں اور بایاں پاؤں داہنی ٹانگ کی پنڈلی پر، کمر گردن اور پشت ایک سیدھ میں ہوں۔ نہ سینہ باہر کی طرف نکلا ہوا ہو، نہ پشت میں ٹیڑھ ہو؛ اس نشست سے بیٹھ کر جب اطمینان کرلیں کہ جسم پوری طرح سکون اور پر آرام ہوگیا ہے تو ہدایت کے مطابق دونوں نظریں چنے کے برابر سیاہ نقطے پر گاڑ دیں اور کوشش کریں کہ ذہن وخیال کی پوری توجہ بھی اسی ایک نقطہ پر مرکوز ہوجائے۔
5۔ پلک جھپک جائے تو دوبارہ مشق شروع کردیں............ پھر نظریں اسی ایک نقطے پر لگا دیں۔
6۔ تصور یہ ہو کہ اس نقطے کے اندر روشنی کا چشمہ ابل رہا ہے۔
7۔ یہ مشق پندرہ بیس سیکنڈ روزانہ سے شروع کر کے رفتہ رفتہ، وقفہ بڑھاتے ہوئے تین مہینے میں ایک گھنٹے یا 45 منٹ تک لے جائیں۔مناسب یہ ہے کہ نظریں جمانے کے وقفے میں تدریجی اضافہ ہو، مثلاً پہلے دو ہفتے میں ایک منٹ، تیسرے ہفتے میں دو منٹ، پھر دو ہفتے کے بعد پانچ منٹ، اسی طرح پلک جھپکائے بغیر دل ودماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ آپ جتنی دیر چاہیں گے، سیاہ نقطے پر نظریں جمانے لگیں گے اور اتنی محویت اور بے خودی طاری ہونے لگے گی کہ گردوپیش سے بالکل رشتہ منقطع ہونے لگے گا۔تنویمی عامل بننے کے لیے استغراق (یعنی ڈوب جانے کی کیفیت) پیدا ہونا ضروری ہے۔اس طرح ایک نقطے پر نظر جمانے سے بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔اگر آنکھ میں کوئی قدرتی نقص نہ ہو تو یہ مشق قطعاً نقصان رساں نہیں۔ اگر کوئی قدرتی نقص ہو تو یہ مشق مناسب اور مفید نہ ہوگی۔اس مشق سے آنکھوں میں چمک، بصارت میں بصیرت، نظر میں مقناطیسیت اور ایک عجیب قسم کی ساحرانہ کشش پیدا ہوجاتی ہے۔ التسخیر کا عامل جس پر نظر ڈالتا ہے، اسے سحر زدہ کردیتا ہے۔نظر کی مشقوں مثلاً البصیر، التجلی، التصویر، التسخیر، بلور بینی، سایہ بینی، آئینہ بینی، ماہ بینی اور آفتاب بینی، سے نظر میں بلا کی طاقت پیدا ہوجاتی ہے۔دل ودماغ پر اچھے اثرات پڑتے ہیں۔حیرت انگیز تجربے ہوتے ہیں۔نفس انسانی کئی طرح کے مشاہدوں سے دوچار ہوتا ہے۔ٹیلی پیتھی،

ہپناٹزم، غیب دانی اور مستقبل شناسی کی صلاحیتیں بروئے کار آجاتی ہیں۔ان مشقوں سے خود اعتمادی اور قوتِ ارادی میں اضافہ ہوتا ہے۔ذہن کی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔

8۔ پلک جھپکائے بغیر ایک نقطے پر نظریں جمانے اور پوری توجہ اس کی طرف مبذول کرنے کے نتیجے میں آپ دیکھیں گے کہ اس نقطے میں روشنی پیدا ہو رہی ہے۔یہ روشنیاں طرح طرح کی ہوں گی۔جب مشقِ نظر سے یہ نقطہ جگمگانے لگے تو اس کے سائز کو دگنا کر دیں یعنی چوّنی کے برابر اور اس پر دل و دماغ کو ایک کر کے نظریں جمایا کریں۔وہ بھی رفتہ رفتہ روشنی سے جگمگانے لگے گا۔عجب نہیں کہ آپ کو اس نقطے میں عجیب وغریب چہرے، اشیاء، مناظر اور تماشے نظر آئیں۔ان تمام نظاروں سے متعجب یا خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔

9۔ پھر اس نقطے کا سائز اٹھنی کے برابر کر دیں اور مشقِ نظر تمام بیان کی ہوئی شرطوں کے ساتھ جاری رکھیں۔

10۔ جب اٹھنی برابر نقطہ بھی روشنی سے منور ہو جائے تو اسے روپے کے برابر کر دیں۔

11۔ التسخیر کی مشق کے بعد بستر پر آرام سے لیٹ جائیں۔جسم ڈھیلا چھوڑ دیں اور آنکھیں بند کر کے یہ تصور کریں کہ وہی نقطہ یا سیاہ دائرہ آپ کی نگاہِ باطن کے سامنے ہے اور اس سے روشنی پھوٹ کر نکل رہی ہے جیسے بادلوں کی اوٹ سے سورج نکلتا ہے اس کے ساتھ یہ ترغیب دل ہی دل میں دہراتے رہیں کہ

''میرے اندر بھی نور ہے باہر بھی، میرے جسم میں بھی نور ہے اور جان میں بھی اور میں رفتہ رفتہ ہمت، طاقت، مسرت اور اعتماد کا پیکر بنتا چلا جا رہا ہوں۔''

12۔ التسخیر کی مشق سے نگاہوں میں جو مقناطیسی قوت اور کشش پیدا ہو جاتی ہے وہ معمول پر بہت جلد تنویمی کیفیت طاری کر دیتی ہے۔التسخیر کے عامل کو چاہیے کہ جب وہ کسی شخص پر تنویمی کیفیت طاری کرنا چاہے تو اسے حکم دے کہ وہ خاموشی سے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر لیٹ جائے۔اب عامل اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پلک جھپکائے بغیر اسے گھورنا شروع کر دے۔معمول کو یہ بھی ہدایت کر دی جائے کہ وہ پلکیں نہ جھپکائے گا اور عامل سے نظریں لڑاتا رہے گا۔ظاہر ہے کہ کچھ دیر بعد معمول کی نظر عامل سے ہار جائے گی اور وہ پلکیں جھپکانے لگے گا، تب اسے ہدایت کی جائے کہ آنکھیں بند کر لے۔اس کے بعد عامل، معمول کو تنویمی ترغیبات دینی شروع کرے۔(72)

البصیر:۔یہ بھی ارتکازِ توجہ کی ایک مشق ہے۔اس مشق میں پلکیں جھپکائے بغیر ناک کی نوک کو مسلسل دیکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ استغراق یا ڈوب جانے کی کیفیت طاری ہو جائے۔(73)

خواجہ شمس الدین عظیمی نے اپنی کتاب 'مراقبہ' میں ہی مشق 'البصیر' کا طریقہ اس طرح سے بیان کیا ہے۔

1۔ آلتی پالتی مار کر یا دو زانو ہو کر بیٹھ جائیں۔

2۔ چہرے کو پہلے بالکل سیدھا رکھیں۔پھر ذرا سا اٹھا دیں۔

3۔ اب نگاہوں کو ناک کی نوک پر مرکوز کر دیں۔

4۔ ایسا کرتے ہوئے آنکھیں نیم وا یا ادھ کھلی ہوں گی۔

5۔ پہلے پہل آنکھ کے ڈیلوں کے اوپری عضلات کھنچاؤ محسوس کریں گے اور آنکھوں سے پانی بہے گا۔کھنچاؤ کو کنٹرول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھوں کو ذرا سا بند کر دیں لیکن اپنی طرف سے آنکھ کے عضلات میں کھنچاؤ پیدا نہ کریں۔

6۔ اگر آنکھوں سے زیادہ پانی بہنے لگے اور تکلیف زیادہ محسوس ہو تو تھوڑی دیر کے لیے پپوٹے بند کر کے دوبارہ کھول لیں اور نگاہیں ناک کی نوک پر مرکوز کر دیں۔
7۔ کچھ عرصے میں آنکھ کے عضلات عادی ہو جاتے ہیں اور ناک کی نوک پر نگاہیں جمانے میں دشواری محسوس نہیں ہوتی۔
8۔ اس مشق کا وقفہ بھی پانچ منٹ ہے۔
9۔ ابتدا ایک منٹ سے کریں اور بتدریج وقفہ بڑھا کہ پانچ منٹ تک لے جائیں۔(74)

التجلی:۔ یہ بھی ارتکازِ توجہ کی ایک مشق ہے۔ اس مشق میں اپنی ناک کی جڑ پر جہاں دونوں بھنوؤں کے بال ملتے ہیں، توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ مشق کے دوران پلکیں نہیں جھپکی جاتیں۔(75)

ماہ بینی (قمر بینی) و آفتاب بینی:۔ ماہ بینی میں چاند کو اور آفتاب بینی میں سورج کو مرکزِ توجہ بنایا جاتا ہے۔ آفتاب بینی کی مشق طلوعِ آفتاب کے وقت کی جاتی ہے۔ ان مشقوں کا دورانیہ آہستہ آہستہ بڑھایا جاتا ہے۔

سورج ہمارے نظام سیارگان میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور روشنی و توانائی کا ذریعہ ہے۔ پودے اور جاندار دونوں سورج کی توانائی سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ سورج کی توانائی کو زیادہ سے زیادہ اپنے اندر ذخیرہ کرنے اور استعمال کرنے کے لیے کئی طریقے ایجاد کئے گئے ہیں۔ ان طریقوں سے نہ صرف اعصابی نظام میں قوت پیدا ہوتی ہے بلکہ مقناطیسیت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ مضبوط اور توانائی سے بھرپور اعصابی نظام' دنیاوی اور روحانی دونوں معاملات میں بہت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے روحی علوم کے ماہرین نے چند مشقیں تجویز کی ہیں۔ ان میں سے ایک مشق ''شغلِ آفتابی'' ہے۔ شغلِ آفتابی کا ایک آسان اور محفوظ طریقہ یہ ہے:

1۔ صبح سورج نکلنے سے ذرا پہلے کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو جائیں۔ یہ مقام کوئی پہاڑی، پل، گھر کی چھت یا بالکونی ہو سکتا ہے۔
2۔ جگہ اور حالات کے مطابق آلتی پالتی مار کر بیٹھ جائیں یا سیدھے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیں۔
3۔ آپ کا منہ اس طرف ہونا چاہیے جہاں سے سورج نکلتا ہے۔ جیسے ہی سورج افق سے نمودار ہونا شروع ہو آنکھیں بند کر کے سورج کی طرف توجہ مرکوز کریں۔
4۔ آہستہ آہستہ سانس اندر کھینچیں اور تصور کریں کہ سورج کی روشنی توانائی کی صورت میں آپ کے جسم میں جذب ہو رہی ہے۔
5۔ جب سینہ سانس سے بھر جائے تو تصور کریں کہ یہ توانائی پورے جسم میں پھیل گئی ہے۔ پھر سانس کو آہستہ آہستہ باہر نکال دیں۔
6۔ پہلے دن ایک منٹ یہ شغل کریں۔ پھر ہر دس دن کے بعد ایک منٹ بڑھا دیں اور اس طرح وقت بڑھا کر تین منٹ تک کر دیں۔
7۔ مطلع ابر آلود ہو تو اسی طرح یہ عمل کریں۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ سانس اندر کھینچتے ہوئے تصور کریں کہ افق پر سورج موجود ہے اور اس کی توانائی کی لہریں آپ کے اندر جذب ہو رہی ہیں۔(76)

تمام روحانی وروحی علوم کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ سانس یا ارتکازِ توجہ یا تنویمی مہارت حاصل کرنے کی کوئی مشق یا روحانی عملیات مخلص، تجربہ کار اور کامل استاد یا راہنما کے بغیر شروع نہیں کرنے چاہئیں۔ اس ضمن میں رئیس امروہی لکھتے ہیں:

''اگر آپ سانس یا ارتکازِ توجہ یا تنویمی مہارت حاصل کرنے کی کوئی مشق شروع کرنا چاہتے ہیں تو از راہِ کرم کسی ماہر استاد کی طرف رجوع کریں۔ کیونکہ استاد یا راہنما کے بغیر اس منزل کو، جس میں قدم قدم پر خطرات ہیں طے کرنا اپنے آپ کو جسمانی نہیں تو ذہنی ہلاکت میں ضرورت ڈالنا ہے۔'' (77)

سانس کی مشقیں:۔ سانس لینے، سانس روکنے، سانس خارج کرنے کے دورانیے، سانس لینے کے طریقہ کار، دورانِ مشق تصور قائم کرنے اور تفکر کرنے کے لحاظ سے سانس کی مشقوں کے بہت سے طریقے ہیں ان طریقوں میں سے مشق تنفسِ نور، شمارِ تنفس، متبادل طرزِ تنفس اور مشق حبسِ دم کو رئیس امروہی اور خواجہ شمس الدین عظیمی نے بہت اہمیت دی ہے اور اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

جذباتی اتار چڑھاؤ اور اعصابی نظام میں سانس بہت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ جذباتی کیفیات بدلنے سے عمل تنفس متاثر ہوجاتا ہے۔ مثلاً غصے میں جب شیطان دورانِ خون کے ساتھ انسان کی رگوں میں گردش کرتا ہے تو بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سانس کی رفتار تیز ہوجاتی ہے۔ ذہنی سکون کی حالت میں سانس لینے اور خارج کرنے کا عمل معمول کے مطابق جاری رہتا ہے۔ اچانک صدمے کی صورت میں اندر کا سانس اندر اور باہر کا سانس باہر رہ جاتا ہے۔ حالتِ خواب یا استغراق کی حالت میں باطنی حواس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس لیے سانس کی رفتار ہلکی ہوجاتی ہے۔ سانس اندر لینے کا وقفہ بڑھ جاتا ہے اور باہر نکالنے کے دورانیے میں کمی آجاتی ہے۔ مراقبہ میں بھی یہ کیفیت پیدا کرنے کے لیے ارتکازِ توجہ کی مشق سے پہلے یا ارتکازِ توجہ کی مشق کے ساتھ ہی سانس کی مشق بھی کی جاتی ہے۔ چونکہ روحی صلاحیتوں اور سانس کا آپس میں گہرا تعلق ہے اس لیے ان مشقوں سے روحی صلاحیتوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل مشقیں بہت فائدہ مند ہیں۔

مشق نمبر 1:۔ سانس کے چکر شمار کرنے کی مشق:۔ اس مشق سے پھیپھڑوں کی حرکات اور سانس لینے اور خارج کرنے کے عوامل پر کنٹرول حاصل ہوجاتا ہے۔

1۔ آلتی پالتی مار کر یا دونوں زانو بیٹھ جائیں۔
2۔ کمر سیدھی رکھیں لیکن جسم کے کسی حصے میں کھنچاؤ پیدا نہیں ہونا چاہیے۔
3۔ پہلے دونوں نتھنوں سے سانس باہر نکال دیں تا کہ پھیپھڑے ہوا سے خالی ہوجائیں۔
4۔ پھر آہستہ آہستہ سانس اندر کھینچیں۔
5۔ جب سینہ ہوا سے بھر جائے تو سانس کو روکے بغیر ہونٹوں کے راستے باہر نکال دیں۔
6۔ سانس نکالتے ہوئے ہونٹوں کو سکیڑ کر گول دائرہ بنائیں جیسے سیٹی بجاتے ہوئے بناتے ہیں۔
7۔ سانس اندر لینا اور باہر نکالنا ایک چکر ہوا۔ اس طرح گیارہ چکر کریں اور رفتہ رفتہ تعداد بڑھا کر اکیس چکر کر دیں۔
8۔ مراقبہ کے وقت سانس کی رفتار ہلکی ہونی چاہیے۔ یہ بات یاد رکھئے کہ مراقبہ کے دوران سانس کی رفتار کو ارادے کے

ساتھ آہستہ نہ کیجئے۔اس لیے کہ ذہن مراقبہ سے ہٹ کر سانس کی آمدورفت کی طرف چلا جائے گا۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ مراقبہ کرنے سے کچھ دیر پہلے آہستہ آہستہ سانس اندر لیں اور باہر نکالیں پھر مراقبہ میں مشغول ہوجائیں۔ سانس کی رفتار خود بخود مدھم ہوجائے گی۔(78)

مشق نمبر 2:۔متبادل طرز تنفس کی مشق:۔اس مشق سے سانس کی آمدورفت کا اور سانس روکنے کا دورانیہ بڑھ جاتا ہے۔

1۔ آرام دہ انداز میں بیٹھ کر سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے سے سیدھی طرف کا نتھنا بند کرکے بائیں نتھنے سے چار سیکنڈ میں سانس اندر لیں۔

2۔ سانس کھینچنے کے بعد سینے میں روک لیں اور ہاتھ کی آخری دوانگلیوں سے بایاں نتھنا بند کرلیں۔اس حالت میں سیدھا نتھنا انگوٹھے سے بند ہوگا۔آخری دوانگلیوں سے بایاں نتھنا بند کیا ہوگا اور باقی دوانگلیاں دونوں ابروؤں کے درمیان پیشانی پر رکھی ہوں گی۔

3۔ سانس کو چار سیکنڈ تک سینے میں روکیں اور صرف انگوٹھا سیدھے نتھنے پر سے ہٹا کر سانس کو چار سیکنڈ تک باہر نکال دیں۔

4۔ بغیر رکے ہوئے اسی نتھنے سے چار سیکنڈ میں سانس اندر کھینچیں اور انگوٹھے سے سیدھا نتھنا دوبارہ بند کرلیں۔

5۔ چار سیکنڈ تک سانس روکیں۔پھر بائیں نتھنے پر سے دوانگلیاں ہٹا کر چار سیکنڈ میں سانس باہر نکال دیں۔یہ ایک چکر مکمل ہوا۔

6۔ کچھ دیر ستانے کے بعد دوبارہ یہی عمل دہرائیں۔

7۔ اس طرح تین چکر مکمل کریں اور روزانہ ایک چکر کا اضافہ کرتے ہوئے سات چکر تک لے جائیں۔

8۔ جب چار سیکنڈ سانس روکنے اور سات چکر کرنے پر مکمل قدرت حاصل ہوجائے تو چار سیکنڈ میں سانس اندر کھینچیں، روکنے کا وقفہ چھ سیکنڈ رکھیں اور چار سیکنڈ میں باہر نکالیں۔چکروں کی تعداد حسبِ سابق سات ہی رکھیں۔

9۔ جب چھ سیکنڈ تک سانس روکنے اور سات چکر مکمل کرنے پر کنٹرول حاصل ہوجائے تو صرف روکنے کا وقفہ دوسیکنڈ بڑھادیں۔اس طرح دودوسیکنڈ روکنے کا وقفہ بڑھاتے ہوئے سولہ سیکنڈ تک لے جائیں۔

10۔ جب سولہ سیکنڈ سانس روکنے اور سات چکر مکمل کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہ ہو تو صرف باہر نکالنے کا وقفہ بڑھا کر آٹھ سیکنڈ کردیں۔یعنی چار سیکنڈ میں سانس اندر لینا، سولہ سیکنڈ روکنا اور آٹھ سیکنڈ باہر نکالنا۔اس کے بعد انہی وقفوں پر مسلسل عمل کرتے رہیں۔(79)

مشق نمبر 3:۔مشق تنفس نور:۔اس مشق سے قوتِ تصور بڑھ جاتی ہے۔

اس مشق تنفس نور میں سانس کو گننے کے بجائے سانس اندر لینے اور باہر نکالنے کے عمل پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ اس مشق میں بھی سانس کی آمدورفت معمول کے مطابق ہونی چاہیے۔طریقہ کار یہ ہے:

1۔ آنکھیں بند کرلیں، اور جس وقت سانس اندر جائے تصور کی نگاہ سے دیکھیں کہ ہوا روشنی کی صورت میں ناک کے ذریعے سینے میں جارہی ہے۔

2۔ سانس باہر نکالتے ہوئے تصور کریں کہ روشنی سینے میں سے گزرتی ہوئی ناک کے راستے باہر جارہی ہے۔

3۔ نہایت آہستگی اور سکون سے یہ عمل کریں۔
4۔ دوبارہ روشنی کے تصور کے ساتھ سانس لیں اور خارج کریں۔
5۔ اس مشق کا وقت پانچ منٹ سے دس منٹ تک ہے۔(80)

حبسِ دم: حبسِ دم سے مراد سینے میں سانس روک کر بے حس وحرکت ہوجانا ہے۔ سانس کی مشق کے دوران سانس روک کر ذکروفکر کی مشق کی جاتی ہے۔ روحی علوم میں حبسِ دم کے دوران کوئی خاص ذکروفکر نہیں کیا جاتا۔ صرف زیادہ سے زیادہ وقت کے لیے سانس روکنے کی مشق کی جاتی ہے۔ اہلِ تصوف سانس روک کر دل ہی دل میں اسمِ ذات (اللہ) کا یا نفی اثبات (کلمہ طیبہ) کا ذکر کرتے ہیں اور ذات وصفات باری تعالیٰ میں مستغرق ہوجاتے ہیں۔ حالتِ مراقبہ میں بعض اوقات استغراق اور مشاہدہ نصیب ہوجاتا ہے۔ بعض اوقات مشاہدہ اس قدر عظیم اور سکون بخش ہوتا ہے کہ لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کیفیت کو ایک شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے۔ شاعر شوقِ دید اور وصلِ حبیب کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

تم سامنے بیٹھے رہو پلکیں میری جم جائیں حسرت ہے کہ یہ گھڑیاں جب آئیں تو تھم جائیں

بندۂ عاجز کو ایسے انمول لمحات کئی بار نصیب ہوئے۔ بندۂ عاجز کے نزدیک یہ لمحات اور ان میں حاصل ہونے والی کیفیات اور روحانی انعامات دنیا ومافیہا سے عزیز تر ہیں۔ ایک بار حالت مراقبہ میں استغراق کی کیفیت حاصل ہوئی۔ میں ہمہ تن گوش، اپنے قلب کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرا قلب بفضلِ تعالیٰ ذکرِ الٰہی کر رہا ہے۔ میرے قلب نے سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کردی۔ میں سورۂ فاتحہ کی آواز واضح طور پر سن رہا تھا۔ دل نے بہت اطمینان سے با آوازِ بلند، لحن داؤدی کے ساتھ مکمل سورۂ فاتحہ پڑھی۔ اس وقت محویت کا یہ عالم تھا کہ مجھے یہ بھی احساس نہیں رہا کہ کون پڑھ رہا ہے اور کون سن رہا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

مقصودِ بیان یہ ہے کہ حبسِ دم کی مشق سے توجہ ویکسوئی میں تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے روحانی صلاحیتیں لطیف سے لطیف تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس ضمن میں سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''......... حبس دم سے روح میں لطافت آجاتی ہے اور لطافت سے روح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جو چیز لطیف ہوتی ہے وہ زیادہ قوی ہوتی ہے۔ بجلی بہت لطیف ہے اس لیے بہت قوی ہے، بنسبت آگ' پانی' یا بھاپ کے جو مقابلتہً کثیف ہیں۔ روح میں جب لطافت بڑھ جاتی ہے تو اس میں عالم بالا کی باتیں سمجھنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس سے حضوری اور توجہ الیٰ اللہ میں بھی مدد ملتی ہے۔ عام طور پر حبس دم موسم سرما میں پانی کے اندر غوطہ لگا کر کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن پانی میں بیٹھ کر کرنے سے جلد ترقی ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں ہے کہ پانی سے ہر چیز زندہ ہے۔ انسان بھی پانی سے غذا حاصل کرتا ہے۔ حبسِ دم اکیس دفعہ ذکر'اللہ' سے شروع کیا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ بڑھایا جاتا ہے۔ باقی تمام مجاہدات کی طرح حبس دم کو بھی لگ کر کرنا چاہیے۔
>
> فرمایا کہ ہم مجاہدہ کے زمانہ میں دریا میں چلے جاتے تھے۔ بس پہلا غوطہ مشکل ہوتا تھا۔ بعد میں پانی سے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ خوب گرمی محسوس ہوتی تھی۔
>
> فرمایا ہمارے مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات عشاء کے بعد تالاب کے اندر چلے جاتے اور پوری رات پانی میں رہتے۔ مؤذن سے فرمادیتے تھے:
>
> ''جب صبح کی اذان ہو تو ہمیں اطلاع کردینا۔''

اس اثنا میں آپ صرف دو یا تین سانس لیتے۔

فرمایا جب روح لطیف ہوجاتی ہے تو صورتِ مثالی میں (جو جسم اور روح کے درمیان ایک برزخ ہے) قوت آجاتی ہے۔ اور اس سے بہت کام لیے جاسکتے ہے۔سونے کے وقت اس کو کام میں لگادیا جاتا ہے۔آدمی سوتا رہتا ہے لیکن صورتِ مثالی اپنے کام میں مشغول رہتی ہے اور اسی صورتِ مثالی میں اہل اللہ سیر کرتے ہیں۔لیکن کسی سے مصافحہ نہیں کرتے اگر مصافحہ کریں تو چوری پکڑی جاتی ہے، ہاں جب روح بہت لطیف ہوجاتی ہے اور زیادہ قوی ہوجاتی ہے تو مصافحہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔"(81)

سلسلہ قادری سروری میں حبسِ دم پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا۔سالک کو چاہیے کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کے طریقہ کے مطابق مراقبہ اسمِ ذات، مراقبہ اسمِ نبی کریم ﷺ، مراقبہ تصورِ شیخ میں مشغول رہے۔دورانِ مراقبہ کبھی کبھار برداشت کی حد تک حبسِ دم کرے اور اس حالت میں ذکر خفی کرلیا کرے۔اس طریقہ پر عمل کرنے سے جملہ مقاصد وفوائد بآسانی حاصل ہوجاتے ہیں۔

حبس دم کی مشق:۔ یہ مشق روحانی صلاحیتوں کی بیداری میں کافی مددگار ثابت ہوتی ہے۔تاہم، یہ مشق اپنے روحانی رہنما کی اجازت اور نگرانی میں کریں اور بغیر اجازت کے اس مشق میں بیان کردہ دورانیہ سے ہرگز تجاوز نہ کریں۔

1۔ مشق نمبر 1 میں بتائی گئی نشست میں بیٹھ کر دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیں۔
2۔ دونوں نتھنوں سے سانس آہستہ آہستہ اندر کھینچیں۔
3۔ جب سینہ ہوا سے بھر جائے تو سانس کو سینے میں روک لیں۔پانچ سیکنڈ تک سانس روکے رکھیں۔
4۔ پھر ہونٹوں کو سیٹی بجانے کے انداز میں کھول کر سانس کو منہ کھول کر باہر نکال دیں۔
5۔ کچھ دیر آرام کے بعد دوبارہ اسی طرح سانس اندر لیں، روکیں اور نکال دیں۔
6۔ یہ عمل پانچ مرتبہ کریں۔
7۔ اگلے روز دو چکروں کا اضافہ کردیں۔یعنی سات مرتبہ یہ عمل کریں۔یہاں تک کہ چکروں کی تعداد گیارہ ہوجائے۔
8۔ جب چکروں کی تعداد گیارہ ہوجائے تو سانس روکنے کا وقفہ پانچ سیکنڈ سے بڑھا کر چھ سیکنڈ کردیں اور چکروں کی تعداد گیارہ ہی رکھیں۔
9۔ جب چھ سیکنڈ تک سانس روکنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔یعنی ذہنی اور جسمانی دباؤ محسوس نہ ہو تو سانس اندر روکنے کا وقفہ سات سیکنڈ کردیں اور اس وقت تک سات سیکنڈ وقفہ رکھیں جب تک اس پر عبور حاصل نہ ہو۔
10۔ اس طرح سانس روکنے کا وقفہ بڑھاتے ہوئے پندرہ سیکنڈ تک کردیں اور پندرہ سیکنڈ کو معمول بنالیں۔(82)

روحی علوم کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ:۔ افادیت کے لحاظ سے روحی علوم، علمِ تصوّف (روحانی سائنس) کے سامنے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔عصرِ حاضر میں رائج روحی علوم کے فلسفہ اور افادیت پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ علمِ تصوّف (روحانیت) کی بدولت یہ تمام فوائد اور تصرفات بآسانی اور نہایت اعلیٰ سطح پر حاصل ہوجاتے ہیں۔ان دنیوی اور سطحی فوائد کے علاوہ روحانیت کی بدولت تزکیہ نفس اور تطہیر قلبی حاصل ہوتے ہیں۔سالک کو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب اور رضا حاصل ہوتے ہیں اور وہ دینی و دنیوی فلاح کے ساتھ آخروی فلاح بھی پاتا ہے۔

روحانی علم (علم تصوّف/روحانی سائنس)اورروحی علوم کے تقابل وموازنہ کے لیےضروری ہے کہ ان علوم کاتحقیقی وتنقیدی جائزہ لیاجائے۔اس ضمن میں کچھ گزارشات پیش خدمت ہیں۔

ہپناٹزم:۔ ہپناٹزم کوعملِ تنویم یامسمریزم بھی کہتے ہیں۔جان مسمر ہپناٹزم کا بانی ہے۔اس لیےاسے مسمریزم کہتے ہیں۔ اس عمل میں ہپناٹسٹ اپنی توجہ اورترغیبات کے زیرِاثرمعمول پرنیندطاری کرکےاس کی تحلیلِ نفسی کرتا ہےاوراس کی ذہنی و اعصابی کمزوریوں اوربعض جسمانی امراض (مثلاً دردِسر،بدہضمی،قبض،دانتوں کی تکلیف وغیرہ) کے علاج کے لئے اس کے حسبِ حال ترغیبات دے کراسے تندرستی اورشفاحاصل کرنے میں اورمسائل سے چھٹکارا پانے میں مدددیتا ہے۔ ڈاکٹرجان مسمرنے ارتکازِتوجہ کا یہ طریقہ مسلمان صوفیہ سے سیکھا تھا۔خودترغیبی کے اصولوں کومدنظررکھتے ہوئےعموماًدرج ذیل طریقے سے ہپناٹائزکیاجاسکتا ہے۔

1۔ ہپناٹائزکرنےاورخودترغیبی کے لیےضروری ہے کہ آپ اورآپ کا معمول مکمل راحت وسکون کے عالم میں ہوں۔ جب تک مکمل ذہنی سکون اورجسمانی آرام حاصل نہ ہو،توجہ میں یکسوئی پیدانہیں ہوسکتی۔اپنے معمول سے کہیں کہ وہ جسم کوڈھیلاڈھالاچھوڑکربستر پرلیٹ جائے۔مریض کے مزاج کے مطابق اسے بارعب مگرشفقت آمیزلہجہ میں، پدرانہ انداز سے یاماممتا بھری،محبت وشفقت سے بھرپور،نرم اوردھیمی آوازمیں یعنی مادرانہ انداز سے ہدایت (ترغیب) دیں۔پہلےطریقہ کی تنویم کوپدرانہ تنویم اوردوسرےطریقہ کی تنویم کومادرانہ تنویم کہتے ہیں۔بعض صورتوں میں جسم کےبعض حصوں پرنرمی سے ہاتھ پھیرکر،سہلاکریااعضاءکوتھپتھپاکرتنویمی عمل سرانجام دیاجاتا ہے۔عموماً ریکی میں اس طرح کیاجاتا ہے۔

2۔ تنویمی ترغیبات قبول کرنے کی صلاحیت ہرآدمی میں پائی جاتی ہے۔البتہ شدت احساس کے لحاظ سے ان کی تین اقسام ہیں:

بہت زیادہ شدیدالاحساس۔ان کی تعدادکل آبادی میں بیس فیصد(20%)ہوتی ہے۔

محدودپیمانے پرذکاوتِ حس رکھنے والےافراد۔

سرکش اورمنہ زورافرادجوشعوری وغیرشعوری طورپرتنویمی ترغیبات کی شدیدمزاحمت کرتے ہیں۔تاہم،اعتماد،یقین، خلوص اورکوشش کےساتھ ہرقسم کےمعمول کوہپناٹائزکیاجاسکتا ہے۔

3۔ تنویمی عمل کے دوران معمول کی آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈالیں۔ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ عامل تنویم نےمعمول کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کرترغیب دی اورخوداس کی آنکھوں کے اثرسےتنویم زدہ ہوگیا۔اس لیے اس کے ناک کی جڑپر(ابروؤں کے درمیان) توجہ مرکوزکردیں اورمتواترترغیب دیں جیسےتم سونے والے ہو،تمہیں نیندآرہی ہے۔

4۔ توجہ مرکوزکرنےاورترغیب دینے سے پہلےمعمول کوحکم دیں کہ وہ اپنی نگاہ ابروؤں کے درمیان پیشانی کے وسط میں جمادےاوریہ تصورکرے کہ اپنے سرکی چوٹی دیکھ رہا ہے۔

5۔ کچھ دیرکی ترغیب کے بعدمعمول پرتنویمی نیندطاری ہوجاتی ہے۔یہ نیند،عام نیندکی طرح نہیں ہوتی۔اس نیندمیں

وہ بے خبر نہیں ہوتا۔اس کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں، وہ پھر سکتا ہے، سوالات کے جوابات دے سکتا ہے۔جب عامل اس سے کہے کہ جاگ جاؤ! تومعمول اس کیفیت سے آزاد ہوجاتا ہے۔

6۔ تنویمی کیفیت میں مریض کو دی گئی ترغیبات (ہدایات) 'ترغیبات بعد از تنویم (Post Hypnotic Suggestions) کہلاتی ہیں۔یہ وہ ہدایات ہیں جن پر معمول مستقبل میں عمل کرتا ہے۔(83)

یادِالٰہی میں گم ایک صوفی یا درویش کی ہر بات مؤثر تلقین (ترغیب) کی حیثیت رکھتی ہے۔وہ اپنی قوتِ نگاہ سے تمام ذہنی،نفسیاتی، روحانی وجسمانی اور اخلاقی امراض دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس کی بھرپور نگاہ کے اثر کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔اس کی معمولی سی توجہ سے بھی بہت حیرت انگیز اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اسے ایک ہپناٹسٹ کی طرح کسی کو متاثر کرنے کے لیے بہت زیادہ توجہ اور کوشش کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ٹیلی پیتھی:۔ ٹیلی پیتھی مابعد النفسیات علوم کی ایک شاخ ہے۔اس سے مراد اپنے خیال کی لہریں دوسرے کے دماغ تک پہنچانا اور دوسرے شخص کی دماغی لہروں کو وصول کرنا ہے۔ٹیلی پیتھی کی صلاحیت ہر شخص میں موجود ہے۔بلکہ تمام جانداروں میں بھی یہ استعداد کارفرما ہے۔دنیا بھر کے نفسیاتی تحقیقات کے اداروں میں ٹیلی پیتھی پر ہونے والے تجربات سے اس کی حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔صوفیہ ٹیلی پیتھی سے خدمت خلق کا کام لیتے ہیں۔وہ اپنے متعلقین اور چاہنے والوں کے خیالات واحوال سے آگاہ ہوتے رہتے ہیں اور دور رہ کر بھی ان کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔

ریکی:۔ ریکی جاپانی زبان کا لفظ ہے۔یہ دو جاپانی الفاظ 'Rei' اور 'Ki' سے مل کر بنا ہے۔'ری' (Rei) کا مطلب ہے روح (Soul, Spirit) اور 'کی' (Ki) کا مطلب ہے روح سے حاصل ہونے والی توانائی۔اس لیے ریکی سے مراد روحانی قوتِ حیات (روحانی توانائی) ہے۔اس سے مراد وہ قوت ہے جو تمام مادی اشیاء میں پائی جاتی ہے اور ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔یہ قوت انسان میں بھی پائی جاتی ہے اور اس کے ہاتھوں (کی ہتھیلیوں) سے خارج ہوتی ہے۔ریکی میں اس قوت کو مرتکز کر کے علاج کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔صدیوں پرانے اس طریقۂ علاج کو انیسویں صدی کے وسط میں جاپانی معالج ڈاکٹر میکاؤ یسوئی (Dr. Mikao Usui) نے از سرِ نو متعارف کرایا۔ریکی ذہنی، جسمانی، جذباتی اور روحانی بیماریوں کے علاج میں کام آتی ہے۔ریکی ایک روحی علم ہے۔اس کا کسی عقیدہ سے تعلق نہیں ہے۔جب کسی شخص کو ریکی کے ذریعے علاج کرنے کی صلاحیت حاصل ہوجاتی ہے تو یہ صلاحیت عمر بھر برقرار رہتی ہے۔ریکی ہیلر قوتِ شفا کے مؤثر طور پر کام کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔اس قوتِ شفا سے مراد اس کی ذاتی محدود قوتِ حیات نہیں بلکہ وہ آفاقی قوتِ شفا ہے جو سب کو شفا حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔اس قوتِ شفا سے خود بخود بھی مدد حاصل کی جاسکتی ہے اور دوسروں کی بھی مدد کی جاسکتی ہے، خواہ دوسرا فرد کہیں دور ہو، کسی بھی جگہ پر ہو اور کوئی بھی وقت ہو۔ریکی انسانوں، جانوروں، پودوں، پتھروں اور دھاتوں، سب کے لیے فائدہ مند ہے۔ریکی ماسٹر اپنی توجہ سے اپنے متعلم کے وجود میں مختلف مراکز (Chakras) کی تطہیر کر کے، ان میں توازن پیدا کر کے، مراقبہ اور تصور کی قوت سے اور آواز کے ذریعے، اس قوتِ شفا کو فعال بناتا ہے۔اس میں انفرادی سطح پر ہر ایک متعلم کے بالائی اور زیریں مراکز توانائی (Chakras) کی اصلاح کر کے انہیں ریکی (قوتِ شفا سے کام لینے) کے قابل بنایا جاتا ہے۔روحانی تربیت کے دوران بعض افراد کو روحانی تجربات ومشاہدات بھی

ہوتے ہیں۔ ریکی سیکھنے اور سکھانے کے تین درجات (Levels) ہیں۔ پہلے درجہ پر ہاتھوں کے لمس سے قوتِ شفا منتقل کی جاتی ہے۔اس مرحلہ کو ہاتھوں کے لمس سے قوتِ شفا منتقل کرنے کا مرحلہ (Laying on Hands Level) کہتے ہیں۔ دوسرے مرحلہ پر کسی فاصلے پر موجود انسان تک قوتِ شفا منتقل کرنے کا طریقہ سیکھا جاتا ہے۔ اس مرحلہ کو عدم موجودگی سے شفا پہنچانے کا مرحلہ (Absent Healing) کہا جاتا ہے۔ تیسرے مرحلہ پر بطور ریکی ٹیچر دوسروں کی تربیت کرنے اور ان میں قوتِ شفا کے حصول کی صلاحیت پیدا کرنے کی تربیت دی جاتی ہے ۔اسے تبدیلی کا مرحلہ (Transformation Stage) کہتے ہیں۔

ریکی کے عموماً درج ذیل فوائد بیان کیے جاتے ہیں:

1۔ اس سے از خود شفا پانے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔
2۔ اس سے جسم و روح دونوں کو قوت وتوانائی حاصل ہوتی ہے۔
3۔ جسمانی قوتوں میں توازن قائم ہوتا ہے۔
4۔ توانائی کی راہ میں مزاحم رکاوٹوں کو دور کیا جاتا ہے جس سے مکمل صحت یابی حاصل ہوتی ہے۔
5۔ جسم کو زہریلے اور فاسد مادوں سے نجات ملتی ہے۔
6۔ پٹھوں میں اکڑن، کھنچاؤ، جسمانی دردوں اور سر درد سے نجات ملتی ہے۔
7۔ منفی خیالات سے چھٹکارا پانے اور مثبت خیالات سے فکر وعمل بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔
8۔ خون کی گردش بہتر ہوتی ہے۔شفایابی کا عمل بہتر ہوجاتا ہے۔ مدافعتی نظام کی کارکردگی بھی بہتر ہوجاتی ہے۔
9۔ دردِ شقیقہ، جوڑوں کے درد، سرطان اور دیگر امراض کے علاج کے دوران ریکی سے شفایابی کی رفتار بہتر ہوجاتی ہے۔

عملیات:۔ عمل سے مراد وہ کلمہ یا کلمات ہیں جو وقت وجگہ اور دیگر شرائط (اصول وقواعد) کی پابندی کے ساتھ مخصوص تعداد اور مقررہ ایام کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔عمل کی جمع عملیات یا اعمال ہے۔ یہ عمل تسخیرِ ہمزاد، تسخیرِ جنات، تسخیرِ خلائق کے لیے بھی ہوسکتے ہیں اور دشمن کی بربادی و ہلاکت یا کسی محبوب ومطلوب کے حصول کے لیے بھی ہوسکتے ہیں۔عملیات کی دو بنیادی اقسام ہیں: نوری عملیات اور ناری وسفلی عملیات۔نوری عملیات قرآنی آیاتِ مقدسہ، پاکیزہ کلمات اور کلام سے تعلق رکھتے ہیں۔انہی شرائطِ طہارت کی پابندی اور جلالی و جمالی پرہیز کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ ناری وسفلی عملیات، شرکیہ کلمات، مہمل کلام، کسی بے معنی عبارت پر مشتمل ہوتے ہیں اور یہ عملیات پرہیز جلالی و جمالی اور شرائطِ طہارت کی پابندی کے بغیر ادا کیے جاتے ہیں۔نوری عملیات سے نوری مخلوق (جنات وموکلات) مسخر ہوتے ہیں اور نیک کام سرانجام پاتے ہیں۔ ناری وسفلی عملیات سے شیاطین (شریر جنات، سفلی موکلات) مسخر ہوتے ہیں اور جادوگر وعامل ان سے اعمالِ شر میں مدد لیتے ہیں۔ اہل اللہ کا عملیات سے خصوصاً ناری وسفلی عملیات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔اہل اللہ نوری عملیات بھی دنیوی مقاصد کے لیے نہیں بلکہ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے لیے حاصل کرتے ہیں تاکہ انہیں روحانی قوت وتوانائی اور بصیرت حاصل ہو جس سے وہ مخلوقِ خدا کی خدمت سرانجام دے سکیں اور قربِ ربانی پاسکیں۔ ناری وسفلی عملیات کا راستہ شیطان کا راستہ ہے۔اس کا انجام دنیا وآخرت میں ہلاکت اور بربادی ہے۔

روحانیت کا حقیقی مقصد:۔روحانیت کا مقصد روحانی تطہیر و پاکیز گی حاصل کرنا ہے نہ کہ روحانی قوت حاصل کرنا اور اس کی نمود و نمائش کرنا۔اہلِ حق کو روحانی تطہیر و پاکیز گی کے حصول کے درمیان روحانی قوت اپنے آپ حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ یہ قوت خدمتِ خلق اور فلاح انسانیت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔روحی علوم کے ماہرین اور روحانی عامل، ذاتی نمود و نمائش اور اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے روحانی قوت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کے چکر میں عمرِعزیز ضائع کر دیتے ہیں۔جبکہ کامل لوگ حقیقی مقصدِ حیات سامنے رکھتے ہوئے دین اسلام کے تقاضوں کے مطابق ہمہ تن سعی و عمل میں مشغول رہتے ہیں۔

عامل کی بے بسی اور مجبوریاں:۔روحی علوم و عملیات کے حصول میں پیش آنے والی دشواریوں اور ان کے منفی اثرات کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آج سے بیس پچیس سال پہلے ایک بزرگ پیلی بھیت میں رہتے تھے جن کا اسم گرامی حضرت میاں محمد شیر رحمۃ اللہ علیہ تھا۔اس زمانے میں چار بزرگ ہندوستان میں بہت مشہور تھے۔حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آباد میں اور حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوہ میں اور حضرت غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں اور حضرت میاں محمد شیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیلی بھیت میں۔ مجھے اس زمانے میں تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا بہت شوق تھا۔ اور میں دو برس سے مسلسل ان اعمال کی کوشش کر رہا تھا اور جو شخص جو طریقہ تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا بتاتا تھا اس پر محنت کرتا تھا۔سردی کے موسم میں دریا کے پانی کے اندر آدھی رات کو کھڑے ہو کر عمل پڑھنے سے گردوں میں تکلیف ہو گئی تھی۔ترکِ حیوانات کے چلوں سے جسم مرجھا گیا تھا۔اور ایک طرح کا جنون اور خبط میرے اندر پیدا ہو گیا تھا، یکایک میں نے سنا کہ پیلی بھیت میں حضرت میاں محمد شیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تسخیر جنات و تسخیر ہمزاد کے بہت بڑے عامل ہیں اس واسطے میں دہلی سے ریل میں سوار ہو کر پیلی بھیت گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے دل میں صرف ہمزاد اور جنات کی تسخیر کا شوق تھا، خدا پرستی یا خدا جوئی کا کچھ بھی خیال نہ تھا۔جب میں پیلی بھیت کے اسٹیشن پر اترا تو میرے پاس صرف چار پیسے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے، اس لیے میں نے ایک آنے کے امرود خرید لیے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے دیکھا مٹی سے لپا ہوا ایک کچا چبوترہ ہے اور اس پر کوئی فرش نہیں ہے۔چبوترے کے اوپر ایک دروازہ ہے اور اس کا آدھا کواڑ کھلا ہوا ہے۔اور چوکھٹ کے پاس ایک چھوٹی سی منڈھیا بچھی ہوئی ہے اور سانولے رنگ کے چھوٹے قد کے ایک بزرگ اس منڈھیا پر بیٹھے ہیں جن کی سفید لمبی داڑھی ہے اور گاڑھے کا لباس ہے اور نیلے گاڑھے کی ایک چھوٹی سی پگڑی سر پر بندھی ہوئی ہے۔میں نے جا کر سلام کیا اور امرود ان کے قدموں میں رکھ دیے اور جہاں اور بہت سے لوگ مٹی کے چبوترے پر بیٹھے تھے، میں بھی وہیں بیٹھ گیا۔شاہ صاحب نے میری دیکھ کر فرمایا، کہو میاں دہلی میں خیریت ہے؟ میں نے گستاخانہ انداز میں عرض کی جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں دہلی کا ہوں اور دہلی سے آیا ہوں تو یہ بھی معلوم ہو گا کہ دہلی میں خیریت ہے یا نہیں۔یہ سن کر شاہ صاحب مسکرائے اور فرمایا ہم تو درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے نام لینے والوں میں ہیں جہاں کے تم رہنے والے ہو اور جن کے تم کہلاتے ہو یہ امرود کیوں لائے ہو؟ میں نے کہا جن کا نام ابھی آپ نے لیا کہ آپ ان کا نام لینے والے ہیں انہی کی نصیحت ہے کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ

نہ جانا چاہیے، شاہ صاحب پھر مسکرائے اور فرمایا کہ جب چار ہی پیسے پاس ہوں تو انسان انہیں کیوں خرچ کرے۔

تھوڑی دیر کے بعد نینی تال پہاڑ کے کچھ آدمی ایک عورت کو لائے اور اس کو چبوترے کے نیچے بٹھایا۔ اس عورت کی آنکھیں لال تھیں اور وہ بہک رہی تھی، ساتھ والوں نے کہا اس عورت پر آسیب ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا، تیل منگاؤ۔ تھوڑی دیر میں تیل آ گیا۔ شاہ صاحب نے اس تیل کو نہ اپنے ہاتھ میں لیا نہ اس کو دیکھا۔ نہ اس پر دم کیا۔ تیل کے آتے ہی فرمایا کہ ایک ایک قطرہ تیل کا عورت کے دونوں کانوں میں ڈال دو۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ تیل ڈالتے ہی عورت اچھی ہوگئی۔ آنکھوں کی سرخی جاتی رہی اور اس کے حواس بھی درست ہو گئے۔ شاہ صاحب پھر مسکرائے اور مجھ سے فرمایا، لوگ کہیں گے کہ یہ عورت میری کرامت سے اچھی ہوئی حالانکہ اس میں میری کوئی کرامت نہیں ہے۔ تم نے دیکھا کہ میں نے تو تیل پر کچھ پڑھا بھی نہیں اور اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ دراصل عورت کے دماغ میں خشکی تھی۔ تیل ڈالنے سے وہ خشکی جاتی رہی اور عورت تندرست ہوگئی۔ میں نے کہا جاننے والے سب کچھ جانتے ہیں آپ کے بہلانے اور ٹالنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ یہ سن کر شاہ صاحب نے پھر تبسم فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد کیا۔ میاں جب ہم تمہاری عمر میں تھے تو ہمزاد اور جنات تابع کرنے کا بہت شوق تھا۔ ہمیں ایک شخص نے تسخیرِ ہمزاد اور تسخیرِ جنات کا عمل بتایا اور ہم نے مسجد میں جا کر اس کو پڑھنا شروع کیا۔ ایک غیبی چیز نے ہم کو مسجد کے بوریے میں لپیٹ کر کونے میں کھڑا کر دیا اور ہم بہت مشکل سے بوریئے سے باہر نکلے اور ہم نے بوریئے کو پھر بچھا دیا اور پھر عمل پڑھنا شروع کیا۔ اور پھر ہم کو کسی نے بوریئے میں لپیٹ کر کھڑا کر دیا۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ چوتھی دفعہ ایک آدمی ہمارے سامنے آیا اور اس نے کہا میں جن ہوں تو یہاں کیوں بیٹھا ہے اور کیا پڑھ رہا ہے؟ ہم نے کہا جنات اور ہمزاد کو تابع کرنے کا عمل پڑھ رہا ہوں۔ اس آدمی نے کہا ارے دیوانے تو خدا کا مسخر ہو جا اور خدا کا تابعدار بن جا ساری مخلوق تیری مسخر اور تابعدار بن جائے گی۔ اور ہم جنات بھی خدا کی مخلوق ہیں ہم تیرے تابعدار ہو جائیں گے۔ اس دن سے ہم نے تو میاں جنات اور ہمزاد کی تسخیر کے عملیات چھوڑ دیئے اور خدا کے دروازے پر آن بیٹھے۔

شاہ صاحب کی یہ بات سن کر میرے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور ایک کانٹا سا نکل گیا جو دو برس سے میرے خیال میں چبھا ہوا تھا۔ اور اس دن میں نے عہد کیا کہ اب خدا کی تابعداری کے سوا اور کسی چیز کی تسخیر کا عمل نہیں پڑھوں گا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے پھر میں نے اس شوق کی طرف توجہ نہیں کی۔ (84)

عملیات کے بارے میں استاد بشیر کے تاثرات:۔ عامل بظاہر روحانی قوت اور تصرفات کا حامل نظر آتا ہے، مگر درحقیقت وہ بہت مجبور اور بے بس انسان ہوتا ہے۔ عامل کی مجبوریاں بیان کرتے ہوئے عامل استاد بشیر کہتے ہیں:

شب وروز کی محنت کے بعد عملیات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد جو لوگ جنات کو قابو کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں میرے نزدیک وہ بے وقوف ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے جن کسی کے قابو میں نہیں آتے بلکہ عامل خود جنات کے قابو میں ہوتا ہے۔ میرے ذاتی تجربات سے آپ دو باتوں کو آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ عامل جنات کے قابو کس طرح آتا ہے اور وہ کون سے طریقے ہیں جن کے ذریعے جنات سے کام لیا جاسکتا ہے۔ یہاں اپنا ذاتی واقعہ بیان کر رہا ہوں۔ میں نے جو عمل کیے ہوئے تھے ان میں بہت سے عمل جلالی اور جمالی تھے۔ کامیابی کے ساتھ وظیفہ مکمل ہونے پر عامل موکلات کو اپنا پابند کرنے کے لئے انہیں شرائط ماننے پر مجبور کرتا ہے جس کے ذریعے اس نے ان سے کام لینے ہوتے ہیں۔ اس

معاہدے میں بہت سی شرائط موکلات کی بھی ماننی پڑتی ہیں۔ایک عمل میں جب مجھے کامیابی ہوئی تو موکلات نے مجھے تین باتوں کا پابند کر دیا کہ لہسن نہیں کھانا' دہی نہیں کھانا' اس نلکے کا پانی نہیں پینا جس میں چمڑے کی بو کی استعمال کی گئی ہو۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرے رشتہ داروں نے ہماری دعوت کی۔مجبوراً مجھے وہاں جانا پڑا۔انہوں نے بہت اچھا انتظام کیا ہوا تھا لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور وہی ہوا۔انہوں نے جو گوشت پکایا ہوا تھا اس میں انہوں نے لہسن ڈالا ہوا تھا۔جب کھانا شروع ہوا تو سب کھانا کھا رہے تھے اور میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اور تذبذب میں مبتلا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔دعوت کرنے والے بھی ناراض ہو رہے تھے اور ان کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہے۔میں نے انہیں کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔آپ مجھے چینی لا دیں میں اس کے ساتھ روٹی کھا لوں گا۔تو وہ کہنے لگے کہ تھوڑا سا ہی کھا لو ہم نے اس میں زہر تو نہیں ڈالا ہوا مگر میں جانتا تھا کہ میرے لئے وہ زہر تھا۔معاہدے کی خلاف ورزی کی صورت میں کھانا کھاتے ہی مجھ پر مصیبت ٹوٹ پڑتی اور میں چاہتا تھا کہ ان پر میری اصلیت ظاہر نہ ہو کیونکہ انہیں میری صلاحیتوں کے بارے میں علم نہ تھا۔جب انہوں نے بہت مجبور کیا تو میں نے ایک لقمہ لگایا۔وہ لقمہ ابھی میرے حلق سے نیچے نہیں گیا تھا کہ ایک جن نے آ کر مجھے گردن سے دبوچ لیا اور کہنے لگا کہ عامل صاحب آپ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور شرط توڑ دی۔اب ہم آپ پر غالب ہیں۔اب بتائیں آپ کے ساتھ کیا سلوک کریں۔میں نے دوسرے عملیات کے سہارے ان سے اپنی جان چھڑائی اور بعد میں ان سے معذرت کی۔اگر مجھے اس کے علاوہ عملیات پر عبور نہ ہوتا تو وہ جن مجھے جان سے مارنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔اس سے آپ خود ہی اندازہ لگا لیں کہ عامل نے جنات کو قابو کیا ہوتا ہے یا خود ان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

واقعات تو بہت سے ہیں لیکن اس طرح کا ایک اور واقعہ بیان کر دیتا ہوں۔میں نے ایک عمل کیا۔اس کی شرط یہ تھی کہ پیشاب وغیرہ کرنے سے پہلے اپنے ساتھ پانی رکھ کر گول دائرے کا حصار کھینچنا ضروری تھا۔ایک مرتبہ میں سفر کر رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔کچھ تو میں نے کنٹرول کیا لیکن جب نہ رہا گیا تو میں نے گاڑی سے نیچے اتر کر پانی کی تلاش شروع کی لیکن نزدیک کہیں پانی نہ مل رہا تھا۔آخر دور ایک جگہ بہت بڑے کھال میں پانی نظر آیا۔وہاں پہنچا۔پیشاب کی شدت سے میرا برا حال تھا۔بڑی مشکل سے اپنے اردگرد بہت بڑا دائرہ لگایا اور پھر پیشاب کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کی۔آپ اندازہ لگائیں۔مصیبت میں جن گرفتار ہے یا عامل۔دوسرے طریقے میں شرائط وغیرہ طے نہیں کرنی پڑتیں۔اس میں جب کوئی عامل انسانی اقدار سے گر کر' شیطانی خواہشات کی تکمیل کے لئے سب کچھ کر گزرتا ہے۔تو کسی لمبی چوڑی مشقت برداشت کیے بغیر معمولی شریر قسم کے جنات خود اس سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے۔شرارتی اور غیر مسلم جنات کثرت کے ساتھ ایسے عامل کو اپنی خدمات پیش کر کے اس کے ہر طرح کے جائز و ناجائز کام کرتے ہیں۔

جنات سے کام لینے کا تیسرا طریقہ ایسا ہے کہ اس میں عامل کو کوئی خواہش نہیں ہوتی بلکہ جنات بغیر کسی معاہدے کے خود اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔اس کی میں آنکھوں دیکھی اتنی مثالیں پیش کر سکتا ہوں کہ صفحات کم پڑ جائیں۔اس میں ہوتا یہ ہے کہ نیک' عبادت گزار' لوگوں کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو دیکھ کر' اچھے اخلاق و کردار کے جن خود بخود ان کے پاس

حاضر ہو جاتے ہیں۔ وہ ان سے دین سیکھتے ہیں اور ہمہ وقت ان کی قربت میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ دوستی اور قربت کے پیشِ نظر یہ دعوت دیتے رہتے ہیں کہ اگر کوئی جائز کام ہو تو ہمیں بتائیں ہم آپ کی خدمت کے لئے تیار ہیں۔ (85)

عملیات کے بارے میں استاد عبدالقیوم کے تاثرات:۔ عامل استاد بشیر اپنے استاد عبدالقیوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: استاد عبدالقیوم لکڑی خراد کے اعلیٰ پایہ کے کاریگر تھے۔ انہوں نے کچھ عرصہ دہلی میں بھی یہ کام کیا۔ دہلی میں لوگوں نے ان کے کام کو بہت پسند کیا۔ ان کی شہرت اور حسنِ اخلاق کی بدولت ایک سنیاسی نے اپنے بیٹے کو ان کی شاگردی میں دے دیا اور درخواست کی کہ میرے بیٹے کو بھی اچھا کاریگر بنا دیں۔ وہ لڑکا بھی سنیاس میں کچھ شد بد رکھتا تھا۔ اس سے دلچسپ اور حیرت انگیز باتیں سن کر انہیں سنیاسی بننے کا شوق پیدا ہوا۔ استاد جی نے آہستہ آہستہ اس لڑکے کے سنیاسی باپ سے اچھے تعلقات قائم کر لیے اور ان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے سنیاسی بننے کا شوق ہے۔ آپ میری راہنمائی کریں اور مجھے سنیاس کا فن سیکھا دیں۔ تو وہ کہنے لگا کہ آپ نے خراد کا کام گھر بیٹھ کر سیکھا ہے جب کہ جس کام کو سیکھنے کی آپ خواہش کر رہے ہیں اس کے لئے گھر چھوڑنا پڑتا ہے۔ استاد جی نے کہا کہ آپ جو کہیں گے میں وہ کروں گا۔ انہوں نے گھر کو خیر باد کہہ دیا اور جوگی کے ساتھ ہی جوگی بن گئے۔ اس دوران اس جوگی کا لڑکا خراد کا مکمل کاریگر بن گیا تھا۔

اس جوگی کا تعلق غالباً ہندو مذہب سے تھا۔ استاد جی سنایا کرتے تھے کہ میں اس جوگی کے ساتھ بہت عرصہ جنگلوں کی خاک چھانتا رہا اور اس سے سنیاس کا علم حاصل کیا۔ اس دوران ہمیں کسی ضروری کام سے ڈھاکہ جانا پڑا۔ وہاں ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو سنیاسی بھی تھا اور اس کے ساتھ ہی بہت زبردست عامل بھی۔ اس نے ہمیں چند ایسے کمالات دکھائے جو سنیاس سے تعلق رکھتے تھے۔ میں اس سے بہت متاثر ہوا اور اپنے گرو سے کہا کہ یہ بزرگ تو آپ سے بھی کمالات میں چند ہاتھ آگے ہیں تو انہوں نے مجھے ٹال مٹول کر کے مطمئن کر دیا کہ چلو اصل کام کریں جس کے لئے ہم آئے ہیں ہمیں اس سے کیا۔ یہ یاد رہے کہ سنیاسی جس سے کام سیکھتے ہیں اس کو استاد نہیں بلکہ گرو کہتے ہیں۔

ہم ڈھاکہ سے اپنے کام مکمل کر کے دہلی آ گئے۔ لیکن میرا دھیان ادھر ہی رہا اور کسی پل چین نہ آیا تو میں اپنے گرو کو بتائے بغیر واپس اس بزرگ سنیاسی کے پاس ڈھاکہ آ گیا اور جاتے ہی اس کے قدموں کو چھوا کہ میں آپ کی شاگردی میں آنا چاہتا ہوں تو وہ کہنے لگے باوا جی جس کام میں تم لگے ہوئے ہو وہ کام ہی اچھا ہے۔ آدھی عمر تو آپ نے سنیاس سیکھنے میں گزار دی۔ اب آدھی عمر عملیات کو سیکھنے میں ضائع کر دو گے۔ میں بضد رہا اور کہا کہ مجھے اپنی کمائی سے کچھ عطا کریں۔ میرے بہت زیادہ مجبور کرنے کے باوجود بھی بابا جی کسی طرح تیار نہ ہوئے تو میں نے بابا جی کے دروازے پر بیٹھ کر بھوک ہڑتال کر دی اور کہا کہ مہربانی کر کے مجھے عمل سکھا دیں ورنہ مجھے یہیں آپ کے دروازے پر موت آئے گی۔ لیکن انہوں نے اس کی بھی کوئی پروانہ کی۔ آخر کئی دن بھوکا رہنے کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گیا اور میری حالت بگڑنی شروع ہو گئی تو بابا جی کو رحم آ ہی گیا۔ وہ میرے پاس آئے اور مجھے اٹھا کر کہنے لگے کہ بیٹا تیرے شوق نے مجھے حیران کر دیا۔ اُٹھ کر روٹی کھا لے۔ جو تم پوچھو گے بتا دوں گا۔ کھانا کھلانے سے پہلے انہوں نے مجھے ایک دوا کھلائی۔ اس کے بعد انہوں نے کھانا کھلایا تو میری صحت تیزی سے بحال ہونا شروع ہو گئی۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ بیٹا جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو اگر میں نے تمہیں دے دیا تو سن لو کہ اس دنیا میں اکیلے ہی رہ جاؤ گے۔ نہ تمہاری بیوی تمہارے پاس رہے گی اور نہ ہی اولاد کی نعمت

ملے گی۔ میں نے کہا کہ مجھے سب کچھ منظور ہے۔ جب انہیں اندازہ ہو گیا کہ اس کا ارادہ بہت مضبوط ہے تو وہ کہنے لگے کہ بیٹا تمہارے علاقے اور میرے علاقے کا فاصلہ ہے۔ تم نے میرے پاس پہنچنے کے لئے اتنا وقت ضائع کیا۔ یہاں سیکھنے کی بجائے تم مغربی پاکستان سندھ میں پانجے ملنگ کے پاس چلے جاؤ وہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ میں تمہیں اس کے نام رقعہ دے دیتا ہوں۔ وہ تمہارے ساتھ ہر طرح تعاون کرے گا۔ اور ویسے بھی وہ مجھ سے زیادہ عملیات میں مہارت رکھتا ہے۔ انہوں نے مجھے اس کا محلِ وقوع اور پہچان بتائی کہ اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں پانچ پانچ انگوٹھیاں پہن رکھی ہیں اور سر کے بالوں کی پانچ لٹیں بنائی ہوئی ہیں۔ گاؤں کا نام اب مجھے یاد نہیں رہا البتہ اس گاؤں کے باہر ویران اور بیابان جگہ پر ڈیرہ لگائے بیٹھا ہوگا۔ ان سے مکمل پتہ سمجھنے کے بعد میں سندھ کے لئے روانہ ہو گیا۔ سخت مشکلات اور لمبے سفر کے بعد میں پانجے ملنگ کے پاس پہنچ گیا۔ پانجا ملنگ مجھے دور سے ہی دیکھ کر کہنے لگا کہ ''قسمت دیا مار یا آ گیا ایں'' میرے پاس وہی آتا ہے جس کی بدقسمتی کا آغاز ہو چکا ہو۔ اب بھی وقت ہے واپس چلے جاؤ میں نے نہایت عاجزی سے جھک کر کہا کہ اب جو بھی ہو میں آپ کے پاس ہی رہوں گا اور وہ رقعہ ان کے حوالہ کیا اور درخواست کی کہ براہِ مہربانی مجھے کچھ عنایت کریں۔

پہلے انہوں نے مجھے کھانا کھلایا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے ایک کدال اور کسّی پکڑا کر کہا کہ ایک عدد تنور نما گڑھا کھودو۔ اس کی لمبائی تمہارے قد سے ایک فٹ زیادہ ہو۔ اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہو۔ میں نے بہت محنت سے یہ کام مکمل کیا اور تنور کے آخری سرے کو اتنا کشادہ رکھا کہ اس میں آسانی سے لیٹا جا سکے۔ پھر انہوں نے مجھے کچھ رقم دی اور کہا کہ قریب گاؤں سے پانچ کلو جو لے کر ماچھیوں کی بھٹی سے بھنا کر لاؤ۔ جب یہ کام بھی مکمل ہو گیا۔ تو سائیں جی کہنے لگے کہ بیٹا ابھی تم جی بھر کر آرام کر لو جب چاند کی تاریخوں کا آخری اتوار آئے گا پھر تمہارے عمل کا آغاز ہوگا۔ سائیں جی نے مجھے جو عمل کرانا تھا ان کے نزدیک یہ سب سے آسان تھا۔ اس عمل کی کوئی خاص شرائط نہیں تھیں وضو کے بغیر ہی اسے کرنا تھا۔ جب مطلوبہ اتوار آ گئی تو سائیں نے اپنی جھگی سے ایک بہت بڑا چراغ نکالا جس میں تقریباً پانچ کلو سرسوں کا تیل موجود تھا۔ کہنے لگے کہ تنور میں داخل ہو کر مشرق کی طرف تنور کے آخری سرے سے تین فٹ اوپر مٹی کو کھود کر دیوار میں چراغ رکھنے کے لئے جگہ بناؤ۔ میں نے جلدی جلدی چراغ رکھنے کے لئے جگہ تیار کی۔ جب عصر کا وقت ہوا تو سائیں جی کہنے لگے کہ بچیا بھنے ہوئے جو اور پانی کا گھڑا لے کر تنور کے اندر داخل ہو جا۔ انہوں نے مجھے ماچس دی اور کہا کہ چراغ روشن کر لو۔ اپنا منہ مغرب کی طرف کر لو اور کمر چراغ کی طرف۔ نگاہ اپنے سایہ پر رکھنی ہے۔ ان پانچ الفاظ کو مسلسل پڑھنا ہے۔ اگر پیشاب وغیرہ کی حاجت ہو تو مجھ کو بتا کر باہر نکلنا ہے۔ اگر بھوک لگے تو جو کھا لینا اور پیاس لگے تو پانی پی لینا۔ اس کے بعد انہوں نے کالے کپڑے کو تنور کے منہ کے اوپر ڈال دیا۔

یہ عمل اکیس (21) دن پر مشتمل تھا اور اس میں مجھے 24 گھنٹوں میں صرف 6 گھنٹے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر سونے کی اجازت تھی۔ میں نے ہمت کر کے وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پہلے چھ دن تو کچھ نہ ہوا۔ جب ساتویں رات آئی تو میرے سایہ میں اس طرح اس طرح چمک پیدا ہونا شروع ہو گئی جس طرح بادلوں میں بجلی چمکتی ہے۔ لیکن مجھے کوئی خاص ڈر محسوس نہ ہوا کیونکہ سائیں جی نے مجھے تمام مرحلوں سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ اور اس کے علاوہ اوپر بیٹھ کر مسلسل میری نگرانی کر رہے تھے۔ اس سے مجھے بہت حوصلہ تھا۔ البتہ تنور کے اندر تیل کے دھوئیں کی وجہ سے میرا برا حال تھا۔

ساتویں رات بجلی کی چمک سے شروع ہونے والی حرکات 14 ویں رات تک جاری رہیں۔ جب 15 ویں رات آئی سائیں صاحب نے بہت گرج دار آواز میں باہر سے آواز دی کہ بچے اب کڑی منزل آنے والی ہے۔ ہمت سے کام لینا کہیں ڈر نہ جانا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ جو عامل کسی کو خلوص نیت کے ساتھ عملیات کی تعلیم دیتا ہے اس کو اپنے شاگرد کے عمل کرنے کے دوران اس کے پیچھے بیٹھ کر سخت نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ اسی لیے تو عامل کسی کو کچھ بتانے پر آسانی سے تیار نہیں ہوتے۔ سائیں پانچے ملنگ کی مسلسل نگرانی کی بدولت اور بروقت رہنمائی کی وجہ سے میرے خوف کی شدت میں بہت کمی آئی۔

پندرہویں رات کو وظیفہ شروع کرتے ہی مجھے اپنے سایہ میں سامنے تنور کی دیوار پر جنگل کے خطرناک درندے نظر آنا شروع ہوگئے۔ انہوں نے خوفناک آوازیں نکال کر مجھے ڈرانے کی کوشش کی۔ بیسویں (20) رات تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہا۔ اکیسویں (21) رات شروع ہوتے ہی مجھے اپنے سایہ میں ایک بزرگ عورت اور مرد نظر آئے۔ کافی بچے بھی ان کے ساتھ کھڑے تھے۔ مجھے وہ منظر اس طرح معلوم ہوا کہ جیسے میں کسی بہت کشادہ جنگل میں بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ بزرگ عورت اس بابے سے کہتی ہے کہ بہت بھوک لگی ہوئی ہے۔ بچے بھی بہت تنگ کر رہے ہیں۔ کچھ کھانے کا انتظام کریں۔ بابا دیکھتے ہی دیکھتے ایک کڑاہا لے آتا ہے۔ اس میں پکانے کا تیل ڈال کر گوشت کو اس میں تلنے کے لئے ڈال دیتا ہے۔ وہ عورت اس سے کہتی ہے کہ اللہ کے بندے اس کے نیچے آگ جلاؤ ٹھنڈے تیل میں گوشت کس طرح پکے گا۔ بابا اِدھر اُدھر سے لکڑیاں تلاش کر کے لاتا ہے اور اس کڑاہے کے نیچے آگ روشن کر دیتا ہے۔ جب بہت دیر تک آگ جلنے کے باوجود تیل گرم نہ ہوا اور تمام لکڑیاں جل گئیں تو وہ کہنے لگی کہ اب کیا کریں گے' تو بابے نے ایک بچے کو پکڑا اور جلتی ہوئی لکڑیوں کے اوپر رکھ دیا۔ بچہ بھی جل گیا۔ اسی طرح اس نے میرے دیکھتے ہی دیکھتے تمام بچوں کو جلا دیا لیکن تیل پھر بھی گرم نہ ہوا۔ استاد جی کہنے لگے کہ میں اپنی آنکھوں سے یہ سارا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ میرے دل کی دھڑکن میرے کنٹرول سے باہر تھی اور میرا برا حال تھا۔

جب جلانے کی ہر چیز ختم ہوگئی تو وہ عورت کہنے لگی کہ اب کیا کرو گے؟ عین اسی وقت اوپر سے سائیں جی کی آواز آئی کہ بچیا تگڑا ہو جا بڑا سخت وار ہونے والا ہے۔ میری نظر مسلسل اپنے سایہ پر تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ عورت مسلسل بابے کے ساتھ تکرار کر رہی تھی کہ اب کیا جلائیں گے تو وہ بابا غصے میں آ کر کہتا ہے یہ جو سامنے عامل عمل کر رہا ہے اس کو فارغ ہو لینے دو اب اس کی باری ہے۔ ایک دفعہ تو میں خوفزدہ ہو گیا اور میرا دل دہل گیا۔ لیکن اوپر سے سائیں جی کی آواز نے مجھے حوصلہ دیا اور میں سنبھل گیا اور ان کا حربہ ناکام ہو گیا۔ میرے قدم نہ ڈگمگائے تو مائی اور بابا اپنے تیل کڑاہی کے سامان سمیت میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ میں نے شکر کیا اور سمجھا کہ اب جان بچ گئی۔ لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ ابھی اور امتحان ہونے والے ہیں۔

اسی دوران میرے سامنے سایہ میں ایک شیر نمودار ہوا اور دھاڑنا شروع کر دیا۔ اس نے اپنے پنجوں پر کھڑے ہو کر مجھے ڈرانے کی کوشش کی۔ مجھے اس سے بہت خوف محسوس ہوا اور میں نے سوچا کہ ان سے تو بچ گیا تھا لیکن یہ ضرور مار ڈالے گا۔ اتنے میں سائیں جی کی آواز آئی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ کچھ دیر بعد شیر بھی اپنے ذمہ داری سرانجام

دے کر چلا گیا اور جاتے ہوئے کہنے لگا کہ تم بہت ڈھیٹ واقع ہوئے ہو۔اب میں اپنے دادا کو بھیجتا ہوں وہ تمہارا علاج کرے گا۔میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت بڑا اژدہا نمودار ہوا۔میں نے آج تک نہ تو اتنا بڑا سانپ دیکھا تھا اور نہ ہی سنا تھا۔اس نے آتے ہی میرے آگے پیچھے دائیں بائیں چکر لگانے شروع کر دیئے اور اپنے منہ سے خوفناک انداز میں پھنکارنا شروع کر دیا۔اس دوران اوپر سے سائیں جی کی زوردار آواز آئی آخری وار ہے۔بیٹا سنبھل کے رہنا۔اگر اس سے بچ گئے تو پھر کامیاب۔میرا دل بہت تیزی کے ساتھ دھڑک رہا تھا اور خوف کی وجہ سے میرا بہت برا حال تھا۔میں نے اپنے آپ کو حوصلہ اور تسلی دے کر وہاں بٹھایا ہوا تھا۔آہستہ آہستہ وہ سانپ رینگتا ہوا میرے بالکل قریب پہنچ گیا اور پھر میری ایک ٹانگ کے گرد لپٹنا شروع کر دیا۔اس کے بعد دوسری ٹانگ بھی قابو کر لی اور پھر میری کمر اور پیٹ تک پہنچ کر اس کو بھی مضبوطی کے ساتھ بل دینا شرع کر دیا۔مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی لیکن میں سخت خوفزدہ تھا۔اس کے باوجود میں نے اپنی پڑھائی جاری رکھیں۔جب اس سانپ نے اپنے تمام حربے آزما لیے تو اس نے اپنا منہ میرے چہرے کے سامنے لا کر لہرانا شروع کر دیا۔مجھے خوف تھا کہ وہ کسی وقت بھی مجھے ڈس لے گا۔لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور اپنے سایہ سے نظر نہ ہٹائی اور مکمل توجہ سے پڑھائی مکمل کر لی۔جب میرا وظیفہ مکمل ہو گیا تو وہ سانپ بول پڑا کہ عامل صاحب بتائیں کیا چاہتے ہیں؟ میں ہار گیا' آپ جیتے گئے۔جو شرطیں مجھے سائیں پانجے نے پہلے سے بتائی تھیں میں نے اس کے سامنے رکھیں۔اس موکل نے اپنی شرطیں مجھے بتائیں کہ آپ نے یہ چیزیں چھوڑنی ہیں۔شرطیں طے ہونے کے بعد اس نے مجھے اپنی حاضری کا طریقہ بتایا تو اوپر سے سائیں جی کی آواز آئی کہ بیٹا اٹھ جاؤ تمہارا وظیفہ کامیاب ہو گیا۔جب میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو کمزوری اور مسلسل محنت کی وجہ سے میں اٹھ نہ سکا۔سائیں جی نیچے اترے اور مجھے اٹھا کر باہر نکالا اور مجھے کہنے لگا بیٹا ابھی تو میں نے تمہیں بہت آسان عمل بتایا تھا۔کوئی مشکل عمل بتاتا تو تمہارا کیا بنتا۔میں نے انہیں کہا کہ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں مجھے طاقت کے لئے کوئی نسخہ دیں تو وہ کہنے لگے کہ جس موکل پر اتنی محنت کی ہے اب اس سے خدمت کراؤ اور جو دل چاہے اس سے کھانے کے لئے منگواؤ۔پھر اس موکل نے ہماری بہت خدمت کی۔

میں سائیں جی کی اجازت سے اپنے گاؤں آیا اور اپنے بھائیوں سے ملاقات کی۔ان کو میری سرگرمیوں کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔میری عمر کافی ہو گئی تھی۔انہوں نے مجھے بہت مجبور کیا کہ اب شادی کرا لو۔میں نے انہیں سمجھایا کہ رہنے دیں۔ان کے بہت زیادہ مجبور کرنے پر میں نے حامی بھر لی۔جب میری شادی ہوئی تو میری بیوی مجھ سے خوفزدہ رہتی اور میرے پاس بیٹھنا بھی گوارا نہ کرتی۔وہ کہتی کہ مجھے آپ سے بہت ڈر لگتا ہے۔کچھ دیر اس کے ساتھ وقت گزارا تو میں نے اسے خود ہی کہہ دیا تمہارا میرے ساتھ گزارا نہیں ہوگا۔بہتر ہے کہ میں تمہیں فارغ کر دیتا ہوں اور تم اور نکاح کر لینا۔میری اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔اس معاملے کو ختم کر کے پھر میں دوبارہ واپس سندھ اپنے گرو کے پاس چلا گیا اور مزید عمل سیکھے۔میں نے ان سے تقریباً سات مختلف عملیات میں کامیابی حاصل کی۔پہلا عمل کرنے کے بعد میرا خوف دور ہو چکا تھا۔اس لئے بعد میں مجھے کوئی دقت پیش نہ آئی۔ایک دن سائیں نے کہا کہ بیٹا میرے پاس بہت شاگرد عملیات سیکھنے کے لیے آئے۔لیکن تم دوسرے شاگرد ہو جو کامیاب ہوئے باقی تمام ڈر اور خوف کے باعث عمل مکمل نہ کر سکے اور اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے۔

استاد عبدالقیوم کی آخری خواہش:۔ استاد عبدالقیوم مرحوم کہا کرتے تھے: مجھے ان عملیات کی بدولت بہت شہرت اور عزت نصیب ہوئی۔ دوست احباب کا وسیع حلقہ قائم ہوا۔ دولت کی بھی کوئی کمی نہیں لیکن یہ سب کچھ میرے کس کام کا؟ میری بیوی میرے پاس نہ رہی اور اللہ کی خاص نعمت اولاد سے محروم رہا۔ اب میرے بعد میرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ یہ سب دنیاوی آسائشیں میرے کسی کام نہیں آئیں گی۔ وہ کہا کرتے تھے میں نے اپنی زندگی اپنے ہاتھوں تباہ کرلی۔ ان کی خواہش تھی کہ کاش میری اولاد ہوتی۔ انہوں نے آخری عمر میں ان عملیات سے نجات حاصل کرنے کے لئے بہت جتن کیے کہ اللہ کا کوئی ایسا نیک بندہ مل جائے جو میری جان ان سے چھڑا دے۔ لیکن انہوں نے اتنے بھاری اور سخت عمل کیے ہوئے تھے مرتے دم تک تلاش بسیار کے باوجود انہیں کوئی ایسا عامل نہ مل سکا جو ان کی جان چھڑا دیتا اور وہ یہ حسرت دل میں لیے دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ (86)

عامل بشیر احمد کی توبہ کی کہانی:۔ عامل بشیر احمد اپنی توبہ کی کہانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پراسرار علوم پر دسترس حاصل کرنے والے عاملوں کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ کالے پیلے عملیات اور موکلات کو زیر کرنے کے دوران مجھے بھی ان تلخ نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔ اس تمام عرصہ میں مجھے بہت نقصانات اٹھانے پڑے۔ میرے چار بچے یکے بعد دیگرے فوت ہوئے۔ جو بچہ بھی پیدا ہوتا پیدائش کے چند گھنٹوں کے بعد اس کے جسم کی رنگت نیلی ہوجاتی جو اس بات کی نشانی تھی کہ یہ عملیات کا نتیجہ ہے۔ جنات کو قابو کرنے کا شوق ہی ایسا ہے کہ انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ اتنا بےحس ہوجاتا ہے کہ اسے یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ جس راستے پر گامزن ہے اس کا انجام کتنا دردناک ہوگا۔ میری توبہ کا قصہ بھی عجیب ہے اس میں شک نہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کو کسی کی بھلائی مقصود ہوتی ہے تو اس شخص کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے خود اسباب پیدا کردیتا ہے۔ فرمان رسول ﷺ کا مفہوم ہے کہ آدم کا ہر بیٹا خطا کار ہے مگر بہترین خطا کار وہ ہے جو اپنی غلطی تسلیم کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیتا ہے اور آئندہ ایسے کاموں سے توبہ کرلیتا ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔

یہ جمعہ کا دن تھا اور میں خراد کا ایک پرزہ خریدنے کے لئے لاہور گیا۔ کافی تلاش کے باوجود مجھے وہ پرزہ نہ ملا کیونکہ اکثر دکانیں جمعۃ المبارک کی وجہ سے بند تھیں۔ نماز جمعہ پڑھنے کے لئے میں نے دالگراں چوک میں حافظ عبدالقادر روپڑی کی مسجد کا انتخاب کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت میرا یہ ارادہ کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا سبب بن گیا۔ میں خطبہ جمعہ شروع ہونے سے دس منٹ پہلے مسجد میں پہنچ گیا۔ حافظ صاحب نے اس جمعہ میں قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں جادوگری، عملیات اور جنات کے ذریعے ناجائز کام لینے والوں کو ابدی جہنمی قرار دیا مگر انہوں نے یہ بات بھی بیان کی کہ جو شخص یہ سمجھ کر کہ مجھ سے گناہ ہوگیا ہے اور اللہ سے توبہ کرکے اس کام کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے وہ اسے معاف کردیں گے۔ ان کی باتوں کا میرے دل پر زبردست اثر ہوا۔

نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اگر کوئی شخص عملیات کے کام کو چھوڑنا چاہے تو اسے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ایک تو مضبوط ارادے کے ساتھ چھوڑے اور دوسرا یہ کہ مسلسل توبہ استغفار کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وہ اس پر رحم کرے گا اور اسے معاف

فرمادے گا۔ میں نے اسی وقت مسجد میں بیٹھ کر اللہ سے عہد کرلیا کہ یہ سب کام چھوڑ دوں گا اور آئندہ کے لئے عملیات سے توبہ کرلی۔ جب میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک راہ گیر مجھے ملا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ پرزہ مجھے نہیں مل رہا۔ وہ شخص مجھے بازو سے پکڑ کر ایک قریبی دکان پر لے گیا اور کہا کہ اگر یہ پرزہ یہاں سے نہ ملا تو پھر کسی اور دکان سے بھی نہیں ملے گا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور تم پر رحمت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ میں وہ پرزہ وہاں سے خرید کر گھر واپس آ گیا۔

اب میں نے یہ جدوجہد شروع کردی کہ جلد از جلد عملیات سے جان چھڑائی جائے۔ میں بہت سارے عاملوں کو جانتا تھا ان میں بہت سے روحانی علوم پر دسترس رکھنے والے بھی تھے۔ سب سے پہلے میں سنت پورہ گوجرانوالہ میں حافظ محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گیا اور ان کو اپنے پاس موجود عملیات کے ذخیرے کی تفصیل سے آگاہ کیا اور بتایا کہ اب میں انہیں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ میری گفتگو سن کر حافظ صاحب نے میری طرف غصے کے ساتھ دیکھا اور کہا کہ بیٹا جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کو لے کر یہاں سے نکلنے کی بات کرو، یہ میرے بس سے باہر ہے۔ کچھ دن بعد میں نے حافظ صاحب کے ایک قریبی دوست کو جس کی بات وہ ٹال نہیں سکتے تھے، منت سماجت کر کے ساتھ لیا اور دوبارہ حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا تاکہ میرا مسئلہ حل ہوجائے۔ حافظ صاحب نے اپنے دوست کے ساتھ ناراضگی کا اظہار کیا تم کس کی سفارش کرنے آئے ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس بچے نے جو عمل کیے ہیں وہ سارے قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے پاس اتنی طاقت نہیں کہ میں انہیں سنبھال سکوں کیونکہ مجھے نظر آ رہا ہے کہ اس کے موکلوں میں کوئی سکھ ہے کوئی عیسائی اور کوئی ہندو ہے۔ حافظ صاحب کے دوست اور میرے سفارشی نے سمجھداری کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ اگر یہ آپ کے بس کا روگ نہیں تو کسی کا پتا ہی بتادیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈسکہ کے قریب ندی پوری کی جھال کے قریب اللہ کا ایک بندہ رہتا ہے آپ اس کے پاس پہنچ جائیں شاید آپ کا کام ہوجائے۔

آپ اندازہ کریں کہ جس علم کو حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنی زندگی کا سنہری دور ضائع کر دیا اور دن رات سخت محنت ومشقت میں گزارے اب اس کو چھوڑنے کے لئے نئے سفر کا آغاز ہوا۔ چند دن بعد میں حافظ صاحب کے بتائے گئے پتے پر پہنچ گیا۔ اس وقت اس اللہ کے بندے کی عمر 85، 90 برس کے قریب ہوگی۔ مجھے دیکھتے ہی انہوں نے سختی سے کہا کہ نکل جاؤ یہاں سے تم جو کچھ لے کر آئے ہو یہ ہمارے والا کام نہیں۔ میں نے اس وقت اللہ سے فریاد کی کہ یا اللہ میں مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ میں نے ان کی بہت منت سماجت کی کہ میری ان عملیات سے جان چھڑائیں لیکن انہوں نے بھی یہ کہا کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہاں البتہ آزاد کشمیر میں ایک کالے علم کا ماہر عامل تمہاری مشکل حل کردے گا۔ مجھے سو فیصد امید ہے کہ وہ تمہارے تمام عملیات کو خوش دلی سے قبول کرلے گا اور تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد میری بے قراری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ چند دن کے بعد مظفر آباد آزاد کشمیر میں اس عامل کے ڈیرے پر پہنچ گیا۔ اس نے آبادی سے کچھ فاصلے پر ایک پہاڑی کو اپنا مسکن بنایا ہوا تھا۔ شاید اسے پہاڑی پیر کہتے تھے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ مجھے دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اس نے میری بہت عزت کی۔ میں نے اسے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا تو وہ مجھے کہنے لگا ہماری مثال ان دو قیدیوں جیسی ہے جو ایک جیل میں بند ہیں۔ ایک قیدی دوسرے سے کہتا ہے کہ مجھے آزاد کراؤ لیکن جو خود قید میں ہے وہ دوسرے کو کیسے آزاد کرائے۔ اس نے کہا کہ میں بھی تمہاری طرح ان سے جان چھڑانا

چاہتا ہوں۔لیکن ابھی تک اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا۔مختصر یہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ میں نے اس کی بہت منت سماجت کی اور کہا کہ تمہاری جان چھوٹتی ہے یا نہیں لیکن جو کچھ میرے پاس ہے اسے خدا کے لیے اپنے پاس رکھ لو اور اپنے موکلات کی تعداد میں اضافہ کرلو۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ برخوردار میں تم سے یہ سب کچھ لے لوں مگر میرے موکلات اور نسل کے ہیں اور تمہارے موکل اور نسل کے۔ میں نئی مصیبت مول نہیں لے سکتا۔ میں جس مصیبت میں پہلے ہی پھنسا ہوا ہوں میرے لیے وہی کافی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ پھر مجھے کوئی ایسا عامل بتادیں جو میرا مسئلہ حل کردے تو وہ کہنے لگا کہ میرے خیال میں اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ جس شخص سے تم نے یہ عمل سیکھے ہیں اگر وہ زندہ ہے تو اس کی منت سماجت کرو وہ تمہاری جان چھڑا سکتا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں یہ کام کر کے بھی دیکھ چکا ہوں لیکن میرے استاد کہتے ہیں کہ جو تیر ایک مرتبہ کمان سے نکل جائے وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ آزاد کشمیر والا عامل بندہ تو ٹھیک نہیں تھا لیکن اس نے مجھے جو مشورہ دیا اس سے مجھے کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے کہا کہ جب انسان بے بس ہوجائے اور اس کا کہیں چارہ نہ چلے تو پھر ایک ذات خدائے بزرگ و برتر ایسی ہے اگر اس سے رجوع کرلے تو وہ خود ہی کوئی سبب پیدا کردیتی ہے۔

میں اس کی یہ باتیں سن کر ناکام و نامراد آزاد کشمیر سے لوٹ آیا۔ اس کے بعد مجھے گجرات کے نزدیک کوٹلی تندور والی میں ایک بزرگ کے بارے میں علم ہوا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے بھی مجھے یہ کہہ کر جواب دے دیا کہ بیٹا جو کچھ تمہارے پاس ہے مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کو سنبھال سکوں تم نے سب سے مختلف اور مشکل عمل کیے ہیں کسی اور سے رابطہ کرو۔ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ جب انسان کی دعا کسی طریقہ سے بھی قبول نہ ہو تو اسے چاہیے کہ نماز تسبیح پڑھے۔ پھر اللہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ تمام مشکلیں حل فرمادیں گے۔ ایک دن میں نے شہر سے باہر آبادی سے دور ایک ویران مقام پر وضو کر کے نماز تسبیح مکمل توجہ اور خشوع و خضوع سے پڑھنی شروع کی۔ نمازِ تسبیح پڑھنے کے دوران مجھے ایسا سکون محسوس ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے خدا کے حضور طویل دعا میں اپنے دل کا غبار نکالا اور رو رو کر التجا کی کہ یا اللہ مجھے معاف کردیں اور میرے لیے آسانیاں پیدا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے دوران مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی جو زندگی میں اس سے پہلے نہ کبھی محسوس کی اور شاید نہ آئندہ کبھی وہ کیفیت حاصل ہوسکے۔ اس بنا پر میرے دل نے شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا سن بھی لی ہے اور قبول بھی کرلی ہے اور جلد تیرے علم کا سورج غروب ہوجائے گا۔ اس کے بعد میں مطمئن گھر واپس آ گیا۔

سید سعید احمد شاہ صاحب سے ملاقات:۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میرے بڑے بھائی صاحب کے ہم زلف چیچہ وطنی سے ملنے کے لیے ان کے ہاں تشریف لائے۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ یار تمہارے بچے فوت ہوجاتے ہیں کہیں تمہاری بیگم کو اٹھرا کی بیماری تو نہیں؟ میں نے کہا کہ سارے کہتے تو یہی ہیں لیکن آج تک کسی کے علاج سے افاقہ نہیں ہوا۔ وہ کہنے لگے کہ ہمارے شہر چیچہ وطنی کے قریب ۱۵ چک میں سعید احمد شاہ صاحب بہت اعلیٰ پائے کے بزرگ ہیں۔ صرف ایک بار ان سے مل کر دیکھیں ان شاء اللہ ضرور آرام آجائے گا۔ مجھے اصل حقیقت کا علم تھا کہ بچے کیوں فوت ہوتے ہیں اس لیے میں نے ان سے کہا کہ علاج معالجہ کرنے والے بہت بزرگ دیکھے ہیں ان کے پاس کچھ نہیں سب فراڈیئے ہیں۔ مگر انہوں نے بہت اصرار کیا اور مجھے تحمل سے سمجھایا کہ جہاں اتنا وقت ضائع کیا ہے وہاں آپ انہیں ایک بار مل کر تو دیکھیں۔ میں نے

مجبور ہوکران کے ساتھ چیچہ وطنی سید صاحب کے پاس حاضر ہونے کی حامی بھرلی۔ میرے ذہن میں اپنا کام بھی تھا کہ شاید وہ اس کا کوئی حل ہی بتا دیں۔ چند دنوں کے بعد میں چیچہ وطنی پہنچا تو میرے عزیز جن کا نام مستری محمد دین تھا مجھے اپنے ساتھ لے کر ۱۵ چک سید سعید احمد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ انہوں نے شاہ صاحب کو میرے بچوں کی وفات کے بارے آگاہ کیا تو شاہ صاحب کہنے لگے کہ مستری صاحب آپ خاموش رہیں مجھے سب کچھ نظر آرہا ہے ان کے گھر میں جو بیماری ہے وہ میں نے جان لی ہے۔

میرے عزیز کو کوئی ضروری کام تھا وہ مجھے شاہ صاحب کے پاس چھوڑ کر چلے گئے اور سفارش کر دی کہ بہت دور سے آئے ہیں ان کا مسئلہ ضرور حل کریں۔ سید صاحب بیٹھک میں بیٹھے تھے مجھے کہنے لگا کہ بیٹا آپ نے بہت دیر کر دی اگر اتنا ہی پھنسے ہوئے تھے تو پہلے آجانا تھا۔ یہ ذہن میں رہے کہ ابھی تک میں نے شاہ صاحب کو کوئی بات نہیں بتائی تھی۔ شاہ صاحب فرمانے لگے کہ بیٹا اگر نیت صاف ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرتا ہے۔ اب تم آگئے ہو تو ان شاء اللہ تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ انہوں نے ایک مثال سنائی کہ اگر کوئی شخص چھت کے ساتھ پھندا لٹکا کر اسے گلے میں ڈال کر چھلانگ لگا دے اور اس کے پاس کوئی موجود بھی نہ ہو تو پھر اسے کون موت کے منہ سے بچا سکتا ہے۔ جو کچھ تم نے بویا ہے اس کا پھل یہی ہے جو تم بھگت رہے ہو۔ میں نے عاجزی سے کہا کہ سید صاحب میں نے غلطی سے یہ فصل کاشت کر لی ہے لیکن اب میں یہ کہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی یہ فصل مفت لے لے لیکن اگر کوئی اسے اپنے پاس رکھنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ بہت مسکرائے اور کہنے لگے کہ بیٹا ان عملیات کے ذخیرے کو تم سے لے کر اپنے پاس وہ رکھے جس میں انہیں سنبھالنے کی طاقت ہو۔ اگر کسی نے تم سے یہ موکل لے کر اپنے گلے میں خود مصیبت ڈالنی ہے وہ اس کو کیوں کرلے۔ اس موقع پر انہوں نے ایک مثال دی کہ اگر کوئی تمہارے جیسا بیوقوف حکیم کسی مریض کو یہ کہے کہ فلاں معجون کھالو اس سے پیٹ میں درد شروع ہو جائے گا تو اس کو کون عقلمند شخص استعمال کرے گا۔ اس کو تو صرف وہی خریدے گا جس کا معدہ اس کے نقصانات برداشت کر سکے یا اتنا سخت ہو کہ لکڑ ہضم، پتھر ہضم والی مثال اس پر پوری اترتی ہو۔ اس کے بعد انہوں نے میرے عملیات کے پہلے دن سے لے کر آخر تک تمام قصہ سنا کر مجھے پریشان کر دیا اور کہنے لگے تمہیں اپنے بچوں کا خیال نہ آیا۔ میں نے کہا کہ اب خیال آیا ہے تو اس مال کو لینے کے لیے کوئی تیار نہیں جبکہ میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ اس کام کو چھوڑ دینا ہے۔ شاہ صاحب کہنے لگے کہ اچھی طرح سوچ لو تم نے بعد میں بہت پچھتانا ہے۔ مجھے کہنے لگے بیٹا تم نے یہ زہر والی پھکی بنانے کے لیے بہت محنت کی ہے۔ سو دوست، دشمن ہوتے ہیں۔ اب تمہارے پاس موقع ہے میں نے عرض کیا کہ میں عملیات کو چھوڑنے کا مضبوط ارادہ کر چکا ہوں آپ بسم اللہ کریں۔ جب انہیں تسلی ہوگئی کہ واقعی میرا ارادہ پکا ہے تو انہوں نے میرے تمام موکلوں کو آواز دی کہ ذرا سامنے آؤ۔ وہ تمام حاضر ہو گئے تو ایک بار پھر شاہ صاحب نے مجھے بازو سے پکڑ کر کہا کہ آخری بار سوچ لو! لیکن میرا تو خوشی کے مارے برا حال تھا۔ میرے دل سے بے اختیار ہاں نکلی۔ اس دوران نمازِ عصر کا وقت ہوگیا۔ وہ اپنی گدی سے اٹھے اور مجھے کہا کہ پہلے نماز ادا کریں۔ سامنے مسجد میں ہم نے اکٹھی نماز ادا کی۔ میں نے انہیں نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے اندازہ ہوگیا کہ ان کی منزل بہت اونچی ہے مگر یہ منزل کالے علم کی نہیں بلکہ نوری علم کی تھی۔ مجھے یقین ہوگیا کہ ان شاء اللہ یہ میرا مسئلہ حل کر دیں گے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے تو انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ پھر

وہی گفتگو کا آغاز کر دیا کہ بیٹا تم نے اپنی جان کو ان عملیات کے حصول کی خاطر بہت تکلیفیں دی ہیں۔اب ان سے اتنا بے زار کیوں ہو گئے ہو؟ میں نے روتے ہوئے کہا کہ شاہ صاحب اولاد سب کو عزیز ہے۔شاید میری اس خواہش نے ہی میرے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیا۔اس بات پر وہ مسکرائے اور کہا کہ اب یاد آیا اور ساتھ ہی کہنے لگے کہ اولاد تو اس کی بھی نہیں جس نے تمہیں یہ سب کچھ سکھایا ہے تم نے اس سے سبق نہ سیکھا۔میں ان کی یہ باتیں سن کر بہت حیران ہوا کہ شاہ صاحب نے اپنے موکلوں کے ذریعے میرے استاد کے بارے میں بھی سب کچھ معلوم کرا لیا۔یہ باتیں کرتے ہوئے ہم دوبارہ بیٹھک میں پہنچ گئے۔شاہ صاحب نے بیٹھک کے ساتھ ہی عبادت کے لیے ایک چھوٹا سا حجرہ بنایا ہوا تھا۔وہاں علیحدہ بیٹھ کر وہ ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔وہ مجھے اپنے ساتھ اس حجرہ میں لے گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ برخوردار اب بتاؤ کہ واقعی ہی چھوڑنا چاہتے ہو؟ میں نے اللہ کی قسم کھا کر انہیں یقین دلایا کہ میں واقعی ہی عملیات سے دامن چھڑانا چاہتا ہوں تو سید صاحب نے کہا کہ تیار ہو جاؤ تمہارے عملیات کا خزانہ ختم ہونے والا ہے۔انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور بلند آواز سے پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اور پھر سر سے ہاتھ گردن پر لے آئے اور کہا کہ اِدھر اُدھر نظر دوڑاؤ اور دیکھو تمہارے موکل کہاں ہیں؟ جب میں نے اِدھر اُدھر چاروں طرف نظر دوڑائی تو مجھے کوئی موکل نظر نہ آیا سب کچھ غائب ہو چکا تھا۔شاہ صاحب مجھے ہنس کر کہنے لگے جب اپنے شہر سے آئے تھے تو تمہارے ساتھ لاکھوں کی تعداد میں موکلات تھے اور اب اکیلے ہی واپس جاؤ گے۔میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور کہا کہ سید صاحب اب ایک مہربانی اور فرما دیں۔انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا میں نے کہا کہ میرے لیے دعا کر دیں کہ اگر زندگی میں دوبارہ کبھی کالا پیلا عمل کروں تو مجھے کامیابی نصیب نہ ہو۔انہوں نے کہا کہ اتنے میں گزارا نہیں ہوتا میں نے کہا کہ سید صاحب دل کا کیا پتا شاید زندگی کے کسی موڑ پر دوبارہ دل میں شوق ابھر آئے اس لیے دعا فرما ہی دیں۔

شاہ صاحب کہنے لگے وہ جو سامنے صراحی پڑی ہے اس میں سے پانی کا ایک پیالہ بھر کر لاؤ۔یہ یاد رہے کہ شاہ صاحب کی اجازت کے بغیر صراحی سے کسی کو پانی پینے کی اجازت نہیں تھی۔میں اس صراحی سے مٹی کے پیالے میں پانی بھر کر لایا۔شاہ صاحب نے کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری اور کہنے لگے کہ بسم اللہ پڑھ کر اس کو پی لو۔ان شاء اللہ جب تک تمہاری زندگی ہے امید ہے کہ دوبارہ عملیات سیکھنے کا شوق ہی پیدا نہ ہوگا اور اگر کوشش کی بھی تو کالے پیلے عملیات میں ہرگز کامیابی نصیب نہ ہوگی۔تمام کاموں سے فارغ ہو کر میں نے شاہ صاحب کا شکریہ ادا کیا اور دل سے ان کا مرید ہو گیا۔میں مطمئن ہو کر واپس آ گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میری اس گناہ کی زندگی سے جان چھڑائی۔''(87)

رزق مقسوم:۔ حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے، نماز کا وقت آیا، گھوڑے سے اترے۔ایک اجنبی آدمی کو گھوڑے کی لگام پکڑا کر نماز پڑھنے لگے۔اس اجنبی نے خیال کیا گھوڑا لے جاؤں گا تو کہیں نہ کہیں پکڑا جاؤں گا۔اس لیے اس نے گھوڑے کی لگام اتاری اور گھوڑے کو اکیلا چھوڑ کر چلا گیا۔حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو گھوڑے کو بے لگام دیکھا اور مجبوراً گھوڑے کی ایال پکڑ کر پیدل روانہ ہوئے۔راستے میں ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا حضرت کے گھوڑے کی لگام بیچ رہا تھا۔حضرت نے قیمت پوچھی اس نے کہا دو درہم میں ابھی خریدی ہے۔حضرت نے فرمایا یہ چوری کی ہے اور میرے گھوڑے کی ہے۔میری جیب میں دو درہم تھے۔اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ نماز سے فارغ ہو کر گھوڑا پکڑنے والے کو یہ دو

درہم انعام دوں گا۔مگراس نے جلدی کی اور چوری کا گناہ کر کے بھاگ گیا اور چوری کی لگام دو درہم میں بیچی۔اس کی قسمت میں دو ہی درہم لکھے تھے۔اگر وہ جلد بازی نہ کرتا تو میرے انعام کے ذریعے اس کو دو درہم مل جاتے اور وہ اس کے لیے حلال ہوتے مگراس نے جلدی کی اور چوری کا گناہ کیا۔اسے ملے وہی دو درہم جو اس کی قسمت میں تھے،مگر حرام ہو کر ملے۔ایسے ہی اس دنیا میں عامل ہوں یا کوئی اور سب کو اتنا ہی ملتا ہے جتنا ان کے لیے مقدر ہے۔مگر وہ اپنی جلد بازی کی وجہ سے حلال کے ذریعے آنے والی آمدنی کو حرام کر لیتے ہیں۔اگر وہ کسی کو دھوکہ دیکر وصول کرنے کا ارادہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو حلال کے ذریعے سے اتنا دے دے گا جتنا انہوں نے حرام ذریعے سے حاصل کیا تھا۔

جعلی عاملوں کے مکروفریب کی چند مثالیں:۔خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ جعلی عاملوں کے مکروفریب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرے قرابت داروں میں ایک مرحوم عزیز ایک عامل کے بہت معتقد تھے۔ان عزیز کی بیوی نے ایک دن مجھ سے کہا کہ آج رات کو عامل صاحب سو رہے تھے۔مکان میں خوب اندھیرا تھا۔یکا یک ان کا لحاف کھل گیا اور ان کے سینے سے ایسی تیز روشنی نمودار ہوئی کہ ہم سب کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔میں یہ سن کر خاموش ہو گیا اور دوسرے دن' رات کو ان کے مکان پر گیا۔عامل صاحب موجود نہ تھے۔میں نے اپنے عزیز اور ان کی بیوی سے کہا گھر میں تاریکی کر دیں۔انہوں نے تاریکی کر دی۔گھر میں خوب اندھیرا ہو گیا۔اس کے بعد میں نے کہا دیکھو میرے سینے کی طرف۔وہ سب دیکھنے لگے کہ میرے سینے سے بھی نہایت تیز شعاعیں نکلیں۔ان دونوں نے فوراً کہنا شروع کیا کہ جی ہاں' جی ہاں' ایسی ہی روشنی عامل صاحب کے سینے سے بھی نکلی تھی۔تب میں نے ان دونوں کو سینے کی جیب سے برقی لیمپ نکال کر دکھایا جس کا بٹن دبا کر میں نے روشنی کی تھی۔اور ان کو سمجھایا کہ تمہارے عامل صاحب کے پاس بھی ایسا ہی برقی لیمپ ہوگا۔

لیمپ دیکھنے کے بعد ان دونوں نے متفقہ الفاظ میں کہا، جی نہیں۔ان کے پاس لیمپ نہیں تھا۔ان کے تو دل سے روشنی نکلی تھی۔میں یہ جواب سن کر ہنسا اور اپنے گھر میں چلا آیا اور میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی شان رزّاقی ہے۔وہ ان لوگوں سے عامل کو کچھ دلوانا چاہتا ہے۔اور اس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ عامل دھوکہ بازی کا مرتکب اور گناہگار ہوگا اور یہ لوگ اس کے دھوکے کا شکار ہوں گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان دونوں نے زیور رہن رکھ کر ڈیڑھ سو روپے عامل کو دے دیئے۔

ایسا ہی بمبئی کے ایک کروڑ پتی میمن نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ اس کے گھر میں کسی بھوت کی آوازیں آتی ہیں۔ایک سال پہلے بھی یہ آوازیں آتی تھیں اور ایک عامل نے سوا سیر سونا لے کر ان آوازوں کو دور کر دیا تھا۔اب وہ پھر آنے لگیں اور عامل صاحب موجود نہیں ہیں۔آپ ان آوازوں کو دور کر دیں،تو میں ڈھائی سیر سونا دوں گا۔میں ان کے مکان پر گیا اور میں نے دیکھا کہ ان کے پڑوس میں انہی کی ملکیت کا ایک مکان خالی پڑا ہے۔یہ دیکھنے کے بعد میں نے میمن صاحب کے عورت مرد نوکروں کو بلایا۔اور سب کو سامنے کھڑا کر کے غور سے دیکھا اور راز کو سمجھ لیا اور اس کے بعد میمن صاحب کو اور سب نوکروں کو سامنے سے ہٹا دیا اور صرف ایک ماما کو روک لیا۔جب سب چلے گئے تو میں نے اس ماما سے کہا مجھے تمہاری شرارت معلوم ہو گئی ہے۔آئندہ اگر یہ آوازیں آئیں تو تمہاری خیر نہ ہوگی۔وہ عورت کانپنے لگی اور اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ پہلے عامل صاحب نے مجھے آدھا سونا دینے کا وعدہ کیا تھا مگر صرف پچاس روپے دے کر چلے گئے۔آپ اگر مجھ کو آدھا سونا دیدیں تو میں ڈھائی سیر سونا آپ کو دلوا دوں گی اور یہ آوازیں بند ہو جائیں گی۔میں نے اس عورت کو کچھ جواب

نہیں دیا اور اس کو سامنے سے ہٹا کر میمن صاحب کو تخلیے میں بلایا اور ان سے ساری بات حقیقت بیان کی کہ یہ شرارت ماما کی ہے اس کو موقوف کردو آوازیں بند ہوجائیں گی اور میں نے میمن صاحب سے سارا قصہ بھی بیان کردیا۔ مگر میں حیران رہ گیا جب میں نے یہ دیکھا کہ بجائے احسان مند ہونے کے اور ماما کو نکالنے کے اور میری بے طمعی کی قدر کرنے کے انہوں نے جواب دیا کہ جی نہیں' یہ بھوت آپ کے قابو کا نہیں ہے۔ اور ماما بے چاری بے قصور ہے اور بہت پرانی نوکر ہے۔ آپ جائیے میں کسی اور سے علاج کرالوں گا۔ میں چلا آیا۔

دھوکہ باز عاملوں کا علاج:۔ ایسے شاطر، مکار اور دغاباز لوگ جو مصیبت زدہ، ضعف الاعتقاد اور توہم پرست لوگوں کی کم عقلی، لاعلمی، ناتجربہ کاری اور مصیبت و پریشانی کی صورت میں ان کی مخبوط الحواسی سے آگاہ ہوتے ہیں وہ اپنے مکروفریب سے انہیں لوٹ لیتے ہیں۔ صوفیہ عظام اور اولیائے کرام نے ہر دور میں ان جعلی پیروں' فقیروں اور عاملوں کی مذمت کی ہے اور سادہ لوح عوام الناس کو ان کے مکروفریب اور چالبازیوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ برصغیر پاک وہند میں اس طرح کے دھوکا کھانے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں اور ان کی عقلیں اس قدر کمزور ہیں کہ ان کا علاج قطعی طور پر ناممکن ہے۔ آج کل پرنٹ میڈیا (اخبارات، رسالے، کتابیں وغیرہ) اور الیکٹرانک میڈیا (ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ) سے لوگوں کو ان جعلی پیروں وفقیروں اور عاملوں کے مکروفریب سے آگاہ کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے مگر مذکورہ دھوکے بازیاں روز بروز ترقی کرتی جاتی ہیں۔ اس ضمن میں خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''پس دھوکہ باز عاملوں کا علاج صرف یہی ہے کہ وہ خود دھوکہ بازی کے گناہ کو سمجھیں اور اس جرم سے باز رہیں ورنہ دھوکہ کھانے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں اور ان کی عقلیں اس قدر کمزور ہیں کہ ان کا علاج قطعی ناممکن ہے۔''(88)

روحانی علوم اور روحانی علاج سے آگاہی ہر مسلمان کی ضرورت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تمام مواقع اور احوال کے مطابق، ہر نماز کے بعد، صبح وشام، جاگتے وقت اور سوتے وقت مختلف اوراد و وظائف اور عملیاتِ روحانی کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے۔ اگر ہر مسلمان، حقیقی معنوں میں مسلمان بن جائے تو ہر طرح کے دھوکے اور فریب سے بچ سکتا ہے اور ہر چیز کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ زیرِ مطالعہ کتاب نورعرفان جلد اول وجلد دوم اور اس کی جلد سوم اسی نقطہ نگاہ سے تحریر کی گئی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے اور ان میں درج روحانی تعلیمات پر عمل کر کے آپ جملہ فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

راہِ سلوک

صحیح مقصدِ حیات کا تعین انسان کی فطرت کی ایک شدید ضرورت ہے۔اس کے بغیر انسان کامیاب زندگی بسر نہیں کر سکتا۔اس لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے مقصدِ حیات سمجھیں۔یہ سمجھیں کہ آپ کو کیوں پیدا کیا گیا؟ آپ کی زندگی کا حقیقی مقصد کیا ہے؟ آپ کا اللہ تعالیٰ اور اس کائنات سے کیا رشتہ ہے؟

مقصدِ حیات کے تعین کے بعد اسے حاصل کرنے کے لیے راہِ عمل متعین کریں۔مقصد کے حصول کے لیے ضروری علم حاصل کریں۔جو علم حاصل کریں اس پر عمل کریں لیکن عمل سے پہلے نیت اور ارادہ واضح کر لیں۔ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ لِدُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِ امْرَأَۃٍ یَّنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا، وہ فرماتے تھے، تمام عملوں کا اعتبار نیتوں سے ہے اور ہر شخص وہی کچھ پائے گا جو کچھ اس نے نیت کی۔جس نے اللہ اور رسول کے لیے ہجرت کی۔اس کی ہجرت اللہ رسول کے لیے ہوگی اور جس نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے شمار ہوگی جس غرض سے اس نے ہجرت کی۔(89)

مندرجہ بالا حدیث پاک سے واضح ہے کہ عمل سے پہلے نیت اور ارادہ پر غور کرنا ضروری ہے۔اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی رضا کے لیے کیے گئے نیک کاموں پر اجر ملے گا جبکہ دنیوی اغراض و مقاصد کے لیے کیے گئے کاموں پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔اگر کوئی انسان قرب و رضائے الٰہی کو مقصدِ حیات بنا لے اور تمام زندگی اس مقصد کے حصول کے لیے وقف کر دے تو اس کے تمام اعمال سراپا خیر بن جاتے ہیں۔اس کا کھانا پینا، سونا جاگنا، تمام معاملاتِ زندگی عبادت شمار ہوتے ہیں۔نیت اور ارادہ کی اہمیت کے پیشِ نظر ہی نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔(90)

نیک نیتی کا بظاہر کوئی اثر و تاثیر ظاہر ہو یا نہ ہو، اس کا اجر و ثواب ضرور ہوتا ہے اور دیگر فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔نیت (ارادہ) کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

''......اگر کوئی روزہ کی نیت کے بغیر بھوکا رہے تو اسے بھوک کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔اور جب وہ روزے کی نیت کر لے تو مقربین میں شامل ہو جاتا ہے اور اس پر ظاہری اثرات بھی عیاں ہو جاتے ہیں۔نیز جب کوئی مسافر کسی شہر میں

وارد ہوتا ہے تو وہ اس وقت تک مقیم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ نیت اقامت نہ کرے۔ جب وہ اقامت کی نیت کر لیتا ہے تو وہ مقیم ہو جاتا ہے......''(91)

نیکی کا ارادہ ہی نیکی کرنے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی بدی کا ارادہ کرے مگر بدی نہ کرے اور برا ارادہ ترک کر دے تو اس پر بھی نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ نیکی کے ارادہ پر اجر ملنے کے علاوہ نیکی کرنے پر کم از کم دس سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیاں ملتی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا مہربان، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ ارشادِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَّلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً وَّاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَّاِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً وَّاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهٗ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نیکیاں اور بدیاں لکھ دی ہیں۔ پھر (اس طرح) اس کی وضاحت کی کہ اگر کوئی شخص دل میں نیک عمل کا ارادہ کرے تو عمل سے پہلے ہی اس کے لیے ایک کامل نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اگر ارادہ کے ساتھ اس کو کر بھی لے تو اللہ تعالیٰ دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہے بلکہ اس سے بھی چند در چند زیادہ اگر وہ کسی بدی کا ارادہ کرے مگر اسے کرے نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنے ہاں ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے۔ اگر ارادہ کر کے کر بھی گذرے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ہاں صرف ایک بدی لکھ دیتا ہے۔(92)

دینِ اسلام کے مطابق انسان کی زندگی کا مقصد قرب و معرفتِ الٰہی کا حصول ہے۔ تمام عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور معاملاتِ زندگی، تعلم و تعلیم، باہمی لین دین، تجارت، میل جول کا مقصد حصولِ قرب و معرفتِ الٰہی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے ہاں خلوص و محبت اور نیک نیتی کو بہت زیادہ قدر و منزلت حاصل ہے۔ مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ جب کوئی انسان نہایت نیک نیتی، خلوص اور محبت سے عہد کر لیتا ہے کہ میرا مقصدِ حیات قرب و رضا اور معرفتِ الٰہی حاصل کرنا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں اس نیک نیتی پر زندگی بھر کا اجر و ثواب لکھ دیا جائے گا اور پھر اس راہ پر نیک کام سرانجام دینے کا اجر و ثواب بھی ملے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ والحمدللہ رب العالمین)

فلسفۂ گناہ و ثواب میں یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ جس ارادہ و عمل سے ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب و رضا حاصل ہو اس پر ثواب ملتا ہے اور جس ارادہ و عمل سے انسان ذاتِ باری تعالیٰ سے بُعد اور غضب کا حقدار ٹھہرے اس پر گناہ ملتا ہے۔ گناہ و ثواب کو دنیوی تجارت کے میزان پر نہیں بلکہ قرب و رضا کے میزان پر تصور کرنا چاہیے۔

عزیزانِ من! مقصدِ حیات کے تعین اور اس کے حصول کے ارادہ و نیت کے بعد توفیقِ الٰہی طلب کریں۔ طلبِ توفیق سے مراد کسی کام کے کرنے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور مدد حاصل کرنا ہے۔ جب انسان کو کسی عمل کے لیے توفیق عطا ہوتی ہے تو وہ اس عمل کے لیے خاص قسم کی روحانی طاقت، جذبہ اور شوق محسوس کرتا ہے۔ جسے توفیق عطا ہوا اُسے روحانی

مدد مل جاتی ہے اور ظاہری وسائل بھی میسر آجاتے ہیں۔ درحقیقت وہ کوئی کام کرتا نہیں بلکہ اس سے وہ کام کرایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''......جب انسان مطیع خدا ہو جاتا ہے تو اس میں زیادہ سے زیادہ طاقت آجاتی ہے اور پہلے کی بہ نسبت زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وقتاً فوقتاً بندے سے جو حرکات وسکنات سرزد ہوتی ہیں وہ دراصل خداوند تعالیٰ کا ہی فعل اور وصف ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ قوت جو بندہ اس اطاعت سے حاصل کرتا ہے توفیق کہلاتی ہے......''(93)

توفیقِ الٰہی طلب کرنے کے بعد مقصدِ حیات کے حصول کے لیے ضروری علم حاصل کریں۔ بلا مقصد اور بلا ضرورت کوئی علم حاصل نہ کریں۔ غیر نافع علم ہرگز حاصل نہ کریں۔ اس ضمن میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بندے کا علم حکم خدا کی بجا آوری اور اس کی ذات کی معرفت کے لیے ہونا چاہیے۔ بندے پر یہ بھی فرض ہے کہ اپنے زمانے کے علم کو جانے اور ایسے علم کے ظاہر و باطن کو بھی جانے جو وقت پر کام آئے......''(94)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ضروری علم کے حصول کے سلسلہ میں نہایت واضح اصول ارشاد فرمایا ہے۔ مقصدِ حیات کے حصول کے لیے اور معاملاتِ زندگی بہتر طور پر سرانجام دینے کے لیے ہر کوئی اپنے علاقے اور زمانے کے مطابق اور آئندہ کی ضروریات کے مطابق علم حاصل کر سکتا ہے۔ رزقِ حلال کمانے کے لیے ضروری علم حاصل کرنا بھی عبادت ہے۔ ملک وقوم کی خدمت کے لیے، عصرِ حاضر کے مطابق مادی وسائنسی علوم حاصل کرنا بھی عبادت ہے۔

سب سے زیادہ ضروری علم شریعت ہے کیونکہ تمام معاملاتِ زندگی اور معاملاتِ روحانی دائرہ شریعت میں رہ کر ہی احسن طور پر سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔ جس طرح ہر ظاہر کا ایک باطن ہے۔ اس طرح علمِ شریعت کا باطن، علم حقیقت ہے۔ اس سے مراد شرعی احکامات کے حقیقی مقاصد کا علم ہے جن کے حصول کے لیے تمام تگ ودو کی جاتی ہے۔ علمِ حقیقت کے تین ارکان ہیں۔ رکن اول علم ذاتِ خداوندی اور اس کی وحدانیت پر اعتقاد اور اس کی ذات پاک کی تشبیہہ (Assimilation) سے نفی ہے دوسرا رکن علم صفات باری تعالیٰ اور اس کے احکام کی پابندی، تیسرا رکن رب العزت کے افعال وحکمت کا علم ہے۔

علم حقیقت کو علم باطن اور علم تصوّف بھی کہتے ہیں۔ علم شریعت اور علم حقیقت دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا قیام ایک دوسرے کے بغیر محال ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

''......ظاہر کو درست رکھنا اور دل میں اس کے خلاف ہونا نفاق ہے اور باطن کی اصلاح ظاہر کے بغیر زندقہ والحاد ہے۔ اور شریعت کا ظاہر، باطن کی درستی کے بغیر ناقص ہے۔ اور جو چیز باطن میں نہ ہو اسے ظاہر داری میں دکھانا محض ہوس ہے......''(95)

ضروری علم کی تحصیل کے ضمن میں منہاج العابدین میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ عدم واقفیت کی بنا پر ہلاکت سے محفوظ نہ رہنے کا خدشہ جس چیز سے بھی لاحق ہوگا اس کا جاننا فرض ہے اور اسے نظر انداز یا ترک کر دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ حقیقی طور پر عبادت سرانجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ انسان درج ذیل تین علوم اس حد تک ضرور حاصل کرے جس سے واجباتِ شرعیہ کا تعین ہو جائے۔

1۔ علم التوحید　　2۔ علم السِّر (علم باطن)　　3۔ علم شریعت

علم توحید، علم باطن میں شامل ہے۔ علم باطن کی اس حد تک معرفت ضروری ہے جس سے دل مصفّٰی ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم، خلوص، درستگیٔ نیت اور اعمال کی سلامتی حاصل ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ تصفیۂ قلب کے لیے کیا چیزیں ضروری ہیں اور کن چیزوں کے احتراز سے تصفیۂ قلب کا سامان پیدا ہو سکتا ہے۔ علمِ توحید کا اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے عقیدہ و اعتقاد درست رہ جائیں۔ اس کے علاوہ علم توحید کی فروع، باریکیاں اور باقی تمام مسائل کا علم فرض نہیں ہے۔ علم شریعت میں سے اس حد تک جاننا ضروری ہے جس سے امور واجبہ کو ادا کرنا ممکن ہو جیسا کہ طہارت اور نماز و روزہ کے مسائل ہیں۔ جہاں تک حج، زکوٰۃ اور جہاد کا تعلق ہے اگر تو، آپ ان امور کے مکلّف ہیں اور صاحبِ استطاعت ہیں تو پھر ان کے مسائل کی معرفت بھی ضروری ہے تا کہ کماحقہٗ ان کی ادائیگی بھی ممکن ہو سکے اور اگر آپ پر یہ چیزیں فرض نہیں تو پھر ان کی جزئیات میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بس اسی قدر ان علوم کی معرفت ضروری ہے۔ (96)

امورِ عبادت کے تمام معاملات کی بنیاد علم، خصوصاً علم معرفت (علم باطن، علم توحید، علم سِر) پر ہے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ:

يٰدَاوٗدُ تَعَلَّمِ الْعِلْمَ النَّافِعَ فَقَالَ اِلٰهِىْ وَمَا الْعِلْمُ النَّافِعُ فَقَالَ اَنْ تَعْرِفَ جَلَالِىْ وَعَظَمَتِىْ وَ كِبْرِيَائِىْ وَ كَمَالَ قُدْرَتِىْ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ فَاِنَّ هٰذَا الَّذِىْ يُقَرِّبُكَ اِلَىَّ

اے داؤد! علم نافع سیکھ۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی الٰہ العالمین علم نافع کون سا ہے ارشاد ہوا کہ جس علم سے میری عظمت و جلال، میری کبریائی اور ہر چیز پہ میرے کمالِ قدرت کی معرفت حاصل ہو جائے بے شک یہی علم ہی میرے قرب کا ذریعہ ہے۔ (97)

علم شریعت کے ساتھ علم معرفت (علم تصوف، علم حقیقت) کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''جب ظاہری و باطنی دونوں امور کے لیے قرآن و حدیث کی شہادت موجود ہے تو پھر یہ کسی طرح بھی مناسب و ممکن نہیں کہ نماز و روزے پر تو بھرپور توجہ ہو اور فرائض باطنی کا خیال تک نہ ہو جبکہ ظاہری و باطنی دونوں امور کا حکم ایک ہی رب نے ایک ہی کتاب میں دیا.....'' (98)

مزید فرماتے ہیں:

> ''ظاہری اعمال کا باطنی کاوشوں سے بڑا گہرا تعلق ہے اگر باطنی امور درست ہوں تو لامحالہ وہ ظاہری امور پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اگر باطنی امور مثلاً اخلاص کی جگہ ریا اور خود پسندی لے لے تو اعمال ظاہری فاسد و باطل ہو جاتے ہیں جو شخص ان باطنی کاوشوں اور عبادت ظاہری میں ان کی وجوہ تاثیر اور حفاظتی کیفیت کو نہیں پہچانتا اور اعمال کے تحفظ کا گمان رکھتا ہے اس کے لیے ظاہری اعمال کی سلامتی ناممکن ہے بلکہ ظاہری باطنی عبادات ضائع ہو جاتی ہیں اور شقاوت و کدورت کے سوا اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں آتا یہ بہت بڑے خسارے کا سودا ہے۔'' (99)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف کے صفحہ نمبر 80 پر فرماتے ہیں کہ ظاہری علوم (خصوصاً علمِ شریعت و دیگر ذیلی علوم) خالص دودھ کی مانند ہیں جو پینے والوں کے حلق سے آسانی سے اتر جاتا ہے۔ ان علوم کے ذریعے یقین و ایمان حاصل ہوتا ہے جو اسلام کی اصل بنیاد ہے مگر صوفیائے کرام کے علوم کا تعلق مقام مشاہدہ میں

عین الیقین اور حق الیقین سے ہے جو دودھ سے نکلے ہوئے مکھن کی مانند ہے۔ دودھ نہ ہو تو مکھن بھی نہ نکلے۔ تاہم اصل مقصد مکھن کی چکنائی ہے جو دودھ سے نکلتی ہے۔ ایسی صورت میں دودھ کا پانی ایک جسم کے مانند ہے جس سے چکنائی کی روح برقرار رہتی ہے اور پانی اسے قائم رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ... الانبیاء [21:30] ہم نے پانی کے ذریعہ ہر چیز کو زندہ رکھا۔

علم تصوف کو علم باطن، علم معرفت، علم وراثت، مابعد الطبیعاتی علم اور مابعد النفسیاتی علم کے ناموں سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ علمِ تصوُّف روحِ دین ہے۔ صوفیہ عظام اور اولیائے کرام علم تصوُّف اور علم شریعت (علم فقہ) دونوں کی ضرورت واہمیت تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ دونوں علوم کے باہمی تعلق اور ضرورت واہمیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''.....علم باطن کی مثال ایسے ہے جیسے کسی تحریر کی 99 سطور آب زر کے ساتھ لکھی گئی ہوں اور 100 ویں سطر روشنائی کے ساتھ لکھی گئی ہو اور اس تحریر کی کیفیت یہ ہو کہ جب تک 100 ویں سطر کا مفہوم سمجھ میں نہ آئے اس وقت بقیہ 99 سطور سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوسکتا ہو۔ اگر کسی شخص کو ظاہری علم کے بغیر فتح نصیب ہو جائے تو اس کی سلامتی کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔''

''.....علم ظاہر کی مثال اس لالٹین کی مانند ہے جو رات کی تاریکی میں فائدہ پہنچاتی ہے جبکہ علم باطن کی مثال نصف النہار کے وقت چمکتے ہوئے سورج کی مانند ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عین دوپہر کے وقت کوئی شخص یہ کہے کہ سورج کی موجودگی میں لالٹین کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر وہ اس لالٹین کو پھینک دے لیکن جب رات آئے گی تو اسے اپنی حماقت کا احساس ہوگا لہٰذا اگلے دن کی روشنی سے لطف اندوز ہونے کے لیے لالٹین کا وجود شرط ہے۔''

''بہت سے لوگ اس مقام پر آ کر پھسل جاتے ہیں اور ان کو دن کی روشنی دوبارہ اس وقت تک نصیب نہیں ہوتی جب تک وہ دوبارہ لالٹین حاصل کر کے اسے روشن نہ کریں لیکن دوبارہ روشن کرنے کی توفیق کسی کو نصیب ہوتی ہے اور کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کی بدولت ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔''(100)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات (جلد دوم، مکتوب نمبر 60، صفحہ نمبر 216) میں ضروریاتِ دینی کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اول اس اعتقاد کا درست کرنا ضروری ہے جو حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال سے تعلق رکھتا ہے۔اور پھر اعتقاد کرنا چاہیے کہ جو کچھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور ضرورت وتواتر کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے۔یعنی حشر ونشر وآخرت کا دائمی عذاب وثواب اور سب سُنی سُنائی باتیں حق ہیں۔ان میں خلاف کا احتمال نہیں۔اگر یہ اعتقاد نہ ہوگا، نجات بھی نہ ہوگی۔

دوسرے احکام فقہیہ یعنی فرض وواجب وسنّت ومستحب وغیرہ کا بجالانا ضروری ہے۔شرعی حِلّ وحرمت کو اچھی طرح مدنظر رکھنا چاہیے اور حدودِ شرعی میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے تاکہ آخرت کے عذاب سے نجات وفلاح حاصل ہوسکے۔جب یہ اعتقاد وعمل درست ہوجائیں پھر طریق صوفیہ کی نوبت آتی ہے اور کمالات ولایت کے اُمیدوار ہوجاتے ہیں۔''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''ضروریات کو چھوڑ کر فضولیات میں مشغول ہونا اپنی عمر کو بیہودہ باتوں میں صرف کرنا ہے۔اور اعراض کی علامت میں آیا ہے کہ عَلَامَةُ اِعْرَاضِهٖ تَعَالٰی مِنَ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَا یَعْنِیْهِ بندہ کا بیہودہ باتوں میں مشغول ہونا بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کے منہ پھیرنے کی علامت ہے۔''(101)

ایسا انسان جو غیر ضروری علوم حاصل کرتا ہے اور فضول کاموں میں مشغول رہتا ہے وہ اپنا قیمتی سرمایۂ حیات ضائع کرتا ہے اور اس کا فضول کاموں میں مشغول ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہے۔اس لیے انسان کو چاہیے کہ مقصدِ حیات کے پیشِ نظر صرف ضروری علم حاصل کرے اور اس کی روشنی میں اپنا عمل درست کرے۔

تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ علم تصوف کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔اس میں علم توحید،علم حدیث،علم فقہ،علم النفس،علم زہد،علم مراقبہ،علم محاسبہ،سب ضرورت کی حد تک شامل ہیں۔شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم صوفیہ کے عنوان کے تحت اس طرح کے بیس علوم کا ذکر فرمایا ہے۔اس ضمن میں مزید فرماتے ہیں:

''یہ علوم اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر وقت کی گنجائش ہوتی تو ہم ان کی تفصیلات کئی جلدوں میں بیان کرتے، مگر عمر بہت تھوڑی ہے اور وقت بہت عزیز ہے......ان تمام علوم کے پیچھے دیگر علوم بھی ہیں جن پر عمل کر کے علمائے آخرت نے کامیابی حاصل کی۔مگر دنیادار علماء اس سے محروم رہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام علوم ذوقِ سلیم پر مبنی ہیں اور ذوقِ سلیم و صحیح وجدانِ قلبی کے بغیر انہیں حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ شکر کی شیرینی کو بیان نہیں کیا جاسکتا بلکہ جو اسے چکھتا ہے وہی اس کی حلاوت کا مزہ جانتا ہے۔''(102)

اخلاص فی العمل کی قدر و قیمت:۔حضرت شیخ ابونصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اللمع فی التصوّف کے صفحہ نمبر 37 تا صفحہ نمبر 39 پر نہایت مدلل انداز سے ارشاد فرمایا ہے کہ محدثین، فقہا اور صوفیا علمائے حق ہیں۔اخلاص فی العمل کی بدولت انہیں اپنے علم وعمل کی وجہ سے قرب ورضائے باری تعالیٰ عطا ہوجاتے ہیں۔ایک محدث، فقیہہ اور صوفی بھی ہوسکتا ہے۔اسی طرح ایک فقیہہ، محدث اور صوفی بھی ہوسکتا ہے۔ایک صوفی، محدث اور فقیہہ بھی ہوسکتا ہے۔ان میں سے ہر ایک کو دوسرے پر علم اور تقویٰ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوسکتی ہے۔تصوف میں اخلاص فی العمل کو ترجیح دی جاتی ہے۔اخلاص کے بغیر کسی محدث اور فقیہہ کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔کوئی بھی انسان جو اخلاص نہیں رکھتا۔صوفی ہرگز نہیں ہوسکتا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَیْضاً قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْهِ اَثَرُ

السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ
وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ
الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ
فَعَجِبْنَا يَسْأَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ، قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ
قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ
صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ.
قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا، قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاةِ
يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثَ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّآئِلُ قُلْتُ اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرَئِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ ط

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ اور اسی اثنا میں ایک اجنبی شخص ہم پر نمودار ہوا۔ جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال بہت ہی سیاہ تھے۔ نہ اس پر سفر کا کوئی نشان دکھائی دیتا تھا۔ نہ ہم میں سے کوئی اُسے پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ بیٹھا اور اپنے دونوں زانو حضرت کے زانوؤں سے ملا دیئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے زانوؤں پر رکھ لیں اور عرض کی:

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور استطاعت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرو۔ اس نے کہا،'' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ فرمایا۔''

ہمیں اس بات پر حیرانی ہوئی کہ خود سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ '' مجھے ایمان کی حقیقت بتلائیے۔'' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''اللہ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ اور خیر وشر کی تقدیر پر یقین رکھو۔'' اس نے کہا،'' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ فرمایا''۔

پھر اس نے کہا کہ: '' مجھے احسان کے متعلق خبر دیجئے''۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ''خدا کی اس طرح عبادت کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اُسے نہیں دیکھ پاتا تو (کم از کم یہ تصور کر کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا:'' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ فرمایا۔''

پھر اس نے کہا '' قیامت کے بارے میں مجھے مطلع فرمایئے۔'' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ '' اس کے متعلق جس سے سوال کیا جا رہا ہے۔ وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔''

پھر اس نے عرض کی '' اچھا قیامت کی کچھ علامتیں بتا دیجئے۔'' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ

''جب باندیاں اپنے آقا جننے لگیں۔ ننگے پاؤں پھرنے والے ننگے جسم والے فقیر اور بکریاں چرانے والے بڑی بڑی عمارتوں پر فخر کرنے لگیں۔

اس کے بعد وہ شخص چلا گیا پھر کچھ دیر ٹھہر کر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے فرمایا:

اے عمر: ''کیا تم سائل کے بارے میں جانتے ہو؟'' میں نے عرض کی کہ ''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں''۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''یہ جبرائیلؑ تھے تمہیں دین سکھانے کے لیے آئے تھے''۔(103)

شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

''روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ مگر میرے نزدیک، اللہ بہتر جانتا ہے، یہ ہے کہ جو اولوالعلم عدل وانصاف کو قائم رکھتے ہیں اور انبیاء کے وارث ہیں وہ صرف وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری میں کوشاں رہتے ہیں اور جو صحابہ اور تابعین کی پیروی کرتے ہیں اور جو اللہ کے متقی ولیوں اور نیک بندوں کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور ان کی تین قسمیں ہیں (۱) اصحاب حدیث (۲) فقہاء (۳) اور صوفیہ لہٰذا یہی تین گروہ ہیں جو ''اولو العلم القائمین بالقسط''میں سے ہیں اور یہی لوگ انبیاء کے وارث ہیں۔ اسی طرح علم کی بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان علوم میں سے علم دین کی تین قسمیں ہیں۔ علم قرآن، علم سنت اور بیان اور تیسرا علم حقائق ایمان۔ یہی وہ علوم ہیں جو ان تینوں قسموں کے علماء کے ہاں مروج ہیں۔ تمام دینی امور ان تین صورتوں سے باہر نہیں ہو سکتے، یا تو یہ قرآنی آیت ہوگی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہوگی یا استدلال کے ذریعے سے نکالی ہوئی کوئی ایسی حکمت کی بات ہوگی جو اللہ کے کسی ولی کے دل پر وارد ہوئی ہوگی۔ اس کی اصل وہ ایمان والی حدیث ہے جس میں جبرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان تین اصولوں کے متعلق سوال کیا تھا۔ اسلام، ایمان اور احسان یا (بالفاظ دیگر) ظاہر، باطن اور حقیقت۔ چنانچہ اسلام ظاہر ہے، ایمان ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور احسان ظاہر اور باطن دونوں کی حقیقت ہے اور اس کی بنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول پر ہے: تو اللہ کی اس طرح عبادت کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہو اور اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور جبرئیل نے آپ کے اس جواب کی تصدیق بھی کر دی تھی۔

علم وعمل کا چولی دامن کا تعلق ہے اور عمل اخلاص کے ساتھ وابستہ ہے اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے علم اور عمل کے ذریعے اللہ کی رضامندی کا خواہاں ہو ان تینوں چیزوں میں علم وعمل کے اعتبار سے باہمی فرق پایا جاتا ہے اور مقاصد اور درجات کے لحاظ سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تفاوت کا یوں ذکر کیا ہے:

......وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ......المجادلۃ [58:11] جن لوگوں کو علم دیا گیا ان کے کئی درجے ہیں۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ......الانعام [6:132] الاحقاف [46:19]

ہر ایک کے ان کے اعمال کے اعتبار سے درجے ہیں۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ......الاسراء [17:21]

دیکھو تو ہم نے انہیں ایک دوسرے پر کیسے فضیلت دے رکھی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب لوگ ایک جیسے ہیں جس طرح کنگھی کے دندانے۔ کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں اگر ہے تو علم اور تقویٰ کی وجہ سے۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو دین کی کسی اصل، دین کی کسی فرع، دین کے حقوق، حقائق، حدود اور احکام میں کوئی ظاہری یا باطنی اشکال پیدا ہو جائے تو اسے ان تین قسم کے لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اصحاب حدیث، فقہاء اور صوفیہ۔ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی علم، عمل اور حقیقت سے موصوف ہے اور درحقیقت ان میں سے ہر صنف میں علم، عمل، فہم، مقام، مقال، مکان، فقہ اور بیان پایا جاتا ہے۔ جسے اس کا علم ہو گیا ہو گیا اور جو جاہل رہا وہ پھر جاہل ہی رہا مگر کوئی شخص بھی کمال کو نہیں پہنچ سکتا بایں طور کہ وہ تمام علوم، اعمال اور احوال پر حاوی ہو۔ ہر شخص کا وہی مقام ہے جہاں اللہ نے اسے کھڑا کر دیا اور اس کا محل وہ ہے جہاں اللہ نے اسے مقید کر دیا۔''

علمِ تصوف میں تمام ضروری دینی علوم شامل ہیں۔ اس کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے شیخ ابوالقاسم عبدالکریم ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں:

مرید کے لیے یہ بات قبیح ہے کہ وہ صوفیاء کے مذہب (راستے) کو چھوڑ کر کسی اور مذہب سے نسبت قائم کرے۔ اگر کوئی صوفی، صوفیاء کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلتا ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ صوفیاء کے طریقہ سے جاہل و بے خبر ہے۔ بے شک مسائل میں ان کے دلائل دوسروں کے دلائل سے زیادہ واضح ہیں اور ان کے مذہب کے اصول دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہیں۔

دوسرے لوگ یا تو روایت نقل کرتے ہیں یا عقل وفکر کو استعمال کرتے ہیں جبکہ اس طریقہ کے شیوخ ان تمام باتوں سے آگے نکل گئے ہیں (یعنی مشاہدہ تک پہنچ گئے) پس جو چیز دوسروں کے لیے غیب ہے وہ ان کے لیے ظاہر ہے اور جو امورِ معرفت دوسرے لوگ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجود ہیں، پس یہ وصال والے اور دوسرے استدلال والے ہیں۔ اور یہ اس طرح ہیں جس طرح کسی شاعر نے کہا:

لَیۡلِیۡ بِوَجۡهِكَ مُشۡرِقٌ وَ ظَلَامُهٗ فِیۡ النَّاسِ سَارِیۡ

فَالنَّاسُ فِیۡ سُدَفِ الظَّلَامِ وَ نَحۡنُ فِیۡ ضَوۡءِ النَّهَارِ

میری رات تیرے چہرے کی بدولت روشن ہے حالانکہ اس کی تاریکی لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ پس لوگ شدید تاریکی

میں ہیں اور ہم دن کی روشنی میں۔(104)

علمِ تصوّف (علمِ معرفت) کی فضیلت اور ضرورت واہمیت:۔ ''سیّد شاہ گل حسن قلندری قادری، ''تعلیمِ غوثیہ'' میں علمِ تصوّف (علمِ معرفت) کی فضیلت اور ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خاص صحابہ کرام مثل حضرت ابوبکر صدیقؓ وعمر فاروقؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ وحضرت ابو ہریرہؓ وحضرت سلمان فارسیؓ وحضرت زیدؓ وغیرہ کو اعلیٰ قدر مراتب فہم وادراک تعلیم فرمائی۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔مَا صَبَّ اللّٰهُ فِيْ صَدْرِيْ اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُ فِيْ صَدْرِ اَبُوْ بَكْرٍ [1]۔یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں ڈالا اللہ نے میرے دل میں کوئی علم مگر ڈالا میں نے ابوبکر کے سینے میں۔ دوسری حدیث میں آیا ہے۔مَا فَضَّلَكُمْ اَبُوْ بَكْرٍ بِكَثْرَتِ صِيَامٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَّلٰكِنْ بِسِرٍّ وُّقِرَفِيْ صَدْرِهٖ [2]۔یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ تم پر روزہ اور نماز کی زیادتی سے افضل نہیں ہوا بلکہ ایک بھید اور علم کی وجہ سے جو اس کے سینہ میں ڈالا گیا ہے۔ پس وہ راز علم فقر ہے جس سے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو فخر ہے۔وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ وَاَمَّا الْاٰخَرُ لَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمِ [3]۔یعنی حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دوظروف علم یعنی ظاہری وباطنی کے حاصل کیے ہیں ایک کو تو میں نے بیان کر دیا ہے اور اگر دوسرے کو بیان کروں تو میرے گلے کی مُری کٹ جائے۔حضرت ابوہریرہؓ نے علم ظاہر یعنی شریعت کو تو برملا وعلی الاعلان بیان کر دیا اور علم باطن یعنی فقر کو بیان نہ کرسکے ورنہ نادان لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے قتل کر ڈالتے۔حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے بھی ایک قول مشہور ہے۔عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ لَوْ حَدَّثْتُكُمْ مَا اَعْلَمُ لَافْتَرَقْتُمْ عَلٰى ثَلَاثِ فِرَقٍ فِرْقَةٌ تُقَاتِلُنِيْ وَفِرْقَةٌ لَا تَنْصُرُنِيْ وَفِرْقَةٌ تُكَذِّبُنِيْ۔یعنی حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں تم سے وہ حدیثیں بیان کروں جو میں جانتا ہوں تو البتہ تم تین گروہ متفرق بن جاؤ گے۔ ایک گروہ میرے قتل کرنے پر آمادہ ہوجائے گا اور ایک میری امداد سے دست بردار ہوجائے گا۔اور ایک مجھ کو جھٹلائے گا۔ دیکھو شرح کنز العمال صفحہ 55 جلد 6۔آپ اصحاب صُفّہ کے ایک بڑے آزادرائے، قلندر مزاج رکن تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر اوقات فرصت اور تنہائی کے وقت میں حضرت حذیفہؓ کو اسرارات الٰہی ورموزاتِ باطن کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔اسی لیے آپ کو صاحب السّر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خطاب ملا۔''(105)

شیخ ابوالقاسم عبدالکریم ھوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ عظام اور ان کے علم وعمل کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

> ''اسلام میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں اس گروہ کے مشائخ میں سے کوئی بزرگ نہ ہوئے ہوں جن کو توحید کا علم اور قوم کی امامت حاصل نہ ہوئی ہو اور علماء میں سے ''ائمہ وقت'' نے اس شیخ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے ان کے سامنے عاجزی کا اظہار نہ کیا ہو اور ان سے برکت حاصل نہ کی ہو۔ اگر ان کو کوئی فضیلت اور خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ

۱۔اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

۲۔اس حدیث کو بیہقی اور ابن عدی نے بہ روایت ابن عمر بیان کیا ہے۔

۳۔اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔صحیح بخاری جلد سوم حدیث 62

اس کے برعکس ہوتا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھے کہ اس دوران حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے ابوعبداللہ (امام شافعی)! میں چاہتا ہوں کہ اس شخص (شیبان راعی) کو جہالت سے آگاہ کروں تا کہ یہ کچھ حاصل کرنے کی طرف توجہ دیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسا نہ کرنا۔ مگر وہ باز نہ آئے اور کہا اے شیبان! اگر کوئی شخص دن رات کی پانچ (5) نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھنا بھول جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ کون سی نماز بھول گیا ہے تو اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں، اس پر کیا واجب ہے؟

حضرت شیبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے احمد! یہ ایسا دل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غافل کر دیا اس پر واجب ہے کہ اسے سزا دی جائے تا کہ اس کے بعد وہ اپنے مولا سے غافل نہ ہو۔

(یہ سن کر) حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ ان کو نہ چھیڑیں۔

اوران حضرات میں حضرت شیبان اُمی تھے (پڑھے ہوئے نہ تھے)، جب ان میں سے ایک اُمی کا یہ حال ہے تو ان کے ائمہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ (106)

شیخ ابونصر سراج طُوسی رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ عظام اور علمِ تصوف کی فضیلت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''مجھے ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ خبر ملی ہے کہ ان کی ملاقات شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ ابراہیم لوگوں کو ان کے پاس جانے، ان کے پاس کھڑا ہونے اور ان کا کلام سننے سے منع کیا کرتے تھے۔ ابراہیم نے امتحان کے طور پر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا: پانچ اونٹوں پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

جواب ملا: درحقیقت صرف ایک بکری واجب ہے مگر جو کچھ ہم پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ تمام اونٹ صدقہ میں دے دیئے جائیں۔ ان کی مراد یہ تھی کہ جس مذہب کا ہم دعویٰ کرتے ہیں وہ تو یہ ہے۔

یہ جواب سن کر ابراہیم نے کہا: اس حکم کے بارے میں تم اکابر میں سے کسی کی مثال پیش کرو۔

شبلی نے جواب دیا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے لیے اس حکم میں پیشوا ہیں۔ انہوں نے اپنا تمام مال دے دیا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: آپ اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہیں تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں عرض کیا تھا: اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ جواب سن کر ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے اور اس کے بعد کسی کو ان کے پاس جانے سے نہیں روکا۔ (107)

نصاب:۔ نصاب سے مراد کسی منزل تک پہنچنے کا راستہ، ذریعہ اور طریقہ ہے۔ عربی میں نصاب کا مترادف لفظ 'منہاج' ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے کریکولم (Curriculum) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جو کہ لاطینی لفظ ہے۔ اس کے معنی Run way یا راستے کے ہیں جس پر چل کر ایک فرد اپنی منزل پالیتا ہے۔ تعلیمی اصطلاح میں نصاب سے مراد وہ راستہ ہے جس پر چل کر کوئی فرد، افراد، معاشرہ یا قوم مطلوبہ تعلیمی اہداف حاصل کرتے ہیں۔ نصاب مختلف ذہنی، جسمانی، معاشرتی اور مذہبی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن کے ذریعے فرد یا افراد کی تعلیم وتربیت کا فریضہ سرانجام دے کر تعلیمی مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں کریکولم کا مفہوم یوں دیا گیا ہے۔

"The subjects included in a course of study or taught at a particular school,

college, etc." (108)

''کسی سکول، کالج، وغیرہ میں پڑھائے جانے والے مطالعۂ کے نصاب میں شامل مضامین۔''

نصابِ تصوف:۔ تصوف کا نصاب اور اس میں شامل مضامین عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہی تشکیل پا گئے تھے۔ اس نصاب کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ اور انسان کا رشتہ جوڑنا ہے اور اس کی تربیت کرنا ہے کہ وہ خلافت و نیابت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو کر اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے گزار سکے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتب اور صحائف میں اسی نصاب کی تعلیم دی۔ اس الہامی نصاب کی تعلیمات کے مطابق کردار سازی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو بطور معلمین بھیجا۔ اس نصاب کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا اور تزکیۂ نفس اور کتاب وحکمت کی تعلیم کے لیے رحمۃ اللعالمین نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ یہ نصاب دنیا وآخرت کی دوئی اور نجی معاملہ کے برعکس وحدت کا تصور دیتا ہے۔ یہ بیک وقت دینی بھی ہے اور دنیوی بھی، تاکہ انسان دنیا کو دین کے حوالے سے ہی سمجھے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں دنیا کے سارے امور سرانجام دے۔(109)

رسالہ قشیریہ کے صفحہ نمبر 669، عوارف المعارف کے صفحہ نمبر 71، قوت القلوب (جلد اول) کے صفحہ نمبر 492، تصوف کے روشن حقائق کے صفحہ نمبر 99 تا 101 تعلیم کی اہمیت کے صفحہ نمبر 109 اور دین اسلام وتصوف کے دیگر مستند مآخذ کے مطابق نصابِ تصوف درج ذیل ہے۔ اس نصاب کے مطابق مامور بہ علم میں سے وہ علم حاصل کرنا عین ضروری ہے جو کہ فرضِ عین ہے۔ اس کے علاوہ ہر کوئی اپنے مزاج، معاملاتِ زندگی، ذمہ داریوں، پیشہ اور ملکی وقومی اور عصری تقاضوں کے مطابق وہ علم حاصل کر سکتا ہے جو فرض کفایہ یا مستحب ہے۔ جن غیر نافع علوم سے منع کیا گیا ہے وہ حاصل نہیں کرنے چاہئیں۔ نصابِ تصوف یا منہاجِ تصوف کے مطابق علم کی تین اقسام ہیں:

1۔ مامور بہ (وہ علم جس کے حصول کا حکم دیا گیا ہو)

2۔ منہی عنہ (وہ علم جس سے روکا گیا ہو)

3۔ مستحب

1۔ مامور بہ: اس کی دو اقسام ہیں (i)۔فرضِ عین (ii)۔فرض کفایہ

<ins>فرضِ عین:۔</ins> فرض عین وہ ہوتا ہے جو مکلف کے بذاتِ خود ادا کرنے سے ہی ادا ہوگا۔ فرائض کی ادائیگی کا علم فرض، واجبات کی ادائیگی کا علم واجب اور سنت کی ادائیگی کا علم سنت ہے۔ صوفیہ کرام کے مطابق درج ذیل علوم ہر مکلف پر فرض ہیں۔

1۔ بنیادی عقائد کے بارے میں یقینی علم حاصل کرنا تاکہ انسان شرک، کفر اور اوہام وخرافات سے بچ سکے۔

2۔ فرض عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) کی صحیح طور پر ادائیگی کے لیے ضروری علم حاصل کرنا۔ اگر کوئی صاحب نصاب نہیں ہے تو اس پر زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا علم حاصل کرنا فرض نہیں ہے۔
3۔ حقوق النفس اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے ضروری علم حاصل کرنا تاکہ انسان حلال وحرام، ضروری وغیر ضروری، مناسب وغیر مناسب میں فرق جان کر شرعی حدود کی پابندی کر سکے۔
4۔ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے لیے احوالِ قلب (توکل، خشیت، رضا، وغیرہ)، اخلاقِ حسنہ (صدق، اخلاص، عجز و انکسار، وغیرہ) اور اخلاقِ سیئہ (کذب، نفاق، تکبر، عجب، ریا، وغیرہ) سے آگاہ ہونا۔
5۔ تزکیۂ نفس کے لیے صوفیہ کے ذکر وفکر اور مجاہدات کے طریقوں سے آگاہ ہونا۔
6۔ رزقِ حلال کمانے کے لیے، ملک وقوم کی خدمت کے لیے اور باعزت زندگی گزارنے کے لیے جائز اور ضروری علم حاصل کرنا تاکہ انسان اپنی ذمہ داریاں احسن طور پر سرانجام دے سکے۔

فرض کفایہ:۔ فرض کفایہ وہ ہوتا ہے جس کو بعض لوگ ادا کر دیں تو دیگر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر ایک نے بھی ادا نہ کیا تو تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔ فرض کفایہ میں وہ علوم اور ہنر شامل ہیں جن پر امت کی اصلاح موقوف ہے جیسا کہ علم فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم حساب، علم طب (میڈیکل سائنس)، علم صنعت (انڈسٹری)، علم اسلحہ سازی وغیرہ۔

علوم منہیہ:۔ باطل عقائد، گمراہ کن مذاہب، مشکک افکار کی گہرائی تک جانا منع ہے۔ عام انسان ان کے مطالعہ سے گمراہ ہو سکتا ہے۔ تاہم، اہلِ علم حضرات کے لیے ان علوم کو سیکھنا فرض کفایہ ہے تاکہ وہ دین کی حفاظت کے لیے، مذاہبِ باطلہ اور عقائدِ باطلہ کی تردید کے لیے اور عوام الناس کو ان کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے بھرپور کردار ادا کر سکیں۔

علم نجوم، جادو، سفلی عملیات، وغیرہ کے مفاسدات سے محفوظ رہنے اور دوسروں کو بچانے کے لیے ان علوم کا حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ جو شخص برائی کو نہیں جانتا وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ برائی کا علم برائی سے بچنے کے لیے جائز ہے۔

علوم مستحبہ:۔ حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جسمانی اور قلبی فضائل، سنن ونوافل اور مکروہات اور فرائض کفایہ کو جاننا مستحبات سے ہے۔ اسی طرح علم فقہ اور اس کی فروعات، عقائد اور اس کے تفصیلی دلائل کی معرفت بھی علوم مستحبہ میں شامل ہیں۔ (110)

علوم کی مندرجہ بالا اقسام اور ان کی اہمیت وضرورت کے پیشِ نظر ہر کوئی اپنی انفرادی، سماجی، عصری اور علاقائی ضروریات کے مطابق ضروری علوم حاصل کر سکتا ہے۔

عصرِ حاضر کے علوم:۔ عصرِ حاضر کے علوم کو چار بڑی اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ **مذہبی واسلامی علوم:۔** مذہبی واسلامی علوم میں سرفہرست دین اسلام کا علم (اسلامیات) ہے۔ تصوف، روحِ اسلام ہے۔ یہ روحانی سائنس ہے۔ اسے علمِ وراثت، علمِ باطن، علمِ معرفت، اسلامی تصوف، اسلامی روحانیت کے ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔
2۔ **ذہنی وروحی علوم:** ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، ڈائناٹکس، سائنٹالوجی، این ایل پی تکنیک، جادو، عملیات، مابعد النفسیات اور مابعد الطبیعات وغیرہ کا ذہنی وروحی علوم میں شمار ہوتا ہے۔ عصرِ حاضر کی سائنسی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ انسان

کی حقیقت اس کا مادی جسم یا اس کی حیوانی جبلتیں نہیں بلکہ اس کا شعور یا خودی ہے۔علم الحیات اور علم الطبیعات کے ماہرین بھی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کائنات کی حقیقت مادہ نہیں بلکہ شعور (Consciousness) یا خودی ہے۔ انسان اور کائنات کے بارے میں اس غیر مادی، روحانی تصور کی بدولت (تحقیقات کی بنا پر) کئی نئے علوم جنم لے رہے ہیں اور سابقہ علوم پر بھی از سرِ نو تحقیقات ہو رہی ہیں۔ یہ سب ذہنی وروحی علوم ہیں۔ ہمارا مذہب روح، کائنات اور خدا تعالیٰ کی حقیقت اور ان کے باہمی تعلق کے بارے میں واضح رہنمائی مہیا کرتا ہے۔علمِ تصوف وحی والہام اور روحانی مشاہدات وتجربات پر مبنی روحانی سائنس کا علم ہے جسے یقین کا درجہ حاصل ہے۔ دیگر ذہنی وروحی علوم کو وحی و الہام کی تائید حاصل نہیں ہے اس لیے ان کی تحقیقات تدریجی مراحل سے گزر رہی ہیں۔ان کی صرف انہی تحقیقات کو درست تسلیم کیا جا سکتا ہے جن کی قرآن وحدیث سے تصدیق ہو۔ ہر کس وناکس کو ان علوم کے مطالعہ اور تحقیق میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔صرف مسلمان محققین کو چاہیے کہ ان کا مطالعہ کر کے عوام الناس کو ان علوم کی خرابیوں سے اور تصوف کے محاسن سے آگاہ کر کے انہیں راہِ حق پر گامزن کریں۔

3۔ **انسانی وسماجی علوم:** انسانی وسماجی علوم میں انسان، اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں، اس کے زمانی، مکانی، نفسیاتی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی تعلقات اور معاملات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ہر انسان اپنی انفرادی وسماجی ضروریات کے مطابق اسلامی نقطہ نگاہ سے ان علوم سے استفادہ کر سکتا ہے۔

4۔ **مادی علوم:** مادی علوم میں مادی اشیاء کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہ علوم قیاس (Hypothesis) اور تجربے

(Experiment) کے تابع ہیں اور مشاہدے (Observation) اور آزمائش (Testing) کے ذریعے ان کے بارے میں حکم لگایا جاسکتا ہے اور انہیں لیبارٹری میں ٹیسٹ کیا جاسکتا ہے۔ دین اسلام ان علوم کی تعلیم اور ان میں تحقیق کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ اہلِ عقل اور اہلِ بصیرت کو ان علوم میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نصابِ تعلیم:۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمیق تحقیقی مطالعہ کے بعد نصابِ تعلیم کا جو خاکہ نظر آتا ہے وہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ان میں پہلا حصہ فرضِ عین اور دوسرا حصہ فرضِ کفایہ ہے۔

''فرض عین میں جو نصاب شامل تھا یہ اس عہد میں بغیر کتاب کے اور زبانی تھا۔ اس میں کم از کم قرآن پاک کی تین سورتیں زبانی یاد کرنا۔ علم عقائد خاص کر اللہ، ملائکہ، سابقہ الہامی کتب وانبیاءؑ، تقدیر اور یوم آخرت پر ایمان (ایمان مفصل) ارکان اسلام نماز، روزہ، صاحب مال کے لیے زکوٰۃ کے متعلق معلوم کرنا، جو حج کی قدرت رکھتا ہو، اس کے لیے احکام اور مسائل حج کا جاننا۔ اس کے ساتھ طہارت، حرام وحلال، صنعت وتجارت واُجرت، بیع واجارہ، عشر، نکاح کے احکام۔ غرض شریعت نے جو کام ہر انسان کے ذمہ فرض یا واجب کیے ہیں ان احکام اور مسائل کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ذکر اذکار وغیرہ بھی سیکھنا مستحبات کے زمرے میں آتے ہیں۔

یہ وہ لازمی نصاب تھا جس کے بغیر مسلمان ہونے کا تصور نہیں ہوسکتا۔ اس نصاب پر خالصتاً اللہ کی رضا کی خاطر عمل کرنا اور اس کو اپنے کردار میں لانا ایمان کا بنیادی تقاضا تھا اور اب بھی ہے جب کہ اس پر نمود ونمائش کی خاطر عمل کرنا ریاکاری، لوگوں کی خوف کی وجہ سے عمل کرنا منافقت اور اس میں تساہل برتنے والا گنہگار ہوگا۔''

''نصاب فرض کفایہ دو حصوں (عام اور اعلیٰ) پر مشتمل تھا۔ اس میں ایک عام فرد کا نصاب تھا۔ جو چالیس احادیث کے حفظ پر مبنی تھا۔ کیونکہ حضرت ابوداؤدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ مقدار علم کیا ہے کہ انسان اتنا علم حاصل کرلے کہ فقیہ بن جائے (اور دنیا اور آخرت میں اس کا شمار عالموں میں ہو) تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری امت کو فائدہ پہنچانے کے لیے چالیس حدیثیں امر دین کی یاد کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو حساب کے دن فقیہ اٹھالے گا اور میں اس دن ان کا شفیع اور گواہ بنوں گا۔

اعلیٰ نصاب فرض کفایہ (دوسرا حصہ) قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، حفظ ترجیحی جبکہ تاریخ، وانساب، فرائض وحساب، لغت، غیر زبانیں، کتابت، ادب، علم افلاک وغیرہ اختیاری علوم پر مشتمل تھا۔ اس عہد میں چالیس پچاس سے زیادہ علومِ حکمت تھے، جو خاندانی علوم تھے اور پڑھانے کے بجائے سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے تھے۔ ان میں آپؐ نے نجوم، رمل وغیرہ ناپسندیدہ علوم قرار دیئے تھے۔ علم طب میں احتیاط اور مہارت حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور دیگر میں بھی خیر کے پہلو کو مقدم رکھا گیا تھا۔

یہ نصاب کتابی سے زیادہ عملی تھا اور اس کا مدعا فرد کا حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے ذہنی اور عملی طور پر آمادہ اور مستعد رہنا تھا۔ یہ نصاب اپنے اہداف کے حصول میں انتہائی کامیاب رہا۔''

''عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ نصاب کوئی جامد، محدود اور بے لچک نصاب نہ تھا بلکہ وقت کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق اس میں ردّ وبدل ہوتا رہا۔ اس میں علم دین کی تحصیل کے علاوہ دیگر علوم کی تحصیل کی بھی اجازت تھی۔

عربی زبان اور قرآن مجید اس نصاب کا لازمی حصہ تھے۔خلفائے راشدین کے دور میں تفسیر وحدیث،علم الانساب،اسماء الرجال،فقہ،خطاطی،عربی ادب اور جغرافیہ نصاب کا حصہ بنے۔عباسی دور میں ریاضی،تاریخ،علوم نجوم،نظم،گرائمر،کیمیا، فن تعمیرات،سنگ تراشی،عسکری فنون،صنعتی فنون اور فن خطابت اس میں شامل ہو گئے۔برصغیر پاک وہند کے اسلامی مدارس میں تفسیر وحدیث کے علاوہ تصوّف،کلام،منطق،فلسفہ،علم نحو،ادب،اصول فقہ،ہیئت،ریاضی،اخلاقیات،طب، زراعت اور دوسرے فنی علوم اس میں شامل ہو گئے۔اس نصاب میں فرد کے زندگی کے تین بڑے پہلو جسمانی،ذہنی اور روحانی کی نشوونما و بالیدگی کو مقدم رکھا گیا تھا۔عرصہ دراز تک یہ نصاب مسلم دنیا میں رائج رہا لیکن مسلمانوں کے زوال، مغربی اقوام کے غلبہ اور دوسری استعماری قوتوں کے سبب یہ نظام برقرار نہ رہ سکا اور ان استعماری ملکوں نے جو نظام تعلیم رائج کیا اس میں فرد کی جسمانی اور ذہنی پہلوؤں کی تربیت اور پرداخت کو تو مقدم رکھا گیا مگر روحانی پہلو کو بالکل نظر انداز کیا گیا حالانکہ یہی سب سے اہم پہلو ہے۔“

اہل اسلام کی دین سے دوری،علم وعرفان سے عدم دلچسپی،بے عملی اور تہذیب مغرب میں بے جا دلچسپی اور اس کی اندھا دھند پیروی کی وجہ سے قریباً تمام اسلامی ممالک میں یہ نصاب متروک ہو گیا۔برصغیر پاک وہند میں بھی انگریزوں کی آمد سے یہ نصاب متروک ہو گیا۔انگریزوں کے مسلط کردہ نصاب سے استفادہ کرنے والے مسلمان آہستہ آہستہ اسلامی زندگی سے دور ہوتے چلے گئے۔جن خاندانوں نے تیسری اور چوتھی پشت میں جدید تعلیم حاصل کی ہے،ان میں اسلام کا صرف نام رہ گیا ہے۔(111)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصاب میں فرد کی کُلّی (روحانی،جسمانی،نفسیاتی،عمرانی،اخلاقی اور معاشی) ضرورتوں کو پیش نظر رکھا گیا تھا۔اس نصاب میں تزکیۂ نفس کے لیے نفس امارہ (برائیوں پر اُکسانے والا نفس)،نفس لوامہ (غلط کام پر ملامت اور سرزنش کرنے والا نفس) اور نفس مطمئنہ (اخلاقِ سیئہ سے پاک اور اخلاقِ حسنہ سے متصف نفس) کے واضح تصورات کی تعلیم دی گئی ہے جس سے تصفیۂ قلب حاصل ہوتا ہے اور انسان،انسان کامل بن جاتا ہے۔اسی طرح فرد اور معاشرے کے صحت مند،مضبوط رشتے کے قیام کے لیے حقوق العباد کی تعلیم دی گئی ہے۔مکارمِ اخلاق پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ نظامِ اخلاق ہی ہر فرد اور سماج کی عملی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا معیار ہے۔اسی طرح فرد کی روحانی اور اخلاقی نشوونما کے ساتھ ساتھ اس کی مادی اور معاشی ضروریات کی تکمیل کا راستہ بھی دکھایا گیا ہے۔

ہر شخص کو اپنی روزی کمانے کی ہدایت کی ہے۔بے عملی،بے روزگاری،گداگری اور دیگر ناجائز ذرائع آمدن کو ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔کمانے اور خرچ کرنے کے آداب کی تعلیم دی گئی ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشی خوشحالی کی ضرورت واہمیت پر زور دیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:”کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ فکرِ معاش کے علاوہ اور کوئی نہیں۔(112)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصاب تعلیم اور نصاب تصوف کا موازنہ:۔عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصابِ تعلیم اور نصاب تصوف کا موازنہ کریں تو کہیں بھی کوئی فرق نظر نہیں آتا۔نصاب تصوف عین اسلامی نصابِ تعلیم ہے اور اس میں اسلام کے حقیقی تقاضوں کی تکمیل کے لیے ضروری تعلیم وتربیت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔

پاکستان میں مروّجہ اقسامِ نصاب۔اس وقت ہمارے ملک میں تین قسم کا نصاب مروج ہے جو ایک دوسرے سے کافی جدا اور مختلف بلکہ ایک دوسرے کے متضاد ہے جس کی وجہ سے تمام قوم ذہنی،فکری اور عملی انتشار کا شکار ہے اور تین قسم کی سوچ، فکر اور رویے جنم لے چکے ہیں۔

سکول و کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم میں سائنسی و مادی اور دنیوی علوم کو اہمیت دی جاتی ہے۔دینی تعلیم برائے نام دی جاتی ہے۔بی اے تک مطالعۂ پاکستان اور اسلامیات بطور لازمی مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔اسی طرح اسلامیات کا بطور اختیاری مضمون کے بھی مطالعہ کیا جاسکتا ہے مگر یہ تعلیم، فارغ التحصیل طلبہ کو اس قابل نہیں بناتی کہ وہ اسلامی اصولوں کے تحت کاروبار کرسکیں، باہمی میل جول اور لین دین کے معاملات سرانجام دے سکیں۔یہاں تک کہ نصاب میں شامل ان کتب میں کہیں احکامِ غسل اور طہارت کے مسائل کا بھی ذکر نہیں ہے۔

مدرسہ میں قرآن وحدیث اور فقہ کی اچھے پیمانے پر تعلیم دی جاتی ہے۔مدرسے کا فارغ التحصیل طالب علم اردو،عربی اور فارسی زبانوں میں خاطر خواہ مہارت رکھتا ہے۔اس کا تعلیمی معیار ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی اور ایم اے فارسی کے طلبا سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔تاہم، مدرسہ میں انگریزی، کمپیوٹر سائنس اور دیگر سائنسی و سماجی علوم کی تعلیم نہیں دی جاتی جس وجہ سے مدرسہ سے فارغ التحصیل سٹوڈنٹ امامت وخطابت کے علاوہ کسی بھی شعبۂ زندگی میں معقول روزگار اور مقام حاصل کرنے میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرتا ہے۔مدرسہ میں دینی تعلیم کے ساتھ تربیت اور کردار سازی کا اہتمام نہیں۔
صحیح بنیادوں پر قائم کسی خانقاہ میں ضروریات کی حد تک دینی تعلیم دی جاتی ہے اور اخلاقی تربیت اور کردار سازی کی کوشش کی جاتی ہے۔بعض خانقاہیں ایسی ہیں جن کے ساتھ مساجد اور مدارس بھی قائم ہیں اور وہاں اعلیٰ پیمانے پر دینی تعلیم کا اہتمام بھی نظر آتا ہے۔مشائخ میں سے بعض حضرات نے سائنسی، مادی اور دنیوی علوم کی سماجی وقومی اہمیت کے پیشِ نظر ان کی تعلیم کے لیے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ادارے بھی قائم کئے ہیں مثلاً منہاج القرآن یونیورسٹی اور محی الدین یونیورسٹی میں ان علوم کی تدریس کا اہتمام کیا گیا ہے۔تاہم، مجموعی طور پر خانقاہی نظامِ تعلیم، مدرسے کا نظامِ تعلیم اور سکول و کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر رائج جدید نظام تعلیم صحیح تعلیمی تقاضے پورے نہیں کررہے ہیں جس وجہ سے من حیث القوم ہم تنزلی کا شکار ہیں۔انہی ملّی مسائل اور کمزوریوں کے پیشِ نظر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ؎

تمدّن، تصوف، شریعت، کلام بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی یہ اُمّت روایات میں کھو گئی
لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب مگر لذّتِ شوق سے بے نصیب
بیاں اس کا منطق سے سلجھا ہوا لغت کے بکھیڑوں میں اُلجھا ہوا

وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد محبت میں یکتا، حمیّت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا یہ سالک مقامات میں کھو گیا
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے (113)

یہ بات بالکل واضح ہے کہ دین اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اس میں انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں اور معاملات کے بارے میں مکمل رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔اسلام دینِ فطرت ہے۔اسکے اصول اٹل اور ابدی ہیں۔یہ اصول خالقِ کائنات نے تعلیم فرمائے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ......الفرقان[25:6]

کہواس کتاب کواس ذات پاک نے نازل کیا ہے جوزمین اور آسمان کے بھید جانتا ہے۔

یورپ مادی علوم میں ترقی کی بدولت انسان اور کائنات کے روحانی تصور سے آشنا ہوا ہے۔وہاں ابھی روحانیت کی ابتدا ہے۔تمام علوم میں ترقی کی انتہا سے، بالآخر قرآن حکیم میں بیان کردہ اصول ہی درست ثابت ہوں گے۔جب ہمارے پاس کتابِ مبین ہے تو ہمیں اپنے ضابطۂ حیات کے لیے دیگر علوم اور اہلِ علوم کی اسلامی ضابطوں سے ہٹ کر پیروی کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

نظریہ حیات، نظریہ کائنات اور نظریہ تعلیم کا باہمی تعلق:۔خدا، انسان اور کائنات کا خالق ہے۔انسان کائناتِ اصغر ہے۔باقی سب موجودات، کائناتِ اکبر ہیں۔اگر ہم کائناتِ اصغر (انسان) کو پوری طرح سمجھ لیں تو گویا ہم نے کائناتِ اکبر کو پوری طرح سمجھ لیا۔اگر ہم کائناتِ اکبر کو پوری طرح سمجھ لیں تو پھر انسان کی حقیقت بھی پوری طرح سمجھ میں آجائے گی۔ان میں سے جب ایک کے بارے میں ہماری واقفیت بڑھے گی تو دوسرے کے متعلق بھی اسی نسبت سے بڑھے گی۔

خدا، کائناتِ اصغر (انسان) اور کائناتِ اکبر کے باہمی تعلق کا مطالعہ اسلامی نظریۂ حیات اور اسلامی نظریۂ کائنات کے تحت ہونا چاہیے۔تمام انبیائے کرام اسی نظریۂ حیات اور نظریۂ کائنات کی تعلیم دینے کے لیے تشریف لائے۔تمام آسمانی کتب میں اسلامی نظریۂ حیات اور اسلامی نظریۂ کائنات کی ہی تعلیم دی گئی ہے۔ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر مقصدِ حیات کی تکمیل

کے لیے تمام علوم کو اسی نقطۂ نگاہ سے دیکھنا، پڑھنا اور پڑھانا چاہیے۔مذہب ہماری زندگی ہے نہ کہ زندگی کا ایک حصہ۔

اسلامیات کی الگ مضمون کی حیثیت سے تعلیم دینے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ دیگر مضامین کی طرح اسلامیات بھی ایک مضمون ہے۔اس کا تعلق صرف گناہ وثواب اور جنت وجہنم کے معاملات سے ہے۔اس کا ہماری عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔اگر ہر ایک مضمون کی اسلامی نقطۂ نگاہ سے تعلیم دی جائے گی تو ہماری نوجوان نسل اسلامی نقطۂ نگاہ سے کھوٹے کھرے میں تمیز کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ان کی تحقیق وتنقید اور فہم وادراک کی صلاحیتیں نمو پائیں گی۔وہ خود اچھے تصورات ونظریات اور افکار و خیالات کو برے تصورات ونظریات اور افکار وخیالات سے تمیز کر سکیں گے۔دروغ سے موازنہ پر صداقت کا علم واضح اور صاف طور پر سامنے آجائے گا۔اسلامیات ایک عقلی علم ہے، محض نقلی (نقل وروایات پر مبنی) علم نہیں ہے۔موجودہ انسانی ونفسیاتی اور مادی وحیاتیاتی علوم پر نظر ثانی کر کے انہیں قرآن حکیم کی روشنی میں نئے سرے سے مدوّن کیا جانا چاہیے تا کہ ہمارے اساتذہ و طلبہ عصرِ حاضر کی تحقیقات، افکار اور نظریات کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے قبول یا مسترد کر سکیں اور لادینیت وگمراہی کا شکار نہ ہوں۔ ہمارے پرنٹ میڈیا (اخبارات، رسائل، جرائد) اور الیکٹرانک میڈیا (ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، وغیرہ) پر بھی اسی نقطۂ نظر سے تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ ہماری نوجوان نسل غیر اسلامی افکار اور ثقافت سے متاثر نہ ہو۔یہ عصر حاضر کی ضرورت اور یہ اربابِ حل وعقد کا اولین فریضہ ہے۔مشائخ عظام اور علمائے کرام پر عائد ہونے والی یہ نہایت اہم ذمہ داری ہے۔

صحیح نصب العینِ حیات (مقصدِ حیات) کا تعین انسان کی فطرت کی اشد ضرورت ہے۔انسان نصب العین حیات کے حصول کے لیے تعلیم حاصل کرتا ہے۔یہ نصب العین اس کی تمام تر محبت، توجہ اور جدوجہد کا مرکز بن جاتا ہے۔نصب العینِ حیات (مقصدِ حیات) سے نظریۂ حیات اور نظریۂ حیات سے مقصدِ حیات وجود پاتا ہے۔انسان اسی نظریۂ حیات کے مطابق نظریۂ تعلیم وضع کرتا ہے۔تعلیم اپنے اچھے یا برے نظریۂ زندگی کا انسان کو معتقد بنا دیتی ہے اور اعتقاد کو اس قدر پختہ کر دیتی ہے کہ وہ ایک مجنونانہ محبت یا عشق تک پہنچ جاتا ہے اور انسان کی ساری شخصیت کو جذب کر لیتا ہے۔انسان اس نظریۂ زندگی کی خاطر ہر قسم کی قربانیوں اور مشقتوں کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

ہر نصب العین (مقصدِ حیات) سے ایک مخصوص نظامِ تعلیم نکلتا ہے۔تعلیم کا مقصد اس نصب العینِ محبت کو کمال پر پہنچانا ہے۔اس لیے ہر نظامِ تعلیم اپنے مخصوص نصب العین کی تکمیل کے لیے مناسب ماحول مہیا کرتا ہے اور ایسے عوامل سے تحفظ فراہم کرتا ہے جو نصب العین کے حصول میں رکاوٹ ہوں۔

اہلِ مغرب کے نزدیک صرف روپیہ پیسہ کمانا ہی اصل نصب العینِ حیات (مقصدِ حیات) ہے۔انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لیے نظامِ تعلیم وضع کیا۔انہوں نے مذہب اور تعلیم کو الگ کر دیا۔انسان کے اخلاقی، روحانی اور ایمانی تقاضوں کو نظرانداز کر دیا۔اس ضمن میں پروفیسر ہیرلڈ ایچ ٹیٹس لکھتے ہیں:

''(مغرب میں) تعلیم نے اپنے آپ کو ماضی کے روحانی ورثے سے الگ کر لیا ہے مگر اس کا کوئی مناسب متبادل دینے میں ناکام رہی ہے۔نتیجتاً پڑھے لکھے افراد بھی ایقان و ایمان سے، زندگی کی اقدار کے صحیح احساس سے اور دنیا کے بارے میں کسی ناقابلِ شکست ہمہ گیر نقطہ نظر سے عاری ہیں''۔(114)

اپنے اس نظامِ تعلیم کی بدولت مغرب نے مادی خوشحالی تو حاصل کر لی مگر اخلاقی انحطاط، جنسی بے راہ روی، لادینیت اور مادیت کا شکار ہو گیا جس کے نتیجہ میں قلبی و ذہنی اطمینان بھی جاتا رہا۔اہلِ مغرب اپنی اس کج روی کی وجہ سے اخلاقی و سماجی اور روحانی لحاظ سے بالکل تباہ ہو چکے ہیں۔ان میں روز بروز خودکشی کی اور جرائم کی شرح بڑھ رہی ہے۔افسوس کہ اہلِ اسلام کی اکثریت بھی اندھادھند مغربی نظامِ تعلیم کی پیروی کر رہی ہے۔تمام تگ و دو مادی خوشحالی کے لیے ہو رہی ہے۔مذہب ہر شخص کا پرائیویٹ معاملہ بن کر رہ گیا ہے۔مذہب اور تعلیم کا رسمی سا تعلق باقی ہے۔عملی طور پر مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مذہب سے رہنمائی حاصل نہیں کی جا رہی۔ہمارا اصل مرض نصب العین کی محبت کا زوال ہے۔ہماری اخلاقی کوتاہیاں اس کا ثبوت ہیں۔غلط اور غیر اسلامی نظامِ تعلیم اس کا سبب ہے۔لہٰذا اس کا علاج صحیح اسلامی نظامِ تعلیم ہے۔

حاصلات	اسلامی نظامِ تعلیم/طرزِ زندگی	مغربی نظامِ تعلیم/طرزِ زندگی
دنیوی خوشحالی	✓	✓
دینی، دنیوی، آخروی فلاح	✓	×
مادی فلاح	✓	✓
روحانی فلاح	✓	×

تزکیۂ نفس	✓	×
تصفیۂ باطن	✓	×
تصفیۂ قلب	✓	×

اہلِ مغرب لادینیت کی وجہ سے صحیح نصب العینِ حیات (مقصدِ حیات) متعین کرنے میں ناکام رہے جس وجہ سے انسان معاشی و معاشرتی حیوان بن کر سامنے آیا۔ اس طرح ان کے نزدیک انسان، انسانیت کے دائرے سے نکل کر حیوانیت کے زمرے میں پہنچ گیا۔ انہوں نے یہ نظریہ دل و جان سے قبول کر لیا کہ انسان معاشرتی حیوان ہے اور وہ جائز و ناجائز طریقوں سے اپنے حیوانی، جبلّی تقاضے پورے کرنے پر مجبور ہے۔ ڈارون کا نظریۂ ارتقا ان کی اس کج فہمی کا ایک ثبوت ہے۔ اس نظریہ کی بدولت اہلِ مغرب عظمتِ انسانی کے اعلیٰ تصور سے محروم ہو گئے اور خود کو حیوان سمجھ بیٹھے۔ تصورِ حیات تبدیل ہونے سے ان کا نظریۂ حیات، نظریۂ کائنات اور نظریۂ تعلیم تبدیل ہو گئے۔ اس سے ان کا تمام دائرہ حیات حیوانیت کی تسکین کے جذبوں کے گرد گھومنے لگا۔

اسلام عظمتِ انسانی کا قائل ہے۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے علم (Knowledge) وہ ہے جو کردار میں نظر آئے۔ ایسا علم جس سے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب نہ ہو وہ علم نہیں بلکہ معلومات (Information) ہیں۔ ایسے افراد جو علم تو رکھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے قرآن پاک میں ان کو گدھے سے تشبیہہ دی گئی ہے جس پر علم کا بوجھ لادا گیا ہو۔ ایسے دنیادار عالم چوپایوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں جو احکاماتِ الٰہی کو یاد کرتے ہیں، ان کے معانی و مطالب کو سمجھتے ہیں مگر ان کا عمل اور کردار اس کے متضاد ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ الجمعہ [62:5]

اُن لوگوں کا حال جن پر تورات (کے احکام و تعلیمات) کا بوجھ ڈالا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا (یعنی اس میں اِس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر موجود تھا مگر وہ ان پر ایمان نہ لائے) گدھے کی مثل ہے جو پیٹھ پر بڑی بڑی کتابیں لادے ہوئے ہو، اُن لوگوں کی مثال کیا ہی بُری ہے جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ہے، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا ۝

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ الاعراف [7:179]

اور بے شک ہم نے جہنم کے لیے جنوں اور انسانوں میں سے بہت سے (افراد) کو پیدا فرمایا وہ دل (و دماغ) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سمجھ نہیں سکتے اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) دیکھ نہیں سکتے اور وہ کان (بھی) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سن نہیں سکتے، وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ گمراہ، وہی لوگ ہی غافل ہیں ۝

علم اور عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''فہم سے علم ہے اور علم سے عمل وجود میں آتا ہے۔اس طرح علم وعمل باری باری سے آتے ہیں''۔(115)

علم عمل کی اساس (بنیاد) اور روح ہے۔یہ عمل کا پیش رو اور عمل کی درستگی کا ضامن ہے۔جس طرح علم، بغیر عمل کے فائدہ نہیں دیتا۔اسی طرح عمل بغیر علم کے فائدہ نہیں دیتا۔علم اور عمل دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔سالک، ایمان، معرفتِ الٰہی اور حصولِ رضا کے کسی مقام و منزل میں علم وعمل سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

''سب سے بڑا جاہل وہ ہے جس نے اپنے علم پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا۔اور بہترین انسان وہ ہے جو خدا کے سامنے خشوع وخضوع اختیار کرے''۔

ایسا علم جو کتاب وسنت کے مطابق نہ ہو اور اس سے استفادہ نہ کیا جا سکے یا وہ کتاب وسنت کے سمجھنے میں مددگار ثابت نہ ہو یا ان کی طرف منسوب نہ ہو تو خواہ وہ علم کیسا ہی کیوں نہ ہو، رذیلت اور برائی کا مجموعہ ہے، باعثِ فضیلت نہیں بلکہ اس سے انسان دنیا اور آخرت میں ذلیل وخوار ہوگا۔(116)

علم وعمل اور اخلاص کے باہمی تعلق کے بارے میں حضرت شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''علم وعمل کا چولی دامن کا تعلق ہے اور عمل اخلاص کے ساتھ وابستہ ہے اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے علم اور عمل کے ذریعے اللہ کی رضامندی کا خواہاں ہو......''(117)

تصوف اسلام کے تمام ظاہری و باطنی پہلوؤں کی عملی تطبیق کا نام ہے۔جب سالک تصوف کے نصاب کے مطابق ضروری علم حاصل کر کے صدق، اخلاص اور محبت سے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے لیے سچے دل سے متوجہ الی اللہ ہوتا ہے۔علم کے مطابق اپنا عمل درست کرتا ہے۔عبادات سرانجام دیتا ہے۔معاملات احسن طریقے سے سرانجام دیتا ہے۔اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پاتا ہے اور اخلاقِ حسنہ سے متصف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مزید علم عطا فرماتا ہے۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

...وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ... البقرۃ[2:282] اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں علم عطا فرمائے گا۔

اس ضمن میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی ہمیشہ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب میں مشغول رہتا ہے۔وہ ہر وقت اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے سرِ نیاز خم رکھتا ہے۔اسے غلبۂ نفس محسوس ہو تو وہ اپنے مالکِ

حقیقی سے مدد کی درخواست کرتا ہے اور اس کی پناہ تلاش کرتا ہے۔ وہ ہمہ وقت اپنے مطلوب ومقصودِ حقیقی سے قلبی تعلق قائم رکھتا ہے۔ اس کی روح بلند مقامات قربِ الٰہی تک پہنچنے کی تگ ودو کرتی ہے مگر اس کا نفس اپنی فطرت کے مطابق عالمِ سفلی میں تہ نشین ہونا چاہتا ہے۔ اور پیچھے کی طرف لوٹتا ہے اس لیے صوفی کو (روح ونفس کی اس کشمکش میں) مسلسل جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے مالکِ حقیقی کی پناہ ڈھونڈتا ہے اور اپنے نفس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔ (118)

اہلِ حق کو علمِ تصوف (علمِ معرفت، علمِ حقیقت، علمِ روحانیت، روحانی سائنس) پر صدق واخلاص اور محبت کی بدولت عمل کی وجہ سے ہی فضیلت حاصل ہے۔ حضرت شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو عالم ہو وہ معلوم یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے۔ اب اس سے کون افضل ہو سکتا ہے؟ اور اس کی کیا قیمت لگائی جا سکتی ہے؟ اس لیے ہر علم کی قیمت اس کا معلوم ہے اور ہر عالم کا درجہ اس کا علم ہے...... حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو فرمایا:

''میں سمجھتا ہوں کہ اس مردِ خدا کے انتقال سے علم کے دس حصوں میں سے نو حصے ختم ہو گئے''۔ ان سے پوچھا گیا: ''آپ ایسی بات کر رہے ہیں حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ ابھی کثرت سے زندہ ہیں''۔ فرمایا: ''میری مراد وہ علم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، میری مراد علم باللہ سے ہے۔'' (119)

سیّد شاہ گل حسن قلندری قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جمیع علوم میں سے جس علم کا معلوم باقی علوم کی معلومات پر فضیلت رکھتا ہو۔ اسی قدر وہ علم اور اس کا عالم باقی اور علوم اور ان کے علماء پر افضل ہوگا...... سب سے افضل وبرتر ذاتِ باری تعالیٰ عزاسمہٗ ہے تو جس علم سے اس ذات کا عرفان ہو وہ علم اور اس کا عالم باقی سب علوم وعلماء سے افضل ہوگا اور وہ علم، علمِ معرفت ذاتِ الٰہی ہے جس کو تصوف وفقر کہتے ہیں اور اس کے عالم کو عارف وفقیر وصوفی۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علمِ معرفت وعارف کی فضیلت بیان فرمائی ہے......'' (120)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علم وعمل کو یکساں اہمیت دیا کرتے تھے۔ وہ دس آیتیں پڑھ کر دوسری دس آیتیں اس وقت نہیں پڑھتے تھے جب تک پہلی دس آیات کا علم حاصل نہیں کر لیتے اور اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دس (10) سال کی مدت میں سورہ بقرہ کو تفسیر وتاویل اور تفقہ کے ساتھ ختم کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اونٹ ذبح کیا اور لوگوں کی ضیافت کی۔ اس طرح ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے چار (4) سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق آٹھ (8) سال میں سورہ بقرہ پڑھی۔ (121)

قرآن وحدیث میں علم اور عمل دونوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ علم اور عمل اپنی نوعیت، ضرورت اور موقع محل کے مطابق ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان کا باہم جسم وجان کا سا رشتہ ہے۔ کبھی علم سے عمل فضیلت پاتا ہے تو کبھی عمل سے علم کی فضیلت کو تائید حاصل ہوتی ہے۔ فضیلتِ علم کے ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝۲۸ فاطر [35:28]

اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں، بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی

ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں، یقیناً اللہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہےo

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ الزمر [39: 9]

بھلا (یہ مشرک بہتر ہے یا) وہ (مومن) جو رات کی گھڑیوں میں سجود اور قیام کی حالت میں عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا رہتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے، فرما دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں۔ بس نصیحت تو عقلمند لوگ ہی قبول کرتے ہیںo

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۝ المجادلہ [58:11]

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ (اپنی) مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو کشادہ ہو جایا کرو اللہ تمہیں کشادگی عطا فرمائے گا اور جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ تو تم کھڑے ہو جایا کرو، اللہ اُن لوگوں کے درجات بلند فرما دے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم سے نوازا گیا، اور اللہ اُن کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہےo

فضیلتِ علم کے بارے میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو انسان حصولِ علم کے لیے کسی راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستہ کو آسان فرما دیتا ہے۔ ملائکہ اس کے عمل سے خوش ہو کر اپنے پر بچھا لیتے ہیں۔ زمین وآسمان کی مخلوق عالم کے لیے استغفار کرتی ہے۔ حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں۔ عالم کو عابد پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح چاند کو ستاروں پر۔ بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے، بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔ پس جس نے علم حاصل کیا۔ اس نے وافر حصہ پایا۔(122)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے ابوذر! تیرا ایک آیت کو سیکھنا سو رکعتیں پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور تیرا علم کے ایک باب کو سیکھنا ہزار رکعتیں پڑھنے سے بہتر ہے۔ خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو''۔(123)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: اَلْاَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ

''قیامت کے دن تین طرح کے لوگ شفاعت کریں گے: پہلے انبیاء، پھر علماء، پھر شہداء۔''(124)

مختلف روایات سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَاَلْهَمَهٗ رُشْدَهٗ

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اور رشد و ہدایت کا الہام

کرتا ہے۔''(125)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

''عالم بن جاؤ یا متعلم۔ یا علم کا سامع یا اس سے محبت رکھنے والا۔ ان چار کے علاوہ پانچواں شخص نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔''

حضرت عطار حمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے ہمارے لیے پانچویں شخص کی وضاحت کی ہے جس کا مجھے علم نہیں تھا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ''علم اور صاحب علم کے ساتھ بغض رکھے''۔(126)

شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی المکی ،قوت القلوب (جلد اول) کے صفحہ نمبر 524 پر فرماتے ہیں کہ جہاں علم کی عمل پر فضیلت اور برتری بیان کی گئی ہے وہاں اس سے مراد وہ اساسی اور بنیادی علم (خصوصاً علم باللہ تعالیٰ/علم باطن/علم تصوف) ہے جو کہ عمل سے بہتر ہیں۔ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ:

> ''.....علم باللہ دراصل ایمان کا ایک وصف ہے اور یہ یقین کا ایک مفہوم ہے کہ اس سے زیادہ قیمتی چیز آسمان سے نازل نہیں ہوئی۔ اس کے برابر کچھ چیز نہیں اور اس کے بغیر نہ کوئی عمل قبول ہوتا ہے اور نہ ہی صحیح ہوتا ہے اور یہ تمام اعمال کا معیار ہے۔ اسی مقدار پر تمام اعمال قبولیت میں ایک دوسرے سے زیادہ کم درجہ حاصل کرتے ہیں اور اس کی مقدار پر ترازو میں انہیں دوسروں سے بڑھ کر وزن ملتا ہے اور اسکی وجہ سے عالمین کو علیین میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں بڑھ بڑھ کر درجات حاصل ہوں گے۔''
>
> ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معلومات کا علم غیر حقیقی علم قرار دے دیا اور علم باللہ تعالیٰ کو دس میں سے نو حصہ فرمایا، علم ظاہر، اعمال پر کوئی زیادہ نہیں بڑھتا، اس لیے کہ یہ اعمالِ ظاہرہ میں سے ہے کیونکہ یہ صفتِ لسانی ہے اور یہ عام مسلمانوں کے لیے ہے۔ چنانچہ اس کا اعلیٰ مقام اخلاص ہے۔ اگر اخلاص نہ رہے تو یہ (علم نہیں بلکہ) دُنیا ہے جیسے کہ تمام دوسری شہوات (وخواہشات امورِ دنیا میں سے ہیں)۔
>
> اور علمِ باطن کے باعث اخلاص تو عالم باللہ کا پہلا حال ومقام ہے اور عارفین کے مقامات اور صدیقین کے درجات کی بلندیوں کی کوئی انتہا نہیں۔''(127)

علم وعمل اور اخلاص کو مقاصد اور درجات کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تفاوت کا یوں ذکر فرمایا ہے:

......وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ......المجادلۃ[58:11] جن لوگوں کو علم دیا گیا ان کے کئی درجے ہیں۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ......الانعام[6:132] الاحقاف[46:19]

ہر ایک کے ان کے اعمال کے اعتبار سے درجے ہیں۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ......الاسراء[17:21]

دیکھو تو ہم نے انہیں ایک دوسرے پر کیسے فضیلت دے رکھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''سب لوگ ایک جیسے ہیں جس طرح کنگھی کے دندانے۔ کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں اگر ہے تو علم اور تقویٰ کی وجہ سے''۔(128)

ہر دور میں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، اولیائے امت، علمائے حق) صوفیہ عظام نے علم و عمل کو بھرپور اہمیت دی۔ کوئی دور تھا کہ قریباً ہر محدث، فقیہہ، عالم، مسلم سائنسدان، انجینئر صوفی باعمل ہوتا تھا۔ عشقِ الٰہی، عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صوفیانہ صدق و صفا اور اخلاص فی العمل کی وجہ سے سب نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

تاریخ عالم اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں نے ابتدائی دور سے لے کر 900 ہجری تک ہر شعبۂ زندگی میں شاندار خدمات اور کارنامے سرانجام دیئے۔ تاریخ عالم کے ایک سو سے زائد چوٹی کے سائنسدانوں کا تعلق مسلمانوں سے تھا جبکہ دیگر اقوام میں معمولی سائنسدان نہ ہونے کے برابر تھے۔ حسن عبدالحکیم (چارلس لی گائی ایٹن) اسلام کے عروج و زوال کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات (جو عیسوی تقویم کے مطابق 632 میں ہوئی) کے بعد تقریباً ایک صدی کے اندر اندر مسلمانوں کی سلطنت چین کی سرحدوں سے لے کر بحرِ اوقیانوس تک، فرانس کی سرحدوں سے لے کر ہندوستان کی بیرونی حدود تک اور بحر کیسپیئن سے لے کر صحرا تک پھیل گئی تھی۔ یہ حیرت انگیز توسیع اِن لوگوں کے ہاتھوں عمل میں آئی جنہیں جزیرہ نمائے عرب سے باہر کی عظیم دنیا میں جاہل خانہ بدوش کہہ کر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ انہی بادیہ نشینوں نے تقریباً پینتالیس لاکھ مربع میل کا علاقہ تسخیر کیا اور شرق قریب، شمالی افریقہ اور اسپین میں عیسائیت کے مراکز کو سرنگوں کر لیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بازنطین کی رُومی سلطنت کو اپنے تحفظ اور بقا کی جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے مملکتِ ایران کو اسلام کے ایک مضبوط قلعے میں تبدیل کر دیا۔ انسانی تاریخ میں اس طرح کی فتح و نصرت کی دوسری مثال موجود نہیں۔

سکندر اعظم نے اپنی عظیم فتوحات سے قدیم دُنیا کی آنکھیں خیرہ کر دی تھیں مگر اپنے پیچھے اس کے سوائے چند داستانوں اور کتبوں کے کچھ نہ چھوڑا تھا جب کہ عربوں کا امتیاز یہ تھا کہ وہ جہاں سے گزرے وہاں اُنہوں نے ایک تہذیب، ایک تمدن بلکہ ایک پورا نظامِ زندگی تشکیل دے ڈالا جو آج بھی وقت کے تھپیڑے کھا کر زندہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے حتمی طور پر یورپ کی تاریخ کا ڈول ڈالا اور مشرق کے زرخیز میدانوں تک بہت عرصے اُن کی رسائی نہ ہونے دی؛ چنانچہ ردِ عمل کے طور پر صدیوں بعد اہلِ مغرب نے یورپی طاقت کی نشو و نما کے لیے مغربی اور جنوبی علاقوں میں مہم جوئی کا آغاز کیا۔ 720ء تک مسلمانوں نے یورپ میں کوہ پیرنیز کی عظیم بلندیاں عبور کر لی تھیں اور مغربی یورپ ان کے قدموں تلے پڑا تھا۔

جس سُرعت اور تیزی سے ساتویں اور آٹھویں صدی کی دنیا میں اہلِ اسلام نے خروج کیا وہ اپنی جگہ ایک انتہائی حیرت انگیز بات تھی مگر اس سے کہیں زیادہ حیران کُن یہ اَمر تھا کہ اس تمام حرب و ضرب کے باوجود ہمیں کہیں خون کے دریا بہتے نظر آئے نہ کھیت و کھلیان لاشوں سے اَٹے دکھائی دیئے۔ اگر عرب سپاہ اگلے شہنشاہوں کے لشکروں سے مختلف نہ ہوتی تو یقیناً یہ مظاہر دیکھنے میں آتے۔ مگر یہ تو ایسے لوگ تھے جن میں خوفِ خُدا، حد کو پہنچا ہوا تھا۔ اس انداز کی سلامت روی کا ہمارے اپنے زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایسے لشکری تھے جو ہر وقت خشیتِ الٰہی سے سہمے رہتے۔ وہ پیڑوں، درختوں، وادیٔ و کوہسار؛ حتیٰ کہ اجنبی دیسوں میں اُس مالک الملک کو اپنا نگراں پاتے اور سمجھتے کہ اس سے وہ کہیں چھپ نہیں سکتے۔ اُن کے فاتحانہ قدم وسیع و عریض دُنیا کو روندتے پھرتے تھے مگر اُن میں غرور اور تندخوئی نام کو نہ تھی۔ وہ اپنے رب کے حکم کے مطابق سلامت روی اور نرمی سے زمین پر خراماں تھے۔ دنیا میں کبھی کسی نے اس نوع کی فتوحات کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

فرانس کی سرزمین پر ناکام یلغار کے صدیوں بعد تک مغربی یورپ کے سر سے اسلامی تسلّط کا خطرہ ٹلا نہیں۔ اسلام پوری دنیا پر ایک غالب تہذیب کی حیثیت سے اُبھرا تھا جبکہ عیسائیت یورپی وایشیائی علاقے کے حصار میں محبوس تھی اور اس نے خود کو کبھی محفوظ نہیں سمجھا۔ اسے تحفظ جب ہی میسر آیا جب مسلمان خود ہی اپنے سب سے بڑے دشمن بن کر ایک دوسرے سے دست وگریباں ہو گئے۔

حملہ آور ارض فلسطین پر اُمنڈ کر آئے مگر کچھ ہی عرصے میں مار بھگائے گئے۔ پھر تیرھویں صدی میں منگول غول بیابانی کی طرح دنیائے عرب کو تاخت وتاراج کرنے میں مصروف ہوئے لیکن کچھ ہی عرصے میں وہ مشرّف بہ اسلام ہو کر اِس دین کے پاسبان بن گئے جسے وہ روندنے آئے تھے، عین اسی طرح جیسے ترک اسلام کے محافظ بن گئے تھے۔

1453ء میں قسطنطنیہ کی تسخیر ہوئی اور پھر بہت جلد ترکوں نے حصارِ یورپ کو زبردست چیلنج سمجھ کر قبول کر لیا۔ بلغراد 1521ء میں مفتوح ہوا اور دوسرے ہی سال جزیرہ رہوڈز ترکوں کے زیرنگیں آ گیا۔ 1530ء میں ترک سُلطان سلیمان عالیشان نے ہنگری پر خروج کیا اور موہاچ (Mohacs) کے مقام پر ہنگری کی فوج کو زبردست شکست دی۔ 1530ء میں فرانس کے بادشاہ فرانسس اوّل نے ہیپسبرگ (Hapsburg) خاندان کے بادشاہوں کے خلاف سلیمان عالی شان سے امداد طلب کی اور اٹلی پر خروج کے ترک منصوبے کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کے چند ہی سال بعد پروٹسٹنٹ عقائد رکھنے والے یورپ کے بادشاہوں نے پاپائے اعظم اور شہنشاہِ رُوم کے خلاف مسلمانوں سے ساز باز کی اور سلطان سلیمان نے جرمنی میں داخل ہونے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ترکوں کی جانب سے یورپ کے لیے یہ دھمکی کسی طرح کارگر نہ ہو سکی، کیونکہ اس وقت تک یورپ نے اسلامی دنیا کو اپنی طاقت کے حصار میں لے لیا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ جہاز سازی اور آتشیں اسلحہ میں اس کی شاندار ترقی تھی لیکن اس کے اس چیلنج میں بھی نو طویل صدیوں کا وہ ہراس وخوف شامل تھا جو اسلام سے لاحق رہا۔ یہ ڈر اور یہ خطرہ یورپ کے شعور پر ایک چھاپ بن کر ثبت ہو گیا تھا۔

1683ء میں عثمانی ترکوں نے آخری بار ویآنا کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت تک اُن کی قوت میں اضحلال واقع ہو چکا تھا جس کا عکس معاہدۂ کارلوچ (Carlowitz) میں، جس پر 1699ء میں دستخط ہوئے، دیکھا جا سکتا تھا اور چند برسوں سے عالمِ اسلام (اگر اب کہنا درست ہو) ہمیشہ اپنی مدافعت اور تحفظ پر کمربستہ رہا اور اَب اس کا دفاعی حصار بھی ٹوٹ رہا تھا۔‘‘(129)

مذکورہ بالا حقائق اور تمام تاریخِ اسلام کے بغور مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ایمان وایقان، علم و عرفان میں بھرپور دلچسپی، جہدِ مسلسل وعملِ پیہم اور باہمی اتحاد ویگانگت کی بدولت ہر شعبۂ زندگی میں بھرپور کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور شاندار کامیابیاں حاصل کی۔ دین اسلام سے دوری، علم وعرفان سے عدم دلچسپی، بے عملی اور باہمی نفاق و عدم اتفاق کی وجہ سے وہ انحطاط کا شکار ہو گئے۔ گزشتہ چار پانچ صدیوں میں عبدالقدیر خان کے نام کے سوا کوئی اہم مسلمان سائنسدان مسلم دنیا میں نظر نہیں آتا جس کے تجربات سے عالم اسلام مستفید ہوا ہو۔ اس زوال سے چھٹکارا پانے کے لیے ہمیں اپنے پیارے دین اسلام کے حقیقی تقاضے سمجھ کر ان کے مطابق اپنی کردار سازی کرنا ہو گی تا کہ ہم اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو پا سکیں۔ ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (130)

تبدیلی واصلاح کا عمل انفرادی سطح سے شروع ہو گا۔ افراد کی اصلاح سے معاشرہ کی اصلاح ہو گی۔ اس طرح ہم من

حیث القوم عظمتِ رفتہ کو پھر سے حاصل کرلیں گے۔اس ضمن میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ صوفی کو تمام کاموں کے دوران اپنے احوالِ قلبی پر نگاہ رکھنی چاہیے اور توازن واعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔حصولِ علم کے سلسلہ میں مطالعۂ کتب کے لیے اگر پہلے سے استخارہ کرلیا جائے تو اچھا ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ ازراہِ عنایت اس پر فہم وتفہیم کا دروازہ کھول دے گا، اسکے باطنی حواس (روحانی سمع وبصر اور تعقل و فہم) کام کرنے لگیں گے۔اس طرح باطنی اسرار منکشف ہوں گے۔علم کے ساتھ حکمت بھی عطا ہوگی۔اسی فہم وفراست کی فضیلت کی طرف قرآن حکیم کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ الانبیاء[21:79]

ہم نے اس کے بارے میں (حضرت) سلیمانؑ کو سمجھا دیا اور ہم نے ہر ایک کو حکمت اور علم دیا۔

حکمت علم ہی کا اعلیٰ روحانی تصور ہے۔انسان کی فضیلت علم سے ہے اور علم کی فضیلت حکمت سے وابستہ ہے۔حکمت کے لغوی معنی راز اور بھید کے ہیں۔اس سے مراد وہ نورِ بصیرت اور دانائی ہے جس سے رازِ انسانی اور سرِّ سبحانی عیاں ہوتا ہے۔تفسیر حسینی، جواہر التفسیر، تفسیر بحر الحقائق اور فصوص الحکم میں بیان ہوا ہے کہ حکمت سے مراد ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کا علم اور معرفت الٰہی ہے۔دین اسلام میں حکمت کو خیر کثیر قرار دیا گیا ہے اور علم وحکمت کے تعلیم وتعلم کے لیے تزکیۂ نفس اور تزکیۂ قلب کو لازم قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد ہی علم وحکمت کی لامتناہی قوت اور خیر کثیر سے بھرپور مادی ونفسی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر علم الکتاب کے بعد حکمت اور کئی مقامات پر تزکیہ اور تعلیم وتربیت کے بعد اور تنہا اس کا نام لیا گیا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے:

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝ النساء[4:54]

تو بے شبہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو کتاب اور حکمت دی اور بڑی سلطنت بخشی۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی نسبت فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ......اور یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت دی تھی۔لقمان[31:12]

اس کے علاوہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں سورہ بقرہ آیت 251، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سورہ الزخرف آیت 63 اور المائدہ آیت 110، جب کہ جملہ انبیاء کرامؑ کے بارے میں سورہ آل عمران میں فرمایا گیا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ آل عمران[3:81]

اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ جو میں تم کو کوئی کتاب اور کوئی حکمت دوں۔

سورہ البقرہ میں اسے خیر کثیر کہا گیا ہے۔

......وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ ......البقرۃ[2:269]

جس کو حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کی گئی۔

قرآن کے بعد احادیث مبارکہ میں بھی ''حکمت'' کا متعدد جگہ پر ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ''کیا ہی خوش عطیہ ہے اور کیا ہی خوب سوغات حکمت کا بول ہے جسے تم نے سنا اور یاد کرلیا پھر اپنے مسلمان بھائی سے ملے اور اسے بھی سکھا دیا۔ ایسا ایک عمل سال بھر کی عبادت کے برابر ہے۔(131)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''حکمت، عزت دار آدمی کو زیادہ عزت بخشتی ہے اور غلام کو بلند کرتے کرتے بادشاہوں کے تخت پر بٹھا دیتی ہے۔(132)

ایک اور مقام پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا۔ لوگو! نااہلوں کو حکمت نہ دو کہ یہ حکمت پر ظلم ہے اور اہلوں سے حکمت کو باز نہ رکھو کہ یہ ان پر ظلم ہے۔(133)

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ ''حکمت مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں بھی ملے وہ اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ (134)

سورہ جمعہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ الجمعہ [62:2]

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ○

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء ورُسل سورہ جمعہ میں بیان کئے گئے چاروں بنیادی کاموں، تلاوتِ کتاب، تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب، کتاب کی تعلیم اور دانائی وحکمت کی تعلیم دینے کے لیے ہی تشریف لائے۔

تلاوتِ کتاب سے مراد غور وفکر کے ساتھ قرآن حکیم کا مطالعہ کرنا ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات پر تدبر وتفکر اور صدق و اخلاص اور محبت سے اپنے روحانی مربی اور سرپرست کی نگرانی ورہنمائی میں ان تعلیمات پر عمل کرنے سے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب ہوتا ہے۔ اس تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب کے بعد جب ذات وصفاتِ باری تعالیٰ میں غور وفکر کیا جائے تو علم لدنی حاصل ہوتا ہے جسے دانائی وحکمت بھی کہتے ہیں۔ اس دانائی وحکمت کی بدولت ذات باری تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ بندہ، خاص بندۂ خدا بن جاتا ہے۔ تمام صوفیہ عظام اسی مقصد کے لیے تعلیم وتربیت حاصل کرتے ہیں اور سائلین کو بھی اسی مقصد سے اور انبیاء کے اسی طریقے کے مطابق تعلیم دیتے ہیں۔ اسی لیے اصطلاحی لحاظ سے تصوف کو حکمتِ عملی اور حکمتِ نظری قرار دیا جاتا ہے۔

موجودات چاہے وہ خارج میں ہوں یا باطن میں، زمانی ہوں یا مکانی، ان سب کی حقیقت اللہ ہی ہے اور یہ بات قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور خطبۂ الہ آباد میں اس حقیقت کا اظہار اس طرح سے کیا تھا کہ

''مذہبِ اسلام کی رو سے خدا اور کائنات، کلیسا اور ریاست اور روح اور مادہ ایک ہی کل کے مختلف اجزا ہیں۔''(135)

انسان کی حقیقت اس کا مادی جسم یا اس کی حیوانی جبلتیں نہیں بلکہ اس کا شعور، اس کی خودی یا باطنی روحانی شخصیت ہے۔ جسے ہم انسان کہتے ہیں۔ وہ یہی باطنی روحانی شخصیت (انسان کی خودی) ہے۔ اس سے مراد ہڈیوں، پٹھوں اور گوشت پوست کا وہ ڈھانچا نہیں جو اس کا خادم ہے ؎

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ ما بقی تو پوستی و ریشۂ

اس ضمن میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قالب از ماہست نے ما ازو

ڈاکٹر محمد رفیع الدین (پی ایچ ڈی) فرماتے ہیں:

''......انسان کی اعلیٰ ترین سرگرمیاں جو اس کی خصوصیت ہیں مثلاً ضمیر، عقل وفکر، محبت، تصورات ونظریات، مذہب، فلسفہ، اخلاق، سیاست، علم اور ہنر انسان کی خودی کی سرگرمیاں ہیں اور انسان کی جسمانی یا حیوانی جبلتیں خودی کی خدمت گزار اور حاشیہ بردار ہیں۔ چونکہ انسان کی تعلیم اور تربیت سے مراد اس کی خودی کی تعلیم وتربیت ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ تعلیم اور تربیت کی تمام صورتیں اس غرض وغایت کے تحت ہوں......''(136)

جدید سائنسی علوم (علم الحیات، علم الطبیعات، علم نفسیات، مابعد النفسیات اور مابعد الطبیعات، وغیرہ) میں ہونے والی حالیہ پیش رفتوں کی وجہ سے مغربی مفکرین بھی حقیقتِ انسان اور حقیقت کائنات کے اسلامی نظریہ سے متفق ہو گئے ہیں

اور وہ حقیقی قلبی اطمینان اور سکون کے حصول کی خاطر روحانیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کی نشوونما، تندرستی اور بقا کے لیے کچھ فطرتی تقاضے اور ان کی تسکین کے ذرائع متعین فرمائے ہیں۔ انسان اپنی بقا اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق صحت اور قوت بخش غذائیں استعمال کرتا ہے۔ مضرِ صحت اشیاء سے گریز کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں صحت و تندرستی اور بقا پاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خودی کی صحت و تندرستی اور نشوونما کے لیے فطرتِ انسانی کو کچھ تقاضے عطا فرمائے ہیں اور ان فطرتی تقاضوں کی تسکین کے لیے اصول و ضوابط مقرر فرمائے ہیں جن کی پابندی سے نفسیاتی (psychological)، ذہنی (mental) اور قلبی و روحانی (spiritual) صحت عطا ہوتی ہے۔

جس طرح بیماری جسم کی صحت کو خراب اور برباد کر دیتی ہے، اسی طرح نفسی خرابیاں اور اخلاقی بیماریاں خودی کے اطمینان کو برباد کر دیتی ہیں۔ جب جسم طاقتور ہوتا ہے تو بیماری پر فتح پاتا ہے اور بیماری اس میں جڑ نہیں پکڑ سکتی۔ اسی طرح جب خودی طاقتور ہوتی ہے تو وہ بدی پر فتح پاتی ہے اور بدی اس میں جڑ نہیں پکڑ سکتی۔

جس طرح جسمانی صحت کے لیے متوازن اور معتدل غذا، صحت بخش ماحول، ذہنی سکون اور معقول حد تک ورزش و ریاضت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح روحانی صحت کے لیے، خودی کی نشوونما کے لیے تمام اوصافِ حُسن (attributes of beauty) سے متصف ایک مکمل تصورِ حسن کی ضرورت ہے جس کی محبت سے اسے اطمینانِ قلب حاصل ہو۔

باطنی روحانی شخصیت (خودی) کی صحت اور قوت کے لیے اوصافِ حسن کی حیثیت وہی ہے جو جسم کی صحت اور طاقت کے لیے متوازن اور معتدل غذا کی ہے۔ جس طرح غذائی ضروریات پوری نہ ہونے پر جسم مرجاتا ہے اسی طرح روح کے تقاضے پورے نہ ہونے پر اور ضروری اوصافِ حسن کے بغیر خودی مایوس اور پژمردہ ہو جاتی ہے۔

جس طرح ہر غذا جسم کی صحت اور قوت کی ضامن نہیں ہو سکتی، اسی طرح ہر تصورِ حسن خودی کی صحت اور طاقت کا ضامن نہیں ہو سکتا بلکہ وہی تصورِ حسن خودی کی نشوونما کا باعث ہو سکتا ہے جو انسانی خودی کے تقاضائے حسن بدرجہ کمال پورے کر سکے۔ یہ مکمل تصورِ حسن اس کائناتی خودی کا تصور ہے جو اس کی تخلیق کا سرچشمہ ہے اور جسے ہم "اللہ" کہتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ہوا، پانی، روشنی اور دیگر وسائل فراہم فرمائے اسی طرح تمام روحانی تقاضوں کی تکمیل کے لیے، مکمل تصورِ حسن کی تعلیم کے لیے سلسلہ نبوت قائم فرمایا جس کی مکمل صورت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت ہے جن پر قرآن حکیم نازل ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے خودیٔ کائنات یا کائنات کا مکمل تصورِ حسن پیش کیا ہے جو انسانی خودی کی تمام فطرتی و نفسیاتی ضروریات کو بدرجۂ کمال پورا کر سکتا ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ الروم [30:30]

دینِ اسلام انسان کی وہی فطرت ہے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا۔

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ طٰہٰ [20:8] الحشر [59:24] تمام اوصافِ حسن کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

جسمانی صحت و تندرستی اور قوت اس بات کا ثبوت ہے کہ جسم کے غذائی تقاضے اچھے طریقے سے تکمیل پا گئے ہیں۔ اسی طرح حسنِ مکمل کی محبت کو پانے اور اس کے تقاضے پورے کرنے سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے جو کسی اور تصور سے ممکن نہیں۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝ الرعد [13:28]

یاد رکھو کہ اللہ (محبوبِ حقیقی) کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

کامیاب ترین، اعلیٰ ترین، تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ انسان وہی ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ (جو کہ مکمل تصورِ حسن و محبت ہے) کو اپنا مقصدِ حیات اور مقصدِ تعلیم بنائے، اسے درجۂ کمال تک پہنچائے، ذاتِ حق کی محبت کا عملی مظاہرہ کرے اور اس تصور کی محبت اور اس کے اوصاف کی محبت بحیثیت استاد کے طالب علموں کے دل میں بھی پیدا کرے اور ان کی عملی زندگی بھی اس محبت کا ثبوت بنا دے۔

اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حُسن سے پیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے میں حُسن پیدا فرمایا ہے اور ساتھ ہی ہر شے کو حُسن سے محبت کا جذبہ عطا فرمایا ہے۔ ہر انسان اس فطرتی تقاضے کی وجہ سے چاہے اور چاہے جانے کی خواہش رکھتا ہے۔ اکثر انسان اپنی لاعلمی کی وجہ سے مکمل تصورِ حسن اور پیکرِ محبت تک جو، اُن کے لیے صحیح اور مکمل غذا کا حکم رکھتا ہے، رسائی نہیں پاتے۔ انہیں جہاں کہیں حسن کی جھلک نظر آتی ہے اسے مکمل تصورِ حسن تسلیم کر لیتے ہیں اور شعوری یا غیر شعوری طور پر لیکن ہر حالت میں غلط طور پر اس سے تمام صفاتِ حُسن منسوب کر دیتے ہیں۔ انسان کسی غلط تصور سے بھی اس وقت تک محبت نہیں کر سکتا جب تک وہ اس کی طرف ان تمام صفاتِ حسن کو منسوب نہ کر دے جو صرف مکمل تصورِ حسن میں موجود ہیں اور جن کی تمنا (خواہش، طلب) اس کی فطرت کے اندر ودیعت کی گئی ہے۔ ایسا کرنے کے بعد وہ اپنے غلط اور غیر مکمل تصورِ حسن سے بھی اس طرح محبت کرتا ہے گویا وہ سچ مچ صحیح اور مکمل تصورِ حسن ہے۔ اس ضمن میں مرشدِ من، حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''......عوام اہلِ تقلید لوگ اس مشرب میں بڑی بھاری لغزش کھاتے ہیں اور کائنات کی ہر شے (یا کسی ایک شے) کو ذاتِ واجب الوجود کا مظہر خیال کر کے (اس نامکمل تصورِ حسن سے محبت کرنے) اُس کے پوجنے اور پرستش کرنے کا جواز نکال لیتے ہیں۔ چنانچہ حُسن پرستی، بُت پرستی، پیر پرستی، قبور پرستی، سورج پرستی، آتش پرستی، اوتار پرستی، بادشاہ پرستی، غرض تمام غیر پرستی کے (غلط) جواز یہاں سے نکلتے ہیں......'' (137)

محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی تعریف کی جائے۔ اس کے سامنے عجز و انکسار کا اظہار کیا جائے۔ اس کا ادب و احترام کیا جائے۔ اس کے لیے ہر ممکن قربانی دی جائے۔ اس کے حصول کی خاطر ہر ممکن کوشش کی جائے۔ یہ محبت انسان کے تمام جذبات و احساسات اور اعمال و افعال کا محور و مرکز بن جاتی ہے۔ انسان اپنے محبوب کے حصول کے لیے، اس کے قرب و رضا کے حصول کے لیے اس کے پسندیدہ اعمال اور امور اختیار کر لیتا ہے اور اس کے ناپسندیدہ اعمال اور امور ترک کر دیتا ہے۔ اس طرح انسان اپنے تصورِ حسن، نصب العین اور مقصدِ حیات سے ایک قانونِ اخلاق یا ضابطۂ عمل اخذ کرتا ہے۔ اگر نصب العینِ حیات (مقصدِ حیات، مطلوب و مقصودِ حیات) صحیح ہو تو یہ قانونِ اخلاق یا ضابطۂ اوامر و نواہی بھی صحیح ہوتا ہے، ورنہ غلط ہوتا ہے۔

ایک تصورِ حسن یا نصب العینِ حیات رکھنے والے افراد مشترکہ محبت اور باہمی مفادات سے مجبور ہو کر ایک گروہ یا جماعت تشکیل دیتے ہیں۔ وحدت اور تنظیم کی بدولت یہ جماعت ایک طاقتور تنظیم، تحریک اور ریاست کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس گروہ، تنظیم یا ریاست کی تمام سیاسی، فوجی، اقتصادی، قانونی، تعلیمی، سماجی اور علمی سرگرمیاں ان کے نصب العینِ حیات کے مطابق درست یا غلط ہوتی ہیں۔ اگر نصب العینِ حیات (مقصدِ حیات، تصورِ حسن) درست ہو تو یہ سرگرمیاں بھی

درست ہوتی ہیں، ورنہ غلط ہوتی ہیں۔اسی طرح یہ سلسلہ نسل درنسل، صدیوں تک جاری رہتا ہے۔اشتراکیت، جمہوریت، انگریزی قومیت، ہندی قومیت، امریکی قومیت، سب کے سب غلط نصب العین ہیں۔ جب کسی فرد، جماعت، گروہ، تنظیم یا ریاست کو اپنے نصب العینِ حیات کی کمزوری، خامی یا نقص کا علم ہوتا ہے تو وہ اپنے تقاضائے حسن کو مطمئن کرنے کے لیے ایک اورتصوراختیار کرلیتا ہے۔اس طرح سے ہر غلط تصور آخر کار ناتسلی بخش اور ناپائیدار ثابت ہوتا ہے۔

ہر انسان اللہ تعالیٰ سے، اس کی صفاتِ حسن سے فطری محبت رکھتا ہے۔ان صفات کے لیے وہ فطرتی طور پر کشش محسوس کرتا ہے خواہ اس کا تصورِحسن صحیح ہو یا غلط اور وہ مومن ہو یا کافر۔محبتِ صفات کی وجہ سے انسان علم کی تلاش میں سرگرداں ہوجاتا ہے۔علم کی تلاش دراصل سچائی، صداقت یا حق کی جستجو ہے۔حسنِ ازلی سے محبت کے نتیجہ میں ہنر یا فن (art) جنم لیتا ہے۔ جب ہم کسی ظاہری واسطہ کے ذریعے سے حسن کا اظہار کرتے ہیں تو اسے شعر کہتے ہیں۔ جب سنگ و خشت میں حسن کا اظہار کرتے ہیں تو اسے بت سازی اور تعمیر کا نام دیا جاتا ہے۔اسی طرح مصوری، نقاشی، خطاطی، موسیقی، رقص اور دیگر فنون اور شہ پارے تخلیق ہوتے ہیں۔

فنونِ لطیفہ کی دو اقسام ہیں۔ایک عینی، یعنی آنکھ سے متعلقہ اور دوسرے 'سماعی' یعنی 'کان' سے متعلقہ۔فنِ تعمیر، بت تراشی اور مصوری عینی فنونِ لطیفہ ہیں۔شاعری اور موسیقی 'سماعی فنونِ لطیفہ' ہیں۔قرآن حکیم، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، تاریخِ عالم اور تاریخِ اسلام کے عمیق مطالعہ اور فطرت کے گہرے مشاہدہ ومطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا فن وادب قابلِ تحسین ہے جو دلوں کو گرمائے، صداقت پر مبنی ہو، راست گوئی کی تعلیم دے، آزادی کے ماحول میں تخلیق ہو اور آزادی رائے پر مبنی ہو۔ایسا فن وادب جس سے سوزِ دل حاصل نہ ہو، حق گوئی وبے باکی اور آزادئ افکار کا درس اور تعلیم نہ ملے، بالکل بیکار ہے۔ایسا فن وادب جو دروغ گوئی پر مبنی ہو، جس سے حروف و یاس اور افسردگی و پژمردگی کے احساسات پیدا ہوں، جو خودی کو کمزور کریں، کاہلی، غفلت، گریز، فرار، کم ہمتی، غلامی کا درس دیں، تباہ کن اثرات کے حامل ہوں وہ افراد و قوم کے لیے زندگی نہیں بلکہ موت کا پیغام ہیں ؎

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا (138)

عہدِ جاہلیت کے شاعر امرالقیس کی شاعری کے موضوعات عیش وعشرت، مے خواری اور لہو ولعب تھے جبکہ اسی دور کے شاعر عنترہ کی شاعری بامقصد تھی۔اس کے ایک شعر کی حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تعریف فرمائی جس میں اس نے محنت کرنے اور حلال کی روزی کمانے کی تلقین کی تھی۔حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے ملاقات کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ جبکہ امرالقیس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہنم رسید کیے جانے والے شاعروں کا سردار قرار دیا۔(139)

اپنے مقصد اور نصب العین سے محبت کا تقاضا ہے کہ انسان حصولِ مقصد کے لیے علم سیکھے، جدوجہد اور کوشش کرے۔ مقصد سے لگن اور جہدِ مسلسل کی وجہ سے علم، ہنر کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔مقصد اعلیٰ ہو تو اسے حاصل کرنے کے لیے اعلیٰ علم کی ضرورت ہوگی، حسنِ عمل اور حُسنِ اخلاق کی ضرورت ہوگی۔ یہی اعلیٰ علم، اعلیٰ ہنر کو جنم دیتا ہے۔

گویا نصب العینِ حیات (مقصدِ حیات) کا انسانی علم وعمل، ہنر وفن اور اخلاق وکردار سے گہرا تعلق ہے۔ ہر انسان

کی زندگی کا حقیقی نصب العین ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ اکثر لوگ اس حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے اور زندگی بھر غلط نظریہ، سوچ یا مقصد کی خاطر تگ و دو کرتے رہتے ہیں۔

دینِ اسلام ہمیں واضح مقصدِ حیات سے آگاہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مطلوب و مقصود اور موجود و معبودِ حقیقی ہے۔ کائنات کی ہر شے اس حُسنِ ازلی کی محبت کے گن گاتی ہے۔ ہر انسان اس حُسن کی تلاش میں ہے، اس کی محبت میں سرشار ہے۔ وہ انسان جو اس صحیح نصب العینِ حیات (مقصدِ حیات) کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے وہ بفضلِ تعالیٰ کامیاب زندگی گزارتا ہے۔ اگر کسی کے دل و دماغ پر غلط اور ناقص نصب العین مسلط ہو جائے تو اسکی ساری زندگی غلط راستے پر چل نکلے گی۔ وہ فرض، نیکی، سچائی، آزادی، انصاف اور اس جیسی دوسری اقدار کا مفہوم غلط سمجھے گا اور وہ مفہوم وہی ہوگا جو اس کا غلط نصب العین تلقین کرے گا۔ زندگی کے غلط نصب العین جہاں جہاں موجود ہیں، غلط تعلیم کا نتیجہ ہیں اور غلط تعلیم جہاں جہاں موجود ہے غلط نصب العین کی محبت پیدا کر رہی ہے۔ ہر نصب العین سے ایک مخصوص نظامِ تعلیم نکلتا ہے اور ہر نظامِ تعلیم ایک مخصوص نصب العین کی محبت پیدا کرتا ہے۔

عزیزانِ من! اہلِ مغرب کی طرح، اہلِ اسلام نے بھی مادی خوشحالی اور ترقی کو مقصدِ حیات بنالیا ہے۔ اسلام مادی خوشحالی اور ترقی سے منع نہیں کرتا مگر اصل مقصدِ حیات یعنی معرفتِ الٰہی اور قرب و رضا باری تعالیٰ کے حصول کے مقصد کو نظر انداز کر کے صرف مادی خوشحالی و ترقی کے لیے کوشش کرنا، عین جہالت ہے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ ایک مسلمان کو ہر حال میں مقصدِ حیات پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ اسے مقصدِ حیات کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور اسکے ساتھ ہی ہر شعبۂ زندگی میں ترقی و خوشحالی کے لیے بھی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اسلام میں دین و دنیا کی تفریق نہیں ہے۔ اگر ہم دین کو یکسر نظر انداز کر کے دنیاوی معاملات سرانجام دیں گے تو دینی و دنیاوی اور اُخروی لحاظ سے ناکام رہیں گے۔ اگر ہم دین کے مطابق تمام امور سرانجام دینے کی کوشش کریں گے تو بفضلِ تعالیٰ ہر شعبۂ زندگی میں بھرپور کامیابی حاصل کریں گے اور دینی و دنیاوی اور اُخروی لحاظ سے فلاح پائیں گے۔

صوفیہ کرام اور اولیائے عظام نے اسی اصول کے تحت زندگی بسر کی اور اسی اصول کے تحت تصوف کا نظامِ تعلیم و تربیت مرتب کیا۔ اس نظامِ تعلیم و تربیت میں مُرشدِ کامل اپنی نگاہ اور توجہ سے سالک کے دل میں حُسنِ ازلی کی محبت پیدا کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ محبت میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ عشق کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ حُسنِ ازلی کا عشق اسے ہر شے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ عشق سے ایک ایسا انہماک جنم لیتا ہے جس کی موجودگی میں دوسری اشیاء کی طرف انسان کی توجہ از خود ختم ہو جاتی ہے۔ صوفیہ کے نزدیک عشق مذہب کا جوہر بھی ہے اور عبادت اس عشق ہی کی ایک صورت ہے۔ عشق کی بدولت ایک مرکز پر تمام توجہ مرکوز ہونے کی وجہ سے سب چھوٹی چھوٹی خواہشات ایک بڑی خواہش میں ضم ہو جاتی ہیں جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہے۔ جدید نفسیات نے تصدیق کی ہے کہ خواہش کو دبایا تو جا سکتا ہے مگر اسے مارا نہیں جا سکتا اور جب اسے دبا دیا جائے تو اخراج کا ایک راستہ بند ہونے پر وہ اخراج کے سو راستے دریافت کر لیتی ہے۔ لہٰذا ذہنی اور جذباتی صحت کے لیے ضروری ہے کہ خواہشات کو دبانے کے بجائے ان کی تہذیب کی جائے۔ تصوف بھی یہی کچھ کرتا ہے کہ ''حُسنِ ازل'' کو مرکزِ نگاہ بنالیتا ہے اور پھر جملہ خواہشات کی قوت عشق کی قوت میں منتقل ہو جاتی

ہے۔(140)

تصوف میں پہلا درجہ حُسن کے ظہور سے متعلق ہے۔تصورِ حُسن کی صحیح تفہیم نہایت ضروری ہے۔اس کی غلط تفہیم کی وجہ سے اکثر انسان زندگی بھر گمراہی کا شکار رہتے ہیں اور اس طرح حقیقی مقصدِ حیات کی تفہیم اور تحصیل کے بجائے غلط تصورات کی خاطر اپنی تمام تر کوششیں اور توانائیاں صرف کر دیتے ہیں۔نتیجہ میں وہ خسارے کی زندگی بسر کر کے دنیا سے ناکام و نامراد چلے جاتے ہیں اور انہیں اس امرِ حقیقی کا احساس تک بھی نہیں ہوتا ۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا (141)

تصورِ حُسن کے ضمن میں ڈاکٹر وزیر آغا نے کیا خوب لکھا ہے، فرماتے ہیں:

''......عام زندگی میں بھی بقائے نسل کا سلسلہ اس جذبے کا مرہونِ منت ہے جو محبوب کے سراپا کو دیکھ کر عاشق کے دل میں کروٹ لیتا ہے اور پھر اسے بے دست و پا کر کے رکھ دیتا ہے۔محبوب کی یہ کشش محض جسم کی سطح تک رہے تو جنسی کشش کہلائے گی اور اگر اس کی تہذیب کی جائے تو محبت کی لطافت میں تبدیل ہو جائے گی اور اگر اس محبت میں اتنی شدت پیدا ہو جائے کہ عاشق کے لیے محبوب کی ذات کے سوا اور کچھ باقی نہ رہے تو اسے عشق کا نام ملے گا......''(142)

جب کوئی شخص حقیقتِ اولیٰ کو حُسنِ ازل کے روپ میں دیکھتا ہے تو جس طرح مادی دُنیا کا عاشق اپنے محبوب کے حُسن پر نثار ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح وہ حُسنِ ازل کی ڈور سے بندھ کر جذب اور وجد کے مدارج سے گزرتا ہے۔یہ عشق اپنے مزاج اور کارکردگی کے اعتبار سے مادی سطح کے عشق سے نہ صرف مشابہ ہے بلکہ جب کوئی صوفی فن کے ذریعے عشق کا اظہار کرتا ہے تو اس خاص زبان کو بھی بڑی فراخدلی سے استعمال کرتا ہے جو مادی سطح کی محبت کے سلسلے میں مستعمل ہے۔فارسی اور اردو شاعری کے صوفی شعرا کے ہاں جنسی تلازمات کے ذریعے ہی عشق کی ساری داستان بیان ہوئی ہے۔ایسی شاعری کا بیک وقت جنسی پہلوؤں کے اعتبار سے بھی تجزیہ ہو سکتا ہے اور عارفانہ پہلوؤں کے اعتبار سے بھی۔اصل بات جذبہ ہے جسے تہذیب اور تطہیر کی بدولت صحیح سمت مل جاتی ہے۔

صوفیہ کے نزدیک عشق مذہب کا جوہر ہے۔عبادت اس عشق ہی کی ایک صورت ہے۔عشق شرابِ حیات ہے۔یہ وجد کی اس حالت تک لے جاتا ہے جو خدا کے قُرب میں موجود ہوتی ہے۔یہ سچا عشق ہے جو تمام خود غرضانہ مقاصد سے مبرّا ہے۔عاشقوں میں سے کسی ایک سے پوچھا گیا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں کے ارادے ہیں، تو اس نے جواب دیا کہ وہ اپنے محبوب کے پاس سے آیا ہے اور محبوب کی طرف جا رہا ہے۔جب پوچھا گیا کہ اسے کس کی تلاش ہے تو جواب ملا کہ اسے اپنے محبوب کی تلاش ہے۔جب اس سے استفسار کیا گیا کہ اس نے کیا پہن رکھا ہے تو اس نے جواباً کہا کہ محبوب کے برقع سے اس نے خود کو ڈھانپا ہوا ہے اور اس کا چہرہ اس لیے زرد ہے کیونکہ وہ اپنے محبوب سے جدا ہے۔پھر جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ کب تک محبوب! محبوب! کی رٹ لگاتا رہے گا تو اس نے کہا کہ جب تک وہ اپنے محبوب کا چہرہ دیکھ نہیں لیتا وہ اس کے نام کا وِرد کرتا چلا جائے گا۔''(143)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت واضح انداز سے تصورِ حُسن و محبت بیان فرمایا ہے۔وہ تحریر فرماتے ہیں:

''حُسن سے صرف وہی شخص محبت کر سکتا ہے جو اسے دیکھنے پر قادر ہو کیونکہ حُسن کا نظارہ کرنا بجائے خود مسرت ہے۔بے شک خوبصورت چیزوں کو ان کے حُسن کی بنا پر پیار کرنا چاہیے نہ کہ اس مقصد کے لیے جو ان سے حاصل ہو سکتا ہے، مثلاً جب ہم سبزہ زاروں اور بہتی ندیوں سے محبت کرتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ سبز پتوں کو کھائیں یا (ندیوں کے) پانی کو

پئیں۔اسی طرح خوبصورت ترشے ہوئے پرندوں اور شاداب پھولوں کو دیکھنا بجائے خود تحصیلِ مسرت کی ایک صورت

ہے۔اس سے انکار ممکن نہیں۔جب حُسن کا جلوہ نظر آتا ہے تو قدرتی طور پر اس سے محبت جاگ اُٹھتی ہے۔خدا حُسن ہے اور اسی لیے جس پر اللہ تعالیٰ کا حُسن منکشف ہوتا ہے وہ مجبور ہے کہ اس سے عشق کرے۔۔۔۔۔انسان خدا سے اس لیے بھی محبت کرتا ہے کیونکہ انسانی روح اور اس کے منبع (یعنی روحِ کُل) میں ایک خاص ربط ہے، کیونکہ وہ (یعنی روح) الوہی اوصاف میں شریک ہے، اور علم اور محبت کے ذریعے وہ بقائے دوام حاصل کر کے خدا جیسی بن سکتی ہے۔ایسی محبت جب توانا اور محیط ہو جائے تو عشق کہلاتی ہے جس کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ اب مضبوط بنیادوں پر استوار اور بے نہایت ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی ہر اچھی اور خوبصورت اور محبوب شے ذاتِ باری کی بے پایاں محبت ہی کا عطیہ ہے کیونکہ دُنیا میں جو بھی اچھی اور خوبصورت شے ہے، جس کا ذہن اور کان اور آنکھ مشاہدہ کرتے ہیں۔وہ دراصل خدا کے خزانے کا محض ایک ذرّہ ہے، اور اس کی تجلی کی محض ایک شعاع ہے۔''(144)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

1۔ حسنِ ازل روشنی سے عبارت ہے۔کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نور کی تجلّی کی شکل میں ہی حسنِ ازل کا دیدار حاصل ہوا تھا جس سے ان کی نگاہیں خیرہ ہو گئی تھیں۔

2۔ دنیا میں جہاں کہیں حُسن ہے، خواہ وہ کسی بھی شے میں نظر آئے، کسی بھی صورت میں ہو، حُسنِ ازل ہی کا عطیہ ہے۔

حُسن کا یہ تصور اسلام کی بنیادی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ ......النور[24:35]

اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔اس کے نور کی مثال اس چراغ دان کی ہے جس میں چراغ ہو۔

تصوف کے مطابق عشقِ مجازی عشقِ حقیقی کے لیے ایک زینے کا کام دیتا ہے۔یہی بات حُسن کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ مادی حُسن وہ ''کھڑکی'' ہے جس سے صوفی کو حُسنِ ازل کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے۔

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی ۔۔۔ پروانے کو تپش دی، جگنو کو روشنی دی (145)

حُسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے ۔۔۔ انسان میں وہ سخن ہے، غنچے میں وہ چٹک ہے (146)

محفلِ قدرت ہے اک دریائے بے پایانِ حُسن ۔۔۔ آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حُسن (147)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق عشق کسی محبوبۂ پری تمثال کی ہوس آمیز محبت نہیں بلکہ وہ ایک ایسا طوفانی جذبہ ہے جو کائنات کے حُسن کو اپنی گرفت میں لیتا اور اس خیرِ مطلق سے فروغ حاصل کرتا ہے جو خود خالقِ کائنات کا جمال ہے۔

اہلِ تصوف کے نزدیک عام آدمی کے برعکس صوفی کو اپنے چاروں طرف پھیلی ہوئی کائنات کے مظاہر میں حُسن منعکس دکھائی دینے لگتا ہے اور وہ اس حُسن کی ڈور سے بندھا ہوا اس دیار میں جانکلتا ہے جو حُسنِ ازل کی ضیا پاشیوں سے منوّر رہے۔

معرفت و وصال اور عرفان و پہچان کے اس روحانی، فکری و نظری سفر کے درج ذیل چھ (6) مدارج ہیں:

(الف)حُسن (ب)طواف (ج)ارتکاز

(د)قربانی (ہ)جست (و)وصال

پہلے درجہ میں محبت چاہے وہ جنسی خواہش کی صورت میں ہو یا ماورائی عشق کی صورت میں، انسان کے بطون میں سوئی پڑی ہوتی ہے۔ حُسن کو دیکھ کر یہ محبت متحرک ہوجاتی ہے اور پھر اپنی منزل تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے۔

دوسرے درجہ میں عاشق محبوب کے گرد ایک پروانے کی طرح طواف کرنے لگتا ہے۔

تیسرے درجہ میں اس طواف، رقص یا مرکز مائل گردش کی بدولت اسے خودفراموشی اور ارتکازِ توجہ کی کیفیات حاصل ہوجاتی ہیں۔ اس طرح اُسے منتشر الخیالی اور خواہشات کے تلاطم سے نجات مل جاتی ہے۔ عشق کی بدولت، عبادت اور دعا میں شدید ارتکاز اور انہماک پیدا ہوجاتا ہے جو عبادت گزار کو ذہن کے انتشار اور بکھراؤ سے نجات دلا کر ایک ہی ''خیال'' کے تابع کردیتا ہے۔ عبادت گزار انسان اپنے محبوبِ حقیقی کے قرب ورضا کے حصول کے لیے تقویٰ اختیار کرتا ہے جس سے اسے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن حاصل ہوتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر فضلِ خداوندی سے اُس کا حسنِ ازلی سے روحانی رابطہ وتعلق قائم ہوجاتا ہے۔ اس ضمن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''بیداری کی ساعتوں میں اس عارف کے لیے ''غائب'' کی کھڑکی کھل جاتی ہے جس نے کوشش کرکے خود کو پاک صاف کرلیا ہے اور خواہشات کی قوت سے چھٹکارا پالیا ہے۔ ایسا عارف جو کنجِ تنہائی میں بیٹھ کر اور اپنی حسیات کو سربہ مُہر کرکے، اپنی رُوح کی آنکھوں اور کانوں کو کھول دیتا ہے اور الوہی دیار سے اپنی روح کو ہم رشتہ کرکے دل میں ''اللہ'' کا ورد کرتا ہے (زبان سے نہیں)۔ وہ اپنے وجود اور دنیائے موجود سے بے نیاز ہوجاتا ہے اور صرف ربِّ جلیل کو دیکھتا ہے۔
>
> ''وہ (عارف) ہر شے سے منقطع ہوجاتا ہے اور ہر شے اس سے منقطع ہوجاتی ہے۔ وہ پہلے اللہ کی طرف سفر کرتا ہے اور آخر میں اللہ کی ذات کے اندر سفر کرتا ہے لیکن اگر اس مقام پر اس کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ وہ اپنے آپ سے مکمل طور پر باہر آگیا ہے تو یہ عیب کی بات ہے۔ مکمل ارتکاز اور انہماک کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود سے ہی نہیں بلکہ اپنے انہماک اور ارتکاز سے بھی غافل ہو۔''(148)

تصوف میں ارتکاز اور انہماک کی ضرورت واہمیت اور افادیت کی تفہیم کے لیے ایک گیانی کا قصہ سبق آموز ہے۔ وہ ہندوستان کا ایک راجا تھا اور دن رات ملک کے مسائل میں کھویا رہتا تھا۔ دراصل وہ ایک گیانی تھا جس نے تمام فاصلے طے کرلیے تھے اور ارتکاز کی ایک مکمل کیفیت میں ڈوب گیا تھا۔ اس راجا سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ کیونکر ہوا کہ آپ بیک وقت دنیادار بھی ہیں اور گیانی بھی؟ راجا نے حکم دیا کہ پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ اس شخص کے ہاتھ میں تھما دیا جائے اور پھر اسے حکم دیا کہ وہ سارے شہر کا ایک چکر لگائے اور ساتھ ہی تنبیہہ بھی کردی کہ اگر پیالہ سے ایک قطرہ میں چھلکا تو اس کا سر قلم کردیا جائے گا۔ اب یہ شخص پانی کے پیالے پر اپنی نظریں ہی نہیں اپنا پورا جسم بلکہ اپنی روح تک کو مرکوز کیے جب سارے بازار میں گھوم پھر کر واپس راجا کے پاس آیا تو راجا نے پوچھا: ''اے شخص! تو نے بازار میں کیا کچھ دیکھا؟'' اس کے جواب میں اُس شخص نے کہا: ''اے راجا! میں تو پیالے میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے کچھ خبر نہیں کہ میرے چاروں طرف کیا تھا اور کیا ہو رہا تھا''۔ راجا نے کہا: ''یہی حال میرا ہے! میں اُس حُسنِ ازل کے پرتو سے اس قدر مبہوت ہوں کہ میرے لیے یہ سب کچھ کوئی وجود نہیں رکھتا''۔

حُسنِ ازلی کے گرد طواف اور ارتکازِ توجہ کے مراحل کے بعد **چوتھا مرحلہ** ''قربانی'' کا آتا ہے۔قربانی سے مراد راہِ خدا میں اپنی عزیز ترین شے کو قربان کر دینا ہے۔اس مرحلہ پر عاشقِ صادق اپنی ذات اور مطلوب ومقصود اور محبوبِ حقیقی کے درمیان جس چیز کو بھی رکاوٹ پاتا ہے، قربان کر دیتا ہے۔وہ اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پاتا ہے۔سوائے محبوب کی خواہش کے سب خواہشات سے چھٹکارا پاتا ہے۔اس ضمن میں ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صبر کے تین مدارج ہیں: اوّلاً کہ تو کر شکایت کرنا چھوڑ دیتا ہے۔یہ پشیمانی کا درجہ ہے۔ثانیاً وہ تقدیر پر شاکر ہو جاتا ہے۔ثالثاً وہ اس سلوک سے پیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اس سے کرتا ہے۔زاہد کی ابتدا یہ ہے کہ انسان عقبیٰ کا فکر کرے......اور عقبیٰ کا فکر اس وقت تک (رُوح میں) داخل نہیں ہوتا جب تک کہ دُنیا کا فکر اس سے خارج نہ ہو جائے اور نہ امید کی شیرینی ہی ارزانی ہوتی ہے جب تک کہ خواہش کی شیرینی رخصت نہ ہو جائے۔سچے زُہد کا مطلب یہ ہے کہ دل سے دُنیاوی شے کے لیے وابستگی کے خیالات پوری طرح خارج کر دیئے جائیں اور انہیں نخوت قرار دیا جائے۔صرف ایسی صورت ہی میں زہد مکمل ہوسکتا ہے۔''(149)

ابنِ سینا لکھتا ہے:

''عارف کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ وہ اپنے ارادے کو بروئے کار لا کر رُوح کی تربیت کرے اور اس کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دے تاکہ وہ وصال کی مسرّت سے ہم کنار ہو سکے۔دوسرا مرحلہ تربیتِ ذات ہے جس کا رُخ تین چیزوں کی طرف ہوتا ہے:......عارف کے ذہن سے خدا کے سوا تمام خیالات کو خارج کرنا، اس کی شہوانیت کو رُوح کے عقلی پہلو کے تابع کرنا تاکہ اس کے خیالات اور تصوّرات ارفع چیزوں کی طرف منتقل ہوں۔تیسرے مرحلے کا مطلب یہ ہے کہ اب رُوح حیوانی خواہشات سے آزاد ہو کر اچھے خیالات سے لبریز ہو گئی ہے اور روحانی محبت سے سرشار ہو کر محبوبِ ازلی کے اوصافِ حمیدہ کے تابع ہونے کی کوشش میں ہے۔''(150)

عاشق صادق کے لیے محبوب ہی مطلوب ومقصودِ حقیقی ہوتا ہے۔وہ محبوب کے سوا سب کچھ ترک کر دیتا ہے۔حتیٰ کہ اس 'ترک' کا خیال بھی ترک کر دیتا ہے ؎

واعظ! کمالِ ترک سے ملتی ہے یاں مراد　　دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے
سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے　　اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے　(151)

قربانی کے مرحلہ کے بعد **پانچواں مرحلہ** آتا ہے جو جست یا تقلیب کا مرحلہ کہلاتا ہے۔اس مرحلہ پر طالب اور مطلوب کے درمیان حائل حجابات (پردے) ہٹ جاتے ہیں۔طالب ایک جَست لگا کر حُسنِ ازل سے وابستہ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور نتیجہ میں خود کو ایک نئی روحانی سطح پر فائز پاتا ہے ؎

عشق کی اِک جست نے طے کر دیا قصہ تمام　　اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں　(152)

روحانی سفر میں **چھٹا مرحلہ** ''وصال'' کا ہے۔تصوف میں ترکِ خود اور بے خودی دو بالکل مختلف مراحل ہیں جنہیں اکثر لوگوں نے ایک ہی کیفیت سمجھ لیا ہے۔نفیٔ خود یا ترکِ خود سے مراد خدمتِ خلق، اطاعتِ شیخ، تطہیر اور مراقبے وغیرہ سے تزکیۂ باطن کرنا یعنی ''اندر کی کوٹھی'' کو پاک صاف کرنا ہے۔جب سالک تزکیۂ باطن کر کے، عشق کی قوت سے لیس ہو کر آگے بڑھتا ہے تو وصال کا مرحلہ آتا ہے۔وصال روحانی بے خودی کا مرحلہ ہے۔یہ وہ مقام ہے جہاں سالک ''خود'' کو عبور کرتا ہے اور ذاتِ واحد میں ضم ہو جاتا ہے۔''نفی خود'' اس مقام آگہی اور مقام بے خودی تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔اس

ضمن میں ڈاکٹر سید عبداللہ پروفیسر ہویا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''......سفر صعودی کے کئی مدارج ...... ہیں۔ ابتدا میں خدمتِ خلق اور اطاعتِ شیخ پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ بعد میں شیخ رذائلِ نفسانی کی تطہیر کی کوشش کرتا ہے۔ پھر محبتِ کل اور مراقبے کے طریقے بتاتا ہے۔ اس کے بعد ذکر و فکر، اس کے بعد تعطلِ احساس کی منزل آتی ہے۔ اس حالت میں وجود و حال، مگر اس میں پھر حیرت، قبض اور بعض اوقات رجعت کی تکلیف پیش آجاتی ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے تا آنکہ عارف برائے العین خدا کا دیدار کر لیتا ہے جو دراصل تمہید ہوتی ہے اُس وصالِ روحانی کی جس کے لیے تصوّف کا کل نظام قائم شدہ سمجھا گیا ہے''۔ (153)

بےخودی کے بارے میں 'ابیاتِ باہو' میں سلطان الطاف علی لکھتے ہیں:

''تصوف کی اصطلاح میں اس مقام توحید کو توحیدِ حقیقت کا مرتبۂ تنزیہی کہا جاتا ہے جبکہ اس مقام پر جملہ کائنات کی ہستی انوارِ الٰہی کے پرتو میں ایسی فنا ہو جاتی ہے کہ سالک کی نظر میں (کسی چیز کا وجود سوائے ذاتِ ربّانی نہیں رہتا)۔ جب اس دریائے ناپیدا کنار کا شناور صفاتِ موجودات کی تجلّیات سے فنا کلّی حاصل کر لیتا ہے اور حدوث و امکان کی آلایش سے مجرد ہو جاتا ہے تو ایک موج دریائے ذات کی گہرائی سے سرِ خفی پر وارد ہوتی ہے جو عارف کو ورطۂ عدم میں ڈال دیتی ہے۔ محو در محو اور فنا در فنا ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں نہ وجود، نہ شہود، اسم نہ مسمّٰی، نہ قدم نہ عدم، نہ عرش نہ فرش، نہ اثر نہ خبر، نہ علم نہ خود، نہ علمِ حق۔ غرضیکہ کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ گویا خودی کے عالم میں صوفی فنا فی الذّات ہو جاتا ہے یعنی ایک ایسا مقام جہاں نہ جسم ہے نہ رُوح، نہ عشق و محبت، نہ کون و مکان۔ یہ وصال کا لمحہ ہے جو قطرے کو دریا میں ضم کر کے قطرے کی خودی کو ختم کر دیتا ہے۔ واضح رہے کہ تصوّف میں اصل نکتہ یہ ہے کہ قطرے کا کوئی وجود نہیں۔ صرف دریا ہی اصل حقیقت ہے، لیکن ایک عالمِ خواب یا فریبِ نظر میں مبتلا ہونے کے باعث سالک نے خود کو قطرہ سمجھ لیا ہے اور اب وہ دریا سے ملنے کے لیے بے تاب ہے، حالانکہ وہ پہلے بھی دریا تھا، اب بھی دریا ہے۔ قطرہ تو کبھی تھا ہی نہیں۔ اسی بات کو ''رسی میں سانپ'' کی تمثیل میں بھی بیان کیا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ناظر کو اگر رسّی سانپ کے روپ میں نظر آتی ہے تو یہ سب ناظر کی اپنی نظر کا فریب ہے، حقیقتاً رسی تو ہمیشہ سے رسّی ہے۔ البتہ سانپ ایک واہمہ ہے۔ و۔ع۔خ لکھتے ہیں:

''تجھے رسّی میں سانپ دکھائی دیتا ہے لیکن سانپ تو موجود ہے ہی نہیں اور اگر وہ تجھے نظر آیا تو یہ تیری آنکھ کا قصور تھا۔

سانپ کا وجود رسّی سے کبھی الگ نہ تھا۔

یہ تیری آنکھ کی غلطی ہے کہ وہ تجھے رسّی سے الگ نظر آیا۔

اللہ کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں۔ یہ آنکھ کا قصور ہے کہ اسے اللہ کے سوا بھی کچھ دکھائی دیتا ہے۔

مٹی کے برتنوں میں بجز مٹی اور کوئی چیز نہیں۔ یہ سمجھ کی غلطی ہے کہ کہا جائے، یہ بُت ہے، یہ گھڑا ہے اور یہ دیوار۔

اس جہان کا علّتِ مادہ خدا ہے۔ یہ جہان اس سے الگ کوئی وجود نہیں رکھتا۔ یہ تیری آنکھ کا قصور ہے کہ تو نے اُسے اللہ سے الگ کوئی چیز قرار دیا۔'' (154)

مراد یہ ہے کہ موجودات چاہے وہ خارج میں ہوں یا باطن میں، زمانی ہوں یا مکانی، ان سب کی حقیقت اللہ ہی ہے۔ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے وجود عطا فرمایا۔ اسے تخلیق فرمایا، شکل وصورت اور بقا عطا فرمائی۔ جو کچھ بھی نظر آتا ہے ذاتِ باری تعالیٰ کے ارادے سے قائم ہے اور نظر آتا ہے۔ گو ہر شے خدا نہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں۔ راہِ سلوک میں ایک مقام ایسا آتا ہے کہ سالک کو ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے۔ وہ بےخودی کے مقام پر ہوتا ہے۔ اس مقام پر خالق ومخلوق کی تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ سالک نورِ الٰہی سے دیکھتا ہے اور اُسے ہر طرف نورِ الٰہی نظر آتا ہے۔ جب وہ ہوش میں آتا ہے تو اسے خالق و

مخلوق میں فرق نظر آنے لگتا ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا نہایت خوبصورتی سے وصال کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صوفیا کے نزدیک عشق کی تگ و تاز میں ''وصال'' کا لمحہ ''بےخودی'' کا وہ لمحہ ہے جس میں سالک کی فراق زدہ روح اپنے ''خود'' یا وجود سے نجات پا کر ذاتِ زوال میں اس طور ضم ہو جاتی ہے جیسے قطرہ سمندر میں اور پروانہ شمع میں گم ہو جاتا ہے یا بعض صوفیانہ مسالک کے مطابق وصال کا لمحہ دراصل ''پہچان'' کا لمحہ ہے۔ جب صوفی کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ قطرہ کبھی تھا ہی نہیں محض ایک فریبِ نظر میں مبتلا ہو کر خود کو قطرہ سمجھ بیٹھا تھا تو معاً اس کو اپنے سمندر ہونے کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے اور اس کی تلاش کا سلسلہ از خود ختم ہو جاتا ہے۔ گویا صوفی قطرے سے سمندر تک سفر نہیں کرتا بلکہ اپنی اُس حیثیت کی بازیابی کرتا ہے جو دراصل سمندر کی حیثیت تھی۔ لہٰذا سارا قضیہ ''فریبِ نظر'' کا ہے اور بس! بہرکیف صورت کوئی بھی کیوں نہ ہو صوفی کے ہاں وصال کی حالت ''بےخودی'' یا جذب کا وہ عالم ہے جس میں وہ یا تو روحِ ابد سے ہم کنار ہوتا ہے یا روحِ ابد کی بازیابی کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں کثرت اور بکھراؤ کی صورت باقی نہیں رہتی اور صوفی کو اپنی وحدت پر حق الیقین ہو جاتا ہے۔''(155)

؎ تو ہے محیطِ بیکراں، میں ذرا سی آبجو یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بیکنار کر

تصوف میں وصال کا مطلب اولاً یہ ہے کہ سالک خود کو حقیقتِ عظمیٰ میں ضم کر دے اور ثانیاً یہ کہ وہ خود حقیقتِ عظمیٰ کا مظہر بن جائے۔ راہِ سلوک کی کیفیات، معاملات اور حالات کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ان تحریروں کی مدد سے وصال کا مفہوم سمجھا اور سمجھایا جا سکتا ہے مگر حقیقی تفہیم اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان خود اس راہ پر چلے اور عملی طور پر فنا و بقا اور وصال و فراق کی کیفیات کا تجربہ اور ادراک حاصل کرے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ تصوف قال کا نہیں بلکہ حال کا نام ہے۔ اس ضمن میں خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک شب پروانے ایک جگہ اکٹھے ہوئے ......اپنے دلوں میں شمع سے ہمکنار ہونے کی آرزو لیے......ان سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہمیں کسی ایسے ساتھی کی تلاش کرنی چاہیے جو ہمیں اس کی خبر لا کر دے جس کے لیے ہم اس قدر بے قرار ہیں، تب ان میں سے ایک پروانہ ایک دُور افتادہ قلعے کی طرف اُڑا اور اس نے قلعے کے اندر ایک شمع کی روشنی دیکھی۔ وہ واپس آیا اور اس نے دوسروں کو بتایا۔ پھر شمع کے بارے میں بڑی دانشمندی سے باتیں کرنے لگا۔ مگر پروانوں میں سب سے عقل مند پروانے نے کہا: ''یہ پروانہ ہمیں شمع کے بارے میں کوئی معتبر خبر نہیں دے سکتا۔'' ایک اور پروانہ شمع کے پاس گیا۔ وہ شمع کے اس قدر قریب چلا گیا کہ اس کے پروں نے شمع کے شعلے کو چھو لیا۔ مگر تپش اتنی زیادہ تھی کہ اسے واپس آنا پڑا۔ واپس آ کر اس نے بھی روشنی کے اسرار پر سے پردہ اُٹھایا اور بتایا کہ شمع سے وصال کی نوعیت کیا ہوتی ہے۔ مگر عقل مند پروانے نے کہا: ''تم جو توضیح پیش کر رہے ہو وہ اتنی ہی بے کار ہے جتنی تمہارے ساتھی کی۔'' تب تیسرا پروانہ اُڑا اور یہ پروانہ عشق کے نشے میں سرشار تھا۔ وہ گیا اور اس نے جاتے ہی خود کو شمع کے حوالے کر دیا۔ پھر جب وہ شعلے سے ہمکنار ہو گیا تو شمع ہی کی طرح لو دینے لگا۔ جب عقل مند پروانے نے دُور سے دیکھا کہ شمع نے پروانے کو خود میں جذب کر لیا ہے اور پروانے کو اپنی روشنی عطا کر دی ہے تو اس نے کہا: اس پروانے نے اپنے عشق کی تکمیل کر دی ہے۔ لیکن اس تجربے کو صرف وہی جانتا ہے کوئی اور نہیں جان سکتا۔'' سچی بات یہ ہے کہ صرف وہی جو اپنے وجود کو یکسر بھول جاتا ہے محبوب کا علم حاصل کرتا ہے۔ جب تک تم اپنے جسم اور روح کو نظر انداز نہیں کرو گے تم اسے کیسے جان سکتے ہو جس سے تمہیں عشق ہے؟''(156)

بندۂ عاجز کے پیرومرشد حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی نے معرفت و وصلِ ذاتِ باری تعالیٰ کے ضمن میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔فرماتے ہیں:

''جسمانی طور پر ذات باری تعالیٰ تک پہنچنا مقصود نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ ممکن ہے' کیونکہ ذات مادی جسم اور عنصری وجود سے بے نیاز اور مبرا ہے، بلکہ یہ پہنچ اور رسائی روحانی' ذہنی' شعوری' عقلی اور علمی ہوتی ہے۔اصل مقصد ذات کا عرفان ہوتا ہے۔ذات کو مادی اور جسمانی طور پر پانے اور حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اسے پہچاننے اور اس کی معرفت کی ضرورت ہوتی ہے' اور اس کی معرفت ہی درحقیقت اس کی یافت ہے۔یہ عرفان اپنی ذات اور اپنے نفس سے شروع ہوتا ہے' جب اپنی پہچان اور اپنی معرفت ہو جاتی ہے تو ذات کی بھی معرفت اور پہچان ہو جاتی ہے۔من عرف نفسہ فقدعرف ربہ سے یہی مراد ہے۔''(157)

عبد اور معبود کے درمیان صرف بشری، ملکوتی (نورانی) اور فکری و نظری حجابات (پردے) حائل ہیں۔جب مرشدِ کامل کی توجہ و فیضان سے بفضلِ باری تعالیٰ یہ پردے ہٹ جائیں تو معرفت و عرفان اور آگہی حاصل ہو جاتی ہے۔اس ضمن میں مرشدِ کامل حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کی یہ تحریر بار بار پڑھنے سمجھنے اور حرز جان بنانے کی ضرورت ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''عبد اور معبود کے درمیان کوئی مکانی اور زمانی بعد موجود نہیں، روح، ذہن، تخیل اور تفکر کا ذات اور معبود کی طرف صرف رخ اور دھارا موڑنے کی ضرورت ہوتی ہے اور انسانی شعور اور ادراک کو اس کی طرف متوجہ، راغب اور منتقل کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ورنہ ذات کا رخ اور توجہ تو ہر سمت اور ہمہ جہت ہے۔اور وہ ہر جگہ اور عبد کی روح' ذہن اور تخیل کے اندر موجود ہے۔عبد کا ذہن اور تخیل مادی کائنات، مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات کی طرف لگ کر ذات کی سمت اور ذات کی جہت سے ہٹ جاتا ہے اور یہی حجابات اور پردے درمیان میں حائل ہو جاتے ہیں۔یہ حجابات اور پردے درمیان سے ہٹ جائیں تو پھر ذات ہی ذات ہے' رویت ہی رویت ہے' دیدار ہی دیدار ہے اور مشاہدہ ہی مشاہدہ ہے۔
انسان کا مادی جسم چونکہ مادی کائنات کا ایک حصہ اور جزو ہے اور انسانی روح' ذہن اور شعور ادراک کا بسیرا اور مسکن اسی کے اندر ہے۔اس لیے زندگی میں اس مادی خول سے نکلنا اور مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات اور لذات کو ترک کرنا چھوڑنا آسان کام نہیں ہوتا اور روح، ذہن اور شعور کا رخ مادی اشیاء سے پھیر کر ذات کی طرف موڑنا اور لگانا بہت مشکل اور دشوار کام ہے۔مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ کام جس قدر مشکل اور کٹھن ہے' اس سے زیادہ آسان اور سہل ہے۔اور جس قدر آسان اور سہل ہے' اس سے کہیں زیادہ مشکل اور دشوار ہے۔یہ راستہ جتنا طویل اور دراز ہے۔اتنا ہی مختصر بھی ہے اور جتنا مختصر ہے اتنا ہی طویل اور دراز بھی ہے۔مسلسل جدوجہد' پیہم سعی و کوشش لگاتار محنت اور ریاضت اور کسی رہبر کی رہنمائی سے یہ کام آسان ہو جاتا ہے' اور بعض اوقات کسی ایک ضرب کلیمی، کسی ایک روحانی جنبش اور کسی ایک ذہنی انقلاب سے یہ طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔اس قلزمِ خاموش کے اسرار کھل جاتے ہیں اور یہ تمام پردے اور حجابات نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔
دراصل کام صرف اتنا سا ہے کہ مادی اشیاء اور مادی نفسانی خواہشات سے توجہ اور خیال ہٹ جائے اور اس کا رخ ذات کی طرف ہو جائے۔یہی سلوک کا منتہائے مقصود ہے۔یہی تصوف کی معراج ہے اور یہی فقر و روحانیت کا کمال ہے۔
تصوف اور سلوک کے تمام طریقوں میں یہی کچھ بتایا جاتا ہے۔اسی کی تعلیم دی جاتی ہے۔اسی کی ہدایت اور تلقین کی جاتی ہے۔اسی ایک بات اور امر کی تشریح اور توضیح میں تصوف کی ہزاروں کتابیں عالم وجود میں آ گئیں۔اسی ایک نکتے کی

وضاحت کرتے کرتے صوفیاء اور سالکین نے عمریں گزار دیں اور اسی ایک راز کو سمجھاتے سمجھاتے روحانیین اور اشراقین نے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے۔

یہی ایک عظیم اور مقدس راز ہے جو ازل سے انسانوں کو سمجھایا جا رہا ہے اور ابد تک سمجھایا جاتا رہے گا۔ اسی ایک بات اور مقصد کی تکمیل کی خاطر پیغمبر اور رسول بھیجے گئے اور اسی ایک نصب العین کے حصول کے لیے کتابیں اور صحیفے نازل کئے گئے، ہدایت اور تعلیم و تلقین کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کام کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ ہر دور میں راہبر اور پیشوا پیدا کرتا رہے گا اور دنیا کبھی ان مقدس نفوس سے خالی نہیں ہوگی۔ اگر یہ لوگ نہ رہے تو دنیا بھی نہیں رہے گی۔ دنیا ان کے دم سے قائم ہے۔(158)

حُسنِ مطلق (حُسنِ ازلی، ذاتِ باری تعالیٰ) اور سالک (عاشق صادق) کے درمیان بہت سے ظلمانی و نورانی پردے حائل ہوتے ہیں۔ ذکر و فکر، مجاہدہ و ریاضت اور تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی بدولت یہ پردے ہٹتے چلے جاتے ہیں اور دوری، نزدیکی میں بدلتی جاتی ہے۔ نورانی پردے (نورانی حجابات) بہت لطیف ہوتے ہیں۔ ان کا احساس و ادراک بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ اس لیے ان پردوں کا اُٹھنا بہت مشکل کام ہے۔ اس مرحلے سے گزر کر حسنِ ازلی تک رسائی پانا ہی سب سے بڑا کام ہے۔ ان پردوں کے بارے میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"غُصْتُ لُجَّۃَ الْمَعَارِفِ طَالِباً لِلْوُقُوفِ عَلٰی عَیْنِ حَقِیْقَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَاِذَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَھَا اَلْفُ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ لَوْ دَنَوْتُ مِنَ الْحِجَابِ الْاَوَّلِ لَاَ حْرَقْتُ بِہٖ کَمَا تَحْتَرِقُ الشَّعْرَۃُ اِذَا اُلْقِیَتْ فِی النَّارِ۔

میں نے معرفت کے سمندروں میں غوطہ لگایا۔ تاکہ حقیقتِ مصطفویؐ کی معرفت حاصل کروں۔ دیکھا کہ میرے اور حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک ہزار پردے حائل ہیں اور مجھے یہ پتہ چلا کہ اگر میں پہلے پَردے کی طرف ایک قدم بھی بڑھاتا تو جل کر یوں راکھ ہو جاتا جیسے بال آگ میں گر کر اپنے وجود کو جلا بیٹھتا ہے۔"(159)

اس روحانی سفر کے دوران نفسِ انسانی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے نفسِ امارہ سے نفسِ مُلہمہ پر نفسِ لوّامہ اور پھر نفسِ مطمئنہ کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے پکار کر کہتا ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ الفجر[89:27-28]

اے اطمینان پاجانے والے نفس o تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب)o

جب سالک عرفانِ نفس کے ذریعے عرفانِ ذات (عرفانِ حُسنِ ازلی) کی خاطر راہِ سلوک پر گامزن ہوتا ہے تو، توحیدِ افعالی، توحیدِ صفاتی اور توحیدِ ذاتی کی منازل آتی ہیں۔ توحیدِ افعالی پہلی منزل ہے۔ اس مقام پر سالک اس کائنات ارض و سماء کے تمام موجودات اور ان کی حرکات و سکنات میں صرف اور صرف اسی قادرِ مطلق کی قدرت اور قوت کا مشاہدہ کرتا ہے اور صرف اسی ذات کو موثر اور فاعل کے طور پر دیکھتا ہے اور اس جہان رنگ و بو کو ایک سائے کی مانند دیکھتا ہے۔ اس مرحلے کا قرآن حکیم میں ان الفاظ میں ذکر ہوا ہے۔

...وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ الاعراف[7:54]

... سورج، چاند اور ستارے اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔

مراد یہ ہے کہ سورج، چاند، ستارے اور دیگر سیّارگان کی تسخیر اور حرکت میں باری تعالیٰ ہی کی قدرت و تدبیر کارفرما ہے۔ کائناتِ ارض و سما کا ہر وجود اپنی نقل و حرکت میں ذاتِ ایزدی کے تصرّف، توجہ اور تدبیر کا محتاج ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے توحید افعالی کا اس طرح سے ذکر فرمایا ہے:

''وصاحب توحید افعالی ناسوت را مثلِ ظلِ عالمِ غیب مے بیند چناں کہ اگر عاقل بیند کہ سایہ متحرک است بطریقِ ہدایت اثبات جسمے کہ اصل سایہ است می کند ہم چنیں ایں مرد در حوادثِ عالم و افرادِ آں تدبیرِ غیبی را کہ عالمِ ناسوت ظلِ آں است مشاہدہ مے نماید۔''

اور جسے توحیدِ افعالی کی نسبت حاصل ہو جائے وہ ناسوت یعنی عالمِ مادیات اپنے سامنے یوں پاتا ہے جیسے وہ عالمِ غیب کا سایہ اور ظل ہے۔ اب ایک عقلمند آدمی کی مثال لیجئے، اگر وہ سائے کو حرکت کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ بلا کسی شک وشبہ کے بداہتہً اس بات پر یقین کر لیتا ہے کہ کوئی جسم موجود ہے جس کا سایہ وہ دیکھ رہا ہے۔ بعینہٖ یہی کیفیت اس شخص کی ہوتی ہے جسے توحیدِ افعالی کی نسبت حاصل ہو۔ یہ شخص جب اس دنیا میں جس کو کہ عالمِ غیب کا سایہ اور ظل سمجھتا ہے۔ اعمال افعال ہوتے دیکھتا ہے تو یقیناً اسے وہ تدبیرِ غیبی نظر آجاتی ہے۔ جو ان سب اعمال افعال کے پیچھے کام کر رہی ہے۔(160)

توحید افعالی کے بعد توحید صفاتی کا مقام آتا ہے۔ اس مقام پر سالک کو کائنات کے ہر وجود، ہر حقیقت اور متنوع مظاہر قدرت میں صرف ایک ہی حقیقت جلوہ گر نظر آتی ہے۔ قرآن حکیم میں توحید صفاتی کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ حٰم السجدہ ○[41:53]

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور خود اُن کی ذاتوں میں دِکھا دیں گے یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔ کیا آپ کا رب (آپ کی حقانیت کی تصدیق کے لیے) کافی نہیں ہے کہ وہی ہر چیز پر گواہ (بھی) ہے○

توحید افعالی اور توحیدِ صفاتی میں فرق بیان کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

''توحیدِ افعالی اور توحیدِ صفاتی کا فرق یہ ہے کہ توحیدِ افعالی کے مرحلے میں انسان کائنات کو تو ایک سائے کی مانند دیکھتا ہے۔ لیکن وجودِ حقیقی دکھائی نہیں دیتا جو پسِ پردہ رہتا ہے لیکن توحیدِ صفاتی کے مقام پر وجودِ حقیقی خود منکشف ہونے لگتا ہے اور ہر وجود میں وہی آشکار اور جلوہ گر نظر آنے لگتا ہے۔ ایک ہی حُسن اور ایک ہی ذات جو واجب الوجود ہے ہر شے میں دکھائی دیتی ہے۔''(161)

توحید ذاتی کے مرحلے پر سالک کو ظاہر و باطن کی دنیا میں ہر سو وہی وجود اور وہی حُسنِ مطلق نظر آتا ہے۔ خارج میں بھی وہی جلوہ گر نظر آتا ہے اور باطن میں بھی وہی جلوہ فگن نظر آتا ہے۔ اسے حقیقت مطلق (حسنِ ازلی، ذاتِ حیّ وقیّوم) کے سوا سب فانی نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

... **كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ** ط ○ ... القصص [28:88] اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے ○

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ط البقرہ [2:115]

پس تم جدھر بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کی توجہ ہے (یعنی ہر سمت ہی اللہ کی ذات جلوہ گر ہے)

بقول میر درد رحمۃ اللہ علیہ ؎

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا　　تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

اس مقام کے بارے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی؟　　کہ او پیدا است تو زیرِ نقابی

تلاشِ او کنی جز خود نہ بینی　　تلاشِ خود کنی جز او نیابی (162)

تو کسے ڈھونڈتا ہے، کس لیے پیچ وتاب میں ہے؟ وہ (تو) ظاہر ہے (البتہ) تو خود پردے میں ہے۔ (اے انسان، تُو) اسے تلاش کرے (تو) اپنے سوا کچھ اور نہ دیکھے گا۔ اپنے آپ کو تلاش کرے گا (تو) اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں پائے گا۔ مراد یہ ہے کہ خدا کو پانا خود کو پانا اور خود کو پانا خدا کو پانا ہے۔ معرفتِ الٰہی سے معرفتِ نفس اور معرفتِ نفس سے معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

راہِ سلوک کی ابتدا میں واجب کا مشاہدہ ہر ممکن وجود سے ہوتا ہے جبکہ توحید ذاتی کے مقام پر واجب کا مشاہدہ ہر ممکن کی نفی سے ہوتا ہے۔ پہلی کیفیت کو تشبیہہ کے اور دوسری کو تنزیہہ کے مماثل قرار دیتے ہیں۔ مشاہدے میں مقامِ تشبیہہ سے خلاصی پا کر مقامِ تنزیہہ تک پہنچ جانا ہی خود کو پالینا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام اولیاء اس راہ سے گزرتے ہیں گو ان مقامات کی تعبیر میں ان میں آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف لفظی ہے۔ یعنی بیان واظہار کا اختلاف ہے۔ حقیقت سب کے نزدیک ایک ہی ہے۔ کوئی اسے شہود کا نام دیتا ہے۔ کوئی وجود کا اور اس بنا پر کوئی شہودی مسلک رکھتا ہے اور کوئی وجودی مسلک۔ یہ سب لفظی نزاع ہے۔ حقیقت میں بات ایک ہی ہے۔(163)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات اس طرح سے ارشاد فرمائی ہے ؎

دو عالم میں نہیں موجود و مشہود!　　بجز ذات و صفات، افعال و آثار

حسنِ ازلی (حسنِ مطلق) تک رسائی کے اور عرفانِ ذات کے بے شمار راستے اور طریقے ہیں۔ اس ضمن میں مرشدِ من

حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری ارشاد فرماتے ہیں:

''ذات تک پہنچنے اور اسکی معرفت اور پہچان کے بے شمار راستے اور طریقے ہیں اور سب درست اور صحیح ہیں اور اس تک پہنچنے اور اس کی معرفت کے اتنے ہی راستے اور طریقے ہیں' جتنے اس دنیا میں نفوس اور انسان ہیں۔ جس طرح انسانوں کی شکلیں اور صورتیں مختلف ہیں' اسی طرح اذہان، عقول، احساسات، اوراکات اور شعور بھی مختلف ہیں۔ اور ذات کی معرفت کا ہر ذہنی اور عقلی طریقہ اور راستہ بھی دوسرے سے مختلف ہے۔'' (164)

اس ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا ہر بندے کے بارے میں تربیت کا ایک خاص معاملہ ہے، اور ہر بندے کے لیے اس کی درگاہ میں جانے کا ایک خاص راستہ ہے جو اس کو عطا کیا گیا ہے''۔ (165)

جب کوئی سالک مرشدِ کامل کی رہنمائی میں راہِ حق پر گامزن ہوتا ہے تو ذکر وفکر، مجاہدہ وریاضت اور روحانی تعلیم و تربیت کی بدولت اسے خاص ذوقی حالت اور روحانی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ جسے نسبت یا روحانی مَلکہ کہتے ہیں۔ توحید و رسالت کے اقرار، طہارت و پاکیزگی، عشق و وجد اور اطاعتِ الٰہی کی بنا پر ان مَلکاتِ لطیف کو مختلف نام دیئے گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ہمعات'' کے صفحہ نمبر 47 تا 80 پر اس طرح کی سات نسبتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اولیاء سالکین ان ہی میں سے کسی ایک، دو یا زیادہ نسبتوں کی بنیاد پر روحانی سفر طے کر کے حسنِ مطلق تک رسائی پاتے ہیں۔ اقسامِ نسبت درج ذیل ہیں۔ ان میں نسبتِ رسالت اور نسبتِ شیخ کا اضافہ بندہ عاجز نے کیا ہے۔

1۔ نسبتِ توحید 2۔ نسبتِ رسالت 3۔ نسبتِ شیخ 4۔ نسبتِ سکینہ یا نسبتِ اطاعت
5۔ نسبتِ عشق 6۔ نسبتِ وجد 7۔ نسبتِ طہارت 8۔ نسبتِ اویسیہ
9۔ نسبتِ یادداشت

جب کوئی سالک صدق اور خلوص سے قرآنِ حکیم کی تلاوت کرے گا، اس کی آیات میں غور وفکر کرے گا اور کلمہ طیبہ کا ذکر کرے گا تو اسے نسبتِ توحید حاصل ہو جائے گی۔ تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل اور کثرت سے درود شریف پڑھنے سے نسبتِ رسالت کی نشوونما ہوگی۔ ظاہری و باطنی پاکیزگی سے نسبتِ طہارت کی نشوونما ہوگی۔ محبت کے تقاضے بجا لانے سے نسبتِ عشق اور نسبتِ وجد کی نشوونما ہوگی۔ بُعد زمانی یا بُعد مکانی کے باوجود اپنے روحانی مربی و سرپرست سے روحانی رشتہ و تعلق قائم ہونے سے نسبتِ شیخ یا نسبتِ اویسیہ کی نشوونما ہوگی، وعلیٰ ھذا القیاس۔

راہِ سلوک پر جب ذکر وفکر اور ریاضت و مجاہدہ سے فکری و نظری اور ظلماتی و نورانی حجابات دور ہوتے ہیں تو اسے فنائے حسّی و فنائے روحی کہتے ہیں۔ فنا کے دروازے سے گزر کر سالک بقا پاتا ہے۔ اس تصور کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

دلا بحلقۂ رندان بزمِ عشق درآ که جُرعه ز شرابِ بقا دہند ترا
اگر بقا طلبی اوّلت فنا باید که تا فنا نه شوی ره نمی بری ببقا

ترجمہ:۔ اے دل تو بزمِ عشق کے رندوں کے دائرے میں شامل ہو جا، تاکہ وہ تمہیں شرابِ بقا کا ایک گھونٹ دیں۔ اگر تو بقا چاہتا ہے تو اس کی پہلی شرط فنا ہے۔ اور جب تک تو فنا نہیں ہوگا تجھے بقا کا راستہ نہیں ملے گا۔

بقا کی اس منزل کو قربِ ذات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قرب کی تین اقسام ہیں؛ قربِ نوافل، قربِ فرائض

اور جمع بین القربین۔ قربِ نوافل میں مردِ کامل خود کو فاعل کی صورت میں دیکھتا ہے اور ذاتِ حق کو آلۂ فاعل کے مماثل دیکھتا ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سنانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے تو وہ کبھی زبان کے ذریعے سنواتا ہے اور کبھی مطالعہ کتب کے ذریعے اپنی باتوں کی وضاحت کرتا ہے۔(166)

اِنَّ اللّٰہَ یُسۡمِعُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ O . . . اللہ جس کو چاہتا ہے سنواتا ہے۔ فاطر [35:22]

حدیثِ قدسی ہے:

عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنۡ عَادٰی ولیًّا فَقَدۡ اٰذَنۡتُهٗ بِالۡحَرۡبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبۡدِیۡ بِشَیۡءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افۡتَرَضۡتُهٗ عَلَیۡهِ وَمَا یَزَالُ عَبۡدِیۡ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحۡبَبۡتُهٗ کُنۡتُ سَمۡعَهُ الَّذِیۡ یَسۡمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیۡ یُبۡصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیۡ یَبۡطِشُ بِهَا وَرِجۡلَهُ الَّتِیۡ یَمۡشِیۡ بِهَا وَاِنۡ سَاَلَنِیۡ لَاُعۡطِیَنَّهٗ وَلَئِنۡ اسۡتَعَاذَنِیۡ لَاُعِیۡذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدۡتُ عَنۡ شَیۡءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیۡ عَنۡ نَفۡسِ الۡمُؤۡمِنِ یَکۡرَهُ الۡمَوۡتَ وَاَنَا اَکۡرَهُ مَسَاءَتَهٗ

اللہ تعالیٰ نے (اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان اقدس پر) فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اُس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُسکے ہاتھ ہوجاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بُری چیز سے بچنا چاہے تو میں اُسے ضرور بچاتا ہوں۔''(167)

علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث قدسی کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''وَ کَذٰلِكَ الۡعَبۡدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَی الۡمَقَامِ الَّذِیۡ یَقُوۡلُ اللّٰهُ کُنۡتُ لَهٗ سَمۡعاً وَّبَصَراً فَاِذَا صَارَ نُوۡرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمۡعًا لَهٗ سَمِعَ الۡقَرِیۡبَ وَالۡبَعِیۡدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِكَ النُّوۡرُ بَصَراً لَهٗ رَاَیَ الۡقَرِیۡبَ وَالۡبَعِیۡدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوۡرُ یَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعۡبِ وَالسَّهۡلِ وَالۡبَعِیۡدِ وَالۡقَرِیۡبِ

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرلیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ''کنت لہٗ سمعًا وبصراً'' فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہوجاتا ہے تو وہ دور ونزدیک کی آوازوں کو سُن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہوگیا تو وہ دور ونزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہوجائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہوجاتا ہے۔(168)

قربِ نوافل کے بعد قربِ فرائض کی منزل آتی ہے۔ قربِ فرائض کے مقام پر مردِ کامل خود کو آلۂ فعل کی مانند ظاہر پاتا ہے اور ذاتِ حق کو ہر فعل میں حقیقی فاعل کے روپ میں دیکھتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قربِ فرائض حاصل تھا۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ ذاتِ حق زبانِ عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعے کلام کرتی ہے۔(169)

قربِ نوافل کے مقام پر تمثیلاً بیان ہوا کہ میں بندۂ مومن کے کان بن جاتا ہوں لیکن سنتا وہ خود ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں لیکن دیکھتا وہ خود ہے۔ میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں لیکن پکڑتا وہ خود ہے۔ لیکن قربِ فرائض میں بیان ہوا کہ زبان تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے مگر متکلم ذاتِ حق ہے۔

'جمع بین القربین' کے مقام پر بندۂ مومن فنا کے دروازے سے گزر کر بقاء کی منزل کو پالیتا ہے اور تعینات کے سب پردے چاک ہوجاتے ہیں۔ اسے مقامِ خودی، مقام انا یا مقام ھوّیت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر بندۂ مومن نہ تو خود کو آلۂ فعل کی مانند پاتا ہے اور نہ ہی فاعل کی مانند۔ اس کا ظاہر و باطن فاعلیت کے لحاظ سے بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس مقام کا اس طرح سے ذکر ہوا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ......الانفال [8:17]

وہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکیں، جب آپ نے پھینکی تھیں۔ لیکن وہ تو اللہ نے پھینکی تھیں۔

''وَمَا رَمَيْتَ''(وہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکیں) میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فعل کی نفی کی گئی ہے۔ (قربِ فرائض)

''اِذْ رَمَيْتَ''(جو آپ نے ماری تھیں) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فعل کا اثبات ہے۔ (قربِ نوافل)

''وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى'' (بلکہ وہ تو اللہ نے ماری تھیں) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر نہ تو آلۂ فعل کی صورت میں ہے اور نہ فاعل کی صورت میں بلکہ فعل اور فاعل دونوں جہتوں سے نسبتِ فعل ذاتِ حق کی طرف کی گئی ہے۔ یہی ''جمع بین القربین'' کا مقام ہے۔ (170)

عرفانِ ذات کے مذکورہ بالا تمام مراحل کو ''نقشہ مراتب وجود'' کی مدد سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

حیات و مماتِ مردِ مومن:۔ عبادت کے معنی پامالی کے ہیں۔ عبدِ مقرب اپنی انانیت اور صفاتِ بشریّت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے ان کو فنا کر دیتا ہے تو بندے میں اس کی اپنی صفاتِ عبدیّت کے بجائے صفاتِ حق متجلی ہوتی ہیں اور انوارِ صفاتِ الٰہیہ سے وہ بندہ منور ہو جاتا ہے۔ آیت کریمہ ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝'' کے حکم کے مصداق خدا کا یہ مقرب بندہ مظہرِ خدا ہو کر کمالِ انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نُور کے جلوے، عبدِ مقرب کے ہاتھ پاؤں، دل اور دماغ میں ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ عطا ہونے والے خصوصی ادراک، علم، سمع اور بصر کی بدولت ہر آسان اور ہر مشکل کام پر قادر ہو جاتا ہے اور دور و بعید کی چیز پر اُسے قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسے مردِ مومن کو یہ قدرت اور کمال بعد از وصال بھی حاصل رہتا ہے کیونکہ انسان کی اصل حقیقت روح ہے۔ روح اور اس کی صفات و کمالات باقی رہتے ہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول نے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا لیکن ان کو اس جگہ قبر ہونے کا علم نہ تھا۔ کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں کسی انسان کی قبر ہے اور اُس میں سے سورۂ ملک پڑھنے کی آواز آ رہی ہے۔ جب وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا سورۂ ملک روکنے والی اور نجات دینے والی ہے اپنے پڑھنے والے کو عذابِ قبر سے۔

اگر مرنے کے بعد قبر میں کوئی چیز باقی نہ ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس صحابی سے فرماتے کہ بھئی یہ تمہارا وہم ہے یا فرماتے کہ کوئی فرشتہ ہوگا یا کوئی جن تلاوت کر رہا ہوگا قبر میں مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا اور کوئی تردید نہیں فرمائی۔

دورِ صحابہ کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَور میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نہر کھودی گئی۔ تو اتفاقاً وہ نہر اسی راستے سے آئی جس میں اُحد کا قبرستان آتا تھا۔ مزدور کام کر رہے تھے۔ ایک مزدور نے کھدائی کرتے ہوئے زمین میں پھاوڑا مارا تو اتفاقاً وہیں ایک شہید دفن تھا۔ تو وہ پھاوڑا اُس کے پاؤں کے انگوٹھے میں جا لگا اور خون جاری ہو گیا۔ یہ تو قبر میں حیاتِ جسمانی کی دلیل ہے کہ مرنے کے بعد اُن کے جسم میں بھی زندگی موجود ہے اور چہ جائیکہ رُوح جو ہے ہی باقی۔

زمانہ تابعین کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ امام ابونعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں حضرت سعید بن جبیر سے روایت نقل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی قسم! میں نے اور حمید طویل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کو لحد

میں اُتاراتھا۔ جب ہم کچی اینٹیں برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ اگر تو نے کسی مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی اجازت فرما۔ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو رد فرما دے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ شعب الایمان میں اپنی سند سے قاضی نیشاپور ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صالح عورت کا انتقال ہو گیا۔ ایک کفن چور اس کے جنازہ کی نماز میں اس غرض سے شامل ہو گیا تاکہ ساتھ جا کر اس کی قبر کا پتہ لگائے۔ جب رات ہو گئی تو وہ قبرستان میں گیا اور اُس عورت کی قبر کھود کر کفن کو ہاتھ ڈالا تو وہ خدا کی بندی بول اُٹھی کہ سبحان اللہ! ایک جنتی شخص ایک جنتی عورت کا کفن چُراتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری اور ان تمام لوگوں کی مغفرت فرما دی۔ جنہوں نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور تو بھی اُن میں شریک تھا۔ یہ سُن کر اُس نے فوراً قبر پر مٹی ڈال دی اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

پس ولیوں کا تو یہ حال ہے کہ چور جائے اور ولی بن کر آئے۔ اَب کوئی کہے کہ مرنے کے بعد اُن کی کوئی روحانی طاقت نہیں تو یہ سراسر غلط ہے کیونکہ رُوح تو اپنے لوازمات کے ساتھ باقی ہے۔(171)

عبادالصالحین کا نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی فائدہ ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''میری امت کے علماء، حفاظ اور شہداء شفاعت کریں گے۔ حتیٰ کہ ایک بچہ بھی جس کے والدین مومن ہوں وہ ان کے لیے سفارش کرے گا''۔

قیامت کے روز لوگ شفاعت کی درخواست لے کر حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس علی الترتیب حاضر ہوں گے۔ یہ سب انبیاء انہیں فرمائیں گے۔ ''نفسی نفسی اِذھبو اِلیٰ غیری''۔ ان کے حسبِ ہدایت بالآخر سب حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام انبیاء و اولیاء اور مؤمنین کو شفاعت کی اجازت مرحمت ہو جائے گی۔ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا شرک نہیں۔ اسی لیے تو انبیاء ''نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْھَبُوْ اِلٰی غَیْرِیْ'' فرمائیں گے۔ اولیاء کرام نہ خدا کے شریک ہیں نہ ساجھی ہیں۔ وہ تو خدا تعالیٰ کے اذن اور حکم کے تابع ہیں۔

مندرجہ بالا گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ مقام خودی پر فائز ہونے والے مرد کامل کو وہ زندگی عطا ہوتی ہے کہ موت نہ اسے فنا کر سکتی ہے اور نہ اس کے کمالات کو۔ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا فیضِ روحانی، لطف و کرم اور توجہاتِ باطنی کا سلسلہ اسی طرح قائم و دائم ہوتا ہے جس طرح اس کی زندگی میں تھا۔ کائناتِ ارض و سماء اپنی تمام تر وسعتوں سمیت اس کے تابع کر دی جاتی ہے اور تحت الثریٰ سے عرشِ معلّٰی تک پوری کائنات اس کی پیروی کرنے لگتی ہے۔ ذاتِ حق اسے سراسر پیکرِ نور بنا دیتی ہے اور انسانیت کے لیے پناہ گاہ اور امن و عافیت کا منبع بن جاتا ہے۔(172)

غوث الاعظم پیران پیر دستگیر قدس سرہٗ العزیز نے قصیدہ غوثیہ میں غوثیت اور محبوبیت کے اسی سب سے اعلیٰ اور ارفع مقام کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

قَصِیْدَہ غَوثِیَہ

سَقَانِی الْحُبُّ کَاْسَاتِ الْوِصَالِ فَقُلْتُ لِخَمْرَتِیْ نَحْوِیْ تَعَالِ

محبت نے مجھے وصلِ محبوب کے پیالے پلائے۔ پس میں نے اپنی شراب سے کہا کہ میری طرف آجا۔

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِیْ فِیْ کُئُوسٍ فَهِمْتُ بِسُکْرَتِیْ بَیْنَ الْمَوَالِیْ

پس وہ شراب پیالوں کے اندر میری طرف دوڑتی ہوئی آئی۔ پس میں نے اپنی مستی سے اپنے دوستوں کے اندر اثر کیا۔

فَقُلْتُ لِسَآئِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا بِحَانِیْ وَ ادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ

پس میں نے غوث کی حیثیت میں تمام اقطابِ جہان سے خطاب کیا کہ تیاری کرو اور میرے رجال الغیب اور لشکر بن کر میرے صحن میں داخل ہو جاؤ۔

وَهُمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِیْ فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِیْ مَلَالِیْ

اَے میرے سپاہیو! ہمّت کر کے آگے آؤ اور شراب کے دَور میں شامل ہو جاؤ کیونکہ اِسلام کا ساقی مجھے شرابِ معرفت فراواں طور پر دے رہا ہے۔

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُکْرِیْ وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِیْ

میرا نشہ ہو جانے کے بعد تم نے میری بچی ہوئی شراب پی لی۔ لیکن میرے رُتبۂ بلند اور قرب و اتصال کو نہیں پہنچ سکے۔

مَقَامُکُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَّلٰکِنْ مَقَامِیْ فَوْقَکُمْ مَّا زَالَ عَالِ

تم سب کے باطنی مرتبے بیشک بلند ہیں لیکن میرا مقام تم سب کے اُوپر ہے اور ہمیشہ اُوپر رہے گا

اَنَا فِیْ حَضْرَتِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ یُصَرِّفُنِیْ وَ حَسْبِیْ ذُوالْجَلَالِ

میں اللہ تعالیٰ کے حضور اور قرب میں یگانہ اور فرد ہوں۔ وہ مجھے ایک حال سے دوسرے حال میں پھیرتا ہے اور اُسی کی ذات میرے لیے کافی ہے۔

اَنَا الْبَازِیُّ اَشْهَبُ کُلِّ شَیْخٍ وَ مَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِیْ مِثَالِیْ

میں دُنیا کے تمام مشائخ کے اندر سفید باز کی مانند ہوں۔ مردانِ خُدا اور اولیاء اللہ میں وہ کون ہے جسے میری مثل رُتبہ عطا کیا گیا ہو۔

کَسَانِیْ خِلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ وَ تَوَّجَنِیْ بِتِیْجَانِ الْکَمَالِ

اللہ تعالیٰ نے مجھے ولایت کی وہ خلعت پہنائی جس پر عزیمت کے بیل بوٹے ہیں۔ اور میرے سر پر کمال کا تاج رکھا۔

وَ اَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ وَ قَلَّدَنِیْ وَ اَعْطَانِیْ سُؤَالِیْ

اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیم اسرارِ ازلی سے واقف فرمایا ہے اور مجھے نشانِ عزت سے مختص فرما کر میری ہر آرزو پوری فرمائی۔

وَ وَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا وَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِ

مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام اقطابِ زماں کا والی اور سردار بنایا۔ اَور میرا یہ حکم ماضی مستقبل اور حال میں جاری رہے گا۔

فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ لَصَارَ الْکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ

پس اگر میں اُس سرِّ قدیم کو سمندروں پر ظاہر کر دوں تو سب کے سب خشک ہو کر زائل ہو جائیں۔

فَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ　　لَدُكَّتْ وَاخْتَفَتْ بَيْنَ الرِّمَالِ

اور اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ظاہر کروں تو وہ کمال حیرت سے ٹکڑے ٹکڑے اور ذرّے ذرّے ہو جائیں۔

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ　　لَخَمِدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِیْ

اگر میں اپنا راز آگ پر ظاہر کر دوں تو وہ میرے حال کے بھید سے ٹھنڈی اور نابُود ہو جائے۔

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَيْتٍ　　لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی

اور اگر میں اپنا بھید مردہ لاش پر ڈال دوں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہو کر کھڑی ہو جائے۔

وَ مَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ　　تَمُرُّ وَ تَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالِیْ!

ہر مہینہ اور ہر زمانہ جو دنیا میں گزرنے کے لیے آتا ہے۔ وہ واقع ہونے سے پہلے میرے پاس آتا ہے۔

وَ تُخْبِرُنِیْ بِمَا يَأْتِیْ وَ يَجْرِیْ　　وَ تُعَلِّمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِ

اور جو کچھ واقع اور جاری ہوتا ہے اس کی مجھے خبر اور اطلاع دیتے ہیں۔ یہ علم خاصہ غیبی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے اَے نادان! ظاہر بین! تو اس معاملے میں میرے ساتھ جھگڑا کرنے سے باز آجا۔

مُرِيْدِیْ هِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّیْ　　وَ اِفْعَلْ مَا تَشَآءُ فَالْاِسْمُ عَالِ

اے میرے مرید! بلند ہمت ہو اور خوش، بے باک اور مستغنی رہ۔ اور جو تیرا جی چاہے کر۔ میرا نام بہت بڑا ہے۔

مُرِيْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّیْ　　عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنٰی لِیْ

اے میرے مرید! خوف نہ کر، اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اس نے مجھے بلند رُتبہ دیا ہے اور میں نے سب کچھ حاصل کر لیا ہے۔

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ　　فِیْ وَشَاءُسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَالِیْ

میری شہرت کے نقّارے آسمانوں اور زمین کے اندر بج چکے ہیں۔ اور سعادت کے نقیب میرے آگے پوشاپوش کرتے جا رہے ہیں۔

بِلَادُ اللّٰهِ مُلْكِیْ تَحْتَ حُكْمِیْ　　وَ وَقْتِیْ قَبْلِیْ قَدْ صَفَالِیْ

اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میری مملکت اور میرے حکم کے تابع ہیں اور میرا وقت اور حال میرے سے بھی پہلے صاف کر دیا گیا ہے۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا　　كَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُكْمِ التِّصَالِ

میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ممالک کی طرف جب دیکھا تو وہ سب ملے جلے مجھے ایک رائی کے دانے کے برابر معلوم ہوئے۔

وَكُلُّ وَلِیٍّ لَّهٗ قَدَمٌ وَّ اِنِّیْ　　عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِالْكَمَالِ

ہر ولی کا قدم کسی نبی کے قدم پر ہوا کرتا ہے۔ پر میرا قدم جدّ پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہے۔

مُرِيْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ　　عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

اَے میرے مرید! تو کسی بدخواہ دشمن سے خوف نہ کر کیونکہ میں لڑائی کے وقت بہت باہمت اولوالعزم قاتل ہوں۔

اَنَا الْجِيْلِیُّ مُحْیِ الدِّيْنِ اِسْمِیْ　　وَاَعْلَامِیْ عَلٰی رَأْسِ الْجِبَالِ

میں جیلان کا رہنے والا ہوں اور محی الدین میرا لقب ہے اور میری رفعت کے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِیْ　　وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ

میں حضرت امام حسنؓ کی اولاد سے ہوں اور میرا باطنی مقام مخدع ہے۔ اور میرا قدم تمام اولیاء اللہ اوّلین و آخرین کی گردنوں پر ہے۔

وَعَبْدُ الْقَادِرِ ﷺ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِیْ وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَيْنِ الْكَمَالِ

اورعبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میرا مشہور نام ہے اور میرے جدّ پاک صاحبِ عین الکمال ہیں۔

حُسنِ ازلی (حسنِ حقیقی، ذاتِ باری تعالیٰ) سے وصل کے لیے بزرگانِ دین نے طالبین کے لیے ایک کورس مقرر کیا ہے جسے فنِ روحانیت میں 'سلوک' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سلوک ایک باقاعدہ علم (Science) بھی ہے اور فن (Art) بھی ہے۔ اس کے لیے بزرگانِ دین نے نصابِ تصوف تجویز فرمایا ہے۔ اس روحانی سفر کے دوران فنا و بقا کے مراحل کو درج ذیل خاکہ کی مدد سے مزید بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا خاکہ کی وضاحت کرتے ہوئے کپتان واحد بخش سیال رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سالک یعنی طالب حق مقام الفؔ سے اپنا سفر شروع کرتا ہے اور پہلے مقام جؔ تک جاتا ہے۔ مقام الفؔ سالک کی ابتدائی حالت ہے اور مقام جؔ مطلوب کو ظاہر کرتا ہے۔

چنانچہ الفؔ سے جؔ تک کے سفر کا نام سیر الی اللہ ہے۔ یہاں پہنچ کر طالب فانی فی اللہ ہو جاتا ہے اور سیر فی اللہ کا آغاز کرتا ہے۔ اب چونکہ ذات کی کوئی انتہا نہیں اس لیے فنائیت فی اللہ کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ اس مقام پر سالک اپنی ہستی گُم کر دیتا ہے۔ سوائے اللہ کے کچھ باقی نہیں رہتا ؂

تو مباش اصلاً کمال ایں است و بس تو ز خود گم شو وصال ایں ست و بس (عطارؒ)

یہی کمال ہے تیرا کہ تو عدم ہو جا۔ یہی وصال ہے تو خود میں گم ہو جا۔

حدیث پاک میں اسی فنائیت فی صفات اللہ کی جانب اشارہ ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ۔ مرجاؤ مرنے سے پہلے۔

Lose Yourself To Save Yourself (گم کروا پنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے کو) سے بھی یہی فنائیتِ نفس مراد ہے۔

بعثتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور نزولِ قرآن سے پہلے تمام مذاہب مثلاً ہندو دھرم، بدھ مت اور عیسائیت وغیرہ میں یہی مقام یعنی فنائیت فی اللہ سب سے بلند ترین مقام تصوّر ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب کے پیروؤں کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر یا جنگلوں میں بیٹھ کر گیان دھیان میں مست ہو جانا کمال انسانی سمجھا جاتا تھا۔ وہ منزل جس کی

طرف انسانیت رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی اِسلام نے آ کر اس کی طرف رہنمائی کر دی اور...... اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ...... المائدہ [5:3] کا اعلان کر کے انسان کو ترقی کی سب سے بلند ترین منزل دکھا دی۔ وہ منزل کیا؟ وہ منزل فنائیت کی محویت اور استغراق سے نکل کر ہوش میں آنا، از سرِ نو مقامِ دوئی اختیار کرنا اور متّصف بصفات اللہ ہو کر دُنیا کے کاموں میں مشغول ہونا اور منصبِ خلافت انجام دینا ہے۔

مندرجہ بالا شکل میں مقام ج سے جو محویت و مستی کا مقام ہے نکل کر سالک مقام د سے ہوتا ہوا پھر مقام الف پر پہنچتا ہے۔ ج سے الف تک کے سفر کو سیر مَعَ اللہ، سیر باللہ اور سیر من اللہ کہتے ہیں اور جب فنائیت سے گزر کر از سرِنو طالب الف پر پہنچتا ہے تو یہ مقام بقا باللہ اور عبدیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر سالک کے اندر دونوں کیفیات موجود ہوتی ہیں واصلِ حق اور فنا فی اللہ بھی ہوتا ہے، اور دوئی اور ہوشیاری میں ہوتے ہوئے شہود و شاہد و مشہود کے مزے بھی اُڑاتا ہے۔ اس مقام کو جمع الجمع اور فرق بعد الجمع بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت بلند مقام ہے بلکہ انسانی ترقی کی آخری منزل ہے۔ اس کے آگے حیاتِ انسانی کے لیے کوئی مقام اور کوئی منزل نہیں۔

مقامِ عبدیت مقامِ فنا سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ یہی مقصدِ حیات ہے اور مذہبِ اسلام اور انسانیت کی یہی غرض و غایت ہے۔ جب آخری منزل کی راہ نمائی ہو گئی تو انبیاء علیہم السلام کا آنا بند ہو گا یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام آخری نبی ہیں۔ اب نہ نبی آنے کی ضرورت ہے نہ آئیں گے۔

عبدیت آپؐ کا خاص مقام ہے۔ جہاں حضرت آدم علیہ السّلام کو اللہ نے صفی اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو خلیل اللہ، موسیٰ علیہ السّلام کو کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح اللہ کا لقب عطا فرمایا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدہٗ و رسولہٗ کے شرف سے مشرف فرمایا ہے۔ کیونکہ عبدیت ہی کمالِ انسانی ہے اور بلند ترین منزل ہے۔ آیۂ مقدسہ سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الاسراء [17:1] میں لفظ عبدہٖ سے یہ مراد ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج حالتِ فنائیت، سُکر اور استغراق فی الذات میں نہیں ہوئی جو دائرہ مذکور میں مقام ج کا خاصہ ہے۔ بلکہ آپؐ کو یہ معراج مقامِ عبدیت و بقا باللہ۔ ہوشیاری اور حالتِ تمکین میں ہوئی ہے اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ کیونکہ مقام ج پر وصال تو باقی اولیاءِ کرام کو بھی نصیب ہوتا ہے۔ مقام الف پر اور جسمِ انسانی کے ساتھ معراج صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ انسانی جسم کے ساتھ حالت صحو و ہوشیاری میں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچنا بہت ہی بڑا مرتبہ ہے جس کا حامل کوئی نہیں ہو سکتا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہ کمالِ ظرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر اتنی تھوڑی سی دیر میں اتنی بلندی پر پہنچ گئے۔ حالانکہ اتنی بلندی پر جانا حیرت کی بات نہیں ہے۔ حیرت یہ ہے کہ آپ اس قدر بلندی پر جا کر اتنی جلدی کس طرح واپس آ گئے۔ انتہائی عروج سے ایک دم انتہائی مقامِ نزول پر آنا وسعتِ ظرف ہی کا کمال ہے۔

صوفیہ کے نزدیک دنیا کا مفہوم:۔ اسلام میں دنیوی کاروبار کو مستعدی، محنت اور تندہی سے کرنے کا حکم ہے۔ کاہلی کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ کسب، بال بچوں کی پرورش، قرابت داروں کی امداد، یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کی نگہبانی اور رزقِ حلال پر اِسلامی تعلیمات میں بہت زور دیا گیا ہے۔ مال و دولت کمانا اور دنیوی امور میں ترقی حاصل کرنا بالکل جائز

ہے۔صحابہ کرامؓ اور بے شمار اولیاءِ کرام کا یہی مسلک رہا ہے۔اسلام میں کاروبار ممنوع نہیں لیکن یہ سب کام ایک نقطۂ نگاہ سے کرنے چاہئیں وہ یہ کہ ہر کام کی غرض و غایت وصول الی اللہ ہو۔سب کام اُسی ایک مقصد کے تحت کرنے چاہئیں، سب مقاصد کی غرض و غایت الغایات وہی ایک مقصد ہونا چاہیے۔یہ جو حدیث شریف میں ہے:

اَلدُّنْيَا جِيفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ دُنیا مردار ہے اور اسکے طالب کُتّے ہیں۔

اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو دنیوی کاروبار میں طالبِ دُنیا نہیں ہونا چاہیے بلکہ سب کام طلبِ مولا اور رضائے مولا کی خاطر کرنے چاہئیں۔جو شخص سعودی عرب جانے کے لیے ہوائی جہاز میں نشست حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔وہ دراصل طالبِ ہوائی جہاز نہیں ہے بلکہ طالبِ سعودی عرب ہے۔ہوائی جہاز تو سعودی عرب پہنچنے کا فقط ایک ذریعہ ہے۔اِسی طرح دُنیا کے کاروبار اِس نیّت سے کرنے چاہئیں کہ ان کے حصول سے اصلی اور حقیقی مطلب حاصل ہو۔حضرت مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل اشعار میں اس مضمون کی خوب وضاحت فرمائی ہے ؎

چیست دُنیا از خُدا غافل بُدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
آب در کشتی ہلاکِ کشتی است آب اندر زیر کشتی پشتی است

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی وہ دنیا جسے مذموم کہا گیا ہے کیا ہے؟ صرف خُدا سے غفلت کا نام ہے۔نہ سونا ہے نہ چاندی ہے اور نہ بیوی بچے ہیں۔دُنیا کو پانی اور قلب اِنسانی کو کشتی کی مثال دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اگر دُنیا اِنسان کے دل کے اندر داخل ہو جائے تو آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔لیکن اگر دُنیا کا سہارا لے کر یعنی اس کو ذریعہ بنا کر حقیقی مقصود حاصل کیا جائے تو اس میں نجات ہے۔اس لیے دنیا کے تمام کام مثلاً سیاست کے ذریعہ ملک میں حکومت قائم کرنا، فوج رکھنا، صنعتی ترقی کرنا، کھیتی باڑی کرنا، سائنس کی ایجادات کے ذریعہ انسان کی مشکلات حل کرنا سب کی غایت یہی ہے کہ لوگ فارغ البال ہو کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں اور اس کی معرفت حاصل کریں کیونکہ معرفت اور ذکر اللہ رُوح کی غذا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸ رعد[13:28]۔سُن لو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

کس قدر ظلم اور جہالت ہے کہ جسم کے لیے جو بمنزلہ گھوڑے کے ہے، خوراک مہیا کرنے کی خاطر تو انسان اپنی ساری عمر صرف کر دے اور رُوح کے لیے جو بمنزلہ سوار کے ہے کچھ بھی نہ کرے۔اگر آپ کے یہاں کوئی مہمان آئے جس کے ساتھ سواری کے لیے گھوڑا بھی ہو اور آپ گھوڑے کے لیے تو گھاس مہیا کر دیں لیکن مہمان کے لیے کوئی بندوبست نہ کریں تو کیا آپ کی عقل صحیح سمجھی جائے گی؟

آج کل بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو خلافتِ الٰہیہ کا حامل سمجھ کر حکومتِ الٰہیہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ان کو جاننا چاہیے کہ آدمی منصبِ خلافتِ الٰہیہ کے اس وقت تک قابل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خودی اور نفس کو مغلوب کر کے مقامِ فنا فی اللہ حاصل نہ کرے۔اور فنائیت فی اللہ حاصل کر کے حدیث پاک "بِي يَسْمَعُ وَبِي يُبْصِرُ" کے مطابق متصف بصفات اللہ نہ ہو اور مقام بقا باللہ اور عبدیت حاصل نہ کرے۔کیونکہ اس مقام پر پہنچے بغیر وہ نُور حاصل نہیں ہوتا۔جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ممبر پر کھڑے کھڑے دُور دراز مقام پر "يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ" (اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف)

کا نعرہ لگا کر اپنے فوجی جرنیل کو جنگی ہدایت دی۔ لہٰذا ہر بوالہوس کو شایاں نہیں کہ وہ اپنے آپ کو منصب خلافتِ الٰہیہ کے قابل سمجھے، کس قدر بوالعجبی ہے کہ ایک طرف تو لوگ خلافتِ الٰہیہ کا دعویٰ کرتے ہیں، اور دوسری طرف منصبِ خلافت کے حصول یعنی سلوک، رُوحانیت وتصوّف اور رشد وارشاد کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہی ان کے کھوکھلے پن کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب اور حقائق اور معارف حاصل کرنے کے لیے وسیلۂ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وسیلہ مرشد ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ التوبہ [9:119]۔ صادقین کا قرب حاصل کرو۔

صادق اُسے کہتے ہیں جو صادق الحال ہو۔ جس کا قال کچھ اور حال کچھ ہو وہ صادق نہیں ہوسکتا۔ اس لیے صادقین سے مراد اولیاء کرام ہی ہیں جو حدیث شریف **بِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ** کے مُطابق اللہ کے کانوں سے سُنتے ہیں اور اللہ کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور **اٰیَاتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ** کا صرف علم الیقین نہیں بلکہ حق الیقین رکھتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ علم کی تین قسمیں ہیں: اول علم الیقین، دوم عین الیقین اور سوم حق الیقین۔

علم الیقین یہ ہے کہ آپ کو کوئی بتائے کہ آگ جلاتی ہے۔ عین الیقین یہ ہے کہ آپ کسی چیز کو آگ میں جلتا ہوا دیکھ لیں اور حق الیقین یہ ہے کہ آپ آگ کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھ لیں کہ واقعی جلاتی ہے۔ لوہے کو دیکھیں جب آگ میں جاتا ہے تو وہ بالصورت اور بالسیرت آگ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق بھی حق الیقین یہی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی آدمی اپنی ہستی کو اللہ کی ذات میں بالکل گم کر دیتا ہے۔ (174)

علمِ تصوف اور اس کے حصول کے لیے ضرورتِ شیخ سے آگاہ ہونے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ مرشدِ کامل کس طرح اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ تصوف کی زبان میں روحانی سفر کو سلوک الی اللہ کہتے ہیں۔ مرشدِ کامل، مریدِ صادق کو سلوک الی اللہ طے کراتے ہیں۔ وہ مرید کی روحانی واخلاقی تعلیم وتربیت کے لیے اسے تصوف کی تعلیم دیتے ہیں اور اس علم کے مطابق تربیت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ علمِ تصوف میں روحانی تعلیم وتربیت میں لطائف ستّہ کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ لطائفِ ستّہ سے مراد انسان کے جسم کے اندر موجود چھ رُوحانی مراکز ہیں۔ مرشدِ من حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرفان حصہ اول کے صفحہ نمبر 198 پر ان لطائف کا اس طرح سے ذکر فرمایا ہے:

نام مقام	نام لطیفہ	عالم	سیر	حال	مقام	رنگ	ذکر	اسم تصوّر
مقامِ اوّل	نفس	ناسُوت	الی اللہ	میل	شریعت	نیلا	لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ	اللہ
مقامِ دوم	قلب	ملکُوت	لِلّٰہ	محبت	طریقت	زرد	لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ	للہ
مقامِ سوم	رُوح	جبروت یا حقیقت محمدیؐ	عَلَی اللہ	عِشق	حقیقت	سُرخ	یااللہ	لہ
مقامِ چہارم	سِرّ	لاہُوت	مَعَ اللہ	وصل	معرفت	سفید	یاحیّ یاقیّوم	ھُو
مقامِ پنجم	خفی	یاہُوت	فِی اللہ	فنا	مقامِ منتہی	سبز	یاواحد	محمدؐ رضی اللہ عنہا
مقامِ ششم	اخفٰی	یاہُوت	عِن اللہ	حیرت	بازشرعیت	بنفشئی	یااحد	فقر
مقامِ ہفتم	انا	ہُوِیَّت	بِاللہ	بقا	مقامِ جمع الجمع	بے رنگ	یاھو	اللہ محمدؐ

مشائخ متقدمین نے سلوک باطنی کے ان لطائف میں سے ہر لطیفے کا علیحدہ عالم، الگ مقام، جُدا حال اور مختلف ذکر

وغیرہ مقرر فرمائے ہیں۔ اسم 'اللہ' لطیفہ نفس کے لیے مخصوص ہے اور اس کا عالم ناسوت، مقام شریعت اور سیر الی اللہ ہے۔ دوم اسم 'لِلّٰہ' 'لطیفۂ' قلب کے لیے مخصوص ہے اور مقام اس کا طریقت، عالم ملکوت اور سیر 'لِلّٰہ' ہے۔ سوم اسم 'لہٗ' کا لطیفہ روح ہے اور مقام حقیقت، عالم اس کا جبروت اور سیر علَی اللہ ہے۔ چوتھا اسم ھُوْ ہے جس کا لطیفہ سِرّ ہے اور مقام اس کا معرفت اور عالم لاہوت اور سیر مَعَ اللہ ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

بندۂ عاجز کے مطالعہ و تحقیق کے مطابق بعض مسالک ان لطائف سے منسوب رنگوں کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک دو لطائف کے مقام کے بارے میں بھی اختلافات نظر آتے ہیں۔ یہ اختلافات، اختلافِ مشاہدہ کی وجہ سے ہیں۔ دراصل بدن کے اندر اور بھی بہت سے لطائف ہیں۔ بہت سے ان میں سے ریڑھ کی ہڈی اور ارد گرد کے مقامات میں ہیں اور باقی تمام بدن میں۔(175)

آکوپنکچر طریقہ علاج میں انہی مقامات سے متعلق انرجی پوائنٹس کو سوئیوں کی مدد سے متحرک کر کے جسمانی امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس لیے مراقبہ میں اصل مقام سے ذرا ہٹ کر کسی قریبی لطیفہ پر توجہ سے کسی اور رنگ اور کیفیت کا مشاہدہ و احساس پیدا ہوتا ہے۔

شیخ کامل کے فیضان سے، ذکر و فکر اور توجہ سے جب یہ لطائف بیدار ہو جاتے ہیں تو سالک عالمِ ملکوت، عالم جبروت، عالمِ لاہوت، عالم یاہُوت اور عالم ہاہُوت میں پرواز کر کے فنا کے دروازے میں سے گزر کر بقاباللہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے سات مراتب سلوک اور سات تعینات اور چھ تنزلات الٰہیہ بیان فرمائے ہیں۔ اصطلاحاتِ صوفیاء کے صفحہ نمبر 40 پر درج ہے کہ ذات کے مرتبہ ظہور کو تعین کہتے ہیں۔ ذات حق تعالیٰ کا تعینات میں ظاہر ہونا تنزل ہے۔ تنزلات ستہ سے مراد چھ تنزلات ہیں۔(176)

سرِ دلبراں کے صفحہ نمبر 407 پر حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، لغوی اعتبار سے اُوپر کی منزل کو چھوڑ کر نیچے کی منزل میں آجانے کا نام تنزل ہے۔ مثلاً ایک ڈپٹی کلکٹر کا تنزّل تحصیل داری میں ہو گیا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب وہ ڈپٹی کلکٹر نہیں رہا بلکہ تحصیل دار ہو گیا ہے۔ اوپر کے مقام اور مرتبہ سے ہٹ کر وہ اب نیچے کے مقام و مرتبہ پر فائز ہو گیا ہے۔ اوپر کی جگہ اُس سے خالی اور نیچے کی جگہ اس سے پُر ہو گئی ہے۔ اصطلاحی لحاظ سے تصوّف میں تنزّلات سے مراد وہ سیڑھیاں ہیں جن پر وجود نے مرتبہ وراء الوریٰ سے علی الترتیب نزول فرما کر باغ و بہار کائنات کی گلشن آرائی فرمائی۔ وجود جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ اس میں کسی قسم کا تغیّر نہیں ہوا...... ''اَلْآنَ کَمَا کَانَ''...... یہ جملہ تغیرات شہودی اور اعتباری ہیں۔ خواہ وہ علمی ہوں یا عینی۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ ''جملہ تنزّلات شہود میں واقع ہوئے نہ کہ وجود میں'' تو اس جملہ سے یہی مراد ہوتی ہے کہ یہ تنزّلات اعتباری ہیں نہ کہ حقیقی۔

سید شاہ گل حسن قادری قلندری، تعلیمِ غوثیہ کے صفحہ نمبر 311 پر تعینات و تنزّلات کی اعتباری حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''......تعینات محض اعتباری اور صرف نسبتی باتیں ہیں جن کی وجہ سے ذاتِ مقدس میں کوئی نقص عائد نہیں ہوتا۔ تم ایک کو

اگر چار کی چوتھائی (   ) کہو یا تین کی تہائی (   ) یا دو کا آدھا (   ) یا آدھے کا

دو چند (   ) تو ان نسبتوں سے اُس یگانگی (وحدت، توحید) میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی (کوئی فرق نہیں

پڑتا)۔ اسی طرح ذاتِ پاک کو تجلیات و تعینات کے لحاظ سے مختلف ناموں اور مختلف مرتبوں اور مختلف حضرات کے نام

سے بولنا اس کی احدیت کا مانع نہیں (اس کی احدیت کے خلاف نہیں) ہے۔ وہی ایک ذات ہے جو رنگارنگ نظر آ رہی ہے۔

تنزلات کا مفہوم مزید واضح کرنے کے لیے پانی کی مثال پر غور کریں۔ فرض کریں مرتبۂ اول مقام عدم ہے۔ یہاں کچھ بھی موجود نہیں۔ مرتبہ دوم پر ذات باری تعالیٰ نے مختلف گیسیں پیدا فرما دیں۔ مرتبہ سوم پر ان گیسوں کو خصوصیات اور نام عطا فرما دیئے۔ مرتبہ چہارم پر ان میں سے دو گیسوں، ہائیڈروجن اور آکسیجن کو لے کر ملا دیا گیا۔ اس سے ہائیڈروجن ڈائی آکسائیڈ (H_2O) گیس یا آبی بخارات پیدا ہوئے۔ مرتبہ پنجم پر ان آبی بخارات کو ٹھنڈا کیا گیا تو ان کی تکثیف سے

پانی (H_2O) بن گیا۔ مرتبہ ششم پر پانی (H_2O) کوٹھنڈا کیا گیا تو اس کی مزید تکثیف سے برف (H_2O) بن گئی۔ یہ سب حقیقت اولیٰ کی قدرت سے ظاہر ہونے والے تنزلاتِ ستہ، تعینات اور مراتب ہیں۔ جو لوگ پانی کے کیمیائی فارمولا (H_2O) کو دیکھیں گے۔ انہیں بارش کے پانی، سمندر کے پانی، زمینی پانی، مصنوعی برف، آسمانی برف اور آبی بخارات میں وحدت نظر آئے گی جو ظاہر بین ہوں گے اور پانی کو پانی ہی کہیں گے، برف یا آبی بخارات کا نام نہیں دیں گے، ان کا کہنا بھی درست ہوگا۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ خدا، خدا ہی رہتا ہے خواہ کتنا ہی نزول کیوں نہ کر جائے، بندہ، بندہ ہی رہتا ہے خواہ کتنا ہی عروج کیوں نہ کر جائے۔ گیسوں کا لطافت سے کثافت پا کر برف بننا یا برف کا کثافت سے لطافت پا کر گیسوں کی شکل اختیار کرنا یا معدوم ہونا ان کے مختلف مراتب کو ظاہر کرتا ہے۔ تصوف میں عدم سے موجودات کے ظہور کے روحانی مراحل کو تفہیم کی خاطر مراتب، تعینات اور تنزلات کی اصطلاحات کی مدد سے بیان کیا جاتا ہے۔

	مراتب	تعینات
1۔	لاتعین	ذات
2۔	تعیّن اول..... ذاتِ حق کا تعیّن (حقیقتِ محمدی)	صفات
3۔	تعیّن دوم..... کائنات کی تخلیق	اسماء
4۔	عالمِ ارواح	افعال
5۔	عالمِ مثال	آثار
6۔	عالمِ ناسوت	اعیان (اشیاء کی صورتیں)
7۔	تنزّل حضرت انسان	انسان

1۔ حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ ''مخزن الاسرار و سلطان الاوراد'' میں ان مراتب کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ان سات مراتب میں اوّل مرتبہ جو تمام

مراتب الوہیت سے برتر اور جملہ تعینات علمی اور خارجی سے بالاتر ہے۔ وہ مرتبۂ ذات ہے جسے مرتبۂ احدیّت اور حقیقتِ حق بھی کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ ہر قسم کی صفاتِ ذاتیہ وافعالیہ سے خارج ہے۔ یعنی اِس مرتبے میں نہ صفاتِ ذاتیہ اور نہ افعالیہ کا حصول اور نہ سلب مراد ہے۔ بلکہ یہ مرتبہ ہر وصف ونعت، ہر اسم ورسم، ہر قسم کے ظہور وبطون ہر قسم کی کلّیت و جزئیّت اور عمومیت وخصوصیت وغیرہ تمام اعتبارات واشارات سے پاک ہے۔ اس مرتبے کو مجہول الوصف، ممتنع الاشارات، منقطع الوجدان، غیب الغیب، مُطلِق المُطلق وازل الازال کہتے ہیں اور مرتبہ ھاھویت لا تعین اور عین ھویّت کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ ذاتی مرتبہ ہر قسم کے اعتبارات تمام تعینات اور جملہ تعلقات اور اضافات غرض کہ اطلاق اور تعین کی کل قیود اور تعلقات سے مطلق مبرّا اور منزّہ ہے۔ یہ مرتبہ وراالوراء ثم وراءالوراء ہے۔ اس مرتبہ عرفان تک کسی کو راستہ نہیں اور اس مقام ذاتِ مطلق میں کسی کو دخل نہیں۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ......آلِ عمران[3:28] [3:30] اور...... لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ......
غافر[40:16] اس مرتبے کی طرف اشارہ ہے۔

2۔ دوم مرتبۂ تعین الاوّل اور تجلّی اولیٰ ہے۔ یہ مرتبۂ وحدت ہے۔ یعنی عالمِ ذات کا اپنی ذات اور جملہ صفات واسماء کی نسبت ایسا علم کہ جس میں کسی اِسم وصفت کو ایک دوسرے سے امتیاز نہ ہو۔ یعنی ذات میں علم ذات اور جملہ صفات اور اسماء بلا امتیاز اس طرح مندرج اور شامل ہو جیسا کہ تخم اور پھل میں درخت معہ جملہ شاخوں، پھلوں، پھولوں، پتوں اور کانٹوں وغیرہ کے شامل اور موجود ہوتا ہے اس جگہ چار اعتبارات یعنی علم، وجود، نور اور شہود وظہور پاتے ہیں۔ اس مرتبے کا دوسرا نام حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس تعین کو مرتبہ اوّل، عقلِ کُل، عقل اوّل، برزخ کبریٰ، برزخ البرازخ، عالمِ صفات، قلم اعلیٰ، لوح محفوظ، اُمّ الکتاب، مخلوقِ اوّل، مبداء اوّل، حقیقت الخالق، ابوالارواح، ابوالکبیر ورابطۂ اوّل، عالم اجمال اور کنزالکنوز کہتے ہیں۔

3۔ سوم مرتبہ تعینِ دوم اور تجلّیٔ ثانیہ ہے۔ اس مرتبے کے اندر ذات نے علم ذات کا اور اپنے جمیع صفات واسماء اور جملہ ممکنات کا تفصیلاً، مجملاً، مجموعاً اور الگ الگ امتیاز پایا ہے۔ یہ مربتہ احدیّت کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں جملہ صفات سبعہ یعنی سات صفاتِ ذاتی: یعنی صفتِ حیات، علمِ ارادہ، قدرت، سمع، بصر اور کلام نے ظہور پایا ہے۔ اور کلمات اس میں اٹھائیس ہیں کہ ان کو اسماء الٰہی اور حقائقِ الٰہی کہتے ہیں۔ یہ مرتبۂ لاھوت لامکان کا ہے۔ یہ مرتبہ ہر آلائشِ حدث وشہادت اور کدورتِ کون وکثافتِ مکان سے پاک ہے۔ یہ محض بحرِ انوارِ غیب اور دنیائے اسرارِ لطیف ہے۔ یہ مقام مقام اَرواح سے بالاتر ہے۔

4۔ چوتھا مرتبہ عالَمِ اَرواح کا ہے۔ جو کہ ہر مادے سے مجرد اور منفرد ہے اور اجسام کے عوارض، الوان اور اشکال سے پاک ہے۔ اور قابل ادراک خود اور غیر خود ہے۔ اس لیے سوال ''...... اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ......'' الاعراف[7:172] کے جواب میں اَرواح نے بلیٰ اِس مقام میں کہا۔ اس مرتبے کو مرتبۂ جبروت کہتے ہیں۔ عربی میں اجبار جوڑنے اور ملانے کو کہتے ہیں اور جبیرہ اس لکڑی کی چپٹی کو کہتے ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں۔ یہ مرتبہ مراتبِ الٰہیہ اور مراتب کونیہ کے درمیان بمنزلہ پُل، سیڑھی اور واسطے کے ہے۔ اس لیے اس مقام کو مقامِ جبروت کہتے ہیں۔ یہی

مقام جبرائیل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان وحی کا وسیلہ اور واسطہ رہے ہیں اور عبد و معبود، خالق و مخلوق اور ربّ و مربوب کے درمیان تعلق جوڑنے پر مامور ہیں۔ یہ مقام عالمِ غیب اور عالم شہادت یعنی عالمِ ارواح و عالمِ اجساد یا عالمِ لطیف و عالمِ کثیف کے درمیان گویا ایک برزخ (پردہ) اور سیڑھی کے ہے۔

5۔ پانچواں مرتبہ عالمِ مثال ہے اور یہ عالمِ ملکوت ہے۔ اس عالم میں میّت سے قبر میں سوال و جواب ہوتا ہے اور اِسی عالم میں اُسے برزخ کے اندر عذاب ہوتا یا راحت ملتی ہے۔ کامل لوگوں کی اَرواح اور ملائکہ اسی عالم میں بود و باش رکھتے ہیں اور مختلف مثالی شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ خضر اور الیاس علیہم السلام کو اسی مقام میں زندگی حاصل ہے اور اَرواحِ شہداء اکبر اَور اصغر کو اسی مقام میں بہ نسبت دیگر اَرواح کے بڑھ کر زندگی اور بیداری حاصل ہے۔ انسان کے سچے خواب اِسی مقام میں واقع ہوتے ہیں۔

6۔ چھٹا مرتبہ مرتبۂ وجود عالمِ ناسُوت ہے۔ یہ عالم قابلِ خرق والتیام یعنی ٹوٹنے اور جڑنے کے قابل ہے۔ یہاں تمام اشیاء کونیہ باعتبارِ خلقت سوائے عرش و کرسی کے قابل تجزیہ و تبعیض ہے۔ اس عالم میں اشیاء جڑتی اور ٹوٹتی ہیں۔ اس مرتبے کی ابتداء عرشِ رحمٰن سے ہے اور اس کا انجام اور خاتمہ موالیدِ ثلاثہ پر ہے۔ فرش سے عرش تک اس کا عرض محیط عالم ہے۔ اس مرتبے کو مرتبۂ ناسُوت کہتے ہیں۔

7۔ ساتواں مرتبہ جمع الجمع ہے۔ اس مرتبے کا مظہر حضرتِ انسان ہے کہ جملہ تعینات سابقہ اور کل عوالمِ مذکورہ کا جامع ہے۔ اس مرتبۂ ہدایت میں مرتبۂ نہایت مندرج ہے۔

كَمَا قِيْلَ النِّهَايَةُ هِيَ الرُّجُوْعُ اِلَى الْبَدَايَةِ اورفَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ...... الحجر [15:29]ص [38:72] اسی نسبتِ ذاتی سے مراد ہے اور اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ......البقرہ[2:30] اِسی جامعیت کی طرف اشارہ ہے۔اور خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ اسی کمالیّت پر دال ہے۔ اِس مرتبے میں انسانِ کامل مظہرِ اتم کبریا اور آئینہ جامع حق نما ہوتا ہے۔

ان سات مراتب میں سے اوّل تین مراتب یعنی مرتبہ ھاھوت، یاھوت اَور لاھُوت کومراتبِ الٰہیہ کہتے ہیں اور دیگر تین مراتب یعنی مرتبۂ جبروت، ملکوت اور ناسوت کومراتبِ کونیہ کہتے ہیں۔اور ساتویں مرتبۂ حضرتِ انسان کو مرتبۂ جامع کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں جملہ مراتبِ الٰہیہ اورمراتبِ کونیہ بالقوی جمع ہیں۔ یہ مرتبہ ہردو امکان اور وجوب اورمرتبۂ حدوث وقدم کے رنگ سے رنگین ہے۔

مذکورہ بالا سات مراتب میں سے سوائے پہلے ذاتی مرتبہ کے باقی چھ مراتب کوتنزّلاتِ ستّہ یعنی چھ عدد تنزّلات کہتے ہیں۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے واحد مطلق اور اکیلے تھے۔ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهٗ شَيْئٌ یعنی اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اُس کے ساتھ اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اخفاء سے اظہار اور وحدت سے کثرت کی طرف ظہور ونزول فرمایا اور اس ظہور ونزول سے چھ قسم کے تنزّلات واقع ہوئے۔ چنانچہ نزول اول میں اللہ تعالیٰ نے ذات سے صفات کی طرف اور نزول دوم کے اندر صفات سے اسماء کی طرف ظہور فرمایا۔تیسرے نزول میں اسماء سے افعال کا صدور ہوا اور چہارم نزول میں افعال سے آثار نمودار ہوئے۔پنجم میں آثار سے اعیان اور ششم تنزّل کے اندر اعیان سے حضرتِ انسان کا نمود اور اس کا وجود موجود ہوا۔ اِن مراتب میں سے پہلے تین مراتب کومراتبِ الٰہیہ اور پچھلے تین مراتب کومراتبِ کونیہ اور آخری مرتبہ کومرتبۂ جامعہ کہتے ہیں اور پہلے مرتبہ ذات کے بعد دو مراتب کوظہورِ علمی اور آخری تین مراتب کوظہورِ عینی کہتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ان جملہ مراتب وتعینات و تنزّلات وظہورات کا نقشہ دیا جاتا ہے۔

مرتبۂ اوّل	مرتبۂ دوم	مرتبۂ سوم	مرتبۂ چہارم	مرتبۂ پنجم	مرتبۂ ششم	مرتبۂ ہفتم
ذات	(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)
	تنزّلِ صفات	تنزّلِ اسماء	تنزّلِ افعال	تنزّلِ آثار	تنزّلِ اعیان	تنزّلِ انسان
(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)	(۷)
تعیّنِ احدیّت	تعیّن وحدت	تعیّن وحدانیّت	تعیّنِ روح	تعیّن مثال	تعیّنِ جسم	تعیّن اِنسان
(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)	(۷)
مقامِ ہاہُوت	مقامِ یاہُوت	مقام لاہُوت	مقام جبروت	مقامِ ملکوت	مقامِ ناسُوت	مقامِ ذات
مراتبِ الٰہیہ			مراتبِ کونیّہ			مرتبۂ جامعہ
ظُهُوْرَاتِ عِلْمِی			ظُهُوْرَاتِ عَيْنِی			

یادرہے کہ آفتابِ ذات نے جب اُفقِ وحدت سے ظہورِ کثرت کی طرف جلوہ فرمایا تونُورِ ذات سے سات

مختلف ذاتی صفات کی شعاعیں نمودار ہوئیں۔یعنی صفتِ حیات،علم،قدرت،ارادہ،سمع،بصراَور کلام اور اسی کے مطابق سات مذکورہ بالا مراتب اور سات تعینات قائم ہوئے۔جیسا کہ آفتاب کے ذاتی سفید نور سے سات مختلف الوان اور رنگوں کا ظہور ہوتا ہے۔جب کہ وہ کسی شفاف محدّب جسم سے گذرتا ہے۔جنہیں ہم اکثر شبنم کے قطروں اور قوسِ قزح کی صورت میں روزمرّہ دیکھتے ہیں۔آفتابِ ذات کے یہ ساتھ نزولی رنگ عالمِ کثرت، جملہ تنوعات کے ہر علوی اور سفلی اور غیب وشہود کے تمام امکانات میں ظاہر ہوئے۔(177)

عزیزانِ من!اسلام میں انسانی زندگی کی غرض وغایت قرب ومعرفت الٰہی ہے اور تمام عبادات یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب کا مقصد حصول قرب ومعرفت الٰہی ہے۔لہٰذا ہر شخص کو اپنی حالت دیکھ کر غور کرنا چاہیے کہ آیا اس کی عبادت سے اس کو قربِ حق میں اضافہ ہو رہا ہے یا دنیا سے محبت زیادہ ہو رہی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نماز سے انسان کے گناہ نہیں رک سکتے وہ نماز نہیں ہے۔چنانچہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام کا جو مسلک ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کے عین مطابق ہے۔جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اولین فرض زہدوتقویٰ، اور رات دن قربِ حق میں ترقی کے لیے جدوجہد کرنا تھا۔اولیاء کرام کا طریقہ وہی رہا ہے کہ اولیت حصول قرب ومعرفت کو دیتے رہے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام کی طرح ان کو اور ان کے خلفاء ومریدین کو عملی طور پر حق تعالیٰ کا قرب ووصال نصیب بھی ہوا ہے جس کی بدولت وہ اس قدر مقبولِ حق، مقبولِ رسولؐ اور مقبولِ خلق ہوئے کہ سینکڑوں ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی آج تک ان کے مزارات اور تعلیمی مراکز آباد اور پر رونق ہیں اور ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت رکھنے والے جانباز عاشقوں کا وہاں ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور ان کے عرسوں پر اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ جس کی کسی اور عالم، فاضل اور قومی راہنما کی قبور یا تعلیمی مراکز پر مثال نہیں ملتی۔اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام محبت کا مذہب ہے اور خدا کی محبت ہر شخص اور ہر کس وناکس کے دل میں موجزن ہے۔چونکہ اولیاء اللہ کی تعلیمات میں حق تعالیٰ کی محبت کا عنصر غالب ہوتا ہے لوگ بے ساختہ اور والہانہ طریق پر ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں لیکن زاہدان خشک منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔اسلام میں شدید حب اللہ کی شہادت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی کہ خود خالق کائنات نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے...... وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ البقرہ[2:165] (مومنین کو حق تعالیٰ کے ساتھ شدت سے محبت ہوتی ہے) نیز فرمایا...... قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ......آل عمران[3:31] کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے) نیز ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اَلَا لَا اِيْمَانَ مَنْ لَا مَحَبَّتَهٗ لَهٗ ٥ اَلَا لَا اِيْمَانَ مَنْ لَا مَحَبَّتَهٗ لَهٗ ٥ اَلَا لَا اِيْمَانَ مَنْ لَا مَحَبَّتَهٗ لَهٗ ٥ (جس کے دل میں محبت نہیں اس کا ایمان بھی نہیں ہے) یہ کلمات آپ نے زور دے کر تین مرتبہ فرمائے۔اس لیے ہر عابد، زاہد، عالم، فاضل، مومن اور مسلمان کا فرض ہے کہ ہر وقت یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ اس حدیث پاک کے مطابق وہ کولہو کے بیل کی طرح نقطہ آغاز پر تو نہیں کھڑا۔ترقی کی ظاہری علامت یہ ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ کا قرب محسوس ہو۔ہر کام میں اس کو تائید ایزدی حاصل ہو جاتی ہے، خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت اور ہدایت نصیب ہوتی ہے۔اگر اس سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو حق تعالیٰ کی

جانب سے اس کو خواب میں تنبیہ ہو جاتی ہے۔ بزرگانِ دین کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ کشف کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ گذشتہ اور آنے والے واقعات کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ اس کے مخالفین نقصان اُٹھاتے ہیں اور قدم قدم پر اس کو حق تعالیٰ سے امداد ملتی ہے اور بالآخر فنا فی اللہ اور بقاء باللہ جیسے بلند مراتب نصیب ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو قربِ حق کی نوعیت کا علم نہیں ہے اور چند نمازیں پڑھ کر اپنے آپ کو مقرب بارگاہ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ (178)

سروری قادری سلوک روحانی (فقرِ باھو):۔ تمام روحانی سلاسل میں فکری، عملی، روحانی اور اخلاقی ارتقاء کے حصول کے لیے راہِ سلوک طے کرائی جاتی ہے۔ سروری قادری مسلک میں مشاہدہ حق، قربِ ربّانی اور قربِ نبوی کے حصول کے لیے تصورِ اسمِ ذات، تصورِ اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تصورِ کلمہ طیبہ، تصورِ مرشد اور دعوتِ قبور کی تعلیم دی جاتی ہے۔ علم تصورِ اسمِ اللہ ذات کو علم اکسیر یا تصور توفیق کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ تصور دعوت القبور یا علم تکسیر یا تصور تحقیق، یہ تین نام بھی ایک ہی علم کے ہیں۔ (179)

معرفت اور دیدار کا راستہ:۔ سلطان العارفین، حضرت سلطان باھو قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں: معرفت اور دیدار کا راستہ اسمِ ذات اللہ سے شروع ہوتا ہے اور پھر اسمِ ذات اللہ پر ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جملہ مراتب ابتدا و انتہا اسمِ ذات اللہ میں مندرج ہیں۔ اس لیے طالب کو چاہئے کہ پیشانی، سینے اور ناف پر اسم اللہ ذات لکھنے کی مشق جاری رکھے۔ بدل نہ ہو۔ (180)

مجلسِ نبوی ﷺ میں حاضری:۔ جس شخص کا تمام وجود اور ہفت اندام اسم اللہ ذات کی نوری تحریر سے منقش اور مرقوم ہو جاتا ہے اس کے بعد اسے ایک نوری لطیف وجود عطا ہوتا ہے۔ اس وجود سے وہ باطن میں مجلس محمدی ﷺ اور مجلس انبیاء و اولیاء میں حاضر ہوتا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشد کامل کی توجہ سے سالک کا ایسا نوری لطیف وجود زندہ نہ ہو جائے اپنی کوشش اور محنت مشقت سے اس کثیف عنصری خاکی جثے کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کی پاک مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ (181)

مرشد کے حکم اور اجازت سے جب طالب دل پر اسم اللہ لکھ لیتا ہے اور اسے نوری لطیف وجود عطا ہو جاتا ہے تو مرشد توجہ دے کر کہتا ہے اب دیکھ تو اس وقت اسم اللہ ذات آفتاب کی طرح تجلی انوار سے روشن اور تاباں ہو جاتا ہے۔ اس وقت طالب اپنے دل کے اردگرد ایک وسیع اور لازوال ملک دیکھتا ہے جس میں چودہ طبق اور کونین رائی کے دانے کے برابر نظر آتے ہیں۔ اس میدان میں ایک گنبد دار روضہ طالب کو نظر آتا ہے جس کے قفل پر کلمہ طیب نوری مرقوم ہوتا ہے۔ جس کی کلید اور کنجی اسمِ اللہ ذات ہے۔ طالب اسمِ اللہ ذات کی کنجی سے کلمہ طیب کا قفل کھول کر جب اندر جاتا ہے تو صراطِ مستقیم سے حضرت نبی کریم ﷺ کی مجلس عظیم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس مجلس میں چار یار معہ اصحاب کبارؓ پنج تن پاک اور شاہ محی الدینؒ موجود ہوتے ہیں۔ مجلس محمدی ﷺ کی صحیح علامت یہ ہے کہ اس مجلس میں نص، حدیث کا تذکرہ یا تسبیح یا کلمہ طیب یا درود شریف کا ورد اور ذکر ہوتا ہے۔ طالبِ صادق کو یہ قرب اللہ تعالیٰ کے حکم و توفیق اور مرشد کامل کی رفاقت سے حاصل ہوتا ہے۔ (182)

مجلسِ حق کی پہچان:۔ اس وقت طالب مجلس حق اور باطل میں ہوش و حواس اور شعور سے دل جمعی سے درود، لاحول، سبحان اللہ اور کلمہ طیب پڑھ لیتا ہے۔ اگر وہ مجلس حضور علیہ السلام یا مجلس اولیاء انبیاء ہو تو قائم رہ جاتی ہے۔ باطل اور شیطانی مجلس

کلمہ طیب پڑھنے سے درہم برہم ہوجاتی ہے۔ جب طالب اس باطنی طریقے سے توفیق کے ذریعے اس حقیقی مجلس میں آتا جاتا ہے اور حق و باطل کو خوب جان لیتا ہے تو اسے ہر وقت لاحول پڑھنے کی حاجت نہیں رہتی کیونکہ اس کا باطن حق سے ملحق ہوجاتا ہے اور جو کچھ باطن میں دیکھتا ہے فوراً ظہور پذیر ہوجاتا ہے۔ **كُلُّ بَاطِنٍ مُّخَالِفُ لِّظَاهِرٍ فَهُوَ بَاطِلٌ** ہر باطنی معاملہ جو ظاہر شریعت کے مخالف ہو وہ باطل ہے۔ (183)

مشاہدۂ حق:۔ تصور اسمِ ذات اللہ کے ذریعے طالبِ صادق عرش کو قدم کے نیچے فرش بنالیتا ہے اور لاہوت لامکان میں ساکن ہوکر مشاہدہ انوار دیدار باعیان کرتا ہے۔(184)

طالب جب زبانِ دل سے کہتا ہے 'لَآ اِلٰہَ' تو مراتب 'مُوْتُوْ' سے مقام روحانیت میں جا پہنچتا ہے اور مشاہدۂ اہل ممات روحانیات سے واقف اور آگاہ ہوجاتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ بعض روحانی علیین میں ہیں اور بہشت کے گلشن گل بہار میں عیش و عشرت کررہے ہیں اور بعض مقام سجین میں معذب ہورہے ہیں۔

جب طالب 'اِلَّا اللّٰہُ' کہتا ہے تو مقام 'مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا' کو طے کرلیتا ہے۔ عالم ممات کو عالم حیات کی طرح دیکھتا ہے۔ قیامت کے میدان عرفات میں حاضر ہوکر حساب کتابِ اعمال سے خلاصی پالیتا ہے اور پل صراط سے گزر کر بہشت بریں میں جا داخل ہوتا ہے۔ اس وقت پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ حق معبود کے آگے سربسجود ہوتا ہے اور جس وقت کہتا ہے **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو ساغر شراباً طہوراً بہشتی حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک سے نوش کرلیتا ہے۔ اس وقت دیدارِ پرانوار رب العالمین سے مشرف ہوجاتا ہے۔ (185)

باطنی نعمتوں کا حصول:۔ ان باطنی راستوں میں بے شمار آفتیں ہیں۔ صرف تصور اسم اللہ ذات کا راستہ ہی امن اور سلامتی کا ہے۔ باطن میں چودہ قسم کی بجلی، چودہ الہام، چودہ ذکر مذکور، چودہ قرب نور، چودہ حکمت ضرور اور چودہ علوم باطنی معمور ہیں۔ جو کہ تصور اسمِ اللہ ذات سے سالک کو حاصل ہوجاتے ہیں۔

مادی دنیا میں دو قسم کی بجلی ہے: متحرک اور ساکن۔ باطنی اور روحانی دنیا میں چودہ قسم کی بجلیاں ہیں جن کو تجلیات کہا جاتا ہے۔ مادی بجلی میں طاقت، روشنی اور آواز ہوتی ہے۔ روحانی بجلی میں طاقت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا وجود ہے۔ یہاں روشنی کو تجلیات کہتے ہیں اور آواز کو الہام کہتے ہیں۔(186)

تصور اسمِ اللہ ذات سے ذکر کا جاری ہونا:۔ تصور اسمِ اللہ ذات کی نوری تحریر طالب کے سر سے قدم تک ہفت اندام میں اس طرح سرایت کرجاتی ہے جس طرح عشقِ پیچاں درخت پر چھا جاتا ہے۔ اس کے ہر اندام پر اسمِ اللہ ذات مرقوم اور نقش ہوجاتا ہے اور اس کے وجود کا ہر بال جوش میں آکر اللہ اللہ پکارنے لگ جاتا ہے اور لطیفۂ قلب 'سِرّ هُوَ سِرّ هُوَ'' کا شور مچادیتا ہے۔ روح فریاد کرتی ہے **هُوَ الْحَقُّ هُوَ الْحَقُّ** اور نفس دن رات 'رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا' کا ورد جاری رکھتا ہے۔(187)

مراقبہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:۔ جو طالب مراتب حاصل کرنا چاہے۔ آنکھوں سے دیدارِ رسول علیہ السلام وصال **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، قال و احوالِ **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، معرفت لازوال، جمعیت دوام، فقر تمام، روشن ضمیری چاہے تو وہ دائرہ اسم **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آجائے۔ جو مرشد طالب کو حضور حضرت **محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچانا چاہتا ہے طالب کے وجود کو اسم **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں لپیٹ لیتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ وقتِ دیدار حضور علیہ السلام کے دائیں قدم مبارک کے نیچے سے خاک پاک عنبریں اٹھالے۔ جس کو

کھلائے گا صاحب چشمِ عیانی اور عارفِ ربانی ہوجائے گا۔جس شہر ملک میں ڈالے گا قیامت تک بلیات وآفات سے محفوظ رہے گا۔اگر بائیں قدم مبارک کی خاک پاک عنبریں اٹھائے گا تو کھانے والا مجذوب ہوجائے گا۔ملک شہر برباد ہوگا۔ علاج اس کا یہ ہے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر نظرِ رحمت اور نگاہِ شفقت کی التجا کرے۔(188)

تصورِ اسمِ اللہ ذات سے کسبِ فیض کا طریقہ:۔ طالب برکات اسمِ اللہ ذات سے ایک ہی توجہ، تصرف، تصور اور تفکر سے اپنا دم جبریل علیہ السلام کے دم سے ملا کر پیغامِ الٰہی اور اسرارِ قرآن وحدیث حاصل کرسکتا ہے۔جناب میکائیل علیہ السلام سے دم ملا کر بارش برسا سکتا ہے۔علیٰ ھٰذا القیاس کسی نبی علیہ السلام یا ولی اللہ کے دم سے دم ملا کر ان سے وہی کام لے سکتا ہے جس کے لیے وہ مخصوص، مشہور اور مختص ہیں۔(189)

باطنی لطائف:۔ انسان میں قربِ حق اور اللہ تعالیٰ کے لطف کے چودہ باطنی لطائف ہیں جن کے کھل جانے اور زندہ ہوجانے سے جملہ ظاہری اور باطنی حواس نور ہوجاتے ہیں۔اس کا ہر عضو مظہرِ انوار ہوجاتا ہے۔جس طرف نگاہ دوڑاتا ہے بے مثل تجلی انوار پاتا ہے۔(190)

وجود کے ہر عضو میں ایک باطنی لطیفہ ہوا کرتا ہے۔مرشد صاحب تصدیق، صدیق کو پانچ قسم کے علوم دقیق عطا کرتا ہے۔جنہیں پنج گنج اور لطائف انوارِ رحمت کہتے ہیں۔یہ انوار طالب کے دماغ مقام روح میں پیدا ہوتے ہیں جن سے اسرارِ الٰہی ہویدا ہوتے ہیں۔مقام استخوانِ ربیض میں سالک قبر کے اندر محوِ دیدار ہوجاتا ہے۔صورِ اسرافیل سے ہی بیدار ہوتا ہے۔اس قسم کے سات لطائف قلب کے اندر ہیں۔ایک لطیفہ مقام سینہ میں انگوٹھی میں نگینے کی طرح ہے۔اس لطیفے کے زندہ ہوتے ہی دل سے نفاق، بغض اور کینہ نکل جاتا ہے۔سالک خاتمہ بالخیر، عارف روشن ضمیر، دیدۂ بینا ہوجاتا ہے۔ ایک لطیفہ مقام ناف میں ہے۔طالب نفس کے خلاف اور صاحبِ انصاف ہوجاتا ہے۔دو لطیفے دو پہلوؤں میں ہیں۔ان کے کھلنے سے اوصافِ ذمیمہ وجود سے رفع اور دور ہوجاتے ہیں۔روح فرحت پاکر زندہ ہوجاتی ہے۔سالک کامل کا تمام وجود جب ان تمام لطائف کے انوار سے آفتاب کی طرح روشن ہوجاتا ہے اس وقت سالک مرتبہ لاحد ولاعد کو پہنچ جاتا ہے اور روئے زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ برحق ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمتہ اللہ علیہ باطنی لطائف کی شرح میں فرماتے ہیں: واضح ہو کہ انسان صرف گوشت اور ہڈیوں کے ڈھانچے کا نام نہیں بلکہ انسان دل، دماغ، پانچ حواس اور ذاتی صفات علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام اور حیات اور اس کے علاوہ دیگر انسانی صفات سے بھی متصف ہونے کا نام ہے۔اسی طرح باطن میں انسان جب تک غیبی لطیف نوری وجود اور غیبی پانچ حواس اور سات صفات (علم، ارادہ، قدرت، سمع، کلام، حیات) اور باطنی دل و دماغ یعنی چودہ باطنی لطائف سے زندہ اور تابندہ نہ ہوجائے۔تب تک باطن میں اصلی آدم کی اولاد اور زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔انسان کا یہ باطنی وجود مرشد کے نوری نطفے سے طالب کے رحم دل میں پڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔یعنی مرشد اپنے نور کا نطفہ طالب کے رحم دل میں توجہ سے ڈالتا ہے تو طالب کے بطن باطن میں یہ نوری لطیفہ پرورش و تربیت پاتا ہے اور دن بدن ترقی کرتا ہے اور اس کے باطن میں تمام اعضاء تیار ہوتے ہیں۔پھر اس میں چودہ لطائف اور حواس وصفات اور دل و دماغ نمو پاتے ہیں۔جب اس کی تخلیق مکمل ہوجاتی ہے تو یہ نوری لطیفہ نوری طفل کی طرح بطنِ

باطن سے تولد ہوتا ہے۔ روحانی ماں باپ کے شیرِ نور سے اس کی تربیت اور پرورش ہوتی رہتی ہے اور جب بڑا ہو کر بالغ ہو جاتا ہے تو مقام ارشاد میں قدم رکھتا ہے اور اسے دیگر طالبوں کو تعلیم و تلقین کرنے اور ان کے دل زندہ کرنے کی قابلیت حاصل ہو جاتی ہے۔

لطائف کی پہچان:۔ مرشد کی تعلیم، توجہ اور تلقین کی بدولت لطائف کی پہچان ہوتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں: مرشد تلقین و ارشاد سے قبل طالب کے علم ظاہری کا مقابلہ کرے۔ علم باطن کی تکرار کرے۔ امتحان سے عہدہ برآ ہونے کے بعد ذکر کے غلبات اور تصور اسمِ ذات اللہ سے طالب کو اپنے وجود میں صورتِ نفس و صورتِ قلب و صورتِ روح، صورتِ سِر علیحدہ علیحدہ دکھادے۔ مرشد رفیق، صاحب توفیق کی بخشش یہ ہے کہ ہر ایک صورت کے ساتھ ہم زبان و ہم سخن باعیان ہو۔ یہ مرتبہ بھی شریعت محمدی علیہ السلام کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔(191)

بذریعہ الہام ذات باری تعالیٰ سے رابطہ:۔ جس شخص کا تصور اسمِ اللہ ذات سے نفس ہوا و ہوس اور اوصاف ذمیمہ سے پاک ہو کر مرجاتا ہے وہ زندہ قلب ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب و حضور سے جواب بذریعہ الہام پاتا ہے۔(192)

اقسام الہام:۔ ''اَلْاِلْهَامُ اِلْقَاءُ الْخَيْرِ فِيْ قَلْبِ الْغَيْرِ بِلَا كَسْبٍ'' الہام بلاسبب خیر کی بات کا دل میں ڈالنے کا نام ہے۔ الہام ایک قسم کا پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب اور حضور سے پہنچتا ہے۔ الہام (غیبی آواز) کئی اقسام کا ہوتا ہے اور کئی طرح پر ہوتا ہے۔ ہر ایک الہام حق اور باطل کو آثار سے معلوم کرنا چاہئے۔ اس کی نو اقسام ہیں:

1۔ **اللّٰہیاتی الہام:۔** اس سے مراد وہ خاص الہام ہے جو تصور اسم اللہ ذات سے اللہ تعالیٰ کے حضور سے وارد ہوتا ہے۔ یہ الہام غیر مخلوق ہوتا ہے۔ اس الہام میں آواز نہیں ہوتی بلکہ الہام کا ایک غیر مخلوق نور دل کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور صاحبِ الہام کے دل سے عبارت اور الفاظ کی صورت میں زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ اس قسم کا پیغام اور الہام عارف باللہ کو مقام لی مع اللہ میں حاصل ہوتا ہے۔ یہ محض فقرا ذاتی کے لیے ایک خاص خلوت کا مقام ہوتا ہے جسے، نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ہم انسان کی شاہ رگ سے بھی اس کے زیادہ نزدیک ہیں) یا فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ o (سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا) سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ایسا فقیر اللہ تعالیٰ سے روبرو، دوبدو جواب باصواب پاتا ہے اور بے کام و زبان، ہم سخن و ہم کلام ہوتا ہے۔ یہ ہے مرتبہ ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ''۔ یہ مرتبہ الہام خاص الخاص کامل فقیر فنافی اللہ، باقی باللہ، عاشق معشوق اور محبوب و مرغوب کا ہے۔

2۔ **نبوی، اولیائی اور شہیدی الہام:۔** اس سے مراد وہ الہام ہے جو آوازِ مخلوق کے ذریعے انبیاء و اولیاء اللہ یا شہیدوں کی طرف ہو۔ یہ الہام سامنے سے یا دائیں طرف سے ہوا کرتا ہے اور اس میں روحانی خوشبو ملی ہوتی ہے۔

3۔ **الہام ملکی:۔** فرشتوں کی طرف سے الہام بھی اسی قبیل کا ہوتا ہے۔

4۔ **جناتی اور شیطانی الہام:۔** جو الہام بائیں طرف سے یا پشت کی طرف سے ہو اور اس میں بدبو آمیختہ ہو تو جانے کہ یہ الہام جنات اور شیاطین کی طرف سے ہے۔

5۔ **دنیوی الہام:۔** جس الہام سے وجود میں حرص اور طمع وغیرہ پیدا ہو وہ الہام آوازِ دنیا ہے۔

6۔ **نفسانی الہام:۔** جس الہام اور آواز سے وجود میں شہوت اور ہوائے نفسانی کا جذبہ پیدا ہو اور طبیعت اس سے بے قرار

ہوتو یہ الہام نفس کا ہے۔

7۔ **الہام از ارواحِ مقدسہ:۔** جس الہام اور آواز سے وجود میں فرحت، ترک وتوکل، تجرید وتفرید اور توحید پیدا ہو وہ الہام اور آواز ارواحِ مقدسہ کی طرف سے ہے۔

8۔ **قلبی الہام:۔** جس الہام اور آواز سے دل میں صفائی پیدا ہو اور سودا سویدا میں نور ہویدا ہو۔ وہ الہام اور آواز قلب کی ہے۔

9۔ **رسُولی الہام:۔** جس الہام اور آواز سے روشن انوار وسیلہ معرفتِ دیدار پروردگار ہوں اور مشرق سے مغرب تک تمام کائنات کی تسخیر حاصل ہو۔ یعنی ہر دو مرتبہ غنایت وہدایت بدرجہ اتم حاصل ہو یہ آواز اور الہام جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے ہے۔

کلام کی پہچان:۔ صاحبِ الہام کامل جو اللہ تعالیٰ کے قرب وحضور سے بات کرتا ہے اور جو ناقص ریاکار سخن کہتا ہے اس میں فرق بیان کرتے ہوئے اور ان کے کلام کی پہچان کا طریقہ بیان کرتے ہوئے حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''ناقص جو کلام کرتا ہے محض تقلید سے کرتا ہے اس میں کچھ لذّت اور تاثیر نہیں ہوتی اور دل اس سے ملول اور بیزار رہوتا ہے۔ لیکن کامل کی بات میں لذت اور تاثیر ہوتی ہے اور اپنے موقع پر صحیح اور عقدہ کشا ہوتی ہے۔'' (193)

انبیاء واولیاء سے روحانی ملاقات کا طریقہ:۔ محض حاضرات اسمِ اللہ ذات سے ہی انبیاء واولیاء کی ملاقات اور صحبت کا راستہ کھلتا ہے لیکن مرشد کامل کی توجہ اور نگاہ ہمراہ ہونی چاہیے۔ زندہ نفس اور سیاہ دل لوگ اس راہ سے بالکل بے خبر ہیں۔

حاضرات کی اقسام:۔

01۔ تیس حروفِ تہجی کی تیس قسم کی حاضرات

02۔ ننانوے اسمائے الٰہی کی ننانوے طرح کی حاضرات

03۔ حاضراتِ ذات

04۔ حاضراتِ صفات

05۔ حاضراتِ اہلِ حیات

06۔ حاضراتِ اہلِ ممات

07۔ حاضرات ہژدہ ہزار عالم مخلوقات

08۔ حاضراتِ جنات

09۔ حاضرات اہلِ تکوین (غوث وقطب، اوتاد وابدال)

10۔ حاضرات اہلِ تصرفات (نمبر xi والے اور دیگر سب)

11۔ حاضرات جمیع اولیاء، صلحاء، شہداء اور روحانیت۔

12۔ ارواح اور ملائکہ ہفت افلاک وعرش وکرسی کی حاضرات

13۔ حاضراتِ موکلات

14۔ قرآنی آیات کی حاضرات

15۔ حدیث قدسی کی حاضرات

16۔ مجتہدین کی حاضرات

17۔ آئمہ دین کی حاضرات

18۔ چھ اسماء (اَللّٰہُ ۔ اللہ ۔ لَہٗ ۔ ھُو ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ فقر) کی حاضرات ۔ ان کے حروف اٹھارہ ہیں اور ہزار مخلوق ان اسماء کی قید میں ہے۔ چھ ہزار انواع ہوا میں، چھ ہزار پانی میں اور چھ ہزار خشکی پر رہائش رکھتے ہیں۔ جو شخص مذکورہ بالا حاضرات کا عمل جانے وہ کل مخلوقات اور تمام کائنات کی ارواح اور تمام موکلات، ملائکہ اور کل جنات کو جس جگہ جس وقت چاہے حاضر کر سکتا ہے اور جس مقام دیدہ یا نادیدہ کو فوراً پہنچنا چاہے پہنچ جاتا ہے۔

19۔ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوبیس حروف کی چوبیس قسم کی حاضرات (194)

باطنی علوم کا حصول:۔ حاضرات اسمِ اللہ ذات سے سالک کا باطن روشن ہوجاتا ہے اور اسے جملہ علوم تک رسائی حاصل ہوجاتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ جس وقت لوح ضمیر کا سوداسویدا بذریعہ اسمِ اللہ ذات علم باطنی سے کھل جاتا ہے تو کونین کے جملہ علوم دل کی تختی پر ایک نقطے کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ محض الف سے ایک ہزار علوم معلوم ہوجاتے ہیں۔ عمل کے لیے بس یہی ایک علم کافی ہے۔ (195)

2۔ دائرہ سی حروف کے تیس حروف انسان کے اندر فطری اور قدرتی طور پر دنیائے نطق و علم کلام اور جانِ بیان کی تخلیق کا باعث بنے۔ ہر حرف ناطق ہوکر خود اپنا تصور، تصرف اور حاضرات بتاتا ہے۔ اس سے ہر موکل قید اور غلام ہوجاتا ہے۔ (196)

باطنی حجابات سے نجات پانے کا طریقہ:۔ انسان کا نفس کافر باطن میں جملہ ایک لاکھ اسی ہزار (1,80,000) زنار پہنے ہوئے ہے جن میں تیس ہزار وسوسہ کے، تیس ہزار طمع و حرص و دنیائے دوں کے، تیس ہزار شرک کے اور تیس ہزار زنار کفر کے ہیں۔ لیکن یہ زنار یہود و نصاریٰ اور دارِحرب کفار کے زناروں سے زیادہ سخت ہیں۔ یہ باطنی زنار نہ ورد و وظائف اور صوم و صلوٰۃ سے ٹوٹتے ہیں نہ حج زکوٰۃ سے' نہ مراقبے مکاشفے سے' نہ مجادلے سے' نہ بذریعہ علم مسائل فقہ و تفسیر اور نہ بذکر فکر تاثیر' نہ چلوں ریاضت خلوت سے' نہ تلاوت قرآن آیات سے' نہ بذریعہ شبِ بیداری اور نہ حبسِ دم، نہ جنبش و حرکتِ دل اعتباری سے۔ ان جملہ زنار باطنی کے توڑنے کا واحد علاج یہ ہے کہ مرشد کامل تصور اسمِ ذات اللہ اور تصورات حاضرات کلمہ طیبات سے حروف اسمِ ذات اللہ اور حروف کلمہ طیبات تفکر اور توجہ باطنی سے طالب اللہ کے دل کے اردگرد مرقوم کردے۔ ان نوری حروف کے لکھے جانے سے طالب کے وجود میں سر سے قدم تک انوارِ توحید اور معرفت کی آگ روشن ہوجاتی ہے کہ تمام باطنی زناروں کو جلا دیتی ہے۔ (197)

باطن حجابات کی دیگر، مزید اقسام کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت سلطان باھو قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں: واضح ہو کہ مسلک سلوک کے اس باطنی راستے میں بے شمار حجابات پیش آتے ہیں۔ بعض حجاب سکر صحو اور قبض بسط نورانی اور بعضے حجاب فرشتگان مکانی اور بعضے حجاب خلق از قسم جہل و نادانی۔ چنانچہ شریعت حجاب، طریقت، حقیقت اور معرفت غرض جملہ کل و جزو

ذاتی، صفاتی، کلماتی اور درجاتی ستر کروڑ تیس لاکھ اور بہتر (70,30,00,072) حجابات ہوتے ہیں۔ مرشد کامل ایک ہی توجہ، تصرف و تفکر اور توفیق سے بذریعہ حاضرات اسم ذات اور کنہ کلمات طیبات طالب مردہ کو زندہ حیات کر دیتا ہے اور ایک ہی ساعت میں جملہ حجب حجاب سے سلامتی سے گزار کر حضور میں پہنچا دیتا ہے۔(198)

راہِ باطن:۔ یاد رہے راہ باطنی تین طرح پر ہے:

01۔ **راہِ باطن مشاہدۂ طبقات۔** یعنی طیر سیر روئے زمین وتہ فلک کہ عرش سے بالاتر ستر ہزار مقامات ہیں اور ہر مقام ایک دوسرے سے ستر سال کی مسافت پر واقع ہے اور غوث قطب ان درجات کو طرفۃ العین میں طے کر لیتا ہے لیکن فقیر کے لیے یہ بھی کم تر چیز ہے کیونکہ یہ مرتبہ طیر سیر ھُوا ہے اور بعید از قربِ خدا ہے۔

02۔ **راہِ باطن مقام محمود۔** شرفِ مجلس حضرت محمد سرورِ کائنات ﷺ اور ملاقات جملہ روحانیات ہے۔

03۔ **راہِ باطن غرق دریائے توحید اور شرفِ مشاہدۂ نور حضور اور مقام فنافی اللہ ذات ہے۔** یہ ہے انتہائے فقر ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ ''(حدیث) لَوْ عَرَفْتُمُ اللّٰهَ بِحَقِّ مَعْرِفَتِهٖ لَزَالَتِ الْجِبَالُ بِدُعَائِكُمْ۔ اگر تم نے اللہ کو سچے طور پر پہچان لیا تو تمہاری دعا سے پہاڑ بھی ٹل جائیں گے۔(199)

باطنی جُثّے:۔ اے جان عزیز تیرے اندر وہ نوری جُثّے ایسے پیوستہ ہیں جیسے مغز در پستہ۔ پس مفصلہٗ ذیل اعمال کے ذریعے باطنی جُثّے زندہ ہو کر سانپ کی مانند سابقہ جُثّوں کو پوست کی طرح اتار لیتے ہیں اور باہر آ جاتے ہیں۔(سب جُثّے ایک ایک کر کے یا سارے) اول غایت تاثیر تصور اسم اللہ ذات وقربِ حضور۔ دوم عمل شہسواری دعوتِ قبور۔ سوم توجہ اور اخلاص سے تلاوت قرآن باطن معمور۔ چہارم نماز با نیاز صاحب وجود مغفور۔ پنجم کُنہہ کُن سے کلمہ طیب کا پڑھنا بالذت و شوق و ذوق۔ ششم تصور اور تفکر سے نو دو نہ (99) نام باری تعالیٰ مرقوم کر کے کونین پر صاحب امر امور ہونا۔ مندرجہ بالا امور سے عارف باللہ کے وجود سے نو جُثّے باہر آ جاتے ہیں چار جُثّے نفس کے ہیں: اول جُثّہ نفس امارہ۔ دوم نفس لوامہ۔ سوم نفس ملہمہ۔ چہارم نفس مطمئنہ اور تین جُثّے قلب کے ہیں: اول جُثّہ قلبِ سلیم۔ دوم جُثّہ قلبِ منیب۔ سوم جُثّہ قلبِ شہید۔ دو جُثّے روح کے باہر آتے ہیں: اول جُثّہ روحِ جمادی۔ دوم جُثّہ روح نباتی۔

جب تمام جُثّے اہل جُثّہ کے ساتھ ہم کلام ہوتے ہیں اور ہم صحبت ہوتے ہیں ایک جُثّہ غیب الغیب سے جسے جُثّہ توفیق کہتے ہیں مثل تجلی برق انوار نمودار ہو جاتا ہے اور نفس کے جُثّوں کو حکم کرتا ہے کہ جُثّہ ہائے قلب سے بغل گیر ہو جائیں۔ پس بغل گیر ہوتے ہی نفس کے جُثّے مرجاتے ہیں اور قلب کے جُثّے زندہ ہو جاتے ہیں۔ بعدہ جُثّہ ہائے قلب کو روح کے جُثّوں کے ساتھ بغل گیر ہونے کا حکم کرتا ہے جس سے قلب کے جسے مرجاتے ہیں اور روح کے جُثّے زندہ ہو جاتے ہیں۔ آخر میں جُثّہ ہائے روح کو جُثّہ توفیق الٰہی اپنی بغل میں پکڑ لیتا ہے جس سے روح کے جُثّے مرجاتے ہیں اور جُثّہ سر اسرار اور نورانوار زندہ ہو کر طالب کا سر سے قدم تک تمام جسم سراسر نور ہو جاتا ہے اور دوام حضور ہو جاتا ہے۔ مرشدِ کامل کے لیے طالبِ صادق کو اس مقام پر پہنچانا عین فرض اور ضروری ہوتا ہے۔(200)

سروری قادری سلوک روحانی کے مختلف مقامات واحوال:۔

1۔ جب فقیر کامل چاہتا ہے کہ طالب صادق کو پہلے روز بذریعہ فیض اور فضل، نگاہِ لطف سے سرفراز فرما دے اور مراتب

فقر کی انتہا کو پہنچا دے تو حاضرات اسمِ اللہ ذات اور حاضرات اسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حاضرات **کلمہ طیبات** کی توجہ سے طالب کو باطن میں لے جاتا ہے۔ اس وقت طالب کو ایک پیالہ پیش کیا جاتا ہے اور غیب الغیب ہاتف سے الہام ہوتا ہے کہ اے طالب یہ '**موت کا پیالہ**' ہے اگر تو سچا حق کا طالب ہے تو اس پیالے کو پی لے۔ جب طالب ساغر پی لیتا ہے تو اس کا نفس مردہ اہل ممات اور قلب زندہ حیات اور روح نفس سے خلاصی پا کر اہل نجات ہو جاتی ہے۔

2۔ جب طالب اس مقام سے آگے گزرتا ہے تو اس کے سامنے ایک دروازہ آتا ہے جس کے دائیں بائیں دو شیر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس وقت ہاتفِ غیبی سے اس کے کان میں پھر آواز آتی ہے۔ اے طالب حق ان دو شیروں کے درمیان میں سے گزرنا پڑے گا۔ اس کا نام '**باب الفقر**' ہے۔

3۔ اس کے آگے دائیں بائیں دو آدمی '**باب تیغ برہنہ**' پر ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے کھڑے نظر آتے ہیں۔ طالب کو الہام ہوتا ہے کہ اے طالب اگر فقر چاہتا ہے سر کی پرواہ اور طمع نہ کر۔ اس راہ میں سر قربان کر دے کیونکہ بغیر سر دیئے سرِ الٰہی حاصل نہ ہوگا۔ (201)

جب طالب سَر دے کر سِرّ حاصل کر لیتا ہے تو اس مقام میں اللہ سے واصل ہو جاتا ہے۔ ہزاروں سالکوں میں سے کوئی ایک آدھ عاشق جان فدا اس مقام کو پہنچتا ہے۔

4۔ اس کے آگے طالب چار نوری چشمے دیکھتا ہے:

اول: چشمۂ ذوق، دوم: چشمۂ شوق، سوم: چشمہ صبر اور چہارم: چشمۂ شکر۔ ان چاروں چشموں سے آبِ رحمت، آبِ جمعیت، آبِ آبرو اور آبِ کرم تین دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پی لیتا ہے۔ اس کے وجود سے جملہ اوصافِ ذمیمہ اور خصائلِ ناشائستہ نکل جاتے ہیں۔ (202)

5۔ اس سے آگے کرم پروردگار کے دو چشمہ ہائے انوار نمودار ہوتے ہیں۔ ان چشموں کا نام 'چشمہ رضا' اور 'چشمہ قضا' ہے۔ طالب 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' پڑھ کر ان سے بھی اپنا حصہ پیتا ہے۔

6۔ جب طالب مقام رضا اور قضا سے قدم آگے رکھتا ہے تو وحدتِ کبریا اور بقائے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس وقت ایک نوری صورت از سرتا پا انوارِ دیدار سے منور، حورِ بہشت سے نہایت زیبا تر نمودار ہوتی ہے۔ اس صورت کا نام '**سلطان الفقر**' ہے۔ جو عاشق ہوشیار سوختہ محبت و مشاہدہ دیدار کو اپنی بغل میں پکڑ لیتا ہے۔ اس وقت طالب کو سر سے قدم تک دنیا و عقبیٰ سے بے غم اور لایحتاج کر دیتا ہے۔ (203)

7۔ جب نوازشِ سلطان الفقر سے بہرہ ور ہو کر آگے قدم رکھتا ہے تو اس کے سامنے '**انوارِ توحید کا گہرا سمندر**' ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔ اس مقام میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس سعادت مند طالب کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے بحرِ انوار میں غوطہ دیتے ہیں وہ ترک، توکل، تجرید، تفرید اور فقر کے اصل مقام کو پہنچ جاتا ہے۔ (204)

جو شخص دریائے ژرف توحید میں غوطہ کھا کر پاک اور صاف ہو جاتا ہے وہ مقام فقر تمام کے ایسے لاحد و لاعد مرتبے کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کا مرتبہ وہم و فہم میں نہیں آتا۔

واضح رہے کہ باطنی شیروں اور دو تیغ زن موکلوں اور حضرت سلطان الفقر کی صورتیں نوری کلمات اور اسمائے الٰہی سے مرقوم اور منقوش ہیں۔ یہ بجنسہ نوری لطیف صورتیں ہیں یا یہ سمجھو کہ باطنی ملازمت اور روحانی منصب کی ایسی مخصوص خلعتیں اور وردیاں ہیں جو جس اہل منصب باطنی کو جب وہ وردی پہنا دی جاتی ہے اس وقت اس میں اس منصب اور عہدے کی لیاقت، قابلیت، طاقت اور علم پیدا ہوجاتا ہے۔ اس راستے میں بڑی آزمائش اور سخت امتحانات کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ راہ پُر درد اور کشالہ ہے نہ کہ خانۂ مادر و خالہ ہے۔(205)

8۔ اس کے بعد علم لدنی کی تعلیم اور تلقین شروع ہوتی ہے۔ طالب صادق فقیر ایک شبانہ روز میں علمِ معرفت اور توحید کے حصول سے فارغ ہوکر ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللهُ'' کے مقام کو پہنچ جاتا ہے۔(206)

9۔ جب اس سے آگے جاتا ہے تو 'سیاہی سے پُر اور مملو ایک باطنی چشمے' کو دیکھتا ہے۔ یہ چشمہ 'کُنْ فَيَكُوْن' یعنی کن کی سیاہی سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ طالب کو ہاتف سے آواز آتی ہے کہ اے طالب اس چشمے کی کچھ سیاہی چاٹ لے۔ جب قدرتِ الٰہی کی وہ سیاہی طالب چاٹ لیتا ہے تو اس کی زبان سیاہ ہوکر سیف الرحمن ہوجاتی ہے اور صاحب لفظ ہوجاتا ہے اور قاتل قتال خطاب پاتا ہے۔ لیکن چاہیے کہ اسکی ہر بات موافق شرعِ محمد ﷺ اور مطابق قرآن اور مخالفِ نفس و شیطان ہو۔(207)

10:۔ جب طالب اس مقام سے گزر جاتا ہے تو اس کے آگے خون کا ایک خوفناک دریا آتا ہے۔ طالب کو اس وقت غیب الغیب ہاتف سے آواز آتی ہے کہ اے طالب! یہ ان عاشقانِ الٰہی کے خونِ جگر کا دریا ہے جن کی قُوت (غذا) اور قوت (طاقت و توانائی) تمام عمر خونِ جگر رہی ہے۔ اگر تو عاشقِ صادق ہے تو تجھے بھی ہمیشہ خونِ جگر پینا پڑے گا۔ اب اس دریا میں سے اپنا حصہ خون پی لے۔ جو شخص یہ خونِ جگر پی لیتا ہے۔ وہ شخص 'عاشقِ صادق' ہوجاتا ہے۔ اسے چلوں' خلوتوں اور ریاضت و مجاہدے کی احتیاج نہیں رہتی۔

11۔ یہ سب مذکورہ بالا مراتب فقر کا ایک دھندلا سا بیان ہے اور فقر کی انتہا مراتب عیاں ہے یعنی مشاہدہ حضور اور قرب وصال۔ نورِ عیاں یہ ہے کہ قیل و قال اور بیان سے گزر جائے اور ہر مقام کو اپنی آنکھوں سے حقیقی طور پر دیکھ پائے۔(208)

شرح موت و حقیقت "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا":۔ انسان کے لیے موت ایک لازمی اور فطری امر ہے موت سے انسان کا خاتمہ نہیں ہوجاتا بلکہ موت کے بعد بھی انسانی روح زندہ رہتی ہے صرف وہ اپنا کثیف عنصری لباس اتار پھینکتی ہے اور نیا لطیف برزخی لباس پہن لیتی ہے۔ حضرت سلطان باہو حالتِ نزع اور اس کے بعد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: یاد رہے کہ جب نزع کے وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام سر سے قدم تک وجود کے ذرّے ذرّے سے روحِ حیات کو ہاتھ ڈال کر اس طرح ہلاتے ہیں جس طرح دودھ سے مکھن جدا کیا جاتا ہے بعینہ اسی طرح آدمی کی روح کو عزرائیل علیہ السلام انسانی دماغ کے استخوان الابیض میں جمع کر لیتے ہیں۔ یہ مقام استخوان الابیض زمین اور آسمان سے بھی زیادہ وسیع مقام ہے۔ اس مقام پر روح کو فرشتہ اپنی خاص عملی اور روحانی شکل میں کھڑا کر لیتا ہے۔ اس مقام پر روح سے تین سو ستر (370) سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد غسل، تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ کی نوبت آتی ہے۔ غرض قبر

اور لحد میں اتارنے سے پہلے ان تین سو ستر (370) سوالات کے حل باطنی پرچوں پر لیے جاتے ہیں بعدہ قبر اور لحد میں داخل کیا جاتا ہے وہاں اس سے منکر و نکیر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور حضرت محمد ﷺ کی صورت مبارکہ دکھا کر پوچھا جاتا ہے کہ اس شخص کے حق میں تو کیا کہتا ہے۔ غرض جب روحانی کہتا ہے، میرا رب اللہ وحدہ لاشریک ہے اور میرا دین اسلام ہے اور یہ میرے آقائے نامدار احمدِ مختار حضرت محمد مصطفی ﷺ رسول پروردگار ہیں' تو وہ منکر نکیر کے سوالات سے چھٹکارا پالیتا ہے۔

اس کے بعد روحانی کو ایک اور فرشتہ اتان نامی قبر میں بیدار کر کے کھڑا کر دیتا ہے۔ اس کی اپنی انگلی کو بطور قلم اور لعابِ دہن کو بطور سیاہی اور کفن کو کاغذ بنا کر اس کے اعمال اس میں لکھ کر بطور تعویز اس کے گلے میں ڈال کر چلا جاتا ہے۔ اگر روحانی صالح ہے تو مقام علیّین میں اور اگر طالع بدبخت ہے تو مقام سجّین میں داخل کیا جاتا ہے۔

تین روز بعد روحانی قبر میں آتا ہے اور اپنے جسدِ عنصری کو دیکھتا ہے کہ گندہ و بدبودار ہو چکا ہے اور کیڑے اسے کھا رہے ہیں تو اسے اس حالت پر سخت افسوس ہوتا ہے اور نہایت غمگین و اداس ہوتا ہے۔ بارہ سال تک روحانی اپنی قبر پر اپنے جُسّے کی حالت دیکھنے کے لیے وقتاً فوقتاً حاضر ہوتا ہے۔ تین شخصوں کا جُسّہ قبر میں سلامت رہتا ہے (انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ) ایک عالم عامل، دوم فقیر کامل، سوم شہید اکمل مکمل جو کہ بعد از ممات بھی عالم حیات میں آ کر لوگوں سے ہم کلام اور ہم سخن ہوتے ہیں۔ مرشدِ کامل اسمِ اللہ ذات کے ذریعے عالم ممات کے مذکورہ بالا سب مراتب زندگی ہی میں خواب یا مراقبے کے اندر یا اعلانیہ طور پر دلیل کی آگاہی میں یا نظر گاہ میں کھول دیتا ہے اور عالم ممات کے سب مذکورہ حالات آنکھوں سے دکھا دیتا ہے۔ بعدہٗ طالب کا دل دنیا اور اہلِ دنیا سے سرد ہو جاتا ہے۔

الحدیث۔ حَرَّمَ اللهُ علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو کھانا حرام فرمایا ہے۔ (209)

مراتبِ فقر بلحاظ مقامِ ناسوت:۔ فقر میں پہلے پہل صبر و رضا کے مراتب حاصل ہوتے ہیں مگر اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے بعد فقر کے تین اور مراتب ہیں۔

اول: تصور اسم اللہ ذات میں غرق دوام ہو۔

دوم: کونین (ہر دو جہاں) اس کے تحتِ اقدام ہو۔

سوم: جملہ ملائکہ، جنونیت غرض سب غیبی لشکر اس کے تابع اور غلام ہوں۔

مگر یہ بھی مراتب خام ہیں اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیے۔

فقرِ خاص اس سے بھی آگے ہے۔ عرش سے تحت الثریٰ تک کل مقامات نظر سے طے کرے۔ مردان اہلِ قبور کو توجہ سے مقام برزخ سے اٹھا کر ہم کلام کرے۔ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کر کے لوگوں کو نیک و بد طالع بتاتا پھرے۔ حلال کھائے حرام ترک کرے۔ لیکن فقر خاص انتہائی مقام اس سے بھی آگے ہے اور یہ مراتب بھی خام ناتمام کے ہیں۔ اس پر غرہ بھی نہیں ہونا چاہیے یہ جملہ مراتب مقام ناسوت کے ہیں اور ان مراتب والا بھی محتاج ہے۔ (210)

مرتبہ قربِ وحدانی:۔ بعض فقیروں کو دیکھا گیا ہے کہ ذکر قربانی کے وقت ان کے سات اندام کے بند جدا جدا ہو جاتے

ہیں اور ہر بند سے ایک ذکر کا نوری لطیف جسّہ پیدا ہو کر ذکر قربانی (ھوھو) میں مصروف ہوجاتا ہے۔ جس وقت ذاکر اس ذکر قربانی سے فارغ ہوجاتا ہے تو ہر جسّہ اپنے عضو میں متمثل ہو کر اپنے جسم میں جڑ جاتا ہے۔ اس مرتبہ کو 'قرب وحدانی' کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ بھی بچے کی طرح ابتدائی قاعدہ خوانی ہے۔ یہ مراتب بازی گروں کے ہیں۔ ان سات جسّوں سے پھر لاکھوں کروڑوں جسّے پیدا ہوجاتے ہیں۔ یہ نوری جسّے پھر سے ایک جسّے میں غائب ہوجاتے ہیں۔ حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولا مسجدٌ الاّ ولی فیه رکعته ولا منبرٌ الّا ولی فیه خطبتی

دنیا میں کوئی مسجد ایسی نہیں میں جس میں نماز کی رکعتیں ادا نہ کرتا ہوں اور نہ کوئی دنیا میں ایسا منبر ہے جس پر چڑھ کر میں خطبہ نہ پڑھتا ہوں۔(211)

مرتبہ فقر خاص الخاص:۔ حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ مرتبہ فقر خاص الخاص کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ابتدا میں مشق وجودیہ اور تصور اللہ ذات کے ذریعے طالب کے سر سے قدم تک تمام وجود ایسا پاک اور صاف ہوجاتا ہے گویا یہ ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور مشق وجودیہ کی پاکی اور برکت سے مجلس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں ایک نوری طفل معصوم کی شکل میں حاضر ہوجاتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کمال لطف شفقت اور رحمت سے اس نوری بچے کو اپنے اہل بیت پاک میں جناب امہات المومنین حضرت فاطمتہ الزہرا ؓ (خاتونِ جنت) وحضرت بی بی خدیجتہ الکبریٰ ؓ وحضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے سامنے لے جاتے ہیں۔ وہاں ہر ایک ام المومنین اور جناب خاتون جنت ؓ اسے اپنا فرزند کہتی ہیں اور اپنا نوری دودھ پلاتی ہیں اور وہ شیر خوار اہلِ بیت خاص ہوجاتا ہے اور اس کا نام فرزند حضوری اور خطاب فرزند نوری ہوجاتا ہے۔ باطن میں وہ ہمیشہ اس نوری حضوری لطیف جُسّے کے ساتھ مجلس نبوی ﷺ میں حاضر رہتا ہے اور باطنی تعلیم وتربیت پاتا ہے۔ اگرچہ ظاہری جُسّے کے ساتھ عام لوگوں میں رہتا بستا اور بود وباش رکھتا ہے۔ یہ ہے مرتبہ فقر خاص الخاص۔ فقیر کامل سے روزِ اول طالب ان مراتب کو حاصل کر لیتا ہے۔ جس شخص کو باطن میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فقیر کا خطاب دے دیتے ہیں تو چاہے اس کا نام فقیر اور بصورت گدا ہے لیکن باطن میں بادشاہوں سے بہتر، سردار ہر دوسرا اور غنی بقرب خدا ہوتا ہے۔ جو شخص اس مرتبے کو نہ پہنچے اور فقیری کا دعویٰ کرے وہ مطلق جھوٹا اور لاف زن ہے۔ فقر کا مرتبہ خاص طریقہ قادری میں ملتا ہے۔(212)

مرتبہ فقر خاص الخاص کی شرح میں کتاب ''نورالھدیٰ'' کے حاشیہ میں حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

پس فقیر تصور اسم اللہ ذات اور مرشدِ کامل کی توجہات سے زندہ نوری' نوزائیدہ' معصوم بچے کی طرح معنوی طور پر اس عنصری جُسّے کے اندر تولد ہوجاتا ہے۔ ایسے پاک طفل معنوی کو مرشدِ کامل حضور سرورِ کائنات ﷺ کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام اسے اپنی نوری حضوری تربیت میں داخل فرماتے ہیں اور فقیر نوری حضوری فرزند کہلاتا ہے اور خاص الخاص سید بن جاتا ہے۔ اگرچہ ظاہری جُسّے کے ساتھ لوگوں میں شامل ہوتا ہے لیکن باطن میں اس کا ایک معنوی غیبی نوری لطیفہ ہر وقت حضور سرورِ کائنات ﷺ میں حاضر رہتا ہے اور اس کی وہاں دن رات تعلیم، تلقین اور باطنی تربیت ہوتی رہتی ہے۔ آخر میں جب یہ معنوی انسان کامل اور بالغ ہوجاتا ہے تو اسے دیگر طالبوں کو زندہ کرنے اور

تعلیم و تلقین اور ارشاد و بیعت کی اجازت ہو جاتی ہے اور مقامِ ارشاد میں پہنچ جاتا ہے۔(213)

فقر خاص الخاص لا یحتاج کے مراتب:۔ فقر خاص الخاص لا یحتاج کے یہ مراتب ہیں کہ وہ سات خزانے اور سات قسم کے معراج حاصل کرے۔ وہ سات خزانے ان سات قسم کی معراجوں سے متعلق ہیں: اول معراجِ علم۔ دوم معراجِ حلم۔ سوم معراجِ محبت۔ چہارم معراجِ معرفت۔ پنجم معراج مشاہدہ قرب حضور۔ ششم معراج مجلس انبیاء و اولیاء اللہ۔ اور ہفتم معراج فقر۔ یہ ہیں مراتب حدیث ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ'' تمامیتِ فقر کے یہ مذکورہ بالا مراتب قادری طریقہ میں ملتے ہیں۔ دیگر طریقے والوں کو ان کی خبر بھی نہیں۔(214)

فقیر صاحبِ عیان:۔ 'فقیر صاحب عیان' اسے کہتے ہیں کہ حقیقتِ احوال کن فیکون یعنی حقیقتِ احوالِ ازل، حقیقتِ احوالِ ابد، حقیقتِ احوالِ دنیا اور حقیقتِ احوالِ ممات' اہلِ قبور اور حقیقتِ احوالِ حشر گاہ و احوالِ پل صراط و اہلِ دوزخ و بہشت اور حقیقتِ احوالِ ساغر شراباً طہورا حضرت محمد ﷺ کے دست مبارک سے پینے اور حقیقت احوال مشرفِ دیدار ہونے کے ان تمام حالات کو ابتدا سے انتہا تک دیکھ لے اور پھر سب کو بھلا دے۔(215)

فقر مکب و فقر محب:۔

1۔ فقر مکب والا فقیر مطلق مردود، ریش تراشیدہ، خلافِ شرع' بے حیا' محرومِ معرفت و مردودِ درگاہ خدا ہوتا ہے۔ فقر مکب یہ ہے کہ دام مکر و تزویر پھیلا کر دولتِ دنیا جمع کرلے۔ دشمن اسلام' بخیل' ظالم' مالک مالِ حرام بن جائے اور ہمیشہ فقر و افلاس کی اللہ تعالیٰ اور لوگوں سے شکوہ و شکایت کرتا پھرے۔

2۔ جو شخص فقر مکب سے گزر جاتا ہے۔ وہ فقر محب کو پہنچ جاتا ہے۔ فقر محب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم اور شفقت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق اور متصف ہو جائے۔(216)

مراتبِ غنایت:۔ غنایت بھی پانچ طرح کی ہے۔ جو شخص یہ پانچ طرح کی غنایت حاصل کر لیتا ہے اور اپنے عمل اور تصرف میں لے آتا ہے اور اس سے پھل کھا لیتا ہے وہ شخص زندہ، حی فی الدارین ہو کر کبھی نہیں مرتا بلکہ سب کام اللہ تعالیٰ کے امر سے کرتا ہے۔

قولہ تعالیٰ۔ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۝

''اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے o''

غنایت کے پانچ مراتب ہیں:

1۔ اول مرتبہ غنایت یہ ہے کہ صاحبِ تصور جب خاک پر نظر ڈالے سونا بنا لے۔ ایسے صاحب نظر غنایت کے سامنے مٹی اور سونا برابر ہو جاتا ہے۔

2۔ دوم مرتبہ غنایت یہ ہے کہ صاحب تصور اسمِ اللہ ذات کل مخلوقات کو جذب الطلب سے اپنے سامنے حاضر کر کے ان سے جو کچھ چاہے حاصل کر لیتا ہے۔

3۔ سوم مرتبہ غنایت یہ ہے کہ تصور اسمِ اللہ ذات کے ذریعے سنگ پارس وغیرہ پہاڑ میں معلوم کر کے حاصل کرلے اور پھر اسے کسی کی احتیاج نہ رہے۔

4۔ چہارمرتبہ غنایت یہ ہے کہ قوت علمِ دعوت تکسیر (تصور دعوت قبور) سے علم کیمیا اکسیر (تصور اسمِ ذات اللہ) حاصل کرے۔
5۔ پنجم مرتبہ غنایت یہ ہے کہ تصور اسمِ اللہ ذات سے آنکھیں کھل جائیں اور زمین کے نیچے پرانے دفینے اور غیبی خزانے معلوم کرے۔ جو مرشد یہ پانچ قسم کے خزانے پانچ روز میں طالب اللہ کو عطا نہ کرے وہ احمق ہے کہ اپنے آپ کو مرشد کہلواتا ہے۔

غنایت کے یہ پانچ مراتب طالبان صادق کو مرشد کامل عطا کرتا ہے لیکن جو طالب ان مراتب کے حصول کے لیے طالبی اور فقیری اختیار کرتا ہے وہ ہرگز ان مراتب کو نہیں پاتا اور جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی طلب کے لیے نکلتا ہے تو ایسے طالب کو دل کی غنایت کے لیے ایسے مراتب حاصل ہوجاتے ہیں لیکن ایسے لوگ ان باتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔ طالبِ صادق کو مرشدِ کامل جب غنایتِ دل کے لیے مذکورہ بالا تصرف کے خزانے عنایت کر دیتا ہے تو دنیا سے اس کا دل سرد ہوجاتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ جب تصرفِ دنیا اور غنایت کا مرتبہ حاصل ہوجائے تو اسی وقت اسے ترک کردے اور اس میں تصرف سے ایک پائی بھی اپنے نفس پر خرچ نہ کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدے اور وصل کے سوا کسی طرف رخ نہ کرے۔ جس وقت طالب کو اللہ تعالیٰ کا وصل حاصل ہوجاتا ہے تو دونوں جہاں اس کے غلام ہوجاتے ہیں اور دین و دنیا کے خزانے اور نعمتیں اسے مل جاتی ہیں۔ من له المولیٰ فله الکل۔ (217)

مقام ومرتبۂ فقیر:۔ فقیر صاحبِ مرتبہ اعلیٰ، مقربِ حق تعالیٰ، راہِ حق کا رفیق، اہلِ دیدار باتوفیق ہوتا ہے۔ مالک الملکی فقیر موصوف بصفت اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ ہر چیز پر قادر ہے) ولی اللہ، عالم باللہ، محقق، روشن ضمیر، بہ کونین امیر، کل و جز ومخلوقات اس کے قیدِ تصرف، دوام ناظر صاحب لوح محفوظ تفسیر، حاضر مجلس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باتاثیر۔ حاکم قبور روحانی عیانی، صاحب لفظ قُم باذن اللہ یا بصیر (اے دیکھنے والے اللہ کے حکم سے اٹھ) ہوتا ہے۔

فقیر مالک الملکی وہ ہوتا ہے کہ چودہ قسم کے علوم، چودہ حکمتیں، چودہ توجہ، تصور، تفکر اور چودہ توفیق طریق، تصدیق وتحقیق، چودہ طرح کی معرفت، ترک، توکل، تجرید، تفرید وتوحید، چودہ قسم کے ذکر مذکور اور قرب وحضور، چودہ مقام فنا بقا باطن صفا، چودہ دم اور چودہ اسرار حاصل کر کے عامل کامل مکمل اکمل جامع فقیر ہوجاتا ہے اور ان سب کے جوہر وجود میں جمع کر کے فقیر لایحتاج ہوجاتا ہے۔ یہ ہے مالک الملکی اولوالامر فقیر، صاحب ذات جامع کل صفات کہ تمام درجات اور کل مقامات اس کے اختیار میں ہوں۔ (218)

مرشد کامل سے طالب پندرہ علم، پندرہ حلم، پندرہ حکمتیں اور پندرہ کیمیا کے گنج حاضرات اسم اللہ اور فیض وفضل مرشد سے حاصل کرلیتا ہے۔ پھر وہ والی ملک ولایت ہوجاتا ہے۔ بغیر حصول مذکور مراتب طالب ہرگز فقر ہدایت میں قدم نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی عارف واصل ہوسکتا ہے۔ (219)

طالبِ صادق کے لیے ضابطۂ عمل:۔ قولہ تعالیٰ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ۔ اس راستے کی اصل تین طریق سے ہے۔
1۔ اول یہ کہ طالب صادق روزِ اول باقرارِ زبان صحیح وتصدیق القلب وباخلاص خاص دریائے اعتقاد میں غوطہ لگائے کہ اس کے ہفت اندام پاک ہوجائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اعتقاد پاک بہت پسند ہے۔ تاکہ طالب کے وجود میں نہ چوں رہے نہ چرا۔ نہ ہوس رہے نہ ہوا۔ سر سے قدم تک جملہ بطن باطن صفا اور طالب باادب وباحیا ہوجائے۔
2۔ دوم طالب صادق مقام فقر میں اس طرح پائیدار قدم رکھے کہ مرتے دم تک اس راستے سے منہ نہ موڑے اور

لب گور تک باتوفیق عبادت وطاعت ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ قضا آجائے۔

3۔ طالب صادق محبت کی چھری سے اپنے سر کوتن سے جدا کردے اور بے سرو بے زبان ہوکر اللہ تعالیٰ سے ہم سخن اور ہم کلام ہو۔اس کے بعد طالب لائق شرفِ لقااور صاحب وجود بقاہو۔(220)

بلحاظ فیض رسانی مرشد کی اقسام:۔

1۔ مقامات پانچ ہیں: مقاماتِ دنیا،مقامِ عقبیٰ،مقامِ ازل،مقامِ ابد،مقامِ لامکاں لاہوت۔جوشخص ان پانچ مقامات کے خزانے طالب کوحاضرات اسم اللہ ذات سے پانچ دم یاپانچ ساعت یاپانچ روز کے اندرکھول دے وہ **'مرشد کامل'** ہے۔

2۔ جوشخص کونین کا تماشہ ہاتھ کی ہتھیلی یا ناخن کی پشت پر دکھادے وہ **'مرشد مکمل'** ہے۔دونوں جہاں اسمِ اللہ ذات کی طے میں ہیں اوراسم اللہ ذات انسان کے قلب یعنی طے صفات میں ہے۔

3۔ **'مرشد اکمل'** وہ ہے کہ اسمِ اللہ ذات اور طے قلوب صفات کلیہ کلمۂ طیبات سے کھول دے اور عین بعین دکھلا دے کہ وجود میں غلطی اور غلاظت وغیرہ اور غضب نہ رہے۔طالب صاحبِ نقشِ فنا،قلبِ صفااوراہل روحِ بقا' دوام مشرف مشاہدۂ لقاءاور حاضر مجلسِ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوجائے۔

4۔ لیکن **'مرشد جامع'** وہ ہے جوکنہ اسمِ اللہ ذات کی چند حاضرات جانتا ہےاورظاہری زبان سے کچھ نہیں کہتا اور نہ پڑھتا ہے بلکہ طالب کوحاضرات اسم اللہ ذات سے اس طرح لے جاتا ہے کہ جب طالب تصور حاضرات اسمِ اللہ ذات کرتا ہے تو ابتداہی میں درج ذیل معاملات پیش آتے ہیں:

ا۔ اس کے گرد تمام جنات کے لشکر دست بستہ باادب کھڑے ہوجاتے ہیں اوراس کے حکم کے منتظر ہوتے ہیں۔اسے کہتے ہیں کہ اے ولی اللہ کچھ حکم فرمائیے۔حق کا طالب کہتا ہے **حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ** (اللہ میرے لیے کافی ہےاوراللہ میرا کفیل ہے)اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔

ب۔ اس کے بعد جملہ فرشتے،موکلات اور روحانی حاضر ہوکرعرض گزارنے لگتے ہیں اور التماس کرتے ہیں اورعلم وعمل کیمیا اکسیر سنگِ پارس اورعمل دعوت تکسیر بتاتے ہیں۔کامل ان کی طرف التفات نہیں کرتا۔

ج۔ اس کے بعد جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باجملہ انبیاء مرسل' اصفیاء اور جملہ اصحاب کبار وصغار و چار یار اور حضرت امام حسنؓ وحضرت امام حسینؓ وحضرت شاہ محی الدینؒ تشریف لاتے ہیں اور طالب کا ہاتھ پکڑ کرکھڑا کرتے ہیں اورعلم معرفت کی تلقین وتعلیم فرماتے ہیں اورمنصب ہدایت وولایت سے سرفراز فرماتے ہیں۔(221)

فقرخاص الخاص کے مقامات:۔ فقیرایک قدم دنیا سے اٹھاتا ہے عقبیٰ میں رکھتا ہے۔اور دوسرا قدم عقبیٰ سے اٹھا کر آدھا قدم معرفت میں چلتا ہے۔اس ڈیڑھ قدم میں منزل فقر کوپہنچ جاتا ہے۔''**اِذَا تَمَّ الْفقر فھو اللہ**''.(222)

آخرابتداء سے لے کرانتہاءتک فقرخاص الخاص کے مقامات یہ ہیں یعنی فقر برآمدن اور درآمدن کا نام ہے۔پس برآمدن ودرآمدن کیا ہےاورکیا چیز کا نام ہے وہ یہ ہے کہ

باہر آنا مقام ناسوت سے	داخل ہونا لاہوت میں
باہر آنا فنا سے	داخل ہونا بقا میں

باہر آنا جہل، شرک، کفر وہوا سے	داخل ہونا فنافی اللہ شرفِ لقا میں
باہر آنا حالتِ نفس ودنیا پریشان سے	داخل ہونا مقامِ اطمینان میں
باہر آنا تقلید سے	داخل ہونا توحید میں
باہر آنا اطاعت سے	داخل ہونا عنایت میں
باہر آنا کفر کے شکوہ وشکایت سے	داخل ہونا غنایت میں
باہر آنا غنایت سے	داخل ہونا ولایت میں
باہر ہونا ولایت سے	داخل ہونا لا حد مرتبہ نہایت میں
باہر آنا عبودیت سے	داخل ہونا ربوبیت میں
باہر آنا سخت طلب سے	داخل ہونا محب قلب میں
باہر آنا مجاہدے سے	داخل ہونا مشاہدے میں
باہر آنا ذکر مذکور سے	داخل ہونا مقامِ الہام حضور میں
باہر آنا ریاضت سے	داخل ہونا مقام لا یحتاج میں
باہر آنا لذت نفس ذائقہ سے	داخل ہونا لذت باطن فقر وفاقہ میں
باہر آنا فقر مکب سے	داخل ہونا فقر محب میں
باہر آنا کشف وکرامات سے	داخل ہونا حاضرات تصور اسمِ اللہ ذات میں

(223)

عارفوں کے احوال:۔

1۔ عارفوں کا حال روز بروز نو بنو ہوا کرتا ہے۔ وہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ کی شان سے نمایاں ہوتے ہیں کہ موت کے ابتدائی حالات سے لے کر عذابِ قبر، حشر، نشر، پل صراط اور دخولِ جنت کے سب حالات زندگی میں آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔

2۔ بعض سالک مبتدی مجلس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جاتے ہیں لیکن اپنے آپ کو نہیں جانتے بعض جانتے ہیں اور وہاں روحانی لوگوں سے ہم سخن اور ہم کلام ہوتے ہیں۔ بعض مقام جلالیت میں، بعض مقام جمالیت میں اور بعض مقام کمالیت میں رہتے ہیں۔ (224)

3۔ بعض فقراء اسم اللہ ذات کی برکت سے روحانی کو توجہ سے بیدار کر لیتے ہیں اور قم باذن اللہ کہہ کر روحانی کو قبر سے باہر لے آتے ہیں۔ یہ مقام حضرت عیسیٰ روح اللہ بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں خواص کو حاصل ہوتا ہے۔ (225)

روحانی دنیا

(افکار، اصول وضوابط)

ایک اوباش انسان کے ہدایت پانے کا ایمان افروز واقعہ:۔ یہ کئی برس پہلے کا واقعہ ہے۔ میں اپنے آفس میں بیٹھا سٹوڈنٹس کو گائیڈ کر رہا تھا۔ یہ آفس میری رہائش گاہ سے ملحق تھا۔ رہائش گاہ کے دائیں طرف ایک ویڈیو سنٹر تھا۔ اس وڈیو سنٹر کا مالک میرے پاس ایک شخص کو لے کر آیا۔ اس شخص کا نام 'ہیرا' تھا۔ وہ بھی طارق آباد میں ہی رہتا تھا۔ 'ہیرا' آوارہ اور اوباش انسان تھا۔

میرے ہمسائے نے کہا کہ ہیرا بہت پریشان ہے، اس کا مسئلہ سنیں اور رہنمائی کریں۔ ہیرے نے کہا، میں بہت پریشان ہوں۔ شیطان میرے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وسوسے پیدا کر رہا ہے۔ مجھے ان وسوسوں پر اختیار نہیں مگر میں یہ وسوسے سن نہیں سکتا۔ جی چاہتا ہے سینے میں خنجر مار کر مر جاؤں یا ریلوے ٹرین کے نیچے آ کر خودکشی کر لوں۔ ہیرے کا مسئلہ سُن کر میں بھی بہت پریشان ہو گیا۔ میرے آفس سے قریباً 3/4 منٹ کی پیدل مسافت پر ریلوے پھاٹک ہے۔ ہیرا خودکشی کے لیے اُدھر ہی جا رہا تھا کہ میرے ہمسائے سے ملاقات ہو گئی اور اُس نے اسے خودکشی سے روکا اور کہا کہ پہلے ان سے مل لو ہو سکتا ہے تمہارا مسئلہ حل ہو جائے۔

انسان اگر دینداری اختیار نہ کرے تو شیطان کے چُنگل میں بری طرح پھنس جاتا ہے۔ شیطان انسان کا کھُلا دشمن ہے۔ وہ انسان کو پریشان اور برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ یہ بے دین انسان کو روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، معاشی، سماجی، غرضیکہ ہر لحاظ سے برباد کر دیتا ہے۔ دینداری نہ رہے تو دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ جو اس سے پناہ طلب کرتے ہیں وہ ان کی ضرور حفاظت فرماتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ ؐ است　　آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است (226)

ترجمہ: مسلمان کے دل میں مقامِ مصطفیٰ ہے۔ ہماری عزت آپ کے بابرکت نام کی بدولت ہے۔

سبحان اللہ! ہیرا اگرچہ اخلاقی لحاظ سے اچھی شہرت نہیں رکھتا تھا۔ خودکشی کا ارادہ کر کے گھر سے نکل پڑا تھا۔ اس کے دل میں ناموسِ رسالت کا خیال اس کے لیے باعثِ رحمت ثابت ہُوا۔ قدرت نے اسے سوچنے، سمجھنے اور اصلاح پانے کا موقع عنایت فرما دیا۔

مجھ سے پہلے کچھ اور پیر بھائیوں کو مرشد کریم سے خلافت مل چکی تھی مگر انہوں نے سلسلۂ بیعت شروع نہیں کیا۔ وہ اسے خلافِ ادب سمجھتے تھے کہ مرشد کی حیات میں ہی پیری مریدی کا سلسلہ شروع کریں۔ میرا نقطہ نظر کچھ مختلف ہے۔ میں سلسلۂ بیعت کو روحانی تعلیم و تربیت اور خدمتِ خلق کا بہترین ذریعہ سمجھتا ہوں۔ مرید ہونے کا مقصد اخلاقی و روحانی تربیت

حاصل کرنااورتزکیہ نفس کرنا ہے۔جیسا کہ ارشادِباری تعالیٰ ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾" بے شک فلاح پا گیا جس نے تزکیہ نفس کیا۔الاعلیٰ[87:14]

خرقۂ خلافت پانے کے بعد سلسلۂ بیعت شروع کرنے سے خدمتِ خلق کا شاندار موقع ملتا ہے۔مریدین کی روحانی تعلیم وتربیت کرنے سے بہت سے روحانی تجربات ومشاہدات کا موقع ملتا ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔روحانی تجربات ومشاہدات کی خاطر حضرت موسیٰ علیہ السلام،حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے۔روحانی تجربات ومشاہدات سے علم وعرفان اور ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا ہے۔اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذاتِ باری تعالیٰ کے حضور سوال کیا کہ یا اللہ آپ مردے کیسے زندہ کرتے ہیں؟اس کے جواب میں انہیں شاندار روحانی تجربہ ومشاہدہ کرایا گیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس سے روحانی مشاہدات اور روحانیت کے علمی اظہار کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔اس کی بہترین مثال واقعۂ معراج ہے ؎

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں! (227)

ہمارے زیادہ علمائے کرام روحانی علم سے مالا مال نہیں ہوتے۔اس لیے وہ اکثر روحانی تعلیم وتربیت کی ضرورت، اہمیت اور قدر وقیمت بیان نہیں کرتے۔اگر کوئی عالم اس موضوع پر اظہار خیال بھی کرے تو اس کا علم زیادہ تر کتابی ہوتا ہے،کسبی یا وہبی نہیں ہوتا۔صرف مخلص صوفیائے کرام ہی شریعت کی پابندی کی بدولت صحیح روحانی تعلیم وتربیت پاتے ہیں اور انہیں جو آگہی حاصل ہوتی ہے،جو صلاحیتیں حاصل ہوتی ہیں ان سے قربِ ربانی پاتے ہیں،سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق ومحبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطاوبخشش سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضری کا شرف پاتے ہیں۔اس کے علاوہ وہ اپنی روحانی صلاحیتیں ودیگر مادی ومعاشی وسائل اگر فراہم ہوں تو خدمتِ خلق کے لیے وقف کردیتے ہیں ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ:یہ سعادت زورِ بازو سے حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے عطا نہ فرمائے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ اپنے مرشد کے زیرِسایہ سلسلۂ بیعت شروع کرنے کا مقصد یہی تھا کہ میں اس راہ میں حائل دشواریوں اور ان کے حل سے آگاہ ہوجاؤں۔اس کے ساتھ ہی مجھے خدمتِ خلق کا اور نت نئے روحانی تجربات و مشاہدات کا شوق تھا اور اس کی ضرورت بھی تھی۔

مرشد کریم سے خلافت کے بعد میرے پاس جو کوئی بھی کسی بھی نوعیت کا روحانی،اخلاقی،نفسیاتی،سماجی مسئلہ لے کر آیا میں نے بفضلِ تعالیٰ،سرکار کی رحمت کے بھروسے پر اس کی بھرپور مدد کرنے کی کوشش کی۔

میں نے 'ہیرے' کا مسئلہ سنجیدگی سے لیا۔ذات باری تعالیٰ کے بھروسے پر اُسے کہا کہ فکر نہ کرو،اللہ تعالیٰ بہت رحیم وکریم ہے۔چند ایک روز میرے پاس بیٹھو،اگر تمہارا مسئلہ حل نہ ہوتو پھر خودکشی کرلینا۔ایسا میں نے اس لیے کہا کہ مجھے ذاتِ باری تعالیٰ کے فضل وکرم پر مکمل بھروسہ اور یقین تھا۔اس کے ساتھ ہی ایسے شخص کو حوصلہ دینا ضروری تھا جو کہ نہایت پریشان تھا اور خودکشی کا ارادہ کرچکا تھا۔

میں نے 'ہیرے' کو تسبیح دی، وضو کرایا اور کہا کہ گھر جا کر تنہائی میں بیٹھ جاؤ اور کلمہ شریف پڑھو۔ وہ گھر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے کلمہ شریف نہیں پڑھا جاتا۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں۔ اُسے کہا ٹھیک ہے میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ روزانہ آ جایا کرو۔ میں اکیڈمی میں قریباً تمام کلاسز (مڈل، میٹرک، ایف اے، بی اے) کے مختلف سٹوڈنٹس پڑھایا کرتا تھا۔ اس دوران جب کچھ فرصت ملتی ہیرے کو سامنے بٹھا لیتا اور اس کے قلب پر توجہ کرتا تھا۔ خلافت کے بعد کسی کے قلب پر توجہ کرنے کا یہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ میرے مرشد کامل نگاہ رکھتے ہیں۔ میں قریباً بارہ برس ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہا تھا۔ ان کا نگاہ اور توجہ کرنے کا انداز دیکھ کر سیکھ گیا تھا۔ خلافت کے بعد مجھے یقین تھا کہ فیض بھی جاری ہوگا۔ الحمدللہ ایسا ہی ہُوا۔ ہیرے کی روحانی، ذہنی ونفسیاتی حالت 2/3 روز میں کافی بہتر ہوگئی۔ ایک دن میں صبح کے وقت اپنے گوشۂ تنہائی (گوشۂ راحت، خلوت گاہ) میں بیٹھا مراقبہ کر رہا تھا تو ہیرے کی طرف توجہ ہوگئی۔ میرے علم میں آیا کہ اس کی حالت پچاس فیصد (50%) درست ہوگئی ہے۔ ساتھ ہی یہ پتہ چلا کہ اس کے بھائی نے اسے کسی جگہ پر نوکری کی پیشکش کی ہے۔ اس روز صبح جب ہیرا میرے پاس آیا تو میں نے کہا ہیرے ان شاء اللہ تعالیٰ تم جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ تم میری بات پر یقین کرو۔ میں یہ بات ذاتِ باری تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے کہہ رہا ہوں۔ تمہیں تمہارے بھائی نے نوکری کی پیشکش کی ہے۔ وہ حیران ہوگیا۔ کہنے لگا آپ کو کیسے پتہ چلا؟ میں نے کہا بتا تو چکا ہوں کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے خبر عطا فرمائی ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک پرچی پر 50% لکھ کر اس کے سامنے یہ پرچی بند کر کے رکھ دی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا وہ روحانی مسئلہ کس قدر حل ہوگیا ہے؟ کہنے لگا مجھے 50% آرام ہے۔ میں نے کہا اب وہ پرچی کھول کر دیکھو کہ تمہاری ذہنی وقلبی اور روحانی حالت کے بارے میں میرا اندازہ کیا ہے۔ اس نے اس پرچی پر 50% لکھا دیکھا تو حیران ہُوا۔ اس کا یقین پختہ ہوگیا اور یہی میرا مقصد تھا۔ راہِ حق پر سفر کرنے کے لیے یقین کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ روحانی علاج جاری رکھے اور میرے پاس آتا رہے تاکہ اس کا مسئلہ حل ہو جائے۔ میں ایسا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چاہتا تھا۔ میرا مقصد نہیں تھا کہ اپنا آپ منواؤں۔ اپنا آپ منوانے کا کیا فائدہ؟ اصل مقصد تو رب تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب ورضا حاصل کرنا ہے اور حقیقت الحقائق کو ماننا اور منوانا ہے۔ الحمدللہ میرے سامنے یہی مقصد تھا اور اب بھی ہے۔

دو تین روز اور لگے 'ہیرے' کا مسئلہ حل ہوگیا۔ بفضلِ تعالیٰ توجہ کے اثر سے اس کا قلب جاری ہوگیا۔ اس کے بدن کے تمام بُن ومُو میں ذکرِ الٰہی جاری ہوگیا۔ قلب وجگر اور بدن وروح میں ذکر کی کیفیت کی وجہ سے اس کا تمام جسم کانپنے لگا۔ اس پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ وہ اس کیفیت سے گھبرا گیا۔ میں نے اسے تسلی دی اور سمجھایا کہ ''**ھذا من فضل ربی**'' یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ میں نے اسے کہا، ہیرے آسمان کی طرف دیکھو کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا ہر طرف اسم ذات لکھا نظر آتا ہے۔

'ہیرے' کا روحانی مسئلہ حل ہونے میں قریباً ہفتہ عشرہ لگا۔ مجھے اس بات پر بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ نظر اور توجہ کا اثر ظاہر ہونے پر بھی قرب ورضائے الٰہی کا احساس ہُوا، جس پر حد سے زیادہ خوشی ہوئی۔ اس روحانی تجربہ ومشاہدہ سے مجھے کافی زیادہ خوداعتمادی ملی اور حوصلہ افزائی ہوئی۔

اس دوران ایک اور حیرت انگیز تجربہ ہُوا۔ ایک دن میں پنساری کی دکان پر سودا سلف لینے گیا تو وہاں 'ہیرا' کھڑا تھا۔ اس نے مجھ سے کوئی دعا سلام نہ لی۔ بعد میں بھی کئی بار ایسا ہُوا۔ مسئلہ حل ہونے کے بعد اس نے میرے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ اسے ذکر وفکر کی جو کیفیت حاصل ہوئی تھی وہ ختم ہوگئی۔ آمنا سامنا ہونے پر بھی وہ اجنبیت کا اظہار کرتا تھا۔ میں اُس کی اِس بے مروتی، بے حسی اور لاتعلقی پر بہت حیران ہُوا۔ وہ شخص جو کہ خودکشی کرنے جارہا تھا، نئی زندگی ملنے اور شدید نوعیت کے جان لیوا اور ایمان غارت کرنے والے مسئلہ سے چھٹکارا پانے پر اس طرح طوطا چشمی کا مظاہرہ کرسکتا ہے، مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔ ہیرے کی خدمت گزاری کرتے ہوئے میں نے اس سے کوئی کام نہیں لیا۔ ہر بار خواجگان کی سنت کے مطابق اس کی خدمت کی۔ انسان بھی کتنا عجیب ہے! اس کے رنگ روپ انوکھے ہیں!

اس واقعہ کو کئی برس بیت گئے ہیں۔ 'ہیرا' اب بھی طارق آباد، فیصل آباد میں رہائش پذیر ہے اور اپنی عادت کے مطابق آزادروی کی زندگی بسر کررہا ہے۔ میرے پاس علاج کے دوران ایک دن 'ہیرا' مجھ سے معافی مانگنے لگا۔ کہنے لگا، سرکار کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ سے کرائے کا یہ مکان زبردستی خالی کرالوں۔ وہ شخص یہ مکان کرائے پر لینا چاہتا ہے۔ شاید میری بدنیتی کی وجہ سے مجھ پر یہ پکڑ ہوئی ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا اور سرکار کی سنتِ اقدس کے مطابق اسے معاف کردیا اس آس پر کہ میں اپنے خالق و مالک سے معافی کا خواستگار ہوں۔ معاف کرنا اسے پسند ہے۔ جو شخص معاف کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اسے اپنے فضل وکرم سے اور سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے معاف فرما دے گا۔ صلی اللہ علی النبی الامی وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم وصل علیہ۔

سلسلہ پیری مریدی سے مجھے انفرادی وسماجی نفسیات سمجھنے، لوگوں کے نفسیاتی مسائل اور ان کے حل سے آگاہ ہونے کا موقع بھی ملا۔ نفسیات سے مراد ذہنی اعمال کا علم ہے۔ اس میں مطالعہ کیا جاتا ہے کہ انسان کیا سوچتا ہے، کیوں سوچتا ہے، سوچ اور عمل کا کیا تعلق ہے، سوچ سے رویے اور کردار کا کیا تعلق ہے۔ رویے اور کردار میں کیسے تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ نفسیات کا مضمون پی ایچ ڈی کی سطح تک پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ یہ تجرباتی ومشاہداتی علم ہے۔ مگر یہ کئی لحاظ سے ادُھورا اور غیر تسلی بخش علم ہے۔ نفسیات میں صرف ذہن کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ ذہن کا مطالعہ ذہنی اعمال سے کیا جاتا ہے۔ اس میں تمام مشاہدات وتجربات کا محور ومرکز ذہن وذہنی اعمال ہیں۔

روحانیت میں عقل وفکر کے ساتھ قلب ونظر اور روح ونفس کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں روحانی مشاہدات اور تجربات بھی ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث سے اور روحانی مشاہدات وتجربات سے ثابت ہے کہ مختلف طرح کے خیالات لطیفۂ روح، لطیفۂ قلب، لطیفۂ نفس اور دیگر لطائف سے پیدا ہوتے ہیں اور ذہن تک پہنچتے ہیں۔ انہیں میں سے غالب خیالات کردار اور عمل کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ مراقبہ کرنے سے، تزکیہ نفس ہوتا ہے اور ان مختلف اقسام کے خیالات سے آگہی ہوتی ہے۔ مسلسل ریاضت اور مرشد کی نگاہ سے سالک منفی خیالات سے نجات پاتا ہے اور اس کا ذاتِ باری تعالیٰ، ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اولیاء اللہ سے اور دیگر مخلوقات سے قلبی وروحی (روحانی) رابطہ قائم ہوجاتا ہے۔ ایک تربیت یافتہ سالک حقیقی طور پر ماہر نفسیات ہوتا ہے۔ اسے مشاہدہ باطن حاصل ہوتا ہے۔ وہ اخلاقی، روحانی، نفسیاتی ودیگر اقسام کے مسائل کی اصل وجہ تلاش کرکے، صحیح تشخیص کے بعد ان کا حل بھی تجویز کرسکتا ہے اور اکثر

صورتوں میں ان مسائل کو حل بھی کرسکتا ہے ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ　　غالب و کار آفریں، کار کشا و کار ساز (228)

ماہرینِ نفسیات، ماہرینِ عمل تنویم، این ایل پی پریکٹشنرز، سائیکالوجسٹس بھی خیال کی قوت اور ارتکازِ توجہ سے نفسیاتی مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ذاتِ باری تعالیٰ سے رابطہ وتعلق نہ ہونے کی وجہ سے ان کا علاج اتنا موثر نہیں ہوتا جتنا کسی سالک راہِ طریقت کی نگاہ سے ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ میں ہیرے کا مسئلہ روحانی ونفسیاتی نوعیت کا تھا۔ علاج کی بدولت برے خیالات آنا بند ہو گئے اور اسے تصفیہ باطن بھی حاصل ہو گیا۔

نفسیاتی وجنسی مسئلہ کا حل:۔ تعلیم وتربیت کے حقیقی تقاضے پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے ہمیشہ اپنے سٹوڈنٹس (طلباء و طالبات) اور مریدین سے باہمی پیار ومحبت، احترام، اعتماد اور بے تکلفی کا رشتہ بنائے رکھا ہے۔ علم التعلیم (education) کی زبان میں اسے rapport کہتے ہیں۔ اس حکمتِ عملی کی وجہ سے مجھے اپنے سٹوڈنٹس ومریدین کے مسائل کی اصل نوعیت سے آگاہ ہونے اور ان کا حل تلاش کرنے میں مدد ملی ہے اور اکثر صورتوں میں کامیابی بھی ملی ہے۔ اس سے مجھے بعض صورتوں میں اپنے سٹوڈنٹس کے ایسے مسائل سے آگاہ ہونے میں بھی مدد ملی جن سے بے تکلفی اور باہمی اعتماد نہ ہونے کی وجہ سے آگاہ ہونا ممکن نہ تھا اور پھر ان مسائل کا آبرومندانہ حل تلاش کرنا بھی ممکن نہ ہوتا۔

ایک دن میں اپنے آفس ڈور میں کھڑا تھا کہ سڑک پر سے اپنے بی اے کے ایک سابقہ سٹوڈنٹ کو گزرتے دیکھا۔ اُس سٹوڈنٹ نے مجھے دیکھا تو رُک گیا۔ سائیکل سے اُترا اور مجھ سے سلام دعا لی۔ میرے دل میں خیال پیدا ہُوا "اسے اندر بلالو اور اس کا مسئلہ سنو یہ بہت پریشان ہے"۔ یعنی روحانی طور پر گائیڈ لائن (روحانی رہنمائی) تھی۔ روحانی دنیا کا نیٹ ورک، انٹرنیٹ سے بھی زیادہ مضبوط، فعال اور منظم ہے۔ روحانی تجربات ومشاہدات اور روحانی کیفیات سے گزرنے کے بعد ہی روحانی دنیا کا قابلِ یقین اور حیرت انگیز ادراک حاصل ہوتا ہے۔ جب روحانی دنیا میں کسی کی مقامی، علاقائی، ملکی یا بین الاقوامی سطح پر خدمتِ خلق کے لیے ڈیوٹی لگتی ہے تو ہر ایک ڈیوٹی بردار سالک کا ایک روحانی گائیڈ ہوتا ہے جس کی طرف سے رہنمائی ملتی رہتی ہے۔ بہرحال ہدایات کے مطابق میں نے تمام کام چھوڑ دیے اور اسے اندر بلالیا۔ اسے چائے پانی پوچھا اور پھر پوچھا کہ آپ پریشان کیوں ہیں؟ وہ حیران ہُوا، کہنے لگا آپ کو کیسے پتہ چلا؟ میں نے کہا، اس بات کو چھوڑو، اپنا مسئلہ بتاؤ۔ شروع میں تو وہ کچھ بھی نہیں بتا رہا تھا تاہم، حوصلہ افزائی کرنے پر اس نے اپنا مسئلہ بتایا۔ اس کا مسئلہ بھی شدید نوعیت کا تھا۔ وہ کہنے لگا اچھا ہوا آپ سے بات ہوگئی میں پہلے بھی چند ایک بار آیا مگر جھجک کی وجہ سے آپ سے بات نہ کرسکا۔ آج بھی آپ کے پاس آنے کے لیے گھر سے نکلا مگر آفس میں اندر آنے کا حوصلہ نہ ہُوا۔ اتفاقاً آپ دروازے پر کھڑے تھے، آپ نے مجھے دیکھا اور بلالیا۔ آپ نے میری حوصلہ افزائی کی تو اپنا مسئلہ بیان کر پایا۔ اگر آج آپ سے بات نہ ہوتی تو میں فیصلہ کر چکا تھا کہ خودکشی کرلوں۔ میں نے کہا اتفاقاً کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ آپ کی اور میری ملاقات ہو اور مسئلہ کا حل نکلے۔ کارسازِ حقیقی رب تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ آپ چند روز میرے پاس آئیں اور درود شریف کثرت سے پڑھیں۔ اُس سٹوڈنٹ نے کثرت سے درود شریف پڑھنا شروع کردیا۔ وہ چند روز میرے پاس آتا رہا۔ اس کا مسئلہ نفسیاتی وجنسی نوعیت کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا مسئلہ حل فرما دیا۔ ایک دن کہنے لگا، سر میں آپ کی

خدمت کرنا چاہتا ہوں، اجازت دیں تو آپ کے ہاتھ پاؤں دبادوں۔ میں پہلے تو نہ مانا۔اس نے کہا،سر اس سے مجھے روحانی مسرت حاصل ہوگی۔آپ کی وجہ سے میرا اتنا بڑا مسئلہ حل ہوگیا ہے۔میں حرام کی موت سے بچ گیا ہوں۔ہوسکتا ہے میں شکریہ ادا کرنے کے لیے پھر کبھی حاضر نہ ہوسکوں کیونکہ انسان خودغرض ہوتا ہے۔میں اس کی صاف گوئی پر ہنسنے لگا۔ اُس نے چند منٹ میری خدمت کی۔میں نے اسے اجازت دے دی۔اس کے بعد وہ صرف ایک دوبار ہی ملا۔بعد میں دنیاداری کی نذر ہوگیا۔

ان دنوں مجھے کثرت سے مراقبہ(پاس انفاس کی اوراسمِ ذات کا تصور) کرنے کی توفیق حاصل تھی۔میرے مشاہدہ میں آیا کہ بکثرت ذکر کی بدولت فیض رسانی کی صلاحیت بہتر ہوجاتی ہے۔اہلِ ذکر کا کسی سے پیار ومحبت اور شفقت سے باتیں کرنا اور اس کی طرف دیکھنا بھی توجہ کی ایک صورت ہے۔اس سے بھی بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔میں نے چندروز اپنے اس سٹوڈنٹ سے ہلکی پھلکی گفتگو ہی کی تھی۔الحمدللہ،اسم ذات کی برکت سے اُسے شفا حاصل ہوگئی اور اس کا مسئلہ حل ہوگیا۔

ڈیپریشن کا علاج:۔ ایک دن میری بی اے کی سٹوڈنٹ شمائلہ میرے گھر آئی۔میری مسز کے توسط سے اس نے مجھ سے ملاقات کے لیے اجازت مانگی۔میں نے اپنے گھر سے ملحقہ آفس میں اسے بُلا لیا۔وہ بہت پریشان نظر آتی تھی۔کہنے لگی میں بہت زیادہ سر درد محسوس کررہی ہوں۔جی چاہتا ہے کہ گھر چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔

بعض اوقات نظرِ بد، سحر یا آسیب کی وجہ سے ڈیپریشن کی کیفیت چھا جاتی ہے۔ڈیپریشن کی وجہ کوئی جسمانی مرض، نفسیاتی الجھن یا کسی میڈیسن کا سائیڈ افیکٹ بھی ہوسکتا ہے۔ماہرین امراضِ جسمانی، ہپناٹسٹس، ماہرینِ نفسیات یا عامل حضرات ڈیپریشن کا علاج مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔میرے نزدیک ڈیپریشن کی وجہ کوئی بھی ہو،قوتِ نگاہ سے اس کا علاج ممکن ہے۔اس کا مجھے کئی بار تجربہ ہُوا ہے۔میں نگاہ وتوجہ سے یا دم سے علاج کرتا ہوں۔شمائلہ کی صورتِ حال دیکھ کر میں نے توجہ سے علاج کرنے کا فیصلہ کیا۔عورتوں کے علاج کی صورت میں، میں آنکھیں بند کرکے توجہ کرتا ہوں۔عورت کے ساتھ آنے والی اس کی بہن، بھائی، والدہ یا شوہر کو کہتا ہوں کہ آپ آنکھیں کھلی رکھیں۔بعض اوقات توجہ سے مریض یا مریضہ میں دورے کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔اس صورت میں اس کے حاضر مجلس رشتہ دار کی مدد سے اسے سنبھالنے میں مدد ملتی ہے۔کچھ دیر بعد صورتِ حال بہتر ہوجاتی ہے اور مریض یا مریضہ کا روحانی مسئلہ حل ہوجاتا ہے اور تندرستی عطا ہوجاتی ہے۔میں نے شمائلہ سے کہا کہ آنکھیں بند کرے اور اپنے وجود کا مشاہدہ کرے،کوئی تبدیلی نظر آئے یا محسوس ہو تو مجھے بتائے۔میں نے بھی آنکھیں بند کیں اور اس کے لطیفہ قلب،لطیفہ روح،لطیفۂ سر،لطیفۂ خفی،لطیفۂ اخفیٰ اور لطیفۂ نفس پر توجہ شروع کردی۔ایک دومنٹ بعد تبدیلی محسوس ہونا شروع ہوگئی۔شمائلہ کو بھی مشاہدہ شروع ہوگیا۔کہنے لگی کہ سر پر سے دباؤ کم ہورہا ہے۔دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے سیاہ سیال مادہ کی صورت میں کوئی شے خارج ہورہی ہے۔قریباً پانچ منٹ بعد اس نے کہا کہ میرا وجود ہلکا پھلکا محسوس ہورہا ہے۔سر پر دباؤ ختم ہوگیا ہے اور ڈیپریشن دور ہوگیا ہے۔میں نے پوچھا اب بتاؤ کیا دل میں گھر سے بھاگنے کا خیال پیدا ہورہا ہے۔کہنے لگی،نہیں میں نارمل محسوس کررہی ہوں۔میں نے اسے درود شریف، الحمد شریف، آیۃ الکرسی اور چاروں قُل پڑھ کر دم کردیا۔نماز باقاعدگی سے ادا

کرنے کی تاکید کی اور مذکورہ بالا وظیفہ صبح شام پڑھنے کو کہا۔ بعد میں وہ نارمل رہی اور کبھی بھی ڈیپریشن کی شکایت نہیں کی۔

روحانی علاج میں، میں نے ہمیشہ یہ بات پیشِ نظر رکھی کہ میرے پاس علاج کے لیے جو بھی آئے اس کا مسئلہ حل ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی اس کا قلب روشن ہو جائے اور وہ صوم وصلوٰۃ اور ذکر وفکر کا عادی ہو جائے۔

میرے پاس اکثر لوگ کئی طرح کے معاشی، سماجی اور خانگی مسائل لے کر آتے رہے۔ میں انہیں شریعت کے مطابق گائیڈ کرتا رہا۔ساتھ ہی انہیں حیلے بہانے سے نماز کی پابندی کرنے اور ذکروفکر کو معمول بنانے کا کہتا رہا۔لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے تو یہ پابندی قبول کر لیتے تھے مگر اس مقصد کے تحت کوئی بھی پابندی قبول کرنے کو تیار نہیں تھا کہ زندگی کا مقصد بندگی بجالانا ہے۔ جولوگ ذکروفکر اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوجاتے، انہیں روحانی تعلیم وتربیت دینے کی کوشش کرتا تا کہ ان کا ذات باری تعالیٰ اور ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قلبی وروحی تعلق قائم ہوجائے۔ یہ ایک طرح سے طالبِ دنیا کو زبردستی طالبِ مولیٰ بنانے کی بات ہُوئی۔ وہ زمانہ گیا جب روحانی تعلیم کو فوقیت حاصل تھی۔ گھروں سے بچے روحانی تعلیم وتربیت کے لیے نکلتے تھے۔ روحانی تعلیم وتربیت پانے کے بعد وہ مخلوق خدا کی خدمت کرتے تھے۔آج کل تو تعلیم وتربیت صرف روزی روٹی کمانے کے لیے ہوتی ہے۔ دنیا کے فکر میں ہی لوگ جیتے ہیں اور اسی فکر میں مرتے ہیں۔آخرت کی فکر نہیں ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

(حیرت الہ آبادی)

حق پرست لوگ نہ طالبِ دنیا ہوتے ہیں اور نہ ہی طالبِ آخرت، وہ طالبِ مولیٰ ہوتے ہیں۔ایسا طالب ملنا قریباً ناممکن ہے۔اس سلسلہ میں حضرت سلطان باہورحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''......دُنیا میں دُنیا مُردار کے طالب تو بکثرت موجود ہیں۔لیکن خاص اللہ کے طالب نادر نایاب اور مفقود ہیں......''فقیر باہُو'' کہتا ہے کہ تیس سال تک یہ فقیر مُرشد کامل کی طلب میں پھرتا رہا ہے اور اب کئی سال سے طالبِ صادق کی طلب میں ہوں۔لیکن آج تک کوئی طالبِ صادق، حوصلہ وسیع، ہمت بلند، اہلِ یقین، لائق تلقین نہیں مِلا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید کے ظاہری اور باطنی خزائن کی نعمت اور دولت کا جو نصاب بے حساب اس فقیر کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس کی زکوٰۃ طالب مستحق مسکین لائق تلقین کے حوالے کردُوں......''(229)

عصرِ حاضر میں پیری مریدی ایک رسم بن کر رہ گئی ہے۔لوگ اپنے دنیاوی مسائل کے حل کے لیے مُرید بن جاتے ہیں۔پیر بھی مریدین کے ساتھ صرف دعا وسلام اور نذرونیاز کا رشتہ رکھتے ہیں، نہ وہ خود طالبِ حق ہوتے ہیں اور نہ ہی انہیں تعلیم وتربیت کا شوق ہوتا ہے۔وہ اپنے مسائل کے حل اور ضرورتوں کی تسکین کے لیے مریدین سے کام لیتے ہیں۔معاشی آسودگی حاصل کرتے ہیں اور پروٹوکول بھی خوب پاتے ہیں۔نہایت بیش قیمت گاڑیاں ان کے زیر استعمال ہوتی ہیں۔ مرغن کھانے کھاتے ہیں۔قیمتی لباس پہنتے ہیں۔ان کے قدموں کے نیچے قیمتی قالین بچھائے جاتے ہیں۔ان پر پھول نچھاور کئے جاتے ہیں۔وہ اور ان کے اہلِ خانہ عیش وآرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔مریدین کے مسائل کے حل کے لیے اور ان کی تعلیم وتربیت کے لیے کچھ نہیں کرتے۔صرف دعا اور تسلی دیتے ہیں اور اپنی جیبیں بھرتے چلے جاتے ہیں۔ اگر موقع ملے تو سیاست میں بھی حصہ لیتے ہیں۔کامیابی کی صورت میں صدارت، وزارت پاتے ہیں اور زیادہ وسیع پیمانے

پر اور منظم طریقے سے لوٹ مار مچاتے ہیں۔ اولیائے صادق ہر دور میں ایسے مکار اور دغا باز لوگوں کی مذمت کرتے رہے ہیں۔ اولیائے کاملین کی کتب (رسالۂ قشیریہ، اللمع، کشف المحجوب، نورالہدیٰ، وغیرہ) میں ان کے بارے میں کافی کچھ لکھا گیا ہے اور ان لوگوں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس ضمن میں حضرت قبلہ نور محمد سروری قادری کلاچوی کتاب 'نورالہدیٰ' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''آج کل کے جھوٹے مدعی، خلافِ شریعت بے دین لوگ عارفِ کامل ہرگز نہیں ہوسکتے جو سنتِ نبویؐ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اَور اپنے ہم جنس بے دین جہال کو اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں۔ اَور عام جُہلا میں بزرگ اور عارفِ کامل مشہور ہو جاتے ہیں۔ اگر اُن سے نماز روزہ وغیرہ پابندئ شریعت کے بارے میں باز پُرس کی جائے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ظاہری شریعت ظاہری لوگوں کے لیے ہے۔ ہم باطنی جُسوں کے ساتھ خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اَور اسی طرح ترکِ ماسویٰ کا دائمی روزہ رکھتے ہیں یعنی ہم باطنی شریعت کے پابند ہیں اَور مُلّاؤں اَور فقیروں کے الگ الگ راستے ہیں۔ اس قسم کے بے شمار واہیات خرافات بکتے ہیں لیکن یاد رہے کہ باطنی شریعت یعنی طریقت کا مکھن اسی ظاہری دُودھ سے پیدا ہوتا ہے اور باطنی علم اسی ظاہری علم سے ہویدا ہوتا ہے ؎

علمِ باطن ہمچو مسکہ، علم ظاہر ہمچو شیر کَے بُود بے شیر مسکہ، کَے بُود بے پیر پیر

چنانچہ باطنی نماز یعنی نماز کا حضور اسی ظاہری نماز میں کمال استغراق اور پوری محویّت کا نام ہے۔ اسی سے اس کا ظہور اور اسی نماز کی حسن ادائیگی سے ہی سینے میں نور اَور باطنی سرور پیدا ہوتا ہے اور اسی ظاہری روزے کی مکمل پابندی سے جملہ اعضاء اَور جوارح اِمساک عن المناہی اَور ترک عن المعاصی کے عادی ہو کر باطنی روزے یعنی ترکِ ماسویٰ کی شکل بناتے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس بھلا جن بُوالہوسوں کو ظاہری شریعت کی پابندی کی تاب اور طاقت نہ ہو اُنہیں باطنی شریعت کی کیا مجال۔ جن کے پاس دودھ نہیں اُنہیں مکھن کہاں سے حاصل ہو ؎

مردِ درویش بے شریعت اگر پرد بر ہوا مگس باشد
ور چو کِشتی رواں شود بر آب اعتمادش مکن کہ خس باشد (230)

اولیائے کاملین نے اپنی کتب میں کامل واکمل مرشد کی پہچان بھی بتائی ہے۔ راہِ حق کے متلاشی سعادت مندوں کو چاہیے کہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔ شریعت کی پابندی کریں۔ روزانہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ قرآن حکیم باترجمہ اور سیرت پاک کی مستند کتب کا مطالعہ کریں۔ ساتھ ہی تصوف کی مستند کتب، مثلاً، رسالۂ قشیریہ، اللمع، کشف المحجوب، نور الہدیٰ، عین الفقر اور عرفان کا مطالعہ کریں اور اچھی طرح سے سمجھ لیں کہ پیر کامل کی خصوصیات کیا ہیں۔ ایسے مردِ کامل کی تلاش میں رہیں اور جہاں کہیں مطلوب حاصل ہو، فوراً بیعت ہو کر تربیت پائیں۔ جعلی پیروں فقیروں کے چکر میں پھنس کر قیمتی سرمایۂ حیات ضائع نہ کریں۔

مرشدِ کامل اپنی نگاہ سے مرید (سالک) کا قلب منور کر دیتا ہے۔ اس کی باطنی نگاہ بیدار کر دیتا ہے۔ اس کے دل میں عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق کا چراغ روشن کر دیتا ہے۔ اسمِ ذات سے اس کے قلب وجگر اور بن ومُو کو ذاکر بنا دیتا ہے۔ اسے مقبولِ بارگاہ بنا دیتا ہے اور سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے سالک کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کر دیتا ہے۔

بندۂ عاجز نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ ذاتِ باری تعالیٰ کے فضل وکرم، سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذرِ

عنایت اور مرشدِ کامل کے فیضِ نگاہ کی بدولت عین حق ہے اور ذاتی تجربہ ومشاہدہ کی رو سے تصدیق شدہ ہے۔ بندہ عاجز نے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشادِ مبارک پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے:

> ''صاحبِ تصنیف اہلِ تصوف کو چاہیے کہ اوّل ہر علم کو اپنے عمل میں اور ہر ہُنر کو اپنے قبضے اور تصرف میں لے آوے یعنی اس کا خود معائنہ، تجربہ اور آزمائش کرے تا کہ اپنے علم میں متردّد اور پریشان نہ ہو جائے۔ بعدۂ اسے تحریر، رقم اور تصنیف کی صورت میں لے آئے.....''(231)

کوئی بھی شعبۂ زندگی ہو، کوئی تصور، نظریہ، مشاہدہ یا تجربہ ہو، اس کا میزانِ ردّ وقبول قرآن وحدیث ہیں۔ نورالہدیٰ کے صفحہ نمبر 165 تا 166 پر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب، مراقبے یا مشاہدے میں اگر کوئی مجلس قائم ہو، کچھ نظر آئے تو توجہ کے ساتھ درود شریف، کلمہ طیبہ اور لاحول پڑھنا چاہیے۔ اگر وہ مجلس حق ہوگی تو ان کلماتِ طیبات کے پڑھنے سے قائم اور برقرار رہے گی وگرنہ مٹ جائے گی۔ اسی طرح اس امر سے بھی آگاہ ہونا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص خواب یا مراقبے میں حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو تو یہ سمجھے کہ اس نے درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی زیارت کی ہے کیونکہ شیطان کو قدرت اور طاقت نہیں ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل پر متمثّل ہو سکے اور نہ وہ خانہ کعبہ کی صورت اور نہ قرآن مجید کی صورت ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مظاہر نور و ہدایت ہیں اور شیطان مجسم نارِ ضلالت ہے۔ اس طرح خواب یا مراقبہ میں، جس مجلس میں قرآن کی کوئی آیت یا کلمہ یا دُرود شریف یا ذکر اللہ پڑھا جائے وہ مجلس رحمانی ہے اور شیطان اس میں مداخلت نہیں کر سکتا اور جس مجلس میں ان مظاہرِ ہدایت میں کوئی چیز نظر نہ آئے تو ایسی مجلس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ حق و باطل کے اس میزان کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے۔ اس کے بغیر حق و باطل کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ اس میزان پر یقین ہونا چاہیے۔ اگر اس میزان پر بھی شک ہو تو پھر حق کی پہچان کیسے ہوگی۔ پھر تو سب کچھ باطل نظر آئے گا۔

معلوم حقائق کی پرکھ کرنا اور نئے حقائق تلاش کرنا، انسان کی فطرت ہے۔ یہی تلاش، حقیقت الحقائق کی معرفت کا سبب بنتی ہے۔ معرفت کی کوئی انتہا نہیں کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ لامحدود ہے۔ معرفت کا یہ سفر ہمیشہ جاری رہے گا۔ دنیا میں، قبر میں، حشر کے روز، پل صراط پر، جنت میں۔ اس سفر کی کوئی انتہا نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: ''اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ''

اے خدا مجھے اشیا کی اصل حقیقت سے آشنا کر۔(232)

حصولِ معرفت کے لیے، سچائی جاننے کے لیے مادی علوم (Material Sciences) یعنی فزکس (Physics)، کیمسٹری (Chemistry)، بیالوجی (Biology)، کمپیوٹر سائنس (Computer Science) کی طرح روحانی سائنس میں بھی سائنسی طریقہ کار اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِيٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ السجدہ:[32:7-9]

جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی۔اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی، پھراس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی، جوحقیر پانی کی طرح ہے، پھراس کو نک سک سے درست کیا اوراس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔اورتم کو کان دیےاورآنکھیں دیں اوردل دیے۔تم لوگ کم ہی شکرگزار ہوتے ہو۔

مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ میں انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد سلسلۂ حیات جاری رکھنے کا طریقہ کار بیان ہُوا ہے۔حواسِ خمسہ سے حاصل ہونے والا علم معتبر نہیں ہوتا۔اس علم کی پرکھ کے لیے عقل اورعلم سے کام لیا جاتا ہے۔جہاں عقل اورعلم کام نہ آئے وہاں وجدان سے مدد ملتی ہے۔حواس کی مدد سے مشاہدہ(محسوسات)،عقل (فہم یا ادراک) اور وجدان (عرفان) سے حاصل کردہ معلومات میں کسی نہ کسی غلطی یا خامی کا امکان موجود ہوتا ہے۔لہٰذا ان کی درستگی کی جانچ پڑتال کے لیے بھی دو معیار موجود ہیں۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ان کو عقلی آزمائش (عقلی معیار) اورنتائجی آزمائش (عملی معیار) کے نام دیتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں:

''......عقلی آزمائش سے میری مراد وہ نقادانہ توجیہ ہے،جس میں انسانی تجربے کو پہلے سے فرض نہیں کیا جاتا،عام طور پر یہ دریافت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ آیا ہماری توجیہ بالآخر ہمیں حقیقت کے اس کردار کی طرف لے جاتی ہے جس کا انکشاف مذہبی واردات سے ہوا ہے۔نتائجی آزمائش اس کی تصدیق اس کے ثمر سے کرتی ہے۔پہلا طریقہ فلسفیوں کا طریقہ ہےاوردوسرا پیغمبروں کا......''(233)

مندرجہ بالا اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح سائنسی علوم میں،سائنسی طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے حواس اور عقل وعلم کے استعمال سے تحقیق کی جاتی ہے اور مشاہدہ وتجربہ سے حاصل شدہ علم کا تنقیدی جائزہ لے کر اس کی درستگی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔اس طرح روحانی سائنس میں بھی حواس اورعقل وعلم اور وجدان سے حاصل ہونے والے علم کا تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہےاورساتھ ہی اس روحانی مشاہدہ وتجربہ سے مرتب ہونے والے نتائج سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ یہ روحانی واردات (خواب یا مراقبہ سے حاصل ہونے والا علم) درست ہے یا غلط ہے،حق ہے یا باطل ہے۔

روحانی مشاہدہ یا روحانی واردات کا تنقیدی نظر سے جائزہ لینے کی تعلیم ہمیں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس سے ملتی ہے۔اس ضمن میں ''الرحیق المختوم'' کا درج ذیل اقتباس غورطلب ہے:

''......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں،''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی ابتداء نیند میں اچھے خواب سے ہُوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے تھے وہ سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہائی محبوب ہوگئی۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں خلوت اختیار فرماتے اور کئی کئی رات گھر تشریف لائے بغیر مصروفِ عبادت رہتے۔اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توشہ لے جاتے۔پھر (توشہ ختم ہونے پر) حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اورتقریباً اتنے ہی دنوں کے لیے پھر توشہ لے جاتے۔یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حق آیا اورآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فرشتہ آیا اوراس نے کہا پڑھو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مَیں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری قوت نچوڑ دی۔پھر چھوڑ کر کہا، پڑھو! مَیں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا۔پھر چھوڑ کر کہا، پڑھو! میں نے پھر کہا مَیں پڑھا ہُوا نہیں ہوں۔اس نے تیسری بار پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ ''پڑھو اپنے رب

کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کولوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھواور تمہارا رب نہایت کریم ہے۔''
ان آیات کے ساتھ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل دَھک دَھک کر رہا تھا۔ حضرت خدیجہؓ بنت خُویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چادر اوڑھادی یہاں تک کہ خوف جاتا رہا۔
اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا، یہ مجھے کیا ہوگیا ہے؟ مجھے تو اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا قطعاً نہیں۔ بخدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔
اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ دورِ جاہلیت میں عیسائی ہوگئے تھے اور عبرانی میں لکھنا جانتے تھے۔ چنانچہ عبرانی زبان میں حسبِ توفیقِ الٰہی انجیل لکھتے تھے۔ اُس وقت بہت بوڑھے اور نابینا ہوچکے تھے۔ ان سے حضرت خدیجہؓ نے کہا بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سُنیں۔ ورقہ نے کہا: بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرمادیا۔ اس پر ورقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جسے اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اس وقت توانا ہوتا۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکال دے گی۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا! تو کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا، ہاں! جب بھی کوئی آدمی اس طرح کا پیغام لایا جیسا تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تمہارا زمانہ پالیا تو تمہاری زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہوگئے۔ (234)

مندرجہ بالا اقتباس سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

1- خواب کی سچائی ہی، اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ خواب میں جو دیکھا جائے اگر وہ سچ ثابت ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ سچا خواب ہے۔ وہ خواب حق ہے، حق سے ہے۔
2- روحانی رابطہ کے لیے خلوت گزینی، عبادت و ریاضت اور ذہنی یکسوئی اور تفکر (مراقبہ) ضروری ہے۔
3- اگر مشاہدہ میں رب تعالیٰ کا اسمِ گرامی آئے اور حق بات کی تلقین ہو تو وہ مشاہدہ عین درست ہے۔ جب تک حضرت جبرائیل علیہ السلام، صرف 'اقرا' کہتے رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ انہوں نے جب تیسری بار لفظ 'اِقْرَاْ' کے ساتھ ''بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ'' کہا تو رب تعالیٰ کا نام سُن کر آپ جان گئے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور آپ نے پڑھنا شروع کردیا۔ اس طرح خواب میں، دورانِ مراقبہ مشاہدہ میں یا حالت بیداری میں مشاہدہ کے دوران کوئی قرآنی آیت مقدسہ، اسم ذات (اللہ)، اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (محمد) لکھا نظر آئے یا پڑھنے کی آواز آئے تو وہ مذہبی واردات (مشاہدہ) عین درست ہے۔
4- روحانی دنیا میں اچھے گائیڈ اور رفیق کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس سے مشورہ کیا جاسکے اور مدد حاصل کی جاسکے۔ پہلی وحی سے حاصل ہونے والی کیفیت کی وجہ سے آپ حیرت زدہ اور خوف زدہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ سے اپنی کیفیت بیان فرمائی تو سیدہ نے نہایت خوبصورت الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی حوصلہ افزائی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے تسلی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاقِ حسنہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ رسوانہ کرے گا۔ سیدہ نے کھری اور کھوٹی روحانیت میں فرق کا میزان ارشاد فرمایا۔ روحانیت، روحانی مشاہدات وواردات کا انسان کے اخلاق سے گہرا تعلق ہے۔ سچے انسان کے خواب، خیالات اور مشاہدات درست ہوتے ہیں۔ جھوٹے انسان کے خواب، خیالات اور مشاہدات منتشر اور جھوٹے ہوتے ہیں۔ جس کے اخلاق اچھے ہوں اس کی روحانیت بھی حق ہے۔ روحانیت اور اخلاق کا آپس میں جسم وجان کا رشتہ ہے۔ روحانیت کی پرکھ کے لیے انسان کے اخلاق کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔ اگر کوئی انسان شریعت کا پابند ہے، ذکر وفکر میں مشغول رہتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے، بے کسوں اور بے بسوں کے کام آتا ہے۔ مہمان کی میزبانی کرتا ہے تو صاحبِ روحانیت ہے۔ اس کے مشاہدات ومکاشفات بھی درست ہیں۔ روحانیت کا مقصد ہی تزکیۂ نفس ہے۔ تزکیۂ نفس ہوگا تو اخلاق بھی بہتر ہوں گے۔ اخلاق بہتر ہوں گے تو روحانیت مزید بہتر ہوگی یعنی راہِ حق کا مسافر خود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ سے زیادہ قریب محسوس کرے گا۔ اولیائے حق کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کریں تو وہ اس اصول پر سختی سے عمل پیرا نظر آتے ہیں انہوں نے اپنی بھی اور دوسروں کی بھی اصلاح کی۔ انہوں نے خدمتِ خلق بھی کی اور اپنے خالق سے بھی رشتہ نبھانے کی حتی المقدور کوشش کی۔

5- سیدہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزید تسلی، رہنمائی اور مشاورت کے لیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو کہ توریت اور انجیل کے عالم تھے۔ انہوں نے اپنے علم سے، توریت وانجیل کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کی اور ساتھ ہی پیش گوئی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر سے نکال دے گی۔ انہوں نے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ شاید میں اس وقت زندہ نہ ہوں۔ ان کی یہ پیش گوئیاں عین درست نکلیں۔ مذکورہ بالا امر سے واضح ہوتا ہے کہ راہِ حق کے سفر میں تصدیق وتائید، رہنمائی ومدد اور اعانت کے لیے روحانی گائیڈ (مرشد، مربی) کی ضرورت پڑتی ہے۔ مزید یہ کہ روحانی مشاہدہ وتجربہ سے مرتب ہونے والے نتائج (ایمان افروز کیفیت، وجد) ذکرِ الٰہی کے اجرا، اعلیٰ اخلاقی تبدیلی، پیش گوئی کا درست ثابت ہونا، وغیرہ) سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ یہ روحانی واردات، مشاہدہ وکیفیت درست ہے یا کہ نہیں۔ نبی کریم، رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس اور اسوۂ حسنہ سے ہمیں روزمرہ زندگی اور روحانی دنیا میں تائید وتردید کے اس سنہری اصول کی تعلیم ملتی ہے۔

اس تمام کلام کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ روحانیت اعلیٰ ترین سائنسی علم ہے اور علم روحانیت میں علم وعرفان کے حصول کے لیے دیگر سائنسی علوم کی طرح مشاہداتی وتجرباتی طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''انسان کا انکشافی اور متصوفانہ ادب اس حقیقت کی بے شمار شہادتیں فراہم کرتا ہے کہ مذہبی واردات انسانیت کی تاریخ میں اس قدر دیرپا اور غلبہ آور رہی ہیں کہ انہیں محض واہمہ کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ہم عمومی انسانی تجربے کی ایک سطح کو تو قبول کریں اور اس کی دوسری سطح کو متصوفانہ اور جذباتی کہہ کر رد کردیں۔ مذہبی واردات

ویسی ہی حقیقتیں ہیں جیسی حقیقتیں انسان کے دوسرے تجربات ہیں اور جہاں تک توجیہ کے ذریعے علم عطا کرنے کی صلاحیت کا تعلق ہے، ایک حقیقت بھی ویسی ہی ہے جیسی کہ دوسری۔ انسان واردات کی اس نوع کو تنقیدی نظر سے دیکھنا بے ادبی محمول نہیں کیا جاسکتا.....'' (235)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قلب اور وجدان کے باہمی تعلق اور مذہبی واردات کی ضرورت، اہمیت، قدر و قیمت اور ان کے تحقیقی وتنقیدی جائزہ کی قدر و قیمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قلب ایک طرح کا اندرونی وجدان یا بصیرت ہے، جو مولانا روم کے خوبصورت الفاظ میں سورج کی شعاعوں پر پرورش پاتا ہے اور ہمیں حقیقت کے ان پہلوؤں سے آشنا کرتا ہے، جو حسّی ادراک کی دسترس سے باہر ہیں۔ قرآن حکیم کے مطابق یہ ایک ایسی شے ہے جو دیکھتی ہے اور ایسی اطلاعات فراہم کرتی ہے کہ اگر ان کی ٹھیک سے توجیہ کی جائے تو وہ بھی غلط نہیں ہوتی۔ بہرصورت یہ ضرور پیش نظر رہنا چاہیے کہ اسے کوئی پراسرار خصوصی صلاحیت نہ سمجھا جائے۔ یہ دراصل حقیقت کے ساتھ تعلق کا ایک طریقہ ہے، جس میں حسیات، عضویاتی حس کے معانی میں کوئی کردار ادا نہیں کرتیں۔ اس کے باوجود ہم پر تجربے کا جو میدان کھل جاتا ہے، دوسرے تجربات کی طرح حقیقی اور ٹھوس ہوتا ہے، اسے ماورائے نفس، (Psychic) متصوفانہ، (Mystic) فطرت کے مافوق (Supernatural) قرار دینا، تجربے کے طور پر اس کی قدر و قیمت کو کم نہیں کرتا۔'' (236)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ ''علم اور مذہبی واردات'' سے اخذ کردہ مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ

1- تاریخ تصوف سے ملنے والی بے شمار شہادتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مذہبی واردات (کشف والہام اور مشاہدہ روحانی) وہم نہیں بلکہ حقیقت کا درجہ رکھتے ہیں۔

2- مذہبی واردات ایسی ہی حقیقتیں ہیں جیسی حقیقتیں انسان کے دوسرے تجربات ہیں۔

3- مذہبی واردات کا بھی دیگر فطرتی مظاہر کی طرح تنقیدی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

4- قلب سے وجدان یا نورِ بصیرت حاصل ہوتا ہے: یہ حقیقت سے رابطے کا ذریعہ ہے۔ اس سے حاصل ہونے والے علم وعرفان (مشاہدہ والہام) کو تجربہ ومشاہدہ کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ اس طرح حاصل ہونے والا علم دیگر سائنسی علوم کی طرح حقیقی اور ٹھوس ہوگا۔ وجدانی علم، مذہبی واردات کے علم کو محض ماورائے نفس (Psychic)، متصوفانہ (Mystic) یا مافوق الفطرت (Supernatural) قرار دے کر رد نہیں کیا جاسکتا اور اس کی قدر و قیمت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ماورائے نفس مظاہر کا تنقیدی نظر سے جائزہ لیا اور اپنے پیروکاروں کے لیے اسوۂ حسنہ قائم فرمایا۔ اس ضمن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''بخاری اور دوسرے محدثین (Traditionists) نے ان کے اس مشاہدے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جو وارفتہ نفس (Psychic) نوجوان یہودی ابن صیاد کے سلسلے میں پیش آیا تھا، اس کی مجذوبانہ کیفیتوں نے پیغمبر کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلی تھی۔ انہوں نے اس کا امتحان لیا، اس سے سوالات کیے اور اس کو مختلف کیفیات میں پرکھا، ایک بار انہوں نے خود کو ایک درخت کے تنے کے پیچھے چھپالیا، تاکہ اس کی بڑبڑاہٹ سن سکیں، مگر لڑکے کی ماں نے لڑکے کو رسول کی آمد سے خبردار کردیا، یہ سنتے ہی لڑکا فوراً اپنے آپ کو جھٹک کر اس کیفیت سے باہر نکل آیا، اس پر رسول کریم

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "اگر وہ (عورت) دخل اندازی نہ کرتی، تو حقیقت کھل جاتی۔" رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ (Companions) جن میں سے بعض اس وقت موجود تھے، جب تاریخ اسلام میں پہلی بار ایک نفسیاتی مشاہدہ کیا گیا تھا، اور بعد میں آنے والے محدثین جنہوں نے اس اہم واقعے کو محفوظ کرنے میں خاصی احتیاط برتی تھی، وہ اس رویے کی اہمیت کو بالکل ہی نہ سمجھ پائے اور اپنے معصومانہ طریقے سے اس کی توجیہ کردی۔" (237)

قرآن حکیم میں مذہبی واردات کے تحقیقی وتنقیدی جائزہ کے سلسلہ میں اور علم وعرفان کے سلسلہ میں روحانی مشاہدات وتجربات کے سلسلہ میں دیگر انبیاء کی بھی شاندار مثالیں ملتی ہیں۔ ایسے علماء جو باطنی علم (علمِ معرفت وتصوف)، کی ضرورت کے منکر تھے، جو عظمتِ انسانی کے قائل نہیں تھے انہوں نے ان ایمان افروز تاریخی واقعات کا صرف معجزات کے طور پر ذکر کیا ہے اور یہ کہہ کر کہ نبوت کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے عصرِ حاضر کے انسان کو ان معجزات کے پیچھے کارفرما روحانی علم اور روحانی تربیت کے رموز سے آگاہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اس علم کے دروازے بند کرنے کی کوشش کی۔ یہ درست ہے کہ سلسلۂ نبوت بند ہوگیا ہے مگر سلسلۂ ولایت تو جاری ہے اور ولایت کا دروازہ ہر مسلمان مرد عورت کے لیے کھلا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْعُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ

میری امت کے اولیاء بنی اسرائیل کے انبیا کی مانند ہیں۔

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ علماء انبیا کے وارث ہیں۔

وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ، کَفَضْلِی عَلٰی اَدْنَاکُمْ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلم: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہُ وَاَھْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرَضِیْنَ حَتَّی النَّمْلَۃَ فِی جُحْرِھَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ۔

اور عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنی پر۔ یقیناً اللہ عزوجل، اس کے فرشتے اور آسمان وزمین والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی تک لوگوں کے معلم کے لیے بھلائی کی دعا کرتی ہیں۔ (238)

مندرجہ بالا احادیثِ نبوی سے ذاتِ باری تعالیٰ کے قرب ورضا کے حصول کے علم (علم تصوف وروحانیت) اور علمائے ربانیین اور اولیائے امت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انبیائے کرام، خصوصاً امام الانبیاء، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق روحانی واخلاقی تعلیم وتربیت کا تجرباتی ومشاہداتی بنیادوں پر سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ تاکہ تزکیۂ نفس حاصل ہو، اخلاق بہترین ہوں، روحانی معراج حاصل ہو، ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب ورضا حاصل ہوں ؎

ہمسایۂ جبریل امیں بندۂ خاکی ہے اس کا نشیمن، نہ بخارا نہ بدخشان! (239)

روحانی تجربات ومشاہدات کی ضرورت واہمیت کی وضاحت کے ضمن میں انبیائے کرام کی حیاتِ اقدس سے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّ ھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا ۚ فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمۡ لَبِثۡتَ ؕ قَالَ لَبِثۡتُ يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَةَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمۡ يَتَسَنَّهۡ ۚ وَانۡظُرۡ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجۡعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانۡظُرۡ اِلَى الۡعِظَامِ كَيۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۵۹﴾ البقرة[2:259]

یا اسی طرح اس شخص کو(نہیں دیکھا) جو ایک بستی پر سے گزرا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی تو اس نے کہا کہ اللہ اس کی موت کے بعد اسے کیسے زندہ فرمائے گا سو(اپنی قدرت کا مشاہدہ کرانے کے لیے) اللہ نے اسے سو برس تک مُردہ رکھا پھر اُسے زندہ کیا، (بعدازاں) پوچھا تُو یہاں (مرنے کے بعد) کتنی دیر ٹھہرا رہا (ہے)؟ اس نے کہا: میں ایک دن یا ایک دن کا (بھی) کچھ حصہ ٹھہرا ہوں، فرمایا: (نہیں) بلکہ تُو سو برس پڑا رہا (ہے) پس (اب) تُو اپنے کھانے اور پینے (کی چیزوں) کو دیکھ (وہ) متغیّر (باسی) بھی نہیں ہوئیں اور (اب) اپنے گدھے کی طرف نظر کر (جس کی ہڈیاں بھی سلامت نہیں رہیں) اور یہ اس لیے کہ ہم تجھے لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنادیں اور (اب ان) ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم انہیں کیسے جُنبش دیتے (اور اٹھاتے) ہیں پھر انہیں گوشت (کا لباس) پہناتے ہیں، جب یہ (معاملہ) اس پر خوب آشکار ہوگیا تو بول اٹھا: میں (مشاہداتی یقین سے) جان گیا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہےo(239 ب)

مندرجہ بالا آیتِ مقدسہ میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہاں بستی سے مراد بیت المقدس ہے۔ بیت المقدس پر بخت نصر نامی بادشاہ نے قبضہ کیا اور یہاں بہت تباہی پھیلائی۔ اس نے یہاں آباد بنی اسرائیل کو قتل کر دیا اور یہ بستی تباہ کردی۔ اس بستی سے حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر ہُوا تو آپ کے ذہن میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ اہل بستی کو کیسے زندہ فرمائے گا۔ آپ دراز گوش (گدھے) پر سوار تھے۔ آپ کے پاس کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تھا۔ آپ کچھ دیر آرام کرنے کے لیے اس بستی میں رُک گئے۔ آپ نے گدھے کو وہاں باندھ دیا اور آرام کرنے لگے۔ اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی۔ گدھا بھی مر گیا۔ اس کے ستر برس بعد اللہ تعالیٰ نے شاہانِ فارس میں سے ایک بادشاہ کو بیت المقدس مقرر فرمایا۔ اس بادشاہ نے بیت المقدس اور اس کے گرد ونواح میں بنی اسرائیل کو پھر سے آباد کیا۔ بنی اسرائیل کی تعداد بڑھتی رہی۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو دنیا کی نظروں سے چھپائے رکھا۔ جب آپ کو وفات پائے سو برس گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ فرمایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ آپ یہاں کتنی دیر ٹھہرے رہے؟ آپ نے عرض کیا، میں ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ یہاں سو برس ٹھہرے ہیں۔ اپنے کھانے کو دیکھیں وہ باسی نہیں ہُوا۔ اپنے گدھے کو دیکھیں۔ آپ نے دیکھا کہ وہ مر گیا تھا اور اس کی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی اور بال بھی نکل آئے۔ اس کے بعد اسے زندہ کر دیا گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام پکار اُٹھے:

.....اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌo میں خوب جان گیا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

پھر آپ نے اپنی سواری پر سوار ہوکر اپنے محلہ میں تشریف لائے۔ سر اقدس اور ریش مبارک کے بال سفید تھے۔ عمر وہی چالیس سال تھی۔ آپ کو کوئی بھی پہچان نہ پایا۔ آپ اندازے سے اپنے مکان پر آپہنچے۔ آپ کو ایک ضعیف بڑھیا ملی جو کہ نابینا تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا یہ عزیر کا مکان ہے۔ اس نے کہا، ہاں۔ عزیر کو گم ہوئے سو بس گزر گئے ہیں آپ

نے فرمایا، میں عزیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا اور پھر زندہ کیا۔ اس نے کہا حضرت عزیر علیہ السلام مستجاب الدعوات تھے۔ آپ دعا فرمائیں میں تندرست ہو جاؤں اور میری نظر لوٹ آئے تا کہ اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ سکوں۔ آپ نے دعا فرمائی تو وہ تندرست ہوگئی۔ اس کی بینائی لوٹ آئی۔ اس نے آپ کو پہچان لیا۔ وہ آپ کو ایک مجلس میں لے گئیں جہاں آپ کے ایک فرزند تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ (118) برس ہو چکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے۔ بڑھیا نے وہاں آپ کا تعارف کرایا کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ میں ان کی دعا سے ہی تندرست ہوئی ہوں اور دیکھنے لگی ہوں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے تمام توریت زبانی پڑھ دی۔ ایک شخص نے کہا مجھے میرے والد صاحب سے معلوم ہوا کہ بخت نصر کے ظلم وستم کے ایام میں، میرے دادا نے ایک جگہ توریت دفن کر دی تھی۔ اس کا پتہ مجھے معلوم ہے۔ اس شخص کی نشاندہی پر توریت کا مدفون نسخہ نکالا گیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے جو توریت زبانی لکھائی تھی اس سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔

مندرجہ بالا ایمان افروز واقعہ سے اہلِ ایمان کو بہت سے اسباق ملتے ہیں۔

1۔ انسان کو خواہ کتنا ہی قربِ ربانی حاصل ہو جائے وہ خدا کا بندہ ہی رہتا ہے۔ وہ کسی بھی مقامِ بلند پر پہنچ کر خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ باپ اور بیٹے کی نسبتوں سے پاک اور ورالورا ہے۔ (240)

2۔ روحانیت ایک مشاہداتی وتجرباتی علم ہے۔ روحانی مشاہدہ وتجربہ کی بنیاد یقین پر ہوتی ہے۔ ذات باری تعالیٰ اہل ایمان کے یقین اور نورِ عرفان میں اضافہ کے لیے انہیں روحانی مشاہدات کراتی ہے اور ایمان افروز تجربات سے گزارتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو روحانی مشاہدہ وتجربہ سے گزار کر علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین عطا فرمایا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی دُعا سے بڑھیا کو بینائی اور تندرستی عطا ہوئی۔ اس روحانی تجربہ سے گزر کر اُسے بھی یقین ہو گیا کہ اس کا سامنا حضرت عزیر علیہ السلام سے ہی ہے اور وہ جو کچھ بھی بیان کر رہے ہیں، درست ہے۔ اس طرح حضرت عزیر علیہ السلام کا توریت پڑھنا اور لوگوں کا توریت کا مدفون نسخہ نکال کر اس کی تصدیق کرنا بھی، روحانی مشاہدہ وتجربہ کے طریقہ کار، اُس کی اہمیت، ضرورت اور افادیت کو واضح کرتا ہے۔

3۔ انسانی زندگی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب اور رضا کا حصول ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو ذاتِ باری تعالیٰ نے روحانی مشاہدہ وتجربہ سے اپنی قدرت کا جلوہ دکھایا۔ وہ بے اختیار پکار اُٹھے کہ اَعۡلَمُ (میں خوب جان گیا ہوں) اَنَّ (بے شک) اللّٰہَ (اللہ تعالیٰ) عَلٰی (پر) کُلِّ شَیۡءٍ (ہر چیز) قَدِیۡرٌ (قادر ہے)۔

اگر ایک جلیل القدر نبی کو منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے باوجود مزید یقین کے لیے مشاہدہ کی ضرورت ہے تو عام مسلمان کو تو اس کی اشد ضرورت ہے۔ متلاشیٔ حق (انسان) کی اسی ضرورت کے پیشِ نظر ہر مسلمان کو غور وفکر کی تاکید کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُکُمۡ بِوَاحِدَۃٍ ۚ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ مَثۡنٰی وَ فُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوۡا ۟ مَا بِصَاحِبِکُمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا نَذِیۡرٌ لَّکُمۡ بَیۡنَ یَدَیۡ عَذَابٍ شَدِیۡدٍ ﴿۴۶﴾ السبا [34:46]

فرما دیجیے: میں تمہیں بس ایک ہی (بات کی) نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے (روحانی بیداری اور انتباہ کے حال میں)

قیام کرو، دو دو اور ایک ایک پھر تفکّر کرو (یعنی حقیقت کا معائنہ اور مراقبہ کرو تو تمہیں مشاہدہ ہو جائے گا) کہ تمہیں شرفِ صحبت سے نوازنے والے (رسولِ مکرّم ﷺ) ہرگز جنون زدہ نہیں ہیں وہ تو سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے تمہیں (بروقت) ڈرسنانے والے ہیں (تاکہ تم غفلت سے جاگ اٹھو) (241)

قرآن حکیم میں سمجھنے اور جاننے کی ضرورت واہمیت کی طرف توجہ دلانے کے لیے اس طرح کے کلمات بار بار آئے ہیں کہ: ''کیا وہ غور وفکر نہیں کرتے''، ''کیا وہ سمجھ سے کام نہیں لیتے''، ''کیا انہوں نے دیکھا نہیں''، ''کیا انہوں نے غور نہیں کیا''، ''غور وفکر کرنے والے لوگوں کے لیے''، ''سمجھنے والے لوگوں کے لیے''، ''جاننے والوں کے لیے''۔ اس ضمن میں چند آیاتِ مقدسہ اور ان کے ترجمے مطالعہ کرنے کا شرف حاصل کریں۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔۔۔۔ محمد [47:19]

پس جان لیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔(242)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۹۸﴾ المائدہ [5:98]

جان لو کہ اللہ سخت گرفت والا ہے اور یہ کہ اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا (بھی) ہے۔(243)

اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴿۲۳۵﴾ البقرہ [2:235]

اور جان لو کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات کو بھی جانتا ہے تو اس سے ڈرتے رہا کرو، اور (یہ بھی) جان لو کہ اللہ بڑا بخشنے والا بڑا حلم والا ہے۔(244)

جاننے کے بھی کئی مدارج ہیں۔ نبی کا جاننا کچھ اور ہے اور امتی کا جاننا کچھ اور ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ چاہتی ہے کہ انسان غور وفکر سے جاننے کا عمل جاری رکھے۔ یہاں تک کہ اسے حق الیقین حاصل ہو جائے۔ زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب، وصال اور دیدار حاصل کرنا ہے۔ ''ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' کا یہی مطلب ہے۔ ذات باری تعالیٰ کے قرب و وصال اور دیدار کے لیے شریعت کی پابندی ضروری ہے۔ خلوص نیت سے شریعت کی پابندی سے مراد طریقت ہے۔ راہِ طریقت پر چلنے سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ معرفت سے مراد حقیقت کو پالینا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے علمِ معرفت کی ضرورت اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ راہِ معرفت میں طبعی سائنسی علوم سے بڑھ کر زیادہ احتیاط سے اور یقینی انداز سے ایک باضابطہ، مدلل، مشاہداتی و تجرباتی طریقہ کار سے حقائق روحانی واضح کیے جاتے ہیں اور انہیں ثابت کیا جاتا ہے۔ طبعی سائنسی علوم میں اصول وقوانین وضع ہوتے اور تبدیل بھی ہوتے رہتے ہیں مگر روحانی سائنس کے اصول وقوانین اٹل ہیں۔ اگر آج بھی انسان صدق دل سے حق کا متلاشی ہو تو وہ اس طرح کے روحانی مشاہدات وتجربات سے گزر کر قربِ خداوندی پا سکتا ہے۔

اہل مغرب کے نزدیک صرف طبعی علوم (Physical Sciences) ہی معتبر علوم ہیں کیونکہ یہ علوم سائنسی طریقہ کار کے مطابق مشاہدہ، تجربہ اور آزمائش (test) کے بعد مستند علم کے طور پر موجودہ شکل کو پہنچے ہیں۔ مزید یہ کہ انہیں جب اور جہاں چاہیں تجربہ سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روحانی علم سائنسی علوم سے زیادہ معتبر اور مستند ہے۔ دین اسلام نے ہر شعبۂ زندگی میں تمام قسم کے مادی، دینی، دنیاوی اور مادی علوم میں سائنسی طریقہ کار کی پیروی کا حکم دیا ہے اور

وہم وگمان اور قیاس کے بجائے تحقیقی وتنقیدی روش اختیار کرتے ہوئے تمام معاملات کی حقیقت کا کھوج لگانے کا حکم دیا ہے۔حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں جتنا غور وفکر کریں سائنسی طریقہ کار کی ضرورت واہمیت واضح ہوتی ہے۔سو برس گزر گئے مگر حضرت عزیز علیہ السلام کا جسدِ اطہر محفوظ رکھا گیا۔ان کا کھانا بھی ویسے کا ویسا ہی رہا۔ان کا گدھا ہڈیوں کا ڈھیر بن گیا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا۔ان کی نظروں کے سامنے گدھے کو وجود اور زندگی بخشی۔اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام کے ذریعے بستی والوں پر ثابت کیا کہ وہی حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنادیا اور ساتھ ہی انہیں بھی اپنی معرفت عطا کر کے ان کے یقین میں اضافہ فرمادیا۔

جس طرح طبعی سائنسی علوم کے اصول آفاقی ہیں۔اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر روحانی سائنسی اصول ہر دور اور زمانے میں اپنا ثبوت آپ ہیں۔جو ذاتِ باری تعالیٰ کا متلاشی ہو وہ ایسے روحانی تجربات سے گزرتا رہتا ہے۔اس ضمن میں آج سے قریباً دوسو سال پہلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔''تربیۃ العشاق'' میں حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 11 ستمبر 1951ء) ارشاد فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ ایک مفلوک الحال شخص کچھ زادِراہ کا انتظام کر کے تلاشِ معاش میں دہلی سے احمد آباد کی جانب روانہ ہوا۔ چلتے چلتے ایک مقام پر ایک سرائے میں اُترا۔اَب چونکہ رُوپے اس کے پاس ختم ہو چکے تھے۔فاقہ کی نوبت آگئی۔بیچارہ تین روز تک فاقہ سے رہا۔آگے چلنے کی ہمت جاتی رہی۔ایک طوائف جو اس جگہ رہتی تھی اس کا حال تاڑ گئی۔چنانچہ طوائف اُس کے پاس آئی اور اس سے دریافت کیا:

''جناب کو ایسا کیا غم ہے کہ آپ نہ کچھ کھاتے ہیں،نہ پیتے ہیں،بس خاموش کسی سوچ میں بیٹھے ہوئے ہیں؟''

اُس بیچارے نے اپنی ساری بپتا سُنادی۔طوائف پر بڑا اثر ہوا اور اُس کے حالِ زار پر رحم آیا۔اس نے سُوت کات کر اپنے کفن کے لیے کچھ روپیہ جمع کر رکھا تھا۔وہ رُوپیہ لا کر اُسے دے دیا اور کہا:

''یہ آپ کی زادِراہ ہے۔اگر ہو سکے تو واپسی پر مجھے لوٹا دیں''۔

رُوپے لے کر اس نے کھانا کھایا اور روانہ ہو گیا۔احمد آباد پہنچ کر کوئی کام شروع کیا اور خدا کے فضل سے بہت سا رُوپیہ کما لیا۔چنانچہ ایک روز اپنے وطن کی جانب واپسی سفر پر روانہ ہوا۔جب اُس جگہ پہنچا جہاں طوائف سے رُوپیہ قرض لیا تھا تو معلوم ہوا کہ وہ بے چاری ایک ہفتہ سے سکرات کی حالت میں ہے۔جیسے ہی یہ پہنچا اور اُس نے اسے دیکھا،بس دیکھتے ہی اس کی مشکل آسان ہوگئی۔غرضیکہ اسی نے اس کی تجہیز وتکفین کی۔خود قبر میں اُترا اور تدفین کی خدمت بھی اپنے ذمہ لی۔شب کو اسی سرائے میں ٹھہرا۔لیکن آدھی رات کو اسے خیال آیا کہ اُس کے روپوں کی ہمیانی قبر میں گر پڑی ہے۔گھبرا کر اُٹھا اور چپکے سے قبرستان پہنچ گیا۔قبر کھودی تو اس میں میت کو نہ پایا۔دیکھا تو ایک جانب کھڑکی نظر آئی۔کھڑکی سے جھانک کر جو دیکھا تو ایک نہایت ہی خوبصورت باغ اور ایک عالی شان محل نظر آیا۔اور دیکھا کہ اس محل کے صحن میں وہ طوائف نہایت آراستہ لباس پہنے ہوئے ایک تخت پر بیٹھی قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہے۔یہ دیکھ کر وہ شخص اس کھڑکی کے راستے اندر داخل ہونا چاہتا تھا کہ اس طوائف نے آواز دی:

''یہاں مت آؤ،تمہیں یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے''۔

اُس نے وہیں سے کھڑے کھڑے دریافت کیا:

''بس اتنا بتادو کہ تم نے یہ مرتبہ کیسے پایا؟''

اُس نے جواب دیا:

''میں نے اپنی حلال کمائی کے رُوپوں سے تمہاری تکلیف کے وقت جو تمہاری مدد کی تھی اسی ایک عمل پر یہ ذرّہ نوازی فرمائی گئی ہے۔ بس اَب تم جاؤ اتنی دیر میں تو تمہاری دنیا میں کیا سے کیا ہو گیا ہو گا۔''

اس قدر بات چیت کے بعد جب وہ اپنی ہمیانی لے کر باہر آیا تو سارا نقشہ بدلا ہوا پایا۔ نہ وہ مکانات تھے نہ وہ لوگ تھے۔ لوگوں کی وضع قطع بالکل بدلی ہوئی تھی اور نہ کہیں اُس سرائے کا نشان تھا۔ اَب یہ حیران و پریشان ایک دُکان پر کچھ کھانے پینے کی چیزیں خریدنے کے لیے پہنچا۔ اور جب کوئی چیز خرید کر اُس نے دکان دار کو قیمت دینی چاہی تو اُس نے رقم واپس کرتے ہوئے کہا:

''صاحب یہ تو بہت پُرانے زمانے کے سکے ہیں، انہیں کون لے گا''۔

اب وہ شخص نہایت پریشانی کے عالم میں لوگوں سے اپنا واقعہ بیان کرنے لگا۔ اُس نے کہا:

''بھائی میں تو کل ہی آیا ہوں۔ یہاں ایک سرائے تھی، اور ایک طوائف بھی رہتی تھی، جس کا کل انتقال ہوا''۔

لوگ اس کی زبان سے اس قسم کی باتیں سُن کر حیران ہوئے کوئی اُسے پاگل سمجھنے لگا تو کوئی جھوٹا۔ اتنے میں ایک ضعیف العمر شخص کہنے لگا:

''بھائی جب میں بچہ تھا، اُس وقت میرے دادا مرحوم اپنے بچپن کے دَور کا ایک واقعہ بیان کیا کرتے تھے وہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا یہ شخص بیان کر رہا ہے۔ دادا مرحوم فلاں جگہ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہاں ایک سرائے تھی۔ جس کے قریب ہی ایک طوائف رہا کرتی تھی۔ جب وہ مری تو ایک مسافر نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ وہ اپنا سارا اسباب سرائے میں چھوڑ کر اُسی رات کہیں غائب ہو گیا۔ کچھ پتہ ہی نہ چلا کہ وہ شخص کہاں چلا گیا۔''

لوگوں نے جب یہ سُنا تو اس کی باتوں پر یقین آنے لگا۔ غرضیکہ اُس شخص کو لوگوں نے دہلی پہنچا دیا۔ دہلی پہنچ کر اُس نے اپنا گھر تلاش کرنا شروع کیا۔ مگر گھر کہاں تھا۔ یہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ لوگوں نے اس شخص کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کا ماجرا سنا تو فرمایا:

''اُس عالم میں اور اِس عالم میں بہت فرق ہے۔ تم اس دُنیا کو اس عالَم پر قیاس نہیں کر سکتے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اُس شخص سے فرمایا:

''تم نے چونکہ وہ جہان دیکھ لیا ہے اس لیے اب اس جہان میں تمہارا دل نہیں لگے گا''۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ پڑھنے کے لیے اُسے بتایا اور فرمایا:

''جب تک زندہ رہو اسے پڑھتے رہو''۔

ارشاد فرمایا کہ اس جہان کے وقت اور اُس جہان کے وقت میں یہ نسبت ہے کہ یہاں کے دوسو (200) سال وہاں کے چند منٹوں میں گزر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٤٧﴾

اور بے شک ایک دن تیرے رب کے پاس مانند ہزار برس کے ہے تمہاری گنتی کے مطابق۔ [1]

جب انسان کو ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب اور وصال نصیب ہو جائے تو وہ وقت (زماں) اور جگہ (مکاں) کا پابند نہیں رہتا۔ اُسے طے زمانی اور طے مکانی کے تصرفات حاصل ہو جاتے ہیں۔ عام آدمی زمان و مکاں کا پابند ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اس کے فضل و کرم سے زمان و مکاں کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ وہ ماضی، حال اور

مستقبل کے پابند نہیں رہتے۔ وہ جب چاہیں جہاں چاہیں پہنچ جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا واقعہ میں مادی دنیا اور عالمِ برزخ کے زماں کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ طوائف نے سوت کات کر اپنے کفن کے لیے جو روپیہ جمع کر رکھا تھا وہ فاقہ زدہ مسافر کو دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی یہ نیکی مقبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے۔ اس تاجر کے ہاتھوں اس کی تجہیز و تکفین کرائی۔ پھر تاجر پر اس کا مقام ظاہر فرما دیا اور اس کے ذریعے اہلِ دنیا کو بھی خبر پہنچا دی کہ وہ ہر شے پر قادر ہے اور اسکی رحمت بہت وسیع ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ کی طرح، اس واقعہ میں بھی آثار و قرائن سے اس شخص کے روحانی مشاہدہ و تجربہ کی صداقت واضح کی گئی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 1745ء میں پیدا ہوئے اور 1823ء میں وفات پائی۔ آپ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1703ء......1762ء) کے بڑے بیٹے تھے اور ان کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر 1762ء کو رونق افروز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ برس تھی۔ وہ تاجر آپ کے پاس 1762ء تا 1823ء کے درمیانی عرصہ میں کسی وقت حاضر ہوا ہوگا۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 259 میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس سے اگلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسی طرح کے روحانی مشاہدے و تجربے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىۡ كَيۡفَ تُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَـئِنَّ قَلۡبِىۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ يَاۡتِيۡنَكَ سَعۡيًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۝۲۶۰ البقرۃ [2:260]

اور (وہ واقعہ بھی یاد کریں) جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا: میرے رب! مجھے دکھا دے کہ تُو مُردوں کو کس طرح زندہ فرماتا ہے؟ ارشاد ہوا: کیا تم یقین نہیں رکھتے؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں (یقین رکھتا ہوں) لیکن (چاہتا ہوں کہ) میرے دل کو بھی خوب سکون نصیب ہو جائے، ارشاد فرمایا: سو تم چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنی طرف مانوس کر لو پھر (انہیں ذبح کر کے) ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے، اور جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے (245)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے مگر وہ اطمینانِ قلبی کے لیے خود دیکھنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے انہیں عملی تجربہ (Practical) کرایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لیے، انہیں اچھی طرح جان پہچان لیا۔ پھر انہیں ذبح کر کے ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا۔ پھر انہیں باذنِ الٰہی پکارا، تمام پرندے زندہ ہو کر آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آ گئے۔ اس روحانی مشاہدہ و تجربہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم و عرفان میں اضافہ ہوا۔ وہ خوب جان گئے کہ اللہ تعالیٰ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

آیت نمبر 259 کے آخر پر حضرت عزیر علیہ السلام کا پکار اُٹھنا کہ اَعۡلَمُ میں جان گیا ہوں اور آیت نمبر 260 کے آخر پر اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمانا کہ ''وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ'' اور جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا غالب بڑی

ا؎ یہی واقعہ خواجہ شمس الدین عظیمی کی کتاب ''قلندر شعور'' کے صفحات 134 تا 137 پر درج ہے۔

حکمت والا ہے۔'' سے روحانی تعلیم وتربیت کے ذریعے سوچنے، سمجھنے، جاننے اور علم وعرفان کی دولت سے آراستہ ہونے کی ضرورت واہمیت واضح ہوتی ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنے کے لیے روحانی تعلیم وتربیت ضروری ہے۔قرآنِ حکیم میں مذکورہ تمام انبیائے کرام کی روحانی تعلیم وتربیت کے حوالے سے اس طرح کے ایمان افروز اور سبق آموز واقعات اور روحانی حقائق بیان کئے گئے ہیں۔انبیائے کرام اس طرح کے پریکٹیکلز کرتے بھی رہے اور کراتے بھی رہے۔کہا جاتا ہے کہ ''شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ'' سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کے برابر کب ہوتی ہے۔

روحانی حقائق سے آگاہ ہونے کے لیے باطنی حواس کا بیدار ہونا ضروری ہے۔ باطنی حواس بیدار نہ ہوں تو ظاہری آنکھیں رکھنے کے باوجود انسان حق کی بصارت سے محروم رہتا ہے۔کان رکھنے کے باوجود انسان کے دل پر حق بات اثر نہیں کرتی۔دل حجابات کا شکار ہوتا ہے اس لیے حق بات سمجھ نہیں آتی۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

----- لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ الاعراف[7:179]

وہ دل (ودماغ) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سمجھ نہیں سکتے اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) دیکھ نہیں سکتے اور وہ کان (بھی) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سن نہیں سکتے، وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ گمراہ، وہی لوگ ہی غافل ہیں (246)

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دل کی دنیا میں جھانکے اور رب تعالیٰ سے روحانی رشتہ قائم کرے۔یہی مقصدِ حیات ہے۔روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے حضور قلبِ سلیم لے کر حاضر ہونے والے ہی کامیاب ہوں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ الشعراء[26:88/89]

جس دن نہ کوئی مال نفع دے گا اور نہ اولاد o مگر وہی شخص (نفع مند ہوگا) جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہوا (247)

اسی نفسِ مضمون کے پیشِ نظر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

دلِ بیدار فاروقی' دلِ بیدار کرّاری مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری (248)

عقل گو آستاں سے دور نہیں اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں (249)

حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے مذکورہ بالا واقعات سے سبق ملتا ہے کہ

1۔ روحانیت ایک باضابطہ سائنسی علم ہے جس کی بنیاد مشاہدات وتجربات پر ہے۔ان مشاہدات وتجربات کی بنیاد ایمان وایقان ہے اور ان سے ایمان وایقان اور عرفان میں اضافہ ہوتا ہے۔

2۔ انبیاء کرام منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے باوجود مزید ایقان اور حصولِ عرفان کے لیے مشاہدہ حق کرتے رہے۔

ایک عام انسان کوانبیائے کرام سے زیادہ اس مشاہدہ کی ضرورت ہے۔

3۔ مشاہدۂ حق کے لیے باطنی حواس (قلب، سمع، بصر وغیرہ) کا بیدار ہونا ضروری ہے۔صرف زبانی قیل وقال سے مشاہدۂ حق حاصل نہیں ہوسکتا۔

4۔ ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب ووصال اور دیدار پانے کے لیے قلبِ سلیم کا حصول ضروری ہے۔قلبِ سلیم پانے کے لیےاس کی گہرائیوں میں جھانکنا اوراسے آلائشوں سے پاک کرنا ضروری ہے۔اس مقصد کے لیے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کر کے تزکیۂ نفس کرنا ضروری ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اورحضرت خضرعلیہ السلام کے واقعہ سے بھی بہت زیادہ رہنمائی ملتی ہے۔اس ملاقات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضرعلیہ السلام سے عالم تکوینیات کے بعض اسرار ورموز معلوم کیے تھے۔سورۂ کہف کی آیات نمبر 60 تا 82 میں اس ملاقات کاتفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔اس واقعہ سے متعلق کچھ معلومات بخاری شریف میں بھی مذکور ہیں۔

''بخاری شریف میں سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے حضرتِ عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کیا کہ نوف بکّالی کہتا ہے کہ موسیٰ صاحبِ خضر، موسیٰ صاحبِ بنی اسرائیل نہیں ہیں، یہ ایک دوسرے موسیٰ ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ''دشمنِ خدا جھوٹ کہتا ہے، مجھ سے اُبی بن کعبؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ اُنہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ارشادفرماتے تھے کہ ایک روزحضرتِ موسیٰؑ بنی اسرائیل کوخطاب فرمارہے تھے کہ کسی شخص نے دریافت کیا،اس زمانہ میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔مجھے خدانے سب سے زیادہ علم عطافرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کو اُن کی یہ بات پسند نہ آئی اوراُن پرعتاب ہوا کہ تمہارا منصب تو یہ تھا کہ اس کوعلمِ الٰہی کے سپرد کرتے اور کہتے ''واللہ اعلم'' اورپھروحی نازل فرمائی کہ جہاں دوسمندر ملتے ہیں (مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن) وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جوبعض امور میں تجھ سے بھی زیادہ عالم ودانا ہے۔''

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا ''پروردگار! تیرے اُس بندے تک رسائی کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مچھلی کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو، پس جس مقام پروہ مچھلی گم ہوجائے اُسی جگہ وہ شخص ملے گا، حضرت موسیٰؑ نے مچھلی کوتوشہ دان میں رکھا اوراپنے خلیفہ یوشعؑ بن نون کوساتھ لے کر''مردِصالح'' کی تلاش میں روانہ ہوگئے، جب چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچے تو دونوں ایک پتھر پرسر رکھ کرسوگئے، مچھلی میں زندگی پیدا ہوئی اوروہ زنبیل سے نکل کرسمندر میں چلی گئی، مچھلی پانی کے جس حصہ پربہتی ہوئی گئی اور جہاں تک گئی وہاں پانی برف کی طرح جم کرایک چھوٹی سی پگڈنڈی کی طرح ہوگیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سمندر میں ایک لکیر یاخط کھنچا ہوا ہے، یہ واقعہ یوشعؑ نے دیکھ لیا تھا کیوں کہ وہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بیدار ہوگئے تھے مگرجب حضرتِ موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو اُن سے ذکر کرنا بھول گئے اورپھر دونوں نے اپنا سفرشروع کردیا اوراُس دن اوررات میں آگے ہی بڑھتے گئے، جب دوسرا دن ہوا توحضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تکان زیادہ محسوس ہونے لگا وہ مچھلی لاؤ تاکہ بھوک رفع کریں۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔''حضرت موسیٰ علیہ السلام کواللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی منزل مقصود تک پہنچنے میں کوئی تکان نہیں ہوا تھا۔مگرمنزل سے آگے غلطی سے نکل گئے تواب تکان بھی محسوس ہونے لگا'' یوشعؑ نے کہا، آپ کومعلوم رہے کہ جب ہم (صخرہ) پتھر کی چٹان پر تھے تو وہیں مچھلی کا یہ تعجب خیز واقعہ پیش آیا کہ اُس میں حرکت پیدا ہوئی اوروہ مکتل (زنبیل) میں سے نکل کرسمندر میں چلی گئی اوراس کی

رفتار پر سمندر میں راستہ بنتا چلا گیا، میں آپ سے یہ واقعہ کہنا بالکل بھول گیا، یہ بھی شیطان کا ایک چرکا تھا۔

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سمندر کا وہ خط مچھلی کے لیے ''سرب'' (راستہ) تھا، اور موسیٰؑ و یوشعؑ کے لیے ''عجب'' (تعجب خیز بات)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مقام کی ہم کو تلاش ہے وہ وہی مقام تھا اور یہ کہہ کر دونوں پھر ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہوئے اُسی راہ پر لوٹے اور اُس ''صخرہ'' (پتھر کی چٹان) تک جا پہنچے۔

وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اُس جگہ عمدہ لباس پہنے ہوئے ایک شخص بیٹھا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اُس کو سلام کیا، اس شخص نے کہا کہ تمہاری اس سرزمین میں ''سلام'' کہاں؟ (یعنی اس سرزمین میں تو مسلمان نہیں رہتے) یہ خضرؑ تھے، حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا کہ میرا نام موسیٰؑ ہے۔ خضرؑ نے کہا: موسیٰ بنی اسرائیل؟ حضرتِ موسیٰؑ نے کہا: ہاں! میں تم سے وہ علم حاصل کرنے آیا ہوں جو خدا نے تم ہی کو بخشا ہے، خضرؑ نے کہا ''تم میرے ساتھ رہ کر اُن معاملات پر صبر نہ کرسکو گے، موسیٰؑ! خدائے تعالیٰ نے مجھ کو تکوینی رموز واسرار کا وہ علم عطا کیا ہے جو تم کو نہیں دیا گیا اور اُس نے تم کو (تشریعی علوم کا) وہ علم عطا فرمایا ہے جو مجھ کو عطا نہیں ہوا'' حضرتِ موسیٰؑ نے کہا ''ان شاء اللہ'' آپ مجھ کو صابر وضابط پائیں گے اور میں آپ کے ارشاد کی قطعاً خلاف ورزی نہیں کروں گا''۔ حضرت خضرؑ نے کہا ''تو پھر شرط یہ ہے کہ جب آپ میرے ساتھ رہیں تو کسی معاملہ کے متعلق بھی جس کو آپ کی نگاہیں دیکھ رہی ہوں مجھ سے کوئی سوال نہ کریں، میں خود آپ کو اُن کی حقیقت بتادوں گا'' حضرت موسیٰؑ نے منظور کرلیا، اور دونوں ایک جانب کو روانہ ہوگئے، جب سمندر کے کنارے پہنچے تو سامنے سے ایک کشتی نظر آئی۔ حضرت خضرؑ نے ملاحوں سے کرایہ پوچھا، وہ خضرؑ کو پہچانتے تھے لہٰذا اُنہوں نے کرایہ لینے سے انکار کردیا اور اصرار کرکے دونوں کو کشتی پر سوار کرلیا اور کشتی روانہ ہوگئی، ابھی چلے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت خضر (علیہ السلام) نے کشتی کے سامنے والے حصہ کا ایک تختہ اُکھاڑ کر کشتی میں سوراخ کردیا، حضرت موسیٰؑ سے ضبط نہ ہوسکا، خضرؑ سے کہنے لگے کشتی والوں نے تو یہ احسان کیا کہ آپ کو اور مجھ کو مفت سوار کرلیا اور آپ نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ کشتی میں سوراخ کردیا کہ سب کشتی والے کشتی سمیت ڈوب جائیں، یہ تو بہت نازیبا بات ہوئی؟ حضرت خضرؑ نے کہا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میری باتوں پر صبر نہ کرسکیں گے؟ آخر وہی ہوا، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ مجھے وہ بات بالکل فراموش ہوگئی، اس لیے آپ بھول چوک پر مواخذہ نہ کریں اور میرے معاملہ میں سخت گیری سے کام نہ لیں'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ پہلا سوال واقعی موسیٰؑ کی بھول کی وجہ سے تھا'' اسی اثناء میں ایک چڑیا کشتی کے کنارے آکر بیٹھی اور پانی میں چونچ ڈال کر ایک قطرہ پانی پی لیا۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ بلا شائبۂ تشبیہہ علمِ الٰہی کے مقابلہ میں میرا اور تمہارا علم ایسا ہی بے حقیقت ہے جیسا کہ سمندر کے سامنے یہ قطرہ۔

کشتی کنارے لگی اور دونوں اُتر کر ایک جانب روانہ ہوگئے، سمندر کے کنارے کنارے جارہے تھے کہ ایک میدان میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ حضرت خضرؑ آگے بڑھے اور اُن میں سے ایک بچہ کو قتل کردیا۔ حضرت موسیٰؑ کو پھر یارائے صبر نہ رہا۔ فرمانے لگا ''ناحق ایک معصوم جان کو آپ نے مار ڈالا، یہ تو بہت ہی برا کیا؟ حضرتِ خضرؑ نے کہا: میں تو شروع ہی میں کہہ چکا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر وضبط سے کام نہ لے سکیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''چونکہ یہ بات پہلی بات سے بھی زیادہ سخت تھی اس لیے حضرتِ موسیٰؑ صبر وضبط نہ کرنے میں معذور تھے''، حضرتِ موسیٰؑ نے فرمایا ''خیر اس مرتبہ اور نظر انداز کردیجئے، اس کے بعد بھی اگر مجھ سے صبر نہ ہوسکا تو پھر عذر کا کوئی موقع نہیں رہے گا اور اس کے بعد آپ مجھ سے علیحدہ ہوجائیے گا، غرض پھر دونوں روانہ ہوگئے اور چلتے چلتے ایک ایسی بستی میں پہنچے جہاں کے باشندے خوش عیش اور مہمان داری کے ہر طرح قابل تھے۔ مگر دونوں کی مسافرانہ درخواست پر بھی ان کو مہمان بنانے

سے انکار کر دیا تھا، یہ ابھی بستی ہی میں سے گذر رہے تھے کہ خضرؑ ایک ایسے مکان کی جانب بڑھے جس کی دیوار کچھ جھکی ہوئی تھی اور اُس کے گر جانے کا اندیشہ تھا، حضرت خضرؑ نے اُس کو ہاتھ کا سہارا دیا اور دیوار کو سیدھا کر دیا، حضرت موسیٰؑ نے پھر خضرؑ کو ٹوکا اور فرمانے لگے کہ ''ہم اس بستی میں مسافرانہ وارد ہوئے، مگر اس کے بسنے والوں نے نہ مہمان داری کی اور نہ ٹکنے کو جگہ دی، آپ نے یہ کیا کیا کہ اُس کے ایک باشندے کی دیوار کو بغیر اُجرت درست کر دیا، اگر کرنا ہی تھا تو بھوک پیاس کو دور کرنے کے لیے کچھ اُجرت ہی طے کر لیتے'' حضرتِ خضرؑ نے فرمایا ''اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آ گیا ''هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ'' اور پھر انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو ان تینوں معاملات کے حقائق کو سمجھایا اور بتایا کہ یہ سب منجانب اللہ اور باتیں تھیں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔

یہ واقعہ ارشاد فرمانے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''ہمارا جی تو یہ چاہتا تھا کہ موسیٰؑ تھوڑا صبر اور کرتے اور ہم کو اللہ تعالیٰ کے اسرار اور تکوینی علوم کی مزید معلومات ہو سکتیں۔۔۔۔۔''(250)

جب حضرتِ موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی مفارقت ہونے لگی تو حضرت خضرؑ نے اُن واقعات کی جو حقیقت بیان کی قرآنِ عزیز نے سورۂ کہف میں اِس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اس طرح ظاہر کیا ہے:۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ کہف[18:79-82]

وہ جو کشتی تھی سو وہ چند غریب لوگوں کی تھی وہ دریا میں محنت مزدوری کیا کرتے تھے پس میں نے ارادہ کیا کہ اسے عیب دار کر دوں اور (اس کی وجہ یہ تھی کہ) ان کے آگے ایک (جابر) بادشاہ (کھڑا) تھا جو ہر (بے عیب) کشتی کو زبردستی (مالکوں سے بلا معاوضہ) چھین رہا تھاo اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ صاحب ایمان تھے پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ (اگر زندہ رہا تو کافر بنے گا اور) ان دونوں کو (بڑا ہو کر) سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گاo پس ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا رب انہیں (ایسا) بدل عطا فرمائے جو پاکیزگی میں (بھی) اس (لڑکے) سے بہتر ہو اور شفقت و رحمدلی میں (بھی والدین سے) قریب تر ہوo اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر میں (رہنے والے) دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ صالح (شخص) تھا، سو آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے وہ اپنا خزانہ (خود ہی) نکالیں، اور میں نے (جو کچھ بھی کیا) وہ از خود نہیں کیا، یہ ان (واقعات) کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے(251)

قصص القرآن میں حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں کہ:

''قرآن عزیز نے اس واقعہ کے شروع میں خضرؑ کے اس علم کے متعلق کہا ہے: ''وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا'' (اور ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم عطا کیا) اور قصہ کے آخر میں خضرؑ کا یہ قول نقل کیا ''وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ'' (میں نے اس سلسلۂ واقعات کو اپنی جانب

سے نہیں کیا) تو ان دونوں جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خضرؑ کو بعض اشیاء کے حقائق کا وہ علم عطا فرمایا تھا جو تکوینی رموز و اسرار اور باطنی حقائق سے متعلق ہے......'' (252)

مذکورہ بالا واقعات سے درج ذیل اسباق ملتے ہیں:

1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر اور جلیل المرتبت رسول تھے۔ انہیں شرعی علوم واحکام کی تبلیغ کا فریضہ سونپا گیا تھا۔ وہ تکوینی اسرار سمجھ نہ پائے، صبر نہ کر سکے اور اپنی شریعت کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کرتے رہے جس سے جدائی کی نوبت آ گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ارشاد فرمانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ ''ہمارا جی تو یہ چاہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام تھوڑا صبر کرتے اور ہم کو اللہ تعالیٰ کے اسرار و تکوینی علوم کی مزید معلومات ہوسکتیں......'' آپ کی اسرارِ الٰہی اور تکوینی علوم سے گہری دلچسپی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں بھی تعلیم ملتی ہے کہ ان امور میں بھرپور دلچسپی لیں۔

2۔ اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں انسان کا علم کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ تفسیر رازی و دیگر مشہور کتابوں کے مصنف، امام المتکلمین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علم تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ ہی کا ہے۔ باقی لوگ تو جہالتوں کے سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہیں۔ مٹی (جس سے آدمی بنا ہے) کو علوم سے کیا سروکار۔ آدمی تو صرف اس لیے تگ ودو کرتا ہے کہ وہ یہ جان لے کہ اسے کچھ علم نہیں۔ دوسرے بڑے علماء سے بھی اسی طرح کے اقوال منسوب ہیں۔

3۔ اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ طلب علم کے لیے سفر بھی کرنا پڑے تو ضرور کریں۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کریں اور صبر سے تحصیلِ علم کریں۔

4۔ اپنے شیخ مکرم، استادِ محترم، مربی اور سرپرست کا ادب واحترام کرنا چاہیے اور حکم ماننا چاہیے۔ جیسا کہ سورۃ الکہف کی آیت نمبر 69 میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کی کسی بات کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ استادِ محترم کے کسی قول وفعل پر اعتراض بھی بے ادبی میں شامل ہے۔ تاہم، استادِ کامل کا بھی فرض ہے کہ مناسب وقت پر طالب علم کے اشکال دور کردے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آخر پر تمام امور کی وضاحت فرمادی۔

5۔ طالب علم کو چاہیے کہ اپنے شیخ مکرم اور استادِ محترم کے سامنے عجز وانکسار کا اظہار کرے اور ان کا ادب کرے۔ حضرت موسیٰؑ نے ادب کا تقاضا مدنظر رکھتے ہوئے نہایت موزوں الفاظ میں طلب علم کے لیے حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی ہم نشینی حاصل کرنے کے لیے یوں اجازت طلب کی تھی:

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ کہف[18:66]

اس سے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا میں آپ کے ساتھ اس (شرط) پر رہ سکتا ہوں کہ آپ مجھے (بھی) اس علم میں سے کچھ سکھائیں گے جو آپ کو بغرضِ ارشاد سکھایا گیا ہے (253)

6۔ حصولِ علم کے لیے شیخ مکرم اور استادِ محترم کی ہم نشینی اختیار کرنی چاہیے اور ضروری ہو تو ان کے ساتھ سفر بھی کرنا

چاہیے جیسا کہ اس واقعہ میں حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کی ہم نشینی اختیار کی اور ان کے ساتھ چل پڑے۔

7۔ حضرت موسیٰؑ منصب رسالت ونبوت پر فائز تھے۔ انہیں ذاتِ باری تعالیٰ سے کلام کا شرف بھی حاصل تھا۔ انہیں عصائے کلیمی اور یدِ بیضا کے معجزات بھی عطا ہوئے مگر اس کے ساتھ ہی ان کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ سے اس قدر قرب کے باوجود انہیں مزید تحصیل علم کے لیے بندۂ خدا کے پاس کیوں بھیجا گیا؟ اس کا مقصد انہیں مزید علم ومعرفت عطا کرنا تھا جیسا کہ گذشتہ صفحات پر دی گئی حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے۔ زندگی کا مقصد مسلسل علم ومعرفت حاصل کرنا ہے۔ یہ سلسلہ آخری سانس تک جاری رہنا چاہیے۔ چونکہ راہِ حق کے اس سفر کا حقیقی مطلوب ومقصود، معبودِ حقیقی ہے جو کہ لامتناہی وسعتوں کی حامل ذات ہے اس لیے اس سفر کی کوئی انتہا یا اخیر نہیں ہے۔ یہ سفر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

8۔ روحانی تعلیم وتربیت کا مقصد نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی بھی اصلاح کرنا ہے۔ اس تعلیم وتربیت کی بدولت انسان کی ذہنی، نفسیاتی، روحانی اور اخلاقی نشوونما ہوتی ہے۔ اسے دینی ودنیوی فلاح نصیب ہوتی ہے۔ مشاہدہ حق اور مشاہدۂ خلق نصیب ہوتا ہے۔ قرب ووصالِ حق نصیب ہوتا ہے۔ انسان بہتر طور پر خدمتِ خلق کے قابل ہوجاتا ہے۔ خدمتِ خلق کی بدولت اسے مزید قربِ حق نصیب ہوتا ہے۔ تمام انبیاء وپیغمبر اور اولیائے عظام نے اسی علم کی بدولت اور اس پر عمل کی بدولت فضلِ خداوندی سے کمال اور عروج پایا۔

9۔ دینِ اسلام نے دینی، روحانی، دینوی امور میں تجرباتی منطق اور سائنسی طرزِ فکر اپنانے کی تاکید کی ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ واقعات میں حقائق کے ادراک کے لیے مشاہدہ، تجربہ اور استدلال کی ضرورت واہمیت بیان ہوئی ہے۔

حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے دنیوی وفنی امور مثلاً زراعت، صنعت اور طب وغیرہ میں تجربہ کے اصول کو تسلیم کرنے میں سبقت فرمائی اور تعلیم فرمائی کہ ان امور میں تجربہ سے جو چیز مفید ثابت ہو وہ شرعاً بھی مطلوب ہے اور جو چیز مضر ثابت ہو وہ مسترد کردو۔ تجربہ کی اہمیت کے پیشِ نظر ہر میدان اور فن کے تجربہ کار افراد اور ماہرین کی رائے تسلیم کرنے کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

-----فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾

اس کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھ (بے خبر اس کا حال نہیں جانتے) ٥الفرقان[25:59]

-----وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ فاطر[35:14]

حقیقت حال کی ایسی خبر تمہیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

اسی طرح، تاریخِ اسلام سے تجرباتی ومشاہداتی علوم سے استفادہ کرنے کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں:

(i) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں سفر کرنا، جاننے والے، خبردار، ماہر علم وفن کی تلاش کا ہی ایک سفر تھا۔

(ii) حضرت حباب بن منذر انصاریؓ وادی بدر اور گردونواح کے علاقے سے پوری طرح واقف تھے۔ ان کے مشورہ

سے وادئ بدر میں پڑاوَ ڈالا گیا جس سے چشمہ پر قبضہ ہو گیا۔

(iii) غزوہ بدر ہی میں حضرت سعد بن معاذؓ کے مشورہ اور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کے لیے سائبان بنایا گیا جہاں سے آپؐ نے جنگ کا معائنہ فرمایا۔

(iv) غزوۂ خندق (غزوۂ احزاب) میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر مدینہ منورہ کے ارد گرد خندق کھودی گئی جس سے مشرکین حملہ آور کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

(v) موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ ایک صحابی کے زخم سے خون بہنے لگا تو آپ ﷺ نے بنی انمار کے دو اشخاص کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم دونوں میں علاج کا زیادہ ماہر کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا علاج میں بھی بھلائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے دوا بھی نازل کی ہے جس نے مرض نازل کیا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے پتا چلتا ہے کہ ہر علم وفن میں سب سے زیادہ ماہر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔اس سے علمِ روحانیت کے حصول کے لیے مرشد کی ضرورت واہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

10۔ مذکورہ بالا واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی دعویٰ بغیر ثبوت کے قبول نہ کیا جائے۔معقولات (عقلی چیزوں) میں بطورِ ثبوت واضح دلائل پیش کیے جائیں گے۔جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے:

قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ النمل[27:64] البقرۃ[2:111]

فرمادیجیے: (اے مشرکو!) اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو o

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 258 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مناظرہ میں یہی اصول بیان کیا گیا ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِىۡ حَآجَّ اِبۡرٰهٖمَ فِىۡ رَبِّهٖۤ اَنۡ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ‌ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىۡ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُۙ قَالَ اَنَا اُحۡىٖ وَاُمِيۡتُ‌ؕ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِىۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىۡ كَفَرَ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ البقرۃ[2:258]

(اے حبیب!) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دی تھی ابراہیم (علیہ السلام) سے (خود) اپنے رب (ہی) کے بارے میں جھگڑا کرنے لگا، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ (بھی) کرتا ہے اور مارتا (بھی) ہے تو (جواباً) کہنے لگا: میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: بے شک اللہ سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے تُو اسے مغرب کی طرف سے نکال لا! سو وہ کافر دہشت زدہ ہو گیا، اور اللہ ظالم قوم کو حق کی راہ نہیں دکھاتا (254)

11۔ منقول چیزوں میں صحیح روایات دیکھی جائیں گی صرف زبانی کلامی دعویٰ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

۔۔۔۔ اِیۡتُوۡنِیۡ بِكِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ هٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَةٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ الاحقاف[46:4]

تم میرے پاس اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب یا (اگلوں کے) علم کا کوئی بقیہ حصہ (جو منقول چلا آرہا ہو ثبوت کے طور پر) پیش کرو۔اگر تم سچے ہو (255)

12۔ راہِ حق پر پختہ یقین اور واضح، مستند علم سے چلنا چاہیے۔ انبیاء کرام پختہ یقین سے راہِ حق پر چلتے رہے۔ اولیائے عظام کا بھی یہی طریقہ کار رہے۔ جاہل لوگ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں۔

وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ﴿۲۸﴾ النجم[53:28]

اور انہیں اِس کا کچھ بھی علم نہیں ہے، وہ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں، اور بے شک گمان یقین کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا o

13۔ تحقیق وتنقید اور اخذ حقائق کے لیے غیر جانبداری اور معروضی طرزِ فکر اپنانے چاہئیں۔ ذاتی جذبات، خواہشات اور رجحانات کو اخذِ نتائج پر ہرگز اثر انداز نہ ہونے دیں۔ وہم وگمان اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنا اہلِ باطل کا شیوہ ہے۔ اہلِ حق محض حق پرست ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ان الفاظ میں مشرکین کی مذمت کی گئی ہے:

"۔۔۔اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی ﴿۲۳﴾" النجم[53:23]

(حقیقت یہ ہے کہ) وہ لوگ محض وہم وگمان کی اور نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں حالاں کہ اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے o

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾ القصص[28:50]

پھر اگر وہ آپ کا ارشاد قبول نہ کریں تو آپ جان لیں (کہ ان کے لیے کوئی حجت باقی نہیں رہی) وہ محض اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی جانب سے ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔

14۔ راہِ حق پر صرف ہدایت یافتہ اہلِ علم واہلِ عقل کی پیروی کی جائے۔ اندھادھند پیروی ہرگز نہ کی جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ البقرۃ[2:170]

اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت پر ہوں o

ارشادِ نبوی ہے:

"تم میں سے کوئی تابع مہمل بن کر یہ نہ کہے کہ میں لوگوں کے ساتھ ہوں اگر وہ اچھا کرتے ہیں تو میں بھی اچھا کروں گا۔ اور اگر وہ برائی کرتے ہیں تو میں بھی برائی کروں گا۔ بلکہ اپنے لیے یہ موقف اختیار کرو کہ اگر لوگ اچھا کرتے ہیں تو تم بھی اچھا کرو گے اور اگر وہ برائی کرتے ہیں تو تم ظلم اور برائی کا راستہ نہیں اختیار کرو گے"۔ (256)

15۔ غور وفکر سے اپنے علم اور عقل میں اضافہ کرتے رہنا چاہیے اور اپنا عمل بہتر کرتے رہنا چاہیے۔

ارشاداتِ ربانی ہیں:

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ الاعراف[7:185]۔

کیا ان لوگوں نے آسمان وزمین کے انتظام پر غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں

دیکھا۔

وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۲۱ الذاریات[51:21]

اور خودتمہارے نفوس میں (بھی ہیں)،سوکیاتم دیکھتے نہیں ہو٥

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۳۷

آل عمران[3:137]

تم سے پہلے (گذشتہ امتوں کے لیے قانونِ قدرت کے) بہت سے ضابطے گزر چکے ہیں سوتم زمین میں چلا پھرا کرو اور دیکھا کرو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا٥

مندرجہ بالا آیات میں سے پہلی اور تیسری آیت میں ''سیر آفاقی'' کا حکم ہے جبکہ دوسری آیت میں ''سیر انفسی'' کا حکم دیا گیا ہے۔حضرت شاہ سید محمد ذوقی سرِّ دلبراں کے صفحات نمبر 83 تا84 پر سیر آفاقی اور سیر انفسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''انفس'' سے مراد نفسِ انسانی مع اپنے ظاہر و باطن کے ہے۔اس کے ملاحظہ ومطالعہ کو'سیر انفسی' کہتے ہیں۔آفاق سے مراد کائنات مع اپنے ظاہر و باطن کے ہے۔کائنات کا ظاہری و باطنی مطالعہ سیر آفاقی کہلاتا ہے۔کائنات میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ اجمالی طور پر (مختصراً) انسان میں موجود ہے۔اس لیے کائنات کو عالمِ کبیر (mascrocosm) کہا جاتا ہے۔انسان اور کائنات میں اجمال وتفصیل کا فرق ہے۔اس لحاظ سے'سیر انفسی' اجمالی ہے اور'سیر آفاقی' تفصیلی ہے۔انفس وآفاق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ان سے حق تعالیٰ کی معرفت اور پہچان حاصل ہوتی ہے۔جس نے ان نشانیوں کو دیکھنے کی صلاحیت حاصل کر لی اور حق تعالیٰ کی ظاہری و باطنی قوتوں کو پہچاننے لگا اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی اور انسان ہونے کا حق ادا کر دیا۔جو اس مرتبہ تک پہنچنے سے رہ گیا وہ انسانیت سے گر گیا اور جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا۔جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۲۲ الانفال[8:22]

بے شک اللہ کے نزدیک جانداروں میں سب سے بدتر وہی بہرے، گونگے ہیں جو (نہ حق سنتے ہیں نہ حق کہتے ہیں اور حق کو حق) سمجھتے بھی نہیں ہیں٥

سیر آفاقی اور سیر انفسی کا مقصد ایمان وایقان اور علم وعرفان میں اضافہ کرنا ہے۔اس ضمن میں ارشاداتِ ربانی ہیں:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۵۳ فصلت[41:53]

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور خود اُن کی ذاتوں میں دِکھا دیں گے یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔کیا آپ کا رب (آپ کی حقانیت کی تصدیق کے لیے) کافی نہیں ہے کہ وہی ہر چیز پر گواہ (بھی) ہے٥

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝۷۵ الانعام[6:75]

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی تمام بادشاہتیں (یعنی عجائباتِ خلق) دکھائیں اور (یہ) اس

لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہوجائے o

وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا الانفال[8:2]

اور جب مومنوں کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو وہ بڑھا دیتی ہیں۔

زندگی جہداست استحقاق نیست جز بعلمِ انفس و آفاق نیست (257)

زندگی استحقاق کا نام نہیں بلکہ جدوجہد کا نام ہے۔انفس وآفاق کے معارف کو جانے بغیر زندگی کچھ نہیں۔

قرآن حکیم میں کئی مقامات پر سیر آفاقی اور سیر انفسی کی تاکید کی گئی ہے۔اس ضمن میں درج ذیل آیاتِ مقدسہ اور ان کا ترجمہ بار بار پڑھنا چاہیے اوران کے مفہوم پر غوروفکر کر کے اپنا عمل بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ارشاداتِ ربانی ہیں:

1۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ البقرة[2:164]

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اوران جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اوراس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے پھراس کے ذریعے زمین کو مُردہ ہوجانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اوراس بادل میں جوآسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لیے (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں (258)

2۔ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ

اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو بنایا تاکہ تم ان کے ذریعے بیابانوں اور دریاؤں کی تاریکیوں میں راستے پاسکو۔بے شک ہم نے علم رکھنے والی قوم کے لیے (اپنی) نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں o

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ

اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں ایک جان (یعنی ایک خلیہ) سے پیدا فرمایا ہے پھر (تمہارے لیے) ایک جائے اقامت (ہے) اور ایک جائے امانت (مرادرحم مادر اور دنیا ہے یا دنیا اور قبر ہے)۔بے شک ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں o

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ الانعام[6:97-99]

اور وہی ہے جس نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا پھر ہم نے اس (بارش) سے ہر قسم کی روئیدگی نکالی پھر ہم نے

اس سے سرسبز (کھیتی) نکالی جس سے ہم اوپر تلے پیوستہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے سے لٹکتے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغات اور زیتون اور انار (بھی پیدا کیے جو کئی اعتبارات سے) آپس میں ایک جیسے (لگتے) ہیں اور (پھل، ذائقے اور تاثیرات) جداگانہ ہیں۔تم درخت کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کو (بھی دیکھو)، بے شک ان میں ایمان رکھنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں (259)

3۔ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں، (نہیں) وہ تو چوپایوں کی مانند (ہو چکے) ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں o

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾

کیا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کی طرف نگاہ نہیں ڈالی کہ وہ کس طرح (دوپہر تک) سایہ دراز کرتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اسے ضرور ساکن کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس (سایہ) پر دلیل بنایا ہے o

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ الفرقان [25:44-46]

پھر ہم آہستہ آہستہ اس (سایہ) کو اپنی طرف کھینچ کر سمیٹ لیتے ہیں (260)

4۔ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾

(منکرین تعجب کرتے ہیں کہ جنت میں یہ سب کچھ کیسے بن جائے گا تو) کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح (عجیب ساخت پر) بنایا گیا ہے؟ o

وَ اِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾

اور آسمان کی طرف (نگاہ نہیں کرتے) کہ وہ کیسے (عظیم وسعتوں کے ساتھ) اٹھایا گیا ہے؟ o

وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾

اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (زمین سے ابھار کر) کھڑے کیے گئے ہیں؟ o

وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ الغاشیہ [88:17-20]

اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ وہ کس طرح (گولائی کے باوجود) بچھائی گئی ہے؟ o(261)

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ الروم [30:22]

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق (بھی) ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف (بھی) ہے، بے شک اس میں اہلِ علم (و تحقیق) کے لیے نشانیاں ہیں (262)

سیر آفاقی اور سیر انفسی کے لیے قرآن وحدیث میں تجرباتی، مشاہداتی، واضح براہین پر مبنی، احتیاط پر مبنی روایت اور درایت کے واضح اصولوں پر مبنی؛ غیر جانبدارانہ اور معروضی طریقۂ تحقیق اپنانے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ حق کی پہچان

کے لیے حقانی اصولوں پر مبنی طریقۂ تحقیق ہی کام آسکتا ہے۔ اس ضمن میں بندہ عاجز کے کچھ مشاہدات اوران کے حاصلات ملاحظہ فرمائیں۔

2 جنوری 2014ء بروز جمعۃ المبارک کی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں فیصل آباد میں ریل بازار سے باہر نکل رہا ہوں۔ گھنٹی کے قریب پاکستان اور صوبہ پنجاب کے نگران اولیاء کھڑے ہیں۔ ان کے ہمراہ کچھ دیگر ہستیاں بھی ہیں۔ پاکستان اور صوبہ پنجاب کے نگران اولیاء مجھے خوش آمدید کہتے ہیں اور میری اور میرے اہلِ خانہ کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ میں انہیں حال احوال سے آگاہ کرتا ہوں۔ انہیں دیکھ کر مجھے اجنبیت کا احساس ہرگز نہیں ہوا، بلکہ یوں لگا جیسے ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ بیدار ہوکر میں نے خواب پر غور کیا تو حیرت ہوئی۔ یوں لگتا تھا کہ گویا حقیقت میں ہی یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ مجھے برسوں سے اس طرح کے خواب نظر آرہے ہیں۔ رات بھر بظاہر سویا رہتا ہوں مگر قلب ونظر اور شعور بیدار رہتے ہیں۔ روزانہ خود کو نئی دنیا میں پاتا ہوں۔ ہر روز نیا گھر، نئے لوگ، نئی دنیا نظر آتی ہے۔ ایسے مقامات اور لوگ نظر آتے ہیں جنہیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا۔ بعض اوقات اس دنیا کے واقف شناسا چہرے، دوست احباب، رشتہ دار اور غیر بھی نظر آجاتے ہیں۔

مجھے کبھی بھی سیاست یا سیاستدانوں سے دلچسپی نہیں رہی۔ میں کبھی بھی کسی سیاسی جماعت سے وابستہ نہیں رہا۔ اپنے ملک اور قوم سے محبت ضرور ہے۔ عالمِ اسلام اور اپنے وطن پاکستان کی حالتِ زار پر اکثر افسردہ وآزردہ ہوجاتا ہوں۔ بعض اوقات بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے ملک اور قوم کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکا۔ اس احساس پر بلا اختیار آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ اپنی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گڑگڑا کر معافی مانگتا ہوں کہ مجھے معاف فرمادیں میں نے ذاتی وخاندانی اور محدود پیمانے پر سماجی مسائل اور معاملات نبٹانے میں ہی زندگی بسر کردی۔ میں ملک وقوم کے لیے کچھ بھی نہ کرسکا۔ پھر دعا کرتا ہوں کہ مولا کریم مجھے کسی طرح یہ اعزاز بخش دیں اور اسے اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنادیں۔

پیپلز پارٹی کے گزشتہ دورِ حکومت (2008ء تا 2013ء) میں ایک بار خواب میں دیکھا کہ میں کسی مزارِ اقدس کی پائنتی کی طرف بیٹھا ہوں اور دعائے سیفی پڑھ رہا ہوں۔ پاکستان میں اس وقت کے نگران، صاحبِ ولایت وہاں حاضر ہوتے ہیں اور صاحبِ مزار کو سلام کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مجھ سے سلام لیتے ہیں۔ جب میں نے اپنے پیرومرشد سے یہ خواب عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ڈیوٹی بردار ولی اللہ تھے جو وزیراعظم کی سرپرستی کے لیے مقرر ہیں۔

عزیزانِ من! ہر ملک، شہر اور علاقہ کسی نہ کسی ولی اللہ کے زیر تسلط اور زیر نگرانی ہوتا ہے۔ کسی شہر پر نگران ولی اللہ اس شہر کا صاحبِ ولایت بزرگ ہوتا ہے۔ اس صاحبِ ولایت بزرگ کے ماتحت اس علاقے کے کئی اولیاء ہوتے ہیں۔ اس طرح ملکی، بین البراعظمی اور بین الاقوامی سطح پر صاحبِ ولایت بزرگ ہوتے ہیں۔ ان مقدس ہستیوں کا قرآنِ حکیم اور احادیث میں ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ سورہ یونس[10:62]

خبردار! بے شک اولیاءاللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے۔

کتب احادیث اور کتب صوفیہ میں اولیاءاللہ کے مناصب، فضائل، تصرفات، اہمیت اور ضرورت کا ذکر کیا گیا ہے۔

مکتوباتِ امام ربانی میں اولیاء کے مختلف طبقات کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ''الابریز'' ملفوظات حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے باب نمبر 4 میں ''دیوان الصالحین'' کے عنوان سے مجلس اولیاء کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ تصوف کی تقریباً تمام مشہور کتب میں اس حوالے سے کچھ نہ کچھ معلومات درج ہیں۔ کتاب ''اسلام و روحانیت اور فکرِ اقبال'' کے صفحات نمبر 918 تا 922 پر ''اولیاء اللہ کے مناقب'' کے عنوان کے تحت پیر عبدالطیف خاں نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر مختلف حوالہ جات سے سیر حاصل گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں:

''امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں یوں ہے کہ ''اس امت میں ابدال تیس ہوں گے جن کے قلوب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قلب پر ہوں گے، ان میں جوفوت ہوگا، اللہ اس کی جگہ دوسرا بدل دے گا''۔ حدیث طبرانی میں اس طرح ارشاد ہے کہ ''میری امت میں تیس ابدال ہوں گے، ان کے سبب سے زمین قائم رہے گی، ان کی وجہ سے بارش برسائی جائے گی اوران کی وجہ سے مدد دی جائے گی''۔ حدیث ابن عساکر میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ''ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں، ان کے سبب سے تمہیں بارش دی جاتی ہے اوران کی وجہ سے دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اوران کے سبب اہل زمین کی تکالیف اور مصائب دور کئے جاتے ہیں''۔ طبرانی کی حدیث میں اضافہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے تمہیں مدد دی جائے گی اور تمہیں رزق دیا جائے گا''۔ ابن ابی الدنیا کی حدیث میں ہے ''میری امت کے ابدالوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ کسی چیز پر لعن طعن نہیں کرتے۔'' اور بیہقی کی حدیث میں ہے کہ ''میری امت کے ابدال اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، نفسوں کی سخاوت سے اور سینوں کی سلامتی سے داخل ہوں گے''۔ اور قطب کے متعلق جو بیان ہوا جیسا بعض محدثین نے لکھا ہے ابونعیم نے 'حلیۃ' میں بیان کیا کہ بہت سی حدیثیں اس کی تائید میں وارد ہو چکی ہیں جن کا ذکر ہو چکا اور وہ بھی جو مذکور نہیں مثلاً حدیث حکیم ترمذی اور ابونعیم کہ ہر زمانہ میں میری اُمت میں سابقون ہوں گے اور ہر زمانہ کے لیے سابقون ہوں گے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً بیس رواۃ سے ابدال کی احادیث نقل کی ہیں اور تمام کو صحیح اور حسن فرمایا ہے۔ تمام طرق احادیث کو جمع کرنے پر قطب مشترک یعنی ابدال کا وجود یقیناً تسلیم کرنا پڑے گا۔ جس مستقل کتاب کا حوالہ علامہ موصوف نے دیا ہے، اس کا نام ''الخبر الدال من وجود القطب والنجباء الابدال'' ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے تین سو بندے مخلوق میں ہیں جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں۔ چالیس ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں۔ سات ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب سے ہیں۔ پانچ ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت جبریل علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ تین ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور ایک ایسا بندہ جس کا قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے۔ ان روایات سے چار قطب اور ایک غوث کے مناصب ثابت ہوئے۔ اقطاب کے فرائض کے متعلق امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمادی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قطب ابدال واسطہ وصول فیض است کہ وجود عالم بہ بقائے آں تعلق دارد قطب ارشاد واسطہ فیوض است کہ بادشاہ وہدایت تعلق دارد، پس تخلیق وترزیق وازالہ بلیات ووضع امراض وحصول عافیت وصحت منوط بہ فیوض مخصوصہ قطب ابدال است و ایمان وہدایت وتوفیق حسنات وانابت از سَیّات نتیجہ فیوضات قطب ارشاداست۔ (مکتوب 44)

''قطب ابدال عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھنے والے امور میں وصول فیض کا واسطہ ہے اور قطب ارشاد ہدایت وارشاد کے متعلق امور میں اصول فیض کا ایک واسطہ ہے اس لیے پیدائش، رزق، مصائب کے دور ہونے اور صحت و

آرام کے حاصل ہونے کا تعلق قطب ابدال کے فیض کے ساتھ مخصوص ہے اور ایمان، ہدایت، نیک کاموں کی توفیق اور توبہ وغیرہ کا تعلق قطب ارشاد کے فیض کا نتیجہ ہے۔

قُطبِ مدار کے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے تحت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خضر علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے:

وَجَعَلَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مُعِیْناً لِلْقُطْبِ الْمُدَارِ مِنْ اَوْلِیَآ ءِ اللّٰہِ تَعَالٰی الَّذِیْ جَعَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مُدَارَ الْعَالَمِ بِبَرَکَۃِ وُجُوْدِہٖ وَاِفَاضَتِہٖ فَقَالَ الْخِضْرُ اِنَّ الْقُطْبَ فِیْ ھٰذِہِ الزَّمَانِ فِیْ دِیَارِ الْیَمَنِ مُتْبِعٌ لِلشَّافِعِیْ فِی الْفِقْہِ فَنَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ الْقُطْبِ۔ (مکتوب:45)

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہم کو قطب مدار کا مددگار بنایا ہے۔ جو اولیاء اللہ سے ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بقاء کا سبب بنایا ہے۔ یہ اس کے وجود کی برکت اور فیضان ہے اور فرمایا کہ اس وقت قطبِ مدار ملک یمن میں ہے اور فقہ شافعی کا پیروکار ہے اور ہم اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

اور وہ حدیث جس کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کنانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، اس کے آخر میں ''والغوث واحد'' کے آگے روایت یوں ہے:

فَمَسْکَنُ النُّقَبَآءِ الْمَغْرِبُ وَمَسْکَنُ النُّجَبَآءِ مِصْرُ وَمَسْکَنُ الْاَبْدَالِ الشَّامُ وَالْاَخْیَارُ سَیَّاحُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَالْقُطْبُ فِیْ زَوَایَا الْاَرْضِ وَمَسْکَنُ الْغُوْثِ مَکَّۃُ فَاِذَا عَرَضَتِ الْحَاجَۃُ فِیْ اَمْرِ الصَّمَامَۃِ اسْتَھَلَ فِیْھَا النُّقَبَآءُ ثُمَّ النُّجَبَآءُ ثُمَّ الْاَبْدَالُ ثُمَّ الْاَخْیَارُ ثُمَّ الْقُطْبُ فَاِنْ اَجِیْبُوْا وَاِلَّا ابْتَھَلَ الْغَوْثَ فَلَا تَمَّ مَسْئَلَہٗ حَتّٰی تُجَابَ دَعْوَتُہٗ (مکتوب:46)

نقباء کا مسکن، مغرب، نجباء کا مصر، ابدال کا شام ہے۔ اخیار سیاح ہوتے ہیں۔ قطب زمین کے گوشوں میں ہوتے ہیں اور غوث مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے۔ جب مخلوق کو عوامی مصیبت آجائے تو دعا کے لیے نقباء ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اگر قبول نہ ہو تو نجباء پھر ابدال پھر اخیار پھر قطب اور اگر پھر بھی قبل نہ ہو تو غوث دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے حتیٰ کہ اس کی دعا قبول ہوجاتی ہے۔

قیوم کے متعلق حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ:

آن عارفے کہ بہ مرتبہ اشیاءمشرف گشتہ حکم وزیر دارد کہ مہمات مخلوق راباؤمرجوع داشت اند ہر چند انعامات از سلطان است اما وصول آنہامربطِ بتوسط وزیر است۔ (مکتوب:47)

وہ عارف جو قیوم کے منصب پر فائز ہو، وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوق کے اہم امور کا تعلق اس سے ہے، گو انعام تو بادشاہ کی طرف سے ہوتے ہیں مگر وہ وزیر کی وساطت سے ملتے ہیں۔ (263)

غوثِ زماں سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ مجلس اولیاء کے بارے میں فرماتے ہیں:

''(دیوان کا سربراہ) غوث، غارِحرا کے باہر کی طرف بیٹھتا ہے۔ اس وقت مکہ اس کے دائیں کندھے کے عین پیچھے ہوتا ہے جبکہ مدینہ منورہ اس کے بائیں گھٹنے کے بالکل مقابل ہوتا ہے۔ چار اقطاب غوث کے دائیں جانب بیٹھتے ہیں۔ (سیّدی عبدالعزیز دباغ کے زمانے میں) یہ چاروں اقطاب (فقہی اعتبار سے) مالکی ہیں اور امام مالک کے وابستہ دامن ہیں جبکہ بقیہ تین قطب، غوث کے بائیں جانب بیٹھتے ہیں اور ان کا تعلق دیگر تینوں مذاہب (حنفی، شافعی، حنبلی) کے ساتھ ہے۔ غوث کے بالکل سامنے وکیل بیٹھتا ہے جسے قاضی دیوان بھی کہا جاتا ہے۔ آج کل قاضی دیوان بھی مالکی

مسلک سے تعلق رکھتا ہے اور بصرہ کے ایک نواحی علاقے میں آباد بنو خالد قبیلے کا فرد ہے۔ اس کا نام سیّدی محمد بن عبدالکریم بصری ہے۔ غوث کیونکہ اسی وکیل کے توسط سے اہل دیوان کے ساتھ کلام کرتا ہے اور یہ وکیل دیوان کے جملہ اراکین کی نمائندگی کرتا ہے۔ اسی لیے اسے وکیل کہا جاتا ہے۔

آپ نے مزید ارشاد فرمایا' ساتوں اقطاب' غوث کے حکم کے تحت تصرف کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک قطب کے ماتحت مزید اولیاء کرام ہوتے ہیں جو اپنے سربراہ کے زیر انتظام مختلف امور میں تصرف کرتے ہیں۔ وکیل کے پیچھے چھ صفیں ہوتی ہیں جن کا دائرہ چوتھے قطب سے لے کر بائیں طرف موجود آخری قطب تک ہوتا ہے۔ گویا ساتوں اقطاب اس دائرے کے ایک سمت ہوتے ہیں اور یہ پہلی صف ہوتی ہے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دیگر صفیں ہوتی ہیں۔''(264)

مندرجہ بالا اقتباسات اور گزارشات سے روحانی نظام کی قدر و قیمت، ضرورت اور اہمیت واضح ہوتی ہے۔

عزیزانِ من! روحانی سفر کے دوران، سالک کو اس کے مزاج علم، عقل اور روحانی تعلیم و تربیت کے تقاضوں کے مطابق روحانی مشاہدات اور تجربات کرائے جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ علم الیقین، عین الیقین میں اور عین الیقین، حق الیقین میں تبدیل ہو جائے۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے بندہ عاجز کو بھی ظاہری و باطنی طور پر اولیاء سے شرفِ ملاقات عطا فرمایا۔ اولیاء اللہ کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے بندہ عاجز نوعمری سے ہی ان سے بہت محبت اور عقیدت رکھتا ہے۔ بندہ عاجز 1981ء میں (18 برس کی عمر میں) اس راہ پر گامزن ہوا۔ باوضو ہو کر الگ کمرہ میں جائے نماز بچھا کر بیٹھ جاتا تھا اور ادب سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عرض کرتا تھا ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت بدوں پہ بھی برسادے برسانے والے

(امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

وہ دن بھی نہایت پریشانی کے تھے۔ میری عرض قبول ہوئی اور ذاتِ باری تعالیٰ نے میری روحانی تعلیم و تربیت کے لیے ظاہری و باطنی رابطے قائم فرما دیئے۔ ایک دن بعد از نماز فجر، ذکر و فکر کے بعد سو گیا تو دیکھا کہ ایک بزرگ میرا ہاتھ پکڑے، ایک مسجد کے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ اندر سے ایک بزرگ باہر تشریف لا رہے تھے۔

داخلی تجسس کی وجہ سے میں نے خواب میں اپنے رہنما بزرگ سے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے؟ انہوں نے فرمایا، یہ مسجد نبویؐ ہے۔ وہ بزرگ مجھے ساتھ لے کر مسجد نبویؐ میں داخل ہو گئے۔ مسجدِ نبویؐ میں ایک طرف وضوگاہ بنی ہوئی تھی۔ میں وہاں وضو کرنے لگا۔ مسجد میں بہت سے بزرگ تھے۔ سب کے چہرے نورانی تھے اور لباس مختلف تھے۔ ان کے لباس سفید، سبز، کالے اور پیلے رنگوں کے تھے۔ وضوگاہ میں ایک بزرگ میرے سامنے بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ میں نے ان سے بھی پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ انہوں نے کہا، یہ مسجدِ نبویؐ ہے۔ میں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا، میں ابدال ہوں۔ میں نے پوچھا یہ سب لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا، یہ ابدال ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے کسی ایسے ملک یا ریاست کا نام لیا جس کا نام ''پاکستان'' کے نام سے ملتا جلتا ہے۔ روس میں ازبکستان، قازقستان اسی طرح کی ریاستیں ہیں۔ ہو سکتا ہے اُن کا اِن میں سے کسی ریاست سے تعلق ہو۔ تاہم، جب میں نے وضو کر

لیا تو میرے روحانی گائیڈ نے مجھے ایک قطار میں کھڑا کر دیا۔ قطار میں مجھ سے آگے اور پیچھے چند بزرگ کھڑے تھے۔ سب باریش تھے۔ صرف میں ہی بے ریش تھا۔ تب میری عمر قریباً انیس برس تھی۔ جب قطار لگ گئی تو نقیب نے بآواز بلند کہا، ''یہ دربارِ رسالت ہے۔ یہاں ابدال بنائے جاتے ہیں''۔ ساتھ ہی وہاں موجود سب افراد (قطار میں موجود افراد اور دیگر افراد) نے نہایت ترنم سے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھنا شروع کر دیا۔ موضوع کی نوعیت، ضرورت، اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر وہ کلام مع شرح پیشِ خدمت ہے۔ یہ کلام 'روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے' کے عنوان سے 'بالِ جبریل' میں شامل ہے۔ یہ نظم پانچ بند پر مشتمل ہے۔ ہر ایک بند اور اس کا مفہوم ملاحظہ کریں:

روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے

❶

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ ——— مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ! ——— ایّامِ جُدائی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ!
بے تاب نہ ہو، معرکۂ بیم و رجا دیکھ!

روحِ ارضی انسان سے کہتی ہے کہ اے انسان! اپنے دل کی آنکھ بیدار کر۔ اس زمین، آسمان، ساری فضا (جملہ مظاہر فطرت) کا مشاہدہ و مطالعہ کر۔ مشرق کی سمت سے ابھرتے ہوئے سورج کا نظارہ کر۔ تو نے جن جلوؤں کو بے پردہ دیکھا ہے اب پردوں میں بھی ان کا مشاہدہ کر۔ اب تو اپنے مالک و خالق، معبود و مقصود، محبوب و مطلوبِ حقیقی سے دور ہے۔ تجھے جدائی کے یہ صدمے اور دُکھ برداشت کرنا ہوں گے۔ جدوجہد اور سعی پیہم سے، کبھی پُراُمید ہوتے، کبھی مایوسی کا سامنا کرتے ہوئے، اپنی حقیقت، (حقیقت الحقائق) کی طرف اپنا سفر جاری رکھ اور اپنی خودی کو مرتبۂ کمال تک پہنچا دے۔

❷

ہیں تیرے تصرّف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں ——— یہ گنبدِ افلاک، یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ، یہ صحرا، یہ سمندر، یہ ہوائیں ——— تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایّام میں آج اپنی ادا دیکھ!

اے انسان! تیرے خالق و مالک نے یہ بادل، یہ گھٹائیں، یہ آسمان اور اس کے نیچے کی خاموش فضائیں، یہ پہاڑ، صحرا، سمندر اور ہوائیں، سب کچھ تیرے قبضہ و اختیار میں دے دیا ہے۔ کل تو تیرا مسکن بہشت تھا لیکن اب تجھے نائبِ خدا کی حیثیت سے زمین پر بھیج دیا گیا ہے۔ اب یہ تیرا فرض ہے کہ یہاں کے شب و روز اور ماحول کا جائزہ لے۔ اپنی عظمت اور ودیعت کردہ صلاحیتوں سے آگاہ ہو کر تسخیرِ کائنات کا فریضہ سرانجام دے اور اس پر حکمراں ہو جا۔

❸

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے ——— دیکھیں گے تجھے دُور سے گردوں کے ستارے
ناپید ترے بحرِ تخیّل کے کنارے ——— پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیرِ خودی کر، اثرِ آہِ رسا دیکھ!

اے انسان! اگر تو اپنی خودی کی تعمیر کرے گا تو تیرا ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت اور معرفت کا رشتہ مضبوط ہو جائے گا۔ زمانہ تیری آنکھوں کے اشارے سمجھے گا۔ آسمان پر ستارے تجھے دور سے دیکھ کر رشک کریں گے۔ تیرے خیالات وتصورات میں اتنی وسعت ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ تیری پرسوز آہیں آسمان تک پہنچ جائیں گی مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ تو اپنے خودی کی تعمیر کر۔ پھر دیکھ تیری آہ کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان اگر خلوص سے راہِ حق پر گامزن ہو تو ذکر وفکر کی بدولت اسے حق تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔

❹

خورشیدِ جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں ۔۔۔ آباد ہے اِک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں ۔۔۔ جنّت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گِل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ!

اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی محبت کی روشنی عطا فرمائی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے تمام دنیا روشن ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اپنے اندر محبت کی شمع روشن کر، تیرے اندر کا جہان روشن ہو جائے گا۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی دنیا خود آباد کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ تیری غیرت مانگی ہوئی جنت کو قبول نہیں کر سکتی۔ تیری جنت تیری جدوجہد اور عملِ پیہم میں پوشیدہ ہے۔ اے خاکی انسان! اپنی حقیقت سے آگاہ ہونے کے لیے مسلسل کوشش کرتا رہ۔ ایک دن تو اپنے عملِ پیہم کی جزا ضرور دیکھ لے گا۔

❺

نالندہ ترے عُود کا ہر تار ازل سے ۔۔۔ تو جنسِ محبّت کا خریدار ازل سے
تو پیرِ صنم خانۂ اسرار ازل سے ۔۔۔ محنت کش و خونریز و کم آزار ازل سے
ہے راکبِ تقدیرِ جہاں تیری رضا دیکھ! (265)

اے انسان! روزِ ازل سے ہی تیری حیثیت مسلمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرا خمیر محبت کے پاکیزہ جوہر سے تیار کیا ہے۔ محبت تیری روح میں رچی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ تو اسرارِ محبت سے آگاہ ہو کر ''پیرِ صنم خانہ اسرارِ محبت'' کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے۔ تو عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بدولت، اپنی خودی کی تکمیل کر کے مرتبۂ کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ اس کے لیے عملِ پیہم، جہدِ مسلسل، ہمت وحوصلہ، قربانی وایثار اور عجز وانکسار کی ضرورت ہے اور تو ازل سے ہی یعنی فطرتاً محنت ومشقت کرنے والا، خون پسینہ ایک کرنے والے اور کسی کو آزار میں مبتلا نہ کرنے والا ہے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بدولت تو رضائے الٰہی حاصل کر کے کائنات کی تقدیر پر حکمراں ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ تجھے ارشاد ہوا ہے: يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ الفجر [89:27-28]
اے نفسِ مطمئن! واپس آ جا اپنے رب کی طرف، دریں حال کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔

بندہ عاجز خواب میں بھی یہ کلام گنگنانے لگا اور ساتھ ہی ساتھ اس خیال سے رو رہا تھا کہ کہاں میں اور کہاں یہ مقام، میں تو بہت گناہگار ہوں۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنے نیک بندوں کی صف میں لا کھڑا

کیا۔ اس خواب میں نظر آنے والا منظر، اس کا تقدس اور حاضرین کا نہایت مدہوش ہوکر ترنم سے کلام پڑھنا، آج تک مجھے یاد ہے۔ اس روحانی مشاہدہ اور تجربہ کو 2017ء کے مطابق قریباً پینتیس (35) برس بیت گئے ہیں۔ میں نے آج تک کسی بھی محفلِ ذکر اور محفلِ سماع میں ویسا ترنم، سُرلے کا تال میل اور نہایت سکون دہ تاثر نہ دیکھا اور نہ ہی محسوس کیا۔

مندرجہ بالا کلام علامہ اقبال کے مجموعۂ کلام 'بالِ جبریل' کے صفحہ نمبر 132 پر دیا گیا ہے۔ یہ ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے رُوحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے۔ یہ نظم دراصل اس مجموعۂ کلام پر دی گئی سابقہ 'نظم فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں' کا تتمہ ہے۔ دونوں نظموں میں عظمتِ انسانی اور مقصدِ حیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ موضوع کی مناسبت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اس نظم کا متن اور مفہوم بھی دے دیا جائے۔ روحانی تعلیم وتربیت کے لیے ایسا ضروری ہے۔

فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں

1. عطا ہوئی ہے تجھے روز وشب کی بیتابی — خبر نہیں کہ تو خاکی ہے یا کہ سیمابی
2. سنا ہے خاک سے تیری نمود ہے، لیکن — تیری سرشت میں ہے کوکبی و مہتابی
3. جمال اپنا اگر خواب میں بھی تو دیکھے — ہزار ہوش سے خوشتر تری شکر خوابی
4. گراں بہا ہے ترا گریۂ سحر آگاہی — اسی سے ہے ترے نخلِ کہن کی شادابی
5. تری نوا سے ہے بے پردہ زندگی کا ضمیر — کہ تیرے ساز کی فطرت نے کی ہے مضرابی

اس نظم میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں تصوراتی سطح پر فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ بیان کیا ہے۔ فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر بھیجے جانے کے مقصد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

1. اے آدمؑ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہر وقت بے تاب، بے چین اور بے قرار رہنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ ہمیں خبر نہیں کہ تو خاک سے پیدا ہوا ہے کہ پارے سے! مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جذبۂ عشق عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت بے تاب، بے قرار رہتا ہے اور اپنے محبوب کی تلاش میں مصروف رہتا ہے۔
2. سنا ہے کہ تجھے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے مگر تیری فطرت میں تاروں اور چاند کی سی چمک دمک دکھائی دیتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسان کا خاکی وجود (جسم) مٹی سے بنایا گیا ہے مگر اس کا روحانی وجود (روح) خاکی نہیں بلکہ نورانی ہے اور یہ تاروں اور چاند کی مانند بلندی (عروج) کی طرف مائل ہے۔
3. اگر تو خواب میں بھی اپنے جمال (حسن، خوبصورتی) کا مشاہدہ کر لے تو تجھے یہ میٹھی نیند عالمِ ہوش کی ہزار نعمتوں سے بہتر لگے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین تقویم (بہترین صورت/انداز) پر پیدا فرمایا۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ التین [95:4] ''بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت (انداز) پر پیدا فرمایا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو منبع حسن وجمال بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ حصولِ کمال کے لیے انسان کو عشق کی دولت عطا کی جس کی بدولت اس میں تحقیق وجستجو کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس کے تزکیۂ نفس اور مکارمِ اخلاق کے لیے دنیا میں انبیاء و

اولیاء کے ذریعے سلسلہ رُشد وہدایت قائم فرما دیا۔ اگر انسان نیند میں بھی اپنی عظمت سے آگاہ ہوجائے اور حسن و جمال دیکھ لےتو وہ اس نیند پر ہزاروں بیداریاں قربان کردے۔

4. اے انسان! تیرا صبح کے وقت، نہایت عاجزی سے اپنے مالک وخالق کی محبت میں اس کے سامنے سجدہ ریز ہونا اور گریہ زاری کرنا نہایت بیش بہا عمل ہے۔ اس عمل سے تیرے قلب وجگر اور روح کو ازلی سکون عطا ہوتا ہے۔

5. تجھے خدائے ذوالجلال والاکرام نے بے شمار جواہر اور کمالات عطا فرمائے ہیں اور تجھے کائنات کی ہر شے پر فضیلت وبرتری عطا فرمائی ہے۔ تو رازِ زندگی ہے اور رازِ کائنات ہے۔ تو اپنے آپ کو پہچان کر اس راز سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ تو دوسروں کو بھی اس سے آگاہ کرسکتا ہے۔

مسجدِ نبویؐ میں منعقد ہونے والے ابدالوں کے اجتماع سے متعلقہ خواب کے ذریعے بندہ عاجز کو تعلیم ملی کہ روحانی دنیا کے نظم ونسق میں اہم کردار ادا کرنے والے اولیاءعظام کو یہ مناصب دربارِ رسالت سے عطا ہوتے ہیں۔ کلامِ اقبال کے حوالہ سے بندہ عاجز کو عظمتِ انسانی اور مقصدِ حیات سے آگاہ کیا گیا۔ ساتھ ہی فکرِ اقبال سے آگاہی کا عندیہ بھی مل گیا۔

اس مشاہدہ کے بعد بھی کئی طرح کے مشاہدات وتجربات ہوئے۔ میں نے پرائیویٹ اُمیدوار کی حیثیت سے 1986ء کو رول نمبر 18394 کے تحت پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ سیرتِ طیبہ اور اقبالیات میں خصوصی دلچسپی کی وجہ سے ان مضامین کے مطالعہ کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں بھی بی اے میں داخلہ لے لیا۔ 1986ء کو وہاں سے رول نمبر 46321 کے تحت اقبالیات کا مضمون پاس کیا۔ میں تصوف کی اعلیٰ سطح پر تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یونیورسٹی کی سطح پر اقبالیات ہی ایسا مضمون ہے جس کے تحت تصوف کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے میں نے خصوصی باطنی تحریک پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں ایم فل اقبالیات میں داخلہ لے لیا۔ 2010ء میں اس امتحان میں کامیابی کے بعد، میں نے پی ایچ ڈی اقبالیات میں داخلہ لے لیا۔ اس مطالعہ کے دوران مجھے 1981ء میں نظر آنے والا خواب اور اس میں پڑھا جانے والا کلامِ اقبال یاد آیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ یونیورسٹی میں ایم فل/ پی ایچ ڈی کی سطح پر یہ سلسلۂ تعلیم دراصل میری روحانی تعلیم وتربیت کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس کا اشارہ 1981ء میں ہو گیا تھا۔ قدرتی طور پر مجھ پر اس تعلیم وتحقیق کے مقاصد آشکار ہورہے ہیں جن کی تکمیل کے لیے میں یہ تحریر لکھ رہا ہوں۔

ذاتِ باری تعالیٰ کا ہر انسان کے ساتھ نہایت خصوصی روحانی رشتہ اور تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ جو خوش بخت انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے اس روحانی تعلق اور محبت کے رشتے کو سمجھ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑ پڑتا ہے، قدرت اس کے لیے اپنی معرفت کے دروازے کھول دیتی ہے۔ اسے اپنا قرب اور رضا عطا فرماتی ہے اور اسے اپنی محبت سے نوازتی ہے۔ میرا یہ تحریر لکھنے کا مقصد ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اس رابطہ، تعلق اور نسبت کی ضرورت، اہمیت اور افادیت بیان کرنا، ذاتِ باری تعالیٰ، سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اپنے مرشد کریم، اساتذہ، والدین اور اقربا کی نوازشوں کا شکریہ ادا کرنا، علمِ تصوف کی حقانیت، ضرورت واہمیت بیان کرنا اور یارانِ نکتہ دان کو صدائے عام دینا ہے کہ وہ بھی اس راستے پر چل کر دیکھ لیں کہ سچ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مغربی علوم کے دلدادہ، سپر چوالزم کے معتقد، طبعی علوم کے مشاہداتی وتجرباتی طریقہ کار کے قائل اہلِ ذوق کے سامنے عصرِ حاضر کے علمی، مشاہداتی

اور تجرباتی اسلوب اور میزان کے مطابق اسلامی تصوف کی حقانیت واضح کروں اور انہیں دعوت دوں کہ وہ اس راستے پر چل کر اس کی حقانیت، ضرورت، اہمیت اور افادیت سے آگاہ ہوں۔ ذاتی روحانی مشاہدات وتجربات بیان کرنا، عصرِ حاضر کی ضرورت ہے۔ ایک سائنسدان جب کوئی نظریہ، اصول یا قانون وضع کرتا اور بیان کرتا ہے تو اسے موثر دلائل اور عملی تجربات سے ثابت بھی کرتا ہے۔ روحانی سائنس کو بھی اسی طرح ثابت کرنا چاہیے۔ ایسا ہر کوئی کر سکتا ہے۔ صرف عقائد صالحہ، اعمالِ صالحہ، یقین محکم اور اخلاص کے ساتھ مرشدِ کامل کی رہنمائی میں عملِ پیہم کی ضرورت ہے۔

عزیزانِ من! جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آج سے قریباً پینتیس (35) برس قبل، مجھے، میرے روحانی سفر کے آغاز میں، دربارِ رسالت میں کلام اقبال سننے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کلام کے مفہوم پر غور کرنے سے مقصدِ حیات واضح ہوا۔ ساتھ ہی سفرِ حیات کے تقاضے بھی متعین ہو گئے۔ اس خواب اور بشارت کی تعبیر میں میرا اعلیٰ سطح پر اقبالیات کی تعلیم حاصل کر کے اسلامی و عجمی تصوف میں امتیاز و فرق سے آگاہ ہونا بھی شامل تھا۔ ایم فل اقبالیات میں داخلہ سے قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تشریف فرما ہیں۔ وہ نہایت سنجیدہ تھے۔ ان کے سامنے میڈیا والے کھڑے تھے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ انہیں ڈانٹ رہے تھے کہ تم میڈیا پر بات بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہو۔ اس طرح لوگ ناحق پریشان ہوتے ہیں۔ جو بات جیسی ہو ویسی ہی بیان کیا کرو۔ میڈیا والوں کے بعد میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں اعلیٰ سطح پر اقبالیات کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس ضمن میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے کیونکہ گذشتہ برس بھی داخلہ کے لیے درخواست دی تھی مگر مجھے داخلہ ٹیسٹ کے لیے مدعو نہیں کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا، آپ کے افکار میں بہتری کی گنجائش ہے۔ داخلہ مل جائے گا۔ داخلہ ٹیسٹ میں 50% سے کچھ زیادہ مارکس ملیں گے۔ بندہ عاجز ان کی اس بشارت پر خوش ہو گیا کہ ان کی زیارت بھی ہو گئی، روحانی رابطہ بھی قائم ہو گیا اور ان کی سرپرستی بھی حاصل رہے گی۔

اس کے بعد میں نے رول نمبر 21471-9314 کے تحت GAT-General کا NTS ٹیسٹ دیا جس میں سو (100) میں سے اٹھاون (58) مارکس آئے۔ داخلہ کے لیے پچاس (50) مارکس درکار تھے۔ میں نے یونیورسٹی کے شیڈول کے مطابق ایم فل اقبالیات کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبۂ اقبالیات کو داخلہ فارم ارسال کر دیا۔ مجھے انٹرویو کے لیے کوئی کال یا لیٹر موصول نہ ہوا۔ ایک دن میں نے شعبہ اقبالات میں فون پر انچارج شعبہ جناب پروفیسر ڈاکٹر شاہد اقبال کامران سے رابطہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اُمیدواروں کی فہرست میں آپ کا نام شامل نہیں ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے مجھے کہا کہ کچھ دیر بعد رابطہ کریں۔ میں نے کچھ دیر بعد رابطہ قائم کیا تو انہوں نے فرمایا، آپ کا نام اُمیدواروں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے۔ فلاں دن، فلاں وقت انٹرویو اور ٹیسٹ کے لیے آ جائیں۔ مقررہ تاریخ کو انٹرویو اور ٹیسٹ ہوئے۔ شعبہ جاتی داخلہ ٹیسٹ میں قریباً 50% مارکس آئے۔ اس طرح بفضلِ تعالیٰ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی مدد سے اقبالیات میں داخلہ مل گیا۔ ان کی قریباً 50% مارکس والی اور داخلہ کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔

الحمدللہ علیٰ ذالِکَ

ایم فل/ پی ایچ ڈی اقبالیات میں داخلہ کے بعد سلسلۂ تعلیم شروع ہو گیا۔ اس دوران بھی کئی طرح کی مشکلات کا

سامنا کرنا پڑا۔ساتھ ہی مدد بھی ہوتی رہی۔

اقبالیات کی تعلیم کے دوران کافی زیادہ کورس ورک کرنا پڑا۔مشقیں(Assignments) حل کرنا پڑیں۔ ہرسمسٹر میں دوبار پندرہ، پندرہ روز کے لیے یونیورسٹی ہاسٹل میں قیام کرنا پڑا۔ اس سے میرا پرائیویٹ ادارہ''چشتیہ کالج اینڈ اکیڈمی'' بہت متاثر ہوا۔آمدن واخراجات کا توازن بگڑ گیا۔ بلکہ قرض لے کر گھر کا خرچ چلانا پڑا۔

ایک دن مراقبہ میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت آپ کی 'اقبالیات' کی تعلیم کے دوران بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔انہوں نے فرمایا،فکر نہ کرو سب مسائل حل ہو جائیں گے۔ساتھ ہی یہ بشارت دی کہ تعلیم میں کارکردگی اچھی رہے گی۔شعبۂ اقبالیات آپ کی علمی کوشش کو پسند کرے گا۔انعام بھی ملے گا۔

اس بشارت کے بعد کئی طرح کی مشکلات پیش آئیں۔ایک مرحلہ پر مجھے یقین ہوگیا کہ میں ایم فل اقبالیات کی تعلیم مکمل نہ کرسکوں گا۔ میں نے اقبالیات کی تعلیم ترک کر کے ایم فل/ پی ایچ ڈی ایجوکیشن کا مصمم ارادہ کرلیا۔ پریسٹن یونیورسٹی لاہور کیمپس سے پراسپیکٹس خرید لی اور داخلہ فارم پر کرلیا۔ ساتھ ہی یہ سوچنے لگا کہ ماضی کی سب بشارتیں درست ثابت نہ ہوئیں۔اس دوران پھر غیبی مدد ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے مجھے پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور(پی ایچ ڈی اردو) سے ملا دیا۔انہوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔عصرِ حاضر میں ان جیسے باکمال لوگ نظر نہیں آتے۔انہوں نے علمی، ادبی، روحانی لحاظ سے میری بھر پور مدد کی۔میری راہ میں حائل تمام رکاوٹیں دور ہوگئیں اور کورس ورک مکمل ہوگیا۔کورس ورک کی کامیابی سے تکمیل کے بعد تحقیقی مقالہ لکھنے کا مرحلہ آ گیا۔ مجھے'' پیامِ مشرق کی اُردو شروح وتراجم کا تحقیقی جائزہ'' کے عنوان پر تحقیق کی اجازت ملی۔میرے استادِ محترم پروفیسر ڈاکٹر شاہد اقبال کامران نے زیرِ تحقیق موضوع کی نوعیت اور بندۂ عاجز کے مزاج کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درویش مزاج، عارفِ حق' قبلہ پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور کو نگرانِ تحقیق مقرر فرمایا۔ڈاکٹر صاحب اردو وفارسی زبان وادب پر کمال عبور رکھتے ہیں۔انہوں نے نہایت محبت،شفقت، جانفشانی اور صبر وتحمل کے ساتھ بندۂ عاجز کی رہنمائی فرمائی۔ وہ کبھی کبھار ڈانٹ بھی دیتے تھے۔اس عمر میں ڈانٹ پڑتی تو خوب مزہ آتا تھا۔ انہوں نے بندۂ عاجز میں تحقیقی وتنقیدی شعور بیدار کرنے میں بھر پور کردار ادا کیا۔ وہ میری تحریر لفظ بہ لفظ پڑھتے تھے۔انہوں نے چند ایک بار تو میرا لکھا ہوا مسودہ بالکل رد کر دیا اور نئے سرے سے لکھنے کو کہا۔تب ان کی باتیں گراں گزرتی تھیں مگر بعد میں تحقیق مکمل ہونے پر اور قریباً 800 صفحات پر مشتمل مقالہ کی تکمیل پر ان کی تنقید کے ماحاصل پر اطمینانِ خاطر ہوا۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔(آمین)

بفضلِ تعالیٰ، بفیضانِ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ایم فل اقبالیات کی سطح پر لکھے گئے اس مقالہ کو بہت پسند کیا گیا اور سراہا گیا۔مشہور اقبال شناس، محقق اور نقاد پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے سہ ماہی مجلہ اقبال میں (جلد ٦٣، شمارہ ا۔ ۴،اشاعت جنوری تا دسمبر ٢٠١٦،صفحات ٢٤٥ تا ٢٤٦ پر)اس مقالہ پر تبصرہ وجائزہ پیش کرتے ہوئے بطور حاصل تحقیق لکھا:

> ''ایم فل سطح کا یہ مقالہ نہایت محنت اور کوشش سے لکھا گیا ہے۔اتنی باریک بینی اور دقتِ نظر سے کم ہی طالب علم کام لیتے ہیں۔اس مقالے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری دے دینا بھی روا تھا''

یونیورسٹی کی سطح پر اعلیٰ تعلیم کے دوران بعض بہت دلچسپ اور سبق آموز معاملات پیش آئے۔ان امور سے ہمارے

تعلیمی نظام میں موجود کمزوریاں سمجھنے میں مدد ملی۔

1۔ ایک دن لیکچر کے دوران دو تین مساجد میں بیک وقت اذان شروع ہوگئی تو ہمارے ایک استاد سخت برہم ہوئے کہ ایک ہی اذان کافی تھی۔ یہ مولوی بھی بہت تنگ کرتے ہیں۔ وہی استاد صاحب ایک دن مجھے مخاطب ہوکر کہنے لگے مولوی صاحب! آپ نے داڑھی کیوں رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا، جناب آپ میری داڑھی رکھنے پر پریشان ہو رہے ہیں۔ پریشان آپ کو اس بات پر ہونا چاہیے کہ آپ نے سنت کے مطابق داڑھی کیوں نہیں رکھی۔ انہوں نے پھر اپنا غصہ یوں نکالا کہ مجھے کہنے لگے مولوی صاحب اللہ تعالیٰ اگر دنیا میں آپ کو کوئی جانور بنا کر بھیجتا تو آپ کس جانور کی شکل میں دنیا میں آنا پسند کرتے؟ میں نے کہا، جناب! میں تو مجاہد کی سواری کے لیے گھوڑا بننا پسند کرتا۔ آپ کیا پسند فرماتے؟ انہوں نے فرمایا، میں تو ہاتھی بننا پسند کرتا۔ پھر کچھ ویسی آوازیں نکالیں اور ویسے چل کر دکھانے کی کوشش بھی کی۔

2۔ ایک ڈاکٹر صاحب دورانِ لیکچر اذان ہونے پر فرمانے لگے۔ بھئی علم حاصل کرنا بھی عبادت ہے۔ آپ تعلیم جاری رکھیں۔ آپ کی نمازوں کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ اس پر ہم سب کلاس فیلوز کو بہت حیرت ہوئی۔ میرے ہم جماعت سعید صاحب نے کہا ایسا ذمہ آج تک کسی نے نہیں لیا۔ آپ کی اس بات پر حیرت ہے۔ اگلے سمیسٹر میں ڈاکٹر صاحب کے افکار میں کافی تبدیلی نظر آئی۔ اذان ہونے پر انہوں نے فرمایا، بھئی جس نے نماز ادا کرنی ہے اسے مسجد جانے کی اجازت ہے۔ میں کسی کو نماز سے نہیں روکتا۔ اس پر میں نے عرض کیا، سر! آپ کے خیالات میں کافی تبدیلی آگئی ہے۔

3۔ میں نے اپنے استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر اکرم (پی ایچ ڈی اقبالیات) سے سوال کیا، ڈاکٹر صاحب آپ نے اقبالیات میں پی ایچ ڈی کی ہے۔ آپ بہت سے ڈاکٹر حضرات اور اقبال شناس شخصیات کو قریب سے جانتے ہیں۔ کیا آپ کو کبھی کوئی اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح پیروکار یا اقبال جیسا کوئی نظر آیا؟ انہوں نے فرمایا، ''نہیں، بالکل نہیں''۔ میں نے عرض کیا، دیگر روحانی سلاسل میں کوئی نہ کوئی ایسا نظر آجاتا ہے جو حقیقی طور پر اپنے مرشد اور رہنما کی پیروی کرتا ہے اور وہ صورت وسیرت میں بالکل اپنے شیخ جیسا نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال نے خودی کا تصور پیش کیا اور فرمایا کہ اس کی تکمیل پر انسان، مردِ کامل بن جاتا ہے۔ پھر ان کے چاہنے والوں، بلکہ ان کے افکار پر پی ایچ ڈی کرنے والے اور قابلِ قدر تحقیقی وتنقیدی کتابیں لکھنے والے حضرات میں کوئی بھی مخلص پیروکار کیوں نہ بن سکا؟ قصور کس کا ہے؟ اقبال کا یا ان کے چاہنے والوں کا؟ انہوں نے فرمایا، ان کے چاہنے والوں کا، ان کو پڑھنے اور چاہنے والے بہت ہیں مگر کوئی بھی خلوص دل سے ان کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا۔

4۔ دورانِ تعلیم بعض اساتذہ مجھے دینی علما اور صوفیہ کا نمائندہ خیال کرتے ہوئے ان سے اپنے اختلافات کا مجھ سے ذکر کرتے، مجھ سے اس ضمن میں جواب طلبی کرتے اور بے جا تنقید کا نشانہ بناتے۔ ان کے اس طرزِ عمل پر مجھے بہت زیادہ حیرت ہوتی کہ نہایت اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ افراد بغیر کسی تحقیق کے بے جا شخصی اعتراضات کر رہے ہیں۔ ان کے اس ناگوار رویہ پر بعض اوقات بہت زیادہ ذہنی کوفت ہوتی تھی۔ ایک بار میں نے اپنے استاد پروفیسر

ڈاکٹر قمر اقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات) سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے صبر کی تلقین فرمائی اور نہایت اچھے الفاظ اور احسن انداز سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ ایک دن ایک استاد صاحب نے کچھ شخصی اعتراضات فرمائے تو میرے ہم جماعت رفقا مزاحم ہوئے۔ میرے کلاس فیلو وقاص نے کہا، سر آج انجم صاحب کچھ دیر میرے پاس بیٹھے۔ میں نے ان سے دیرینہ سردرد کا ذکر کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سردرد ختم ہو گیا۔ میرے کلاس فیلو ندیم نے کہا، سر کل میں نے ان کے کہنے پر انہیں کینٹین سے دودھ لا کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنے کمرے میں جا کر لیٹنے لگا تو اچانک روشنی ہو گئی اور مجھے نورانی حروف سے لکھا ہوا اسمِ ذات (اللہ تعالیٰ کا مبارک نام) نظر آیا۔ یہ خوشبو لگاتے ہیں۔ مجھے اکثر چلتے پھرتے اپنے اردگرد سے وہ خوشبو آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ باتیں تسلیم نہ فرمائیں۔ فرمانے لگے یہ سب فکری ونظری التباسات ہیں۔ میں نے عرض کیا، ڈاکٹر صاحب یہ فکری ونظری التباسات نہیں بلکہ روحانی واردات اور معاملات ہیں۔ حقیقت کا ادراک کتابوں سے نہیں بلکہ دل سے ہوتا ہے۔ آپ چند روز مجھے خدمت کا موقع دیں، مگر وہ انکار پر مُصر رہے۔

5۔ ڈاکٹر پروفیسر نذیر صاحب (پی ایچ ڈی اُردو) اپنے افکار سے مطمئن نظر نہ آئے۔ وہ کسی مردِ حق اور مردِ کامل کی تلاش میں تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا، ڈاکٹر صاحب میں روحانیت کا ادنیٰ ترین سٹوڈنٹ ہوں۔ کسی مردِ کامل کی بیعت کرنے سے قبل چند روز مجھے بھی خدمت کا موقع دے دیجئے گا۔ اگر آپ کو مقصود حاصل نہ ہو تو پھر آپ کی مرضی، جہاں چاہیں بیعت ہو جائیں۔ میرا مقصد آپ کو بیعت کرنا نہیں ہے بلکہ آپ میرے استادِ محترم ہیں، اس لیے آپ کا قیمتی وقت بچانا چاہتا ہوں۔ سابقہ تجربات اور اپنے مرشدِ کامل کی وجہ سے میں پر اعتماد تھا اور مجھے فیض رسانی کا یقین تھا۔

6۔ یونیورسٹی ہاسٹل میں قیام کے دوران ایک دن صبح کے وظائف پڑھنے کے بعد میں نے قریباً نیم بیداری کی حالت میں دیکھا کہ ایک بزرگ جن کے چہرے کا رنگ ہلکا سانولہ ہے، مجھ سے مخاطب ہیں۔ انہوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا، میں محمد علی شاہ ہوں۔ گوہر صاحب میرے خلیفہ ہیں۔ آپ ان کے خلیفہ ہیں۔ آپ یونیورسٹی میں حصولِ تعلیم کے لیے آئے ہوئے ہیں اور اس لیے آپ میرے سالانہ عرس پر نہیں آسکے۔ میں خود آپ سے ملنے آ گیا ہوں۔ میں ان کی تشریف آوری پر بہت خوش ہوا۔ ان کی محبت اور نوازش کے لیے ان کا شکر گزار ہوا۔ اس کے بعد وہ تشریف لے گئے۔ مجھے آج تک ان کا نظر آنے والا چہرہ اچھی طرح یاد ہے۔ یہ مشاہدہ حالتِ بیداری میں ہوا تھا۔ دورانِ مشاہدہ اور مشاہدہ کے بعد بہت زیادہ روحانی کیف وسرور محسوس ہوا۔ ہوش میں آنے پر میں نے فوراً اپنے محترم استاد جناب پروفیسر گوہر عبدالغفار چشتی صابری قدس سرہٗ العزیز کو فون کیا۔ انہیں اپنے مشاہدہ سے آگاہ کیا اور حضرت قبلہ محمد علی شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ بیان کیا۔ انہوں نے میرے مشاہدہ کی تصدیق کی۔ بعد میں فیصل آباد آ کر حضرت قبلہ محمد علی شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر دیکھی تو مزید تصدیق ہو گئی۔ یقیناً یہ انہی کی تصویر تھی اور مجھے انہی کی زیارت ہوئی تھی۔ سر گوہر عبدالغفار صاحب ایم اے ایجوکیشن میں، میرے استاد ہیں۔ آپ یونیورسٹی آف ایجوکیشن میں پڑھاتے رہے ہیں۔ اس دوران آپ نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

کے ٹیوٹر کی حیثیت سے ایم اے ایجوکیشن میں بندہ عاجز کی رہنمائی فرمائی تھی۔تعلیم کی تکمیل کے بعد بندہ کا ان سے رابطہ رہا۔اس دوران بندہ عاجز کو سرکار میاں بھیک رحمۃ اللہ علیہ کی حالتِ بیداری میں زیارت ہوئی۔آپ نے مجھے جائے نماز، کنگھی اور شیشہ عطا فرمایا۔ساتھ ہی فرمایا کہ گوہرعبدالغفار فقیر اہلسنت ہیں۔آپ کو ان کے توسط سے چشتی صابری سلسلے کا خوب فیض ہوگا۔اس کے بعد بندہ عاجز کو ان سے خوب فیض ہوا۔ایک دن سرگوہرعبدالغفار صاحب نے فرمایا، مجھے باطنی طور پر حکم ہوا ہے کہ آپ کو خلافت دے دی جائے۔اس طرح بندہ عاجز کو مرشدِ کامل کے فیض کی بدولت چشتی صابری سلسلہ کی خلافت عطا ہوئی۔

عزیزانِ من! جس طرح سیاسی دنیا میں حکومت و نیابت کے اصول وضوابط مقرر ہیں اسی طرح روحانی دنیا میں بھی کچھ اصول وضوابط مقرر ہیں جن کے مطابق اولیاء کو مدارج ومقامات عطا ہوتے ہیں اور تکوینی وتلوینی امور سرانجام دینے کے لیے تقرریاں کی جاتی ہیں۔روحانی دنیا میں بیعت وخلافت اور جانشینی کے واضح اصول ہیں جن کی اولیائے عزام اور صوفیائے عظام پابندی فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے خلافت وجانشینی سے متعلقہ ایک مسئلہ کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے:

''......خلافت حضرات اولیائے کرام نَفَعَنَا اللہُ بِبَرَکَاتِھِمۡ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ (اللہ تعالیٰ اُن کی برکات سے ہمیں دنیا اور آخرت میں نفع دے) دوطرح ہے عامہ اور خاصہ۔عامہ یہ کہ مرشد مربی (تربیت دینے والا) اپنے مریدین اقارب اور اجانب سے جس جس کو صالح ارشاد و لائق تربیت سمجھے اپنا خلیفہ و نائب کرے اور اُسے اخذ بیعت وتلقین اذکار واشغال واوراد واعمال وتربیت طالبین وہدایت مسترشدین کے لیے مثال خلافت کرامت فرمائے۔یہ معنے صرف منصب دینی ہے اور اس میں تعدد خلفا بیحد وانتہا جائز وواقع حضور سید العلمیں مرشد الکل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ کرام بایں معنے حضور کے خلفا تھے اور اسی خلافت کو وراثت انبیاء سے تعبیر کیا گیا ہے اور بایں معنے علمائے دین و مشائخ کاملین اہل شریعت وطریقت تابقیامِ قیامت سب حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کے نواب خلفا ہیں اور یہ خلافت حیات مستخلف (جس کا خلیفہ ہو) سے مجتمع ہوتی ہے کما لا یخفٰی اور خاصہ یہ کہ اس مرشد مربی کے بعد وصال یہ شخص اس کی مسند خاص پر جس پر اس کی زندگی میں سوا اُس کے دوسرا نہ بیٹھ سکتا جلوس کرے اور تمام نظم ونسق ورتق وفتق و جمع وتقسیم وعزل ونصب خدام وتقدیم وتاخیر مصالح وتولیت اوقاف درگاہی وقوامت مصارف خانقاہی میں اُس کے جگہ قائم ہو یہ معنے بھی ہر چند باطن ان کا دین ہے مگر روئے ظاہر بسوئے دنیا رکھتے ہیں

کما قال سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ فی خلافۃ سیّدنا الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا۔

جیسے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کی خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو بس ہم اس کو اپنی دنیا کے لیے کیوں پسند نہ کریں۔(ناشر)

یہ خلافت خلافت وامامت کبریٰ سے بہت مشابہ ولہٰذا حیات مستخلف سے مجتمع نہیں ہوتی۔اسی کو سجادہ نشینی کہتے ہیں۔(266)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق مرشد الکل حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد دنیوی امور میں رہنمائی کے لیے خلفائے راشدین کو خلافتِ خاصہ حاصل ہوئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کوخلافتِ عامہ حاصل ہوئی۔ ان کے بعد علمائے دین ومشائخ کاملین اہلِ شریعت وطریقت تابقیامِ قیامت سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفا ہیں جوخلافتِ عام رکھتے ہیں۔ اس طرح کوئی شیخِ طریقت اپنے خلفاء میں سے کسی کو اپنی جگہ پر خصوصی نمائندگی ونیابت کے لیے مقرر کردے تو اس شخص کوخلافتِ خاصہ حاصل ہوئی۔ اسی کو سجادہ نشینی کہتے ہیں۔

اس مسئلہ کے جواب میں اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں کہ ہندوپاک میں **رائج مشائخ کی خلافت سات قسموں پر** ہے۔ پہلی قسم اصالتہً ہے۔ دوسری اجازتاً' تیسری اجماعاً' چوتھی وراثتہً' پانچویں حکماً' چھٹی تکلیفاً اور ساتویں اویسیاً ہے۔ اصالتاً یہ کہ کوئی بزرگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی شخص کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کردے۔ جانشین ہونے کے لیے خلیفہ ہونا ضروری ہے۔ اجازتاً یہ کوئی شیخ کسی مرید کوخواہ وہ وارث ہو یا بیگانہ کام کے لائق دیکھ کر اپنی رضا و رغبت سے اپنا خلیفہ مقرر کردے۔ اجماعاً یہ کہ شیخ اس عالم سے انتقال کرجائے اور کسی کوخلیفہ نہ بنائے۔ قوم اور قبیلہ شیخ کے وارث یا کسی مرید کو شیخ کا خلیفہ یعنی جانشین تجویز کرلیں۔ لیکن یہ خلافت مشائخ کے نزدیک جائز نہیں۔ چونکہ جانشین ہونے کے لیے خلیفہ مقرر ہونا ضروری ہے۔ جب شیخ نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا تو بعد میں لوگ کسی کو اس کا جانشین بھی نہیں مقرر کرسکتے۔ اس قسم کوافترائی خلافت کہتے ہیں۔

وراثتہً یہ کہ کوئی شیخ اس جہاں سے انتقال کرجائے اور اپنی جگہ خلیفہ نہ چھوڑے۔ کوئی اس بزرگ کا وارث جو کہ اس امرِ خلافت کا اہل ہو وہ اس کی جگہ بیٹھ جائے اور اپنے آپ کوخلیفہ بنائے۔ اس قسم کی جانشینی کوبھی مشائخ نے جائز و منظور قرار نہیں دیا۔

اویسیاً یہ کہ شیخ باطن میں کسی کوخلیفہ مقرر کردیں تو جائز ہے کیونکہ صوفیہ کے نزدیک ارواح کا حکم جائز ہے جیسا کہ سلسلہ اویسیہ میں بھی رائج ہے۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ باطنی طور پر ہی حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مقرر ہوئے تھے۔ لیکن اس طرح کا دعویٰ اہلیت کی بناء پر یا اہلِ باطن حضرات سے اس کی تصدیق پر ہی تسلیم کیا جائے گا۔(267)

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مختلف اقسام کی خلافت کے ضمن میں کتب فقہ وتصوف سے کئی حوالہ جات دیئے ہیں۔ ان کی مندرجہ بالا بیان کردہ اقسام خلافت کے پیش نظر باطنی خلافت بھی بعد از تصدیق روا اور جائز ہے۔

بندہ عاجز کو اپنے مرشد کریم حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری قدس سرہٗ سے 2007ء میں پہلے باطنی طور پر خلافت عطا ہوئی تھی۔ بعد میں قریباً ایک سال بعد 4 مئی 2008ء کو آپ نے ظاہری طور پر خلافت عطا فرمائی۔ چشتی صابری سلسلہ سے بھی اسی طرح ہی مرشد کریم کے فیض سے پہلے باطنی طور پر اور بعد میں ظاہری طور پر خلافت عطا ہوئی۔ صحیح خلافت کی تصدیق باطنی طور پر بھی ہوتی ہے اور ظاہری طور پر بھی۔ باطنی خلافت کا حکم دربارِ رسالت سے ہوتا ہے۔ بعد میں مشائخ اس حکم کی تعمیل میں مقرر کردہ فرد کو ظاہری طور پر بھی خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔ ایسی خلافت جس کی دربارِ رسالت سے تصدیق نہ ہو کوئی حیثیت اور قدر و قیمت نہیں رکھتی۔ انسان کو جب دربارِ رسالت سے قبولیت کا شرف حاصل ہوجاتا ہے تو وہ شیخ کریم اور دیگر تمام مشائخ اور اولیاء کا بھی منظورِ نظر ہوجاتا ہے۔ انسان کو جو

بھی فیض ہو اور جہاں سے بھی ہو مرشد کے توسل اور نگاہِ عنایت سے ہی ہوتا ہے۔ تمام اولیاء نہایت فراخدل اور سخی ہوتے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلِکَ۔

7۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ہاسٹل میں قیام کے دوران ایک دن اچانک مجھے ایک حیرت انگیز روحانی تجربہ و مشاہدہ ہوا۔ فیصل آباد میں، بندہ عاجز اپنے گھر کے صحن میں مخصوص جگہ پر بیٹھ کر روزانہ ذکر وفکر کیا کرتا تھا۔ اچانک میرا روحانی ادراک کام کرنے لگا۔ وہ جگہ مجھے یاد کر رہی تھی، کہہ رہی تھی کہ آپ سے جدا ہوئے بہت دن ہو گئے۔ کب واپس آئیں گے؟ ذکر وفکر کی وجہ سے جو سکون حاصل تھا اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط۔ بندہ عاجز نے یہ روحانی معاملہ خودستائی کے جذبہ کے تحت نہیں بلکہ وارداتِ روحانی کی اہمیت واضح کرنے کے لیے اور مادہ پرستی کے اس دور میں روحانیت کی ضرورت واہمیت اور اس کی حقانیت کی طرف توجہ دلانے کے لیے تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد وحساب ہے۔ وہ جب چاہے، جس پر چاہے، اپنے فضل وکرم سے حقائق منکشف فرما دے۔ قرآن وحدیث سے بھی اس مشاہدہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے، اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے توسل سے کسی سالک کو روحانی استعداد عطا فرماتا ہے تو وہ سالک روحوں کی آوازوں، فرشتوں کی آوازوں اور دیگر مغیبات کو سنتا ہے اور ان کی صورتوں کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ سالک کو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی رابطہ اور بعض صورتوں میں گفتگو کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے دوسرے بزرگوں کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو کے متعلق بہت سی کتابوں میں ذکر ملتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس نوعیت کے سوال وجواب کو باقاعدہ نقل فرمایا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر کرتے ہیں خطاب آخر، اُٹھتے ہیں حجاب آخر

احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا سوز وتب وتاب اول، سوز وتب وتاب آخر (268)

ضروری وضاحت کے بعد بندہ دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتا ہے۔ جب بندہ عاجز کو اپنی جائے ذکر وفکر کی بے چینی کا ادراک ہوا تو یہ خود بے چین ہو گیا۔ فیصل آباد اپنے گھر پہنچا تو دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی اپنی اہلیہ سے اُس جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہاں جائے نماز بچھائیں۔ دو نوافل ادا کرلوں۔ وہاں نوافل ادا کرتے ہی سکون حاصل ہو گیا؛ اس جگہ کو بھی اور مجھے بھی۔ الحمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

پاکستان میں 1988ء تا 1999ء کے آخر تک سیاسی عدم استحکام رہا۔ اس دوران چار بار حکومت تبدیل ہوئی۔ 2 دسمبر 1988ء تا 6 اگست 1990ء تک پیپلز پارٹی کی حکومت رہی اور بے نظیر بھٹو وزیراعظم رہیں۔ ان کی حکومت ختم کر دی گئی دوبارہ انتخابات ہوئے جس میں مسلم لیگ کو اکثریت حاصل ہوئی۔ 6 نومبر 1990ء تا 18 جولائی 1993ء تک مسلم لیگ کی حکومت رہی اور نواز شریف وزیراعظم رہے۔ نواز شریف کی حکومت ختم ہونے پر دوبارہ پیپلز پارٹی نے

انتخابات میں اکثریت حاصل کی اور حکومت بنائی۔ 19 اکتوبر 1993ء تا 5 نومبر 1996ء تک بےنظیر بھٹو پاکستان کی وزیراعظم رہیں۔ دوبارہ ان کی حکومت برخواست کردی گئی اور نئے انتخابات کے نتیجہ میں مسلم لیگ کی حکومت قائم ہو گئی۔ 17 فروری 1997ء تا 12 اکتوبر 1999ء تک نواز شریف وزیراعظم رہے۔ ان چاروں حکومتوں کی تبدیلی سے قبل بندہ عاجز کو روحانی طور پر ان کی تبدیلی سے آگاہی ملتی رہی۔ پہلی بار بےنظیر بھٹو کی حکومت کے قیام سے قبل مجھے دکھایا گیا کہ ایک جگہ اولیاء اللہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اس اجلاس میں قریباً بیس پچیس کے قریب اولیاء کرام تشریف فرما تھے۔ سب نے متفقہ فیصلہ کے بعد بےنظیر بھٹو کو وزارت کا قلمدان سونپ دیا۔ بعد میں انتخابات میں پیپلز پارٹی کو نمایاں اکثریت حاصل ہوئی اور بےنظیر بھٹو وزیراعظم بن گئیں۔ میں نے اولیاء کرام کے اس فیصلے کا نہایت قریبی احباب سے ذکر کردیا تھا۔ بعد میں یہ بات درست ثابت ہوئی۔ خلوت نشینی کی وجہ سے، تصنیف وتالیف کے کاموں اور تعلیم وتدریس کی مصروفیات کی وجہ سے میرا حلقہ احباب اس قدر وسیع نہیں رہا۔ زندگی بھر صرف چند ایک احباب سے قریبی تعلق رہا ہے۔ میں ان سے اپنے مشاہدات اور روحانی واردات ومعاملات کا ذکر کرتا رہتا تھا تاکہ اس طرح سب کے ایمان و ایقان میں ترقی ہوتی رہے۔ میرے احباب بھی اس طرح کی روحانی خبروں کے منتظر رہتے تھے۔ وہ میری کہی ہوئی باتیں یاد رکھتے تھے اور وقت آنے پر ان پر تبصرہ کرتے اور رائے دیتے تھے۔ وہ سب خواتین وحضرات، الحمدللہ تادمِ تحریر زندہ ہیں اور میرے مندرجات کی صداقت کے گواہ ہیں۔

1993ء کو ایک دن دورانِ مراقبہ خبر ملی کے پنجاب کی ایک اعلیٰ سیاسی شخصیت قتل ہوجائے گی۔ مجھے اس شخصیت کا نام نہیں بتایا گیا تھا۔ تاہم، یہ خبر درست نکلی۔ 29 ستمبر 1993ء کو صوبہ پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ غلام حیدر وائیں کو قتل کر دیا گیا۔ غلام حیدر وائیں 8 نومبر 1990ء تا 25 اپریل 1993ء کے عرصہ میں پنجاب کے وزیراعلیٰ رہے تھے۔ نواز شریف کی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی ان کی صوبائی حکومت بھی ختم ہوگئی تھی۔ 1993ء میں انتخابی مہم کے دوران انہیں ختم کردیا گیا تھا۔ نہایت شریف انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور ہماری مغفرت فرمائے۔ (آمین)

پرویز مشرف کے مارشل لاء کے دورِآغاز میں، میرے ماموں طارق جاوید نے ایک دن مجھ سے پوچھا، مشرف کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا، انجام خدا جانے، میں تو اتنا ہی جانتا ہوں جتنا مجھے علم عطا ہوا ہے۔ مجھے تو یہ دکھایا گیا ہے کہ اس کا ٹرائل ہوگا۔ پرویز مشرف نے پاکستان پر 1999ء تا 2008ء تک حکومت کی۔ 18 اگست 2008ء کو صدارت سے استعفیٰ دیا۔ 2008ء تا 2013ء تک پیپلز پارٹی کی حکومت رہی۔ آج کل (2017-2013ء میں) سابق صدر پرویز مشرف کا ٹرائل ہو رہا ہے۔ یہ روحانی معاملہ مجھے 1999ء میں دکھایا گیا تھا جس کی تعبیر اب سامنے آرہی ہے۔

7 فروری 1997ء تا 12 اکتوبر 1999ء کے عرصہ میں، نواز شریف کے دورِ حکومت میں لوگ پاکستان میں قریباً دس برس کے سیاسی عدم استحکام سے تنگ آچکے تھے۔ اس دوران مجھے خبر ملی کہ پاکستان میں اچانک مارشل لاء لگ جائے گا۔ میں نے احباب کو خبر دے دی کہ اب فوج والے آرہے ہیں۔ خبر درست نکلی، 12 اکتوبر 1999ء کو آرمی نے چارج سنبھال لیا۔ نواز شریف کو سعودی عرب جلاوطن کردیا گیا۔ بےنظیر بھٹو بھی 1999ء کو دبئی چلی گئیں۔

نواز شریف، شہباز شریف اور بےنظیر بھٹو 2007ء تک جلاوطن رہے۔ ان کی جلاوطنی کو قریباً 8/9 برس بیت گئے

تھے۔ ایک دن مراقبہ میں خبر ملی کہ ان کی جلاوطنی کا دور ختم ہوا۔ اب یہ واپس وطن آ جائیں گے۔ مشرف کے فوجی دورِ حکومت میں بظاہر ایسا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ سیاسی آثار وقرائن سے بھی ایسا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ اس خبر کے چند ماہ بعد سیاسی سطح پر جوڑ توڑ ہوئی اور ان کی وطن واپسی ممکن ہوگئی۔ شریف برادران اور بےنظیر بھٹو 2007ء کو وطن واپس آ گئے۔ بےنظیر بھٹو 18 اکتوبر 2007ء کو پاکستان آئیں تھی۔ ان دنوں مجھے واضح طور پر دکھایا گیا کہ بےنظیر بھٹو ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھی ہوئی ہیں اور انہیں وزیر اعظم بنا دیا گیا ہے۔ میں نے انتخابات سے قبل ہی اعلان کر دیا کہ آئندہ حکومت پیپلز پارٹی کی ہوگی اور بےنظیر بھٹو وزیر اعظم ہوں گی۔

27 دسمبر 2007ء کو اچانک خبر ملی کہ راولپنڈی کے ایک جلسہ گاہ میں بےنظیر بھٹو کو قتل کر دیا گیا۔ میں بہت حیران ہوا کہ یہ کیسے اور کیوں کر ہوا۔ مجھے تو خبر ملی تھی کہ بےنظیر بھٹو وزیر اعظم بنیں گی۔ پہلے تو کبھی بھی خبر غلط نہیں نکلی۔ یہ کیا ہوا؟ میں نے دوبارہ مراقبہ ملا۔ آواز آئی غور سے سارا منظر دوبارہ دیکھیں۔ آپ کو جو دکھایا گیا تھا وہ درست تھا۔ آپ کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ آپ کو دکھایا گیا تھا کہ بےنظیر بھٹو ایک خالی کمرے میں کرسی پر بیٹھی ہیں اور وزارتِ عظمٰی کا قلمدان اُن کے پاس ہے۔ خالی کمرہ سے مراد قبر ہے۔ آپ کو یہ دکھایا گیا تھا کہ بےنظیر بھٹو دنیا سے کوچ کر جائیں گی۔ ان کی پارٹی کی حکومت قائم ہوگی اور وزارتِ عظمٰی پارٹی کے نمائندہ کو ملے گی۔ میں نے اپنے روحانی رفقاء اور احباب سے معاملہ کی وضاحت کر دی اور بتایا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہوگی اور وزیر اعظم پیپلز پارٹی کا ہوگا (ان شاءاللہ)۔ بعد میں یہ خبر درست نکلی۔

موجودہ حکومت کے قیام اور انتخابات سے قبل مجھے دکھایا گیا کہ مسلم لیگ کو حکومت ملے گی۔ الحمدللہ، ایسے ہی ہوا۔

پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت (2008ء تا 2013ء) کے دوران پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار مرزا نے حلفیہ بیان دے کر کئی وطن دشمن عناصر کی نشاندہی کی۔ ان دنوں میں اکثر دیکھتا تھا کہ ذوالفقار مرزا کی کوٹھی میں گھوم پھر رہا ہوں اور ان کی کوٹھی میں، ایک بڑے کمرے میں سیاسی رہنما گفت وشنید میں مصروف ہیں۔

14 اگست 2014ء کو تحریکِ انصاف کے چیئرمین عمران خان نے گزشتہ انتخابات میں ہونے والی مبینہ دھاندلی کے خلاف لاہور سے احتجاجی تحریک شروع کی اور احتجاجی جلوس لے کر اسلام آباد پہنچے۔ اس دوران پاکستان عوامی تحریک نے بھی نواز شریف کی حکومت کے خلاف اسلام آباد میں دھرنا دیا۔ اُن دنوں ملکی حالات نہایت مخدوش تھے۔ حکومت بےبس نظر آتی تھی۔ جب تحریکِ انصاف اور پاکستان عوامی تحریک کی حکومت مخالف تحریک عین عروج پر تھی تو ان دنوں میں نے دیکھا کہ ایک نیم تاریک کمرے میں قریباً چھ سات وردی میں ملبوس افراد فتح کا جشن منا رہے ہیں...... اور نہایت خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ انہوں نے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس کمرے کے ایک کونے میں ذرا بلندی پر کھڑا میں یہ تمام منظر دیکھ رہا تھا۔ میں انہیں دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا مگر وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان دنوں ہر محبِّ وطن پاکستانی پریشان نظر آتا تھا۔ میرے قریبی دوستوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا حکومت تبدیل ہوگی؟ میں نے کہا جہاں تک مجھے علم ہے روحانی دنیا میں ابھی اس حکومت کی تبدیلی کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اس تحریک کے پیچھے کچھ وردی والے بھی نظر آتے ہیں۔ تاہم، تبدیلی تو نظر آتی ہے مگر حکومت تبدیل ہوتی نظر نہیں آتی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

میری اس پیش گوئی کے چند روز بعد 31 اگست 2014ء کو تحریک انصاف کے صدر مخدوم جاوید ہاشمی تحریک انصاف

سے الگ ہو گئے اور انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں بیان دیا کہ عمران خان فوج کے اشاروں پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ عمران خان اور فوج کے میڈیا ونگ نے مخدوم جاوید ہاشمی کے الزامات کو جھٹلا دیا۔ تحریک انصاف اور عوامی تحریک کے دھرنے کسی صورت ختم ہوتے نظر نہیں آتے تھے مگر وقت آنے پر سب معاملات ٹھیک ہو گئے۔ دھرنے ختم ہو گئے اور حکومت بحال رہی۔ معروف کالم نویس اور ٹی وی اینکر جاوید اقبال چوہدری کے 8 اپریل 2015ء کو شائع ہونے والے کالم میں حکومت کی مخالف ان تحریکوں کے سیاسی پس منظر، منطقی انجام اور پیشِ منظر کا خوبصورت تجزیہ پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''آپ آدھ گھنٹے کیلئے برآمدے میں بیٹھئے' جوتے اتار کر ٹانگیں سیدھی کیجئے' اپنی پشت سیٹ کے ساتھ لگائیے' ایک لمبی سانس لیجئے اور وقت کو آج 9 اپریل 2015ء سے ''ریوائنڈ'' کرتے ہوئے واپس 10 اگست 2014ء تک لے جایئے اور نئے پاکستان اور پرانے پاکستان کا تجزیہ کیجئے۔ آپ تن' من اور دھن سے دھرنے کو سپورٹ کرنے والے بزنس مینوں' سیاستدانوں اور میڈیا پرسنز کے خیالات نکالئے اور اس کے بعد ان چند اینکر پرسنز' کالم نگاروں' سیاستدانوں اور بزنس مینوں کی معروضات کا پوسٹ مارٹم کیجئے جو تواتر سے یہ عرض کر رہے تھے' یہ تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی' حکومت نہیں جائے گی' عمران خان اپنا کوئی وعدہ پورا نہیں کر سکیں گے اور اسٹیبلشمنٹ میاں نواز شریف کو فارغ نہیں کرنا چاہتی' یہ اس تحریک کے ذریعے حکومت کو صرف رگڑا لگائے گی۔ آپ دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجئے' میری آٹھ ماہ میں کون سی بات غلط ثابت ہوئی اور دھرنے کو سپورٹ کرنے والے جغادریوں کی کون سی پیشن گوئی سچ نکلی' آپ جواب دیجئے کیا 14 اگست 2014ء کو عمران خان کے ساتھ دس لاکھ لوگ باہر نکلے' کیا قافلے کے ساتھ ایک لاکھ موٹر سائیکل تھے' کیا لوگ پورے پاکستان سے اسلام آباد آئے' کیا سول نافرمانی کی کال کامیاب ہوئی' کیا عمران خان کے اعلان کے بعد عوام نے ٹیکس دینا بند کیا' کیا پورے ملک نے بجلی کے بل جلائے' کیا پی ٹی آئی کے تمام ارکان نے بجلی کے کنکشن کٹوائے' کیا لوگوں نے سرکاری بینکوں کا بائیکاٹ کیا' کیا لوگوں نے ہنڈی کے ذریعے پیسے بھجوائے' کیا ایمپائر کی انگلی اٹھی' کیا ایک بال سے دو وکٹیں گریں' کیا میاں نواز شریف نے استعفیٰ دیا' کیا اسلام آباد میں ایس ایس پی اور آئی جی کا عہدہ مستقل خالی رہا' کیا خیبر پختونخواہ کی حکومت ختم ہوئی' کیا ''کے پی کے'' کی اسمبلی ٹوٹی' کیا وزیر اعلیٰ پرویز خٹک نے گورنر ہاؤس کا بائیکاٹ کیا' کیا یہ خود کو ''کامن انٹرسٹ'' سے باہر رکھ سکے' کیا جماعت اسلامی' پاکستان مسلم لیگ ق اور ایم کیو ایم نے اسمبلیوں سے استعفے دیئے' کیا بیوروکریسی نے حکومتی احکامات ماننے سے انکار کیا' کیا فوج پی ٹی آئی کے ساتھ کھڑی ہوئی' کیا اسمبلیاں ٹوٹیں' کیا دنیا بھر سے لوگ آئے اور آ کر دھرنے میں شامل ہوئے' کیا دھرنا میاں نواز شریف کے استعفیٰ تک قائم رہا' کیا مظاہرین پارلیمنٹ ہاؤس' وزیر اعظم ہاؤس' ایوان صدر اور پی ٹی وی پر قبضہ برقرار رکھ سکے' کیا سپریم کورٹ نے حکومت کے خلاف سوموٹو نوٹس لیا اور کیا لوگوں نے اسمبلیوں کی عمارتوں کو گرایا' جلایا اور تباہ کیا اور کیا عمران خان اپنے ارکان کو قومی اسمبلی سے مستقل باہر رکھ پائے؟ آپ دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجئے' وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے سروں پر کفن باندھے' جنہوں نے انقلاب کے بغیر زندہ واپس نہ جانے کی قسم کھائی تھی' انقلابی کزن کہاں ہیں' خندقیں کھودنے' قبریں بنانے' کفن سینے' ماتھوں پر شہادت لکھنے اور ریڈ زون میں اذانیں دینے والے مجاہدین کہاں ہیں' ڈنڈے اٹھانے' ڈنڈوں پر کیلیں لگانے اور پولیس اہلکاروں کی سرِ عام تلاشی لینے والے کہاں ہیں' وہ ٹائیگرز اور ٹائیگریسز کہاں ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا تھا ''میں انہیں زیادہ دیر تک نہیں روک سکوں گا'' ملک کے ظالمانہ' بے ایمانہ اور بہیمانہ نظام کو زندہ دفن کرنے والے کہاں ہیں اور پارلیمنٹ کو

ناجائز، دھاندلی زدہ، کرپٹ اور ربڑ سٹیمپ کہنے والے بھی کہاں ہیں، آپ دل پر ہاتھ رکھئے اور جواب دیجئے 18 اگست کو قومی اسمبلی سے استعفے کا اعلان ہوا، 30 ارکان نے استعفیٰ دے دیا، تین ارکان گلزار خان، مسرت احمد زیب اور ناصر خان خٹک نے مستعفی ہونے سے انکار کر دیا، یہ آخری وقت تک قومی اسمبلی میں ڈٹے رہے، پارٹی انہیں غدار، بکاؤ اور مفاد پرست کہتی رہی لیکن 7 اپریل کو پی ٹی آئی کے تمام ''مستعفی'' ارکان قومی اسمبلی میں ان تین غیر مستعفی غدار ارکان کے ساتھ بیٹھ گئے، دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجئے کون سچا ثابت ہوا، یہ تین ارکان یا 30 ارکان، کیا یہ سچ نہیں آپ نے ساڑھے سات ماہ پارلیمنٹ کو ناجائز قرار دیا اور پانچ مارچ کو سینٹ کو صاف اور پاک قرار دے دیا، کیا یہ سچ نہیں چار سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ کے ''نوٹی فکیشن'' کے ساتھ ہی پوری تحریک ختم ہو گئی، کیا یہ سچ نہیں عوام کی لاشیں گرتی رہیں، 14 لاہور میں مر گئے، تین پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے مارے گئے، حق نواز فیصل آباد میں مر گیا اور 7 ملتان میں لوگوں کے پیروں تلے کچلے گئے لیکن انقلاب مذاکرات کرتا رہا، علامہ طاہر القادری اور ان کے جانثار 68 دن کنٹینروں اور خیموں میں محصور رہے، یہ خندقوں میں گر کر مرتے رہے، یہ دھول، مٹی، بارش اور یخ ہوائیں سہتے رہے اور انقلاب کے کزن رات کو بنی گالہ تشریف لے جاتے اور اگلی شام نہا دھو کر واپس آ جاتے! کیا عدالتوں کو جانبدار قرار نہیں دیا گیا، کیا ٹریبونلز کو سست اور حکومت کا حصہ نہیں کہا گیا اور پھر یہ لوگ انہی ٹریبونل میں پیش نہیں ہوئے؟ کیا افتخار محمد چودھری کو برا بھلا نہیں کہا گیا اور پھر عدالتوں میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا، کیا حنیف عباسی کو الفی ڈرین عباسی نہیں کہا گیا اور جب حنیف عباسی نے ہتک عزت کا دعویٰ دائر کیا تو آپ عدالت ہی میں پیش نہیں ہوئے، **کیا وہ جاوید ہاشمی جسے پارلیمنٹ ہاؤس پر حملے سے اختلاف پر پارٹی صدارت سے فارغ کر دیا گیا تھا، کیا آج ان کا موقف درست اور پارٹی کی رائے غلط ثابت نہیں ہوئی؟** کیا آج پارٹی کے وہ تمام نوجوان ایم این اے سچے ثابت نہیں ہوئے جو کور کمیٹی کے اجلاس میں سینئر قیادت کو غلط فیصلوں سے روکنے کی کوشش کرتے تھے، کیا شہر یار آفریدی، مراد سعید، علی محمد خان اور شوکت یوسفزئی ٹھیک اور باقی غلط ثابت نہیں ہوئے، کیا یہ درست نہیں پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہے، ناتجربہ کار مجاہدوں کا گروپ قیادت سے غلطیاں کرا رہا ہے جبکہ مخدوم شاہ محمود قریشی، جہانگیر ترین، شفقت محمود، اسحاق خاکوانی اعظم سواتی اور غلام سرور خان جیسے تجربہ کار لوگ غلطیوں کی آگ بجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور کیا یہ درست نہیں آپ نے جس میڈیا گروپ کا سات ماہ بائیکاٹ کئے رکھا، آپ کے ورکر جس کے دفتر پر حملے کرتے رہے، آپ بالآخر اس سے بھی یوٹرن پر مجبور ہوئے، آپ نے جس پارلیمنٹ کو جعلی، کرپٹ اور جلا دینے کے قابل قرار دیا تھا آپ اس میں جانے، بیٹھنے اور کارروائی کا حصہ بننے پر مجبور ہوئے، کیا یہ حقیقت نہیں آپ میڈیا کے جن لوگوں کو اپنا دوست قرار دیتے تھے وہ آج آپ کے خلاف سلطانی گواہ بن رہے ہیں، وہ آج سوشل میڈیا پر آپ کی وڈیوز جاری کر رہے ہیں، وہ آج آپ کی آڈیو ٹیپ میڈیا پر نشر کر رہے ہیں اور وہ میڈیا پرسنز، اینکر پرسنز اور کالم نگار جنہیں آپ آٹھ ماہ تک ماں بہن کی گالیاں دیتے رہے وہ آج آپ کے ساتھ کھڑے ہیں، وہ آج بھی آپ کو سپورٹ کر رہے ہیں۔

تجربہ ہمیشہ علم اور عقل سے بڑا ہوتا ہے، مجھے پہلے دن سے اس تحریک کی ناکامی کا یقین تھا، کیوں؟ صرف تجربہ، میں نے 1992ء میں صحافت جوائن کی، میں نے ان 23 برسوں میں سات بڑے سیاسی بحران دیکھے، میرے سامنے 1992ء میں نواز شریف کی حکومت گئی، سپریم کورٹ سے نواز شریف کی حکومت پھر بحال ہوئی، میاں نواز شریف نے ''میں استعفیٰ نہیں دوں گا'' کا اعلان کیا اور پھر جنرل عبدالوحید کاکڑ نے چھڑی کے اشارے سے نواز شریف اور غلام اسحاق خان دونوں کو فارغ کر دیا، میں نے بے نظیر کی دوسری حکومت کو بنتے، فاروق احمد لغاری کو صدر بناتے

اور پھر فاروق بھائی کو فارغ بھائی بنتے دیکھا' میں نے میاں نواز شریف اور فاروق لغاری میں خفیہ سمجھوتہ بھی دیکھا' نواز شریف کی دوسری حکومت بنتے دیکھی' جنرل مشرف اور نواز شریف کے اختلافات دیکھے' نواز شریف کی حکومت فارغ ہوتی دیکھی' میاں نواز شریف اور بےنظیر کی پارٹی ٹوٹتے دیکھی' جنرل مشرف کو صدر بنتے دیکھا' جمہوریت کے صاحبزادوں کو اسمبلیوں میں جنرل مشرف کی وردی کے حق میں قراردادیں پاس کرتے دیکھا' جنرل مشرف کو افتخار محمد چودھری کے ہاتھوں خوار ہوتے دیکھا' سیاسی قائدین کو افتخار محمد چودھری کا جھنڈا اٹھاتے اور پھر یہ جھنڈا گراتے دیکھا' میرے سامنے نواز شریف اور زرداری بھائی بھائی بنے اور پھر میاں شہباز شریف کو زرداری کو گوالمنڈی چوک پر الٹا لٹکانے کا اعلان کرتے بھی دیکھا اور پھر دونوں بھائیوں کو زرداری صاحب کی دعوت کرتے بھی دیکھا' میں نے ایم کیو ایم کے خلاف بھی تین آپریشن دیکھے اور پھر ان آپریشنز کے نتائج کو سیاسی بھٹی میں راکھ ہوتے بھی دیکھا' یہ میرے سیاسی تجربات تھے اور **یہ تجربات چیخ چیخ کر بتا رہے تھے عمران خان اور علامہ طاہر القادری استعمال ہو رہے ہیں' دھرنے کا مقصد پاکستان کو تبدیل کرنا نہیں بلکہ عمران خان سمیت ملک کی ساری سیاسی قیادت کو نیچے لگانا اور اس میڈیا کو نکیل ڈالنا ہے جو کسی کے قابو نہیں آ رہا'** آپ کو یقین نہ آئے تو آپ دھرنے سے پہلے کے پاکستان اور دھرنے کے بعد کے پاکستان کا تجزیہ کر لیجئے' آپ کو اصل بات سمجھ آ جائے گی' آپ یاد کیجئے عمران خان نے جولائی 2012ء میں ڈرون حملوں کے خلاف لانگ مارچ کا اعلان کیا' عمران خان کو یہ مارچ ''کال آف'' کرنے کا حکم دیا گیا' عمران خان نے انکار بھی کر دیا اور یہ 7 اکتوبر 2012ء کو وزیرستان بھی پہنچے لیکن دھرنے کے بعد 16 دسمبر کو نسبتاً ایک جونیئر آفیسر نے فون کیا اور عمران خان نہ صرف پشاور گئے بلکہ یہ میاں نواز شریف کے ساتھ بھی بیٹھے' دھرنے کے خاتمے کا اعلان بھی کیا اور یہ اے پی سی میں بھی شریک ہوئے' **دھرنے سے قبل حکومت نے اعلان کیا تھا کوئی سرکاری ملازم کسی غیر ملکی مہمان سے براہ راست نہیں ملے گا لیکن دھرنے کے بعد ہمارے آرمی چیف امریکا اور برطانیہ کے دوروں پر گئے اور وہاں انہیں ہیڈ آف سٹیٹ کا پروٹوکول بھی ملا' یہ ہے وہ تبدیلی جو آئی نہیں بلکہ آ چکی ہے' یہ ہے وہ نیا پاکستان جس کا خواب دکھایا جا تا رہا' باقی سب پرانا ہے ویسا ہی پرانا جیسا 14 اگست 2014ء تک تھا۔''**(269)

عزیزانِ من! مذکورہ بالا تمام باتیں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے انفرادی اور شخصی، خاندانی وگروہی، ملکی و ریاستی حالات کا ہمارے افکار، اعمال،، کردار، باہمی معاملات اور اخلاق وروحانی حالت سے گہرا تعلق ہے۔ تبدیلی باہر سے نہیں بلکہ اندر سے آتی ہے۔ حالات وواقعات کا روحانی دنیا سے گہرا تعلق ہے۔ حکومتیں بھی روحانی دنیا میں بنتی اور مٹتی ہیں۔ جیسی عوام ہو اس پر ویسے ہی حکمران مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ جس طرح دودھ سے مکھن اور گھی حاصل ہوتے ہیں۔ اعلیٰ کوالٹی کے دودھ سے اعلیٰ کوالٹی کا مکھن اور گھی حاصل ہوں گے۔ گھٹیا کوالٹی کے دودھ سے اعلیٰ کوالٹی کا مکھن اور گھی حاصل کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح جیسی عوام ہو، ویسے ہی حکمران ہوں گے۔ اگر ہم صدق اور اخلاص سے اسلامی تعلیمات کو اپنائیں گے تو منجانب اللہ ہم پر صادق اور امین حکمران مقرر کیے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ ملک میں رائج مغربی طرز کی جمہوریت، آمریت کی ہی ایک شکل ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ، اسلامی ریاست میں دین اسلام کے حقیقی تقاضوں کے مطابق روحانی جمہوریت کا نفاذ چاہتے تھے۔ روحانی جمہوریت کے مطابق ضروری ہے کہ آزادانہ، منصفانہ انتخابات کے ذریعے دیندار، مخلص، اہل علم وفراست نمائندے منتخب کیے جائیں جو اسلامی

احکامات کے مطابق ملک وقوم اورعوام کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیں مگر ہمارے ملک میں رائج طریقۂ انتخاب اور منتخب ہونے والے نمائندگان کسی بھی طرح روحانی جمہوریت کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ زیادہ تر نمائندے سرمایہ دار، زمیندار، کاروباری طبقات سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے ذاتی مفادات کی خاطر، خدمتِ خلق کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ اس ضمن میں نیشنل ایکشن پلان کے تحت فوج کی طرف سے کی گئی کوششیں نہایت قابلِ تعریف، قابلِ احترام اور نتیجہ خیز ہیں۔

عزیزانِ من! روحانی مشاہدات سے ایمان وایقان میں اضافہ ہوتا ہے۔ مقتدرِ اعلیٰ صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ وہ جسے چاہے حکومت عطا فرمائے۔

درحقیقت مالکِ ہر شے خدا است　　ایں امانت چند روزہ پیشِ ماست [1]

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے　　حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

(270)

اللہ تعالیٰ نے بے شمار جہاں پیدا فرمائے ہیں۔ وہ سب جہانوں کا خالق، مالک اور رب ہے۔ سب تعریفیں اس کے لیے ہیں۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر 31 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

......وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ ...... دنیا کے کاموں کا کون انتظام کرتا ہے۔ یونس[10:31]

''تدبر'' سے مراد ملکی نظام اور ''امر'' سے مراد تکوینی احکام ہیں جن سے دنیا قائم ہے۔ حقیقی مدبر الامر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے اذن اور ارادے سے فرشتے، تکوینی اولیاء، بادشاہ اور حکام وغیرہ دنیا کا انتظام کرتے ہیں۔

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ فرشتے، مدبراتِ امر مقرر کئے گئے ہیں۔ عالم کے سارے انتظامات ان کے سپرد ہیں۔ وہ ماں کے پیٹ میں بچہ بنانے، جان نکالنے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں لانے، مثلاً بارش وغیرہ لانے، عذاب لانے کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ شبِ برات میں ہر قسم کے احکامات ان کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ الدخان[44:4]

اس (رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر اہم کام کا۔

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتوں کی طرح اولیاءاللہ سے بھی بطور مدبرات الامر کام لیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ایسی بہت سی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ پر ہی غور کرلیں تو یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام ''مدبرامر'' مقرر تھے اور تکوینی امور سرانجام دیتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ اقدس سے اس طرح کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ الرحیق المختوم کے صفحہ نمبر 413 پر درج ہے:

> ''حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگِ خندق کے موقع پر کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آپڑی جس سے کدال اچٹ جاتی تھی کچھ ٹوٹتا ہی نہ تھا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کا شکوہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے، کدال لی اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی (تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا) اور فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت وہاں کے سُرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں''۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا، اور فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے فارس دیا گیا ہے۔ واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں''۔ پھر

---

[1] درحقیقت ہر چیز کا مالک خدا ہے۔ یہ امانت تو چند دنوں کے لیے ہمارے پاس ہے۔

تیسری ضرب لگائی اور فرمایا: ''بسم اللہ'' تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صَنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔ [1] ابنِ اسحاق نے ایسی ہی روایت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے۔ [2]

مندرجہ بالا واقعہ سنن نسائی اور مسند احمد میں روایت ہوا ہے۔

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے سیرت النبیؐ کی کتاب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلد سوم کے صفحہ 166 پر اس پیشین گوئی کا اندریں الفاظ ذکر کیا ہے:

بیہقی وابونعیم نے براء بن عاذبؓ سے روایت کی ہے کہ خندق کھودتے ہوئے ایک بہت بڑا اور بہت سخت پتھر نکل آیا۔ جس پر کُدال کا اثر نہ ہوتا تھا، ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ حال عرض کیا حضورؐ نے پتھر کو دیکھا، کدال کو ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی۔ ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا، اس وقت حضور نے فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْفَارِسِ وَاللّٰہِ لَاَبْصُرُ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْاَبْیَضِ۔ مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کی گئیں اور میں اس وقت مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔

پھر دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر پھر ٹوٹ گیا، پھر فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الشَّامِ (مجھے ملک شام کے خزانے یا کنجیاں عطا کی گئیں) بخدا میں نے وہاں کے سُرخ سُرخ محلّات کو ابھی دیکھ لیا ہے، پھر تیسری ضرب لگائی اور سارا پتھر چکنا چور کر دیا اور فرمایا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْیَمِیْنِ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَبْصُرُ اَبْوَابَ صُنْعَآءِ مِنْ مَّکَانِیِ السَّاعَۃِ۔ مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ واللہ میں یہاں سے اس وقت شہر صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں''۔

یہ پیشین گوئی اس وقت فرمائی تھی جب مدینہ پر کفار کے عسا کر حملہ آور ہو رہے تھے اور ان سے بچاؤ کے لیے شہر کے گرداگرد خندق کھودی جارہی تھی۔ ایسے ضعف کی حالت میں اتنے ممالک کی فتوحات کی اطلاع دینا اللہ کے نبی ہی کا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرف بہ حرف پُورا فرمایا۔(271)

غزوہ خندق 8 ذیقعدہ 5ھ (31 مارچ 627ء تا اپریل 627ء) کو ہوا تھا۔ اس میں تاریخ کے لحاظ سے مختلف روایات ہیں۔ تاہم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مذکورہ بالا اور دیگر تمام پیشین گوئیاں آنے والے وقتوں میں پوری ہوئیں۔ چند ہی برسوں میں یمن، شام اور ایران فتح ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق یمن (630ء) میں، شام 640ء میں اور ایران 651ء میں فتح ہوئے۔

حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محبوبِ خدا اور مقصودِ کائنات ہیں۔ ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم — خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

(امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کی نشاندہی اس طرح سے کی ہے، فرماتے ہیں ؎

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل ، وہی آخر — وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسیں ، وہی طٰہٰ (272)

اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری و باطنی خزائن کی کلیدات اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائی ہیں۔ آپ صلی اللہ

---

[1] سنن نسائی 56/2، مسند احمد، یہ الفاظ نسائی کے نہیں ہیں۔ اور نسائی میں عن رجل من الصحابہ ہے۔

[2] ابنِ ہشام 219/2

علیہ وآلہ وسلم سے یہ کلیدات اولیاء اللہ کو عطا ہوتی ہیں۔اولیاء اللہ منشائے الٰہی اور رضائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے مطابق ان کلیدات میں تصرف فرماتے ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ نائب ہر دور میں تکوینی وتلوینی امور سرانجام دیتے رہے ہیں۔ایسا آج بھی ہورہا ہے۔اس ضمن میں مرشد کامل حضور قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کی کتاب الہامات سے اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔آپ فرماتے ہیں:

''......محرم کے موقع پر جب کبھی میں نے دربار حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دی تو مجھے اکثر شرف بازیابی حاصل ہوا۔ایک بار جب محرم کے موقع پر دربار پہنچا تو جمعۃ المبارک کی رات مجھے حضور رحمۃ اللہ علیہ نے شرف بازیابی بخشا۔میں نے قدم بوسی کی اور حضور رحمۃ اللہ علیہ نے کمال مہربانی اور بڑی شفقت کے ساتھ مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔پھر میں نے دیکھا کہ لاکھوں افراد کا ہجوم آپ کے گرد جمع ہے اور آپ ان لوگوں کو دم کررہے ہیں،تعویذ دے رہے ہیں اور بیماروں کو ہاتھ سے مس کررہے ہیں اور آپ کے دم،تعویذ اور مس کرنے سے مرگی،آسیب،جنون تپ دق اور قلبی عوارض کے مریض شفایاب ہورہے ہیں۔میں حیران ہوتا ہوں کہ ان لاکھوں افراد سے حضور کس طرح نپٹیں گے،لیکن آن کی آن میں تمام کام نپٹ جاتا ہے۔جب تمام لوگ چلے جاتے ہیں تو حضور میری طرف متوجہ ہو کر یوں فرماتے ہیں:

''عبدالحمید!میں اپنی شفا بخشی کی یہ عظیم قوت وطاقت تمہارے سپرد کرتا ہوں اور یہ ذمہ داری تمہارے کندھوں پر ڈالتا ہوں۔تمہارا دم میرا دم،تمہارا تعویذ میرا تعویذ اور تمہارا لمس میرا لمس ہوگا۔تمہارے دم،تعویذ اور لمس سے لوگ اسی طرح شفایاب اور صحت مند ہوں گے،جس طرح تم نے ابھی ابھی خود میرے دم کے اثر سے مشاہدہ کیا اور دیکھا۔میں تمہیں اجازت اور حکم دیتا ہوں کہ تم میرے فیض کے اس خصوصی سلسلے کو شروع کردو اور تاحیات جاری رکھو۔''

میری آنکھ کھلی تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اس کے بعد میں نے حضور کی خصوصی اجازت اور واضح حکم سے یہ کام شروع کیا تو میں حیران رہ گیا' جب میں نے دیکھا کہ میرے دم،تعویذ اور لمس سے تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں ایسے مریض شفایاب ہوگئے جو دنیا جہان کے علاج کروا کر مایوس ہوگئے تھے۔بحمد اللہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

کئی بار میں نے حضور کو آپ کی اولاد کی شکل میں دیکھا ہے اور اکثر آپ کو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں مشاہدہ کیا ہے،میں جب روحانی طور پر محل شریف میں داخل ہوتا تو مجھے مزار مقدس میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز نظر آتے اور وہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔اصلی صورت میں حضور کا دیدار شاذونادر ہی ہوتا ہے، آپ عموماً اپنی مثالی صورتوں میں نظر آتے ہیں۔

''......حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عظیم الشان اور لازوال مہربانی مجھ پر یہ ہوئی کہ جب میں اگلے محرم کے موقع پر دربار شریف حاضر ہوا تو مجھے حضور کی زیارت پھر نصیب ہوئی،میں نے دیکھا کہ حضور ایک عالی شان مسند پر اپنے محل کے اندر تشریف فرما ہیں۔آپ نے مجھے اپنے پاس بلا لیا۔میں قدم بوسی کر کے قریب کھڑا ہوگیا۔ حضور نے اپنے ایک نورانی شکل والے درویش خادم سے فرمایا کہ ہمارے باطنی وروحانی خزانوں کی کنجیاں لے آؤ۔ درویش کنجیاں لے آیا تو حضور نے اپنے دست مبارک سے وہ تمام کنجیاں مجھے عطاء کردیں،جنہیں میں نے بڑی حفاظت کے ساتھ سنبھال کر اپنے پاس رکھ لیا،اس سے مجھے بے پناہ خوشی اور مسرت ہوئی اور بے حد اطمینان وسکون حاصل ہوا۔

پھر جب میں دوسرے سال دربار شریف حاضر ہوا تو میں نے روحانی طور پر دیکھا کہ میرے لیے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے تمام روحانی اور باطنی خزانے کھول دیئے گئے ہیں،اور انہیں باقاعدہ طور پر میری تحویل میں دے دیا گیا ہے۔میں نے ایک ایک کر کے تمام خزانوں کو دیکھا،سب کے سب خزانے مجھے زروجواہر اور بیش قیمت مال

ومتاع سے بھرے نظر آئے۔ میں انہیں دیکھ کر فرطِ مسرت سے بے خود سا ہو گیا اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر بجالایا کہ حضور نے مجھے ان عظیم نعمتوں سے نوازا اور لازوال دولت سے سرفراز فرمایا۔ اسی دوران مجھے ندا آئی کہ تم ان خزانوں کو اپنی مرضی سے تقسیم کر سکتے ہو اور مستحق و باصلاحیت ارادت مندوں کو حسبِ ظرف اور حسبِ ضرورت عطاء کر سکتے ہو۔''(273)

بندۂ عاجز کو جو بھی مشاہدات ہوئے، فیض ہوا اُس میں اس کا کوئی کمال نہیں۔ یہ محض مرشدِ کامل کی نظرِ عنایت ہے۔ جس طرح نسبی اولاد کو والدین سے توارث میں جسمانی و ذہنی خصوصیات ودیعت ہوتی ہیں اور مال و دولت حاصل ہوتا ہے اس طرح روحانی اولاد کو بھی اپنے روحانی باپ، مربی اور اجداد سے فیض ہوتا ہے۔ سروری قادری سلسلہ کی کتب کے مطالعہ سے قبل بندہ عاجز کو بیان کردہ مشاہدات ہو چکے تھے۔ بعد میں اپنے مرشد کریم کی کتاب میں اس طرح کے مشاہدات کے بارے میں پڑھا تو حیرت بھی ہوئی اور روحانی توارث اور فیض کے مسلّمہ اصول پر یقین میں بھی اضافہ ہوا۔ بندہ عاجز کے تمام مشاہدات معروضی ہیں اور اسے اپنے مرشد کے نقشِ قدم پر حاصل ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مرشد کامل حضرت قبلہ عبدالحمید سروری قادری کا ایک روحانی مشاہدہ ملاحظہ فرمائیں، اپنے فرماتے ہیں:

''......حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد میں نے مشق وجودیہ اور تصور اسم اللہ ذات کی باقاعدہ اور خصوصی مشق شروع کر دی، اس سے مجھے بے اندازہ روحانی فیض حاصل ہوا، مجھے باطن میں روحانی متصرفین سے ملاقات کا شرف حاصل ہونے لگا۔ وقت کے غوث، قطب، ابدال اور اوتاد مجھ سے باطن میں ملنے لگے۔ میں اکثر متصرفین کو صاحب اقتدار سربراہان مملکت کی شکل میں دیکھا کرتا تھا، مشرق میں تصرف رکھنے والے روحانی متصرفین مشرقی ممالک کے بادشاہوں، شہزادوں، شہنشاہوں اور سربراہوں کی صورت میں نظر آتے، جبکہ مغرب میں رہنے والے متصرفین کو میں نے عموماً مغربی ممالک کے بادشاہوں اور رہنماؤں کے روپ میں دیکھا اور ان کے ساتھ نشست و برخاست کی، راہ و رسم پیدا کی، بات چیت کی، مذاکرات کئے اور ان کے ساتھ مل بیٹھ کر دعوتیں کھائیں، ان کے باطنی عالی شان محل، عظیم الشان قصر اور پرجلال و باوقار دیوان اور کچہریاں ملاحظہ کیں اور ان سے تحائف وصول کئے۔''(274)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ روحانی و باطنی خزانوں کے مالک اور وارث ہوتے ہیں۔ وہ جسے چاہتے ہیں ان خزانوں کی کلیدات عطا فرما دیتے ہیں۔ بندۂ عاجز کو بھی اپنے مرشدِ کامل سے یہ روحانی نعمتیں حاصل ہوئی ہیں۔ اس کے مشاہدات کی قرآن و حدیث سے اور حقیقت میں ان کے ظہور سے تصدیق ہوئی ہے اور ان شاء اللہ یہ درست ثابت ہوتے رہیں گے کیونکہ یہ سب معاملات منجانب اللہ ہیں اور فطرت کے اصول و قوانین ابدی اور اٹل ہوتے ہیں۔

حکومتوں کی تبدیلی اور تصرفاتِ روحانی کے ضمن میں تقویتِ ایمان کے لیے مزید ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسرارِ خودی میں بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو کسی ضرورت کے تحت بازار بھیجا۔ بازار سے حاکمِ وقت (کوتوال) کی سواری گزر رہی تھی۔ چوبدار نے راستے سے پرے ہٹنے کو کہا۔ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مرید حالتِ استغراق میں تھا۔ اس نے یہ آواز نہ سُنی اور راستے سے پرے نہ ہٹا۔ چوبدار نے اسے زدوکوب کیا اور زخمی کر دیا۔ آپ کے مرید نے واپس آ کر حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو تمام ماجرا سُنا دیا۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آ گئے۔ انہوں نے شہنشاہ التمش کو حکمنامہ لکھوایا، جس میں درج تھا،

باز گیر ایں عاملے بد گوہرے　　ورنہ بخشم ملکِ تو بادیگرے (275)

اس بدخصلت حاکم سے باز پرس کرو، ورنہ میں تمہارا ملک کسی دوسرے کو بخش دوں گا۔

یہ حکمنامہ بادشاہ کو ملا تو کانپ اُٹھا۔ اس نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مریدِ خاص، حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس معافی کی درخواست دے کر بھیجا۔ وہ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کی طرف سے معافی کی درخواست پیش کی۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست اور سفارش پر حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کو معاف فرما دیا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد ان الفاظ میں مردِ فقیر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں ؎

با سلاطیں درفتد مردِ فقیر　　از شکوہِ بوریا لرزد سریر

فقیر سلطانوں کے مقابلے پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ بوریے کی عظمت اور دبدبہ سے تو تخت کانپ جاتا ہے۔

قلب اُو را قوت از جذب و سلوک　　پیشِ سلطاں نعرۂ او لا ملوک

اس کا دل جذب وسلوک سے قوت پاتا ہے۔ وہ سلطان کے سامنے لاملوک (کوئی بادشاہ نہیں) کا نعرہ بلند کرتا ہے۔

برنیفتد ملّتے اندر نبرد　　تادر و باقیست یک درویش مرد (276)

کوئی بھی ایسی قوم لڑائی میں کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی جب تک اس میں ایک مردِ درویش موجود ہو۔

اس طرح کے اور بہت سے واقعات مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان میں، حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے فتح نصیب ہوئی تھی۔ بڑے بڑے عالمی معرکے قوتِ فقر کے ظہور کی ہی خوبصورت مثالیں ہیں۔ افسوس! اب مسلمانوں میں امیر، وزیر، کبیر، ڈاکٹر، وکیل، انجینئر بننے کا شوق تو عام پایا جاتا ہے مگر لوگوں کے دلوں میں فقیر بننے کی تمنا نہیں پائی جاتی۔ خود بندۂ عاجز کو بھی میدانِ فقر میں کوئی حیثیت یا مقام حاصل نہیں ہے ؎

من نہ مُلّا، نے فقیہہ نکتہ ور　　نے مرا از فقر و درویشی خبر (277)

میں نہ ملا ہوں، نہ کوئی نکتہ داں فقیر اور نہ ہی مجھے فقر اور درویشی ہی کی کچھ خبر ہے۔

عزیزانِ من! میں فقیر نہیں ہوں، میں کامل نہیں ہوں، میں عالم باعمل نہیں ہوں، بلکہ دنیا مردار کی حرص میں خوار ہوں۔ میرا زبان سے کلمہ پڑھنا کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اقرار ہے تصدیق نہیں ہے۔ اگر تصدیق القلبی ہوتی تو بیشک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کے ارشاد کو بجالاتا۔ ترکِ دنیا ہر عبادت کی جڑ ہے۔ اور اس مردار کی محبت ہر ایک گناہ میں آلودہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) زبان کا اقرار اور دل کی تصدیق چاہتا ہے۔ (278)

بندۂ عاجز نے یہ چند کلمات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بے شمار احسانات کے شکر کے طور پر تحریر کرنے کی کوشش کی ہے، اگرچہ ان نعمتوں کا شمار اور اظہار قطعی ناممکن ہے۔ بندہ عاجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمانِ اقدس کی وجہ سے نجات وبخشش کی اُمید رکھتا ہے جس کے مطابق اہلِ حق کی محبت نجات کا باعث ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: وَمَا ذَا أَعْدَدْتَ

لَهَا؟ قَالَ: لَا شَيئَ (وفي رواية أحمد: قَالَ: مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيْرِ عَمَلٍ لَا صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ) إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ ﷺ. فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کیا کہ (یارسول اللہ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: میرے پاس تو کوئی تیاری نہیں۔ (امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس نے عرض کیا: میں نے تو اس کے لیے بہت سے اعمال تیار نہیں کیے، نہ بہت سی نمازیں اور نہ بہت سے روزے) سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم (قیامت کے روز) اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں (یعنی تمام صحابہ کو) کبھی کسی خبر سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمانِ اقدس سے ہوئی کہ تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں لہٰذا اُمید کرتا ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں بھی ان حضرات کے ساتھ ہی رہوں گا اگرچہ میرے اعمال تو ان کے اعمال جیسے نہیں۔''

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ: مَتَى السَّاعَةُ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ: حُبَّ اللهِ وَرَسُوْلِهِ. قَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: (یارسول اللہ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت (یہی میرا سرمایہ حیات ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔''

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ خَارِجَانِ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَقِيَنَا رَجُلٌ عِنْدَ سُدَّةِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ ثُمَّ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيْرَ صِيَامٍ وَلَا صَلَاةٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور میں ایک مرتبہ مسجد سے نکل رہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر ایک آدمی ملا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ وہ آدمی کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس کے لیے (فرائض سے) زیادہ روزہ، نماز اور صدقہ وغیرہ (اعمال) تو تیار نہیں کئے لیکن (اتنا ہے کہ) میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت رکھتے ہو''۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَعْمَلَ كَعَمَلِهِمْ قَالَ:

أَنْتَ يَا أَبَاذَرٍّ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ: فَإِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. قَالَ: فَأَعَادَهَا أَبُوْذَرٍّ فَأَعَادَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَأَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسا عمل نہیں کر سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔ انہوں نے عرض کیا: میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: اے ابوذر! تو یقیناً ان کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا سوال دہرایا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے دہرا کر بیان فرمایا۔''

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَهْلِي وَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي، وَإِنِّي لَأَكُوْنُ فِي الْبَيْتِ، فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَصْبِرُ حَتَّى آتِيَكَ فَأَنْظُرُ إِلَيْكَ وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِي وَمَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَأَنِّي إِذَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ حَسِبْتُ أَنْ لَا أَرَاكَ. فَلَمْ يَرُدَّ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَيْئًا حَتَّى نَزَلَ جِبْرِيْلُ عليه السلام بِهَذِهِ الْآيَةِ: وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ... [النساء] فَدَعَا بِهِ فَقَرَأَهَا عَلَيْهِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَأَبُوْ نُعَيْمٍ.

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے میری جان اور میرے اہل وعیال اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو بھی آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہوکر آپ کی زیارت نہ کرلوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور اگر میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا: یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت مبارکہ کو لے کر اترے: ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے۔'' پس آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔'' (279)

عزیزانِ من! صوفیہ کرام اور اولیاء عظام مندرجہ بالا احادیث میں بیان کردہ مسلک عشق ومحبت اور نسبت وعقیدت کے راہی ہیں۔ زندگی کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وعقیدت اور قرب ورضا کا رشتہ قائم کرنا اور اسے مضبوط تر بنانا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اس راہ میں بھرپور کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسیع رحمت سے اُمیدوار رہے۔

؎ یا رب تو کریمی یا رسولؐ تو کریم　　صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

؎ عصیانِ ما و رحمتِ پروردگارِ ما　　ایں را نہایتیسیت نہ آں را نہایتے (گرامی)

جب بیج کا زمین سے صحیح رشتہ اور تعلق قائم ہوجاتا ہے تو اس کی نشوونما شروع ہوجاتی ہے۔ بیج ننھے سے پودے اور

پھر تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس پر پتے، پھل، پھول نکل آتے ہیں۔ اس میں مزید بیج بھی پیدا ہو جاتے ہیں جس سے اس کا سلسلۂ حیات جاری رہتا ہے۔

بیج کی طرح، جب انسان کا کسی مردِ کامل سے روحانی رابطہ وتعلق قائم ہو جاتا ہے تو اس کی خودی نمو پاتی ہے۔ مردِ کامل کے توسل سے انسان کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی رابطہ وتعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس روحانی نسبت، رابطہ وتعلق کی ذکر وفکر سے اور اخلاقِ حسنہ سے نمو ہوتی ہے۔ کلمہ طیبہ، درود شریف اور تلاوتِ کلام پاک سے نسبتِ توحید اور نسبتِ رسالت کی نشوونما ہوتی ہے۔

نسبت وتعلق مضبوط ہونے سے ذاتِ باری تعالیٰ، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیائے عظام سے عشق ومحبت اور ایمان وایقان کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سفر کی انتہا کوئی نہیں ہے کیونکہ مطلوب ومقصودِ حقیقی اور محبوب ومعبودِ حقیقی کی انتہا کوئی نہیں ہے۔ یہ روحانی سفر ابدالاباد تک جاری رہے گا۔ اس روحانی سفر کے ضمن میں بندہ عاجز کے کچھ مزید مشاہدات اور ان کے حاصلات ملاحظہ فرمائیں۔

ایک ایمان افروز واقعہ:۔ 3 فروری 1989ء کو بندۂ عاجز نے سٹریٹ نمبر 19 طارق آباد، فیصل آباد پر ایک گھر میں چشتیہ ایجوکیشنل سنٹر کے نام سے اکیڈمی شروع کی۔ وہاں بی اے کی کلاسز تک تعلیم دینا شروع کی۔ ان دنوں کی بات ہے عمران بھٹی نامی ایک سٹوڈنٹ ایف ایس سی کی تعلیم کے لیے داخل ہوا۔ نماز کی ادائیگی کا وقت ہوا تو وہ میرے کہنے پر میرے ساتھ مسجد تو چلا گیا مگر دین اسلام، جنت، جہنم ودیگر عقائد کے بارے میں عجیب سی باتیں کرنے لگا۔ کہنے لگا، سر جی! یہ سب کچھ ڈراوا، دکھاوا اور جھکاوا ہے۔ میں نے کہا، بھٹی، تمہارا کیا مطلب ہے؟ کہنے لگا، جہنم کا ڈراوا ہے، جنت کا دکھاوا ہے۔ میں نے پوچھا جھکاوا سے کیا مراد ہے؟ کہنے لگا نہ جنت ہے، نہ جہنم، یہ سب جھکاوا یعنی چکر ہے۔ میں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر اس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق اس کی کیفیت اس کی طرح کی تھی:

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۝ البقرہ [2:171]

اور ان کافروں (کو ہدایت کی طرف بلانے) کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کسی ایسے (جانور) کو پکارے جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتا، یہ لوگ بہرے، گونگے، اندھے ہیں سو انہیں کوئی سمجھ نہیں ۝

میں نے اسے قرآن وحدیث سے کئی دلائل دیئے مگر وہ کسی طرح قائل نہ ہوا۔ تقریباً چار سال بعد 1993ء میں عمران بھٹی پریشانی کی حالت میں میرے پاس آیا۔ اس نے اپنا مسئلہ بیان کیا اور مشورہ طلب کیا۔ میں نے پوچھا، سناؤ بھٹی اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن حکیم کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا اب بھی تمہاری وہی کیفیت ہے؟ کہنے لگا سر جی! میرے خیال میں قرآن حکیم آسمانی کتاب نہیں ہے۔ میں کسی دین کا قائل نہیں۔ میں جب اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا تو اس کے رسولوں اور آسمانی کتابوں کو کیسے مان سکتا ہوں۔ دین اسلام ترک کر کے میں گرجے بھی گیا تھا۔ عیسائی ہو گیا تھا مگر دل کو سکون اور اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ میں تمام علماء، مولویوں اور پیروں فقیروں سے بیزار ہوں۔ میرے واقف مجھے دیکھ لیں تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتے ہیں۔ مولوی غلام فرید صاحب مجھے دیکھ کر راستہ بدل

لیتے ہیں۔ میرے والد صاحب کے پیرومرشد نے بھی مجھے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر مجھے قائل نہیں کر سکے۔ اخیر انہوں نے کہا، تمہیں جو راہِ ہدایت پر لے آئے گا اسے ہم بھی پیر مان لیں گے۔ میں نے کہا، بھٹی تم جانتے ہو کہ میں کوئی عالم نہیں، مولوی نہیں اور نہ ہی مجھے مرشد ہونے کا دعویٰ ہے۔ تاہم، میں علمائے ربانیین، صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا عقیدت مند ہوں۔ بہرحال صوفیائے کرام کسی سے نفرت نہیں کرتے۔ میں صوفیائے کرام کو ماننے والا ہوں، اس لیے تمہارے لیے ہدایت کا طلب گار ہوں۔ میں کوئی مولوی تو ہوں نہیں کہ تمہیں دھتکار دوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم ضرور ہدایت پاؤ گے۔ تم نے جو مسئلہ بیان کیا ہے اس پر غور کروں گا۔ کل رابطہ کرنا۔ اس کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ کسی لڑکے سے محبت کرتا تھا۔ اس لڑکے سے اس کی بول چال بند ہو چکی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ دوبارہ ان کی بول چال شروع ہو جائے۔ وہ لڑکا خود اُسے بلائے اور دوبارہ دوستی کا ہاتھ آگے بڑھائے۔ اگلے روز بھٹی آیا تو میں نے کہا، بھٹی! تمہارے مسئلہ کا حل مجھے سمجھ آ گیا ہے۔ تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تمہیں میرا کہا ماننا ہوگا۔ اس نے کہا، سر! آپ جو کچھ بھی کہیں گے، میں کروں گا۔ بس میرا مسئلہ حل کر دیں۔ میں نے کہا، بھٹی! تم اللہ تعالیٰ کو تو مانتے نہیں مگر اس مسئلہ کے حل کے لیے تمہیں اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہوگا۔ تمہارا مسئلہ یقیناً حل ہو جائے گا۔ کہنے لگا، ٹھیک ہے، میں اللہ تعالیٰ کا نام لوں گا۔ میں نے کہا، بھٹی! ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرو اور سانس کے ساتھ 'اللہ ہو' پڑھو۔ جب سانس لو تو سانس کے ساتھ پڑھو ''اللہ'' اور جب سانس خارج کرو تو پڑھو ''ھُوْ''۔ تمہیں جاگتے، سوتے جو بھی تبدیلی محسوس ہو یا نظر آئے مجھے آگاہ کرتے رہنا۔ جو خواب آئے مجھے بتا دینا۔ صرف چند دن ایسا کرو، تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ وہ روزانہ آتا اور مجھے رپورٹ دے جاتا۔ میں اس کی حوصلہ افزائی کرتا، کامیابی کی اُمید دلاتا اور دل ہی دل میں دعا کرتا کہ یا اللہ اسے ہدایت عطا فرما دیں۔ ہدایت دینا یا نہ دینا آپ کا کام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ الانعام [6:125]

پس اللہ جس کسی کو (فضلاً) ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کسی کو (عدلاً اس کی اپنی خرید کردہ) گمراہی پر ہی رکھنے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ (ایسی) شدید گھٹن کے ساتھ تنگ کر دیتا ہے گویا وہ بمشکل آسمان (یعنی بلندی) پر چڑھ رہا ہو اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذابِ (ذلّت) واقع فرماتا ہے جو ایمان نہیں لاتے ○

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ سورہ الاعراف [7:178]

جسے اللہ ہدایت فرماتا ہے پس وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ ٹھہراتا ہے پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ○

...... مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ سورہ الکہف [18:17]

...... جسے اللہ ہدایت فرما دے سو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ اس کے لیے کوئی ولی مرشد (یعنی راہ دکھانے والا مددگار) نہیں پائیں گے ○

وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ الزمر [39:37]

اور جسے اللہ ہدایت سے نواز دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ بڑا غالب، انتقام لینے والا نہیں ہے ○

۱؎ سنن نسائی 56/2، مسند احمد، یہ الفاظ نسائی کے نہیں ہیں۔ اور نسائی میں عن رجل من الصحابہ ہے۔

۲؎ ابنِ ہشام 219/2

مجھے مرشدِ کامل سے ہدایت تھی کہ جو بھی آئے صوفیہ کے طریقے کے مطابق اس کی خاطر تواضع کریں اور تعلیم دیں۔ اس کے قلب پر توجہ کریں۔ اس کی نگاہ میں نگاہ ڈال کر توجہ کرو۔ نگاہ کا اثر ہوتے ہی وہ قائل بھی ہوگا اور اس کے نفسیاتی، ذہنی اور روحانی مسائل بھی حل ہوں گے۔ میں ان ہدایات کے مطابق بھرپور کوشش کرتا تھا کہ ہر ایک کی خدمت کروں۔ تخلیہ میں ان سب کے لیے دعا بھی کرتا تھا۔ مجھے حالتِ بیداری میں، مراقبہ میں یا خوب میں ضروری ہدایات مل جاتی تھیں۔ میں ان ہدایات پر عمل کرتا تھا۔ لوگوں کے موجودہ مسائل اور ان کے حل سے بھی آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ رشد وہدایت کا یہ روحانی نیٹ ورک ذات باری تعالیٰ کا ہی قائم کردہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرشدِ حقیقی اور اس نیٹ ورک کے انچارج ہیں۔ اولیاء اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ تصرف اور زیرِ نگرانی تمام روحانی معاملات سر انجام دیتے ہیں۔ میرا یہ کتاب لکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ذاتی مشاہدات وتجربات بیان کرنے کے ساتھ آپ لوگوں کو بھی دعوت دوں کہ اس راہ پر چل کر دیکھیں، سچائی اپنا ثبوت آپ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر انسان کے ساتھ روحانی تعلق ہے جو کوئی اس تعلق کی قدر وقیمت اور ضرورت واہمیت کو سمجھ کر، اس راہ پر چل پڑے اس کا یہ روحانی تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح یہ روحانی تعلق، خاص روحانی تعلق میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ ایسا انسان رب تعالیٰ کو اپنی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب پاتا ہے۔ اتنا قریب کہ اس کے لیے لفظ قریب بھی استعمال نہیں ہوسکتا۔

عمران بھٹی میرے پاس روزانہ آتا رہا۔ چند روز بعد اس نے کہا، سر! اب وہ لڑکا میری طرف مائل ہو رہا ہے۔ آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اندھیرے میں سیڑھیاں چڑھ رہا ہوں۔ جہاں سیڑھیاں ختم ہوتی ہیں وہاں ایک بند دروازہ ہے۔ میں وہاں کھڑا ہوں۔ میں نے کہا، بھٹی! وہ دروازہ کھل گیا تو تمہارا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ خواب میں سیڑھیاں چڑھنا، اس کی روحانی اصلاح کی نشاندہی کر رہا تھا۔ وہ بند دروازہ، دراصل ہدایت کا دروازہ تھا۔ اس کے لیے ہدایت کا دروازہ بند تھا۔ بندہ عاجز دعا گو تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کا دروازہ کھول دے۔

ایک دن بھٹی آیا تو اس سے بحث شروع ہوگئی۔ بھٹی غصے میں آگیا۔ کہنے لگا سر جی! آپ بھی مولویوں کی طرح کبھی جنت کی بشارت دیتے ہیں اور کبھی دوزخ سے ڈراتے ہیں۔ میں نے کہا، بھٹی! قرآن حکیم میں اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین، متقین کو جنت کی بشارت دی ہے اور کفار کے لیے فرمایا ہے کہ یہی ہیں وہ جہنمی جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ بھٹی نے کہا، کہاں لکھا ہے، قرآن حکیم میں؟ مجھے دکھائیں۔ میں الحمدللہ باوضو تھا، فوراً الماری میں رکھا ہوا با ترجمہ قرآن حکیم اُٹھایا۔ میں نے کہا، بھٹی! دیکھو! میری صداقت کی گواہی ابھی تمہیں قرآن حکیم سے مل جائے گی۔ میں نے قرآن حکیم کو ادب سے چُوما، آنکھیں بند کیں اور دل ہی دل میں دعا مانگی کہ یا اللہ ہدایت دینا نہ دینا آپ کا کام ہے۔ اسے ہدایت عطا فرمائیں۔ اسکے بعد میں نے اندازے سے قرآن حکیم قریباً درمیان سے کھولا اور اس کے دائیں صفحہ پر لکھی ہوئی آیات اور ان کا ترجمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ خود میں، بھٹی اور وہاں موجود دیگر سٹوڈنٹس حیران رہ گئے۔ بھٹی کہنے لگا، سر جی! یہ تو بالکل وہی باتیں ہیں جو کہ آپ ابھی کر رہے تھے۔ میں نے کہا، بھٹی یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے حق ہونے کا ثبوت ہے۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ میری صداقت کی گواہی تمہیں قرآن حکیم سے مل جائے گی۔ بھٹی کہنے لگا۔ ایسا اتفاقاً ہوا ہے۔ آپ دوبارہ قرآن حکیم کھولیں۔ میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر کے قرآنِ حکیم کھولا تو وہی صفحہ نمبر، وہی آیات دوبارہ نکل آئیں۔ میں

نے کہا، سناؤ بھٹی! کیا یہ دوبارہ بھی اتفاقاً ہی زیرِ بحث موضوع کے عین مطابق قرآنی آیات نکل آئی ہیں۔ صفحہ نمبر اور آیات نمبر میں کوئی فرق نہیں۔ بھٹی حیران بھی تھا اور پریشان بھی۔ کہنے لگا، سب کچھ میری نظروں کے سامنے ہو رہا ہے۔ آپ نے دوبارہ آنکھیں بند کر کے قرآن حکیم کھولا ہے۔ ہر بار زیرِ بحث موضوع کے عین مطابق آیات نکل آئی ہیں۔ جو آیات پہلے نکلی تھیں وہی دوبارہ نکلیں۔ صفحہ نمبر اور آیات نمبر میں کوئی فرق نہیں۔ ایک بار اور قرآن حکیم کھولیں۔ میں نے کہا بھٹی! یہ کوئی مذاق ہے؟ اس نے منت سماجت کی تو میں نے تیسری بار پھر قرآن حکیم کھولا۔ تیسری بار بھی وہی آیات تھیں جو پہلے دوبارہ نکل چکی تھیں۔ مجھے اس روحانی مشاہدہ اور تائیدِ الٰہی پر بہت زیادہ روحانی مسرت ملی۔ حاضرِ مجلس تمام سٹوڈنٹس حیران تھے۔ بھٹی حیران بھی تھا اور پریشان بھی۔ اس وقت اس کی حالت کچھ یوں تھی:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿١٩﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ البقرہ [2:16-20]

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی لیکن ان کی تجارت فائدہ مند نہ ہوئی اور وہ (فائدہ منداور نفع بخش سودے کی) راہ جانتے ہی نہ تھے○ ان کی مثال ایسے شخص کی مانند ہے جس نے (تاریک ماحول میں) آگ جلائی اور جب اس نے گرد ونواح کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کا نور سلب کر لیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا اب وہ کچھ نہیں دیکھتے○ یہ بہرے، گونگے (اور) اندھے ہیں پس وہ (راہِ راست کی طرف) نہیں لوٹیں گے○ یا ان کی مثال اس بارش کی سی ہے جو آسمان سے برس رہی ہے جس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک (بھی) ہے تو وہ کڑک کے باعث موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں، اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے○ یوں لگتا ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لے جائے گی، جب بھی ان کے لیے (ماحول میں) کچھ چمک ہوتی ہے تو اس میں چلنے لگتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان کی سماعت اور بصارت بالکل سلب کر لیتا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے○

بھٹی کہنے لگا، سر جی یوں لگتا ہے کہ یہ قرآنی آیت جیسے آج، اس وقت کے لیے اور اس موقع کے لیے، میری خاطر ہی نازل ہوئی تھیں۔ میں نے کہا، بھٹی! قرآن حکیم کا پیغام آفاقی ہے۔ یہ قیامت تک، ہر انسان کے لیے ہے۔ یہ ہر موقع اور ہر وقت کے لیے ہے۔ جو انسان جب چاہے استفادہ کر لے۔ نمازِ عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ میرے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ میں نے کہا بھٹی جاؤ، اب صبح بات ہوگی۔ مجھے ابھی نماز بھی ادا کرنی ہے اور وظائف بھی پڑھنے ہیں۔ میں گھر جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔ میرا اپنا آفس گھر سے ملحق تھا۔ یہ آفس سٹریٹ نمبر 17 طارق آباد، فیصل آباد میں واقعہ ہے۔ میں اس عمارت میں 12 اکتوبر 1991ء کو منتقل ہوا تھا۔ اس کے ایک حصہ میں چشتیہ کالج اور اکیڈمی کھول لی اور دوسرے حصہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ بھٹی کہنے لگا، سر اپنے بارے میں دیکھیں، قرآن حکیم میں سے کون سی آیت نکلتی ہے۔ میں ڈر گیا۔ میرا رنگ

فق ہو گیا۔ میں نے کہا، بھٹی جانے دو۔ اس وقت ڈائریکٹ رابطہ کی صورت ہے۔ اگر میرے بارے میں کوئی وعید نکل آئی تو میں تو جیتے جی مرجاؤں گا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آس پر جی رہا ہوں۔ اس نے اصرار کیا تو میں نے آنکھیں بند کر کے، قرآن حکیم کھلا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، اس وقت یہ آیت مبارکہ نکلی:

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۝۵۵

پس آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنی اُمت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کیجیےo

یہ آیت مقدسہ بھی عین اس وقت موجود صورتحال کے عین مطابق تھی۔ بھٹی کہنے لگا، سر! تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کہہ رہے تھے کہ تم جاؤ میں نے نماز ادا کرنی ہے اور وظائف پڑھنے ہیں۔ یہ آیت مقدسہ بھی گویا اسی موقع کے لیے نازل ہوئی ہے۔

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بھٹی سے کہا، اب جاؤ، صبح بات ہوگی۔ رات کو نماز و وظائف کے بعد میں سونے لگا تو اچانک بے خودی سی طاری ہوگئی۔ ایک سفید پوش بزرگ تشریف لے آئے۔ دن بھر جو لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے آئے تھے، میں نے ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے ہر ایک کے مسئلہ کا حل بتایا۔ ان کے پاس فائلیں تھیں۔ وہ ہر ایک فائل میں کچھ نہ کچھ درج کر رہے تھے۔ میں نے عمران بھٹی کا ذکر کیا تو انہوں نے ایک فائل کھولی۔ انہوں نے فرمایا، ان شاءاللہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ یہ فرمانے کے بعد اُنہوں نے فائل پر مہر لگائی اور تشریف لے گئے۔

اگلے دن صبح، میں نے آفس کھولتے ہی اپنے ایک قریبی سٹوڈنٹ سے کہا کہ آج عمران بھٹی صبح ہی آئے گا۔ اس کے بیٹھنے کے لیے میرے پاس اسٹول رکھ دیں۔ عمران بھٹی عموماً شام کو ملنے آتا تھا۔ اس دن وہ صبح ہی آ گیا۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ کہنے لگا، سر! مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ مجھے چکر آتے رہے۔ یوں محسوس ہوتا رہا جیسے میرے اندر کا مندر مسمار ہو رہا ہے اور اس میں رکھے ہوئے بُت ٹوٹ رہے ہیں۔ میں آج فیصلہ کر کے آیا ہوں۔ آپ دوبارہ قرآن حکیم کھولیں۔ کل میرے بارے میں جو آیات تین بار نکلی تھیں، اگر وہ آج پھر نکل آئیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا، بھٹی اگر تمہاری شرط کے مطابق وہی آیات دوبارہ نکل آئیں اور تم مسلمان نہ ہوئے تو میں تمہیں آفس سے باہر نہیں جانے دوں گا تمہیں مار ڈالوں گا۔ وہ کہنے لگا، مجھے منظور ہے۔ میں نے آفس میں موجود سٹوڈنٹس کو بلا لیا۔ انہوں نے بھٹی کے اور میرے درمیان ہونے والے عہد کو سن اور سمجھ لیا اور وہ گواہ بن گئے۔ میں نے قرآن حکیم کو بوسہ دیا۔ آنکھیں بند کر کے قرآن حکیم کھولا تو پھر سے وہی صفحہ نمبر اور وہی آیات نکل آئیں جو پہلے تین بار نکل چکی تھیں۔ بے اختیار سب نے نعرۂ تکبیر لگایا۔ عمران بھٹی نے بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد عمران بھٹی سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ جب بھی اس سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کہ سناؤ بھٹی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ تو وہ بلند آواز سے پڑھتا۔ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)''۔

عزیزانِ من! اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جس کو جیسے چاہے ہدایت فرمائے۔ مندرجہ بالا روحانی مشاہدہ وتجربہ

سے بہت سے امور واضح ہوئے:

1۔ اللہ تعالیٰ کا نام بہت برکت والا ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ سورۃ الرحمٰن [55:78]

آپ کے رب کا نام بڑی برکت والا ہے، جو صاحبِ عظمت وجلال اور صاحبِ اِنعام واِکرام ہے o

عمران بھٹی جو کہ مرتد ہو چکا تھا اور وجود باری تعالیٰ کا بھی منکر تھا۔اس نے بغیر کسی عقیدے کے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت عطا فرمائی۔

2۔ قرآن حکیم ذات باری تعالیٰ کا نہایت عظیم معجزہ ہے۔یہ ذات باری تعالیٰ سے رابطہ کا بہترین ذریعہ ہے۔جو انسان اس سے روحانی تعلق قائم کر لے یہ اس کی سرپرستی فرماتا ہے۔اس کے دینی، دنیاوی، آخروی، نفسیاتی، روحانی، سماجی، غرضیکہ تمام امور میں ہادی، محافظ، ناصر اور مربی بن جاتا ہے۔

3۔ ہدایت کا تعلق عقل وفکر سے نہیں بلکہ دل سے ہے۔جب حجابات دور ہو جائیں، تزکیۂ قلب ہو جائے تو عقل بھی رہبر بن جاتی ہے۔بصورتِ دیگر عقل رہزن بن جاتی ہے، علم گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔

4۔ اس روحانی مشاہدہ وتجربہ سے ایمان وایقان میں بہت اضافہ ہوا۔اپنے آپ کو، اپنے ہاتھوں، آنکھوں، زبان کو، عقل وفکر کو ذاتِ باری تعالیٰ اور ذاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرفِ قرب ومعیت میں پا کر بہت زیادہ روحانی مسرت حاصل ہوئی۔

5۔ روحانیت میں مشاہدات والہامات اور کشف وکرامات حقیقی مطلوب ومقصود تک رسائی کا ذریعہ ہیں۔یہ مقصود بالذات نہیں ہیں۔حقیقی توحید تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب ورضا حاصل کرنا ہے۔

6۔ اتفاقاً کچھ بھی نہیں ہوتا۔ذات باری تعالیٰ اپنے علم وقدرت سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔اگر اتفاقاً سے مراد یہ لیا جائے کہ بغیر کسی وجہ یا سبب کے، تو ایسا ہرگز درست نہیں ہے۔بغیر سبب کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ذاتِ باری تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔اللہ تعالیٰ سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔تمام چھوٹے بڑے کام اس کی منشاء، مشیت، اذن ورضا کے تحت سرانجام پاتے ہیں۔تمام سائنسی وروحانی، دینی ودنیاوی امور اور اصول وقوانین اللہ تعالیٰ نے ہی انسانوں پر ظاہر فرمائے ہیں۔جب کوئی مفکر، فلسفی، سائنسدان یا سائل مسلسل غور وفکر کرتا ہے اور جستجو میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا دامن مراد سے بھر دیتا ہے۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے)۔

عزیزانِ من! قریباً 1981ء میں (بعد از میٹرک دوران تعلیم ایف ایس سی) بندہ عاجز کو اولیاء اللہ کی راہ پر چلنے کا شوق عطا ہوا۔اس شوق نے مرشد کا کام سرانجام دیا۔نہایت شفیق، مہربان، مرشدِ کامل کی سرپرستی بھی نصیب ہوگئی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ العنکبوت [29:69]

جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے۔

روحانیت میں مکمل رہنمائی ملتی ہے۔اشارے کنائے سے،خواب میں،خیال میں،کسی وعظ وتقریر کے دوران،کسی تحریر کے مطالعہ کے دوران،مراقبہ کے دوران،ذکروفکر کے دوران،حالتِ نماز میں،کسی نہ کسی شکل میں رہنمائی ملتی رہتی ہے اور تربیت بھی ہوتی رہتی ہے۔روحانی نظام فوج کے محکمہ سے بھی زیادہ منظم ہے۔مدرسے اور سکول وکالج کی تعلیم کی طرح یہاں بھی کلاسز ہوتی ہیں،ترقی وتنزلی ہوتی ہے۔شاباش بھی ملتی ہے اور ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی ہے۔ایک کورس کی تکمیل پر دوسرا کورس شروع ہوجاتا ہے۔

جب بندۂ عاجز بیعت ہوا تو اس وقت اس کی عمر قریباً 18/19 برس تھی۔ایک دن خواب میں دیکھا کہ پرائمری کلاس کے سٹوڈنٹ کے طور پر بوریہ نشین ہے۔کچھ اور سٹوڈنٹس بھی کلاس میں موجود ہیں۔شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر بطور معلم تشریف فرما ہیں اور پڑھا رہے ہیں۔اس کے بعد مڈل،میٹرک کی کلاسز میں خود کو پایا۔پھر کالج کی سطح پر تعلیم شروع ہوگئی۔ایک دن مرشد کریم نے مبارک باد دی،فرمایا،پنجاب کے درویشوں کا امتحان لیا گیا۔ممتحن حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔آپ اس امتحان میں اول آئے ہیں۔مجھے اس خبر پر بہت زیادہ روحانی مسرت حاصل ہوئی۔اولیاء اللہ کا منظورِ نظر ہونا خوشی کی ہی بات تو ہے۔ان امور کے ذکر کا مقصد خودستائی یا خودنمائی نہیں ہے۔جب سالک اپنی حقیقت سے آگاہ ہوجاتا ہے تو پھر فانی دنیا میں نمود ونمائش کی،مرتبہ ومقام پانے کی خواہش ختم ہوجاتی ہے۔دنیا فانی ہے۔یہاں کی ہر چیز فانی ہے۔بندۂ فانی عزت،شہرت اور مرتبہ ومقام کا خواہش مند نہیں بلکہ رضائے الٰہی اور رضائے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طالب ہے۔بندہ یہ تحریر،عصرِ حاضر کے تقاضے دیکھ کر لکھ رہا ہے۔ہمارے نوجوان اور ان کے سرپرست جدید دور کی مادیت اور جدت سے متاثر ہیں۔اصل مقصدِ حیات کی طرف توجہ نہیں رہی۔لوگ دنیاوی جاہ و مرتبہ،مال ودولت،آسانی وآسائش کے حصول کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھول چکے ہیں۔ لوگ اپنے دنیوی مقاصد کے حصول کی خاطر،دنیوی علوم (فزکس،کیمسٹری،بیالوجی،میڈیکل سائنس،ٹیکنالوجی) میں بھرپور دلچسپی لے رہے ہیں۔لوگ ذہنی ونفسیاتی مسائل کے حل کے لیے نفسیات،ہپناٹزم،ایل این پی تکنیک اور دیگر ذہنی و روحی علوم سیکھ رہے ہیں جب کہ ام العلوم،اسلامی سپر چوالزم (روحانی سائنس،تصوف) کی قدرو قیمت،اہمیت اور ضرورت کو بالکل فراموش کر چکے ہیں۔ہماری نوجوان نسل غیر اسلامی تصوف میں دلچسپی لے رہی ہے۔لوگ یوگا سیکھ رہے ہیں۔ریکی سیکھ رہے ہیں۔ڈائناٹکس(Dynatics)اور سائینٹالوجی(Scientology) سے متاثر ہیں۔ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی سیکھ رہے ہیں۔غیر مسلم ان علوم کی آڑ میں نوجوان نسل کو دین اسلام سے مزید دور کر رہے ہیں۔انہیں غیر محسوس انداز سے دہریت اور کفر کی تاریکیوں میں لے جا رہے ہیں۔عصر حاضر کی ضرورت ہے کہ روحانی سائنس (تصوف) کو سائنسی استدلال کے ساتھ متعارف کرایا جائے۔فلسفۂ تصوف کو فلسفۂ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔اس طرح فلسفہ اسلام کی بہترین روایات کو متعارف کرا کے نوجوان نسل پر واضح کیا جائے کہ روحانی سائنس (تصوف) کی تعلیم حاصل کر کے وہ بہترین ماہرِ نفسیات بن جائیں گے۔انہیں غیر اسلامی روحی علوم سے بڑھ کر ذہنی،نفسیاتی،روحانی اور سماجی فوائد حاصل ہوں گے۔وہ دین،دنیوی اور آخروی لحاظ سے فلاح پائیں گے۔راقم الحروف نے مندرجہ بالا مقصد کے حصول کی خاطر یہ گزارشات تحریر کی ہیں۔اصل مقصدِ تحریر یہی ہے ۔

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را (280)

ترجمہ: نغمہ کہاں اور میں کہاں، باتیں کرنا تو ایک بہانہ ہے۔ میں بے لگام اونٹنی کو قافلے کی طرف کھینچ کر لے جا رہا ہوں۔

جیسا کہ بندہ عاجز پہلے بیان کر چکا ہے کہ روحانی سفر کے آغاز میں ایک دن مجھے خواب میں کہا گیا کہ روزانہ سورۃ رحمن پڑھا کریں۔ میں نے حسبِ ہدایت روزانہ سورۂ رحمن پڑھا شروع کر دی۔ ایک رات نیم بیداری کی حالت میں کوئی رات بھر مجھے سورۂ کوثر پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد میں نے روزانہ سورۂ کوثر بھی پڑھنا شروع کر دی۔ ساتھ ہی میں نے روزانہ قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دی۔ روزانہ ایک یا دو رکوع ترجمہ کے ساتھ پڑھتا تھا۔ ترجمہ پر کافی دیر غور وفکر کرتا اور جو مفہوم سمجھ آتا وہ مختصر الفاظ میں ایک نوٹ بک پر تحریر کر لیتا تھا۔ قرآن حکیم سے اس نسبت اور تعلق کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بہت فائدہ ہوا۔ زندگی بھر کلامِ الٰہی کے ذریعے ذات باری تعالیٰ سے رہنمائی ملتی رہی۔ آئندہ صفحات پر موقع محل کی مناسبت سے ایسے کئی ایمان افروز واقعات بیان کروں گا۔ (ان شاءاللہ)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھا۔ عرض کیا، یا اللہ! آپ تک رسائی کا اقرب طریقہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ قرآن پڑھا کرو۔ پھر عرض کیا کہ سمجھ کر پڑھا جائے یا بغیر سمجھے بھی؟ جواب ملا کہ دونوں طرح۔ (281)

قرآن کریم سے محبت، عقیدت اور روحانیت کا رشتہ قائم ہونے سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ انسان خود کو ذاتِ باری تعالیٰ کے قریب سے قریب تر پاتا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نیاز الدین خان کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ''قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تا کہ قلب محمدی نسبت پیدا کرے۔ اس نسبتِ محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوصِ دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے''۔ (282)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قادری سلسلہ میں اپنے والد شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد، حضرت سائیں عبداللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے جناب غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی رحمۃ اللہ علیہ، (بازار خراداں گوجرانوالہ) سے تعلق رکھتے تھے۔ (283)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی واخلاقی تعلیم وتربیت میں ان کے والد نے خصوصی کردار ادا کیا تھا۔ اس ضمن میں مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''سفرِ کابل کی واپسی میں قندھار کا ریگستانی میدان طے ہو چکا تھا اور سندھ وبلوچستان کے پہاڑوں پر ہماری موٹریں دوڑ رہی تھیں۔ شام کا وقت تھا۔ ہم (سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ) دونوں ایک ہی موٹر میں بیٹھے تھے۔ روحانیات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اربابِ دل کا تذکرہ تھا کہ موصوف (علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ) نے بڑے تاثر کے ساتھ اپنی زندگی کے دو واقعے بیان کیے۔ میرے خیال میں یہ دونوں واقعے ان کی زندگی کے سارے کارناموں کی اصل بنیاد تھے۔ فرمایا...... جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اُٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ والد مرحوم اپنے اوراد ووظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھ کو دیکھ کر گزر جاتے۔ ایک دن صبح کو وہ میرے پاس سے گزرے تو مسکرا کر فرمایا: ''کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا۔''
>
> میں نے دو چار دفعہ بتانے کا تقاضا کیا تو فرمایا: ''جب امتحان دے لو گے، تب''۔

جب امتحان دے چکا اور لاہور سے گھر آیا تو فرمایا: ''جب پاس ہو جاؤ گے''۔
جب پاس ہو گیا اور پوچھا تو فرمایا: ''بتاؤں گا''۔
ایک دن صبح کو حسبِ دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آ گئے اور فرمایا:
''بیٹا، کہنا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم ہی پر اُتر رہا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے''۔
ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اُن کا یہ فقرہ میرے دل میں اُتر گیا اور اس کی لذت دل میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔ یہ تھا وہ تخم جو اقبال کے دل میں بویا گیا اور جس کی تناور شاخیں پہنائے عالم میں ان کے (موزوں نالوں) کلام کی شکل میں پھیلی ہیں۔
دوسرا واقعہ یہ ہے کہ باپ نے ایک دن بیٹے سے کہا کہ:
''میں نے تمہارے پڑھانے میں جو محنت کی ہے تم سے اس کا معاوضہ چاہتا ہوں۔''
لائق بیٹے نے بڑے شوق سے پوچھا کہ ''وہ کیا ہے؟''
باپ نے کہا: ''کسی موقع پر بتاؤں گا۔''
چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ ''میری محنت کا معاوضہ یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کرنا۔''
بات ختم ہو گئی۔ ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اس کے بعد میں نے لاہور میں کام شروع کیا۔ ساتھ ہی میری شاعری کا چرچا پھیلا اور نوجوانوں نے اس کو اسلام کا ترانہ بنایا۔ لوگوں نے نظموں کو ذوق وشوق سے پڑھا اور سُنا، اور سامعین میں ولولہ پیدا ہونے لگا۔ اُنہی دنوں میں میرے والد مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ میں ان کو دیکھنے کے لیے لاہور سے آیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اُن سے پوچھا کہ والد بزرگوار، آپ سے جو میں نے اسلام کی خدمت کا عہد کیا تھا وہ پورا کیا یا نہیں؟
باپ نے بسترِ مرگ پر شہادت دی کہ ''جانِ من، تم نے میری محنت کا معاوضہ ادا کر دیا''۔
کون انکار کر سکتا ہے کہ اقبال نے ساری عمر جو پیغام ہم کو سنایا وہ انہی دو متنوں کی شرح تھی''۔(284)

اس ضمن میں ایک اور جگہ پر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

جب میں ایف اے میں پڑھتا تھا تو صبح کی نماز کے بعد قرآنِ پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ والد صاحب مسجد سے نماز پڑھ کر آتے تو کبھی منزل ختم کر چکا ہوتا، کبھی جاری ہوتی۔ ایک دن آ کر پوچھتے ہیں کہ: ''کیا پڑھتے تھے؟'' مجھے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آ گیا۔ چھ مہینے ہو گئے اور ہر روز دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم پڑھتا ہوں، پھر یہ سوال کیسا؟ نہایت نرمی سے فرمایا: ''میں پوچھتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے؟'' اب میرا استعجاب اور غصہ جاتا رہا اور کہا: ''کچھ عربی جانتا ہوں، کہیں کہیں سمجھ میں آجاتا ہے''۔
بات ختم ہو گئی۔ کوئی چھ ماہ بعد ایک دن بیٹھ گئے اور فرمایا: ''بیٹا! قرآن کریم اس کی سمجھ میں آ سکتا ہے جس پر یہ نازل ہوتا ہے''۔ میں حیران تھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن کریم کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا..... فرمایا: ''یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ قرآن کریم حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کسی پر نازل ہی نہیں ہو سکتا؟'' میں پھر حیران ہوا تو فرمایا: ''انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ) کی منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعورِ انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ محمدؐ مکمل ہو گیا اور بابِ نبوت بند

ہو گیا۔انسانیت اپنی معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔اب ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ 'محمدؐ' موجود ہے۔کوئی انسان جتنا محمدیت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اتنا ہی قرآن اس پر نازل ہوتا جاتا ہے۔یہ مفہوم تھا میرے کہنے کا کہ قرآنِ کریم اس کی سمجھ میں آ سکتا ہے جس پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے''۔(285)

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب گرہ کشا ہے نہ رازیؔ نہ صاحبِ کشاف (286)

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بقرآں زیستن (287)

فکرِاقبال کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور نسبتِ قرآنی کی بدولت عروج اور مقبولیت حاصل ہوئی۔عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور نسبتِ قرآنی مرشدِ کامل سے عطا ہوتے ہیں۔جسے یہ نعمتیں حاصل ہو گئیں وہ خوش قسمت اور قابلِ رشک انسان ہے۔

عزیزانِ من! جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت نجات کا باعث ہے، اسی طرح قرآن حکیم سے، اس کی کسی سورۂ مقدسہ یا آیت مقدسہ سے خصوصی محبت بھی نجات کا باعث ہے۔ یہ محبت دین میں، دنیا میں، آخرت میں، قبر میں، پل صراط پر ہر جگہ کام آئے گی۔ اس ضمن میں ایک حدیث پاک کے مطالعہ کا شرف حاصل کریں۔ ریاض الصالحین میں بخاری و مسلم کے حوالہ سے متفق علیہ حدیث ہے:

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فوج کے ایک دستے کا سربراہ مقرر کیا جو نماز میں ان کی امامت کراتا تھا۔ وہ ہمیشہ آخر پر سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتا تھا۔ جب مجاہدین مدینہ منورہ واپس آئے تو انہوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ذکر کیا، جنہوں نے فرمایا 'اُن سے پوچھیں کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟' اُن سے پوچھا گیا اور انہوں نے کہا، 'اس سورۃ میں رحمٰن کی صفات کا ذکر ہے پس اس لیے میں اس کی تلاوت کرنا پسند کرتا ہوں۔' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں فرمایا، انہیں بتادیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سے پیار کرتا ہے۔''

قریباً اسی مضمون کی ایک حدیث جامع ترمذی میں بھی انس بن مالکؓ سے روایت ہے جس میں جب ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور اقرار کیا کہ میں اس سورہ (سورۃ اخلاص) سے محبت کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری اس سے محبت تمہیں جنت میں داخل کردے گی۔

احادیث میں کئی سورۂ مقدسہ اور آیاتِ مقدسہ کی خصوصی فضیلت بیان ہوئی ہے اور دینی و دنیاوی مسائل، قبر و حشر اور پل صراط کے مراحل میں مدد کے لیے ان کی تلاوت اور ان سے خصوصی نسبت روحانی قائم کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

عزیزانِ من! زندگی کا کیا بھروسہ۔ احکامِ الٰہی کے مطابق زندگی بسر کریں۔ روزانہ نماز پنجگانہ ادا کریں۔ صبح اور شام کو ذکر و فکر کے لیے وقت مخصوص کریں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ اس کا ترجمہ پڑھیں اور اس کے پیغام پر غور و فکر کیا کریں۔ اس طرح روزانہ کسی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت النبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر لکھی ہوئی کسی مستند کتاب کا مطالعہ کریں۔ نہایت محبت، عقیدت اور توجہ سے درود شریف اور کلمہ شریف کثرت سے پڑھیں۔ اسمِ ذات، اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور نفی اثبات کے مراقبہ کے دوران بھی ذاتِ باری تعالیٰ، صفاتِ باری تعالیٰ، سیرت النبیؐ پر تفکر کرتے رہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی اللہ تعالیٰ، اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآنِ حکیم سے نسبت روحانی قائم ہو جائے گی۔ آپ لمحہ بہ لمحہ خود کو ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب سے

قریب تر پائیں گے۔ یہی مقصودِفطرت ہے اور یہی مقصدِ حیات ہے۔ ہر حال میں، اُٹھتے بیٹھتے، حالتِ نماز میں، تمام معاملاتِ زندگی میں مشغولیت کے دوران اپنی توجہ اور یکسوئی برقرار رکھیں۔ کامل توجہ اور یکسوئی کے حصول کے لیے اپنے مرشد کے زیرِنگرانی اور زیرِہدایت مراقبہ سیکھیں۔

روحانی دنیا

(مراقبات،روحانی کیفیات،روحانی مشاہدات وتجربات)

خیال کی قوت اور اہمیت:۔ دین اسلام میں خیال کی قوت اور اہمیت جس قدر واضح انداز سے تسلیم کی گئی ہے اس کی کہیں اور مثال نہیں ملتی۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

نیت سے مراد وہ ارادہ ہے جو عمل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔انسانی قلب وذہن میں ہمہ وقت خیالات کا سلسلہ ایک بہاؤ کی صورت میں جاری رہتا ہے۔اچھے خیالات بھی پیدا ہوتے ہیں اور برے بھی۔اہلِ فکر ونظر ان خیالات کے مآخذ سے آگاہ ہوتے ہیں۔وہ ان خیالات کا تجزیہ کرتے رہتے ہیں۔اس طرح فکری نمو کا عمل جاری رہتا ہے اور نورِ بصیرت جلا پاتا رہتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ الاعلیٰ [87:14-15]

بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہوگیا ○ اور وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور (کثرت و پابندی سے) نماز پڑھتا رہا ○

نفس انسانی اچھے خیالات بھی پیدا کرتا ہے اور برے بھی۔ابلیس بھی انسان کے دل میں وسوسے اور برے خیالات ڈالتا ہے۔دوسروں کے خیالات پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت نہ صرف ابلیس کو بلکہ انسانوں کو بھی حاصل ہے۔سورۃ الناس میں واضح ارشاد ہے کہ انسان کے سینوں میں 'خناس' وسوسے پیدا کرتا ہے۔یہ 'خناس' جنات میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔عصر حاضر میں سائنسی بنیادوں پر ہونے والی تحقیق کے نتیجہ میں بھی یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی ہے کہ انسان اپنی سوچ سے، خیال کی قوت سے، ارتکازِ توجہ سے دوسروں کو ہپناٹائز کر سکتا ہے۔ذہنی رابطے سے بغیر کسی مادی ذریعہ کے پیغام کسی دوسرے فرد تک پہنچا سکتا ہے۔ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، این ایل آر پی تکنیک، ریکی و دیگر روحانی علوم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اور خیالات کی قوت کا عملی مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔

علمِ نفسیات کا منفی کردار:۔ ماہرینِ نفسیات بھی خیال کی قوت کو تسلیم کرتے ہیں اور سوچ کے تجزیہ سے انسانی رویے، کردار اور شخصیت کا تجزیہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اور انسان کی اخلاقی، ذہنی اور نفسیاتی عوارض کا بنیادی سبب سوچ کو قرار دیتے ہیں۔ یہ تمام علوم اخلاقی، ذہنی اور نفسیاتی بنیادوں پر تو خیال کی قوت اور اس کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور ذہن کا وجود بھی تسلیم کرتے ہیں۔مگر دل، روح، نفس امارہ، نفس لوامہ اور ذہن کے باہمی ربط و تعلق کو اہمیت نہیں دیتے۔

بلکہ وہ دل، نفس امارہ اور نفس لوامہ کی انفرادی حیثیتوں کا انکار کر دیتے ہیں اور روح کو بھی نا قابل مشاہدہ امر اور تجربہ کی حدود سے بالاتر قرار دے کر اسے غور وفکر کا مرکز نہیں بناتے۔

یہ تمام علوم انسانی شخصیت کے جزوی پہلوؤں کو کُلّی حیثیت دیتے ہیں اور مکمل انسانی شخصیت کا نہ مطالعہ کرتے ہیں اور نہ ہی اسے اہمیت دیتے ہیں۔ ان تمام علوم کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے خیال کی قوت سے کام لیتے ہوئے اپنی خواہشات کی تسکین کر سکے اور پرسکون زندگی گزارے۔ یہ سب دنیا کی اور دنیاوی زندگی کی باتیں کرتے ہیں اور دین کا ذکر نہیں کرتے کیونکہ ان تمام علوم کے سکالرز، ماہرین اور معلمین دین کے اور اُخروی زندگی کے منکر ہیں۔ وہ لادینیت اور مادہ پرستی کا شکار ہیں۔ وہ جائز و ناجائز طریقوں سے اپنی نفسانی، جبلی خواہشات کی تسکین چاہتے ہیں۔ انہی لادینی افکار کا نتیجہ ہے کہ ڈارون نے بندر کو انسان کا جدِّ اعلیٰ قرار دیا۔ سگمنڈ فرائڈ نے جذبات پر نظم وضبط کو تمام نفسیاتی وجذباتی مسائل کا سبب قرار دیا۔ اس نے جنسی جذبہ کی تسکین کو غیر معمولی اہمیت دی اور بہرصورت اس کی تسکین کی تعلیم دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اہلِ یورپ مادر پدر آزادی، عریانی وفحاشی اور بے راہروی کا شکار ہو گئے۔ دین اسلام، دین، دنیا اور آخرت کی زندگی کا جامع تصور پیش کرتا ہے۔ انسانی فکر وعمل کے اصل منابع و مآخذ کی نشاندہی کرتا ہے، فکر وعمل کی اصلاح کا جامع نظام پیش کرتا ہے اور کامل انسان بننے کے لیے مکمل مدد ورہنمائی فراہم کرتا ہے۔

دین اسلام قلب و ذہن، نفس وروح، دنیا اور آخرت کے واضح تصورات پیش کرتا ہے اور انسان کی فکری، نفسیاتی، اخلاقی وروحانی، دنیوی اور آخروی عروج وکمال اور فلاح کے لیے مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے۔

دین اسلام سوچ اور عمل کے فرق کو منافقت قرار دیتا ہے اور منافق کو بدترین انسان قرار دیتا ہے۔ دین اسلام خیال کی قوت کے نہ صرف وقتی، لمحاتی اور قلیل مدتی اثرات تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے مستقل، دائمی اور ابدی اثرات بھی بیان کرتا ہے۔ یہ سوچ کا فرق ہی ہے جو کسی کو مومن اور کسی کو کافر بنا دیتا ہے۔ کسی کو نیک اور کسی کو بد بنا دیتا ہے۔ کسی کو اطمینانِ قلبی بخشتا ہے اور کسی کو فسادِ قلبی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

قرآن وحدیث میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ اگر کوئی انسان اچھی سوچ رکھتا ہے، کسی اچھے خیال کو عملی روپ دے دیتا ہے اور لوگ اس کے اس عمل کو اپنا لیتے ہیں تو جب تک یہ عملِ خیر جاری رہے گا اس شخص کے نامہ اعمال میں اس کا اجر وثواب درج ہوتا رہے گا۔ اسی طرح اگر کوئی انسان بری سوچ رکھتا ہے، کسی بُرے خیال کو عملی شکل دے دیتا ہے اور لوگ اس کے اس عمل کو اپنا لیتے ہیں تو جب تک یہ برا عمل جاری رہے گا اس شخص کے نامہ اعمال میں اس کا گناہ درج ہوتا رہے گا۔ اس سلسلہ میں ہابیل اور قابیل کا واقعہ ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے۔

دین اسلام، دینِ فطرت ہے۔ اس میں انسانی فطرت کے تمام تقاضے فطرتی انداز سے پورے کرنے کے لیے مکمل اور واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ مقصودِ فطرت یہی ہے کہ ہر انسان کے جسمانی، روحانی، اخلاقی، ذہنی اور نفسیاتی تقاضے پورے ہوں۔ دین اسلام میں جسم اور روح کی تقسیم نہیں۔ دینی اور دنیاوی تقاضوں کی تقسیم نہیں۔ اگر دنیاوی تقاضے بھی احکامِ دین کے مطابق پورے کئے جائیں تو عین دینداری بن جاتے ہیں۔

ماہرینِ نفسیات انسان کے ذہنی اعمال سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ذہن کا وجود تو تسلیم کرتے ہیں

مگر وہ کہتے ہیں کہ ذہن سے مراد صرف ذہنی اعمال ہیں۔ ذہنی اعمال سے کسی فرد کی ذہنیت کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ وہ روح کا وجود تسلیم کرتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ چونکہ روح قابلِ مشاہدہ نہیں اس لیے تجرباتی ومشاہداتی طریقہ سے اس کے افعال اور کارکردگی کا جائزہ نہیں لیا جاسکتا۔ دین اسلام میں قلب (دل) کو تعمیرِ فکر کی مرکزی اساس قرار دیا گیا ہے۔ اس میں اچھے اور برے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ تطہیرِ قلب سے اچھے خیالات پیدا ہوتے ہیں جبکہ برے کاموں کی وجہ سے فسادِ قلب پیدا ہوتا ہے اور برے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ برے خیالات سے نفسانی خواہشات جنم لیتی ہیں، انسان اخلاقِ رذیلہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ ایسا انسان حقوق وفرائض کی پابندیوں کو روندتا چلا جاتا ہے اور معاشرے میں فتنہ وفساد کا سبب بنتا ہے۔

اچھے برے خیالات کے لحاظ سے نفسِ امارہ اور نفسِ لوامہ کا ذکر آتا ہے۔ نفس امارہ برائی کا حکم دیتا ہے جبکہ نفسِ لوامہ اچھائی کا حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی برائی سرزد ہوجائے تو نفس لوامہ لعنت ملامت کرتا ہے، پشیمانی اور شرمندگی کا احساس پیدا کرتا ہے اور توبہ کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر انسان مسلسل نیک کام کرے تو بفضلِ تعالیٰ نفسِ امارہ کی سرکشی دور ہوجاتی ہے اور نفس امارہ، نفس مطمئنہ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ ایسا انسان، انسانِ کامل کہلاتا ہے۔ اطاعتِ الٰہی اور ضبطِ نفس کی بدولت وہ تزکیہ نفس کرتا ہے اور اس مقامِ کمال پر فائز ہوجاتا ہے جس کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے۔ ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى''، جس نے تزکیہ نفس کیا وہ فلاح پا گیا۔

ہمارے دین میں قلب، روح، ذہن، نفس میں سے ہر ایک منفرد اور الگ حیثیت کے حامل ہیں اور تعمیرِ شخصیت کے لیے ان سب کے افعال اور کارکردگی پیش نظر رکھی گئی ہے اور ان کے باہمی تفاعل کو واضح کیا گیا ہے۔

نفسیات میں ان اساسی عوامل (روح، قلب، ذہن اور نفس) کا الگ وجود نہ تو تسلیم کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے باہمی ربط وتعلق کو اہمیت دی جاتی ہے۔ نفسیات (Psychology) میں صرف ذہنی اعمال کو اہمیت دی جاتی ہے۔ نفسیات کے لیے اردو میں اصطلاح ''علم النفس'' بھی استعمال ہوتی ہے اور ماہرینِ نفسیات نفس سے مراد انسانی ذات یا شخصیت لیتے ہیں۔ ان کے ہاں نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کا تصور نہیں پایا جاتا۔

صوفیہ کرام نے ''علم النفس'' کو اچھی طرح سمجھا۔ توجہ اور یکسوئی سے قوتِ شفا حاصل کی۔ اس قوتِ شفا سے جسمانی، ذہنی، نفسیاتی اور اخلاقی صحتِ کاملہ حاصل کی اور پھر لوگوں کے ہر طرح کے نفسیاتی مسائل کے حل کے لیے اپنے علم اور روحانی قوت سے کام لیا۔ ان کے اس علم کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے۔ وہ ایک فرد کی جسمانی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، سماجی، دینی اور دنیاوی نشوونما میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے پاس روحانی، اخلاقی، نفسیاتی، ذہنی، معاشی امراض اور مسائل کا مکمل حل موجود ہے۔ وہ اپنی نگاہِ فیض سے وہ مسائل لمحوں میں حل کردیتے ہیں جن کا شافی وکافی علاج جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی امراض کے معالجین کے پاس نہیں ہے۔

علمِ تصوف کی رو سے شخصیت سازی:۔ پہلے زمانے کے صوفیہ انسانی شخصیت کے تمام پہلوؤں، ان کی نشوونما کے اصولوں، شخصیت کی کمزوری کا باعث بننے والے عوامل واسباب اور تعمیر شخصیت کے لیے درکار لوازمات اور شخصیت سازی کے علم وفن سے آگاہ تھے۔ ان کی نگاہِ فیض سے لوگوں کے ہر طرح کے دینی ودنیاوی اور جسمانی وروحانی مسائل حل ہوتے تھے۔ تاریخ اسلام انبیاء کرام کے مورث، ایسے بہت سے اولیائے عظام کی شخصیات اور ان کی حسنِ کارکردگی کی شاندار

مثالوں سے مزین اوران کی خدمات کی معترف ہے۔اس کی ایک اعلیٰ مثال حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے بارے میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ؎

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

اولیائے عظام نے روحِ دین کو سمجھا، اسلامی تعلیمات کے عملی تقاضے سمجھے اور پورے کیے۔اس کے نتیجہ میں وہ کامل انسان بن گئے اور انہوں نے بھرپور انداز سے مخلوقِ خدا کی رہنمائی فرمائی اور خدمتِ خلق کا فریضہ احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔

عصرِ حاضر میں اولیائے عظام اور علمائے راسخون بہت کم نظر آتے ہیں۔آج کل پی ایچ ڈی کی سطح تک اسلامیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔مگر افسوس کہ اسلامی تعلیمات کے حقیقی تقاضے نہ سمجھے جاتے ہیں اور نہ سمجھائے جاتے ہیں۔اس طرح صوفیہ کے زیادہ تر جانشین اپنے اسلاف کے حقیقی علوم اور روحانی اقدار کے حقیقی وارث نظر نہیں آتے ؎

تمدن، تصوف، شریعت، کلام بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی یہ امت روایات میں کھو گئی
لبھاتا ہے دِل کو کلامِ خطیب مگر لذتِ شوق سے بے نصیب
بیاں اُس کا منطق سے سلجھا ہوا لغت کے بکھیڑوں یں اُلجھا ہوا
وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد محبت میں یکتا، حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا یہ سالک مقامات میں کھو گیا
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

(بالِ جبریل،ص124/416)

اگر ہم دین کے حقیقی تقاضے سمجھیں،عبادات کے عملی تقاضوں سے آگاہ ہوں اور انہیں پورے کریں تو ہم کامیاب زندگی بسر کرسکتے ہیں۔تب ہمیں اپنے سیاسی، معاشی، اخلاقی، روحانی،نفسیاتی اور سماجی مسائل کے حل کے لیے مغربی مفکرین کے غیر متوازن افکار سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔دین اسلام فرد اور معاشرہ کی اصلاح و ترقی اور فوز وفلاح کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔اس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا مکمل احاطہ کیا گیا ہے اور قیامت تک آنے والے مختلف ادوار اور انسانوں کی رہنمائی کے لیے اساسی رہنما اصول بیان کردیئے گئے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر دور کے بدلتے تقاضے سمجھتے ہوئے علماءکرام اور صوفیائے عظام کو چاہیے کہ لوگوں کی رہنمائی کریں اور اسلامی عبادات کی عملی زندگی میں افادیت بیان کریں تاکہ عوام الناس اور خصوصاً مسلمان غیر مسلم مفکرین کے افکار سے متاثر نہ ہوں۔

تصوف کا پریکٹیکل نالج:۔ ''واللہ غالب علیٰ کل امرہ'' اور اللہ تعالیٰ ہر امر(بات،کام) پر غالب ہے۔جب بفضلِ تعالیٰ انسان راہِ حق پر گامزن ہوتا ہے تو مشاہدہ وتجربہ سے اس کے علم و یقین میں اضافہ کیا جاتا ہے۔آج جب کہ میں یہ سطور تحریر کررہا ہوں،23 نومبر 2010ء کی تاریخ اور منگل کا دن ہے۔گزشتہ ہفتے 17 نومبر 2010ء، بدھ وار کو عیدالاضحیٰ کا پہلا دن تھا۔اس روز بعد از نماز فجر میں مراقبہ کے بعد یکسوئی سے درود شریف پڑھ رہا تھا۔اس دوران رابطہ ہوگیا۔میں نے

اپنے ایک عزیز کے بارے میں عرض کیا کہ اسے سرکارنبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوجائے تو جواب آیا کہ اُسے کثرت سے درودشریف پڑھنے کی تلقین کریں۔اس دوران کچھ بےخودی کی سی کیفیت تھی۔نظروں کے سامنے شہزاد کے والدآ گئے۔قریباً پون گھنٹہ میں درودشریف پڑھتا رہا اوران کی طرف توجہ کرتا رہا۔مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ان سے براہِ راست میرا کوئی تعلق نہیں آج انہیں میرے سامنے کیوں لایا گیا ہے اوران کی طرف توجہ مبذول ہونے کی وجہ کیا ہے۔بہرحال خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔وہ ہرچیز پرقادراور ہرامر پر غالب ہے۔آج خداتعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہُوا کہ اُن دنوں کسی فوجداری مقدمہ میں بالواسطہ تعلق کی وجہ سے پولیس انہیں (شہزاد کے والدکو) گرفتار کرنا چاہتی تھی اوراگروہ گرفتار ہوجاتے تو 27 نومبر 2010ء بروز ہفتہ کومنعقد ہونے والی اپنے بیٹے کی شادی کی تقریب میں وہ شامل نہ ہو پاتے یا پھر یہ شادی ملتوی ہوجاتی وعلیٰ ھذ القیاس۔اس صورت میں بہت پریشان کن صورت حال پیدا ہوسکتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انہیں اس پریشانی سے بچنے کے اسباب فراہم فرمائے اور بندہ عاجز کے علم وایقان میں اضافہ کے لیے 'مشاہدہ' میں یہ حقیقت ظاہر فرمائی۔

'تصوف' قال نہیں بلکہ 'حال' کا نام ہے۔گویا یہ پریکٹیکل نالج ہے۔جب انسان بفضل تعالیٰ اس راہ پرخلوص اور یقین سے چلتا ہے تو ذاتِ باری تعالیٰ ایسے انسان پرعلم وعرفان کے دروازے کھول دیتی ہے جس سے بندے اورخدا کے درمیان پائے جانے والے عقلی،نظری وفکری فاصلے کم ہوتے چلے جاتے ہیں اور وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو''، نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿۱۶﴾ ''بے شک میں تمہاری شہ رگ سے زیادہ تمہارے قریب ہوں'' کے مظاہر آشکار ہونے لگتے ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جس عزیز کے بارے میں سرکارنبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے عرض کیا تھا اس نے ہدایت کے مطابق روزانہ بعداز نمازعشاء یکسوئی کے ساتھ درودشریف پڑھنا شروع کردیا۔اس دوران اس کا باطن روشن ہونے لگا۔چندروز بعداس نے مجھے بتایا کہ درودشریف پڑھنے کے دوران میری آنکھوں میں بہت تیز روشنی ہوجاتی ہے۔ان چنددنوں میں اس کے اخلاق اوررویہ میں بھی کافی اچھی تبدیلی دیکھنے میں آرہی ہے۔اس کی باتوں میں تدبراورفراست ظاہر ہونے لگی ہے۔وہ معاملاتِ زندگی پہلے سے بہتر انداز سے سمجھنے اورسمجھانے لگا ہے۔اب مختلف اموراورمسائل کے تذکرہ کے وقت ان کا پہلے سے بہتر انداز سے تجزیہ کرتا ہے اور مدلل انداز سے اپنی رائے بیان کرتا ہے۔یہ فیضِ سرکارِ دوعالم ﷺ ہی تو ہے۔اگرہم خلوص اورعقیدت سے آپ ﷺ کی طرف رجوع کریں تو آج بھی آپ ﷺ کے فیض سے بعینہٖ مستفید ہوسکتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے فیضیاب ہوتے تھے ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی　　سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی؟

(بالِ جبریل،ص14/306)

جب میں روحانی سٹوڈنٹس کے اخلاق اورکردار میں تبدیلی دیکھتا ہوں تو مجھے بہت مسرت حاصل ہوتی ہے۔تصوف روحِ اسلام ہے۔تصوف شریعت کے احکامات پرخلوص اورصدق سے عمل سرانجام دینے کا نام ہے۔جب کوئی مسلمان خلوص اورصدق دل سے راہِ شریعت پرگامزن ہوتا ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ اوراللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے رابطہ اورتعلق

مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔اس رابطے میں ترقی کا نام 'روحانیت' ہے۔شریعت اور روحانیت لازم وملزوم ہیں۔ اگر شریعت پر عمل سے روحانی ترقی نہ ہو تو یقیناً اس راہ پر چلنے والے کے ایمان اور عمل کی کمزوری راہ میں حائل ہے۔ شریعت صرف چند رسومات کا نام نہیں بلکہ یہ انقلاب انگیز ضابطہ عمل ہے۔صدق اور خلوص سے اس راہ پر چلنے سے انقلاب ضرور آتا ہے ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا　　آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(بانگِ درا،ص205)

صوفیہ کرام نے 'تصوف' کی کئی طرح سے تعریف بیان کی ہے۔بندۂ عاجز کسی اور مقام پر یہ تعریفیں بیان کرے گا اوران کا تجزیہ اوران پر تبصرہ پیش کرے گا۔فی الحال اتنی بات ہی سمجھنا کافی ہے کہ صوفیائے کرام نے نصاب تصوف کو کم از کم پانچ مراحل میں تقسیم کیا ہے۔

(1)تزکیہ نفس (2)صفائے قلب (3)محبتِ الٰہی وعشقِ رسول ﷺ (4)مکارمِ اخلاق (5)خدمتِ خلق

جہاں کہیں بھی صوفیہ اوران کے نظام تعلیم وتربیت کا ذکر آئے گا وہاں مندرجہ بالا پانچوں امور کا کسی نہ کسی انداز سے ذکر ضرور ہوگا۔شخصیت سازی اور کردار سازی کے لیے مرید،مرشد کی نگاہِ فیض اور رہنمائی سے یہ پانچوں مراحل طے کرتا ہے اور مقامِ اعلیٰ پر فائز ہوتا ہے۔سیرالاولیاء میں مرقوم ہے کہ:

''سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خواب میں ایک کتاب دی گئی جس میں لکھا ہوا تھا کہ جہاں تک ہو سکے دلوں کو راحت پہنچائیں کیونکہ مومن کا دل،اسرارِ الٰہی کا محل ہے۔نیز فرمایا کہ قیامت کے بازار میں کوئی اسباب اس قدر قیمتی نہ ہوگا جس قدر دلوں کو راحت پہنچانا۔یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام بلا امتیازِ مذہب وملت ہر شخص کی دلداری کیا کرتے تھے بلکہ ہر وقت دوسروں کے غم میں گھلتے رہتے تھے۔،،(سیرالاولیاء،ص 139-138)

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مسلمان وہ ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی بھلائی کرے۔''

ایک دن فرمایا:

''اگر کوئی شخص تیری راہ میں کانٹا رکھے اور تو بھی جواب میں اس کی راہ میں کانٹا رکھ دے تو ساری دنیا کانٹوں سے معمور ہو جائے گی۔عموماً لوگ ایسا ہی کرتے ہیں لیکن درویشوں کا یہ دستور نہیں ہے۔انہیں نیک اور بد دونوں کے ساتھ نیکی کرنا چاہیے۔''

پھر فرمایا:

''برا کہنا بیشک برا ہے مگر برا چاہنا اس سے بھی زیادہ برا ہے۔''

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایک دن گرمی کے موسم میں حاضرین کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ سائے میں جگہ نہ رہی۔لوگ دھوپ میں بیٹھنے لگے تو فرمایا:

''آگے سرک آؤ پاس پاس مل کر بیٹھو تاکہ وہ لوگ بھی سائے میں بیٹھ سکیں جو دھوپ میں بیٹھے ہیں۔بات یہ ہے کہ دھوپ میں بیٹھے تو وہ ہیں اور جلتا میں ہوں۔''(فوائدالفواد)

مذہب دراصل اپنی حقیقت کے لحاظ سے زندہ خدا کے ساتھ زندہ رابطہ پیدا کرنے کا نام ہے۔احکامِ شریعت

(ارکان،شعائر،مناسک،رسوم،قواعد،ظواہر) رابطے کے حصول کے ذرائع ہیں اصل مقصود نہیں ہیں۔اصل مقصد تو ذاتِ باری سے رابطہ اور تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا ہے۔اگر یہ اصل مقصد پیشِ نظر نہ رہے اور حاصل نہ ہو تو سب کچھ لاحاصل رہتا ہے۔صوفیائے کرام نے اس بنیادی نکتہ کو پیش نظر رکھا اور 'قال' کی بجائے 'حال' پر زور دیا اور اپنی تعلیمات سے ہر وقت، ہر بات میں، ہر قدم پر سالک کو متنبہ کرتے رہے کہ اصل مقصد کی طرف دھیان رکھو۔اس سلسلہ میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والدِ محترم سے متعلقہ ایک واقعہ کا ذکر نہایت موزوں محسوس ہوتا ہے۔

علامہ اقبال کے لڑکپن کا ایک اہم واقعہ:۔ رموزِ بیخودی میں علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لڑکپن کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک سائل دروازے پر آیا اور چپک کر رہ گیا۔اس پر مجھے سخت غصہ آیا،اور میں نے اسے مارا،جس سے اس کے سر میں ضرب آئی،اور کشکول دور جا پڑا،اور جو کچھ اس میں تھا وہ بھی گر گیا۔میرے والد کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت برہم ہوئے۔ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا،دل تڑپنے لگا،سینے سے آہ نکلی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔میں والد کا یہ حال دیکھ کر بہت گھبرایا۔انہوں نے گلوگیر آواز میں کہا،''کل قیامت کے دن ساری اُمت رسول اکرم ﷺ کے حضور میں پیش ہوگی۔ان میں غازیانِ ملت بھی ہوں گے۔حافظانِ قرآن وحدیث بھی ہوں گے۔وہ بھی ہوں گے جو دینِ متین کی راہ میں قربان ہو کر سرخرو ہوئے اور مطلعِ اُمت پر انجم درخشاں کی طرح روشن ہوئے۔زاہد بھی ہوں گے اور عاشقانِ رسول ﷺ بھی۔عالم بھی ہوں گے اور وہ گنہگار بھی جو شرم میں ڈوبے نظر آئیں گے۔اس عظیم اجتماع میں یہ دردمند فقیر فریاد کرے گا تو بتاؤ اس وقت میں کیا جواب دے سکوں گا۔جب نبی کریم ﷺ مجھ سے استفسار فرمائیں گے،''اللہ تعالیٰ نے ایک نوجوان مسلمان کو تیرے سپرد کیا تھا۔لیکن اس نے میرے اخلاق وآداب کا کوئی سبق ذرا سا بھی نہ سیکھا۔تجھ سے اتنا سا کام بھی نہ ہوا کہ ایک نوجوان کو آدمی بنا دیتا۔'' گو والد مرحوم بڑی نرمی سے گفتگو کر رہے تھے مگر میں شرم سے پانی پانی ہوا جا رہا تھا۔والد صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،''بیٹا! حضور ﷺ کی اُمت کے اس اجتماعِ عظیم کا تصور کرو۔میری اس سفید داڑھی کو دیکھو۔میرے اس وقت کے خوف وامید سے لرز اٹھنے کا خیال کرو۔باپ پر ایسا ظلم مت کرو۔اس آقائے دوعالم ﷺ کے حضور میں اس غلام کو ذلیل وخوار کرنے کا سبب مت بنو۔تم تو باغ مصطفوی ﷺ کی ایک کلی ہو۔بہار مصطفوی ﷺ کی ہواؤں سے کھل کے گل شگفتہ بن جاؤ۔''

صوفیائے کرام نے شریعت کو جس طرح اپنایا،اسے طریقت کا نام دیا جاتا ہے۔اکبرالٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

می نروید تخمِ دل از آب و گل　　بے نگاہے از خداوندانِ دل

یعنی جب تک کوئی شخص ''خداوندانِ دل'' کی محبت اختیار نہیں کرے گا اس وقت دل حقیقی معنی میں دل نہیں بن سکتا۔

تصوف دل کی نگہبانی کا دوسرا نام ہے کیونکہ انسان بظاہر جسم اور نفس کا نام ہے مگر درحقیقت دل کا نام ہے۔اگر دل مسلمان نہ ہو سکا تو ؎

خرد نے کہہ بھی دیا لَآ اِلٰہ تو کیا حاصل　　دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(ضربِ کلیم،ص35/497)

تصوف دل و نگاہ کو مسلمان بنا دیتا ہے۔یہ بات سمجھنے کے لیے خلوص دل سے اس راہ پر چلنا ضروری ہے۔

انسان کے قلبِ روحانی کی مختلف کیفیات:۔ تصوف میں تصفیہ قلب، تزکیہ نفس اور مکارمِ اخلاق کو بنیادی اہمیت اور توجہ دی جاتی ہے۔قرآن حکیم میں مختلف قلبی کیفیات، قلبی امراض اوران کے علاج کا ذکر کیا گیا ہے۔قرآن کریم میں انسان کے قلبِ روحانی کی پندرہ کیفیات بیان کی گئی ہیں:

سخت قلب

یہ ایسے قلوب ہیں جوعبرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی سخت ہی رہتے ہیں۔''مگر ایسی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی آخرکار تمہارے قلوب سخت ہو گئے پتھروں کی طرح سخت بلکہ سختی میں کچھ ان سے بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ پتھروں میں کوئی تو ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں،کوئی پھٹتا ہے تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور کوئی اللہ کے خوف سے لرز کر گر بھی پڑتا ہے۔اللہ تمہاری کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔''البقرہ[2:74]زمر[39:22]

گناہ آلود قلب

جولوگ شہادت کو چھپاتے ہیں اور حق بات کہنے سے گریز کرتے ہیں سمجھ لو کہ ان کے قلوب گناہ آلود ہیں اور شہادت کو ہرگز نہ چھپاؤ۔جوشہادت کو چھپاتا ہے اور اس کا قلب گناہ آلود ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے''۔
البقرہ[2:283]

ٹیڑھا قلب

جولوگ فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں جان لو کہ ان کے قلوب میں ٹیڑھ ہے''جن لوگوں کے قلوب میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات کے پیچھے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔آل عمران[3:7]

نہ سوچنے والا قلب

جولوگ اپنے قلوب میں سوچتے نہیں وہ جہنمی ہیں۔''اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ان کے پاس قلوب ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھو گئے ہیں''۔الاعراف[7:179]

مہر لگا ہوا قلب

جوشخص دینِ اسلام کی مقرر کردہ حدود سے گزر جاتا ہے اس کے دل پر گمراہ یافتہ ہونے کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:''اسی طرح ہم حد سے گزر جانے والوں کے قلوب پر مہر لگا دیتے ہیں''۔یونس[10:74]

مجرم قلب

جن لوگوں کے قلوب میں اللہ کا ذکر ٹھنڈک اور روح کی غذا بن کر اترتا ہے وہ اہل ایمان کے قلوب ہیں مگر جن کے قلوب میں یہ شابہ بن کر لگے اور اسے سن کر ان کے اندر آگ بھڑک اٹھے گویا ایک گرم سلاخ تھی کہ سینے کے پار ہو گئی وہ مجرمین کے قلوب ہیں۔الحجر[15:11-12]الشعرا[26:200-201]

اندھا قلب

جو عبرت حاصل نہ کرے اس کا قلب اندھا ہو جاتا ہے۔ ''کتنی ہی خطا کار بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ کیا اور آج وہ اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں۔ کتنے ہی کنویں بے کار اور قصر کھنڈر بنے ہوئے ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے قلوب سمجھنے والے یا ان کے کان سننے والے ہوتے۔ حقیقت ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ قلوب اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں''۔الحج[22:45-46]

متکبر قلب

اللہ ہر متکبر اور جبار کے قلب پر ٹھپہ لگا دیتا ہے۔ ''اس طرح ان سب لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکی ہوتے ہیں اور اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں بغیر اس کے ان کے پاس کوئی سند یا دلیل آئی ہو یہ رویہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے نزدیک سخت مبغوض ہے۔ اس طرح اللہ ہر متکبر اور جبار کے قلب پر ٹھپہ لگا دیتا ہے۔
المومن[23:34-35]

بے ایمان قلب

خدائے وحدہ لاشریک کا ذکر سن کر جس کا قلب کڑھنے لگے سمجھ لو کہ وہ بے ایمان اور منکر آخرت ہے۔ ''جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے قلوب کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکا یک خوشی سے کھل اٹھتے ہیں''۔الزمر[39:45]

زنگ آلود قلب

اعمالِ بد کی وجہ سے قلوب پر زنگ چڑھ جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے انسانوں کو حق بات بھی افسانہ نظر آتی ہے۔ بلکہ دراصل ان لوگوں کے قلوب پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے''۔المطففین[83:14]

دانشمند قلب

جسے دل میں کجی کا خوف ہو وہ دانشمند ہے۔ ''پروردگار! جب کہ تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے تو پھر ہمارے قلوب کو کجی میں مبتلا نہ کر۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔ آل عمران[3:8]

لرزاٹھنے والا قلب

اللہ کا ذکر سن کر جس کا قلب لرز اٹھے وہ سچا مومن ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''سچے اہل ایمان وہ لوگ ہیں جن کے قلوب اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے''۔
الانفال[8:2]

''اور اے نبی بشارت دے دیجیے عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے قلوب کانپ اٹھتے ہیں۔ جو مصیبت آتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔الحج[22:35]

مطمئن قلب

اللہ کو یاد کرنے والا قلب ہی مطمئن ہوتا ہے۔ ''خبردار! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے قلوب کو اطمینان نصیب ہوتا ہے''۔
الرعد[13:20]

قلب سلیم

حشر کے دن صرف قلب سلیم فائدہ دے گا۔"جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا نہ اولاد بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو"۔الشعراء[26:88-89]

ایمان والا قلب

جن لوگوں کے قلوب اللہ کے ذکر سے پگھلتے ہیں وہ ایمان والے ہیں۔"کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے سامنے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی۔پھر کتنی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے قلوب سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں"۔الحدید[57:16]

اخلاقِ رذیلہ(تکبر،ظلم و جبر،وغیرہ)اور گناہوں کے اثر سے دل زنگ آلود،ٹیڑھے اور سخت ہو جاتے ہیں۔ان پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ایسے لوگ نورِ بصیرت سے محروم ہو جاتے ہیں۔یہ ذکرِ الٰہی سے نفرت کرتے ہیں۔حق اور اہلِ حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ان کے برعکس اہلِ حق کے قلب یادِ الٰہی سے منور ہوتے ہیں۔اہلِ حق اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اور اس کی ناراضگی کے ڈر سے عبادت اور خدمتِ خلق میں مشغول رہتے ہیں۔اللہ کے ذکر سے ان کے دل اطمینان پاتے ہیں۔تزکیہ وتصفیہ کی بدولت ان کے دل،قلوبِ سلیم میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور وہ دنیا وآخرت میں فلاح پا جاتے ہیں۔

قرآنِ حکیم میں امراضِ قلب کی نشاندہی کے ساتھ ان کا علاج بھی تجویز کیا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اے ایمان والو!اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو۔(القرآن)

اصلاحِ قلب کے لیے صوفیہ عظام نے اصولِ دین کے عین مطابق ذکر وفکر کے طریقے وضع فرمائے ہیں جو کہ سنت ﷺ سے ثابت ہیں۔اس ضمن مولانا اللہ یار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> اسلام کا دستور قرآن ہے۔اس میں دین کے تمام اصول وکلیات موجود ہیں۔ان اصول وکلیات کی عملی تعبیرات اسوۂ نبوی میں موجود ہیں۔اصول وکلیات مقاصد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان ذرائع ووسائل کو ڈھونڈ نکالنا جو مقاصد کے حصول میں ممد ثابت ہوں اور انہیں ذرائع سمجھ کر ہی اختیار کیا جائے دین کے خلاف نہیں ہے۔یہ وسائل اس صورت میں بدعت ہوں گے جب جزوِ دین یا اصلی دین سمجھا جائے ورنہ یہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوں گے کیونکہ ذرائع اور وسائل مقاصد کا موقوف علیہ ہیں مثلاً قرآن مجید میں حکم ہوا یَآَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ یا حضور ﷺ نے فرمایا بَلِّغُوْ عَنِّی وَلَوْ اٰیَۃً یہ حکم دیا گیا کہ تبلیغ کرو۔پس تبلیغ کرنا مقصد ٹھہرا ذریعہ کا تعین نہیں کیا گیا۔زبان سے ہو،تحریر سے ہو،عمل سے ہو،منبر پر چڑھ کر ہو،کرسی پر بیٹھ کر ہو،مسجد میں ہو،میدان میں ہو،گاڑی میں بیٹھ کر ہو،موٹر میں ہو یا تقریر میں لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جائے۔یہ تمام ذرائع ہیں اور چونکہ یہ ذرائع اشاعتِ دین کے لیے ہیں لہٰذا یہ مقدمہ دین ہیں۔اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اُذْکُرُوا اللہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا اب یہ کہ تنہا ذکر کریں،حلقہ میں بیٹھ کر کریں یا لیٹے ہوئے کریں۔انگلیوں پر گن کر کریں یا تسبیح کے ذریعہ کریں۔تمام وسائل وذرائع ہیں اور ذکر الٰہی مقصد ہے۔ان ذرائع کو بدعت کہنا حصولِ مقصد میں رکاوٹ پیدا کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔(دلائل السلوک حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ)

ذکرِ خفی(ذکرِ قلبی)کا طریقہ کار:۔صوفیہ عظام نے ذکرِ جلی(ذکر لسانی)اور ذکرِ خفی(ذکرِ قلبی)دونوں کی ضرورت و

اہمیت پر زور دیا ہے۔تاہم، انہوں نے ذکرِقلبی کو زیادہ اہمیت دی ہے کیونکہ جب ہم زبان سے اللہ کا ذکر کریں تو بات کرتے ہوئے،سوتے ہوئے اور بہت سے دنیاوی امور طے کرتے ہوئے کثرت سے اللہ کا ذکرنہیں کر سکتے لیکن جب ہم لفظ اللہ قلب سے کہیں گے تو بات کرتے ہوئے،سوتے ہوئے اور دنیاوی کاموں میں مصروفیت کے باوجود اللہ کا ذکر جاری رہے گا۔ذکرِقلبی کے لیے مراقبہ کہ تعلیم دی جاتی ہے۔مراقبہ کے دوران مختلف لطائف پر توجہ دی جاتی ہے اور پاسِ انفاس کی مشق بھی کی جاتی ہے۔

مراقبہ:۔ مقصود کے حصول کے لیے قلب میں پوری توجہ کے ساتھ تصور جمانا ہی مراقبہ کہلاتا ہے۔

لطائف:۔ جس طرح جسم میں پھیپھڑے،جگر، دل، دماغ، گردے اعضائے رئیسہ ہیں اسی طرح انسانی روح میں جو اعضائے رئیسہ ہیں انہیں اصطلاحاً لطائف کہا جاتا ہے جولطیفہ کی جمع ہے اور اپنی اس لطافت کی وجہ سے جو اسے حاصل ہے لطیفہ کہلاتا ہے۔محققین صوفیہ نے جسم انسانی میں ان لطائف کی نشاندہی کی ہے جس میں مختلف سلاسلِ تصوف میں اختلاف بھی ہے۔

پاسِ انفاس:۔ قبلہ رو بیٹھ کر متوجہ الی اللہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔منہ بند ہو اور ناک سے سانس اندر کھینچیں اور اس بات پر توجہ مرکوز کریں کہ اس سانس کے ساتھ لفظ اللہ دل کی گہرائیوں میں اتر گیا ہے۔جب سانس خارج کریں تو سانس کے ساتھ ''ھُو'' پڑھیں۔سانس کے ساتھ اس طرح ذکر کرنے کا عمل پاسِ انفاس کہلاتا ہے۔

کیفیاتِ روحانی:۔ دورانِ مراقبہ، سالک کی طبیعت،ظرف،علمی و ذہنی اور روحانی سطح اور مقام کے مطابق اس پر مختلف کیفیات وارد ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور اسے ترقی و اصلاح کے لیے دورانِ مراقبہ، بحالتِ خواب یا بحالتِ بیداری مختلف قسم کی ہدایات ملنا شروع ہو جاتی ہیں جن پر عمل کی صورت میں خاطر خواہ نتائج مرتب ہوتے ہیں اور مرشد کی رہنمائی میں یہ سفر طے ہوتا رہتا ہے جس سے سالک کے فکر و عمل میں تبدیلی و اصلاح کا عمل جاری رہتا ہے۔

غنود:۔ جب کوئی مراقبہ شروع کرتا ہے تو اکثر اس پر غنودگی یا نیند طاری ہو جاتی ہے۔کچھ عرصہ بعد ذہن پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے اسے نہ نیند کا نام دیا جا سکتا ہے نہ بیداری کا۔یہ خواب اور بیداری کی درمیانی حالت ہوتی ہے لیکن شعور پوری طرح باخبر نہیں ہوتا۔مراقبہ کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ کچھ دیکھا ہے،لیکن کیا دیکھا یہ یاد نہیں رہتا۔اس کیفیت کو'غنود' کا نام دیا جاتا ہے۔(مراقبہ از خواجہ شمس الدین عظیمی،ص122)

ادراک:۔ مراقبہ کی مسلسل مشق سے غنود کی کیفیت کم ہونے لگتی ہے اور روحانی ادراک کام کرنے لگتا ہے۔شعور نیند کی کیفیت سے مغلوب نہیں ہوتا۔ذہن یکسور ہتا ہے اور باطنی اطلاعات موصول ہونے لگتی ہیں۔سالک (طالب علم) روحانی واردات و کیفیات کو ادراک کی سطح پر محسوس کرنے لگتا ہے۔(مراقبہ،ص151)

مراقبہ کرنے سے سالک (روحانی طالب علم) کے جسم میں روشنیوں اور لہروں کا ذخیرہ بڑھنے لگتا ہے اور روحانی توانائی میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔اس توانائی کی بدولت بعض اوقات مراقبہ کرتے ہوئے یا چلتے پھرتے، بیٹھے لیٹے کششِ ثقل کی نفی ہونے کی وجہ سے وزن کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔آدمی اس کیفیت میں خود کو فضا میں معلق یا خلا میں پرواز کرتے دیکھتا ہے۔کھلی اور بند آنکھوں سے مختلف رنگوں کی روشنیاں نظر آتی ہیں۔جسم میں سنسناہٹ اور برقی لہر دوڑتی

ہوئی محسوس ہوتی ہے۔بعض اوقات جسم کو جھٹکے لگتے ہیں۔غور وفکر کرنے اور مسائل حل کرنے کی صلاحیت بہتر ہوجاتی ہے۔ اس طرح کی بے شمار کیفیات وواردات محسوس ہوتی ہیں۔

ورود:۔ ادراک گہرا ہونے کی صورت میں سالک کے روحانی حواس بیدار ہونا اوران کی کارکردگی بہتر ہونا شروع ہوجاتی ہے۔مراقبہ میں واردات ومشاہدات کا سلسلہ بہتر ہوجاتا ہے۔کبھی مشاہدات میں اتنی گہرائی پیدا ہوجاتی ہے کہ آدمی خود کو واردات کا حصہ سمجھتا ہے۔مشاہدات میں ترتیب قائم ہونے لگتی ہے اور معانی ومفہوم ذہن پر منکشف ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔اس کیفیت کا نام 'ورود' ہے۔

کشف:۔ روحانی حواس کی بیداری کی ترتیب مختلف افراد میں مختلف ہوسکتی ہے۔بعض لوگوں کی باطنی سماعت نگاہ سے پہلے کام کرنے لگتی ہے۔انہیں ورائے صوت آوازیں سنائی دیتی ہیں۔شعور کی پختگی پر سالک جدھر توجہ کرتا ہے اس سمت کے مخفی معاملات اور مستقبل کے حالات آواز کے ذریعے معلوم ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ بعد میں آواز کے ساتھ نگاہ بھی کام کرنے لگتی ہے اور مختلف مشاہدات ہونے لگتے ہیں۔اس کیفیت کو کشف کہتے ہیں۔بعض افراد میں دیکھا گیا ہے کہ ان کی باطنی نگاہ، باطنی سماعت سے پہلے کام کرنے لگتی ہے۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوجود کوشش کے باطنی سماعت یا باطنی نگاہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک صلاحیت دیر سے کام کرنا شروع ہوتی ہے یا وہ صلاحیت بالکل کام نہیں کرتی۔ میرے قریبی پیر بھائی میاں غلام احمد مرحوم کی باطنی نگاہ تو کام کرتی تھی مگر ان کی باطنی سماعت تاحیات بیدار نہیں ہوئی۔

کشف غیر ارادی:۔ کشف غیر ارادی سے مراد بغیر ارادے اور کوشش کے اچانک کسی امرِ حقیقی سے آگاہ ہونا ہے۔ ابتدائی مرحلے میں کشف ارادے کے ساتھ نہیں ہوتا۔یکایک خیال کے ذریعے،آواز کے وسیلے سے یا تصویری منظر کی معرفت کوئی بات ذہن میں آجاتی ہے اور پھر اس کی تصدیق ہوجاتی ہے۔مثلاً آپ گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔اچانک ذہن میں کسی دوست کا خیال آنے لگتا ہے اور کچھ دیر بعد وہ دوست آجاتا ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ آواز کے ذریعے یہ اطلاع ذہن میں وارد ہوتی ہے۔تیسری صورت یہ ہے کہ دوست کی آمد کا منظر نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔بعض اوقات یہ تینوں صورتیں یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوجاتی ہیں۔

مرحلہ وار طریقے میں یہ انکشاف کڑی در کڑی اس طرح ہوتا ہے کہ غیر معمولی محسوس نہیں ہوتا لیکن جب اچانک کوئی انکشاف ہوتو اسے عام حواس کا کارنامہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔مثلاً کیمیا دان آگسٹ کی کولی (Agust Kekuli) نامیاتی مرکب بنزین(Benzene) کی ساخت پر قریباً سات سال غور وفکر کرتا رہا۔ایک روز (1854ء یا 1855ء) میں دن کے وقت اچانک غنودگی کے دوران اس نے دیکھا کہ ایک سانپ اپنی ہی دم منہ میں دبائے بیٹھا ہے۔اس سے اس کے ذہن میں بنزین کی انگوٹھی نما ساخت آئی۔کاربن کا کیمیائی فارمولا C_6H_6 ہے۔اس کے مالیکیول میں ایک دائرہ نما انگوٹھی کی شکل میں کاربن کے چھ ایٹمز آپس میں منسلک ہیں۔ ہر ایک کاربن ایٹم کے ساتھ ایک ایک ہائیڈروجن ایٹم جڑا ہوا ہے۔کیمیا کے شعبہ میں یہ دریافت بہت اہم ثابت ہوئی۔

کشف ارادی:۔ مراقبہ میں یکسوئی سے سالک کو کشف ارادی کی صلاحیت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔کشف ارادی سے مراد اپنے ارادے سے کسی امر سے آگاہی کے لیے دوران مراقبہ رہنمائی حاصل کرنا ہے۔

کشف ارادی و کشف غیرارادی کے ضمن میں بندہ عاجز اپنے اور دیگر احباب کے مشاہدات و تجربات کے حوالے سے کافی مثالیں پیش کرسکتا ہے۔

روحانی مشاہدات و کیفیات کی چند مثالیں:۔

1۔ ایک بار میرے آفس میں میرے دوست غلام صمدانی کا بیٹا غلام جیلانی میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک مجھے روحانی طور پر غلام صمدانی کی آمد کی اطلاع ملی۔ میں نے غلام جیلانی کو بتایا کہ آپ کے والد گھر سے چل پڑے ہیں اور آفس کی طرف آرہے ہیں۔ اب وہ آفس کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اچانک انہیں کوئی کام یاد آگیا اور وہ کسی اور طرف نکل گئے۔ بعد میں غلام جیلانی نے اپنے والد سے تصدیق کر کے اس مشاہدہ کے درست ہونے کی تصدیق کی۔

2۔ اکیڈمی میں میرے پاس مختلف کلاسز کے سٹوڈنٹس (طلباوطالبات) پڑھتے تھے۔ ایسا کئی بار ہوا کہ سٹوڈنٹ کا نام لے کر بتایا کہ ان کے گھر کا فلاں فرد ملاقات کے لیے اکیڈمی کی طرف چل پڑا ہے اور اتنی دیر میں یہاں پہنچ جائے گا۔ سٹوڈنٹس اکثر اس طرح کی باتوں میں دلچسپی لیتے تھے اور ان کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لیتے رہتے تھے۔

3۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی وقت کئی افراد جو بندہ عاجز کو یاد کر رہے ہوں ان کی گفتگو، خیالات، کیفیات و جذبات کا بیک وقت اور فوری ادراک ہونے لگتا۔ اس دوران بندہ عاجز معمول کے دیگر کاموں میں بھی مشغول رہتا اور ان مختلف کیفیات سے بھی لطف اندوز ہوتا رہتا۔

4۔ میرے ایک دوست شیخ عبدالرزاق نے ایک دن ذکر کیا کہ میری بیوی اکثر مجھ سے جھگڑتی رہتی ہے۔ میں ہر لحاظ سے اس کے آرام وسکون اور ضروریات کا خیال رکھتا ہوں اور اسے مطمئن رکھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر اکثر معمولی باتوں پر ہمارے درمیان جھگڑا رہتا ہے۔ ان کے مسئلہ کی وجہ اور حل تلاش کرنے کے لیے میں نے مراقبہ کیا تو دیکھا کہ ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ ایک بہت لمبے قد کی چڑیل کھڑی ہے۔ اس اچانک خلافِ توقع کشف و مشاہدہ پر میں ڈر گیا اور فوراً آنکھیں کھول دیں۔ میں نے شیخ موصوف کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد میرا ان سے رابطہ نہ رہا۔ قریباً پندرہ برس بعد ملاقات ہوئی تو پتہ چلا کہ وہ اس مسئلہ کا حل تلاش نہ کرسکے۔ ان کی بیٹی کی شادی ہوگئی تھی اور وہ بھی اسی طرح کے مسائل کا شکار تھی۔ ان پر مسلط چڑیل اس قدر نجس اور ضدی تھی کہ وہ انہیں کہیں سے بھی روحانی علاج نہیں کرانے دیتی تھی۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

شہود:۔ مراقبہ میں اول اول آنکھیں بند کر کے مشاہدہ ہوتا ہے اور پھر آنکھیں کھول کر بھی نگاہ کام کرتی ہے۔ جب بند آنکھوں سے مشاہدہ ہو تو اس حالت کو 'ورود' کہا جاتا ہے۔ جب کھلی آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کو 'شہود' کہتے ہیں۔ شہود سے مراد روح کی وہ طاقت اور صلاحیت ہے جس میں سالک کی نگاہ کا دائرہ بہت بڑھ جاتا ہے اور اسے وہ چیزیں نظر آنے لگتی ہیں جن سے نگاہ وہم، خیال اور تصور کی صورت میں روشناس ہوتی ہے۔ حالتِ شہود میں سالک کے تمام روحانی حواس (دیکھنے، سننے، سونگھنے، چھونے اور چکھنے کے حواس) کام کرنے لگتے ہیں۔ وہ غیب کے معاملات دیکھنے لگتا ہے۔ عالم باطن سے آوازیں سننے لگتا ہے۔ دور ونزدیک کی، زمانہ قریب و زمانہ بعید کی کسی بھی چیز کو سونگھ سکتا ہے، ذائقہ چکھ سکتا اور

محسوس کرسکتا ہے۔شہود کی کیفیت میں انتہائی ترقی پرجسم اور روح کی واردات وکیفیات ایک ہی نقطہ میں سمٹ آتی ہیں اور جسم روح کا حکم قبول کرلیتا ہے۔

سیر یا معائنہ:۔ مراقبہ کی مشق سے انسانی فکرونظر کو وسعت عطا ہوتی ہے۔وہ ہزاروں سال پہلے کے یا ہزاروں سال بعد کے واقعات دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔شہود کی اس کیفیت کو عارفوں کی اصطلاح میں سیر یا معائنہ بھی کہتے ہیں۔(مراقبہ،ص182)

فتح:۔ اعلیٰ ترین شہود کو فتح کہتے ہیں۔اس حالت میں سیر،شہود یا معائنہ کھلی آنکھوں سے ہونے لگتا ہے۔اس حالت میں نقطۂ ذات میں منتشر ہونے والی روشنیوں کی شدت کی وجہ سے آنکھیں بند رکھنا ممکن نہیں رہتا اور آنکھوں کے کھلنے اور بند ہونے یعنی پلک جھپکنے کا عمل جاری رہتا ہے۔فتح میں انسان ازل سے ابد تک کے معاملات کو بیداری کی حالت میں چل پھر کر دیکھتا اور سمجھتا ہے۔اس ضمن میں خواجہ شمس الدین عظیمی نے خوب وضاحت کی ہے۔وہ فرماتے ہیں:

> فتح کا ایک سیکنڈ یا ایک لمحہ بعض اوقات ازل تا ابد کے وقفے کا محیط بن جاتا ہے۔مثلاً ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ ہمارے نظام شمسی سے الگ کوئی نظام ایسا نہیں جس کی روشنی ہم تک کم وبیش چار برس سے کم عرصے میں پہنچتی ہو۔وہ ایسے ستارے بھی بتاتے ہیں جن کی روشنی ہم تک ایک کروڑ سال میں پہنچتی ہے۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم اس سیکنڈ میں جس ستارے کو دیکھ رہے ہیں وہ ایک کروڑ سال پہلے کی ہیئت ہے۔یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ موجودہ لمحہ ایک کروڑ سال پہلے کا لمحہ ہے۔یہ غور طلب ہے کہ ان دونوں لمحوں کے درمیان جو ایک اور بالکل ایک ہیں ایک کروڑ سال کا وقفہ ہے۔یہ ایک کروڑ سال کہاں گئے؟
>
> معلوم ہوا کہ یہ ایک کروڑ سال فقط طرزِ ادراک ہیں۔طرزِ ادراک نے صرف ایک لمحہ کو ایک کروڑ سال پر تقسیم کردیا ہے۔جس طرح طرزِ ادراک گزشتہ ایک کروڑ سال کو موجودہ لمحہ کے اندر دیکھتی ہے۔اسی ہی طرح ادراک آئندہ ایک کروڑ سال کو موجودہ لمحہ کے اندر دیکھ سکتی ہے۔پس! یہ تحقیق ہوتا ہے کہ ازل سے ابد تک کا تمام وقفہ ایک لمحہ ہے جس کو طرز ادراک نے ازل سے ابد تک کے مراحل پر تقسیم کردیا ہے۔ہم اس ہی تقسیم کو مکان (Space) کہتے ہیں۔گویا ازل سے ابد تک کا تمام وقفہ مکان ہے اور جتنے حوادث کائنات نے دیکھے ہیں وہ سب ایک لمحہ کی تقسیم کے اندر مقید ہیں۔یہ ادراک کا اعجاز ہے جس نے ایک لمحہ کو ازل تا ابد کا روپ عطا کردیا ہے۔
>
> ہم جس ادراک کو استعمال کرنے کے عادی ہیں وہ ایک لمحہ کی طوالت کا مشاہدہ نہیں کرسکتا' جو ادراک ازل سے ابد تک کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔اس کا تذکرہ قرآن کی سورۃ القدر میں ہے۔
>
> ترجمہ:''ہم نے یہ اتارا شب قدر میں۔اور تو کیا سمجھا کیا ہے شبِ قدر؟ شبِ قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے۔اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر۔امان ہے وہ رات صبح نکلنے تک۔''
>
> شب قدر وہ ادراک ہے جو ازل سے ابد تک کے معاملات کا انکشاف کرتا ہے۔یہ ادراک عام شعور سے ساٹھ ہزار گنا یا اس سے بھی زیادہ ہے۔کیونکہ ایک رات کو ایک ہزار مہینے سے ساٹھ ہزار گنا کی مناسبت ہے۔اس ادراک سے انسان کائناتی روح'فرشتوں اور ان امور کا جو تخلیق کے راز ہیں مشاہدہ کرتا ہے۔(مراقبہ از خواجہ شمس الدین عظیمی،ص186 تا187)

روحانی مشاہدات وکیفیات کی چند مثالیں:۔

1۔ ایک صحابیؓ نے نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں اپنی طویل شب بیداری کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ میں فرشتوں کو آسمان میں چلتے پھرتے دیکھتا تھا۔''

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر آپ شب بیداری کو قائم رکھتے تو فرشتے آپ سے مصافحہ کرتے۔'' دورِ رسالت کے اس واقعہ میں شہود کے مدارج کا ذکر موجود ہے۔فرشتوں کا مشاہدہ قوتِ باصرہ سے تعلق رکھتا ہے اور مصافحہ کرنا لمس کی قوتوں کی طرف اشارہ ہے جو باصرہ کے بعد بیدار ہوتی ہے۔

2۔ اولیاءاللہ کے حالات میں اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔مثلاً حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر چوٹ کا نشان دیکھ کر ان کے ایک قریبی شناسا نے پوچھا کہ کل تک تو یہ نشان موجود نہیں تھا آج کیسے پڑ گیا۔حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کل رات میں حالتِ نماز میں تھا کہ ذہن خانہ کعبہ کی طرف چلا گیا۔میں خانہ کعبہ پہنچ گیا۔ طواف کے بعد جب چاہ زم زم کے قریب پہنچا تو میرا پیر پھسل گیا اور میں گر پڑا، مجھے چوٹ لگی اور یہ اسی کا نشان ہے۔

3۔ حضرت قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر زخم کا غیر معمولی نشان دیکھ کر خواجہ شمس الدین عظیمی نے اس کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ رات کو روحانی پرواز کے دوران دو چٹانوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے جسم ایک چٹان سے ٹکرا گیا جس کی وجہ سے یہ زخم آ گیا۔(مراقبہ،ص180 تا183، 306)

4۔ بندہ عاجز کے پیرو مرشد حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی کی لکھی تحریر سے بندہ عاجز کے علم میں آیا کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے مادی وجود کے ساتھ انہیں لمحہ بھر میں طویل فاصلے طے کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ ایک دن فیصل آباد میں پیر بھائی غلام محمد مرحوم کے گھر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو میں نے رہنمائی کے حصول اور شکریہ ادا کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں اپنے ذکر وفکر اور مشاہدات و کیفیات کا ذکر کیا۔آپ بہت خوش ہوئے۔آپ نے فرمایا مجاہدہ وریاضت اسی قدر کافی ہے۔اس میں مزید اضافہ نہ کریں۔ آپ کی روحانی حالت بہت اچھی ہے، اب اور کیا چاہیے؟ میں نے عرض کیا، حضرت یہ سب آپ کی محبت، شفقت اور عنایت سے ہے۔مزید کی طلب تو ہمیشہ رہے گی۔آپ کے نقشِ پا کی تلاش میں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سفر ہمیشہ جاری رہے گا۔حضرت بہت خوش ہوئے اور دعا فرمائی۔آپ کی شفقت سے میری حوصلہ افزائی ہوئی اور میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضور! آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کو اس مادی جسم کے ساتھ ہی لمحہ بھر میں دور دراز کے مقامات پر جانے کی صلاحیت حاصل ہوگئی ہے۔کیا ایسا اب بھی ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، بفضلِ تعالیٰ ایسا اب بھی ہوتا ہے۔میں اس ضمن میں آپ سے مزید کچھ پوچھنے کی جسارت نہ کر سکا۔

5۔ 'شہود' کا یہ سفر مختلف مراحل میں طے ہوتا ہے۔اس میں ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی حواس بھی ترقی کرتے رہتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی طے لسانی' طے زمانی' طے مکانی اور دیگر تصرفات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔بعض لوگ قدرتی طور پر اچھی روحانی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔تعلیم و تربیت سے یہ صلاحیتیں مزید بہتر ہو جاتی ہیں۔آج سے قریباً اکیس برس قبل (1996ء) کی بات ہے۔بندہ عاجز اپنی بیوی اور بڑے بیٹے حامد علی انجم کو ساتھ لے کر شاہی قلعہ لاہور کی سیر کے لیے گیا۔شاہی قلعہ لاہور کے باہر موٹر سائیکل پارک کیا اور ہم تینوں قلعہ کے اندر چلے گئے۔اس وقت حامد علی انجم قریباً چھ برس کا تھا۔سیر کے دوران اچانک حامد علی انجم نے کہا، موٹر سائیکل پنکچر ہو گیا ہے۔ہم دونوں میاں بیوی حیران ہوئے کہ یہاں موٹر سائیکل کہاں ہے! موٹر سائیکل تو پارکنگ اسٹینڈ پر کھڑا ہے۔جب سیر

کے بعد ہم واپس آئے تو موٹر سائیکل پنکچر تھا۔اس کم عمر بچے کا ادراک حیران کن تھا۔جب حامد علی انجم نے میٹرک کرلیا تو میں نے اسے مراقبہ کرانا شروع کیا۔چند دنوں میں اس کی روحانی حالت کافی بہتر ہوگئی۔یہ حالتِ مراقبہ میں خانہ کعبہ حاضر ہوتا تو وہاں کے موسم کا ذکر کرتا۔ایک دن غلافِ کعبہ چھو کر کہنے لگا یہ تو بہت ملائم ہے۔اس دور میں بندہ عاجز روزانہ اپنے سٹوڈنٹس کو مراقبہ کراتا تھا اور چند ایک کی روحانی حالت اور قوتِ مشاہدہ اس قدر بہتر ہوگئی تھی کہ وہ کھلی آنکھوں سے باطنی دنیا کے معاملات مشاہدہ کرتے تھے اور خانہ کعبہ دیکھ کر نماز ادا کرتے تھے۔میں اکثر روحانی تربیت کی کلاس میں ان سب کے مشاہدات سنتا،ان کی کیفیات سے آگاہ ہوتا اور انہیں مشائخ کی تعلیمات کی روشنی میں گائیڈ کرتا رہتا تھا۔اس روحانی کلاس میں شامل سٹوڈنٹس کے روحانی مشاہدات و کیفیات بیان کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔اس ضمن میں فی الحال دو تین واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

6۔ عثمان آٹھویں جماعت کا سٹوڈنٹ تھا۔اس کی روحانی حالت بہت اچھی تھی۔ایک دن اس نے بیان کیا کہ حالتِ نماز میں اسے فرشتے آسمانوں پر لے گئے اور کافی دیر تک اسے سیر کراتے رہے۔اس دوران اس پر محویت طاری رہی۔میں نے پوچھا کہ اس مشاہدہ میں کتنا وقت لگا۔کہنے لگا کہ مشاہدہ کافی دیر ہوتا رہا۔اگر تفصیلات بیان کروں تو کافی دیر لگ جائے۔مگر حیرت ہے کہ یہ تمام مشاہدہ حالتِ رکوع میں ہوا اور رکوع سے قیام تک جانے کے دوران یہ مشاہدہ ہوتا رہا۔وہ بچہ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے واقعہ معراج کی تفصیلات سے آگاہ نہیں تھا۔اسے حالتِ نماز میں روحانی معراج نصیب ہوا تھا۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''نماز مومن کی معراج ہے۔'' جب نماز صحیح طریقے سے ادا ہو تو مومن کو معراج نصیب ہوجاتا ہے۔

ایک دن عثمان نے مجھے بتایا کہ سر! میں مطالعہ کر رہا تھا کہ مجھے اچانک اپنے ہمسائے کے گھر سے ایک روح آسمانوں کی طرف پرواز کرتی نظر آئی اور ساتھ ہی سخت بدبو بھی آئے۔کچھ دیر بعد ان کے گھر سے رونے پیٹنے کی آواز آئی۔معلوم ہوا کہ ان کے گھر کا سربراہ فوت ہوگیا ہے۔میں نے پوچھا کہ کیا آپ کے ہمسائے بدمذہب یا بدکردار لوگ ہیں؟ اس نے کہا وہ عیسائی ہیں۔میں نے اس کا مشاہدہ غور سے سنا مگر اس کی تصدیق یا تردید نہیں کی۔میری عادت ہے کہ روحانی مشاہدات و کیفیات ہوں یا روزمرہ کے معمولات جب تک قرآن وحدیث سے ان کی واضح طور پر تائید یا تردید نہ ہو میں رائے نہیں دیتا۔چند روز بعد ایک حدیثِ نبوی ﷺ سے اس کے مشاہدہ کی تصدیق ہوگئی۔درود شریف کے فضائل کے سلسلہ میں مجھے" جلاء الافہام" کے مطالعہ کا موقع ملا۔اس میں حدیث پاک پڑھی جس کا مفہوم یہ تھا کہ جب کسی مومن کی روح نکلتی ہے اور آسمانوں کی طرف پرواز کرتی ہے تو خوشبو آتی ہے۔جب وہ روح فرشتوں کے پاس سے گزرتی ہے تو وہ اس پر درود پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہی خوش قسمت ہے وہ جس کی یہ روح ہے۔جب کسی کافر (بدبخت) کی روح نکلتی ہے تو بدبو آتی ہے۔جب آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو اپنی ناک مبارک پر رومال رکھ لیا،گویا آپ کو بدبو آرہی ہے۔

عثمان کو مکینیکل آلات مرمت کرنے کا کافی شوق تھا۔ایک روز میں نے اسے مرمت کے لیے اپنا ٹیپ ریکارڈر اور کلاک دیے۔وہ چند روز بعد انہیں ٹھیک کر کے لے آیا۔میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے انہیں مرمت کرنا

کہاں سے اور کس سے سیکھا؟ کہنے لگا کہ اکثر کوشش کے دوران انہیں درست کرنے کے بارے میں ذہن میں خیال آجاتا ہے۔جس کے مطابق عمل کروتو وہ چیز ٹھیک ہوجاتی ہے۔بعض اوقات کوئی بزرگ رہنمائی کر دیتے ہیں۔مثلاً ٹیپ ریکارڈر کھول کر دیکھ رہا تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔کہنے لگے کہ اس کی فلاں تار کا کنکشن نئے سرے سے کروں یہ ٹھیک ہوجائے گی۔میں نے ان کی ہدایات کے مطابق عمل کیا تو ٹیپ ریکارڈر درست ہو گیا۔

7۔ شیخ ایوب میرے بچپن کے دوست ہیں۔ہم دونوں جماعت ششم (1976ء) سے لے کر بی اے تک کلاس فیلو رہے ہیں۔الحمدللہ یہ دوستی ہنوز (2017ء) تک برقرار ہے اوران شاءاللہ برقرار رہے گی۔شیخ ایوب ہمیشہ بندہ عاجز کی روحانی سرگرمیوں اور روحانی مشاہدات وتجربات اور روحانی بیانات کے ناقدرہے ہیں۔ایک دن (غالباً 1997ء کی بات ہے) وہ میری اکیڈمی میں تشریف لائے۔انہوں نے مٹھائی کا ڈبہ دیا۔اس دوران انہوں نے سوال کیا کہ روحانیت کی مذہب کس طرح تصدیق کرتا ہے؟میں نے ان سے پوچھا کہ اس کا علمی جواب چاہیے یا روحانی علمی تجربہ سے ثبوت پیش کیا جائے؟انہوں نے کہا کہ تجربہ سے ثبوت مل جائے تو زیادہ بہتر ہے۔شیخ ایوب میرے پاس بیٹھ گئے۔میں نے تین سٹوڈنٹس بلوا کر الگ بٹھا دیے۔ایک سٹوڈنٹ کو بلا کر اپنے پاس بٹھالیا۔تمام سٹوڈنٹس میں مٹھائی تقسیم کر دی گئی۔سب مٹھائی کھانا شروع ہوگئے۔اس دوران جس سٹوڈنٹ کو میں نے اپنے اور شیخ ایوب کے پاس بٹھایا تھا اسے کہا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر غور سے دیکھو کہ وہ تینوں سٹوڈنٹس جو ذرا دور بیٹھے مٹھائی کھارہے ہیں کیا وہ اکیلے کھارہے ہیں یا ان کے ساتھ کوئی اور بھی کھارہا ہے؟وہ سٹوڈنٹ حافظِ قرآن تھا۔اس کا نام عثمان تھا۔حافظ عثمان نے دیکھ کر بتایا کہ ان تینوں میں سے ایک سٹوڈنٹ اکیلا کھارہا ہے جبکہ باقی دو سٹوڈنٹس کے ساتھ دوسائے بیٹھے کھارہے ہیں۔اس کے بعد میں نے ان تینوں کو پاس بلایا اوران سے پوچھا کہ آپ میں سے کس نے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر اور کس نے یہ پڑھے بغیر مٹھائی کھانا شروع کی؟ان میں سے ایک سٹوڈنٹ نے کہا کہ میں نے بسم اللہ پڑھ کر مٹھائی کھانا شروع کی تھی۔جبکہ باقی دو سٹوڈنٹس نے کہا کہ ہم نے بسم اللہ پڑھے بغیر ہی مٹھائی کھانا شروع کر دی تھی۔پہلا سٹوڈنٹ وہی تھا جو اکیلا مٹھائی کھاتے نظر آیا تھا۔باقی دو سٹوڈنٹس وہ تھے جنہوں نے بسم اللہ پڑھے بغیر مٹھائی کھانا شروع کی تھی اوران میں سے ہر ایک کے ساتھ شیطان مٹھائی کھاتا نظر آیا تھا۔شیخ ایوب نے اس مشاہدہ کے بارے میں سب باتیں سنیں تو دنگ رہ گئے۔میں نے کہا، شیخ مکرم!حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھے بغیر کھاتے پیتے وقت شیطان بھی کھانے پینے میں شامل ہوجاتا ہے۔اس حدیث پاک سے روحانی مشاہدہ کی تصدیق ہوتی ہے اور اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ باطنی نگاہ سے باطنی مخلوقات (ارواح، ملائکہ وشیاطین) کا مشاہدہ کرنا ممکن ہے اور قرآن وحدیث سے اس مشاہدہ کی تصدیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مشاہدہ روحانی،نورانی ورحمانی ہے نہ کہ شیطانی وظلمانی۔

وحی کی ذیلی طرزیں:۔ سلسلۂ نبوت مکمل ہونے کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے مگر وحی کی ذیلی طرزیں کشف،الہام اورالقا کی صورت میں باقی ہیں۔نزولِ وحی کا وہ مخصوص طریقہ جس طریقے سے انبیاءکرام ورسل عظام پر وحی نازل کی جاتی تھی،انبیاء ورسل کا سلسلہ ختم ہونے کے ساتھ ہی منقطع ہو چکا ہے۔مگر انبیاء ورسل کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کا کشف،

الہام اور القاء کی صورت میں مخلوق سے رابطہ تھا۔ یہ رابطہ اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ وحی کی ان ذیلی طرزوں میں کشف، الہام اور القاء کے ساتھ ساتھ سچے خواب بھی شامل ہیں۔ وحی اور اس کی ذیلی طرزوں کی حقیقت کے ادراک کے لیے درج ذیل آیاتِ مقدسہ پرغور وفکر کی ضرورت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ آل عمران[3:44]

''(اے محبوب!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں، حالاں کہ آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے طور پر) اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم (علیہا السلام) کی کفالت کرے اور نہ آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھےo''

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ اعراف[7:203]

''اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتے (تو) وہ کہتے ہیں کہ آپ اسے اپنی طرف سے وضع کر کے کیوں نہیں لائے؟ فرما دیں: میں تو محض اس (حکم) کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے دلائل قطعیہ (کا مجموعہ) ہے اور ہدایت ورحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیںo''

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ شوریٰ[42:51-52]

''اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شانِ نبوت سے سرفراز فرما دے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے طورِ سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اِذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے (الغرض عالمِ بشریت کے لیے خطابِ اِلٰہی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہوگا)، بے شک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہےo سو اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح (قلوب وارواح) کی وحی فرمائی (جو قرآن ہے)، اور آپ (وحی سے قبل اپنی ذاتی درایت وفکر سے) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان (کے شرعی احکام کی تفصیلات کو ہی جانتے تھے جو بعد میں نازل اور مقرر ہوئیں) مگر ہم نے اسے نور بنا دیا۔ ہم اِس (نور) کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت سے نوازتے ہیں، اور بے شک آپ ہی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتے ہیںo

1۔ پہلی دو آیات سے واضح ہوتا ہے کہ وحی منجانب اللہ ہوتی ہے۔ وحی وہ نور ہے جس کے اندر غیب کی خبریں ہوتی ہیں۔ یہ خبریں گزشتہ واقعات کی بھی ہوسکتی ہیں اور آنے والے واقعات کی بھی۔ وحی میں کسی بندے کا شعور وارادہ کام

نہیں کرتا بلکہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ کا تفکر کام کرتا ہے۔

2۔ سورہ شوریٰ کی آیات نمبر 51 تا52 میں وحی کی تمام طرزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔اس میں بتایا گیا ہے کہ وحی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔اللہ تعالیٰ براہِ راست کسی بشر سے کلام نہیں فرماتے۔اللہ تعالیٰ کا کلام اپنی مخلوق پر مختلف ذرائع سے نازل ہوتا ہے۔وحی کے طور پر یا پس پردہ۔کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام تجلی کے پردہ (حجاب) میں ہوا تھا۔ پیغامبر کے ذریعے یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے وحی پیغمبروں تک پہنچائی گئی۔'حجاب' سے رابطہ کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جمیل اور نورٌ علیٰ نور صورت میں بندے پر جلوہ فرماتے ہیں۔یہ جمیل صورت اللہ نہیں بلکہ حجاب ہے۔

سلسلۂ نبوت ورسالت ختم ہونے کے ساتھ ہی وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے مگر وحی کی ذیلی طرزیں کشف،الہام، القا اور رویائے صادقہ (سچے خوابوں) کی صورت میں باقی ہیں۔سورہ نحل میں مکھی پر وحی کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔مکھی پر وحی بھی وحی کی ذیلی طرزوں میں سے ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ النحل [16:68-69]

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں (خیال) ڈال دیا کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا اور بعض درختوں میں اور بعض چھپروں میں (بھی) جنہیں لوگ (چھت کی طرح) اونچا بناتے ہیں o پس تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوسا کر پھر اپنے رب کے (سمجھائے ہوئے) راستوں پر (جو ان پھلوں اور پھولوں تک جاتے ہیں جن سے تو نے رس چوسنا ہے، دوسری مکھیوں کے لیے بھی) آسانی فراہم کرتے ہوئے چلا کر، ان کے شکموں سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے (وہ شہد ہے) جس کے رنگ جداگانہ ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے، بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانی ہے o

اللہ تعالیٰ نور ہے۔اس کا کلام بھی نور ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری رگِ جاں سے قریب ہے مگر ہم شعوری حواس سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔اس نور کے ادراک کے لیے روحانی حواس کا بیدار ہونا ضروری ہے۔ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کے ادراک کے لیے اولیائے عظام نے ارتکازِ توجہ اور یکسوئی کے حصول کی خاطر مختلف قسم کے مراقبات تجویز کیے ہیں۔ مراقبات میں کئے جانے والے تصور کی بنیاد پر مراقبے کی مختلف اقسام اور ان کے مقاصد متعین ہوجاتے ہیں۔

ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی رابطہ وتعلق قائم کرنے کے لیے مراقبہ اسمِ ذات کرایا جاتا ہے۔نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے روحانی رابطہ وتعلق قائم کرنے اور اسے مضبوط تر بنانے کے لیے مراقبہ اسمِ محمد ﷺ کیا جاتا ہے۔کسی خاص صلاحیت کو بیدار کرنے یا مخصوص فوائد حاصل کرنے کے لیے اسمائے باری تعالیٰ کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔شفا کے حصول کے لیے اسمِ 'یا شافی' کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔مراقبہ میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ صاحبِ مراقبہ عرشِ الٰہی کے نیچے بیٹھا ہے اور عرش سے اسمِ 'یا شافی' کی نورانی شعاعیں اس کے اوپر نازل ہورہی ہیں۔صفاتِ باری تعالیٰ کی تفہیم کے لیے اسم ''علیمٌ'' کا

مراقبہ کیا جاتا ہے۔علیم کے معنی ہیں علم رکھنے والا۔اس اسم کی نسبت سے انسان کو تمام علوم منتقل ہوتے ہیں۔اس سے تمام اسمائے الٰہیہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔تفہیم سے مراد کسی چیز کی فہم بیدار کرنا یا فہم حاصل کرنا ہے۔تفہیم کے مراقبے سے اسمائے صفات کا علم اور وہ فارمولے منکشف ہوتے ہیں جن سے کائنات وجود میں آئی ہے۔

مراقبہ اسمِ ذات (مشقِ تصور اسم اللہ):۔ بندہ عاجز کے پیر و مرشد حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری دامت برکاتہم العالیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ روحی علوم میں چونکہ مشقِ تصور کا مرکز ایک مادی شے اور فرضی نقطہ ہوتا ہے جس سے محض خیالات کا اجتماع مقصود ہوتا ہے اس لیے ان کا سارا معاملہ اسی مادی دنیا اور مقامِ ناسوت تک محدود رہ جاتا ہے اور اس کا روحانی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن برعکس اس کے اگر کوئی شخص بجائے مفروضہ مادی نقطے کے اسم اللہ ذات کے نقش مکرم پر اپنے خیالات ،حواس ،تصور ،تفکر اور توجہ مجتمع کرے تو وہ اُس سے ایک ایسی زبردست غیر مخلوق اور لازوال باطنی قوت حاصل کر لیتا ہے جس کا تعلق اُس ذات بے مثل اور لم یزال کے بحرِ انوار کے ساتھ ہو جاتا ہے جو تمام کائنات کا مبداء و معاد ہے۔اس سے صاحب تصور کے اندر نورِ اسم اللہ ذات کی بجلی پیدا ہو جاتی ہے جس کا کنکشن اور تعلق مسمٰی یعنی معدنِ انوارِ ذات پروردگار کے پاور ہاؤس سے ہوتا ہے۔

تصور اسم اللہ ذات میں اسم اللہ مختلف مقامات پر تصور کے ذریعے تحریر اور مرقوم کیا جاتا ہے اور یہ ذکر اللہ کا ایک افضل ترین طریقہ ہے۔آج سے تقریباً پانچ صد سال پیشتر سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فارسی تصانیف میں اِس کو لکھا ہے اور اس کے روحانی محیر العقول فوائد بیان کئے ہیں مگر اس راز سے موجودہ دور میں دنیا کو روشناس کرنے کا سہرا صرف حضرت فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔

تصور کی مشق لفظ ''اللہ'' پر کی جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے خالقِ کائنات کا ذاتی اسم ہے باقی اسماء سب صفاتی ہیں۔اسی لیے سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ''اسم اللہ ذات'' لکھا ہے اور اسی کے تصور کی ہدایت کی گئی ہے بعد میں دوسرے اسماء کے تصور کی مشق بھی کی جاتی ہے مگر ابتدا اسی اسم سے کی جاتی ہے اور انتہا بھی اسی اسم پر ہوتی ہے۔حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے تمام فقر کا دارومدار اسی پر ہے۔یہ گویا اس لازوال فقر کی اساس اور بنیاد ہے۔اسی کے ذریعے طالب فقر کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ کر اعلیٰ ترین روحانی درجات اور باطنی مراتب حاصل کرتا ہے۔اسمِ ذات کی مشق کے وقت درج ذیل امور کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے:

01۔ صاحبِ تصور اسم اللہ ذات کو چاہیے کہ وضو کر کے اور پاک کپڑے پہن کر کسی پاک جگہ پر مربع شکل میں یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھے اور دل کو تمام غیر ضروری خیالات یعنی دنیاوی تفکرات اور نفسانی واہمات سے خالی اور فارغ کرے۔

02۔ ظاہری شیطانی وسوسوں اور نفسانی خطرات کا راستہ بند کرنے کے لیے درود شریف، الحمد شریف، آیت الکرسی، چاروں قل (سورہ الکافرون،سورہ اخلاص،سورہ فلق،سورہ الناس) اور درود شریف ہر ایک تین تین بار پڑھ کر سینے پر دم کرے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر دم کر کے تمام بدن پر ہاتھ پھیرے۔

03۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر کے اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور مجلس حضرت سرورِ کائنات ﷺ و مجلس انبیاء اور یادِ موت اور یادِ آخرت و قبر حشر نشر وغیرہ کے تفکرات کو دل میں جاگزیں کرے اور اسم اللہ کو ماتھے اور دل پر اور اسم

محمد ﷺ کو تفکر کی انگشتِ شہادت سے خیال کے ذریعے اپنے سینے پر بار بار لکھنے کی کوشش کرے۔

04۔ صاحبِ تصور اپنی انگشتِ شہادت کو قلم تصور کرے اور اس سے اپنے ماتھے پر اسم اللہ ذات اس طرح لکھے کہ سر کو ایک بڑی قندیل اور لال ٹین خیال کرے اور اپنے آپ کو اس کے اندر بیٹھا ہوا محسوس کر کے اپنے سامنے والے رُخ یعنی ماتھے کو شیشہ سمجھ کر اس پر اسم اللہ ذات تحریر کرے۔اس سے جذب جلالی پیدا ہو گا اور اسم محمد ﷺ کے دونوں میم پستانوں پر یعنی پہلا میم دائیں پستان پر اور دوسرا میم بائیں پستان پر لمبا کر کے لائے اور حرف دال دل پر لائے۔اس سے جذب جمالی پیدا ہو گا۔اسم محمد ﷺ کو سفید ماہتابی رنگ سے لکھے۔

05۔ ان دونوں مذکورہ بالا مقامات یعنی ماتھے اور سینے پر اگر اسم اللہ ذات اور اسم محمد سرورِ کائنات لکھنے میں دشواری ہو تو اسم اللہ ذات انگشتِ شہادت کی طرح موٹے خوشخط سرخ آفتابی رنگ کے حروف میں مرقوم اپنے ماتھے یا دل پر لکھا ہوا خیال کرے اور خود اپنی خیالی انگشت شہادت سے اُسے ٹریس کرتا جائے۔یعنی انگلی اس پر قلم کی طرح اپنے خیال اور تصور میں پھیرتا جائے اور اسی طرح اسم محمد ﷺ کو اپنے سینے پر اندر کی طرف سے سفید ماہتابی رنگ سے مرقوم خیال کرے اور اس کے اوپر خیال کی انگشتِ شہادت پھیرنے کی کوشش کرے۔بعض کو اس دوسری صورت میں آسانی ہوتی ہے۔ہر حال میں ماتھے اور سینے پر تصور اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ سرورِ کائنات تحریر کرتے وقت اپنے آپ کو اندر بیٹھا ہوا خیال کرے اور اندر سے تحریر کرے۔

06۔ مشق کے لیے لفظ اللہ کاغذ پر بھی لکھا جاتا ہے، آئینے پر بھی اور دوسری اشیا پر بھی، مگر ہر حال میں اس کے حروف کو سفید رکھنا چاہیے۔

آئینے یا شیشے یا کاغذ پر جب اسم اللہ لکھا جائے تو اس پر اعراب یعنی زبر، شد، اور پیش وغیرہ ڈالنے میں کوئی ہرج نہیں اور اعراب نہ ہوں تو بھی ٹھیک ہے مگر اللہ کے ساتھ ''یا'' کا لفظ نہیں لکھنا چاہیے۔

لفظ اللہ خط طغریٰ میں بھی نہیں لکھنا چاہیے۔خطِ طغریٰ سے مراد ٹیڑھے حروف ہیں۔جو مختلف صورتوں میں لکھے جاتے ہیں۔لفظ اللہ بالکل سیدھا لکھنا چاہیے۔

ابتداء میں آئینے میں لکھا ہوا یا شیشے پر پینٹ کیا ہوا اسم اللہ سامنے رکھنا چاہیے اور اس پر نگاہیں جمانی چاہئیں۔

07۔ انسان کے سینے میں دل کا قاعدہ اوپر کو ہے اور نوک نیچے کی طرف ہے۔ یہ تحریر ہمیں باہر کی طرف سے اندر کا تصور کر کے کرنی پڑے گی۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ صاحبِ تصور سینے پر سر جھکا کر باہر کی طرف سے اندر کا تصور کرے اور اسم اللہ تحریر کرے۔اس میں اسم اللہ نوک کی طرف سے لکھے۔ماتھے پر اور مشقِ وجودیہ یعنی آنکھ، ناک، کان اور سینہ پر اسم اللہ تحریر کرنے کی صورت اِس سے بالکل مختلف ہے۔

08۔ مشقِ وجودیہ میں اپنے آپ کو وجود کے کمرے یا جوف کے اندر بیٹھا ہوا خیال کرنا چاہیے اور اندر کی طرف سے ماتھے، آنکھوں، ناک، کان اور سینے وغیرہ پر اسم اللہ لکھنے کی مشق کرنی چاہیے۔صرف دل پر باہر کی طرف سے سر جھکا کر اسم اللہ تحریر کرنا چاہیے۔باقی سب تحریریں اندر کی طرف سے تصور کے ذریعے کی جاتی ہیں۔یہ بہت بڑا اشکال ہے اس کو خوب ذہن نشین کر لیں تو پھر کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

دماغ میں نقش اسم اللہ ذات تصور اور تفکر کے ذریعے مرقوم کرتے وقت طالب دماغ کو ایک مربع قندیل یا لال ٹین کی چار گوشہ چمنی کی طرح خیال کرے کہ گویا اس کے چاروں طرف اور اوپر کے شیشے ظلمت کے سیاہ دھوئیں سے آلودہ ہیں اور صاحبِ تصور اندر بیٹھ کر سامنے والے شیشے پر شہادت کی انگلی سے نقش اسم اللہ ذات یوں بنا رہا ہے کہ اُس کی انگلی کی تحریر سے سیاہی دور ہوتی جارہی ہے اور اسم اللہ ذات تاباں اور نمایاں ہو رہا ہے۔اسی طرح اسمِ ذات دائیں، بائیں، پیچھے اور اوپر والے شیشے پر تحریر کرے۔اس طرح دماغ اسمِ ذات کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔
آنکھوں میں اسم اللہ لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آنکھوں کو عینک کے شیشوں کی طرح خیال کر کے اندر کی طرف سے ان پر اسمِ ذات نقش تحریر کرے۔اسی طرح بدن کے ہر عضو اور خانے پر اندر کی طرف سے اسم اللہ ذات فکر اور خیال کے قلم سے تحریر کرے۔
دماغ یا سر میں اسم اللہ ذات مرقوم کرنے کے پانچ مقام ہیں، یعنی دائیں، بائیں، آگے، پیچھے اور اوپر اُس کے علاوہ ماتھے پر، ہر دو آنکھوں پر، دونوں کانوں پر، ناک پر اور زبان پر بھی اسم اللہ ذات تصور اور خیال سے تحریر کرے۔

09۔ اسمِ ذات اگر جسم کے مختلف مقامات پر تحریر کرنے میں مشکل پیش آئے تو جس مقام پر آسانی سے لکھا جا سکے پہلے اس کی مشق کی جائے۔

10۔ اگر کسی طالب علم کی طبیعت کند اور غبی ہو اور اسمِ ذات کا تصور اُس سے نہ بن سکے تو وہ شیشے یا کاغذ پر لکھا ہوا اسمِ ذات اپنے سامنے رکھے اور تصور کرے وقت اُسے اپنے اندر قائم کرے۔دوسرے وقتوں میں اسی اسمِ ذات کا خیال اور تصور کرے۔اس طرح بار بار کرنے سے اسمِ ذات کا تصور قائم ہو جاتا ہے۔اگر اِس سے زیادہ آسانی مطلوب ہو تو سلیٹ پر موٹی پنسل یا چاک کے ذریعے رات کو یا دن کو فرصت کے وقت بار بار اسم اللہ لکھے۔کم از کم 66 دفعہ لکھے۔اس طرح بھی تصور میں اسم اللہ ذات جلدی آ جاتا ہے۔رات کو یا دن کو سونے سے پہلے ضرور تصور اسم اللہ ذات کی مشق کرے یا نقش اسم اللہ ذات کاغذ یا شیشے پر خوشخط لکھا ہوا اپنے سامنے رکھ کر سوتے وقت اِس کی طرف دیکھے۔اور بار بار اُسے اپنے اندر جمانے کی کوشش کرے اور اِس حالت میں سو جائے۔ایسا کرنے سے خواب میں بھی اسم اللہ متجلی اور مرقوم ہو جاتا ہے۔

11۔ اگر طالب شیخِ کامل رکھتا ہے تو یوں خیال کرے کہ میرے سر اور سینے اور دل کے اندر شیخ بیٹھا ہوا اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ لکھ رہا ہے۔اس سے اور بھی زیادہ آسانی ہو جاتی ہے اور ساتھ ساتھ پاسِ انفاس بھی جاری رکھے۔اس طرح طالب بہت جلد کامیاب ہو جاتا ہے۔

12۔ اسم اللہ کو تصور کے ذریعے ہمیشہ سفید رنگ میں تحریر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔اگر خود بخود کوئی دوسرا رنگ آتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

13۔ تصور کے لیے سات اسماء ہیں جو سات باطنی خزانوں کی کنجیاں اور کلید ہیں۔سات لطیفوں کے لیے ہر اسم علیحدہ علیحدہ ہے۔اسماء یہ ہیں: اللہ۔ للہ۔ لہ۔ ھو۔ محمد۔ فقر۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔
اگر تصور کسی طرح بھی نہ بنے اور الفاظ خلط ملط ہو جائیں تو پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ہمت کر کے تصور جاری رکھنا

چاہیے اور اللہ، للہ، لہ، ھو وغیرہ میں سے جو بھی لفظ بن سکے قائم کرنا چاہیے۔ اگر ایک مقام پر تحریر قائم نہ ہو اور کسی دوسرے مقام پر آسانی سے قائم ہو سکے تو پہلے مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر تصور کرنا چاہیے۔ اگر مشق وجودیہ میں آسانی ہو تو اسی کو شروع کر دینا چاہیے۔ اگر اس طرح بھی تصور قائم نہ ہو تو اسم اللہ لکھا ہوا سامنے رکھ کر پہلے اس پر نگاہیں جمائی جائیں اور پھر خیال کے ذریعے اسم اللہ کو مطلوبہ مقام پر لکھا ہوا تصور کیا جائے اگر لکھا ہوا خیال نہ کیا جا سکے تو انگشتِ شہادت کے ذریعے بار بار لکھنا چاہیے۔

14۔ اس شغل کے ساتھ پاس انفاس جاری رکھے یعنی جب سانس اندر کو جائے تو اس کے ساتھ دل میں لفظ ''اللہ'' کہے اور جب سانس باہر کو نکلے تو دل میں خیال سے لفظ ''ھو'' کہے اور جب اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشق کرے تو سانس اندر جاتے وقت ''محمد رسول اللہ'' کہے اور سانس باہر آتے وقت ''صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' خیال سے دل میں کہے۔

15۔ گو مشقِ تصور کے لیے وقت کی پابندی نہیں لیکن اس مبارک شغل کے لیے سب سے بہتر وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب یا چاشت تک ہے اور اس کی مشق کے لیے یہی وقت مقرر کرنا چاہیے۔

16۔ یہ مشق باقاعدگی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ صبح کے وقت کم از کم نصف گھنٹے تک مشق کرنی چاہیے اور زیادہ سے زیادہ جس قدر کوئی کر سکے۔

17۔ اگر نقش اسم اللہ ذات اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرورِ کائنات بسبب کثرت ہجوم وساوسِ شیطانی وظلماتِ نفسانی دل پر قائم نہ ہو تو طالب کو چاہیے کہ مشق وجودیہ کرے تا کہ تمام وجود اسم اللہ ذات سے منقش ہو کر پاک اور مزکی ہو جائے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار اور مشاہدۂ حق ذات کے قابل ہو جائے۔

18۔ اگر کسی کا نفس سرکش ہو اور معصیت سے باز نہ آئے تو اسم اللہ کو تصور سے مقامِ ناف پر مرقوم اور تحریر کرے۔

19۔ تمام حالات میں رات کو یا دن کو سوتے وقت بستر پر لیٹے لیٹے مشق تصور اسمِ ذات کیا جائے تو اس کے لیے حصار باندھنے اور مذکورہ کلمے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ وقت کی پابندی بھی لازمی نہیں۔ وضو نہ ہو اور کپڑے پاک نہ ہوں تو بھی یہ باتیں مشق تصور میں خارج اور مانع نہیں کیونکہ اس عمل کا تعلق خیال سے ہے۔ یہ ایک نہایت پوشیدہ، بے ریا، بے رجعت اور زُود اثر طریقہ ذکر ہے۔ اس میں گنتی اور شمار کی بھی کوئی جھنجھٹ نہیں۔ اس کے بغیر باطنی لطائف کا کھلنا ناممکن ہے اور روحانی منازل اور مقامات اس کے بغیر ہرگز طے نہیں کئے جا سکتے۔

تصورِ اسمِ ذات کے نتائج:۔

01۔ بار بار مشق کرنے سے اسم اللہ ذات اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرورِ کائنات طالب کے اندر تجلی ہو جائے گا۔

02۔ جب اسمِ ذات صاحبِ تصور کے اندر نوری حروف سے مرقوم ہو جاتا ہے تو وہ خود بخود اپنے مخصوص مقام کو پکڑ لیتا ہے۔ اسمِ ذات کے صحیح طور پر تصور کے ذریعے نقش اور مرقوم ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسمِ ذات مطلوبہ مقام پر مرقوم ہو کر آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے اور صاحب تصور کو فوراً استغراق اور محویت حاصل ہو جاتی ہے۔ لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا ہے اور طالب کو استغراق کے اندر کوئی نہ کوئی مشاہدہ اور مکاشفہ حاصل ہو جاتا ہے۔

03۔ جس وقت طالب کے تصور اور تفکر اور مرشد کامل کی توجہ اور تصرف کی بدولت اسم اللہ ذات اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر توجہ

مرکوز اور متحد ہوجاتی ہے تو اِس سے یا تو نور اور برقِ جلال پیدا ہو کر طالب کو باطن میں غرق اور بے خود کر دیتی ہے۔اس وقت اُسے باطنی واردات یاد نہیں رہتیں اور اگر اسے جذب جمالی کی بجلی نے کھینچ لیا ہے تو اس کو خواب یا مراقبے کی باطنی واردات یاد رہتی ہیں۔اس وقت مجلسِ انبیاء و اولیاء اور ذکر اذکار کھل جاتے ہیں اور طالب مجلس محمدی ﷺ یا مجلسِ انبیاء و اولیاء میں حاضر ہوجاتا ہے یا ذکر نفسی، قلبی، روحی، وغیرہ جاری ہوجاتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ ذاتی، صفاتی یا افعالی صاحبِ تصور پر وارد ہوجاتی ہیں۔ یا طالب کو طیرِ سیر مقاماتِ علوی یا سفلی حاصل ہوجاتا ہے۔

04۔ مشقِ تصور اسم اللہ ذات ذکر کے تمام طریقوں سے بہتر، افضل، آسان اور پُرامن طریقہ ہے۔موت کے وقت انسان کی زبان خشک ہوجاتی ہے اور باقی تمام اعضاء اور حواس کام سے رہ جاتے ہیں۔اُس وقت ذکر کے لیے انسان کے پاس صرف تصور اور تفکر کا آلہ باقی رہ جاتا ہے۔اگر زندگی میں طالب نے تصور اور تفکر سے اسم اللہ ذات کی مشق کی ہے اور اسم اللہ ذات کو اپنے اندر قائم کیا ہے اور اپنے وجود کو اسم اللہ ذات میں طے اور دل کو اسم اللہ ذات سے زندہ کیا ہے تو موت کے آخری نازک وقت میں اُسے اِس مبارک شغل کی قدر و قیمت معلوم ہوجائے گی۔ صاحبِ تصور اسم اللہ ذات محبوبِ بے محنت اور معشوقِ بے مشقت ہوتا ہے جو شخص ہمیشہ اپنے آپ کو اسم اللہ ذات میں محو اور مشغول رکھتا ہے اس کو رازِ بے ریاضت اور مشاہدہ بے مجاہدہ حاصل ہوجاتا ہے۔

جب اسم اللہ ذات تصور اور تفکر سے وجود کے کسی عضو اور مقام میں مرقوم ہوجاتا ہے اور متواتر مشق سے وہاں قائم ہو جاتا ہے تو وہ مقام اور عضو نورِ اسم اللہ ذات سے زندہ، روشن اور وسیع ہوجاتا ہے اور اُس عضو کی باطنی حِس زندہ ہو جاتی ہے اور عالمِ غیب کی طرف اُس عضو میں ذاکر کے لیے نوری روزن اور لطیف راستہ کھل جاتا ہے اور ذاکر صاحبِ تصور کا عالمِ غیب اور عالمِ لطیف میں ایک باطنی نوری عضو پیدا ہوجاتا ہے۔مثلاً اگر آنکھ میں تصور اور تفکر سے اسم اللہ ذات مرقوم ہو تو چشمِ باطن کھل جاتی ہے اور صاحبِ تصور عالمِ غیب کی باطنی اشیاء کو دیکھنے لگ جاتا ہے اور مقامِ کشف اور مراقبہ و مشاہدہ کھل جاتا ہے۔اگر مقامِ گوش یعنی کان میں اسم اللہ فکر کے نوری حروف سے مرقوم ہو جائے تو باطن یعنی دل کے کان کھل جاتے ہیں۔اور صاحبِ تصور باطنی اور غیبی آوازیں سُننے لگ جاتا ہے اور ذاکر صاحبِ تصور پر مقامِ الہام کُھل جاتا ہے۔اگر زبان پر اسم اللہ نوری حروف سے تحریر ہو تو ذاکر صاحبِ لفظ ہوجاتا ہے اور اُس کی زبان سیف الرحمٰن ہوجاتی ہے اور کُن کی روشنائی سے نم ہوجاتی ہے۔اُس زبان سے وہ غیبی روحانی مخلوق سے ہمکلام ہوتا ہے اور جو کچھ زبان سے کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے جلد یا بدیر پورا ہوجاتا ہے۔اگر ہاتھ کی ہتھیلی پر اسم اللہ مرقوم ہو تو ملائکہ اور ارواحِ انبیاء و اولیاء اور ارواحِ اہلِ تکوین متصرفین غوث، قطب، اوتاد اور ابدال سے مصافحہ کرنے لگ جاتا ہے۔اور اس نوری ہاتھ سے باطنی دنیا کے عالمِ امر میں تصرف اور کام کاج کرتا ہے۔اسی طرح صاحبِ تصور کا ہر عضو اور اندام جب تصور اسم اللہ ذات کی تحریر سے زندہ اور روشن ہوجاتا ہے تو اسی نوری عضو سے وہ باطن میں کام کرتا ہے۔آخر میں صاحبِ تصور کا تمام وجود مشقِ تصور اسم اللہ ذات سے منقش اور مرقوم ہوجاتا ہے اِس نوری روحانی وجود کا دیکھنا، سننا، بولنا، چلنا، پھرنا اور پکڑنا وغیرہ نورِ اسم اللہ ذات سے ہوتا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات ایک ایسا خفیہ اور پوشیدہ راز ہے جس کے ساتھ تصوف، فقر، روحانیت، طریقت اور معرفت کے

بیش بہا خزانے وابستہ اور متعلق ہیں۔

مراقبہ کی اقسام:۔مراقبہ میں سانس لیتے وقت ذکر کی تبدیلی سے یا دورانِ مراقبہ تصور کی تبدیلی سے مراقبہ کی نوعیت اور نتائج تبدیل ہوجاتے ہیں۔اس لحاظ سے روحانی دنیا میں عموماً درج ذیل اقسام کے مراقبات کیے جاتے ہیں:

مراقبہ احدیت

مراقبہ''اسمِ ذات'' کے دوران اگر سانس کے ساتھ سورہ اخلاص پڑھی جائے اور اس کے مفہوم پر غور کیا جائے تو اسے مراقبہ احدیت کہتے ہیں۔ اس مراقبہ کے اثر سے عقیدہ توحید پختہ ہوتا ہے۔

مراقبہ معیت

اس مراقبہ کے دوران سالک سانس کے ساتھ **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ اَللّٰهُ حَاضِرِیْ۔ اَللّٰهُ نَاظِرِیْ۔ اَللّٰهُ مَعِیْ**۔ ذکر کرتا ہے اور اس کے مفہوم پر توجہ مرکوز کر دیتا ہے۔اس کے نتیجہ میں اس کے اندر رب کائنات کی معیت کا شعور پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔اللہ کی ذات کے ہر وقت ساتھ ہونے کا احساس غالب ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان کو گناہ کی طرف قدم اٹھانے سے حیا آتی ہے۔

مراقبہ مشاہدہ حق

تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ''خدا کی اس طرح عبادت کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔اگر تو اُسے نہیں دیکھ پاتا تو (کم از کم یہ تصور کر کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس مراقبہ کے دوران سالک سانس کے ساتھ **عَيْنَ اللّٰهِ نَاظِرَةٌ اِلَيْنَا**۔اللہ کی آنکھ ہم کو دیکھ رہی ہے۔کا ذکر کرتا ہے اور اس کے مفہوم پر توجہ مرکوز کر دیتا ہے۔ پہلے وہ تصور کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔بعد میں یہ تصور کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔

مراقبہ اقربیت

اس مراقبہ کے دوران سانس کے ساتھ **نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ**[١٢] کا ورد کیا جاتا ہے۔اس مراقبہ کی پختگی کے ساتھ سالک پر قرب الٰہی کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔جسے قرآن نے **صِبْغَةَ اللّٰهِ** کہا ہے۔

مراقبہ محبت

اس مراقبہ کے دوران سانس کے ساتھ **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ** کا ورد کیا جاتا ہے۔اس مراقبہ کی پختگی کے ساتھ سالک پر حکمِ ربی **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ**۔ کے تحت محبت اور اطاعت کا اثر غالب آجاتا ہے۔

مراقبہ اسم الظاہر والباطن

اس مراقبہ کا وظیفہ ہے: **هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ**۔اس مراقبہ کے اثر سے سالک کا ظاہر اور باطن نورِ الٰہی سے منور ہو جاتا ہے۔

مراقبہ عبودیت

اس مراقبہ کا وظیفہ ہے: **اَلنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ**۔ اس مراقبہ کی بدولت سالک اپنے مقام عبودیت سے آشنا ہوتا ہے۔

مراقبہ فنا بقا

اس مراقبہ کے دوران پہلے فنا فی اللہ میں کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ اور پھر بقا باللہ میں وَیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ کا فیض حاصل کیا جاتا ہے۔

مراقبہ سیر کعبہ

اس مراقبہ کے دوران سالک اپنی روح سے کعبۃ اللہ کا طواف کرتا ہے اور زبان حال سے پڑھتا ہے لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ، لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ۔

مراقبہ روضہ اطہر ﷺ

اس مراقبہ کے دوران نہایت ادب اور احترام اور حضور قلب کے ساتھ روضہ اطہر کے اندر نگاہیں جھکائے ہوئے کھڑا ہوجاتا ہے اور مسلسل زبان حال سے یہ درود شریف پڑھتا ہے:

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللہ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَاحَبِیۡبَ اللہ۔

مراقبہ مسجد نبوی ﷺ

اس مراقبہ کے دوران سالک نہایت ادب، احترام اور حضور قلب کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں دوزانو ہوکر بیٹھ جاتا ہے اور زبان حال یہ وہی درود شریف جاری رہتا ہے۔

مراقبۂ نور: ۔نور کے مشاہدے کے لیے 'مراقبہ نور' کیا جاتا ہے۔کائنات کی تخلیق کا بنیادی عنصر نور ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۳۵﴾ نور [24:35]

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی کی شکل میں دنیا میں روشن ہے) اس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغِ (نبوت روشن) ہے؛ (وہ) چراغ، فانوس (قلبِ محمدی) میں رکھا ہے۔(یہ) فانوس (نورِ الٰہی کے پَرتو سے اس قدر منور ہے) گویا ایک درخشندہ ستارہ ہے (یہ چراغِ نبوت) جو زیتون کے مبارک درخت سے (یعنی عالم قدس کے بابرکت رابطہ وحی سے یا انبیاء و رسل ہی کے مبارک شجرۂ نبوت سے) روشن ہوا ہے نہ (فقط) شرقی ہے اور نہ غربی (بلکہ اپنے فیضِ نور کی وسعت میں عالمگیر ہے)۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تیل (خود ہی) چمک رہا ہے اگرچہ ابھی اسے (وحی ربّانی اور معجزات آسمانی کی) آگ نے چھوا بھی نہیں (وہ) نور کے اوپر نور ہے (یعنی نورِ وجود پر نورِ نبوت گویا وہ ذات دوہرے نور کا پیکر ہے)، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور (کی معرفت) تک پہنچا دیتا ہے، اور اللہ لوگوں (کی ہدایت) کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے o

سالک (روحانی طالب علم) مندرجہ بالا آیت مقدسہ میں دی گئی مثال کے مطابق تصور کرتا ہے کہ چراغ کی نورانی شعاعوں سے اس کا تمام جسم منور ہو رہا ہے۔سالک یہ بھی تصور کرتا ہے کہ عرش سے تمام کائنات اور اس کی مخلوقات پر

نور کی بارش ہورہی ہے۔تمام کائنات اوراس کی اشیاءنور کے وسیع وعریض سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔خودسالک پر بھی نور برس رہاہےاوروہ نور کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔

مراقبہ صوتِ سرمدی یا ہاتفِ غیبی:۔ تمام کائنات کوذاتِ باری تعالیٰ نے اجتماعی فہم یاشعورعطافرمایاہے۔یہ شعورِ کائنات ' کائنات میں موجود ہر شے کے بارے میں مکمل معلومات اور ہدایات کا پوراپوراعلم رکھتا ہے۔کمپیوٹر سائنس کی زبان میں یوں کہاجاسکتا ہے کہ یہ ایک ایسا کمپیوٹر ہےجس میں کائنات کامکمل ریکارڈ موجود ہے۔اس کمپیوٹر کی سکرین لوحِ محفوظ کہلاتی ہے۔بذاتِ خوداس کمپیوٹرکوہی لوحِ محفوظ تصورکیاجاسکتا ہے۔مراقبہ کے ذریعے اس شعور سے رابطہ قائم کیاجاسکتا ہے۔اس شعور سے رابطے کاایک ذریعہ آواز ہے۔اس آواز کواصطلاحاً ہاتفِ غیبی کہتے ہیں جس کے معنیٰ 'غیب کا پکارنے والا' ہیں۔ ہاتفِ غیبی کی آواز کو'صوتِ سرمدی' یعنی خدائی آواز کہاجاتا ہے۔اسی آواز سے اولیاءاللہ پرالہام ہوتا ہے۔یہ آواز سننے اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ اختیار کریں:

1۔ نہایت توجہ سے مراقبہ اسمِ ذات کریں۔

2۔ جب مراقبہ اسمِ ذات میں توجہ اور یکسوئی حاصل ہوجائے تو باطن کی طرف متوجہ ہوکر ایسی آواز کا تصور کریں جومندرجہ ذیل کسی آواز سے مشابہت رکھتی ہو:

☆ میٹھی اورسریلی گھنٹیوں کی آواز۔

☆ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔

☆ پانی کے جھرنے کی آواز یعنی وہ آواز جو پانی کی سطح پر پانی کے گرنے یا پتھروں پر پانی کے گرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

☆ بانسری کی آواز

3۔ شروع میں مختلف انداز اورطرزوں میں آواز سنائی دیتی ہے۔بعد میں الفاظ اور جملے بھی سنائی دیتے ہیں۔اسرار و رموز منکشف ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔اس حالت میں کسی سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے ذہن میں ایک دوبارسوال دہرائیں۔اس کے بعد ہاتفِ غیبی کی طرف توجہ کریں اور مسلسل دھیان قائم رکھیں۔سوال کوذہن میں نہ لائیں۔صرف جواب کے منتظر رہیں۔ذہنی یکسوئی اور روحانی استعداد کے لحاظ سے جلد ہی آواز کے ذریعے جواب ذہن میں آجاتا ہے۔اسی طریقہ سے تصورِ شیخ سےاورکسی صاحبِ مزار سے رابطہ کرکے بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔دربارِرسالت سے رہنمائی حاصل کرنے کابھی یہی طریقہ ہے۔

مراقبہ مشاہدۂ حق:۔ نماز دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔نماز اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کرنے اور ہم کلام ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ارشادفرمایاہے کہ حضورِقلبی (ذہنی وقلبی یکسوئی) کے بغیرنماز(صحیح طور پر)ادانہیں ہوتی یعنی نماز کے دوران اگرذہنی وقلبی یکسوئی نہ ہوتو ذاتِ باری تعالیٰ سے رابطہ نہیں ہوتا۔ذاتِ باری تعالیٰ سے رابطہ وتعلق قائم کرنے کے لیے خیال اورتصور کی یکسوئی ہوناضروری ہے۔اس لیے نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ'احسان' کیاہے،ارشادفرمایاہے:

تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔
(احسان یہ ہے کہ)اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔اگر تم اسے دیکھ نہیں پاتے تو (کم ازکم یہ تصور کرو کہ)وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

مراقبہ اسمِ ذات سے تصور باری تعالیٰ قائم کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔حالتِ نماز میں سالک کو تصور کرنا چاہیے کہ اسمِ ذات (اللہ) نوری حروف میں لکھا ہوا نظر آرہا ہے اور سالک کلام الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہے۔حالتِ نماز میں مراقبہ نور، مراقبہ احدیث، مراقبہ معیت، مراقبہ اقربیت، مراقبہ محبت، مراقبہ اسمِ الظاہر والباطن، مراقبہ عبودیت، مراقبہ فنا بقا، مراقبہ سیر کعبہ، مراقبہ روضہ اطہر، مراقبہ مسجد نبوی، مراقبہ صوتِ سرمدی غرضیکہ ان سب مراقبات سے حاصل ہونے والی یکسوئی اور تفکر سے مراقبہ احسان قائم ہوجاتا اور سالک کو روحانی معراج حاصل ہوجاتا ہے۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ۔ ''اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف کرو۔''

مراقبہ اسمِ ذات اور مراقبہ اسمائے الٰہیہ سے انسانوں کو ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ایسے انسان کے ظاہری و باطنی حواس ذات وصفاتِ باری تعالیٰ سے روحانی رابطہ وتعلق کی بنا پر دائمی و ابدی بقا وجلا پالیتے ہیں۔اس میں اسمائے الٰہیہ کی صفات پیدا ہوجاتی ہیں۔مرنے کے بعد جس عالم میں روحیں منتقل ہوتی ہیں وہ جہاں عالم اعراف کہلاتا ہے۔مرنے کے بعد ایسے بندے کا عراف اس کے روحانی مقام ومرتبہ کے مطابق قائم ہوتا ہے اور وہ مرنے کے بعد اپنے ظاہری حواس اور ظاہری نظر کے ساتھ ان عالمین (اس دنیا میں اور عالمِ اعراف) میں رہتا ہے۔

انسان کی روحانی کیفیت کے مطابق ہی اس عالم اعراف میں اور آخرت میں اعلیٰ مقام (علّیین) یا اسفل مقام (سجّین) عطا ہوگا۔اس ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ مطففین[83:7-9]
''یہ حق ہے کہ بدکرداروں کا نامۂ اعمال سجّین (یعنی دیوان خانۂ جہنم) میں ہے o اور آپ نے کیا جانا کہ سجّین کیا ہے o (یہ قید خانۂ دوزخ میں اس بڑے دیوان کے اندر) لکھی ہوئی (ایک) کتاب ہے (جس میں ہر جہنمی کا نام اور اس کے اعمال درج ہیں) o''

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ مطففین[83:18-20]
''یہ (بھی) حق ہے کہ بے شک نیکوکاروں کا نوشتۂ اعمال علّیین (یعنی دیوان خانۂ جنت) میں ہے o اور آپ نے کیا جانا کہ علّیین کیا ہے؟ o (یہ جنت کے اعلیٰ درجہ میں اس بڑے دیوان کے اندر) لکھی ہوئی (ایک) کتاب ہے (جس میں ان جنتیوں کے نام اور اعمال درج ہیں جنہیں اعلیٰ مقامات دیے جائیں گے) o''

روحانی رابطہ کے لیے خیال اور تصور کی یکسوئی کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ذکرِ الٰہی، اوراد وظائف اور نماز کی ادائیگی کے وقت مشاہدۂ حق کا تصور قائم رکھیں اور یقین رکھیں کہ ذاتِ باری تعالیٰ سمیع وبصیر اور ناظر ہے۔اس دوران ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے جواب کے بھی منتظر رہیں۔آواز، روشنی یا تحریر، کسی نہ کسی صورت میں جواب بھی ضرور آئے گا۔یقین

اور شدتِ انتظار ضروری ہیں۔

نماز کی طرح تلاوت قرآنِ حکیم بھی حالتِ مراقبہ میں توجہ و یکسوئی سے کریں۔ جب بھی قرآن حکیم کی تلاوت کریں، چاہے نماز میں، تہجد کے نوافل میں یا صرف تلاوت کے وقت، یہ تصور رکھیں اللہ تعالیٰ اس کلام کے ذریعے آپ سے مخاطب ہیں۔ اس طرح عبادت و تلاوت کرنے سے آپ کا ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی تعلق قائم ہوجائے گا اور یہ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے گا۔ جس قدر آپ کے قلب کا آئینہ صاف ہوتا جائے گا اسی مناسبت سے معانی و مفاہیم کی نورانی دنیا آپ پر ظاہر ہوتی جائے گی۔

سیر آفاقی:۔ مراقبہ اسمِ ذات کے دوران روحانی سیر ہوتی ہے۔ اس سیر کے دو مراتب و مدارج ہیں۔ پہلی مرتبہ میں سالک کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ تصور کرتا ہے کہ تمام کائنات ایک آئینہ ہے جس پر انوارِ الٰہی کا عکس پڑ رہا ہے۔ اس تصور کے ذریعے سیر آفاقی شروع ہوجاتی ہے۔ اس صورت میں سالک کو تمام مشاہدات و انکشافات اپنی ذات سے باہر نظر آتے ہیں۔ وہ حقائق زمینی و آسمانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ عرش، لوحِ محفوظ اور مختلف جہانوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس طرزِ مشاہدہ کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔

سیر انفسی:۔ اگلے مرحلہ میں سالک یہ تصور کرتا ہے کہ وہ خود ایک آئینہ ہے جس میں انوار و صفاتِ الٰہی کا عکس پڑ رہا ہے۔ یہ تصور سیر انفسی کی ابتدا کرتا ہے۔ اس درجے میں سالک کو تمام موجودات اپنی ذات کے اندر نظر آتے ہیں۔ اس سیر کی انتہا پر اپنے اندر موجود آئینے کی بھی نفی کردی جاتی ہے۔ اس صورت میں سالک اللہ کو تجلی کی صورت میں ورائے عرش دیکھتا ہے۔ قرآن حکیم میں سیر انفسی اور سیر آفاقی کا اس طرح سے ذکر کیا گیا ہے:

وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ الذاریات [51:20-21]

''اور زمین میں صاحبانِ ایقان (یعنی کامل یقین والوں) کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں ۝ اور خود تمہارے نفوس میں (بھی ہیں)، سو کیا تم دیکھتے نہیں ہو ۝''

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝ شوریٰ [42:53]

(یہ صراطِ مستقیم) اسی اللہ ہی کا راستہ ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔ جان لو کہ سارے کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں ۝

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ ق [50:16]

''اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن وسوسوں کو (بھی) جانتے ہیں جو اس کا نفس (اس کے دل و دماغ میں) ڈالتا ہے۔ اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں ۝''

تصورِ شیخ:۔ کسبِ فیض کے لیے اپنے مرشد کریم سے عقیدت، محبت، ادب، عاجزی، خدمت، ایثار اور تعمیل ارشاد (اطاعت) کا رشتہ قائم کرنا اور اسے بہتر سے بہتر بنانا ضروری ہے۔ مرشد اور مرید کے درمیان روحانی، ذہنی اور قلبی رشتہ کی بدولت، مرشد کے علوم، طرزِ فکر اور انوار مرید کو منتقل ہوتے رہتے ہیں اور مرید ان چیزوں کو بتدریج سمجھتا رہتا ہے۔ کسبِ فیض کے لیے ضروری ہے کہ مرشد کریم کی صحبت اختیار کی جائے۔ ان کی گفتگو بغور سنی جائے۔ ان کے ارشادات پر خلوص

نیت سے عمل کیا جائے۔ان کی تحریروں (مکتوبات،ملفوظات،کتب،مقالات وغیرہ) کا بغور مطالعہ کیا جائے۔کسبِ فیض کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تصور کے ذریعے مرشد کے ساتھ روحانی، ذہنی اور قلبی تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر اور بہتر سے بہتر بنایا جائے۔تصور کی بدولت، شیخ کریم کے علوم،طرزِ فکر اور انوار مرید میں منتقل ہوتے ہیں۔مسلسل مشق کی بدولت مرشد کے ساتھ کل وقتی رابطہ قائم ہوجاتا ہے اور مرید میں معرفتِ الٰہیہ کی صلاحیت مسلسل منتقل ہوتی رہتی ہے۔ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ مرید، اپنے مرشد کا عکس بن جاتا ہے۔اس مقام کو تصوف میں 'فنافی الشیخ' کا نام دیا جاتا ہے۔

مراقبہ تصورِ شیخ: ۔تصورِ شیخ کا مراقبہ کئی طریقوں سے کیا جاتا ہے۔

1۔ یہ تصور کریں کہ آپ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہیں۔جب آپ سانس کے ساتھ لفظ 'اللہ' پڑھتے ہیں تو سانس کے ذریعے مرشد کے قلب سے نور آپ میں منتقل ہوتا ہے اور جب سانس خارج کرتے وقت 'ھو' پڑھتے ہیں تو 'ھو' کے ساتھ یہ نور آپ کے دل میں منتقل ہورہا ہے۔کسی مزار پر حاضری کے بعد بھی صاحبِ مزار سے اسمِ ذات کی توجہ سے رابطہ کیا جاتا ہے اور اسی طرح کسبِ فیض کیا جاتا ہے۔

2۔ مشق وجودیہ کے دوران یہ تصور کریں کہ مرشد کریم اپنی انگشت شہادت سے آپ کے جوف مغز کی چھت، اس کے سامنے کے، دائیں بائیں اور پیچھے کے حصوں پر، آنکھوں،کانوں، ناک، زبان، ہاتھوں اور دل پر اسمِ ذات اور سینے میں اسمِ نبی کریم ﷺ (محمد ﷺ) لکھ رہے ہیں۔

3۔ مرشد آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں اور وہ آپ کی طرف توجہ کررہے ہیں۔جس سے ان کے علوم،طرزِ فکر اور انوار آپ کے قلب وذہن اور شخصیت میں منتقل ہورہے ہیں۔

4۔ اپنی ذات کی نفی کردیں۔یہ تصور کریں کہ آپ نہیں بلکہ آپ کے مرشد موجود ہیں۔آپ کے ہاتھ پاؤں، تمام وجود آپ کا نہیں آپ کے مرشد کا ہے۔ہروقت، ہر آن خود کو مرشد تصور کریں۔یہ تصور کریں آپ کی ذات، مرشد کی ذات ہے۔یہ طریقہ تمام طریقوں میں سے اعلیٰ ترین تصور کیا جاتا ہے۔

مراقبہ دعوتِ قبور: ۔ دعوتِ قبور کا مراقبہ کسی بزرگ یا ولی اللہ کے مزار پر کیا جاتا ہے۔یہ مراقبہ اس بزرگ سے روحانی رابطہ کرنے کے لیے، ان کی زیارت کے لیے اور روحانی فیض کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے۔سلسلہ سروری قادری میں اسے دعوتِ قبور کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس کا طریقہ درج ذیل ہے:

1۔ قبر کے سرہانے، قبر کی طرف منہ کرکے بیٹھ جائیں۔

2۔ درود شریف، الحمد شریف، آیت الکرسی، چاروں قل اور پھر درود شریف کم ازکم تین تین بار پڑھ لیں۔

3۔ سورہ یٰسین ، سورہ ملک ، سورہ رحمن یا سورہ مزمل پڑھ کر ختم شریف خواجگان کے مطابق نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور دیگر تمام ارواحِ مقدسہ اور صاحبِ مزار کو ایصال کریں۔

4۔ مراقبہ اسمِ ذات کریں۔

5۔ جب توجہ اور یکسوئی حاصل ہوجائے تو صاحبِ مزار کے قلب پر اسمِ ذات تحریر کریں اور ساتھ ہی رابطہ کے لیے درخواست کریں۔دل ہی دل میں صاحبِ مزار کو مسنون طریقہ سے سلام عرض کریں اور جواب کے منتظر رہیں۔

صاحب مزار حسبِ منشا کسی بھی شکل میں (آواز یا تحریر کی شکل میں) جواب دے دیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ خود سامنے آجائیں اور ہم کلام ہوں۔

مراقبہ اور شفا:۔ جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہوا' ہوا کی نالی کے ذریعے پھیپھڑوں میں پہنچتی ہے۔ پھیپھڑوں میں ہوا میں سے آکسیجن خون کی باریک نالیوں (Capillaries) کی دیواروں کے ذریعے خون میں موجود ہیموگلوبن سے مل جاتی ہے۔ آکسیجن والا ہیموگلوبن آکسی ہیموگلوبن کہلاتا ہے۔ آکسی ہیموگلوبن میں موجود آکسیجن، معدہ اور انتڑیوں سے ہضم ہونے والی غذا سے مل کر عمل تکسید کرتی ہے جس سے توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی کاربن ڈائی آکسائیڈ CO_2 بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ ہیموگلوبن سے ملتی ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ والا یہ ہیموگلوبن کاربا کسی ہیموگلوبن کہلاتا ہے۔ کاربا کسی ہیموگلوبن والا یہ خون واپس پھیپھڑوں میں پہنچتا ہے جہاں سے' اس میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ جدا ہوجاتی ہے۔ جب ہم سانس خارج کرتے ہیں تو یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوا کے ساتھ خارج ہوجاتی ہے۔ مراقبہ کے دوران ارتکازِ توجہ کی مشق کے ساتھ، سانس کی مشق بھی کی جاتی ہے۔ اسمِ ذات کا تصور کرتے ہوئے سانس کے ساتھ اسم 'اللہ' کا ذکر کیا جائے تو اسمِ ذات کا اثر سانس کے ذریعے خون میں شامل ہوجاتا ہے۔ یہ خون تمام اعضاء تک پہنچتا ہے۔ اس طرح ذکر وفکر کی برکت سے جسمانی و روحانی شفا حاصل ہوجاتی ہے۔ قلب و روح میں اور تمام جسم میں ذکر الٰہی جاری ہوجاتا ہے۔

مراقبہ اسمِ ذات کا طریقہ درج ذیل ہے:

1۔ اسم ذات کا لطیفہ قلب (دل کے مقام) پر تصور کریں۔

2۔ مراقبہ کے دوران جب سانس اندر جائے تو سانس کے ساتھ ''اللہ'' پڑھیں۔ یہ تصور کریں کہ اسم ''اللہ'' سانس کے ذریعے خون میں شامل ہو کر تمام جسم (Body)، اعضاء (Organs)، رگوں (Veins)، ریشوں اور بن و مو (Hair) میں گردش کر رہا ہے۔ اس سے تمام جسم لطائف، اعضا اور خون پاک ہو رہے ہیں۔ قوتِ مدافعت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ خون سے جراثیم مر رہے ہیں۔ اسمِ ذات کے نور سے جسمانی، روحانی امراض سے چھٹکارا مل رہا ہے۔ تمام لطائف نور سے روشن ہو رہے ہیں۔

3۔ جب سانس باہر آئے تو تصور کریں کہ تمام جسم سے، قلب سے تاریکی اور بیماری خارج ہو رہے ہیں۔

4۔ اس طریقے سے دل (Heart)، جگر (Liver)، پھیپھڑے (Lungs)، گردے (Kidneys)، دماغ (Brain)، آنکھیں (Eyes)، کان (Ears) اور زبان (Tongue) جسمانی و روحانی امراض سے نجات پاجاتے ہیں۔ تمام لطائف نور سے منور ہوجاتے ہیں۔ ذکر وفکر کے اس طریقہ سے تمام لطائف اور بن و مو میں ذکر الٰہی جاری ہوجاتا ہے۔

5۔ کسی دوسرے فرد کے جسمانی، روحانی، نفسیاتی اور ذہنی علاج کے لیے بھی یہی طریقہ توجہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جنسی و اخلاقی امراض، معدہ، انتڑیوں، مثانہ اور جگر کے امراض کے علاج کے لیے لطیفہ نفس اور لطیفہ قلب پر توجہ سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ دماغی، نفسیاتی امراض کے علاج کے لیے لطیفہ قلب کے ساتھ لطیفہ خفی، لطیفہ اخفیٰ، دماغ،

سر کی چوٹی، ریڑھ کی ہڈی اور پیشانی پر توجہ سے فائدہ ہوتا ہے۔ امراضِ قلب اور پھیپھڑوں کے امراض کے لیے لطیفہ قلب کے ساتھ لطیفہ رُوح پر توجہ سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ جسمانی شفا وتندرستی کے علاوہ باطنی و روحانی کشائش بھی نصیب ہوتی ہے۔

6۔ اس مراقبہ سے نظامِ تنفس(System Respiratory) نظام انہضام(Digestive System)اورنظام دوران خون(Circulatory System) کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔

7۔ ذہنی، اعصابی ونفسیاتی بیماریوں کے علاج کے لیے مندرجہ بالا طریقہ سے مراقبہ کرنے سے اور دماغ (Brain) اور ریڑھ کی ہڈی (Vertebral Column) کے گردن کے پچھلے حصے اور آخری حصے پر توجہ سے اسم ذات نقش کرنے اور توجہ کرنے سے خاطر خواہ نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اعصابی نظام(System Nervous) تمام عضوی نظام پر حاوی ہے۔ پٹھوں کو حرکت اعصاب (Nerves) ہی دیتے ہیں۔ اعصاب شریانوں (Capillaries) کے کھلنے اور سکڑنے کو متاثر کر کے دورانِ خون میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لیے براہِ راست عمل کرتے ہیں۔ اعصاب تمام اعضا پر عمل کرتے ہیں اور ان کی وساطت سے تمام غیر صحت منداعضا پر اثر ڈالا جا سکتا ہے۔

8۔ جسمانی لحاظ سے ہمارے اندر دو نظام کام کرتے ہیں۔

1۔ سیم پیتھیٹک سسٹم(Sympathetic System)

یہ نظام دل کی دھڑکن کی تیزی، خون کی رفتار کی تیزی اور آنکھوں کی پتلیوں کے پھیلنے کو کنٹرول کرتا ہے۔

2۔ پیراسمپتھیٹک سسٹم(Prasympathetic System)

اس نظام کے تحت دل کی دھڑکن آہستہ ہوتی ہے۔ خون کی رفتار کم ہوتی ہے۔ پتلیاں سکڑتی ہیں اور جسم کے مختلف حصوں (انتڑیوں، غدودوں اور پٹھوں) کی حرکت اور کارکردگی کنٹرول ہوتی ہے۔ یہ نظام ہمارے ارادے اور اختیار کے بغیر کام کرتے ہیں۔ سانس لینے پر ہم مجبور ہیں۔ دل کی حرکت پر ہمیں اختیار نہیں۔ مراقبہ سے ان دونوں نظاموں پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور جسمانی ونفسیاتی اعتبار سے کثیر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

عزیزانِ من! بعض اوقات انسان کو ماضی کے تلخ اور ناپسندیدہ واقعات یاد آتے ہیں تو بہت دکھی کر دیتے ہیں۔

یادِ ماضی عذاب ہے یا رب چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

نفسیاتی بیماریوں کی سب سے بڑی وجہ ماضی کے تلخ اور ناپسندیدہ واقعات ہوتے ہیں۔ اگر ان ناپسندیدہ واقعات کو فرد کے ذہن سے نکال دیا جائے تو وہ ان سے لاحق ہونے والی نفسیاتی بیماریوں سے نجات پا کر، خوشگوار اور مطمئن زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے۔ جدید نفسیات نے انسانی طرز فکر کی خوبیوں وخامیوں سے آگاہ ہو کر، قوتِ خیال اور قوتِ تصور سے مثبت کام لینے کے لیے مشق اور مراقبہ کی مدد سے منفی طرزِ فکر کو مثبت طرزِ فکر میں تبدیل کرنے اور ان نفسیاتی بیماریوں سے چھٹکارا پانے کے کامیاب طریقے وضع کر لیے ہیں۔ ایسی مشقوں میں مراقبہ کی صورت میں یکسوئی حاصل کر کے، تصور میں ناپسندیدہ واقعے یا واقعات کے بارے میں بار بار سوچا جاتا ہے۔ اس دوران تصور کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ اب مزید تکلیف دہ نہیں رہا۔ یہ تصور سے محو ہو رہا ہے۔ بار بار ایسی مشق کرنے سے وہ واقعہ یاد آنے پر پہلے کی طرح تکلیف دہ نہیں

رہتا۔

پاکستان کے معروف این ایل پی پریکٹیشنر، ہپناٹسٹ، سائیکوتھراپسٹ اور ماہرِ نفسیات، پروفیسر ارشد جاوید نے نفسیاتی امراض کے علاج اور نفسیاتی مسائل کے حل کے لیے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب ''خوشیوں بھری زندگی کیسے''؟ میں انہوں نے تلخ، ناخوشگوار یادوں اور مختلف نفسیاتی امراض سے چھٹکارا پانے کے لیے بہت سی مشقیں تجویز کی ہیں جن میں تصور، تفکر، مراقبہ اور مشق کا وہی طریقہ کار بیان کیا گیا ہے جس کا بندہ عاجز نے ابھی ذکر کیا ہے۔

پروفیسر ارشد جاوید نے یادِ ماضی کے عذاب سے چھٹکارا پانے کے لیے گیارہ عدد مشقیں تجویز کی ہیں۔ یہ تمام مشقیں بظاہر مختلف ہیں مگر ان تمام مشقوں میں قوتِ خیال، قوتِ تصور کے مثبت استعمال سے، مثبت طرزِ فکر اختیار کرکے نفسیاتی مسائل اور امراض سے چھٹکارا پانے کا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

1۔ آرام سے کسی پرسکون جگہ لیٹ جائیں یا بیٹھ جائیں۔ کمرے کی روشنی کچھ مدھم کرلیں۔ آنکھیں بند کرکے جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیں۔ اس ناپسندیدہ واقعے کے بارے میں سوچیں جو آپ کی پریشانی کا باعث ہے۔ آپ کے ذہن میں اس کی تصویر بنے گی۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ یہ تصویر رنگین، صاف، روشن، قریب، بڑی اور آپ کے سامنے ہوگی۔ اس تصور کے ساتھ بُرے احساسات (Feelings) بھی ابھریں گے۔ اگر آپ اس میں کچھ تبدیلیاں کردیں تو آپ کے احساسات بھی بدل جائیں گے۔ چنانچہ آپ تصویر کو بلیک اینڈ وائٹ، غیر واضح، دھندلا (Dim) کردیں۔ چھوٹا کرکے دور لے جائیں۔ اگر یہ آپ کے سامنے بن رہی ہے تو اس کو دائیں، بائیں، اوپر، نیچے کرکے دیکھیں حتیٰ کہ برے اثرات ختم ہوجائیں۔ تھوڑی دیر اسے دیکھتے رہیں پھر آنکھیں کھول دیں۔ اب دوبارہ آنکھیں بند کرکے اس واقعہ کے بارے میں سوچیں اور اپنے احساسات کو چیک کریں۔ اگر برے اثرات ختم ہوگئے تو مزید مشق کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر اب بھی بُرے احساسات ہیں تو اس مشق کو بار بار کریں حتیٰ کہ پہلے والی اصل تصویر بننا بند ہوجائے اور نئی بلیک اینڈ وائٹ اور دُھندلی تصویر بنے اور برے اثرات بھی ختم ہوجائیں۔

2۔ اس واقعہ کے برے اثرات ختم کرنے کا ایک سادہ طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کرکے صدمے والے واقعہ کے بارے میں سوچیں تو آپ کے دماغ میں ایک تصویر بنے گی۔ اس کو تصور میں اپنی گردن کے پیچھے بہت دور لے جائیں حتیٰ کہ اس کے اثرات ختم ہوجائیں۔ نتیجے کو چیک کرنے کے لیے آنکھیں کھول دیں، اب دوبارہ آنکھیں بند کرکے اس واقعہ کے بارے میں سوچیں تو دوبارہ اصل تصویر نہیں بنے گی اور بُرے احساسات بھی نہ ہوں گے۔ اگر اصل تصویر بنے اور اس کے ساتھ بُرے احساسات بھی ہوں تو اس مشق کو بار بار کریں حتیٰ کہ برے اثرات ختم ہوجائیں۔ (خوشیوں بھری زندگی، کیسے...، ص31)

3۔ اس مشق سے ماضی کی تمام ناپسندیدہ یادوں کو دماغ سے نکالا جاسکتا ہے۔

☆ آنکھیں بند کرکے تصور کریں کہ ماضی کے تمام ناپسندیدہ واقعات آپ کے دماغ سے نکل کر سامنے دیوار پر چسپاں ہوتے جارہے ہیں۔

☆ تصورات کو سیاہ اور چھوٹا کرلیں۔

☆ ان کوزیادہ سے زیادہ شفاف (Transparent) کردیں۔
☆ اب ان کی چمک دمک ختم (Fade out) کردیں۔وہ پھیکے پڑ کر ختم ہوجائیں گے۔

(خوشیوں بھری زندگی، کیسے...،ص35)

ناپسندیدہ واقعہ کے بارے میں تصور میں بننے والی (رنگین، صاف، روشن، بڑی) تصویر کوقوتِ تصور کی مدد سے بلیک اینڈ وائٹ، غیر واضح، دھندلی اور چھوٹے سائز کی تصویر میں تبدیل کرکے اور اس تصویر سے منسلک برے احساسات (Feelings) کوخوشگوار احساسات میں تبدیل کرکے، آپ اس ناپسندیدہ واقعہ کے برے اثرات سے نجات پالیں گے۔

پروفیسر ارشد جاوید مزید لکھتے ہیں کہ مثبت طرزِفکر کی درج ذیل مشق بھی اس طرح کے مسائل سے چھٹکارا پانے کے لیے مؤثر ثابت ہوسکتی ہے:

1۔ جسم کو ریلیکس کریں۔
2۔ آنکھیں بند کرکے دس لمبے سانس لیں۔ماضی کے مشکل دنوں کے بارے میں سوچیں جو اَب نہیں ہیں۔
3۔ سوچیں اور خوشی محسوس کریں کہ اب وہ خراب حالات نہیں ہیں۔(خوشیوں بھری زندگی، کیسے...،ص33)

ذہنی ونفسیاتی امراض پر تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ قریباً 98% نفسیاتی امراض ومسائل کی وجہ بے بنیاد خدشات اور وسوسے ہیں۔تقریباً تمام یا زیادہ تر نفسیاتی امراض ومسائل کی وجہ منفی طرزِفکر اور قوتِ تصور کا منفی استعمال ہے۔انسان مثبت طرزِفکر اور قوتِ خیال وقوتِ تصور کے مثبت استعمال سے ان امراض ومسائل سے چھٹکارا پاسکتا ہے۔نفسیاتی میں ایسے مسائل کے حل کے لیے مراقبہ تجویز کیا جاتا ہے۔جس میں قوتِ خیال وقوتِ تصور کی مدد سے بے جا خدشات اور وسوسے یادداشت سے مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔انہیں ذہن سے نکالنے کے لیے قوتِ تصور سے کام لیا جاتا ہے۔ دماغ کے گرد تصوراتی بند قائم کردیا جاتا ہے تاکہ ایسے خیالات دماغ میں داخل نہ ہوسکیں۔بعض صورتوں میں ان وسوسوں کے بارے میں مبالغہ کی حد تک سوچا جاتا ہے تاکہ کچھ عرصہ بعد منفی خیالات آنا بند ہوجائیں یا اگر آئیں تو متاثر نہ کرسکیں۔ بعض اوقات سانس کی مشقوں سے بھی مدد مل جاتی ہے۔مثلاً

1۔ جونہی وسوسے آئیں اپنی سانس روک لیں۔بار بار یہ مشق کریں۔وسوسے آنے بند ہوجائیں گے۔
2۔ یہ تصور کریں کہ جب آپ سانس خارج کرتے ہیں تو ساتھ ہی وسوسے یا برے خیالات بھی جسم سے خارج ہورہے ہیں۔
3۔ جب بھی ذہن میں منفی خیالات آئیں تو ان پر توجہ مرکوز نہ کریں۔اپنے آپ سے کہیں کہ اب میں ان کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔رات کوسونے سے پہلے ان کے بارے میں سوچوں گا۔اس کے بعد کسی اور طرف دھیان لگا دیں یا کسی پسندیدہ کام میں مشغول ہوجائیں۔اس سے آپ ہر وقت کی پریشانی سے اور بدخیالی سے بچ جائیں گے۔ بعد میں مقررہ وقت پر مراقبہ کرکے ان خیالات سے چھٹکارا پالیں۔
4۔ جب ذہن میں کوئی منفی خیال آئے تو اپنی قوتِ ارادی سے بھرپور کام لیتے ہوئے، بھرپور انداز سے کہیں ''سٹاپ (Stop)، یہ صرف ایک خیال ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ مجھے ڈسٹرب نہیں کرے گا۔''ضرورت پڑنے پر بار بار اس جملے کو دھرائیں۔حتیٰ کہ خیال اور وسوسے آنے بند ہوجائیں۔نفسیات اور ہپناٹزم کی زبان میں اس مشق کو

خود تلقینی (Auto Suggestion) کے عمل کا نام دیا جاتا ہے۔

5۔ روزانہ مقررہ وقت پر کسی پرسکون جگہ پر، پرسکون انداز سے بیٹھ جائیں۔ ذہن میں جو بھی منفی خیالات آئیں کاغذ پر لکھتے جائیں۔ اگر کوئی ایک خیال آتا ہے تو اسے بار بار لکھتے جائیں۔ اپنی پریشانی کی نوعیت کے لحاظ سے دس، بیس منٹ سے لے کر ایک گھنٹے تک خودنویسی (Auto Writing) کی مشق کریں۔ اگلے روز اسی وقت دوبارہ اس مشق کے لیے بیٹھ جائیں۔ گزشتہ روز کے لکھے ہوئے خیالات مقررہ وقت پر بار بار پڑھیں۔ اور اس کے بعد یہ تصور کرتے ہوئے کاغذات جلا دیں کہ یہ خیالات ختم ہو رہے ہیں۔ اگلے دن دوبارہ لکھنے کی مشق کریں۔ اس طرح ایک دن لکھیں، اگلے دن پڑھیں اور کاغذات جلا دیں۔ یہ مشق جاری رکھیں حتیٰ کہ برے خیالات ختم ہو جائیں۔ پروفیسر ارشد جاوید کی طرح رئیس احمد امروہی نے بھی روحی علوم (ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، یوگا، وغیرہ) اور مابعد النفسیات کے موضوع پر اپنی کتب میں مراقبہ سے نفسیاتی، اخلاقی اور جنسی امراض کے علاج کا طریقہ کار بیان کیا ہے۔ ان علوم کے یورپی ماہرین کی کتب میں مراقبہ کے ذریعے، خیال اور تصور کی قوت کے مثبت استعمال کی وضاحت سے تعلیم دی گئی ہے۔ یہاں ان تعلیمات کے ذکر کا مقصد ان کے پیچھے کارفرما اصول وقوانین کو سمجھ کر صوفیہ کے مروجہ طریقۂ علاج کی قدر و قیمت اور ضرورت واہمیت سے آگاہ ہونا اور صوفیہ کے طریقے سے فائدہ اٹھانا ہے۔

برے، منفی خیالات، حادثات اور واقعات کو یادداشت سے محو کرنے (مٹانے) کے لیے درج ذیل تین مشقیں ملاحظہ فرمائیے اور ان مشقوں کے پیچھے کارفرما فلسفہ پر غور کریں۔

مشق نمبر1:۔

1۔ آرام سے کسی جگہ بیٹھ جائیں، لیٹ بھی سکتے ہیں۔ جسم کو بالکل ریلیکس کریں۔ ڈھیلا چھوڑ دیں۔ آنکھیں بند کر کے 10 لمبے سانس لیں۔ سانس کو آہستہ آہستہ اندر کھینچیں اور پھر منہ کے ذریعے آہستہ آہستہ خارج کریں، پھر تصور کریں کہ آپ کسی جگہ سیڑھیوں کے اوپر کھڑے ہیں۔ اب نیچے اُترنا شروع کریں۔ 20 سیڑھیاں نیچے اُتریں۔ دروازہ کھولیں اور خوبصورت واش روم میں داخل ہو جائیں۔ اندر کنڈی لگالیں۔ تصور میں اپنے دماغ کا ڈھکنا کھولیں اور اوپر سے شاور کھول دیں۔ اس سے آپ کی ساری پریشانیاں، وسوسے اور خدشات وغیرہ پانی کے ساتھ بہہ جائیں گے۔ جب سارے بہہ جائیں تو شاور بند کر کے دماغ کا ڈھکنا بھی بند کر دیں۔

2۔ اب واش روم سے باہر آجائیں۔ تصور کریں کہ آپ کے اوپر ایک گہرا سفید بادل اُڑ رہا ہے۔ آپ اسے ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اب اپنی ساری پریشانیوں اور وسوسوں کو اس بادل میں رکھ دیں۔ اس سے بادل سیاہ ہو جائے گا۔ پھر تصور کریں کہ سورج کی تیز شعاعیں اس سیاہ بادل پر پڑ رہی ہیں جس سے بادل جل جائے گا۔ بادل جلے گا تو پریشانیاں اور وسوسے بھی جل جائیں گے۔

3۔ اس کے بعد تصور میں تھوڑا سا آگے جائیں تو آپ کو ایک غبارہ نظر آئے گا جو کہ ہوا میں اُڑ رہا ہے۔ غبارے کے نیچے ایک ٹوکری لٹک رہی ہے۔ غبارے کے پاس چلے جائیں۔ ٹوکری کا ڈھکن کھولیں اور ایک ایک کر کے اپنی ساری پریشانیاں اور وسوسے ٹوکری میں ڈال کر اس کا ڈھکنا بند کر دیں۔ پھر غبارے کا زمین کے ساتھ بندھا ہوا رسہ کھول

دیں۔غبارہ آپ کی پریشانیوں اوروسوسوں کوآپ سے دور لے جائے گا۔

(خوشیوں بھری زندگی... کیسے؟ص36تا37)

مشق نمبر2:۔خدشات کوکم یاختم کرنے کے لیے یہ مشق بہت موثر ہے۔

1۔ کسی پرسکون جگہ بیٹھ جائیں،جسم کوڈھیلا چھوڑ دیں۔آنکھیں بند کر کے دس لمبے سانس لیں۔

2۔ تصور کریں کہ آپ کے سامنے ایک سکرین ہے۔اس سکرین پر اپنے تمام خدشات پرمشتمل ایک فلم چلائیں۔یہ فلم آپ کوڈسٹرب کرے گی۔

3۔ اب تصور میں اپنے آپ کو بہت لمبا کریں۔سکرین وہیں نیچے رہے گی۔

4۔ اب سکرین پر دوبارہ خدشات کی فلم کوچلائیں،چونکہ آپ بلندی پر ہیں۔یہ خدشات آپ کوواضح طور پرنظر نہ آئیں گےاور نہ ہی آپ کو پہلے کی طرح ڈسٹرب کریں گے۔

5۔ اب اپنے آپ کومزید لمبا کریں۔بہت اوپر چلے جائیں،سکرین وہیں نیچے رہے گی۔

6۔ خدشات کی فلم کوایک بار پھر دیکھیں۔اب چونکہ آپ بہت بلندی پر ہوں گے لہٰذا یہ خدشات آپ کونظر نہیں آئیں گے بلکہ نقطے نقطے سے نظر آئیں گے۔

7۔ اب آپ تصور کریں کہ آپ ایک بادل کی طرح آسمان پراُڑ رہے ہیں اور نیچے گول زمین نظر آرہی ہے۔خدشات کی فلم کوایک بار پھر دیکھیں۔اب چونکہ آپ بہت بلندی پر ہیں تو آپ کو کچھ نظر نہ آئے گا۔

8۔ فلم مکمل ہونے پر آنکھیں کھول دیں اور دائیں بائیں دیکھیں۔

9۔ دوبارہ آنکھیں بند کر کے خدشات کے بارے میں سوچیں۔اب وہ آپ کو پہلے کی طرح ڈسٹرب نہیں کریں گے۔ اگر ڈسٹرب کریں تو مشق کو دہرالیں۔آخر میں پھر چیک کریں۔حسبِ ضرورت مشق دہرالیں حتیٰ کہ وہ آپ کو ڈسٹرب نہ کریں۔(خوشیوں بھری زندگی... کیسے؟ص39)

مشق نمبر3:۔خدشات کے خاتمے کے لیے یہ مشق بھی بہت موثر ہے۔

1۔ کسی پرسکون جگہ بیٹھ جائیں،لیٹ بھی سکتے ہیں۔جسم ڈھیلا چھوڑ دیں۔آنکھیں بند کر کے دس لمبے سانس لیں۔

2۔ تصور کریں کہ آپ ایک بہت بڑے ٹی۔وی کے سامنے بیٹھے ہیں۔اس ٹی۔وی پر اپنے تمام خدشات پرمشتمل ایک فلم چلائیں۔یہ فلم آپ کوڈسٹرب کرے گی۔

3۔ جب فلم مکمل ہوجائے تو آخری سین کے سائز کوچھوٹا کرلیں۔کتاب کے سائز کے برابر یا9انچ کے ٹی۔وی سکرین کے برابر۔اب فلم تیزی کے ساتھReverse کریں۔10مرتبہ ایسا کریں توعموماً سارے خدشات ختم ہوجاتے ہیں۔

4۔ آنکھیں کھولیں۔دائیں بائیں دیکھیں۔

5۔ اب پھر آنکھیں بند کرلیں اور ان خدشات کا تصور کریں،اب یا تو تصویر ہی نہ بنے گی یا پھر خدشات آپ کوڈسٹرب نہ کریں گے۔اگر ڈسٹرب کریں توفلم کومزید دس بارReverse کرلیں۔(خوشیوں بھری زندگی.. کیسے؟ص39تا40)

مذکورہ بالا تینوں مشقوں میں آپ کی قوتِ ارادی(Will Power)مضبوط بنانے کے لیے مختلف مناظر کا تصور

کرنے اورتصور کی مدد سے (بہتے پانی اور چلتے بادل کے ساتھ، اڑتے غبارے کے ساتھ) پریشانیاں، وسوسے، برے، منفی خیالات وجذبات ختم کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔تصور وتفکر کی قوت کے پیچھے، خیال کی قوت کارفرما ہے۔ بار بار مشق سے قوتِ خیال بہتر ہوجائے گی۔ آپ کی باطنی قوتِ شفا متحرک وفعال ہوجائے گی اور آپ کو اپنی پریشانیوں اور مسائل سے چھٹکارا مل جائے گا۔

عزیزانِ من! نبی کریم ﷺ کی حیاتِ اقدس ہر دور کے ہر انسان کے لیے، خصوصاً مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے فضل وکرم، مدد، خیر، بھلائی اور پناہ طلب فرماتے رہتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ زندگی میں کوئی بھی مسئلہ درپیش ہو، کوئی بھی مشکل یا پریشانی ہو، ہر حال میں کثرت سے ذکر کرو، استغفار کرو، صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ صبر سے مراد ہے مثبت طرزِ فکر اختیار کرتے ہوئے، رضائے الٰہی طلب کرتے ہوئے ہمت اور حوصلے سے تکالیف برداشت کرو، مشکلات اور مسائل سے نجات پانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور ان سے چھٹکارا پانے کے لیے کوشش کرو۔ نماز ذکر الٰہی اور مراقبہ کی بہترین صورت ہے۔ ہر مشکل کے حل کے لیے نماز سے مدد حاصل کرنے سے یہی مراد ہے کہ توجہ اور یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اپنے مسائل اور پریشانیاں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرو، استغفار کرو، کثرت سے درود شریف پڑھو، اس سے تمہارے مسائل حل ہوں گے۔ پریشانیوں سے نجات ملے گی۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے بھی روحانی رابطہ وتعلق بہتر سے بہتر اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کا نام لے اور اس سے مدد طلب کرے تو آسمانوں اور زمین کی کوئی بھی شے، کوئی ظاہری باطنی دشمن، سحر وآسیب ونظر بد اور برے خیالات وسوسات اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

گزشتہ صفحات پر، مختلف نفسیاتی ودماغی امراض اور مسائل سے نجات پانے کے لیے، ماہرینِ نفسیات کی تجویز کردہ مشقوں میں تصور اور تفکر، توجہ اور مراقبہ کی تعلیم تو دی گئی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور اس سے مدد طلب کرنے کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ صوفیہ عظام روحانی ترقی کے لیے، تزکیہ نفس، تصفیۂ باطن کے لیے، ذاتِ باری تعالیٰ اور ذاتِ نبی کریم ﷺ سے رابطہ کے لیے مراقبہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ مراقبہ میں توجہ ویکسوئی کے حصول کے لیے کسی ایک نکتہ یا مرکز پر تصور، تفکر اور توجہ مرکوز کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ساتھ ہی تنظیمِ تنفس کے لیے پاسِ انفاس (سانس کے ساتھ ذکر الٰہی کرنے) کی تعلیم دی جاتی ہے۔ روحانی سائنس (علمِ معرفت وتصوف) میں رائج مراقبہ کی مدد سے روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے نفسیاتی وذہنی، اخلاقی وروحانی، معاشی واقتصادی مسئلہ وپریشانی سے بھی نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر صوفیہ عظام عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق تصوف کی تعلیم دیتے تو لوگ دامنِ دین چھوڑ کر نفسیات، یوگا، ہپناٹزم، ریکی اور دیگر روحی علوم کی طرف راغب نہ ہوتے اور ان کی تعلیم وتحصیل میں وقت ضائع نہ کرتے۔

نبی کریم ﷺ ہر حال میں سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، پانی نوش فرماتے، سیڑھیاں چڑھتے، اترتے، سواری کے جانور پر سوار ہوتے، اترتے وقت؛ خوشی میں، غم میں، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد فرماتے تھے اور اس سے مدد طلب فرماتے تھے کیونکہ مقصدِ حیات کی تکمیل صرف اسی طرح ہی ممکن تھی۔ اسوۂ حسنہ کی پیروی میں ہمیں بھی ہر حال میں اور ہر کارِ خیر میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا چاہیے اور اس سے مدد طلب کرتے رہنا چاہیے۔ اسی اصول کے تحت نفسیاتی وذہنی مسائل

کےحل کے لیے جو مشقیں بیان کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی یاد، اللہ تعالیٰ کے اسم کا تصور اور ذکرِ الٰہی شامل کرلیں تو آپ بے خدا انسان (بے دین، دہریے، دنیادار انسان) کے بجائے جو کہ اپنے تمام مسائل کے حل کے لیے اور ضروریات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کو یاد کیے بغیر اور اس سے مدد طلب کیے بغیر، کوشش کرتا ہے، ایک باخدا انسان کی طرح نہ صرف دنیوی، بلکہ دینی ترقی اور آخروی فلاح بھی پائیں گے۔

دین اسلام کی رُو سے، ہر وہ لمحہ جو یادِ خدا سے غافل گزرا، ہر ایسی محفل جس میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا، آخرت میں انسان کے لیے حسرت، افسوس اور مایوسی کا باعث ہوں گے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ کامیاب زندگی گزارنے کے لیے۔ اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں اور اس جہادِ زندگی میں ہر مسئلہ و مشکل کا حل باخدا ہو کر تلاش کر اور ان مشکلات و مسائل سے چھٹکارا پائیں۔

علمِ نفسیات کی رو سے ذہنی ونفسیاتی مسائل سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ ماہرینِ نفسیات کی تجویز کردہ مشقوں اور ان مشقوں میں کارفرما تفکر، تصور اور توجہ کے اصولوں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ان مشقوں میں صرف خیال کی قوت سے کام لینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ بے خدا لوگ صرف 'خیال کی قوت' کو ہی سب کچھ تصور کرتے ہیں اور اسی قوت کے معجزات بیان کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ دنیا کے حادثات اتفاقاً ہوتے ہیں انسان خیال کی قوت سے دوسروں کو مغلوب کرسکتا ہے۔ آئیڈیل گھر بنا سکتا ہے۔ امیر ہوسکتا ہے۔ ہر طرح کی بیماری سے نجات پا سکتا ہے۔ اپنے اور دوسروں کے ہر طرح کے مسائل حل کرسکتا ہے۔ مشکلات سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ ذہنی، جسمانی، معاشی اور روحانی آسودگی حاصل کرسکتا ہے۔ وہ لوگ بالواسطہ طور پر اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کوئی ایسی آفاقی قوت موجود نہیں جس نے اس کائنات اور انسانوں کو تخلیق کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے وہ فطرت اور فطرتی قوتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ خیال کی قوت کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو لادینیت اور دہریت کی تعلیم دیتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ ان لادینی افکار وتصورات اور نظریات کے مضمرات سے آگاہ ہوں اور اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کریں۔ صرف وہی افکار وتصورات اور نظریات تسلیم کریں جو قرآن وسنت کی کسوٹی پر پورے اتریں۔

عصرِ حاضر میں صوفیہ کو چاہیے کہ وہ روحی علوم (ہپناٹزم، ریکی، یوگا، وغیرہ) اور ذہنی ونفسیاتی علوم (نفسیات، این ایل پی تکنیک، سائنٹالوجی وغیرہ) میں ہونے والی پیش رفتوں کا جائزہ لیتے رہیں اور جس سائنسی، منطقی طریقے سے ان علوم کی تعلیم دی جارہی ہے کم از کم اسی طریقے سے یا اس سے بہتر طریقے سے علمِ تصوف (روحانی سائنس، علم معرفت) کی تعلیم دیں اور ان ذہنی ونفسیاتی اور روحی علوم کی مثبت اپروچ سے فائدہ اٹھائیں اور منفی اپروچ سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ مساجد کے باہر یا مساجد کے قریب ہندوؤں کے طریقہ کے مطابق یوگا کی مشقیں اور مراقبات کیے جارہے ہیں۔ پاکستان میں بعض مقامات پر تو اوم شانتی کے نعرے لگ رہے اور شانتی کے مراقبہ کی مشق کرائی جارہی ہے۔

نفسیات و مابعد نفسیات اور روحی علوم میں دلچسپی لینے والے مسلمان اہلِ علم حضرات کو بھی چاہیے کہ ان علوم کا اسلامی نقطۂ نگاہ سے تحقیقی وتنقیدی جائزہ لے کر ان سے استفادہ کریں۔ علم تصوف سے روحی علوم کا تقابل وموازنہ کریں اور ان علوم کے حوالے سے ایسے افکار وتصورات اور نظریات کی تعلیم نہ دیں جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔

علمِ تصوف (روحانی سائنس) کے حوالے سے اس کتاب میں مرابقہ اسمِ ذات کی وضاحت کردی گئی ہے۔ وہ مراقبہ، نفسیات اور روحی علوم میں بیان کیے گئے مراقبات سے ہر لحاظ سے بہتر و اعلیٰ اور افضل ہے۔ علمِ نفسیات کی رو سے بیان کی گئی مراقبہ کی مشقوں کا بغور مطالعہ کریں۔ اس کے بعد درج ذیل مراقبہ کے طریقہ کار پر غور کریں اور یہ مراقبہ کر کے دیکھیں۔ نتائج میں واضح فرق نظر آئے گا۔ بندہ عاجز تمام روحانی، نفسیاتی، ذہنی و جسمانی امراض سے شفا کے لیے اس مراقبہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اس سے نہ صرف ہر طرح کے امراض سے اور مسائل سے چھٹکارا ملتا ہے بلکہ تزکیہ نفس اور تصفیۂ باطن بھی ہوتا ہے۔ قلب و نگاہ روشنی پاتے ہیں۔ دل میں حب الٰہی اور عشق نبوی ﷺ موجزن ہو جاتے ہیں۔ انسان خود کو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے قریب سے قریب تر محسوس کرتا ہے اور اس قربِ روحانی میں روز بروز ترقی محسوس ہوتی ہے۔

مراقبہ اسمِ ذات برائے شفا:۔

1۔ نماز فجر یا نماز عشاء کے بعد آنکھیں بند کرلیں اور تصور میں اسم ذات (اللہ) لکھا ہوا دیکھیں۔

2۔ سانس لیتے وقت، سانس کے ساتھ لفظ 'اللہ' پڑھیں اور سانس خارج کرتے وقت لفظ 'ھُو' پڑھیں۔

3۔ روزانہ صبح و شام (فجر و عشاء کے بعد) کم از کم دس سے پندرہ منٹ یہ مراقبہ کریں۔ ہو سکے تو ظہر، عصر، مغرب کے بعد بھی دو تین منٹ یہ مراقبہ کرلیں۔ چند روز بعد حسب طبیعت مراقبہ کی عادی ہو جائے تو وقت بڑھا دیں۔ آہستہ آہستہ وقت بڑھاتے جائیں حتیٰ کہ روزانہ صبح و شام آدھے گھنٹے سے لے کر ایک گھنٹہ تک یہ مراقبہ کریں۔

4۔ اس مراقبہ کے فوائد اور اسرار بے حد و حساب ہیں۔ کسی بھی پریشانی، وسوسہ یا منفی خیال سے چھٹکارا پانے کے لیے دوران مراقبہ سانس کے ساتھ اسم 'اللہ' پڑھتے وقت تصور کریں کہ اللہ تعالیٰ کا نور (روشنی کی شکل میں) قلب و ذہن میں سما رہا ہے اور سانس خارج کرتے اور 'ھُو' پڑھتے وقت تصور کریں کہ آپ کی پریشانی، وسوسہ یا منفی خیال دور ہو رہے ہیں۔

5۔ اسی طرح کسی مسئلہ کے حل کے لیے اسمِ ذات (اللہ) کے تصور پر توجہ مرکوز کریں اور پاس انفاس کی مشق کے دوران (سانس کے ساتھ اللہ 'ھُو' پڑھتے ہوئے) وہ مسئلہ اسمِ ذات کے توسط سے ذات باری تعالیٰ کے حضور پیش کر دیں۔ اگر آپ اسمِ ذات کے ساتھ اسمِ نبی کریم ﷺ (محمد ﷺ) کا بھی تصور کرلیں اور اسم محمد ﷺ کے وسیلہ سے اپنا مسئلہ اسمِ ذات (اللہ جل شانہ) کے سامنے پیش کریں اور تصور کریں کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے، آپ ﷺ کی توجہ اور شفقتِ روحانی سے یہ مسئلہ ذات باری تعالیٰ کے حضور پیش ہو رہا ہے تو اس طرح بفضل تعالیٰ یقیناً وہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اپنے مسائل کے علاوہ آپ دوسروں کے مسائل کے حل کے لیے بھی اس طرح کوشش کر سکتے ہیں۔

6۔ روزانہ نماز پنجگانہ پابندی سے، توجہ اور یکسوئی کے ساتھ ادا کریں۔ قرآن حکیم با ترجمہ پڑھیں۔ روزانہ سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ کریں۔ جو پڑھیں اس پر غور و فکر اور عمل بھی کریں۔ صبح و شام پابندی سے کلمہ طیبہ، درود شریف اور استغفار پڑھیں۔ روزانہ بعد از نماز فجر اور بعد از نماز عشاء درود شریف، الحمد شریف، آیت الکرسی، چاروں قل اور پھر درود شریف کم از کم گیارہ گیارہ بار پڑھیں۔ ظہر، عصر اور مغرب کے بعد یہی وظیفہ تین تین بار یا کم از کم ایک ایک بار پڑھیں۔ حقوق العباد ادا کریں۔ خدمتِ خلق کریں اور کثرت سے صدقات کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دین، دنیا اور

آخرت کی بھلائی طلب کریں۔ ان شاء اللہ سب کچھ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کے فضل وکرم اور رحمت پر بھروسہ کرنے اور یقین کرنے سے سب کچھ مل جاتا ہے۔

عزیزانِ من! میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ 'نگاہ' سے جملہ نوعیت کے مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ اس ضمن میں چند ایک مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

O

مسز زاہدہ پروین اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

معراجِ روحانی:۔ روحانی تعلیم وتربیت کے دوران بعض اوقات حالتِ بیداری میں یا خواب میں آسمانی دنیا کی سیر بھی کرائی جاتی ہے۔ اس ضمن میں مسز زاہدہ پروین لکھتی ہیں کہ آج رات (26 ستمبر 2011ء) کو میں نے خواب دیکھا کہ میرے پاس ایک بگی آکر رکی جسے ایک خوبصورت گھوڑا کھینچ رہا تھا۔ اس بگی کی پچھلی سائڈ پر ایک نقاب پوش عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ وہ کون ہے۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ گھوڑا اتیز رفتاری سے آسمانوں کی طرف اڑنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہم آسمانوں پر، ایک مقام پر پہنچے جہاں محفلِ ذکر وفکر ہورہی تھی۔ اس محفلِ ذکر میں کافی مرد موجود تھے۔ ان کے لباس سفید اور پگڑیاں سبز تھیں۔ کہیں سے میری سب سے چھوٹی بیٹی ملیحہ دوڑتی ہوئی آئی۔ وہ بگی کے درمیان میں آکر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کو بتایا کہ یہ زمین پر چلنے والا گھوڑا نہیں ہے۔ یہ آسمانوں میں اڑنے والا گھوڑا ہے۔ تم نیچے اتر جاؤ۔ تم اس پر سفر نہیں کرسکتی، نیچے گر جاؤ گی۔ وہ ہنستی ہوئی، قہقہے لگاتی ہوئی زبردستی بیٹھ گئی۔ میں نے نقاب پوش عورت کو کہا کہ میری بیٹی کا ایک بازو پکڑ لیں اور دوسرا بازو میں پکڑ لیتی ہوں تاکہ وہ گر نہ جائے۔ گھوڑا دوبارہ ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ میری چھوٹی بیٹی ملیحہ آسمان میں اڑ کر بہت خوش ہورہی تھی اور قہقہے لگا رہی تھی۔ وہ گھوڑا ہمیں خانہ کعبہ کے صحن میں اتار گیا۔ جب میں اتری تو نہ مجھے عورت کا پتہ رہا اور نہ میری بیٹی کا کہ وہ کہاں ہیں۔ وہاں میں آہستہ سے چلتی ہوئی ایک ہال میں پہنچی۔ وہاں دیکھا کہ خواتین کی محفل ہورہی ہے۔ میرے پیرومرشد کی بیگم صاحبہ خواتین کو مختلف دینی باتیں بتارہی ہیں اور مسئلے سمجھا رہی ہیں۔ اچانک میری نظر ہال کے دروازے پر پڑی۔ اُدھر سے میرے پیرومرشد اور میرے والد محترم اندر تشریف لا رہے تھے۔ میرے والد محترم چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور کہا کہ زاہدہ جس کھڑکی کے نیچے تم بیٹھی ہوئی ہو اُسے بند کرلو۔ باہر سے مرد نظر آرہے ہیں۔ پھر وہ چلتے ہوئے پیرومرشد کے پاس چلے گئے۔ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے چلے جارہے تھے۔ اس دوران میری آنکھ کھل گئی۔

خوشبو آنا:۔ جب روحانی حواس بیدار ہوتے ہیں تو نادیدہ مخلوق نظر آنے لگتی ہے۔ بعض اوقات خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح دیگر حواس کی بدولت بھی بہت سی اشیا کا ادراک ہونے لگتا ہے۔ اس ضمن میں مسز زاہدہ پروین لکھتی ہیں کہ آج (15 دسمبر 2011ء بروز جمعرات) عصر اور مغرب کے درمیان میں بازار سے گھر واپس آرہی تھی کہ مجھے گلاب کے پھولوں کی بہت تیز خوشبو آئی۔ یہ خوشبو گھر واپسی تک مجھے آتی رہی۔ رات کو نمازِ عشاء کے وقت وہی خوشبو دوبارہ آنے لگی۔ اس خوشبو سے بہت زیادہ فرحت اور سکون محسوس ہوا۔

اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا روشن نظر آنا:۔ آج (16 دسمبر 2011ء بروز جمعہ) صبح کے وقت اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مراقبہ کیا تو

یہ مبارک اسم روشن نظر آنے لگا۔اس میں سے انگوری رنگ کی شعاعیں نکلنا شروع ہوگئیں۔وہ شعاعیں بہت خوبصورت تھیں۔دل کرتا تھا کہ میں انہیں دیکھتی ہی رہوں۔

غیبی مدد ہونا:۔ مسز ظفر (زاہدہ پروین) لکھتی ہیں کہ یہ واقعہ میری بیٹی (مسز محمد یار) کی شادی سے پہلے کا ہے۔میرے ابو نے میری بیٹی کا رشتہ ڈھونڈا اور کہا کہ اس کی شادی کردو کیونکہ تمہاری بیٹیاں زیادہ ہیں،تمہارا بوجھ کم ہوجائے گا۔میں نے ابو سے کہا کہ میرے پاس کوئی وسائل نہیں ہیں میں کیسے شادی کروں؟انہوں نے کہا کہ اللہ کے سپرد کرکے شادی کی تیاریاں شروع کرو۔میں تمہارے بھائیوں کو کہہ کر بارات کے کھانے کا انتظام کرادوں گا۔باقی اللہ کا نام لے کر کام شروع کرو۔بیٹی کا رشتہ طے ہوگیا۔دن رکھے گئے۔میری مالی حالت بہت خراب تھی۔جب بیٹی کے سسرال والے آتے تو بعض اوقات گھر میں انہیں چائے پلانے کا سامان بھی میسر نہیں ہوتا تھا۔جہیز کا ضروری سامان میں نے پہلے ہی بنایا ہوا تھا۔جو تھوڑا سا رہ گیا تھا وہ میں نے اپنا زیور بیچ کر مکمل کیا۔ایک روز دوپہر کے وقت پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے،روتے روتے میری آنکھ لگ گئی۔تھوڑی دیر بعد ہی میری بیٹی نے مجھے اٹھا کر کہا کہ ہمارے پیرومرشد جی ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں۔میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔قریباً دس منٹ بعد پیرومرشد ہمارے گھر تشریف لے آئے۔انہوں نے بیٹی کی شادی کے لیے مجھے کافی زیادہ رقم دی اور کہا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کے تمام کام مکمل فرمادیں گے۔انہوں نے بہت سی دعائیں دیں۔حقیقتاً ایسا ہی ہوا۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے،ہماری سوچ اور توقع سے بڑھ کر تمام کام احسن طریقے سے سرانجام پائے۔

روحانی توجہ سے فوری طور پر شفا کا حصول:۔ مسز ظفر (زاہدہ پروین) لکھتی ہیں کہ ایک بار میں شدید بیمار پڑ گئی۔بیٹھنے اٹھنے اور چلنے پھرنے کی بھی سکت نہ رہی۔ہمارے پیرومرشد ہمارے گھر تشریف لائے۔میں چادر اوڑھ کر لیٹی ہوئی تھی۔میرے شوہر سے اجازت لے کر انہوں نے آنکھیں بند کیں اور قریباً پانچ دس منٹ توجہ کی۔اس دوران میں اپنے آپ کو بہت بہتر محسوس کرنے لگی۔توجہ کے بعد پیرومرشد نے مجھے کہا کہ اٹھ کر بیٹھیں۔کھڑی ہوں اور چل پھر کر دیکھیں۔میں نے ان کی ہدایت کے مطابق کچھ قدم چل کر دیکھا۔میری بیماری اور کمزوری ختم ہوچکی تھی۔میں نے انہیں بتایا کہ مجھے دائیں طرف پسلی کے اوپر گرہ لگی محسوس ہوتی ہے جس سے مجھے بہت تکلیف ہے۔انہوں نے کہا جہاں اتنی بڑی تکلیف دور ہوئی ہے ان شاء اللہ جو تکلیف ہے وہ بھی دور ہوجائے گی۔اگلے دن وہ تکلیف بھی دور ہوگئی۔الحمدللہ اس کے بعد مجھے دوبارہ وہ تکلیف نہیں ہوئی۔میں اپنے پیرومرشد کی توجہ،دم اور دعا کی بدولت،بغیر دوائی کے،الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوگئی۔

خواب میں اسمائے باری تعالیٰ کا مشاہدہ:۔ مسز ظفر (زاہدہ پروین) لکھتی ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دن کے وقت چھت پر،اپنی امی کے ہمراہ ایک چارپائی پر بیٹھی ہوئی ہوں۔ہم دونوں باتیں کررہی ہیں۔اچانک آسمان پر گہرے سیاہ بادل چھاگئے۔بادل اتنے سیاہ تھے کہ دن میں اندھیرا چھا گیا اور مجھے ڈر لگنے لگا۔میری نظر آسمان پر پڑی۔اس پر بہت بڑی سکرین نظر آئی جس میں بڑے حروف میں لکھے ہوئے ننانوے اسمائے باری تعالیٰ نظر آرہے تھے۔میں نے گھبرا کر نظریں نیچے کرلیں۔پھر تھوڑی دیر بعد میں نے آسمانوں پر دیکھا وہ نام پھر بڑے حروف میں لکھے نظر آرہے تھے۔میں نے اپنی امی سے کہا کہ دیکھیں امی جان آسمان پر،سکرین میں اللہ تعالیٰ کے نام سکرول کی شکل میں چلتے نظر آ

رہے ہیں۔اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔میں نے اپنے پیرومرشد کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو اس بات کی بشارت دی گئی ہے کہ انتہائی مشکل حالات میں بھی ذاتِ باری تعالیٰ سے آپ کو مدد ملتی رہے گی اور آپ کی تمام مشکلات، پریشانیاں اور مسائل حل ہوجائیں گے۔

O

مسز محمد یار دختر زاہدہ پروین اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا روشن نظر آنا اور بیٹے کی نعمت حاصل ہونا:۔ایک روز دوپہر کو اڑھائی بجے کے قریب مراقبہ کے دوران دیکھا کہ میں ایک انتہائی خوبصورت باغ میں کھڑی ہوں۔میرے سامنے ایک بینچ ہے۔اس بینچ کے اوپر بہت بڑا اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا ہے۔اسم مبارک سے کافی روشنیاں نکل رہی ہیں۔دیکھتے ہی دیکھتے اسم مبارک سے ایک خوبصورت، رنگارنگ طوطا نمودار ہوا۔وہ طوطا مجھ سے بھی کافی زیادہ بڑا تھا۔وہ میرے پاس آیا۔اس نے مجھے ایک بہت خوبصورت بچہ اور ایک گلدستہ دیا اور کہنے لگا یہ لو تمہاری امانت اور بچے کو بہت سی دعائیں دیتا ہوا اُڑ گیا۔تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے معزز ومحترم مرشد تشریف لائے اور فرمانے لگے مل گئی تمہیں تمہاری امانت اور بہت سی دعاؤں کا انعام دیتے ہوئے تشریف لے گئے۔اس بشارت کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے نہایت خوبصورت بیٹا (احمد) عطا فرمایا۔

O

مسز شاہد (دختر زاہدہ پروین) اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

باطنی نگاہ کی بیداری:۔24 دسمبر 2010ء بروز جمعہ کی بات ہے۔میں نے اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق نہایت توجہ سے بسم اللہ شریف کا وظیفہ پڑھا۔اُس کے بعد اسمِ ذات (اللہ) کا مراقبہ شروع کر دیا۔اس کو دیکھتے ہوئے مجھ پر عجیب سی کیفیت طاری ہونا شروع ہوگئی۔اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے مجھے رونا آ گیا۔میرا جسم اکڑ گیا اور کپکپی سی طاری ہوگئی۔پھر ایک دم سے میرا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔میں نے دیکھا کہ بند آنکھوں سے مجھے نظر آ رہا تھا۔میں غور سے دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہاں بہت سفید دھند تھی۔میں نے اور غور کیا تو دھند آہستہ آہستہ چھٹنے لگی۔پھر مجھے وہاں اسمِ ذات (اللہ) لکھا ہوا نظر آیا۔جس طرح مہرِ نبوت پر لکھا ہوا ہے۔اس کے بعد اسمِ نبی کریم (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی لکھا ہوا نظر آیا۔میرا قلب عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہوگیا۔کچھ دیر بعد خود فراموشی کی کیفیت ختم ہوگئی۔اس واقعے نے مجھ پر بہت گہرا اثر کیا۔میں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور نماز کی پابندی شروع کر دی۔میں اپنے مرشد کی بہت شکرگزار ہوں جن کی بدولت مجھے یہ دولت ملی۔

مشاہدہ باطنی اور قلب کا جاری ہونا:۔26 جنوری 2011ء بروز سوموار کو مراقبہ کے دوران مجھے دھند سی نظر آئی۔اس دھند میں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔اس روشنی میں دیکھا کہ ایک رحل شریف ہے جس پر قرآن شریف کھلا ہوا رکھا ہے۔مجھے اُس پر لکھے ہوئے حرف تو نظر نہیں آئے بس میرے دل میں خواہش ہوئی کہ میں اسے پکڑوں اور پڑھوں۔پھر مجھے کچھ لکھا ہوا نظر آیا۔پہلے مجھے لگا کہ (اَللّٰھُمَّ) لکھا ہے لیکن جب میں نے غور کیا تو وہ (الٓمٓ) لکھا تھا۔(سبحان اللہ)۔چند سیکنڈ مجھے یہ نظر آیا پھر غائب ہوگیا۔اس کے بعد وہی دھند نظر آنے لگی۔جب میں نے آنکھیں کھولیں تو محسوس کیا کہ میرے جسم پر لرزہ طاری ہے۔میرا دل ذکرِ الٰہی کر رہا ہے۔ چند منٹ کے بعد میری کیفیت نارمل ہوئی۔الحمد للہ علی ذالِکَ۔

روحانی کشائش کا حصول:۔ درودشریف کی برکت سے روحانی کشائش حاصل ہوتی ہے۔اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق میں روزانہ پانچ سوبار درودشریف پڑھتی ہوں۔کل رات درودشریف پڑھنے کے قریباً بیس منٹ بعد میں نے اپنے سامنے ایک بزرگ کو کھڑے دیکھا۔یہ مشاہدہ مجھے کھلی آنکھوں سے ہورہا تھا۔میں نے مزید یکسوئی کے حصول کے لیے آنکھیں بند کرلیں اور بزرگ کو سلام عرض کیا۔انہوں نے سلام کا پورا جواب دیا۔ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔تسبیح کے موتی نہایت چمکدار اور روشن تھے۔انہوں نے مجھے کہا، پڑھو''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ ''۔میرا دل اور زبان کثرت سے درود پڑھنے لگے۔وہ خود بھی یہ درودشریف پڑھ رہے تھے۔جیسے ہی میں درودشریف پڑھتی وہ تسبیح کا دانہ گرادیتے۔ابھی یہ سلسلہ چل رہا تھا کہ میں نے دیکھا میں پرواز کررہی ہوں۔میں آسمانوں پر پہنچ گئی۔میری آنکھوں میں بےحد نور تھا۔میں شدتِ نور برداشت نہ کرسکی اور آنکھیں کھول دیں۔اس وقت وہ بزرگ مجھے نور کی سیڑھیوں کی طرف لے کر جارہے تھے۔تھوڑا فاصلہ رہ گیا تھا کہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔وہ بزرگ میرے سامنے تقریباً پانچ یا دس منٹ کھڑے رہے اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

عالمِ ارواح کی سیر:۔ اگلے روز مجھے پھر مشاہدہ ہوا۔میری آنکھوں میں نور ہی نور تھا اور دل میں ذکر جاری تھا۔کوئی بزرگ مجھے عالمِ ارواح میں لے گئے۔وہاں مجھے بہت سی روحیں نظر آئیں۔وہاں کچھ عرصہ پہلے وفات پانے والی اپنی ٹیچر مس شمشاد کی روح سے بھی ملاقات ہوئی۔کچھ دیر ان سے باتیں ہوئیں۔وہاں نور ہی نور تھا۔اور بھی روحیں وہاں اُڑ رہی تھیں۔وہ بہت زبردست مقام اور بہت نورانی جگہ ہے۔میں بہت خوش ہوں کہ روحانیت میں مجھے اتنا اچھا مقام دکھایا گیا۔الحمدللہ۔

جنت کی سیر اور حوروں سے ملاقات:۔ مسز شاہد ظفر(دخترِ زاہدہ پروین)مراقبہ''اسمِ ذات''سے جنت کی سیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ آج مورخہ 22 فروری 2011ء بروز منگل قریباً صبح گیارہ بجے''اسمِ ذات''کے مراقبہ کے دوران میں نے تصورِ شیخ سے عرض کیا کہ مجھے جنت کی سیر کرائیں اور حوروں سے ملاقات کرائیں۔انہوں نے'ہاں'میں اشارہ کیا۔میں دیکھتی ہوں کہ ایک سرسبز وشاداب باغ میں کھڑی ہوں۔ایک حور میری طرف آرہی ہیں۔میں نے انہیں سلام عرض کیا۔انہوں نے سلام کا مکمل جواب دیا یعنی''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''کہا۔پھر انہوں نے مجھے بیٹھنے کو کہا۔میں اور وہ''حور''وہاں ایک بینچ پر بیٹھ گئیں۔میں نے ان سے کئی سوالات پوچھے۔انہوں نے تمام سوالات کے منطقی،مدلل اور تسلی بخش جوابات دیئے۔اسی اثنا میں دو حوریں اور آئیں اور انہوں نے مجھے ایک گلاس میں نیلے رنگ کا مشروب دیا۔میں نے وہ گلاس دائیں ہاتھ سے اٹھایا اور مشروب پینے لگی۔وہ مشروب بہت ذائقہ دار تھا۔اس مشروب کا سا ذائقہ میں نے آج تک دنیا کے کسی مشروب میں نہیں پایا۔پھر وہ حوریں مجھے ایک گھر کے اندر لے گئیں۔وہاں پر بہت سی حوریں موجود تھیں۔وہاں ہر طرف سے ایک ہی صدا آرہی تھی کہ یہ'سر محمود علی انجم'کے ہاں سے مہمان آئی ہیں۔انہوں نے مجھے پھولوں کے گجرے پہنائے۔میں نے ریشمی سفید لباس پہنا ہوا تھا۔وہ حور جو مجھے یہاں تک لے کر آئی تھیں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔وہ باربار میرے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیر رہی تھیں۔جیسے کہ وہ مجھے پیار کررہی ہوں۔ان کا نام''مریم''تھا۔وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئیں۔وہاں اور بھی حوریں موجود تھیں۔میں نے وہاں دیکھا کہ سامنے ایک بہت بڑی دیوار ہے جہاں پر اسمِ ذات''اللہ''لکھا ہوا ہے۔وہاں موجود سب حوریں دعا مانگ رہی تھیں۔میں نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیئے۔دعا کے

دوران دیوار پر کبھی اسمِ ذات 'اللہ' اور کبھی اسمِ نبی کریم (محمد ﷺ) نظر آتے رہے۔ جیسے ہی دعا کا سلسلہ ختم ہوا وہ سب مجھے اپنی ملکہ کے پاس لے گئیں۔ ان کی ملکہ ایک تخت پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ میری پیشانی پر بوسہ لیا اور بہت پیار کیا۔ میں نے ان کا نام پوچھا۔ انہوں نے اپنا نام ''امّ حوا'' بتایا۔ اس کے بعد انہوں نے میرے مرشد سر محمود علی انجم کی بہت تعریف کی۔ وہاں پر موجود تمام حوریں سر کا نام لے رہی تھیں۔ حوروں کی ملکہ کے ہاتھ میں ایک نوری روشنی تھی۔ وہ روشنی انہوں نے میرے چہرے پر لگا دی جس سے میرا چہرہ روشن ہو گیا۔ پھر انہوں نے مجھے دو قطعات دیئے جن پر اسمِ ذات 'اللہ' اور اسمِ نبی کریم (محمد ﷺ) لکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا یہ میری طرف سے سر کے لیے تحفہ ہے۔ وہ اسم اتنے خوبصورت تھے کہ میرے پاس ان کی خوبصورتی بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ پھر انہوں نے مجھے اجازت دی۔ حور مریم مجھے باغ میں اسی جگہ پر واپس لے آئیں جہاں پر ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اب بھی مجھے مسلسل پیار کر رہی تھیں۔ وہ بہت پیاری تھیں۔ میں نے ان سے خوبصورت ہونے کا طریقہ پوچھا۔ انہوں نے مجھے کہا، درود شریف پڑھا کرو۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اسمِ ذات (اللہ) اور اسمِ نبی کریم (محمد ﷺ) کے دو قطعات دیئے۔ انہوں نے مجھے اجازت دی اور میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں واپس آ گئی۔ واپسی پر بھی کافی دیر تک مجھے جنت کی خوشگوار ٹھنڈی ہوا اور راحت بخش فضا کا احساس ہوتا رہا۔ میں نے اپنے مرشد سے اس مشاہدہ کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ سورۃ رحمٰن ترجمہ کے ساتھ پڑھ کر اس مشاہدہ کی تصدیق کر لیں۔ میں نے سورہ رحمن ترجمہ کے ساتھ پڑھی۔ اس میں حوروں اور جنت کے بارے میں جو باتیں لکھی تھیں وہی باتیں میں نے دورانِ مراقبہ، مشاہدہ میں دیکھی تھیں۔ اس طرح سورۃ رحمٰن سے میرے مشاہدہ کی تصدیق ہو گئی کہ میں نے جو دیکھا وہ بالکل سچ دیکھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ اور سر محمود علی انجم کی نہایت شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مجھ جیسی گناہگار کو جنت کی سیر کا شرف بخشا۔ اللہ تعالیٰ میرے پیرومرشد سر محمود علی انجم کا حامی و ناصر ہو اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

دورانِ مراقبہ میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:۔ مسز شاہد ظفر (دختر زاہدہ پروین) لکھتی ہیں کہ آج مورخہ 18 مارچ 2011ء بروز جمعۃ المبارک کو دورانِ مراقبہ میں نے میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی خواہش کی۔ کچھ دیر بعد مجھے ان کی زیارت ہو گئی۔ انہوں نے سبز لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا مکمل جواب دیا یعنی ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہا۔ میں نے عرض کیا 'میاں صاحب! میرے سر ایم فل اقبالیات کا کورس کر رہے ہیں ان کے لیے دعا فرما دیں۔'' انہوں نے فرمایا ''اللہ چنگیاں کرے گا، کامیاب ہو جان گے۔'' پھر میں نے عرض کیا ''سر کی روحانی منزل کیسی ہے؟'' انہوں نے فرمایا ''بڑی چنگی، سدھی تے سُچّی اے۔'' پھر میں نے عرض کیا آپ اولادِ نرینہ کے لیے پتے دم کر کے دیتے تھے۔ اب کسی کو ضرورت ہو تو کیا کرے؟'' وہ خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد فرمایا ''بیری دے پتے تے سورہ رحمن دم کر کے کھا لینے چاہی دے نیں۔'' میاں صاحب سے تمام گفتگو پنجابی میں ہوئی۔ میں اردو میں سوال کرتی تھی مگر وہ پنجابی میں جواب دیتے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد انہوں نے دعا فرمائی اور تشریف لے گئے۔

O

عبدالرحمٰن قادری لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا انتہائی شکر گزار ہُوں جس نے مُجھے سروری قادری سلسلہ میں

بیعت کا اعلیٰ شرف بخشا۔ جب سے بیعت ہُوا ہُوں، مُرشد پاک کی نگاہِ کرم کے صدقے الحمدُ للہ ہر طرح کا روحانی و قلبی سکُون محسوس کرتا ہُوں۔ پیرومُرشد کی بتائی ہُوئی باتوں پر عمل کرتے ہُوئے اور اُن کے توجہ فرمانے کی بدولت بہت سے روحانی مشاہدات سے نوازا گیا ہُوں۔ جن کی تفصیل کُچھ یُوں ہے:

داتا دربار حاضری اور روحانی پرواز:۔ کُچھ سال قبل مجھے میرے مرشد نے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه** کا وظیفہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اُس وقت میں ابھی مُرید نہیں ہُوا تھا۔ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہُوئے یہ عمل کرنا شروع کر دیا۔ یہ وظیفہ شروع کیے ابھی صرف تین ہفتے ہی ہُوئے تھے کہ مجھے ایک خواب آیا۔ جس میں، مَیں نے دیکھا کہ میں داتا دربار پر حاضری کیلئے جاتا ہُوں۔ جب مَیں دربارِ اقدس پر حاضر ہُوا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ روضہ مُبارک سے ایک چادر اُڑ کر آئی اور نیچے بچھ گئی۔ میں اُس چادر کے اُوپر بیٹھ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ چادر ایک جھولے کی شکل اختیار کر گئی اور یہ جُھولا روضہ مُبارک کے اِردگرد گھومنا شروع ہو جاتا ہے۔ میں جھُولے میں بیٹھا **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** کا وِرد کر رہا ہوں اور وہاں پر جو لوگ مَوجُود ہیں وہ جواب میں **مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه** پڑھ رہے ہیں۔ یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مُجھ گنہگار کو جو یہ شرف عطا فرمایا یہ سب میرے مرشد کی توجہ اور نظرِ کرم کے طُفیل نصیب ہُوا۔

قید سے رہائی:۔ مرید ہونے کے بعد میرے مرشد نے مجھے مراقبہ کرنے کا حکم فرمایا۔ جس میں اِسمِ ذات (اللہ تعالیٰ کے اِسمِ مُبارک) کو تصور میں رَکھ کر آنکھیں بند کر کے سانس کے ساتھ اللہ ھُو کا وِرد کرنا تھا۔ سرکار پاک کی توجہ کی بدولت دورانِ مُراقبہ اللہ پاک کا اِسمِ شریف مسلسل اور واضح طور پر آنکھوں کے سامنے رہنا شروع ہو گیا۔ پھر ایک دِن بندہ عاجز کو کسی غلط فہمی کی بنیاد پر پولیس پکڑ کر لے گئی اور حوالات میں بند کر دِیا اور پاؤں کو زنجیر سے جکڑ دیا گیا۔ میں نے پریشانی کے اُس عالم میں وہیں پر مُراقبہ کرنا شروع کر دیا۔ دورانِ مُراقبہ جیسے ہی اللہ تعالیٰ کا اِسم مُبارک دِکھائی دینا شروع ہُوا، میں نے اپنے باعزت بری ہو جانے کی عرض و معروض کرنا شروع کر دی۔ ابھی مُراقبہ شُروع کئے کُچھ ہی دیر ہُوئی تھی کہ وہاں ایک کانسٹیبل آیا اور مُجھ سے کہنے لگا بھائی اُٹھو اور اپنے گھر جاؤ، تُم بے قصور ہو۔ ہمارے آدمی غلط فہمی کی وجہ سے آپ کو لے آئے ہیں۔ اَلحمدُ للہ یہ کام ایک منٹ سے بھی پہلے ہو گیا۔ مَیں نے اُسی وقت اللہ کریم کا شکر ادا کیا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے مرشد کے حکم کے مُطابق باقاعدگی کے ساتھ مُراقبہ کرنا شروع کر دیا۔

مرتبہ احسان:۔ ایک دِن میں مُراقبہ کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک قلم ظاہر ہُوئی اور اُس قلم نے میرے دِل پر اللہ کا نام مُبارک لِکھ دیا۔ اِس واقعہ کے بعد دو، تین دن مُجھے اُس جگہ پر راحت بخش درد بھی محسوس ہوتا رہا۔

یہ سب میرے پیرومُرشد کی توجہ اور نگاہِ کرم کا صدقہ ہے۔ اُنھوں نے حقیقت میں مُجھے اللہ تعالیٰ سے مِلا دیا ہے۔ اب میں جب بھی کوئی کام شُروع کرنے لگتا ہُوں یا پریشان ہوتا ہُوں تو چلتے پھرتے آنکھیں بند کرتا ہُوں تو اللہ کریم کا اِسم مُبارک میرے سامنے ہوتا ہے اور ہر وقت اپنے ربِ تعالیٰ کے دربار میں عرض و معروض کرتا رہتا ہُوں۔

میری دُعا ہے کہ اللہ کریم اپنے پیارے محبوب کی رحمت کے صدقے میری سرکار کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر قائم و دائم رکھے اور اُن کے علم، عمل اور رِزق میں برکتیں عطا فرمائے۔ (آمین)

O

ثناء رؤف قادری تحریر کرتی ہیں کہ مَیں نے 2007ء میں اپنے پیرومُرشد سرپروفیسر محمود علی انجم کے ہاتھ پر بیعت کی۔جس کے بعد اُن کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کر کے یعنی مراقبہ اور وظائف باقاعدگی سے پڑھنے پر الحمدُ للہ مجھے بہت سے دینی و دنیوی فوائد حاصل ہوئے اور روحانی مشاہدات ہوئے جن کی تفصیل کُچھ یوں ہے:

بحالتِ مراقبہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضری:۔ جب میرے پیرومُرشد نے مجھے اِسمِ ذات (اللہ تعالیٰ) اور اِسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سامنے رکھ کر مراقبہ کرنے کی تلقین فرمائی تو بفضلِ خدا و بہ طفیل نظرِ کرم پیرومُرشد مجھے بند آنکھوں میں اسم اللہ اور اِسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔

ایک دِن نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد جب میں جائے نماز پر بیٹھی مراقبہ کی حالت میں تھی تو مَیں نے دیکھا کہ جائے نماز اُڑنا شروع ہو گیا اور اُڑتے اُڑتے مدینہ شریف پہنچ گیا۔ پھر دیکھا کہ میں روضہ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حاضر ہُوں اور مُجھ ناچیز کے لیے روضہ اقدس کا دروازہ مبارک کھُلا اور مُجھے اندر جانے کی عظیم سعادت نصیب ہُوئی۔ جس کے بعد مُجھے سنہری جالیوں کو بوسہ دینے کا شرف بھی مِلا۔

دربارِ اقدس پیرانِ پیر دستگیر سیّدنا حضُور غوثِ اعظم ؒ پر حاضری:۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے پیرومُرشد صاحب کے ساتھ ہوں۔ ہم ایک قبرستان میں سے گزر رہے ہیں۔ قبرستان عبور کر کے ہم ایک دربار شریف پر حاضر ہوتے ہیں۔ میرے مُرشد پاک مُجھے فرماتے ہیں کہ یہ دربارِ اقدس پیرانِ پیر دستگیر سیّدنا حضُور غوثِ اعظم ؒ کا ہے۔

حضرت قِبلہ فقیر نُور محمد کلاچوی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت:۔ مُجھے خواب میں ایک ولیٔ کامل کی زیارت نصیب ہُوئی۔ اُن کا چہرہ مُبارک بہت نُورانی تھا اور داڑھی مُبارک حنائی رنگ کی تھی۔ وہ ہمارے شہر میں موجود درویش ہستی بابا نُور شاہ ولی سرکار کے دربار شریف پر کھڑے تھے۔ میں نے یہ خواب اپنے پیرومُرشد کو عرض کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ وہ درویش بزرگ تمہارے دادا پیر حضرت قِبلہ فقیر نُور محمد کلاچوی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

سُلطانُ العارِفین حضرت سُلطان باہُو رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت:۔ پھر ایک مرتبہ دورانِ مراقبہ مُجھے ایک بزرگ مِلے جن کی سفید داڑھی تھی اور اُنھوں نے سفید رنگ کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ میں نے ادب سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں؟ تو اُنھوں نے فرمایا کہ میں سُلطانُ العارِفین حضرت سُلطان باہُو رحمتہ اللہ علیہ کے دربار شریف سے آیا ہُوں۔ پھر اُنھوں نے مُجھے نان حلوہ دیا اور تشریف لے گئے۔

مشاہدۂ اسمِ ذات:۔ ایک دِن میں نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد چھت پر بچھی ہوئی چارپائی پر لیٹی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اچانک مُجھے آسمان پر اِسمِ ذات (اللہ تعالیٰ کا نام مُبارک) واضح لِکھا دکھائی دینے لگا۔ یہ زیارت میں نے کھُلی آنکھوں سے کی۔

کلمہ طیّبہ اور گنبدِ خضریٰ کی زیارت:۔ ایک دِن نماز ادا کرنے کے بعد میں مراقبہ کر رہی تھی۔ دورانِ مراقبہ میں نے آسمان کی سیر کی۔ پھر میں نے چمکتی ہوئی تلواریں دیکھیں۔ مراقبہ کے دوران ہی مجھے کلمہ طیّبہ کی زیارت ہوئی۔ پھر میں نے گنبدِ خضریٰ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم مبارک لکھا ہُوا دیکھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور پیرومُرشد کی نظرِ کرم کے صدقے یہ رُوحانی سفر جاری و ساری ہے۔ مُجھ گناہگار کی دُعا ہے کہ

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبُوب کی رحمت کے صدقے ہمارے مُرشد پاک کی عمر دراز فرمائے اور اُن کے علم میں، عمل میں، جان میں، مال میں اور رِزق میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

O

مس شکیلہ قادری اپنے روحانی مشاہدات و کیفیات کے بارے میں لکھتی ہیں کہ جب سے میں نے سرمحمود علی انجم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے الحمدُ للہ مجھے قلبی و روحانی اطمینان وسکون نصیب ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشدِ کامل کی نظرِ کرم سے بہت سے روحانی مشاہدات سے نوازی گئی ہوں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

روحانی سند اور تبرکات کا حصول:۔ 2012ء میں مجھے خواب آیا کہ میں آسمان پر ہوں۔ وہاں پر کوئی کچہری لگی ہوئی ہے اور بہت سارے درویش وہاں پر موجود ہیں۔ اُس کچہری میں اسناد تقسیم کی جا رہی ہیں۔ اللہ کے فضل اور مرشد کی نظرِ کرم کے طفیل میں بھی اُس کچہری میں حاضر ہوں۔ پھر ایک درویش بزرگ نے میرا نام پکارا اور کہا کہ شکیلہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری بھی سند ہے اسے تم لے لو۔ میں آگے بڑھتی ہوں تو مجھے دو عدد تسبیحات اور ایک بڑا سا چارٹ عطا کیا جاتا ہے جس پر اسمِ اللہ، اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کلمہ طیّبہ لکھا ہوا ہوتا ہے، مجھے اس پر مبارکباد بھی دی جاتی ہے۔ وہ درویش یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ تسبیحات مدینہ پاک سے آئی ہیں۔

اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت:۔ میں دیکھتی ہوں کہ آسمان سے کوئی سفید رنگ کی چیز ہماری چھت پر آ رہی ہے۔ قریب آنے پر پتہ چلا کہ وہ ایک سفید رنگ کی سینری ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِسم مبارک (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لکھا ہُوا ہے۔ اُس سینری میں سے بہت زیادہ روشنی نکل رہی تھی، اُس کے ساتھ سبز رنگ کا ایک کپڑا بھی تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت:۔ میں دیکھتی ہوں کہ میں آسمان پر ہوں، وہاں مجھے ایک سمندر دکھائی دیتا ہے جس میں ایک بہت بڑی کشتی ہے اور ساتھ ہی خشک جگہ پر ایک جھونپڑی بھی ہے۔ اُس جھونپڑی کے پاس ایک درویش کھڑے ہیں جو کہ بہت زیادہ جوان ہیں اور اُن کی بڑی بڑی زُلفیں ہیں اور اُن کی آنکھیں بھی بہت خوبصورت ہیں۔ اُنھوں نے اپنے گلے میں ایک بہت بڑا تھیلا ڈال رکھا ہے۔ میں عرض کرتی ہوں کہ آپ کون ہو؟ تو اُنھوں نے فرمایا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جس پر اُنھوں نے فرمایا کہ یہ میری جھونپڑی ہے اور سمندر میں جو کشتی ہے وہ بھی میری ہے اور میں اللہ کا نبی ہوں۔

امہات المومنین کی زیارت:۔ ایک دِن میں نے اپنے گھر میں محفل کروائی اُسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے جو محفل کروائی ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے پسند فرمایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ اُس محفل میں حضرت بی بی آمنہ ؓ، حضرت بی بی عائشہ صدیقہ ؓ اور حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا ؓ بھی تشریف فرما ہیں اور اُنھوں نے مجھے مبارکباد بھی دی۔

روحانی معالج سے ملاقات:۔ میں نے دیکھا کہ میں لاہور اپنی خالہ کے گھر پر ہوں جو کہ بھاٹی گیٹ رہتی ہیں۔ وہاں میری خالہ کی بہُو مجھ سے کہتی ہے شکیلہ ہمارے یہاں ایک بہت اچھی ڈاکٹر ہے میں تمہیں اُس کے پاس لے جا کر معائنہ کرواؤں گی جس کے بعد تمہاری سب تکلیفیں دُور ہو جائیں گی۔ پھر جب وہ مجھے وہاں لے جاتی ہے تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحبہ نے سفید لباس پہن رکھا ہے اور ایک بہت بڑی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ وہ مجھے چیک کرتے وقت اپنی چادر میں

لپیٹ لیتی ہیں اور زور سے اپنے سینے کے ساتھ لگانے کے بعد کہتی ہیں کہ اب تمہاری سب تکلیفیں دُور ہو جائیں گی۔ پھر اُنھوں نے مجھے وہاں پر موجود ایک حُجرے کے اندر جانے کیلئے کہا۔ جب میں حُجرے کے اندر داخل ہوتی ہوں تو دیکھتی ہوں کہ حُجرا اندر سے تکون نُما ہے اور اُس کے دونوں کونوں میں چراغ جل رہے ہیں۔ دائیں طرف دو چراغ تھے اور بائیں طرف پانچ چراغ تھے جبکہ حُجرے کے درمیان والی جگہ پر چُولہا جل رہا تھا جس کے اُوپر کھیر پک رہی تھی۔ میں نے دائیں طرف کے دو چراغوں کو ہاتھ لگانا چاہا تو اُسی وقت وہ ڈاکٹر صاحبہ اندر آئیں اور کہنے لگی کہ یہ جو دو چراغ جل رہے ہیں تمہارے نہیں ہیں بلکہ وہ جو پانچ چراغ جل رہے ہیں وہ تمہارے لئے ہیں اِنھیں اپنے پیسوں سے خریدو اور پھر چراغ جلاؤ۔ پھر کہا کہ یہ جو کھیر پک رہی ہے یہ بھی تمہاری ہے کیونکہ تُم نے دس محرم کو ختم شریف نہیں دلایا اور ساتھ ہی وہاں پڑے ہوئے مٹی کے برتنوں کی طرف بھی میرا دھیان کروایا جو کہ کنالی اور ٹھُوٹھیاں وغیرہ تھیں۔

ایک پرندے سے گفتگو:۔ میں نے دیکھا کہ ہماری چھت پر بہت سے پرندے ہیں اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ اُن پرندوں میں سے ایک پرندہ میرے ساتھ باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ مُجھ سے کہتا ہے کہ چھت پر ہمارے لیے پانی اور کھانے کے لیے کچھ رکھ دیا کریں۔

نزولِ رحمت اور مرشد کی زیارت:۔ مَیں نے دیکھا کہ آسمان سے دو بڑے دودھ والے برتن آ رہے ہیں۔ میں بہت زیادہ ڈر رہی ہُوں کہ یہ برتن جس جگہ پر گریں گے اُدھر تو بہت زیادہ نقصان ہوگا۔ وہ برتن چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ اچانک مجھے ایک غیبی آواز سنائی دی کہ یہ جس گھر میں اتریں گے وہاں اللہ کی رحمت ہوگی اور مُجھے یہ بھی کہا گیا کہ تُم نے بارہ ربیع الاوّل کا ختم شریف بھی ضرور دِلانا ہے۔ ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ میرے گھر میں بہت بڑی محفل ہو رہی ہے جس میں میرے پیر و مُرشد خطاب فرما رہے ہیں۔ اُس محفل میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے درویش بندے موجود ہیں۔ مَیں بھی محفل میں موجود ہوں اور بہت زیادہ خوش ہُوں۔ میرے گھر کی چاروں دیواروں پر حضرت علیؓ، حضرت بی بی فاطمۃُ الزہراؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حُسینؓ کے اِسمائے مبارک لکھے دِکھائی دے رہے ہیں اور میرا گھر خوب روشن ہے۔

O

محمد نعیم عرف پپّو لکھتے ہیں کہ مُجھے اپنے پیر و مُرشد کے ساتھ مُنسلک ہُوئے الحمدُ للہ تقریباً بیس (20) سال ہو چکے ہیں۔ اُنھوں نے ہمیشہ مُجھے ذکرِ الٰہی، ذکرِ رسُول ﷺ کرنے، پنجگانہ نماز باقاعدگی سے ادا کرنے اور سچائی و ایمانداری سے زِندگی گزارنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اُن کے توجّہ فرمانے کی بدولت آج میرا زنگ آلُود دِل اللہ اور اُس کے رسُول ﷺ کی محبت سے سرشار ہے۔

ایک دِن مَیں اپنے مُرشد پاک کی خِدمت میں حاضر تھا کہ مدینہ ٹاؤن سے ایک شخص میرے مرشد کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اُس شخص نے عرض کیا کہ میں مدینہ ٹاؤن سے حاضر ہُوا ہُوں۔ وہاں میری ماربل کی دُکان ہے۔ میرا ایک دوست ہے جو کراچی میں رہتا ہے اُس نے مُجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میرا جو بھی مسئلہ ہے میں آپ کے گوش گزار کروں۔ میں اس مسئلہ کے حل کے لیے بہت سے لوگوں سے مل چکا ہوں مگر میرا مسئلہ جُوں کا تُوں ہے۔ میں کامل یقین کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہُوا ہُوں۔ اس نے بتانا شروع کیا کہ چند دِن پہلے میری دُکان پر دو آدمی آئے۔ اُنھوں نے بتایا کہ ہم کھدائی کر

رہے تھے کہ ہمیں زمین میں سے ایک جگ مِلا جس میں سونے کے سِکّے ہیں۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ آپ وہ سکّے دیکھ لیں اور کسی کو چیک کروالیں۔ اگر یہ خالص ہوں تو آپ ہم سے خرید لیں۔ ہم اپنے طور پر کسی بھی دُکاندار کے پاس نہیں گئے کیونکہ ہم نہایت غریب لوگ ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ کسی دھوکہ دہی سے یا قانونی چارہ جوئی سے کوئی یہ سِکّے ہم سے ہتھیا نہ لے۔ میں نے اُن سے وہ سکّے لئے جِن پر مُورتیاں بنی ہُوئی تھیں اور اپنے جاننے والے ایک سُنار کو چیک کروائے۔ جِس نے پرکھنے کے بعد تصدیق کردی کہ یہ سکّے اصلی سونے کے ہیں۔ میں نے گھر آکر یہ سارا معاملہ اپنی بیوی کے سامنے رکھا۔ آخر کار ہم نے سکّے خریدنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ سکّے جو کافی تعداد میں تھے ہم نے چار لاکھ کے عِوض خرید لئے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد میں وہ تمام سکّے دوبارہ سُنار کے پاس لے کر گیا۔ تمام سکّوں کو اچھی طرح چیک کرنے کے بعد اُس نے مُجھے بتایا کہ اِن میں سے صرف چند ایک سکّے اصلی ہیں باقی سب نقلی ہیں۔ ان پر سونے کا پانی چڑھا ہُوا ہے۔ سُنار کی یہ بات سُن کر میں بہت پریشان ہوگیا۔ تب سے لے کر اَب تک اِس مسئلہ کے حل کے لیے بہت سے بزرگوں کے پاس جا چُکا ہُوں لیکن سب بے سُود۔ کوئی بھی اِس معاملہ کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جناب اِس واقعہ کو پیش آئے آج تقریباً پندرہ سے بیس دِن ہو گئے ہیں۔ پھر میرے اُس کراچی والے دوست نے مُجھے آپ کے متعلق بتایا۔ براہِ کرم آپ میرے مسئلہ پر غور فرمائیں۔ مُجھے اپنی رقم کے جانے کا دُکھ نہیں ہے بلکہ اُس دھوکے کا ہے جو اُن فراڈیوں نے مُجھ سے کیا ہے۔ جناب میں بڑی آس لے کر آپ کے پاس حاضر ہُوا ہُوں۔ آپ مہربانی سے میرے مسئلہ کو حل فرمائیں۔ اُس آدمی کی بات اچھی طرح سے سننے کے بعد میرے مرشد نے مُجھے آواز دی اور کہا کہ بیٹا اپنی آنکھیں بند کرو اور اِن کے مسئلے پر غور کر کے بتاؤ۔ میرے مُرشد کریم نے اپنی نگاہِ کرم اور توجّہ مُجھ پر مرکوز کردی اور میں نے مراقبہ شروع کر دِیا۔ آپکی نسبت سے دورانِ مراقبہ اللہ کریم نے جو خیال میرے دِل میں پیدا کیا میں نے اپنے مرشد پاک سے عرض کرتے ہُوئے کہا کہ اِن سے فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل وکرم سے ان کا مسئلہ تین دِن میں حل ہوجائے گا۔ اِس کے بعد وہ آدمی وہاں سے چلا گیا۔ دوسرے دِن میں نے اپنے مرشد کے ساتھ اِس مسئلہ پر بات کی۔ انہوں نے ہلکا سا تبسّم فرمایا اور کہا کہ بیٹا پریشان نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسئلہ حل ہوجائے گا۔ مُجھے پُختہ یقین ہوگیا کہ ان شاءاللہ یہ مسئلہ ضرور حل ہوجائے گا۔ تیسرے روز بعد از نمازِ عصر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مسجد سے باہر نکل کر بہتّر قدم چلو وہاں پر جو بھی شخص مِلے اُسے یہ سارا معاملہ سُناؤ تمہیں اِس کا حل مِل جائے گا۔ میں قدم گنتا ہُوا وہاں سے چل پڑا۔ گِنتی پُوری ہونے پر میں دیکھا کہ میں اپنی دُکان پر پہنچ چکا ہُوں۔ میں وہاں رکھے ہُوئے بینچ پر بیٹھ گیا۔ اُسی وقت میرا ایک ہم نام دوست پپّو جو کہ محکمہ خوراک فیصل آباد میں مُلازم ہے وہاں پر آیا۔ وہ جیپ پر تھا۔ اُس نے جِیپ کو ہلکا سا اُس بینچ کے ساتھ ٹکرایا جِس پر میں بیٹھا ہُوا تھا اور پُوچھا کہ کیا بات ہے آج بہت پریشان نظر آ رہے ہو؟ میرے پیر و مُرشد کے فیض کی بدولت مسجد میں، مُجھے جو رہنُمائی مِلی تھی اُسے مدِ نظر رکھتے ہُوئے میں نے سارا معاملہ اپنے اُس دوست کے سامنے بیان کر دِیا۔ اُس وقت میرے پاس وہ سکّہ بھی موجود تھا جو کہ میں نے اپنے دوست کو دِکھایا۔ جِس پر میرے اُس دوست نے بھی اپنی جیب سے ایک سکّہ نِکالا جو بِالکل اُسی طرز کا تھا جیسا سِکّہ میرے پاس تھا۔ پھر میرے دوست نے بتانا شروع کِیا کہ کل ہی کی بات ہے میرا ایک دوست جو کہ سُنار ہے اُس کے پاس بھی دو آدمی آئے تھے جِنھوں نے اُسے اِس طرح کے ہی سکّے دیئے جو کہ نقلی تھے۔ اِتفاقاً میں

بھی وہاں پر موجود تھا۔ ہم نے اُن لوگوں کو پکڑلیا۔ اُن دونوں جعل سازوں کو تو میں نے کل ہی تھانہ سرگودھا روڈ میں گرفتار کروایا ہے۔ تُم ابھی میرے ساتھ چلو اور دیکھ لو ہوسکتا ہے یہی وہ آدمی ہوں جن کی تمہیں تلاش ہے۔ اس نشاندہی کے مطابق متعلقہ آدمی کو وہ جعل ساز دکھائے گئے۔ اس نے وہ جعلساز پہچان لیے اور پولیس کی مدد سے ان سے اپنی رقم وصول کرلی۔ اس طرح بفضلِ تعالیٰ تین دن میں وہ مسئلہ بھی حل ہوگیا اور مجھے روحانی تربیت بھی مل گئی۔

ذاتی مشاہدات وتجربات روحانی:۔ بندہ عاجز (مصنف ومئولف کتاب) کو اپنے مرشد کریم کے فیضان سے قوت نگاہ کے مشاہدات وتجربات سے گزرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس ضمن میں اگر ذاتی مشاہدات وتجربات روحانی بیان کروں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے تاہم چند ایک واقعات شکرانِ نعمت کے طور پر پیش خدمت ہیں۔

①

کچھ برس قبل ساہیوال سے ’ثمرین‘ نامی خاتون اپنے خاوند کے ہمراہ میرے فیصل آباد آفس میں آئیں۔ انہوں نے اپنی الٹرا ساؤنڈ رپورٹ میرے سامنے رکھ دی اور بتایا کہ وہ اُمید سے ہیں۔ حمل کو قریباً تین چار ماہ گزر چکے ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے چیک اَپ اور الٹرا ساؤنڈ رپورٹ کے بعد بتایا ہے کہ بچے کی نشوونما رک گئی ہے اس لیے ابارشن کروالیں۔ میں نے رپورٹس دیکھیں اور اس خاتون سے کہا آپ ابھی ابارشن نہ کروائیں۔ آپ کو لیڈی ڈاکٹر نے ’نہ‘ کی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو ’نہ‘ نہیں ہوئی۔ مجھے پندرہ بیس دن علاج کا موقع دیں۔ ان کا پندرہ بیس روز علاج ہوا۔ اس دوران کبھی کبھار اس کی طرف توجہ کرتا رہا۔ بفضلِ تعالیٰ بچے کی نشوونما شروع ہوگئی اور وہ وقتِ معینہ پر واردِ دنیا ہوگیا۔ الحمدُ للہ! بچہ تندرست ہے اور قریباً چار سال کا ہوگیا ہے۔

②

آج سے قریباً سات برس قبل (2010ء میں) طارق طفیل نے مجھ سے رابطہ کیا۔ وہ قریباً نو برس سے ہیپا ٹائٹس سی میں مبتلا تھے۔ انہوں نے مجھے بہت سی رپورٹس پر مشتمل اپنی میڈیکل فائل دکھائی۔ اس وقت ان کا جگر کافی سکڑ چکا تھا۔ تمام جسم اور چہرے کا رنگ کافی حد تک سیاہی مائل تھا۔ ڈاکٹر حضرات نے انہیں تبدیلئ جگر کا مشورہ دیا تھا مگر ان کے مالی وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ ہیپا ٹائٹس سی کے علاج کے لیے تمام مروجہ علاج آزما چکے تھے۔ ان کی تکلیف دہ اور پریشان کن حالت دیکھ کر میں نے انہیں کہا، طارق صاحب میڈیکل سائنس میں تو اس مرض کا علاج نہیں۔ آپ کی میڈیکل فائل میں روز بروز نت نئے میڈیکل ٹیسٹس کی رپورٹس اور اور نسخہ جات کا اضافہ ہوتا رہے گا مگر شفا حاصل نہیں ہو گی۔ آپ پانچ وقت نماز کی پابندی کریں۔ مجھے روحانی علاج کا موقع دیں۔ آپ کو روزانہ صبح قریباً نو (9) بجے میرے پاس آنا ہوگا۔ میں براہِ راست آپ کے جگر پر توجہ کروں گا۔ ان کی انتہائی خراب حالت کے پیش نظر براہِ راست توجہ سے علاج کرنا ضروری تھا۔ وہ روزانہ آنا شروع ہوگئے۔ میں انہیں دم کرتا اور قریباً پانچ سات منٹ آنکھیں بند کرکے ان کے جگر کے مقام پر توجہ کردیتا۔ الحمدللہ، ان کی حالت سنبھلنا شروع ہوگئی۔ ان کے چہرے اور جسم کی جلد کا رنگ دوبارہ سفید ہونا شروع ہوگیا۔ قریباً پندرہ روز بعد وہ کافی زیادہ حد تک تندرست نظر آنے لگے۔ جو بھی انہیں دیکھتا، مبارک باد دیتا۔ پندرہ روز بعد انہوں نے الٹرا ساؤنڈ کرایا تو جگر کافی حد تک بحال ہوگیا تھا۔ ان کے معالجین ڈاکٹر حضرات حیران ہوئے کہ قریباً

ناکارہ ہونے والا جگر کیسے بحال ہو گیا۔ ڈاکٹر حضرات نے اسے مبارک باد دی۔ میں نے طارق کو علاج جاری رکھنے کی تاکید کی۔ ان سے کوئی ہدیہ یا نذرانہ قبول نہیں کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے پتے میں بھی پتھریاں ہیں۔ میں نے کچھ روز پتے پر توجہ کی۔ رپورٹ کرائی گئی تو پتہ سے پتھریاں ختم ہو چکی تھیں۔ اب تک میں نے طارق کے جگر اور پتے پر ہی توجہ کی تھی۔ جگر اور پتے کے بحال ہونے کے بعد اس کے خون پر توجہ شروع کر دی تا کہ اس میں موجود ہیپا ٹائٹس کے وائرس ختم یا غیر موثر (Inactive) ہو جائیں۔ طارق کو زندگی کے آثار نظر آنا شروع ہوئے تو علاج میں بے قاعدگی شروع کر دی۔ ان کی بے قاعدگی کی وجہ سے مجھے کافی پریشانی ہوئی۔ وہ وقت کے پابند نہیں رہے۔ وقت بے وقت آنے لگے۔ غذا اور دوا کا پرہیز ختم کر دیا۔ ان کی بے قاعدگیوں پر میرا جی کڑھتا تھا۔ ایک دن میں نے کہا طارق بھائی میں نہایت محبت، توجہ اور شفقت سے آپ کا علاج کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی کتاب میں بطور ٹیسٹ کیس کے آپ کے معالجہ کا ذکر کروں تا کہ لوگ ذکرِ الٰہی کی افادیت کی طرف پھر سے متوجہ ہو جائیں اور اس روحانی علاج سے دنیا مستفیض ہوں۔ طارق نے کہا آپ میرے حوالے سے جو تحریر لکھیں گے اس کا عنوان کیا ہو گا؟ میں نے کہا اس کا عنوان ہو گا ''طارق کی کہانی''۔ اس نے کہا، اس میں کیا لکھیں گے؟ ایک طارق تھا یا کہ ایک طارق ہے؟ میں نے کہا، اگر آپ میری ہدایات کے مطابق علاج جاری رکھیں گے تو لکھوں گا کہ" ایک طارق ہے"۔ اگر آپ نے بے باقاعدگی، بد پرہیزی جاری رکھی تو لکھوں گا کہ" ایک طارق تھا"۔ افسوس! طارق بھائی نے میرا کہا نہ مانا۔ میری ہدایات پر عمل نہ کیا۔ انہوں نے اچانک روحانی علاج ترک کر دیا اور آنا جانا چھوڑ دیا۔ وہ کئی ماہ غائب رہے۔ اگر چہ وہ کافی حد تک تندرست ہو چکے تھے مگر ابھی جسم سے ہیپا ٹائٹس سی کے مکمل خاتمے کا مرحلہ باقی تھا۔ مجھے ان کے عدم تعاون پر بہت افسوس ہوا۔

کئی ماہ بعد طارق بھائی نے مجھ سے دوبارہ رابطہ کیا۔ ان کی صحت کافی زیادہ خراب تھی۔ انہوں نے مجھ سے معافی مانگی اور دوبارہ علاج کے لیے کہا۔ انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے علاج ترک کر کے بہت بڑی غلطی کی۔ اس دوران انہوں نے خوب بد پرہیزی کی۔ ان کی حالت دیکھ کر میں نے کہا، طارق بھائی اب آپ کا کیس کافی خراب ہو چکا ہے۔ تاہم، میں پھر سے کوشش کرتا ہوں۔ اگر اب بچنا ہے تو چند روز لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کثرت سے پڑھیں اور مجھ سے رابطہ رکھیں۔ طارق بھائی! کثرت سے ذکر نہ کر سکے۔ ایک دن وہ بے ہوش ہو گئے۔ انہیں نیشنل ہسپتال کے جگر کے وارڈ میں داخل کروا دیا گیا۔ ان کے بھائی عارف مجھے ہسپتال لے گئے۔ وہاں طارق بے ہوش پڑا تھا۔ میں نے ان کے دماغ اور دل پر کچھ دیر توجہ کی تو وہ ہوش میں آ گئے۔ کچھ روز بعد ان کی حالت دوبارہ خراب ہو گئی۔ انہیں آئی سی یو (ICU) میں منتقل کر دیا گیا۔ میں نے مراقبہ کیا تو مجھے ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے آگاہ کیا گیا کہ اب طارق کا آخری وقت آ گیا ہے۔ یہ آئی سی یو میں ہی وفات پائیں گے۔ ان کے آخری وقت، آپ ان کے پاس موجود ہوں گے۔

چند روز بعد نماز فجر کے وقت طارق کے بھائی عارف کا فون آ گیا کہ طارق کی حالت بہت خراب ہے۔ میں اس وقت وظائف پڑھ رہا تھا۔ عارف بھائی مجھے ہسپتال لے گئے۔ میں آئی سی یو (ICU) میں طارق کے سرہانے کی طرف بیٹھ گیا۔ ان کے قلب کی طرف توجہ کرتا رہا۔ درود شریف بھی پڑھتا رہا۔ طارق بھائی اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ٥

دوبارہ روحانی علاج سے طارق بھائی کی کافی زیادہ تکلیف کٹ گئی۔ہیپا ٹائٹس سی کے آخری مراحل میں جگر کی خرابی کی وجہ سے زہریلے مادے(Toxic Materials) دماغ کی طرف جاتے ہیں تو دماغ کو مکمل آکسیجن فراہم نہیں ہوتی جس وجہ سے مریض بے ہوش ہوجاتا ہے۔بے ہوشی کا یہ دورانیہ کچھ گھنٹے، کچھ دن، کئی مہینے اور کئی سال بھی ہوسکتا ہے۔اس بیماری کے آخری مرحلہ پر بعض اوقات مریض کوخون کی قے آتی ہے اور وہ وفات پاجاتا ہے۔جن مریضوں کا روحانی علاج کیا جائے وہ اس مرض سے شفا پاجاتے ہیں یا ان کی تکلیف کا دورانیہ مختصر اور کم ہوجاتا ہے۔انہیں اس مرض کے نہایت تکلیف دہ مراحل سے نہیں گزرنا پڑتا۔ مجھے ایسے بہت سے مریضوں کے علاج کا موقع ملا ہے۔روحانی علاج سے حیرت انگیز نتائج مرتب ہوتے ہیں۔تکلیف بالکل ختم یا بہت کم ہوجاتی ہے۔

بعد میں، میں طارق بھائی کی نمازِ جنازہ میں شامل ہوا اور تدفین کے موقع پر بھی موجود رہا۔گاہے بگاہے ان کی روح کی طرف توجہ کرتا رہا۔ چند روز بعد بذریعہ کشف ومراقبہ ان سے ملاقات ہوئی۔الحمدللہ ان کی حالت اچھی تھی۔ان کی وفات کے بعد ہر جمعرات کومحفلِ ذکر میں ان کا نام لے کر، ان کے لیے دعائے مغفرت کی جارہی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ چند ایک بار ہمارے ہاں منعقدہ محفل ذکر میں شامل ہوئے تھے۔

طارق بھائی کے آخری ایام میں علاج کے دوران ان کے بھائی عارف سے بھی رابطہ رہا۔ عارف بھائی کی قریبی عزیزہ کئی برس سے شدید بیمار تھی۔ایک دن انہوں نے مجھ سے ان کا ذکر کیا اور روحانی علاج کے لیے کہا۔ میں نے کہا چند روز ان کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین پڑھیں۔سورۂ یٰسین کی آواز ان کے کانوں تک پہنچنی چاہیے۔انہوں نے چند روز سورۂ یٰسین پڑھی تو مریضہ کی سختی، آسانی میں بدل گئی۔وہ اللہ کو پیاری ہوگئی۔

ایک دن، عارف بھائی کا فون آیا کہ ہسپتال میں قریب کے بیڈ پر ایک مریضہ قریباً ایک ماہ سے بے ہوش ہے۔ مریضہ کا اس شہر میں کوئی بھی عزیز رشتہ دار نہیں ہے۔صرف ایک ہی بیٹا ہے۔ جو بہت پریشان ہے۔عارف بھائی نے اس سے میری بات کرائی۔ میں نے اسے کہا کہ اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھ کر سورۂ یٰسین پڑھیں۔اس نوجوان نے ایک بار ہی سورۂ یٰسین پڑھی تھی کہ اس کی والدہ پر جان کنی کی کیفیت آسان ہوگئی۔

عزیزانِ من! مذکورہ بالا واقعات میں بندہ عاجز نے ساہیوال والی خاتون، طارق بھائی، ان کے بھائی عارف اور ان سے متعلقہ افراد کی نہایت محبت اور خلوص سے، بلا کسی دنیوی غرض کے خدمت کی۔ان سے کوئی خدمت نہیں لی۔کوئی معاوضہ اور ہدیہ بھی نہیں لیا۔مشائخ کے طریقے کے مطابق ہر بار ان کی خدمت بھی کی۔اغراض ومقاصد حاصل ہونے کے بعد یہ خواتین وحضرات اچانک غائب ہوگئے۔نہ شکریہ، نہ سلام دعا۔ایک بار اتفاقاً عارف صاحب سے فون پر بات ہوئی تو میں نے اپنا تعارف کرایا۔انہوں نے مجھے پہچاننے سے انکار کردیا۔ جو لوگ فی سبیل اللہ کام کرتے ہیں لوگ انہیں بے وقوف اور احمق سمجھتے ہیں۔وہ لوگ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر تواضع اختیار کرتے ہیں اور یہ اسے کچھ اور ہی مفہوم دے دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا سے بڑھ کر بھلا کیا بات ہوگی۔لوگوں کی عجیب وغریب نفسیات اور بے حسی، بے مروتی اور خودغرضی پر مبنی رویے دیکھ کر بہت حیرت ہوتی ہے۔

③

بندہ عاجز کے والدمحترم نے 8 ستمبر 2001ءکووفات پائی۔وہ بھی ہیپا ٹائٹس سی کے مریض تھے۔اس وقت مجھے اس مرض کے روحانی علاج کے طریقہ سے آگاہی نہیں تھی۔توجہ کرنے کا طریقہ آتا تھا۔توجہ کا اثر بھی ہوتا تھا مگر مجھے اس بات کی خبرنہیں تھی کہ اس توجہ سے ہر قسم کے مرض کا علاج ممکن ہے اورجسم کے اعضا کی کارکردگی کافی بہتر بنائی جاسکتی ہے۔

میرے والدِمحترم،ڈاکٹرحسن اختر بخاری کے زیرعلاج تھے اورنیشنل ہسپتال میں داخل تھے۔ایک دن وہ بے ہوش ہو گئے۔ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جگر کے مردہ خلیے خون میں شامل ہوکر دماغ تک پہنچ جاتے ہیں۔دماغ کوآکسیجن کی فراہمی معطل ہوجاتی ہے جس سے مریض کوما میں چلا جاتا ہے۔مریض کب ہوش میں آئے گا،اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔اس وقت ہسپتال میں میرے علاوہ میری والدہ،بہن اور کچھ دیگر اعزہ واقارب بھی موجود تھے۔ہم سب بہت پریشان تھے۔اس حالت میں مجھے روحانی گائیڈ لائن ملنا شروع ہوگئی۔ہدایات واضح تھیں۔میں ان ہدایات کے مطابق قرآنی آیات کی تلاوت کرنے لگا۔پھر والدصاحب کے سرہانے کے پاس کھڑا ہوکر ان کے قلب کی طرف توجہ کر کے آہستہ آواز سے کلمہ طیبہ کا وردشروع کردیا۔ہر بار'لا الہٰ'پڑھ کر'الا اللہ' کی ضرب ان کے قلب پر لگانے لگا۔کچھ دیر بعدوہ پلکیں جھپکنے لگے۔کلمہ طیبہ سے توجہ کی برکت سے وہ ہوش میں آنے لگے۔تھوڑی دیر بعدان کی زبان پرکلمہ طیبہ کا ورد جاری ہوگیا اوراس ورد کے دوران وہ مکمل ہوش میں آگئے۔الحمدللہ توجہ کی بدولت ان کا قلب جاری ہوگیا اور وہ ہوش میں بھی آگئے۔اس بات پرڈاکٹرز،نرسزاوراردگرد کے تمام افرادحیران ہوئے۔

④

سحروآسیب،حسداورنظرِ بد کے اثرات سے فوری نجات کے لیے قوت نظر سے کام لیتے ہوئے مریض یا مریضہ کو فوری آرام (Immediate Relief) مہیا کیا جاسکتا ہے۔اس ضمن میں اسمِ ذات کی توجہ سے فوری افاقہ حاصل ہوتا ہے۔اسے" ایمرجنسی تصرف" کہا جاتا ہے۔عموماً کہا جاتا ہے کہ آسیب زدہ کی آنکھوں سے آنکھیں ملائیں تو انسان خود متاثر ہوجاتا ہے۔علاج کے دوران میں نے کئی بار آسیب زدہ کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر توجہ کی اوراللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مریض کوآسیب سے چھٹکارامل گیا۔اس علاج کے دوران اکثر ایسے ہوا کہ مریض کی باطنی نگاہ بیدار ہوگئی،قلب روشن اورذاکر ہوگیا۔

ایک بارمسزفیض اپنی بیٹی کے ہمراہ آئیں۔وہ بہت بیماراورلاغردکھائی دیتی تھیں۔میں نے فوری توجہ دینے کا فیصلہ کیا۔انہیں آنکھیں بندکر کے مراقبہ کرنے کوکہا۔خودبھی آنکھیں بندکرکے ان کے تمام لطائف پر،خصوصاًلطیفۂ قلب پرتوجہ کی۔انہیں ہدایت کی کہ دورانِ توجہ ومراقبہ جو کیفیات وتبدیلی محسوس ہو،مجھے آگاہ کرتی رہیں۔کچھ دیر کی توجہ کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہوگئیں۔دورانِ توجہ میں نے ان کے ماتھے پرکلمہ طیبہ،دائیں کندھے پر'اللہ'اور بائیں کندھے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسمِ گرامی'محمد' لکھ دیا۔ان سے اس بات کا ذکر نہیں کیا اوران سے پوچھا کہ انہیں اپنے ماتھے اوردائیں بائیں کندھوں پرکیا لکھا نظرآتا ہے۔انہیں میرے تصور میں موجودترتیب کے مطابق ماتھے پرکلمہ طیبہ،دائیں کندھے پراسمِ ذات (اللہ)اور بائیں کندھے پراسمِ نبی کریم ﷺ (محمد) لکھے نظرآئے۔انہوں نے میرے مندرجات کی تصدیق کی۔

⑤

جسمانی وروحانی امراض کی طرح دماغی ونفسیاتی امراض میں بھی قوتِ نگاہ کی بدولت فوراً آرام ملتا ہے۔اس توجہ کی بدولت ایسے بہت سے مریض جو بدخیالی، وہم، ڈپریشن کا شکار تھے اور خودکشی کا ارادہ کر چکے تھے انہیں فوری آرام ملا۔

ذہنی ونفسیاتی امراض کے علاج کے سلسلہ میں دورانِ مراقبہ مجھے باقاعدہ تربیت ملی۔مراقبہ میں مجھے مغز انسانی دکھایا گیا۔اس کے اردگرد کلونجی کے بیجوں کی مانند باریک سیاہ دھبے نظر آتے تھے۔ مجھے اس پر توجہ کرنے کو کہا گیا۔ جب میں نے توجہ کی تو وہ سیاہ دھبے غائب ہو گئے۔آواز آئی کہ انسانی دماغ کے اردگرد روحانی طور پر اس طرح کے سیاہ دھبے پڑ جائیں تو وہ مختلف ذہنی ونفسیاتی امراض میں مبتلا ہوجاتا ہے۔توجہ سے یہ دھبے دور ہوجاتے ہیں اور مریض ذہنی ونفسیاتی لحاظ سے تندرست ہوجاتا ہے۔

⑥

خالد بھائی تعلیمی بورڈ فیصل آباد میں ملازم ہیں۔ان کی مسز معدے کے کینسر کا شکار ہوگئی۔ میں نے اسے سوالاکھ بار کلمہ شریف مع درود شریف، سوالاکھ بار بسم اللہ الرحمن اور سوالاکھ بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ پڑھنے کو کہا۔انہیں پانی، چینی، سرسوں کا تیل اور چھوٹی الائچیاں دم کر کے دیں اور دوتین بار توجہ دی۔الحمدُ للہ تین ماہ کے عرصہ میں وہ بالکل تندرست ہوگئیں۔ان کی صحت بہت اچھی ہوگئی۔شوکت خانم ہسپتال لاہور سے معائنہ اور ٹیسٹوں کے بعد ان کی شفایابی کی تصدیق ہوگئی۔

⑦

ڈاکٹر شفیق احمد (ایم۔بی۔بی۔ایس) سابقہ ڈسٹرکٹ آفیسر ضلع کونسل فیصل آباد شدید بیمار ہو گئے۔ میں ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر واقع خیابان کالونی فیصل آباد میں حاضر ہوا۔ڈاکٹر صاحب بہت کمزور نظر آرہے تھے۔کوئی دوا بھی کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ وہ چند دنوں کے مہمان لگ رہے تھے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ نے الحمد شریف سے استعانت طلب نہیں کی۔انہوں نے کہا نہیں۔ مجھے حیرت ہوئی کیونکہ ڈاکٹر صاحب نہایت دین دار اور سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔میں نے انہیں ہر نماز کے بعد گیارہ بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر خود کو دم کرنے کو کہا۔ چند روز بعد ڈاکٹر صاحب بالکل تندرست ہوگئے اور مجھے ملنے، میرے طارق آباد کے آفس میں آئے۔

⑧

مسز محمد یار (دختر زاہدہ پروین) قادری سلسلہ میں بندۂ عاجز سے بیعت ہیں۔قریباً تین برس قبل وہ اپنی والدہ کے ہمراہ میرے پاس آئیں۔ان کی چھاتی میں رسولی بن گئی تھی۔لیڈی ڈاکٹر کو چیک اَپ کرایا تو اس نے تجویز کیا کہ اس کا علاج صرف آپریشن ہی ہے۔میں نے اسے کہا کہ چند روز اپنی والدہ کے ہمراہ آئیں۔توجہ سے علاج کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔انہیں آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرنے کو کہا اور تاکید کی کہ دورانِ مراقبہ جو کچھ بھی محسوس ہو یا نظر آئے اس سے مجھے آگاہ کرتی رہیں۔میں نے بھی آنکھیں بند کر کے توجہ شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد اس نے بتایا کہ مجھے اپنی چھاتی میں رسولی کے مقام پر ایک لمبا، پتلا سا کیڑا نظر آرہا ہے جس کی کئی باریک سی ٹانگیں ہیں۔آپ کی توجہ کی بدولت اس پر روشنی سی پڑ رہی ہے اور یہ تڑپ رہا ہے۔ جب یہ حرکت کرتا ہے تو مجھے رسولی کے مقام پر درد محسوس ہوتی ہے۔دوتین روز کی توجہ کے

بعد اس نظر آنے والے کیڑے کا سائز چھوٹا ہوگیا۔اس کے بعد غالباً چوتھے یا پانچویں روز میں نے توجہ کی جس سے اس کیڑے کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔چندروز بعد وہ رسولی بالکل ختم ہوگئی۔

ہر بیماری کی ایک روحانی شکل ہوتی ہے۔یہ بیماری عموماً کسی جانور کی شکل میں نظر آتی ہے۔کینسر یا سرطان کی روحانی شکل بچھو جیسی ہے۔مسز محمد یار اس بات سے لاعلم تھی۔اسے بچھونما کیڑا نظر آنا اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کا مشاہدہ درست ہے۔مشاہدہ وتوجہ کے عین مطابق روحانی سطح پر شفا کے نتیجہ میں وہ رسولی ختم ہوگئی۔لیڈی ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد شفایابی کی تصدیق کردی۔

⑨

یاسر بھائی ایم اے ایجوکیشن میں میرے ہم جماعت تھے۔وہ نابینا تھے۔ایک دن مجھے باتوں کے دوران پتہ چلا کہ بچپن میں انہیں آنکھوں کا ایک مرض لاحق ہوا تھا جس کی وجہ سے بینائی جاتی رہی۔میڈیکل سائنس میں اب تک اس بیماری کا علاج دریافت نہیں ہوا۔انہوں نے کئی جگہوں سے روحانی علاج بھی کرایا مگر شفا حاصل نہیں ہوئی۔میں نے انہیں اپنی خدمات پیش کیں مگر وہ اس قدر مایوس ہوچکے تھے کہ انہوں نے میری بات سُنی ان سُنی کردی۔ایک دن میں یاسر بھائی سے ملنے اس کے گھر واقع ناظم آباد فیصل آباد گیا تو ان سے کہا، یاسر بھائی میں آپ کی طرف توجہ کرتا ہوں، آپ محسوس کر کے بتائیں کہ آپ کو اپنے چہرے پر کہاں توجہ محسوس ہوتی ہے۔میں نے ان کے ماتھے پر دونوں آنکھوں کے درمیان ناک کے عین اوپر کے مقام پر توجہ دینا شروع کردی۔کچھ دیر بعد میں نے پوچھا یاسر بھائی آپ کو کہاں پر توجہ محسوس ہوئی؟ انہوں نے عین اُسی مقام پر انگلی رکھ دی جہاں میں توجہ دے رہا تھا۔اس سے تصدیق ہوگئی کہ میری توجہ کام کررہی ہے اور انہیں توجہ محسوس بھی ہورہی ہے۔اب میں نے ان کی آنکھوں پر توجہ شروع کردی اور پوچھا کہ کیا محسوس ہورہا ہے۔انہوں نے بتایا کہ کچھ روشنی محسوس ہورہی ہے۔میں نے ان سے کہا آپ غور کرکے بتائیں کہ میں نے کس رنگ کا لباس پہنا ہوا ہے۔انہوں نے بتایا کہ ہلکے رنگ کا۔ان کا یہ اندازہ بھی درست تھا۔کچھ دیر توجہ کے بعد میں نے انہیں پڑھنے کے لیے کچھ پڑھائی بتادی اور توجہ کے لیے آئندہ رابطہ کرنے کا کہا۔بعد میں انہوں نے اس ضمن میں رابطہ نہیں کیا۔غالباً انہیں یقین ہوگیا تھا کہ وہ کبھی بھی دیکھ نہیں پائیں گے۔جبکہ مجھے یقین تھا کہ ہفتے دس روز کی توجہ کے بعد ان کی نظر بحال ہوجائے گی۔ان کی عدم دلچسپی اور عدم تعاون کی وجہ سے میں نے بھی ان کی مدد کا ارادہ ترک کردیا۔جب نصیب نہ ہو تو انسان خود ہی نعمت کو ٹھکرادیتا ہے۔

روحانی تربیت کے دوران سالک کے علم الیقین کو عین الیقین اور حق الیقین میں تبدیل کرنے کے لیے نہایت حکمت سے مختلف روحانی مشاہدات کرائے جاتے ہیں اور کیفیات ومحسوسات اور مدرکات سے اس کی روحانی تربیت کا سلسلہ کمال تک پہنچایا جاتا ہے۔

ان روحانی مشاہدات وتجربات کی بدولت سالک راہِ طریقت خود کو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے قریب سے قریب تر پاتا ہے۔قرب ومعیّت، خیروبرکت، عزت ومرتبہ کے حصول کا ادراک وشعور روحانی، راہِ محبت کے مسافر کا اصل سرمایہ اور اثاثہ ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے توسل، فیضان، توجہ ومحبت کے بغیر انسان کو کسی طرح کی کوئی خیر، بھلائی، عزت، مرتبہ، ایقان، عرفان، حاصل نہیں ہوسکتے۔جس طرح ہر مسلمان ومؤمن علمِ ظاہر (علمِ شریعت) میں نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا محتاج ہے اسی طرح وہ علمِ باطن (علمِ طریقت، علمِ معرفت اور علمِ حقیقت) میں آپ ﷺ کا محتاج ہے۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں ؎

در دلِ مُسلم مقامِ مصطفیٰ است آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

مسلمان کے دل میں نبی کریم ﷺ کا مقام (ٹھکانہ، قیام، محبت اور عرفان) ہے۔ہماری عزت نبی کریم ﷺ کی بدولت ہی ہے۔

روحانی تربیت کے دوران، سالک پر یا سالک کے ذریعے جو دلچسپ، حیرت انگیز اور ایمان افروز امور ظاہر ہوتے ہیں درحقیقت وہ نبی کریم ﷺ کے روحانی فیضان، تصرف اور توجہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔وہ ذاتِ باری تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہونے والے معجزات ہوتے ہیں۔اس حقیقت سے سالک راہِ حقیقت بفضلِ تعالیٰ اچھی طرح آگاہ ہوتا ہے اور اس طرح کے امور سے اس کے ایمان وایقان میں اضافہ ہوتا ہے۔

ذاتی مشاہدات وتجرباتِ روحانی:۔ روحانی دنیا میں ہر سالک کے مزاج، مقام ومرتبہ کے مطابق 'روحانی نصاب' تجویز کیا جاتا ہے اور اس کے مطابق اس کی روحانی تربیت کی جاتی ہے۔اسے القا، الہام، کشف ومشاہدہ کے ذریعے گائیڈ کیا جاتا ہے اور پریکٹیکلز کرائے جاتے ہیں۔اس ضمن میں بندہ اپنے روحانی سفر کے حوالے سے چند واقعات محبّانِ صادق کے لیے سپردِ قلم کرتا ہے۔

①

طالب علمی کے زمانہ کی بات ہے۔ایک دن مجھے شدید بخار ہوگیا۔میں نے اپنے والدِ محترم سے کہا کہ ڈاکٹر سے میڈیسن لے کر آنی ہے مجھے کچھ روپے دے دیں۔والدِ محترم نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''بیٹا! دیکھو! تمہارا زیادہ رجحان تعلیم وعبادت کی طرف ہے۔تمہیں اپنے روزگار کی فکر نہیں۔تمہیں بخار ہے۔تم ڈاکٹر کو اس کی فیس اور میڈیسن کی قیمت ادا کروگے تو تمہیں میڈیسن ملے گی۔میڈیسن کھاؤ گے تو آرام آئے گا۔زندگی گزارنے کے لیے معقول روزگار کا حصول بھی ضروری ہے۔دنیا کے تمام کام روپے پیسے سے ہوتے ہیں۔اس حالت میں تم زندگی کیسے گزاروگے؟''۔والدِ محترم نے بجا فرمایا تھا۔مگر میں ان دنوں مغلوب الحال تھا۔ان دنوں مجھے کثرت سے ذکرِ الٰہی کرنے اور درود شریف پڑھنے کی توفیق حاصل تھی۔ان امور کے علاوہ دیگر معاملاتِ زندگی میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی تھی۔کھیل کود، تفریح، آرام اور دوست، احباب سے میل ملاقات کی بھی رغبت نہیں تھی۔میں نے ٹیلی ویژن دیکھنا چھوڑ دیا تھا۔کھانا پینا برائے نام رہ گیا تھا۔ بہن بھائیوں سے گفتگو بھی برائے نام ہوتی تھی۔میرے والدین میری اسی حالت پر تشویش کا شکار تھے۔والدِ محترم نے جب فرمایا کہ دنیا کے تمام کام روپے پیسے سے ہوتے ہیں تو مجھ پر عجیب سے کیفیت طاری ہوگئی۔میں نے عرض کیا، ابا جی، آپ نے بجا فرمایا ہے مگر دنیا کے تمام کام روپے پیسے سے نہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوتے ہیں۔آپ میرے مستقبل کے بارے میں پریشان نہ ہوں۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سب کچھ حاصل ہوجائے گا۔والدِ محترم نے

فرمایا تو پھر بتاؤ کہ میڈیسن نہیں لوگے تو بخار کیسے اترے گا؟'' میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بغیر میڈیسن کے تھوڑی دیر میں اتر جائے گا۔ آپ مجھے صرف پانچ دس منٹ دے دیں۔ انہوں نے فرمایا، ''تم کیا کروگے؟'' میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ کو یاد کروں گا۔ آپ میرا بخار چیک کریں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر، چھوکر چیک کیا۔ میں نے اسی وقت وضو کیا، کمرے میں جاکر میں نے دل وجان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور دعا کی کہ یا اللہ! اسی وقت میرا بخار اتار دیں۔ کچھ دیر بعد مجھے پسینہ آیا اور بخار اتر گیا۔ میں نے والدِ محترم کو چیک کرایا۔ بخار اتر چکا تھا۔ انہوں نے فرمایا، تم نے کیا، کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور بخار اتر گیا۔ انہوں نے کہا، ''اچھا یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہیں کمرے میں بند کردوں تو تمہیں روزی کون دے گا؟'' میں نے عرض کیا، ''اللہ تعالیٰ'' انہوں نے کہا، ''میں نے واقعی تمہیں بند کردینا ہے۔'' میں نے عرض کیا، ''بند کردیں'' انہوں نے کہا، ''کتنے دن کے لیے؟'' میں نے عرض کیا، جتنے دن آپ چاہیں؟ ایک دن، دودن، ہفتہ، دو ہفتے..... والدِ محترم جو کہتے تھے وہ کر بھی دیتے تھے۔ میں ان کی اس عادت سے اچھی طرح آگاہ تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ مجھے بند کمرے میں کھانے پینے کو مل جائے گا کیونکہ میں اس طرح کے روحانی تجربے سے پہلے ایک بار گزر چکا تھا۔ تاہم، شفقتِ پدری کے بدولت، انہوں نے یہ روحانی تجربہ نہیں کیا اور مجھے مذہبی جنونی انسان کہہ کر سلسلہ گفتگو ختم کردیا۔ والدِ محترم سے اس مکالمہ اور فوری طور پر بغیر میڈیسن کے بخار اترنے کے روحانی تجربہ ومشاہدہ کی بدولت مجھے قربِ ربانی کا لازوال احساس نصیب ہوا اور ایمان وایقان میں اضافہ ہوا۔

②

انہیں ایام میں مجھے ایک روز بحالتِ بیداری کراماً کاتبین کی زیارت نصیب ہوئی۔ طلوعِ آفتاب کے وقت آنکھ کھلی تو دیکھا کہ میرے سرہانے کی طرف دائیں اور بائیں دو سفید ریش بزرگ تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے سفید دستار باندھی ہوئی ہے۔ دونوں میری طرف دیکھ رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے تیز روشنی خارج ہو رہی ہے۔

③

بعد میں بھی چند ایک بار فرشتوں کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک بار خواب میں دیکھا کہ میں اپنے محلّے طارق آباد، فیصل آباد میں واقع جامع مسجد خدیجہؓ میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے جارہا ہوں۔ مسجد کے داخلی دروازے کے باہر دو بزرگ کرسیوں پر تشریف فرما ہیں۔ ان کے سامنے ایک بڑی میز پر بہت بڑا رجسٹر رکھا ہوا ہے۔ وہ اس رجسٹر پر کچھ لکھ رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کیا لکھ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، ہم فرشتے ہیں اور ان لوگوں کے نام لکھ رہے ہیں جو کہ اس مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرنے آرہے ہیں۔ میں نے کہا، آپ میرا بھی نام لکھ لیں۔ انہوں نے میرا نام لکھ لیا۔ میں مسجد کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ داخلے دروازے سے میرے اندر داخل ہوتے وقت، خطبہ شروع ہوگیا۔ بعد میں اسی مضمون کی حدیث پاک پڑھی تو مجھے اس مشاہدہ کی تصدیق حاصل ہوگئی۔

④

ایک بار کاہلی اور غفلت وسستی کا شکار لیٹا ہوا تھا تو میں نے حالتِ بیداری میں دیکھا کہ دو بزرگ، ہاتھ باندھے، کھڑے میری طرف دیکھ رہے ہیں اور دونوں مجھے دعا دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں، ''اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کی توفیق عطا فرمائے''۔

⑤

اسی طرح ایک بار دلائل الخیرات (وظیفہٗ درود شریف) پڑھتے وقت دیکھا کہ میرا کمرہ ملائکہ سے بھرا ہوا ہے۔اس محفلِ ملائکہ سے آواز آئی کہ یہ درود شریف پڑھتا جا رہا ہے اور اس کے مدارج بلند ہوتے جا رہے ہیں۔

ذاتِ باری تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کے لطف وکرم، توجہ وشفقت اور فیضان کی بدولت روحانی سفر کے دوران، روحانی ارتقاء حاصل ہوتا ہے۔سالک کو اپنی ذات میں اور کائنات میں، غور وفکر اور مشاہدات کی بدولت یقین کی دولت عطا ہوتی ہے۔اسے نبی کریم ﷺ، انبیائے کرام، اولیائے عظام اور فرشتوں کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔روحانی معراج نصیب ہوتا ہے۔اس کے روحانی مقام ومرتبہ کے مطابق اسے جنت، دوزخ کے مشاہدات کرائے جاتے ہیں۔اسے عالم مثال، عالم برزخ اور دیگر عالمین (عالم ملکوت، عالم جبروت، عالم لاہوت، عالم ھاھوت اور عالم ھُو) کی سیر کرائی جاتی ہے۔اس طرح اس کا 'ایمان بالغیب'، 'ایقان بالغیب'، میں تبدیل ہوتا ہے۔روحانی ارتقاء کا یہ سفر جاری رہتا ہے۔یہ سفر کبھی بھی ختم نہیں ہوگا کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ لامحدود ہے اور اس کی معرفت وعرفان کے سفر کی بھی کوئی حد نہیں۔

بندہ عاجز کو اس روحانی سفر کے دوران کئی طرح سے تعلیم وتربیت اور رہنمائی ملتی رہی۔اسے حالتِ خواب اور حالتِ بیداری میں سورۂ رحمن، سورۂ کوثر، سورۂ نصر بار بار پڑھائی گئی اور پڑھنے کی تلقین کی گئی۔اکثر مشکلات ومسائل کے حل کے لیے قبل از وقت ہی رہنمائی ملتی رہی۔چند ایک مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

①

ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہوں اور اس سے نجات پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔خواب میں ہی کوئی مجھے تلقین کرتا ہے کہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ" پڑھو۔کچھ عرصہ بعد اچانک میڈیکل چیک اَپ سے پتہ چلا کہ میرا بلڈ پریشر بہت ہائی ہے۔بلڈ پریشر 80/120 یا 90/120 کے بجائے 120/160 تھا۔کئی ماہ ہومیو پیتھک، یونانی اور ایلو پیتھک علاج کرایا مگر کوئی فرق نہ پڑا۔میں بہت پریشان ہوگیا کہ بچے چھوٹے ہیں، نہ میں ان کے لیے کچھ کرسکا اور نہ آخرت کے لیے کوئی خاص کوشش کرسکا۔اب میرا کیا بنے گا؟ اسی حالت میں پریشان بیٹھا تھا کہ دل میں خیال پیدا ہوا مُحَمَّدٌ ﷺ شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ۔پریشان نہ ہوں، محمد ﷺ گناہگاروں کے شفیع ہیں۔اس الہام سے مجھے قلبی اطمینان حاصل ہوا۔اس کے ساتھ ہی مجھے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ" کی تلقین والا خواب یاد آیا۔توفیق الٰہی سے میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کردیا۔الحمدللہ، روز بروز حالت بہتر ہوتی چلی گئی۔بلڈ پریشر نارمل ہوگیا۔موٹاپے سے نجات مل گئی۔ڈپریشن کم ہوتا چلا گیا۔ایک دن میں نے مراقبہ کیا تو دیکھا کہ کوئی تین چار آدمیوں کو مار کر گھر سے نکال رہا ہے کہ بھاگ جاؤ! انہیں پریشان کر رکھا ہے۔وہ تین چار آدمی جنہیں مار کر بھگایا گیا وہ شیاطین تھے جو تمام فساد کی جڑ تھے۔اس مشاہدہ کے بعد مجھے بفضل تعالیٰ مکمل تندرستی وشفا حاصل ہوگئی۔

②

ایک دن میں اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں تگ ودو سے گھبرا کر اور پریشان ہوکر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اولاد بھی بہت بڑی آزمائش ہے۔ان کی خاطر محنت مزدوری کرکے روزی روٹی کمانا پڑتی ہے۔انہیں تعلیم وتربیت دینے

کے لیے اپنی کمائی خرچ کرنے کے علاوہ بہت مغز ماری بھی کرنا پڑتی ہے۔انسان اپنی زندگی انجوائے نہیں کر پاتا۔اسی دوران، ہدایت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔اندر سے آواز آنے لگی کہ یہ سب کچھ بلا مقصد نہیں ہے۔رزقِ حلال کمانا اور اولاد کی تعلیم وتربیت کرنا عین عبادت ہے۔اگر آپ کو یہ پریشانی ہے کہ آپ کی اولاد آپ کے لیے صدقہ جاریہ نہیں بن سکے گی اور آپ خیر وبھلائی کے متلاشی ہیں تو اپنی اولاد کی طرح ہر ایک کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھ کر ان کی تربیت کریں۔انہیں تعلیم دیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا، آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنادے گا۔

اسی روحانی مکالمہ سے مجھے انشراح صدر اور قلبی اطمینان نصیب ہوا۔ مجھے ذہنی وفکری اور روحانی وسعت نصیب ہوئی۔جن خدشات اور مسائل کی وجہ سے میں پریشان تھا، مجھے ان خدشات سے نجات مل گئی، مسائل کا حل مل گیا۔ میں نے اس ہدایت کے مطابق اپنا دائرہ تعلیم وتربیت وسیع کردیا۔

③

ایک بار پریشان تھا تو خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ پر حالتِ پریشانی میں چہل قدمی کررہا ہوں۔وہاں دو بزرگ تشریف فرما ہیں۔ان میں سے کوئی ایک یا دونوں مجھے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ اللہ کے بندے پریشان نہ ہوں۔آپ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں ہیں۔

④

ایک دن، ایک روحانی طالبہ، مس لبنیٰ ملاقات کے لیے آئی۔وہ کہنے لگی، سر! میں مراقبہ کررہی تھی تو دیکھا کہ خانہ کعبہ حاضر ہوں۔اس کے بعد میں روضۂ رسول حاضر ہوئی۔ مجھے نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی مجلس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔وہاں آپ بھی حاضر ہیں۔ نبی کریم ﷺ آپ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ محمود، پریشان نہ ہوں۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا، پریشانی دور ہوجائے گی۔اپنا مشاہدہ بیان کرنے کے بعد لبنیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ پریشان ہیں؟ میں نے کہا پہلے پریشان تھا۔اب آپ کے ذریعے سرکار نبی کریم ﷺ کا پیغام موصول ہوا ہے تو تمام پریشانی دور ہوگئی ہے۔

عزیزانِ من! روحانی تعلیم وتربیت کے دوران حاصل ہونے والی محبت، توجہ، شفقت، ہمدردی، عنایات اور رہنمائی سے انسانی خودی کو جو ارتقاء حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی محبت وشفقت ،لطف وکرم اور فضل وعنایت کی کوئی حد نہیں۔ بہانے بہانے سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔کئی طرح سے عزت افزائی ہوتی ہے۔ ہر طرح کا تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ادھر دل میں کوئی خیال آیا، کوئی دکھ درد محسوس ہوا اُدھر سے فوراً مداوا ہوا۔دل سے ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا رشتہ اس قدر قریبی ہے کہ اس کے لیے لفظ قریب بھی استعمال نہیں ہوسکتا۔آپ بھی اپنے دل کا جائزہ لیں۔آپ کو بھی یہ قرب محسوس ہوگا۔ ذرا غور تو کرکے دیکھیں۔اپنے روزمرہ معاملات اور معمولات کا جائزہ لیں۔آپ کو وہ بڑا مہربان، نہایت رحم فرمانے والا، مالک وخالق، معبودِ حقیقی بے پناہ محبت کے ساتھ اپنے ساتھ، اپنے بہت قریب محسوس ہوگا اور ہر حال میں اپنا مربی، مددگار اور ہادی نظر آئے گا۔وہ سب کے قریب ہے۔اس کی سب پر نگاہ ہے۔وہ سب کی سنتا ہے۔ہمیں صرف اپنا فکر وعمل درست کرنے کی ضرورت ہے۔فکر وعمل درست ہوتے ہی فکری و

نظری پردے ہٹ جاتے ہیں اور قربِ الٰہی کا احساس اجاگر ہوجاتا ہے۔

روحانی تعلیم وتربیت کے دوران، سالک کو نبی کریم ﷺ سے بالواسطہ رہنمائی بھی ملتی ہے اور بلاواسطہ بھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان وعظمت کے مطابق جیسے چاہیں انسان کو ہدایت اور رہنمائی عطا فرماتے ہیں اور اس کی مدد فرماتے ہیں۔

⑤

بندہ عاجز کو حالتِ بیداری اور حالتِ خواب، دونوں طرح نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ایک بار روزمرہ کے معمولات اور ذکروفکر سے تھک کر میں جائے نماز پر ہی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اچانک کمرے میں خوشبو آنے لگی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ میں بے ساختہ آپ کے مبارک قدموں سے لپٹ گیا۔ آپ ﷺ نے محبت وشفقت سے ارشاد فرمایا، تمام کام سرانجام دینے اور ذکروفکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آرام کا بھی خیال رکھا کریں۔ اس دوران بندہ عاجز نے اپنے بیٹے حامد علی انجم کی تعلیم وتربیت کے بارے میں اپنی تشویش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ اس کی فکر کرنا چھوڑ دیں۔ اس کی تعلیم وتربیت ہم خود کریں گے۔ سرکار نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی طرف سے اس بشارت پر بندہ عاجز کو بہت زیادہ مسرت نصیب ہوئی۔

(الحمدللہ علیٰ ذالک والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ)

⑥

بندہ عاجز نے جب بھی حالتِ مراقبہ میں بھی نبی کریم ﷺ سے رابطہ کیا۔ آپ ﷺ کی طرف سے فوراً مددو رہنمائی حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ کے ادب واحترام کی وجہ سے بندہ عاجز نے مراقبہ کے ذریعے آپ ﷺ سے بار بار رابطہ کی کوشش نہیں کی۔

مبین نامی سٹوڈنٹ، میرے پاس، چشتیہ کالج میں پڑھتا تھا۔ ایک دن مبین میرے پاس آیا تو میں نے اسے کہا' مبین تمہیں آج کسی بزرگ کی زیارت کراتا ہوں۔ میں نے اسے بزرگ کا نام نہیں بتایا۔ اس کے سامنے، پردے میں ایک کاغذ پر نام لکھ کر وہ کاغذ اُلٹا کر پاس رکھ لیا۔ میں نے اسے آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا، مجھے ایک بزرگ نظر آرہے ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا ہے اور انہوں نے مسنون طریقے سے سلام کا جواب دیا ہے۔ میں نے انہیں اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ اس کے بعد وہ بزرگ تشریف لے گئے۔ مبین نے آنکھیں کھول دیں۔ میرے آفس کی الماری پر 50/60 بزرگوں کی شبیہات پر مبنی ایک تصویر پڑی تھی۔ میں نے اسے اس تصویر میں سے اس بزرگ کو پہچاننے کو کہا۔ اس نے ایک شبیہ پر انگلی رکھ دی اور کہا کہ میں نے اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی مجھے زیارت ہوئی۔ اس شبیہ کے ساتھ دیے گئے نمبر کے مطابق دیکھا تو وہ بزرگ جن کی یہ شبیہ تھی ان کا نام حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔ مبین کے مشاہدہ کرنے سے قبل میں نے جو تحریر لکھ کر رکھی تھی، مبین سے اسے پڑھنے کے لیے کہا۔ اس پر بھی حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسمِ گرامی درج تھا۔ اس طرح مشاہدہ کے یقینی ہونے پر، مبین بہت حیرت زدہ ہوگیا۔ کچھ برس بعد مبین سعودی عرب کے شہر جدہ میں اپنے ماموں کے پاس چلا گیا۔ 2006ء میں بندہ عاجز کو اپنی مسز کے ہمراہ عمرہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہاں قیام کے دوران ایک دن مبین کا فون آیا اور کہنے لگا، سر! میرے ماموں

جب بھی عمرہ کے ارادے سے نکلتے ہیں تو ان کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔اس مسئلہ کا حل بتائیں۔میں نے کہا کہ ان شاء اللہ کل صبح اس مسئلہ کا حل بتاؤں گا مگر شرط یہ ہے کہ مسئلہ حل ہونے پر آپ کے ماموں کو میرے کہنے پر کوئی نیکی کا کام کرنا ہوگا۔ اس کے ماموں نے وعدہ کرلیا۔میں نے مراقبہ میں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں مسئلہ عرض کیا۔مجھے بحالتِ مراقبہ ہدایت ملی، ''انہیں بھیج دیں'' اس اجازت اور حکم سے مبین کے ذریعے اس کے ماموں کو مطلع کر دیا گیا۔ان کے عمرے کی حاضری ہوگئی۔میں نے مبین سے کہا، اپنے ماموں سے کہیں کہ چاولوں کی دو دیگیں اتار کر کسی یتیم خانے میں بھیج دیں۔قریباً ایک دو سال بعد میں فیصل آباد میں اپنے آفس میں بیٹھا تھا کہ مبین کی والدہ پریشان سی میرے پاس آئیں۔وہ کہنے لگیں، جدہ میں میرے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔انہیں یاد آیا کہ انہوں نے یتیم خانے چاولوں کی دو دیگیں بھیجنی تھی۔میں نے کہا، چاولوں کی دیگیں اتار کر یتیم خانے بھیج دیں۔اگر وہ یہ کام پہلے ہی کر لیتے تو شاید یہ حادثہ پیش نہ آتا۔انہوں نے فوراً حسبِ ہدایت عمل کیا۔

⑦

روحانی علاج کے سلسلہ میں بعض اوقات فوری طور پر ایسی ہدایات ملتی ہیں جو پہلے کبھی پڑھنے، سننے میں نہیں آئی ہوتیں۔مگر ان کی حکمت آشکار ہونے پر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ایک روز ایک سٹوڈنٹ نے اپنی پریشانی بیان کی۔وہ کہنے لگا، سر کئی روز سے قبض کی شکایت ہے۔علاج معالجہ سے بھی کوئی فرق نہیں پڑا۔میں نے کہا۔تمہارے پاس کچھ روپے ہیں؟ اس نے کہا، جی! میں نے کہا، ساتھ والے سٹور سے کچھ بسکٹ لے آؤ۔جب وہ لے آیا تو اسے کہا کہ کلاس میں جتنے سٹوڈنٹس ہیں سب کو بسکٹس پیش کریں اور انہیں پانی پلائیں۔اس نے حسبِ ہدایت عمل کیا۔اگلے دن، صبح وہ آیا تو بہت ہشاش بشاش تھا۔اس کا مسئلہ حل ہو چکا تھا۔اس نے کہا سر! مجھے آرام تو آ گیا ہے، مگر اس علاج میں کیا حکمت ہے؟ میں نے کہا بھائی سیدھی سادی بات ہے کہ صدقہ بلا کو ٹالتا ہے۔ہر نیک کام صدقہ ہے۔آپ نے کلاس میں موجود سٹوڈنٹس کی خدمت کی، انہیں بسکٹس کھلائے اور پانی پلایا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی پریشانی دور فرما دی۔

⑧

ایک روز آمنہ نامی طالبہ بہت پریشان نظر آئی۔میں نے اس سے پریشانی کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ اس کی خالہ جو کہ کافی عرصہ سے شدید بیمار تھی چند روز سے نہایت تکلیف دہ جانکنی کی کیفیت میں مبتلا ہیں۔ان کے پاس بیٹھ کر کافی پڑھائی کی اور کرائی ہے۔کئی بزرگوں سے دعا بھی کرائی ہے۔جن لوگوں کی ناراضگی تھی یا جن کی حق تلفی ہوئی تھی ان سے معاف بھی کرایا ہے مگر پھر بھی ان کی جان نہیں نکلتی! میں نے اپنے برسوں کے روحانی تجربات کی بنا پر کہا، آمنہ ان کے پاس بیٹھ کر تین روز مسلسل سورہ یٰسین کی تلاوت کریں۔روزانہ بہتر بار سورہ یٰسین پڑھی جائے۔انہوں نے تین دن یہ عمل کیا مگر مقصد حاصل نہ ہوا۔میں حیران ہوا کہ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ سورۂ یٰسین سے استمداد کیا جائے اور فائدہ نہ ہو۔اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوا تو ہدایت ملی کہ تین روز مسلسل، روزانہ بہتر بار سورۂ ملک پڑھائی جائے۔سورۂ ملک منجّی (نجات دلانے والی) ہے۔انہوں نے حسبِ ہدایت عمل کیا تو تیسرے روز اس خاتون کو تکلیف سے نجات حاصل ہوگئی۔وہ وفات پا گئی۔اس کے بعد بندہ عاجز کا معمول ہوگیا کہ مشکل مہم کے لیے تین روز مسلسل روزانہ بہتر بار سورۂ یٰسین اور

بہتر بار سورۂ ملک پڑھنے کی تلقین کی اور اس عمل سے ہر مشکل آسان ہوئی۔ گمشدہ گھر واپس آ گیا۔ رشتوں کی رکاوٹ دور ہو گئی۔ قاتل کا سراغ مل گیا۔ اس عمل سے ناممکن نظر آنے والے کام ممکن ہو گئے۔

⑨

کلامِ الٰہی (قرآنِ حکیم کی کسی سورہ مقدسہ، آیت یا آیات) کی صورت میں ملنے والی روحانی ہدایت و رہنمائی، وجدان، القا، الہام اور کشف و مشاہدہ کی واضح ترین، حتمی اور بالکل یقینی صورت ہے۔ بعد میں پیش آنے والے حالات و واقعات اور نتائج سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح کشف و الہام اور مشاہدہ و تجربہ روحانی کی صداقت کو اس کے اثرات و نتائج سے پرکھا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اس معیار یا کسوٹی کا ذکر اس طرح سے آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ ابراہیم [14:24-26]

کیا آپ نے نہیں دیکھا، اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کہ پاکیزہ بات اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں وہ (درخت) اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دے رہا ہے، اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل اور ناپاک بات کی مثال اس ناپاک درخت کی سی ہے جسے زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے، اسے ذرا بھی قرار (وبقا) نہ ہو o

عزیزانِ من! قرآن و سنت کے معیار پر پورا اترنے والا اور واقعات و نتائج سے تصدیق پانے والا کشف و الہام ذاتِ باری تعالیٰ سے، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے، دیگر تمام انبیاء کرام و رسل سے، اولیائے عظام سے رابطے کا اور سچ تک رسائی کا یقینی اور حتمی ذریعہ ہے۔ جب آپ پریشان ہو، اپنی پریشانی کا کسی سے بھی ذکر نہ کریں۔ بلکہ دل میں کوئی خیال ہو اور اس کا اپنی زبان پر ذکر نہ لائیں۔ دل میں کوئی خواہش، حاجت یا دعا ہو یا کوئی سوال ہو اور آپ اس خواہش یا حاجت کا کسی سے بھی ذکر نہ کریں۔ پھر ایسی خواہش یا حاجت کے پورا ہونے، دعا کے قبول ہونے اور سوال کے کسی نہ کسی صورت میں جواب ملنے سے نہایت اعلیٰ و برتر، علیم و خبیر، قادرِ مطلق، رحمن و رحیم ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت پر مبنی ربط و تعلق کا ایمان افروز، انمول احساس اور حق پر مبنی علم، معرفت یا عرفان کہلاتا ہے۔

بندہ عاجز کو اپنے روحانی سفر کے دوران اکثر ایسے مشاہدات و تجربات ہوتے رہے ہیں اور الحمدللہ اب بھی ہو رہے ہیں، جن کی بدولت ہر غم و خوشی میں لحہ بہ لحہ قربِ حق اور قربِ نبوی ﷺ میں اضافہ محسوس ہوتا رہتا ہے۔ اس ضمن میں بطورِ شکرِ نعمت کچھ واقعات پیش خدمت ہیں۔

ایک روز، نمازِ فجر کے وقت نیم بیداری میں دیکھا کہ مجھے کوئی تلقین کر رہا ہے کہ پڑھو ''اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ o بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا) ہے o'' میں نے حسبِ ہدایت پڑھنا شروع ہو گیا۔ میں کچھ دیر تک یہ آیت مقدسہ پڑھتا رہا پھر نمازِ فجر کے لیے اُٹھ گیا۔ صبر کی منزل آنے پر میں ڈر گیا مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ

کی وجہ سے اطمینانِ قلبی محسوس کیا۔ان دنوں میں خالد بک ڈپولاہور، بابر بک ڈپولاہوراور ہمدرد کتب خانہ کے لیے مختلف کلاسز (پرائمری تا بے اے لیول) کی اردو، انگریزی، کمپیوٹر سائنس کی نصابی وغیر نصابی کتب لکھا کرتا تھا۔الحمدللہ کتابیں معیاری ہونے کی وجہ سے کافی زیادہ تعداد میں فروخت ہوجاتی تھیں۔پبلشرز حضرات ہرایک کتاب کے لیے طے شدہ معاوضہ بیک وقت ادا کرتے تھے۔رائلٹی نہیں دیتے تھے۔ان دنوں میں کرائے کے گھر پر رہتا تھا۔گھراور آفس کا کرایہ دینے کے لیے، دیگر اخراجات کی تکمیل کے لیے اوراپنا گھر بنانے کے لیے 1989ء تا2012ء تک بھرپور محنت کرنا پڑی ۔صوم وصلوٰۃ اور ذکر وفکر کی پابندی کی وجہ سے اور روحانی تعلیم وتربیت کے ذوق کی تسکین کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے تمام دیگر سماجی سرگرمیاں معطل ہوگئی تھیں۔ان تمام مصروفیات کے ساتھ ساتھ بعض اوقات ایسی روحانی کیفیات اور معاملات سے گزرنا پڑتا تھا کہ وسائل نہ ہونے کے باوجود بفضلِ تعالیٰ مسائل اور مشکلات کے حل ہونے پر زبردست روحانی ارتقاء بھی حاصل ہوجاتا تھا۔

ان ایام میں میرا معمول تھا کہ ہر دوسرے تیسرے مہینے، لاہور جا کر پبلشرز سے ملاقات کرلیتا تھا۔جو کتابیں لکھی ہوتیں ان کے حوالے کردیتا اور مزید پراجیکٹس سمجھ لیتا تھا۔سب سے پہلے خالد بک ڈپو جاتا تھا۔ وہاں خالد پرویز، پروپرائیٹر خالد بک ڈپو (آئینہ، پائیلٹ سریز کے نام سے تعلیمی کتب شائع کرنے والے ادارہ کے مالک) سے ملاقات ہوتی اور کھانا وغیرہ بھی وہیں سے کھاتا تھا۔

اس بار میں پہلے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ وہاں معمول کے مطابق پائنتی کی طرف حجرہ غریب النواز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھ گیا اور مراقبہ کرنے لگا۔مراقبہ میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ ہوا۔انہوں نے میرے حسبِ حال رہنمائی فرمائی۔دورانِ مراقبہ انہوں نے مجھے ہلکے سبز رنگ کا شربت پلایا اور فرمایا کہ کھانا کھا کر جانا۔مراقبہ سے فارغ ہوکر میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے بالکل بائیں طرف کمبل والی سرکار بیٹھے تھے۔یہ بزرگ کئی برس سے اسی جگہ پر چلّہ نشین ہیں اور گرمی وسردی، ہرموسم میں سیاہ کمبل اوڑھے رکھتے ہیں۔اس لیے یہ کمبل والی سرکار کے نام سے مشہور ہیں۔ان کا جائے نماز حجرہ غریب النواز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قبلہ رخ بچھا رہتا ہے۔یہ مزارِ اقدس سے ملحقہ مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور باقی وقت حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں، ذکر وفکر کرتے گزارتے ہیں۔ان کی اس سے پہلے کئی بار زیارت ہوئی مگر سلام دعا کا کبھی موقع نہیں ملا۔حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے براہِ راست رابطہ کی وجہ سے میں نے بھی کبھی اِدھر اُدھر رابطوں اور سلام و پیام کی کوشش نہیں کی تھی۔اس روز ان سے رابطہ ہونا خلافِ معمول تھا۔جب میں نے مراقبہ ختم کیا تو کمبل والی سرکار میرے ساتھ بالکل بائیں جانب بیٹھے تھے۔میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے کہا کہ کھانا کھا کر جانا۔حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے پہلے ہی یہ حکم مل چکا تھا۔ مجھے تمام بات سمجھ آ گئی۔انہوں نے اسی وقت کسی سے منگوا کر مجھے نان چنے کھلائے۔اس کے بعد چائے پلائی۔ بعد میں کہا کہ اب جائیں۔ جب میں خالد بک ڈپو پہنچا اور خالد پرویز سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے کھانے کا بالکل نہیں پوچھا۔تب مجھے سمجھ آئی کہ میرے روحانی مربی وسرپرست اس امر سے آگاہ تھے۔اس لیے انہوں نے مجھے کھانا کھلا کر بھیجا تھا۔اُس روز خالد پرویز خلافِ معمول بے مروتی سے پیش آئے۔انہوں

نے کافی تیز ترش باتیں کیں۔ حساب کتاب کے معاملے میں بھی درشتی سے پیش آئے۔ انہوں نے کاروباری تعلق ختم کر دیا۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ مجھے خود علم نہیں کہ آپ کے ساتھ اس طرح کیوں پیش آرہا ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ میں نے کہا میرا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ ہے۔ آپ سے کاروباری تعلق ختم ہوا تو کیا ہوا، رازقِ حقیقی تو رب تعالیٰ ہے۔ وہ میرے لیے کافی ہے۔ اُسی روز بابر بک ڈپو کے پروپرائیٹر الطاف حسین سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی ملاقات کرتے ہی بغیر کسی حیل وحجت کے کاروبار بند کرنے اور تمام آرڈر کینسل کرنے کا اعلان کر دیا۔ ہمدرد کتب خانہ کے پروپرائیٹر کاشف حسین کو ہر بھی سختی سے پیش آئے۔ انہوں نے حساب کتاب کرتے وقت بغیر کسی معقول عذر کے بل میں سے کچھ رقم کاٹ لی۔ اس روز جب میں گھر واپس آرہا تھا تو کاروباری لحاظ سے صفر (Zero) ہو چکا تھا۔ میرے بھائیوں کو صورتِ حال کا علم ہوا تو انہوں نے زبانی کلامی خوب تسلی دی مگر عملی طور پر کوئی مدد نہ کی۔

روحانی دنیا کے معاملات بھی عجیب ہیں ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

تسلیم ورضا کے خنجر سے قتل ہونے والوں کو ہر لحظہ غیب سے نئی زندگی ملتی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کی توجہ وشفقت کی بدولت اس بے بسی وبے کسی کی حالت میں فوراً مدد مل گئی۔ ایک دو روز میں اچانک ایک دوست کا فون آگیا اور اس کے توسط سے میں نے اپنے ادارہ میں تعلیمی کورسز شروع کر دیے۔ چند ہی روز میں سال بھر کے اخراجات کے لیے کافی رقم مل گئی۔ اس کے بعد ذاتِ باری تعالیٰ نے کوئی اور سبب بنا دیا۔ اس طرح بفضل تعالیٰ آزمائش (Trial) کا یہ دور قریباً 3/4 سال میں ختم ہو گیا۔ اس عرصہ میں آزمائش آئی بھی اور نہیں بھی آئی۔ صبر وتوکل اور ایمان وایقان کی روحانی نعمتوں میں خوب اضافہ ہوا۔

عزیزانِ من! اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر شے پر محیط ہے۔ ہر شے کو قدرت کی طرف سے ہدایات نصیب ہوتی ہیں۔ انہی ہدایات کے تحت بیج نشوونما پا کر ننھا پودا اور پھر تناور درخت بنتا ہے جس پر طرح طرح کے پھل، پھول اور پتے اگتے ہیں۔ انہیں ہدایات کے تحت تمام پتنگے، پرندے اور درندے، غرضیکہ ہر شے کسی نہ کسی شکل میں مصروف بہ عمل ہے۔ آسمان، سورج، چاند، ستارے، زمین سب کے سب ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہدایات (وحی، الہام، احکامات) کے تحت مصروف بہ عمل ہیں۔

کشف والہام کی صورت میں ملنے والی انہی ہدایات کی وجہ سے اہلِ فضل، خوش نصیب لوگ روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کر کے معرفتِ الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طلب گار رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے اسے خصوصی مدد ورہنمائی حاصل ہو جاتی ہے اور اس مدد ورہنمائی کی بدولت طالبِ صادق کا مالک حقیقی سے روحانی رابطہ وتعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۶۹﴾ العنکبوت [29:69]

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرف سَیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے

ہیں،اور بے شک اللہ صاحبانِ احسان کواپنی معیّت سے نوازتا ہے ٥

اس ضمن میں امامِ غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؛

''کسی کے ساتھ اس کی طرف سے بخل نہیں ۔مگر ظہوراس رحمت کا ان دلوں میں ہوتا ہے جو رحمت کی تاک لگائے رہتے ہیں ۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے''خدا تعالیٰ کی رحمت کی بہت سی لپٹوں میں تمہاری زندگی کے ایام ہیں ۔ بس تم ان کی تاک میں رہو۔''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جو حدیث نقل کی ہے ۔اس کی وضاحت ایک اور حدیثِ قدسی کے ذریعے بھی کی ہے۔

امامِ غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ؛

''ان پر تاک لگانا اس طرح ہے کہ دل کو پاک رکھیں اور خبث وکدورت جو اخلاقِ مذمومہ سے ہوتی ہے،اس سے اجتناب کریں اور خدائے پاک کے اسی وجوہ کی طرف اشارہ ہے۔حدیث شریف میں ہے خدا تعالیٰ ہر ایک رات میں آسمان دنیا پر نزول فرما کر ارشاد کرتا ہے کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔(اقبال کا تصورِ کشف،ص39 تا40)

عزیزانِ من !اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے علم وحکمت سے خصوصی محبت عطا فرمائی ہے۔اس محبت کی وجہ سے میں زندگی بھر علم وحکمت سے متعلقہ کتب تلاش کرتا اور پڑھتا رہا ہوں۔ میں ہمیشہ اہلِ علم وحکمت کی تلاش میں رہا ہوں اور جہاں کہیں بھی ممکن ہوا ان پاک باز ہستیوں کی ہم نشینی میں رہا ہوں ۔ اس سے مجھے بہت کچھ سیکھنے، سمجھنے اور جاننے کا موقع ملا ہے وہ تشنگی طلب اور جستجو اب تک قائم ہے۔

جب میری شادی ہوئی تو معاشی حالت بہت کمزور تھی ۔شادی کے بعد اپنا گھر بنانے کی فکر دامنگیر ہوئی ۔کئی سال خوب محنت کی ۔گھر اور آفس کا کرایہ ادا کرنے اور ضروری اخراجات پورے کرنے کے بعد کچھ نہ کچھ بچت ہونے لگی ۔جب کچھ رقم اکٹھی ہوئی تو جانبی علاقوں میں گھر بنانے کے لیے قریباً تین سے پانچ مرلے جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ جو کوئی جگہ بھی پسند آئی اس کی قیمت اپنی جمع پونجی سے زیادہ نکلی ۔اس طرح میں نے دو تین بار کوشش کی اور ہر بار تھک ہار کر اپنی جمع پونجی دوست احباب اور رشتہ داروں کے قرض چکانے اور خدمت کرنے میں صرف کر دی۔

ایک دن اپنی جمع کی ہوئی کتابوں کو دیکھ کر خیال آیا کہ زندگی بھر کتابوں سے اور علم سے محبت کی مگر یہ محبت میرے کام نہیں آئی ۔ میں اپنے اہلِ خانہ کے لیے ایک چھوٹا سا گھر بھی نہ بنا سکا۔اس خیال کے چند روز بعد ہی اللہ تعالیٰ نے غیب سے اسباب فراہم فرما دیے ۔ وہی علم ذریعہ روزگار بن گیا۔ میں نے بطور پروفیشنل رائٹر کام شروع کر دیا۔ جس جگہ میری رہائش تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کا چار مرلے کا پلاٹ عطا فرما دیا۔ حالات ایسے پیدا ہوئے کہ مالک مکان سے کرائے کے گھر کا بھی سودا کرنا پڑا۔ دس لاکھ روپے میں سودا طے ہوا۔ دو لاکھ روپے ایڈوانس ادا کرنا تھے ۔ اپنے ایک درویش دوست کے مشورہ پر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے سودا کر لیا۔اب مجھے علم نہیں تھا کہ دو لاکھ روپے ایڈوانس کے کہاں سے آئیں گے اور بقایا رقم کیسے ادا ہوگی ۔ بظاہر یہ احمقانہ فیصلہ تھا۔ کہیں سے اور کسی طرح سے بھی چند ایک ہزار روپے بھی ادھار کی صورت میں ملنے کی امید نہیں تھی۔

قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ بھروسہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ۔ بندہ عاجز ، بے کس و بے بس نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ،اس کے فضل وکرم پر بھروسہ کر لیا تھا۔ سبحان اللہ ! چند ایک روز میں غیب

سے مدد ہوگئی۔خالد بک ڈپو کے پروپرائیٹر خالد پرویز سے ملاقات ہوئی۔گفتگو کے دوران میں، میں نے یونہی ان سے ذکر کر دیا کہ میں نے اس طرح گھر خریدنے کا سودا کیا ہے۔یہ سنتے ہی خالد پرویز اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور کہا، مبارک ہو! دو لاکھ ایڈوانس میں ادا کروں گا۔بقایا رقم بھی شیڈول کے ساتھ ادا ہوجائے گی۔آپ کتابیں لکھنی شروع کریں۔مکان کی قیمت کی ادائیگی کے دوران کچھ مشکلات پیش آئیں۔ہر بار غیبی مدد ہوئی۔ایک بار میں پریشانی کی حالت میں سوگیا۔جب آنکھ کھلی تو میری زبان پر اس آیتِ مقدسہ کے ورد میں مشغول تھی:

وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمۡرِہٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا ﴿۳﴾ الطلاق [65:2-3]

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا و آخرت کے رنج و غم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہےo اور اسے ایسی جگہ سے رِزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ (اللہ) اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر لینے والا ہے، بے شک اللہ نے ہر شے کے لیے اندازہ مقرر فرما رکھا ہےo

مجھے اس آیت کے مفہوم کا علم نہیں تھا۔قرآنِ حکیم با ترجمہ سے اس کا ترجمہ پڑھا تو مفہوم سمجھ آ گیا کہ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے مدد کا پیغام آیا ہے۔

عزیزانِ من! اس کتاب کا موضوع 'عرفانِ ذات' ہے۔ذاتِ باری تعالیٰ سے اپنے رابطے کے حوالے سے مختلف واقعات بیان کرنے کا مقصد کشف والہام کی معتبر صورتوں کا ذکر کرنا اور قارئین کو اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ اگر آپ بھی اپنے روزمرہ کے معاملات اور سفرِ حیات کے نشیب و فراز کا اس انداز سے جائزہ لیں گے تو آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ کے قرب و معیّت، محبت و عطا اور بخشش کا احساس ہوجائے گا۔اس تعلیم و تفہیم کی بدولت آپ کو بھی قربِ حق کا شعور و ادراک حاصل ہوجائے گا۔اس طرح بفضلِ تعالیٰ بندہ عاجز کا مقصدِ حیات بھی تکمیل پا جائے گا۔(ان شاء اللہ)

روحانی دنیا میں سالک کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کیا جاتا ہے اور اس کی مدد کی جاتی ہے۔تائیدِ الٰہی اور رحمتِ نبوی ﷺ کے بغیر حفظ و امان اور سلامتی پانا ممکن نہیں۔نفس اور شیطان انسان کے دو بڑے دشمن ہیں۔انسان اس قدر عقل و فہم اور علم و قدرت نہیں رکھتا کہ ان کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکے۔اسی طرح انسان کے کئی اور ظاہری و باطنی دشمن بھی ہوتے ہیں۔حاسد، کینہ پرور اور بد باطن لوگ بھی کئی طرح کے حیلوں اور مکر و فریب سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔جب انسان کو بفضلِ تعالیٰ حفظ و امان اور سلامتی نصیب ہوجائیں تو نہ کوئی خوف رہتا ہے اور نہ ہی غم۔روحانی دنیا میں سالک کے خیالات و وسواس تک کی نگہبانی و نگرانی کی جاتی ہے اور اس کے حسبِ حال اس کی مدد و رہنمائی کی جاتی ہے۔

تصنیف و تالیف کے کام سے پہلے بندہ عاجز، حقیر پر تقصیر اپنی اکیڈمی میں اردو انگلش میڈیم کے مختلف کلاسز کے سٹوڈنٹس کو پڑھایا کرتا تھا۔ایک بار اکیڈمی میں سٹوڈنٹس کی تعداد کافی کم ہوگئی۔یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اخراجات کیسے پورے ہوں گے؟ ادھار لینا پڑا تو بھی دشواری ہوگی، کس سے ادھار لیں گے؟ اس روز تعلیم و تدریس کی ذمہ داری سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔وہاں میں نے حسبِ معمول مراقبہ کیا تو مراقبہ میں ایک اخبار نظر آیا۔میں نے اخبار پڑھنا شروع کر دیا۔اخبار میں ایک کالمی سرخی نظر آئی، ''ماسٹر صاحب سٹوڈنٹس کی تعداد کم ہونے سے ڈر گئے''۔میں فوراً سمجھ گیا کہ

ذاتِ باری تعالیٰ سے رابطہ ہوگیا ہے۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ میں نے فوراً عرض کیا، مولا کریم! میں عاجز انسان ہوں! اپنی کم فہمی کی وجہ سے اسباب پر نظر کی اور پریشان ہوگیا۔ میرے اس احساسِ ندامت اور اعترافِ ندامت پر فوراً قرآنِ حکیم سامنے آ گیا۔ اس میں واضح طور پر مجھے لکھا ہوا دکھایا گیا کہ ''وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ o اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے o

آیتِ مقدسہ کے ذریعے بشارت ملتے ہی مجھے فوراً اطمینانِ قلبی محسوس ہوا۔ اس کے بعد مجھے الحمدللہ کبھی بھی مالی تنگی یا دشواری محسوس نہیں ہوئی۔ جب کبھی جتنی ضرورت ہوئی، احسن طریقے سے وہ ضرورت پوری ہوئی۔ اس مشاہدہ پر مجھے قربِ ربانی کا بہت زیادہ احساس ہوا، نورِ ایمان اور نورِ ایقان میں اضافہ ہوا۔

ایک بار اسی طرح مجھے کچھ رقم کی ضرورت پڑی۔ نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد میں نے دو رکعت نماز برائے قضائے حاجت ادا کی اور کچھ دیر تک درود شریف پڑھتا رہا۔ اس کے بعد میں آفس میں موجود سٹوڈنٹس کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہوگیا۔ دورانِ گفتگو میں نے دیکھا کہ اکیڈمی کے سامنے، شادمان روڈ پر ایک سفید پوش خاتون ننگے پاؤں گزر رہی ہے اور طارق آباد پھاٹک کی طرف جا رہی ہے۔ میں نے فوراً ایک سٹوڈنٹ کو بھیجا کہ اس خاتون کو بلا کر لائے۔ وہ خاتون کو بلا لایا۔ خاتون میرے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے ان سے پوچھ کہ آپ کدھر سے آ رہی ہیں، کدھر جا رہی ہیں اور آپ ننگے پاؤں کیوں ہیں؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ میں وارث پورہ رہتی ہوں۔ میرا بیٹا بس ڈرائیور ہے۔ ایک حادثہ میں اس کی بس کے نیچے آ کر ایک بندہ مارا گیا جس وجہ سے اسے گرفتار کرلیا گیا۔ میں لاری اڈہ میں بس کے مالک کے پاس یہ درخواست کرنے گئی تھی کہ وہ میرے بیٹے کی ضمانت کروا دے۔ وہ آدمی کئی بار وعدہ کر چکا ہے مگر اس نے اس سلسلہ میں ابھی تک ہماری مدد نہیں کی۔ اب میں واپس پیدل ہی گھر جا رہی ہوں کیونکہ میرے پاس واپسی کا کرایہ نہیں ہے۔ اس کی حالتِ زار دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ مجھے اپنی پریشانی بھول گئی۔ اس وقت میری جیب میں صرف دس پندرہ روپے تھے۔ میں نے وہ روپے ایک سٹوڈنٹ کو دیے اور اسے کہا کہ اس خاتون کے ساتھ جائے اور اسے ریلوے پھاٹک طارق آباد کے سامنے سے وارث پورہ کی ویگن میں بٹھا آئے اور کرایہ دے آئے۔ وہ خاتون دعائیں دیتے ہوئے چلی گئی۔ میں اس کی حالتِ زار پر آزردہ خاطر ہو کر اکیڈمی سے ملحقہ اپنی رہائش گاہ میں چلا گیا۔ اگلے دن ہفتہ وار تعطیل تھی۔ کہیں سے کوئی رقم آنے کی امید نہیں تھی۔ تاہم، مجھے کسی طرح کی تشویش نہیں تھی۔ اگلے روز دوپہر کے وقت گھر کے گیٹ پر دستک ہوئی۔ دیکھا تو گیٹ پر میرے استاذ ڈاکٹر قاری محمد اسلم موجود تھے۔ انہیں مہمان خانے بٹھایا اور خاطر تواضع کی۔ انہوں نے کئی ہزار روپے نکال کر میرے سامنے رکھ دیے۔ میں نے کہا، سر! آپ کس حساب سے یہ رقم مجھے دے رہے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا، آپ نے میرے بچوں کو تعلیم دی ہے اور کوئی فیس نہیں لی۔ یہ کچھ روپے لے لیں۔ میں نے انکار کیا اور کہا، ڈاکٹر صاحب! آپ میرے استاد ہیں۔ میں نے ان بچوں کو اپنے بھائی اور بیٹے سمجھ کر رضائے الٰہی کی خاطر اور آپ کی خدمت کے نقطہ نظر سے تعلیم دی ہے۔ اس لیے میں یہ فیس ہرگز نہیں لوں گا۔ انہوں نے کہا، یہ فیس نہیں بلکہ میری طرف سے تحفہ ہے۔ میرے بار بار انکار کے باوجود وہ بحیثیت استاد حکماً وہ رقم مجھے دے گئے۔ میں اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم پر بہت شکر گزار ہوا۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت، معرفت اور حکمت کے دروازے کھلتے ہیں تو ہر لمحہ، ہر گھڑی مختلف پیرائے سے

ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے لطف وکرم اور محبت کا اظہار منکشف ہوتا ہے۔ میں نے اپنے ہاں منعقد ہونے والی ذکر وفکر کی محفلوں میں اکثر بلکہ تقریباً ہر بار دیکھا کہ حاضرینِ مجلس کی تعداد کے عین مطابق لنگر فراہم ہوجاتا۔ مثلاً اگر کوئی مٹھائی لے کر آیا تو حاضرینِ مجلس میں ایک ترتیب سے بغیر کسی حساب اور شمار کے مٹھائی تقسیم کی جاتی جو تمام حاضرینِ مجلس کو برابر کفایت کرتی، نہ کم ہوتی نہ زیادہ اگر کوئی کیلے لے کر آتا تو وہ بھی سب کو برابر تعداد میں کمی بیشی کے بغیر مل جاتے۔ اس ضمن میں تالیفِ قلبی کے لیے کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً

ایک بار کسی نے کچھ کیلے نذر کیے۔ میں نے مرزا آصف، کمپیوٹر آپریٹر سے کہا کہ یہ کیلے لے جائیں اور آفس کے ارد گرد (دائیں، بائیں اور سامنے) موجود سب دکانداروں اور ان کے پاس موجود گاہکوں اور دیگر افراد میں تقسیم کر آئیں۔ انہوں نے کہا' کیلے بہت تھوڑے ہیں! میں نے کہا! آصف صاحب اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر تقسیم کر کے آئیں بعد میں آپ سے بات ہوگی کہ کم ہوئے یا کفایت کر گئے۔ مجھے مختلف دکانوں پر موجود تمام افراد کی تعداد کا علم نہیں تھا۔ میں نے کیلے بھی شمار نہیں کیے تھے۔ میں جو کہہ رہا تھا اس کی مجھے سمجھ تھی اور حتمی نتائج پر یقین تھا۔ میرے ذہن میں جس نے یہ خیال پیدا کیا اور جس کے حکم سے میں یہ کام کر رہا تھا وہ سب کچھ خوب جانتا ہے۔ رابطے کی یہ لطیف صورت بیان نہیں ہوسکتی۔ جب انسان اس کیفیت یا حال سے گزرے تو ذاتِ باری تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس قرب کا لطیف احساس دلا دیتی اور سمجھا دیتی ہے۔ ایسے لطیف رابطے کی تو کراماً کاتبین کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ آصف صاحب کیلے تقسیم کر کے آئے تو بہت حیران تھے۔ وہ کہنے لگے، سر! تمام دکانداروں اور وہاں موجود تمام افراد میں کیلے برابر تقسیم ہوگئے ہیں۔ ایک بھی کیلا کم نہیں ہوا۔ کیا آپ کو ان سب کی تعداد کا علم تھا؟ میں نے کہا، آصف صاحب مجھے ہرگز ان کی تعداد کا علم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ **ھٰذا من فضلِ ربّی !**

ایک بار ماہِ محرم میں خلیفہ محمد نعیم عرف پپو میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کی نیاز دینا چاہتا ہوں، مجھے بتائیں کس چیز کی نیاز دوں۔ میں نے کہا، بھائی! جو جی میں آئے وہ بطور نیاز پیش کردو۔ میرے کہے پر چلے تو کچھ تگ ودو زیادہ کرنا پڑے گی۔ پپو بھائی بضد رہے۔ میں نے کہا' اچھا بھائی! تمہاری مرضی! یوں کرو کہ اپنا گھر (یتیم خانہ واقع طارق آباد متصل فاطمہ جناح گرلز کالج) جاؤ اور وہاں موجود یتیم بچوں کی تعداد معلوم کر کے آؤ۔ وہ یتیم بچوں کی تعداد معلوم کر کے آئے۔ میں نے اُسے کہا، اب جاؤ اڑھائی کلو مٹھائی لے آؤ۔ گلاب جامن، لڈو، برفی وغیرہ لے آنا تاکہ تقسیم کرنے میں آسانی رہے۔ میں نے اسے اپنے پاس سے کچھ روپے بھی دے دیے۔ وہ مٹھائی لے آئے۔ اب میں نے اسے کہا کہ یہ مٹھائی لے جاؤ اور تم یتیم بچوں میں اپنے ہاتھوں سے تقسیم کر آؤ جو مٹھائی باقی بچے واپس لے آؤ۔ پپو بھائی، حسبِ ہدایت وہ مٹھائی تقسیم کر کے، باقی مٹھائی لے آئے۔ میں نے وہ مٹھائی اکیڈمی میں موجود تقسیم کرنا شروع کردی۔ سب میں بغیر کمی بیشی کے مٹھائی برابر تقسیم ہوگئی۔ آخر پر صرف دو گلاب جامن، لڈو وغیرہ بچے۔ ان میں سے ایک میں نے اور ایک پپو بھائی نے کھالیا۔ اس تقسیم سے واضح ہوا کہ تمام عمل تائیدِ ایزدی کے تحت ہُوا۔ اگر اپنے مرشد، بزرگ یا کسی سرپرست کی مشاورت سے نیکی کا کام کیا جائے تو اسے خصوصی تائیدِ ایزدی حاصل ہوجاتی ہے اور ایسا کام خصوصی برکت کا باعث ہوتا ہے۔

ایک بارنگہبان پورہ میں مرزا ظفر مرحوم کے گھر جانا ہوا۔وہ میرے لیے ایک پلیٹ میں بسکٹ لے آئے ۔میں نے حسبِ معمول،انہیں کہا کہ تمام اہلِ خانہ میں یہ بسکٹس تقسیم کردیں ۔ہرایک کوایک ایک بسکٹ دیں ۔جب وہ تقسیم کے بعد واپس آئے تو پلیٹ میں دو بسکٹس موجود تھے ۔فوراًمیرے دل میں خیال آیا کہ اس گھر میں کوئی ایک فرد رہ گیا ہے جسے بسکٹ نہیں ملا۔جانچ پڑتال پر پتہ چلا کہ ان کی چھوٹی بیٹی ملیحہ سو رہی ہے،اسے بسکٹ نہیں ملا۔اس کا حصہ رکھ لیا گیا اور مجھے میرا حصہ مل گیا۔

مس لبنیٰ ،بندہ عاجز سے روحانی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں رہنمائی حاصل کرتی رہی ہیں ۔ان کی منگنی کے موقع پر ان کے اہلِ خانہ نے مجھے بھی مدعو کیا۔منگنی کے طےشدہ پروگرام کے برعکس پانچ چھ کے بجائے قریباً بیس پچیس افراد منگنی کی رسم کی ادائیگی کے لیے آ گئے ۔مس لبنیٰ کے اہلِ خانہ نے گھر کے افراد کے علاوہ مزید اور پانچ چھ افراد کے لیے کھانے کا بندوبست کیا تھا۔فوری طور پر کھانے کا بندوبست کرنا ممکن نہ تھا۔انہوں نے الگ لے جا کر مجھے تمام مسئلہ بتایا۔میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی اُمید پرانہیں تسلی دی اور کہا کہ مجھے کچن میں لے جائیں ۔وہ مجھے کچن میں لے گئے ۔میں نے انہیں سالن والے برتن کا ڈھکنا ہٹانے کو کہا۔اس کے بعد دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور انہیں کہا کہ ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم‘‘ پڑھ کر کھانا تقسیم کریں ۔انہوں نے پہلے لڑکے کی طرف سے آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلایا۔اس کے بعد اپنی برادری کے مہمانوں کو کھانا کھلایا اور خود بھی کھایا۔بعد میں انہوں نے اپنے اردگرد کے ہمسایوں کے گھر بھی کھانا بھیجا۔ الحمدللہ بعد میں بھی کچھ کھانا بچ گیا۔

عزیزانِ من!انسان قدرت کی بہترین تخلیق ہے ۔اللہ تعالیٰ کا ہرانسان کے ساتھ ہروقت روحانی رابطہ قائم رہتا ہے ۔یہ رابطہ الہام کی صورت میں ہوتا ہے ۔ہرانسان کے دل میں ہمہ وقت،سوتے جاگتے ،ہرحالت میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں ،مثلاً بھوک اور پیاس کی صورت میں نفس کی طرف سے کچھ کھانے پینے کے خیالات پیدا ہوتے ہیں ۔نماز کے وقت،قدرت کی طرف سے خیال پیدا کیا جاتا ہے کہ نماز ادا کرو۔نفس کی طرف سے کاہلی وسستی کی کیفیت پیدا کی جاتی ہے ۔شیطان حیلے بہانے سے بذریعہ الہام نماز پڑھنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور کئی طرح کے عذر ذہن میں پیدا کردیتا ہے۔نفسِ امارہ،شیطان سے موافقت کرلے تو انسان نماز ترک کردیتا ہے۔قدرت انسان کو نفس اور شیطان کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑتی بلکہ حیلے بہانے سے،کئی طرح سے اس کے باطن میں نیکی اور ہدایت کا الہام پیدا کرتی ہے۔اسی طرح قدرت انسان کو اس کے ماحول اور معاشرے کے ذریعے بھی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ہم میں سے قریباً ہرایک اپنے قلب وذہن میں ان گوناں گوخیالات میں تمیز نہیں کرتا اور غوروفکر سے ان کی اثر انگیزی سے آگاہ نہیں ہوتا۔ہمارے دل میں جو کچھ آتا ہے،بغیر سوچے سمجھے اور بغیر پرکھے ہم اس پرعمل کرتے رہتے ہیں ۔ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن وحدیث کی رہنمائی میں اس باطنی دنیا کو اور اس میں خیال کی حکمرانی کو سمجھیں اور اچھے خیالات (الہامات) پر عمل کرکے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے قربِ حق اور معرفتِ حق پائیں ۔

راہِ حق کا سفر بظاہر بہت کٹھن اور دشوار ہے ۔اس میں اندر اور باہر کے بہت سے دشمنوں کا سامنا اور مقابلہ کرنا پڑتا ہے ۔اس سفر میں مخلص افراد کو ہرطرح کا تحفظ اور مدد فراہم کی جاتی ہے ۔ذاتِ باری تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انسان کو

صدق وخلوص عطا فرماتی ہے۔اسے اپنے لطف وکرم سے نورِعلم اورنورِعقل سے ہدایت عطا فرماتی ہے۔

زندگی میں کسی بھی طرح کا کوئی بھی کٹھن مرحلہ درپیش ہو، جو اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہے اسے حفظ و امان، سلامتی اور عفو و عافیت عطا ہوتے ہیں۔شیطان اور نفس انسان کے دو بڑے دشمن ہیں۔راہِ حق کے سفر پر اللہ تعالیٰ انسان کو نفس و شیطان کے مکر وفریب سے آگاہ فرماتے ہیں۔اسے ہدایت اور حفظ وامان عطا فرماتے ہیں۔اگر انسان کو تائیدِ الٰہی حاصل نہ ہوتو وہ اپنے دشمنوں کے جان لیوا اور ایمان لیوا حملوں سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔

①

نوجوانی کی بات ہے۔اس وقت میری عمر قریباً انیس (19) برس تھی۔ان دنوں ایک بار خواب میں دیکھا کہ ابلیس، فٹ بال سے کھیل رہا ہے۔میں ایک طرف ڈرا سہما کھڑا یہ منظر دیکھ رہا ہوں۔میں نے ابلیس سے پوچھا کہ تم یہ کیا کررہے ہو؟ ابلیس نے کہا میں دنیا سے کھیل رہا ہوں۔یہ دنیا میرے قدموں میں اس فٹ بال کی مانند ہے۔میں جیسے چاہوں اس سے کھیلتا ہوں۔میں نے تمہیں گمراہ کرانے کے لیے بہت وار کیے مگر تم بچ گئے۔میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میری حفاظت فرمائی اور مجھے تم سے بچایا۔وہ کہنے لگا، اب میں جو وار کروں گا وہ بہت خطرناک ہے، تم اس سے نہیں بچ سکو گے۔میں نے کہا، اللہ تعالیٰ میرا مالک اور نگہبان ہے پہلے بھی اس نے بچایا اور اب بھی وہ بچائے گا۔تم بتاؤ! اب کیا کرو گے؟ تمہارا وہ خطرناک وار کیا ہے؟ جب ابلیس سے مکالمہ ہورہا تھا۔اس وقت میں ایک بلند عمارت کی چھت پر کھڑا تھا۔اس نے مجھے کہا، نیچے دیکھو میں نے نیچے دیکھا تو ایک تنگ سی گلی میں برہنہ لڑکی اس عمارت کی طرف آتی نظر آئی۔ابلیس نے کہا، یہ برہنہ لڑکی، میری بیٹی ہے۔اب میں تم پر اس کا وار کروں گا، میرے منہ سے نکلا، اللہ مالک ونگہبان ہے۔ ان دنوں ذکر وفکر کے غلبہ کی بدولت بفضلِ تعالیٰ جذبات پر مکمل غلبہ تھا۔ذاتِ باری تعالیٰ نے مجھے اپنے خصوصی فضل وکرم سے نفس وشیطان کے مکر وفریب اور حملوں سے محفوظ رکھا۔انسان تو ظالم وجاہل ہے۔بہت عاجز، بے کس و بے بس ہے۔سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔جو پاک ہے اور پاکیزگی عطا فرماتا ہے۔وہ اپنے فضل وکرم سے جسے حفظ وامان اور سلامتی عطا فرمادے۔اس انسان کو کون گمراہ کرسکتا ہے اور وہ انسان کیسے گمراہ ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا بے حد وحساب شکر ہے جس نے اپنے بندہ عاجز کو محفوظ و مامون رکھا ؎

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا پر تُو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر لیکن تیری رحمت نے گوارہ نہ کیا

②

مذکورہ بالا واقعہ کے چند برس بعد کی بات ہے۔ایک بار میں اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا کہ محسوس کیا کہ میرے سامنے شیطان کھڑا ہے۔میرا اس سے مکالمہ شروع ہوگیا۔وہ کہنے لگا میں تمہیں پریشان کرنے آیا ہوں۔میں نے اس سے پوچھا کہ تم کیا کروگے؟ اس نے کہا میں تمہارے دل، دماغ اور جسم پر قبضہ کروں گا۔تم پر غالب آکر، حسبِ خواہش تمہارے اندر خیالات، محسوسات، جذبات اور کیفیات پیدا کروں گا، میں نے، اسے کہا، تم جس کام کے لیے آئے ہوکرو، تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کروں گا۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیا کروگے؟ میں نے کہا، میں اللہ تعالیٰ کو یاد کروں گا۔اس

سے مدداور پناہ طلب کروں گا۔میں خودکوقربِ حق میں پاتا تھا۔مجھے حق سے مدداور رہنمائی مل رہی تھی۔اس لیے میں خوف زدہ ہرگزنہیں تھا۔مجھے شیطان کی توجہ محسوس ہونا شروع ہوگئی۔میں نے ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف توجہ مرکوز کی اور سانس کے ساتھ اللہ ھو پڑھنا شروع کردیا۔کچھ دیر کی کشمکش کے بعد، الحمدللہ شیطان چلا گیا۔اس روحانی مشاہدہ وتجربہ سے میرے ایمان وایقان اورعلم وعرفان میں اضافہ ہوا۔مجھے منفی توجہ محسوس کرنے اورمثبت توجہ سے اسے ردکرنے کی صلاحیت عطا ہوئی۔راہِ سلوک میں اس طرح کے تجربے ہوتے رہتے ہیں اور مشاہدات وتجربات سے ایمان بالغیب کو ایقان بالمشاہدہ وتجربہ میں تبدیل کیا جاتا ہے۔سالک کواس کے ظرف،علم،عقل اورمقام کے مطابق حقیقت الحقائق کاعرفان عطا ہوتا ہے۔اسے انبیاء،اولیاء،ارواحِ مقدسہ،فرشتوں،شیاطین،جنت،جہنم کاروحانی ادراک عطا کیا جاتا ہے۔یہ روحانی ادراک کسی طرح سے بھی مادی وحسی ادراک سے کمترنہیں ہوتا بلکہ یہ حسی ادراک سے برتر اورزیادہ یقینی ہوتا ہے کیونکہ ایسا روحانی ادراک جس کی قرآن وحدیث سے تصدیق ہوجائے اس کی صداقت پر شک نہیں کیا جاسکتا۔علمِ تصوف (علمِ معرفت)، روحانی سائنس ہے۔موجودہ سائنسی دور میں ضروری ہے کہ راہِ سلوک میں روحانی مشاہدات وتجربات سے حاصل ہونے والی تعلیم وتربیت کا سائنسی'منطقی لحاظ سے جائزہ پیش کیا جائے تاکہ نفسیاتی ومابعدالنفسیاتی اور مابعدالطبیعاتی علوم میں دلچسپی رکھنے والے افرادروحانی سائنس کی قدروقیمت اورضرورت واہمیت سے آگاہ ہوکراس میں بھرپوردلچسپی لے کرراہِ ہدایت پرگامزن ہوں۔

بندہ عاجز نے اپنے اور دیگر افراد کے روحانی مشاہدات وتجربات عارضی وفانی دنیا میں مقبولیت وشہرت حاصل کرنے کے لیےنہیں بلکہ دعوت الی الحق اورحصولِ دعائے خیر کی نیت سے تحریر کیے ہیں۔حقیقی عزت وہی ہے جوانسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاصل ہو۔دنیااوراہلِ دنیا سے حاصل ہونے والی'عزت'حقیقی عزت کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ بندہ عاجز روحانیت کاادنیٰ طالب اورگناہگاروبےبس انسان ہے۔اس کی تحریر میں،قول وفعل میں جوبھی خیراور بھلائی ہے، محض اورمحض ذاتِ باری تعالیٰ کےفضل وکرم اورعطاوبخشش سے ہے۔یہ نبی کریم ﷺ اورآپ کےفیض یافتہ مشائخ عظام کافیضان ہے۔ذالك فضل الله یو تیه فمن یشاء۔

روحانی مشاہدات وتجربات کوقرآن وحدیث اورعمل نتائج کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔جومشاہدات صوفیانہ روایت و درایت کے اصولوں پر پورے اتریں انہیں تسلیم کرلینا چاہیے اوران کی روشنی میں اپنے فکروعمل کی درستگی کاتعین کرلینا چاہیے۔جوروحانی مشاہدات وتجربات اس معیار پر پورے نہ اتریں، انہیں ردکردینا چاہیے۔روحانی سائنس کی تعلیم و تربیت کے لیے کوئی روحانی سائنس دان تلاش کریں۔کم عقل، جاہل، نادان،جعلی،بناوٹی صوفیوں کی پیروی کرکے اپنا قیمتی سرمایہ حیات ضائع نہ کریں۔صرف اندازے سے،گمان سے کسی امرکی تصدیق یا تردید نہ کریں۔اس کتاب میں بیان کردہ راہِ سلوک کے مطابق مراقبات کریں۔اللہ تعالیٰ کے حضور گردن جھکا کر بیٹھ جائیں،آپ کوخود یہ سب بلکہ اس سے بڑھ کراسرارورموز سے بھرپورروحانی مشاہدات وتجربات حاصل ہوجائیں گے۔بندہ عاجزاس ضمن میں عطائے الٰہی کے مطابق آپ کی مدد کے لیے تیار ہے۔حضرت سلطان باہورحمۃ اللہ علیہ کی دعوت (طالب بیا،طالب بیا۔۔تارسانم روزِاول باخدا''اے طالب چلاآ،اے طالب چلاآ۔۔تاکہ میں روزِ اول ہی تجھے خدا تک پہنچادوں'') پرلبیک کہہ کر

سلسلہ تصوف کی معتبر کتب عین الفقر، نورالہدیٰ اور عرفان کی تعلیمات پر عمل کر کے دیکھیں۔ اگر آپ کی طلب سچی ہوئی تو دامنِ مراد ضرور بھرے گا۔

موضوع کی مناسبت سے بندہ عاجز اپنے چند ایک مزید روحانی مشاہدات وتجربات بیان کرتا ہے۔

عزیزانِ من! نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے کئی قسم کے شیاطین اور ان کے کاموں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ نے ان مختلف اقسام کے شیاطین کے ناموں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ یہ شیاطین مختلف کاموں کے دوران، مختلف اوقات اور مواقع کی مناسبت سے خرابی اور فساد کرنے کے سلسلہ میں اپنے کارِمنصبی سرانجام دیتے ہیں۔ مثلاً ایک شیطان وضو کے دوران وسوسے پیدا کرتا ہے۔ جب انسان وضو کر لے تو یہ شیطان چلا جاتا ہے اور دوسرا شیطان آجاتا ہے۔ جو دورانِ نماز وسوسے پیدا کرتا ہے۔ نماز ختم ہوتے ہی یہ شیطان چلا جاتا ہے۔ جب انسان ذکر وفکر کرتا ہے تو ذکر وفکر کے دوران وسوسے ڈالنے کے لیے شیطان آجاتا ہے۔ حدیثِ پاک کے مطابق یہ شیطان دل کے بائیں خانے میں بیٹھ جاتا ہے اور وسوسے پیدا کرتا ہے۔ جب سالک توجہ کے ساتھ ذکر کرتا ہے تو یہ شیطان جسامت میں چھوٹا اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ذکر کی گرمی کی بدولت یہ بھاگ جاتا ہے۔

ایک روز، دورانِ ذکر بندہ عاجز کو اپنے قلب کا مشاہدہ حاصل ہوا۔ اس وقت دیکھا کہ میرے دل کے دو خانے ہیں۔ بائیں خانے میں شیطان بیٹھا ہے۔ ہر بار قلب پر ''اِلَّا اللہ'' کی ضرب لگنے سے شیطان جسامت میں چھوٹا ہوتا جارہا ہے۔ کچھ دیر بعد دل کا بایاں خانہ بھی منور ہوگیا اور شیطان بھاگ گیا۔

اسی طرح ایک بار ذکر وفکر کے بعد سونے لگا تو غنودگی میں محسوس کیا اور دیکھا کہ سانس کے راستے شیطان باہر نکل کر جارہا ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کے نفس (جان)، مال اور عزت کی حفاظت کے لیے اور اسے بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی کے لیے شاندار ضابطہ اخلاق مہیا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے کہ کسی کی، بغیر کسی خاص، معقول وجہ کے، اس کی غیر موجودگی میں کوئی خامی، برائی بیان کی جائے۔ اسی لیے غیبت کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح انسانی جان کے تحفظ کے لیے خودکشی اور قتل کو حرام قرار دیا گیا۔ نسلی تقدس اور رشتوں کی عظمت برقرار اور محفوظ رکھنے کے لیے زنا حرام قرار دیا گیا۔

جب انسان راہِ حق پر گامزن ہوتا ہے تو اس کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لیے اسے خصوصی روحانی مدد فراہم کی جاتی ہے۔ اپنے روحانی سفر کے دوران مجھے ہر طرح سے اس طرح کا تحفظ حاصل رہا۔ الحمدللہ کوئی جانا انجانا دشمن مجھے نقصان نہیں پہنچا سکا۔ بعض اوقات مختلف افراد نے میرے سامنے اپنی خفیہ سازشوں اور برے ارادوں کا اقرار کر کے مجھ سے معافی مانگی۔ مثلاً

①

ایک بار میں مین روڈ پر واقع اپنے آفس (چشتیہ اکیڈمی وکالج) میں کمپیوٹر سائنس کے سٹوڈنٹس کو پڑھا رہا تھا کہ آفس کے سامنے پولیس کی گاڑی رُکی۔ اس میں سے ایک انسپکٹر اور چند پولیس والے اُترے اور اردگرد لوگوں سے پوچھا کہ یہ

آفس کس کا ہے؟ میں ان کی آواز سن کر، دروازے پر آ گیا اور کہاں کہ یہ میرا آفس ہے اندر آ جائیں اور بتائیں کہ کیا بات ہے؟ وہ انسپکٹر اندر آ گیا اور بیٹھ گیا۔ آفس کے باہر لوگ اکٹھے ہو گئے اور چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں۔ انسپکٹر کے ساتھ کچھ لوگ بھی آفس میں آ گئے۔ انسپکٹر کہنے لگا۔ کل رات آپ کے آفس میں حنا شیخ نامی سٹیج اداکارہ آئی تھی۔ وہ چناب کلب سے نکلی تو میں نے اس کا پیچھا کیا۔ جب وہ آپ کے آفس میں داخل ہوئی تو میں واپس چلا گیا۔ انہوں نے رات گئے کے وقت کا ذکر کیا میں نے کہا، آپ کو غلطی لگی ہے۔ میرا آفس نمازِ عشاء کے وقت بند ہو جاتا ہے۔ اس کے دروازے اندر و باہر دونوں جانب سے لاک ہوتے ہیں۔ کوئی اور بھی باہر سے آفس کے تالے کھول کر اندر داخل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اندر کے تالے نہ کھولے جائیں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے آفس کے ساتھ ایک دکان چھوڑ کر ویڈیو سنٹر ہے۔ وہ رات کافی دیر تک کھلا رہتا ہے۔ ویڈیو سنٹر کا شٹر اور آفس ڈور، ہمارے دفتر کے آفس ڈور اور بیرونی شٹر جیسے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ لڑکی وہاں آئی ہو اور آپ کو صحیح یاد نہ رہا ہو۔ انسپکٹر کو میری بات سمجھ آ گئی اور وہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ ٹھیک ہے، میں تفتیش کروں گا اور اصل ملزم پکڑ کر دم لوں گا۔ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی اور میری شخصیت اور کردار پر شک کیا جانے لگا۔ لوگ کہنے لگے بظاہر نمازی اور پرہیز گار ہے۔ لگتا تو نہیں ہے کہ یہاں کوئی غلط کردار کی لڑکی آئی ہو۔ کوئی کہہ رہا تھا، جی کسی کا کچھ نہیں کہا جا سکتا، وغیرہ وغیرہ۔ پولیس کے جانے اور لوگوں کے منتشر ہونے کے کچھ دیر بعد ویڈیو سنٹر کا مالک ناصر میرے پاس آ گیا۔ اس نے مجھ سے معافی مانگی۔ وہ کہنے لگا، ''بھائی جان! وہ لڑکی رات کو میرے ویڈیو سنٹر میں آئی تھی۔ اگر انسپکٹر کو بدکاری کا اندیشہ تھا تو اسی وقت چھاپہ مارتا اور ہمیں پکڑ لیتا۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کو پریشانی ہوئی۔ میں ابھی تھانے جا کر ان سے بات کرتا ہوں۔'' میں نے کہا، ''ناصر بھائی! آپ میرے ہمسائے ہیں۔ میری وجہ سے آپ کو کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی مگر آپ کی وجہ سے میں بدنام ہو گیا ہوں۔ پھر بھی، آپ کو معاف کرتا ہوں آپ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ جائیں اور تمام معاملہ رفع دفع کریں۔'' ناصر مرحوم تھانے پیش ہو گئے اور اپنی صفائی پیش کر کے معاملہ نبٹا دیا۔ اس طرح ذاتِ باری تعالیٰ نے مجھے اس ذلت سے محفوظ فرمایا۔

②

اسی طرح میری بے باکی کی وجہ سے اور بعض اوقات تمام احتیاطیں بالائے طاق رکھتے ہوئے، دوسروں کی مدد کرتے وقت خطرات مول لینے کی وجہ سے چند ایک بار تہمتیں بھی لگیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بندہ عاجز کو مخالفین کے مکر و فریب اور جھوٹ سے بُنے ہوئے جالوں میں پھنسنے سے بچا لیا اور بے گناہ ثابت کیا۔

③

ایک بار ہیرا نامی آدمی جو محلہ میں غنڈہ گردی کے لیے بدنام تھا کسی روحانی مسئلے کا شکار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی مدد کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ تندرست ہو گیا اور معافی مانگنے لگا، کہنے لگا، سر! کچھ دوستوں نے میری ڈیوٹی لگائی تھی کہ آپ سے کرایہ کی یہ بلڈنگ جس میں آپ رہائش پذیر ہیں، خالی کرواؤں۔ میں آپ کا دشمن اور مخالف تھا اور آپ کے بارے میں برے ارادے رکھتا تھا۔ شاید اسی وجہ سے میری پکڑ ہوئی ہے۔ آپ کی توجہ، دعا اور علاج سے مجھے قلبی و روحانی تندرستی عطا ہوئی ہے۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے حیرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ و امان اور

سلامتی نصیب ہونے پرشکر کی کیفیت حاصل ہوئی۔

عزیزانِ من! راہِ حق کے سفر پر اس طرح کے روحانی مشاہدات وتجربات سے قربِ حق اور معیّتِ حق کا انمول احساس عطا ہوتا ہے۔آپ محبت وعقیدت سے حق کی طرف قدم بڑھائیں رحمتِ حق آپ کی منتظر ہے۔

نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ خاص نعمت ہے۔ مجھے نوجوانی میں دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی بشارت عطا ہوئی تھی۔ اپنے ایک بہت قریبی ،محبوب، دوست کو ان کے نام (حامد، احمد اور فاطمہ) بھی بتا دیے تھے۔شادی کے بعد بھی کسی نہ کسی شکل میں اولاد کے سلسلہ میں بشارت ورہنمائی حاصل رہی۔حامد علی انجم کی ولادت سے قبل مجھے خواب نظر آیا کہ چاند نکل آیا ہے۔الحمدللہ یہ خواب شرمندہ تعبیر ثابت ہوا۔حامد علی انجم کی ولادت کے تین سال بعد احمد علی انجم اور اس کے دو سال بعد عروج فاطمہ کی ولادت ہوئی۔عروج فاطمہ قریباً آٹھ برس کی تھی کہ میں شدید بیمار ہوگیا۔اپنی آخرت اور اہل وعیال کی خیروعافیت کی فکر لاحق ہوئی۔آخرت کے ضمن میں حالتِ بیداری میں مجھے القا ہوا کہ ''مُحَمَّدٌ شَفِيعُ الْمُذْنِبِيْنَ'' ہیں فکرمند نہ ہوں۔اس دوران میں نے خواب دیکھا کہ عروج فاطمہ کافی بڑی ہو چکی ہے وہ بالکل اپنی ماں جیسی نظر آتی ہے۔ اس سے مجھے باری تعالیٰ کی رحمت سے تندرستی اور درازیٔ عمر کی امید ہوئی۔الحمدللہ اس بشارت کے مطابق ،بفضلِ تعالیٰ اب تک زندہ ہوں اور'عروج فاطمہ' بالکل ویسی ہی نظر آرہی ہے جیسی کہ وہ قریباً چودہ برس قبل خواب میں نظر آئی تھی۔ذاتِ باری تعالیٰ کے فضل وکرم، رحمت اور محبت کے انداز نرالے ہیں۔ایک نہایت گناہگار، ادنیٰ وعاجز بندے پر اتنی مہربانیاں ہیں کہ ان کا اندازہ لگانا ممکن نہیں نیک لوگوں پر اس کی عنایات اور نوازشوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔

ہرکوئی اتنا ہی جانتا ہے جتنا اسے علم عطا ہوا ہے۔اہلِ سنت وجماعت علم غیب ذاتی کے ساتھ علم غیب عطائی کے بھی قائل ہیں۔علماء کا ایک گروہ علمِ غیب عطائی کا قائل نہیں ہے۔وہ صرف علمِ غیب ذاتی کے قائل ہیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان کو علمِ غیب عطا نہیں فرمایا۔وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب عطائی کے بھی قائل نہیں ہیں۔ میں اس کتاب میں مسئلہ علمِ غیب پر رائے نہیں دینا چاہتا نہ ہی کوئی تبصرہ کرنا چاہتا ہوں اپنے بہت سے مشاہدات میں سے چند ایک مشاہدات (خواب، الہامات وغیرہ) بلاتبصرہ قارئین کے لیے سپردِ قلم کرتا ہوں۔

روحانی علاج ومعالجہ اور روحانی تعلیم وتربیت کے ضمن میں بہت سے طلبہ وطالبات اور مرد وخواتین کا مجھ سے برسوں رابطہ رہا ہے۔اس کتاب میں، میں نے اپنے ذاتی اور دیگر افراد کے روحانی مشاہدات وتجربات تحریر کیے ہیں، ان سے متعلقہ زیادہ تر افراد اور اس کتاب کے مندرجات کے تصدیق کنندگان اب تک (10 جون 2017ء تک) بقیدِ حیات ہیں اور میں نے ان سے متعلقہ تحریر انہیں پڑھا، سنا اور دکھا کر مزید تسلی وتصدیق کر لی ہے۔

①

ایک روز، بوقتِ تہجد مجھے مسز طاہر کے بارے میں بشارت ملی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیٹا عطا فرمائے گا۔ان کا بیٹا کافی صحت مند ہوگا۔اس کا چہرہ گول ہوگا۔ان کا بیٹا مجھے دکھایا گیا تھا۔الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بشارت کے عین مطابق بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹے کی ولادت کے کئی ماہ بعد مسز طاہر اپنے بیٹے کے ساتھ، مجھے ملنے آئیں وہ بالکل وہی تھا جو مجھے دکھایا گیا تھا۔سیّد محمد ذوقی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ،'سرِّ دلبراں' میں لکھتے ہیں کہ عالمِ مثال (عالم برزخ)، عالمِ ملکوت (عالمِ ارواح) اور

عالمِ ناسوت (عالمِ اجسام، عالمِ شہادت) کے درمیان برزخ (پردہ) اور حدِّ فاصل ہے۔

عالمِ مثال ایک جُہت سے عالمِ غیب سے اور دوسری جُہت سے عالمِ شہادت سے نسبت رکھتا ہے۔ ہماری اس مادی دنیا (عالمِ اجسام) میں موجود ہر شے مثالی صورت میں، عالمِ مثال میں موجود ہے۔ عالمِ مثال ایک کھڑکی کی مانند ہے جس میں سے ہماری اس دنیا میں روشنی آتی اور پھیلتی ہے۔ کوئی چیز اور کوئی روح ایسی نہیں جو اپنے کمال کی مناسبت سے کوئی صورتِ مثالی نہ رکھتی ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ میں چھ سو بازوؤں کے ساتھ دیکھا۔ مادی دنیا (عالمِ شہادت، عالمِ اجسام) میں نظر آنے والی تمام محسوس صورتیں، مثالی صورتوں کے ظِل (عکس، سایہ) کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اہلِ حق کو جب نورِ فراست عطا ہوتا تو وہ اشیاء کی مثالی صورتوں سے ان کی حقیقت جان لیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ دجال کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ کافر ہے اور اس لکھے ہوئے کو مومن ہی پڑھ سکے گا۔ جنت والوں کی شان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ تَرٰىہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا ۫ سِیْمَاہُمْ فِیْ وُجُوْہِہِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُہُمْ فِی التَّوْرٰىۃِ ۚۖ وَمَثَلُہُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۟ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِہِمُ الْکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْہُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ الفتح [48:29]

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ ﷺ کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ اُن کی نشانی اُن کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو بصورتِ نور نمایاں ہے)۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور ان کے (یہی) اوصاف انجیل میں (بھی مرقوم) ہیں۔ وہ (صحابہ ہمارے محبوبِ مکرّم کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے (سب سے پہلے) اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور جب سرسبز و شاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی (اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صحابہ کو اسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تاکہ اِن کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ ﷺ سے جلنے والے) کافروں کے دل جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہےo

دوزخ والوں کا قرآن حکیم میں اس طرح ذکر آیا ہے:

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰہُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ الرحمٰن [55:41]

مجرم لوگ اپنے چہروں کی سیاہی سے پہچان لیے جائیں گے پس انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر کھینچا جائے گاo

عالمِ حسی (مادی دنیا، عالمِ اجسام) کی ہر چیز کا عالمِ مثال میں ہونا ضروری ہے لیکن عالمِ مثال کی ہر چیز کا عالمِ حسی میں ہونا ضروری نہیں۔ عالمِ حسی کے مقابلہ میں عالمِ مثال بہت زیادہ وسیع ہے۔ جب حق تعالیٰ کسی چیز کو عالمِ حسی میں ظاہر فرمانا چاہتا ہے تو اسے عالمِ حسی کی مناسبت سے کسی صورت میں متشکل کر دیتا ہے۔ مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السّلام دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں کبھی کبھی ظاہر ہوا کرتے تھے۔ آسمانی اور عنصری فرشتے بھی مختلف صورتیں بدلتے رہتے ہیں۔ جنات اپنے اجسام ناری کو اپنی صفات کی مناسبت سے مختلف صورتوں میں بدلتے اور ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ بعض ایسے انسان جو مرتبہ کمال کو پہنچ جائیں وہ حیات ظاہری میں اور بعد از وفات مختلف شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہونے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ حضرات عالمِ ملکوت (عالم ارواح) میں ملکوتی صورتوں میں داخل ہوتے ہیں۔

(سرِّ دلبراں، ص300 تا302)

عالمِ برزخ کو عالمِ اعراف بھی کہا جاتا ہے۔ جب سالک راہِ طریقت کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے تو اسے اپنی طبع، ظرف اور روحانی مقام کے مطابق ان مختلف عوالم کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ بندہ عاجز روحانیت کا ادنیٰ ترین طالب علم ہے۔ بطور مبتدی اسے گاہے بگاہے مشاہدات نصیب ہوتے رہے ہیں۔ قارئین کے ذوق دید کو بڑھانے کے لیے کچھ مشاہدات کا ذکر پیشِ خدمت ہے:

علماء کا ایک گروہ حیات بعدالموت کا قائل نہیں ہے۔ اس مسلک کے علماء کا عقیدہ ہے کہ جب انسان مرجائے تو اس کی تمام صلاحیتیں اور قوتیں بھی روزِ حشر تک کے لیے موقوف ہو جاتی ہیں۔ چونکہ یہ علماء حیات بعدالموت کے قائل نہیں ہیں اس لیے سماعِ موتیٰ، استمداد از ارواح اور ایصالِ ثواب کے بھی قائل نہیں ہیں۔ ان کے برعکس صوفیہ وعلمائے اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد ہر مسلم وغیر مسلم کو اس کے مقام کے مطابق روحانی شعور وادراک عطا ہوتے ہیں۔ اہلِ اسلام میں سے نیک بزرگوں کو اعلیٰ روحانی شعور وادراک کے علاوہ تصرفات بھی عطا ہوتے ہیں۔ وہ باذنِ الٰہی ہماری اس دنیا میں تصرفات کرنے اور دیگر انسانوں کی روحانی مدد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جب روحانی استمداد کے واقعات سامنے آتے ہیں تو مسلکِ اہلحدیث کے علماء اپنے عقائد کی رو سے انہیں جھٹلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدد کرنے والی اور نظر آنے والی ارواح دراصل جنات وشیاطین ہیں جو کہ لوگوں کو شرک کی تعلیم دینے کے لئے اس طرح کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ عزیزانِ من! ہر ذی فہم مسلمان جانتا ہے کہ مشرک جنات وشیاطین ہرگز نہ تو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور نہ ہی قرآنی آیات کی مدد سے بشارت دیتے ہیں۔ روحانی دنیا کا علم رکھنے والے افراد یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ایسا خواب، مشاہدہ، کشف اور الہام جس کے ذریعے نیکی کی ہدایت ملے، ذکر وفکر اور درود شریف پڑھنے کی تعلیم ملے، خانہ کعبہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت ہو وہ عین حق ہے، حق سے ہے اور حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کوئی بھی انسان، خصوصاً مسلمان بغیر کسی تعصب کے، ذکر وفکر اور ریاضت ومجاہدہ کی راہ اختیار کرے اور قرآن وحدیث کے مسلمہ اُصولوں پر اپنے کشف ومشاہدہ کو پرکھے تو وہ حیات بعدالموت، استمداد از ارواح، حیاتِ اولیاء، حیاتِ انبیاء اور حیاتِ نبوی ﷺ کا قائل ہو جائے گا۔

عصرِ حاضر کا انسان اپنے مادی طرزِ فکر کی وجہ سے روحانی مشاہدات وتجربات کی اہمیت، ضرورت، قدر وقیمت یہاں تک کہ ان کی حقانیت کا بھی قائل نہیں۔ اگر کوئی ان کا قائل بھی ہو تو تحقیق کی راہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے وہ ان اُمور

کا مشاہدہ نہیں کر پاتا اور نہ ہی اسے کوئی سچا رہنما ملتا ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کشف وکرامات کی جن باتوں کا کتابوں میں ذکر ہے، عصرِ حاضر میں ان کا ظہور ممکن نہیں۔ حالانکہ عصر حاضر میں بھی بلکہ ہر دور میں ایسا ممکن ہے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(بانگِ درا،ص205)

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو، زباں تُو ہے یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے

(بانگِ درا،ص269)

عالمِ ارواح میں تمام ارواح موجود ہیں۔ عالمِ ارواح سے روحیں عالمِ برزخ میں بھیجی جاتی ہیں۔ وہاں سے یہ ارواح اپنے اپنے وقت پر اس عالمِ اجسام (عالمِ محسوس، مادی دنیا) میں بھیج دی جاتی ہیں۔ یہاں ارواح ارضی وعارضی حیات پوری ہونے پر عالمِ برزخ میں بھیج دی جاتی ہیں۔

بندہ عاجز کو نوعمری سے ہی روحانی دنیا، روحانی علوم، روحانی مشاہدات، خوابوں کی تعبیر اور عالمِ ارواح سے خصوصی دلچسپی رہی ہے۔ اپنے اور دیگر افراد کے خوابوں اور مشاہداتِ روحانی پر غور وفکر اور تدبّر وتفکّر کی وجہ سے ذات باری تعالیٰ کی طرف سے روحانی دنیا سے متعلقہ کچھ امور منکشف ہوتے رہے ہیں جن کی بدولت قوتِ ایمانی اور ذوق وشوقِ عبادت میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔

لڑکپن میں اکثر قریبی اعزہ واقارب میں سے جن کا وقتِ آخر قریب ہوتا اس کی خبر ہو جاتی تھی۔ مجھے بعض ایسے افراد کے بارے میں خبر ملی جن کے بارے میں علم ہوا تھا کہ وہ مجھ سے پہلے دنیا سے چلے جائیں گے اور اگلے جہاں میں بفضل تعالیٰ میرا استقبال کریں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔ مشیتِ ایزدی سے اب تک وہ روحانی خبریں درست نکلی ہیں۔ ان میں سے اکثر شخصیات وفات پا چکی ہیں۔ ایک دو برس قبل خواب میں دیکھا کہ میں ایک مصلّے پر کھڑا ہوں۔ میرے سامنے، دائیں بائیں، آگے پیچھے، نور ہی نور ہے۔ میرے ساتھ کوئی سفید پوش کھڑے ہیں اور مجھے کہتے ہیں قُل (پڑھو)۔ میں جھجک محسوس کرتا اور گھبراتا ہوں۔ ان کی طرف سے ترغیب وتحریک ملنے پر میں نہایت لحن سے سورۂ اخلاص پڑھتا ہوں۔ اس قدر خوبصورت قرأت پر میں خود حیران ہوتا ہوں۔ میں اس بات پر بھی حیران ہوں کہ مصلّے پر اکیلا کھڑا ہوں اور میرے پیچھے کوئی نمازی بھی نہیں کھڑے۔ مجھے نظر آنے والا نور بے جہت تھا۔ بعد میں الحمد اللہ مجھے اس کی تعبیر سمجھا دی گئی۔ اس معاملہ میں، میں خاموش ہو، اہلِ حق بفضلِ تعالیٰ، بفیضانِ نبی کریم ﷺ بندہ عاجز وگناہگار کو عطا ہونے والی اس بشارت کے حقیقی مفہوم سے یقیناً آگاہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد وحساب ہے۔ اس کے فضل وکرم سے بندہ عاجز اُمیدوارِ بخشش ہے اور آپ سب سے دعا کے لیے ملتمس ہے۔

عالمِ برزخ میں بعض مقامات ایسے ہیں جہاں ارواح پرندوں کی شکل میں متمکن ہیں۔ ایک بار میں نے عالمِ مشاہدہ میں دیکھا کہ میں اپنی بیوی سمیت اُس دنیا میں موجود ہوں۔ وہاں ایک باغ ہے۔ باغ کے دائیں بائیں کئی منزلہ مکانات کی شکل میں گھر بنے ہوئے ہیں۔ ان گھروں میں موروں کے بڑے بڑے گھروندے بنے ہوئے ہیں۔ وہ گھروندے ہماری اس دنیا میں کئی منزلہ عمارتوں میں بنی کھڑکیوں کی طرح کے ہیں۔ ان گھروندوں سے مور اُڑ کر باغ میں اُتر رہے

ہیں۔وہاں کا سماں بہت سہانا، پرکشش اور سکون دہ تھا۔

ایک بار عالمِ مثال میں مجھے مختلف پنجروں میں قید، جانوروں (بکروں، بندروں وغیرہ) کی شکل میں موجود ارواح دکھائی گئیں۔ایک پنجرے میں بہت سے بندر(بن مانس ٹائپ) جھولوں پر اچھل کود رہے اور شرارتیں کر رہے تھے۔ میرے روحانی گائیڈ نے مجھے بتایا کہ یہ ان پاکستانی سیاستدانوں کی روحیں ہیں جو ابھی دنیا میں آنی ہیں۔ مجھے اس مشاہدے پر حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی ہوا کہ ہماری آئندہ نسل بھی گمراہ کن، مفسد، سیاسی قیادت سے نجات نہ پا سکے گی۔یہاں اس امرِ حقیقی کا ذکر بھی ضروری ہے کہ ہمارے ملک و معاشرہ میں، ہر محکمہ میں اور طبقہ فکر میں کچھ مخلص لوگ بھی موجود ہے جن کی بدولت معرکہ حق و باطل نظر آتا ہے۔اس مشاہدہ میں صرف منفی گروہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔اس منفی گروہ میں کون کون سے افراد شامل ہیں؛اس امر کی نشاندہی کرنا بہت مشکل کام ہے۔

عالمِ امثال میں بعض نیک ارواح کبوتروں کی شکل میں نظر آتی ہیں۔اگر انسان خواب میں کبوتر پکڑے تو اس سے مراد ہے کہ اسے اولادِ نرینہ عطا ہوگی۔میرے چھوٹے بھائی شہباز نے اپنی شادی سے قبل مجھے اپنا خواب سنایا کہ اس نے خواب میں کئی کبوتر پکڑے ہیں۔میں نے تعبیر دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کئی بیٹے عطا فرمائیں گے۔اَلْحَمْدُلِلّٰہ خواب کی تعبیر درست ثابت ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں چار بیٹے شاہ رخ،شاہ زیب، فیضان اور فرزین عطا فرمائے۔

فیضان کی ولادت سے قبل میں نے دیکھا کہ عالم ارواح میں بچوں کے درمیان کھڑا ہوں۔ایک بچہ مجھے دیکھ کر کہتا ہے،''تایا ابو مجھے سو روپے دیں۔''میں نے بچے کو غور سے دیکھا اور پوچھا کہ تم کون ہو، کسی کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا ،''میں شہباز کا بیٹا ہوں۔''میں نے کہا،''تم بھی اپنے باپ کی طرح بہت بے تکلف ہو۔پہلی ہی ملاقات میں بے تکلفی سے سو روپے مانگ لیے ہیں۔''بعد میں یہ روحانی مشاہدہ درست ثابت ہوا۔اللہ تعالیٰ نے شہباز بھائی کو تیسرا بیٹا فیضان عطا فرمایا جو اس مشاہدہ کے مطابق بے تکلف واقع ہوا ہے۔اس مشاہدہ سے یہ تعلیم ملی کہ روحیں دنیا میں آنے سے پہلے اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں سے واقف، باخبر اور آگاہ ہوتی ہیں۔ان کے نام بھی جانتی ہیں اور انہیں پہچانتی بھی ہیں۔

میری بیماری کے ایّام میں برادرِ نسبتی عمران بھائی نے چند روز اچھی طرح خدمت کی۔میں ان کے احسان کا بدلہ چکانا چاہتا تھا۔اللہ تعالیٰ بہت علیم وخبیر، رحمٰن و رحیم اور عظیم و کریم ہے۔اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔میں نے دیکھا کہ عمران بھائی کے ساتھ عالمِ ارواح میں موجود ہوں۔وہاں کبوتروں کے بہت سے پنجرے ہیں۔میں وہاں سے دو کبوتر پکڑ کر انہیں دے دیتا ہوں۔اس وقت 3 ستمبر 2015ء تک عمران بھائی کا ایک بیٹا ہے جس کا نام عبدالرحمٰن ہے۔بفضل تعالیٰ اُمیدِ واثق ہے کہ اس مشاہدہ کے مطابق انہیں مزید نیک اولاد عطا ہوگی۔

اعجاز بھائی کو اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے تین بیٹیاں (فضہ، فائزہ، اور ثمروز) عطا فرمائیں۔ثمروز کی ولادت پر مجھے بشارت ملی کہ اب انہیں بیٹا عطا ہوگا۔اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اللہ تعالیٰ نے انہیں تین بیٹیوں کے بعد بیٹا (ایان) عطا فرمایا۔

عزیزانِ من! نیک اولاد صدقہ جاریہ بنتی ہے۔انسان جب دنیا سے چلا جاتا ہے تو اگلے جہاں میں اسے زندگی اور نیک اعمال کی قدر و قیمت محسوس ہوتی ہے۔نیک اعمال سرانجام دینے کے لیے تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔میں نے دیکھا کہ جو احباب دنیا سے چلے گئے، رابطہ ہونے پر انہوں نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں تشویش کا اظہار کیا

اوراس ضمن میں بندہ عاجز کو بھی معاونت کے لیے کہا۔

بندہ کے تایازاد بھائی حامد علی نے قریباً بیس برس قبل وفات پائی تو کئی روز اس کی روح مجھے ملتی رہی اور تقاضا کرتی رہی کہ میں اس کے بیٹے کو اپنالوں اوراس کی تعلیم وتربیت کروں۔ میں نے بھائی حامد علی کی بیوہ سے کہا کہ مجھے اپنا بیٹا دے دیں میں اسے اچھی تعلیم دلواؤں گا اور خود بھی اس کی تعلیم وتربیت کے لیے کوشش کروں گا، مگر وہ نہ مانیں۔

بندہ عاجز کے چھوٹے بھائی فیاض احمد نے قریباً ساڑھے دس برس قبل (17 جنوری 2005ء) کو وفات پائی۔ ایک دن وہ مجھے خواب میں نظر آئے۔ میں نے احوال دریافت کیے۔ انہوں نے صرف اتنا کہا، بھائی! مجھے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کی بہت فکر ہے۔ آپ ان کی طرف توجہ دیجئے گا۔ میں نے اپنے بھابھی سے کہا کہ مجھے ان کی تعلیم وتربیت کا موقع دیں۔ ایک بیٹا مجھے دے دیں۔ میں بفضلِ تعالیٰ اس کی اچھی تعلیم وتربیت کا اہتمام کروں گا اور تمام اُمورِ زندگی میں اس کی سرپرستی کروں گا۔ مگر وہ بھی اپنی فطری محبت کی وجہ سے، اسے خود سے اور دوسرے شہر (کراچی سے فیصل آباد) بھیجنے پر رضامند نہ ہوئیں۔

پروفیسر ادریس ایک حادثاتی موت کا شکار ہوئے۔ اگلے روز وہ دورانِ مراقبہ مجھے ملے۔ انہوں نے قبرستان میں مجھے ایک قبر دکھائی اور کہا کہ میری قبر اس طرح کی تعمیر کی جائے۔ میں نے ان کے بھائی اعجاز احمد ایڈووکیٹ کو ان کا پیغام پہنچادیا اور انہیں ساتھ لے جاکر مشاہدہ میں نظر آنے والی قبر بھی دکھادی۔ انہوں نے حسبِ ہدایت اپنے بھائی کی قبر تعمیر کردی۔

ایک روز بعداز نمازِ ظہر کچھ دیر سونے کے بعد بیدار ہوا تو اپنے بستر پر بیٹھے حالتِ بیداری میں حاجی محمد علی چشتی شکوری نظر آئے۔ انہوں نے مجھے کہا، میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ میرے اعزہ واقارب کو پیغام پہنچادیں کہ وہ میری وصیت غور سے سُن لیں۔ حاجی محمد علی چشتی شکوری کا نواسا حافظ ساجد اس وقت میرے پاس اکیڈمی میں میٹرک کی تعلیم حاصل کررہا تھا۔ میں نے اسی وقت اسے فون کیا اور پوچھا کہ ان کے نانا حاجی محمد علی چشتی شکوری کہاں پر ہیں؟ حافظ ساجد نے بتایا کہ وہ عزیز فاطمہ ٹرسٹ ہسپتال، گلستان کالونی فیصل آباد میں داخل ہیں، بہت نحیف ہو چکے ہیں اور باتیں بھی بمشکل کرپاتے ہیں۔ میں نے کہا، حافظ صاحب اپنی والدہ اور ماموں کو بتادیں کہ ان کا آخری وقت آ گیا ہے۔ وہ وصیت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی وصیت غور سے سن لیں۔ اُسی روز شام کو حاجی محمد علی چشتی شکوری رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے تھے۔

عالمِ ارواح میں اکثر اپنے قریبی اعزہ واقارب خصوصاً والد محترم حاجی محمد یٰسین، قریبی دوست میاں غلام احمد اور مشائخ عظام سے ملاقات ہوتی رہتی ہے اور ان سے مدد ورہنمائی حاصل ہوتی رہتی ہے۔

ایک بار خواب میں بندہ عاجز نے دیکھا کہ چھتری والی گراؤنڈ جناح کالونی فیصل آباد کی مشہور مسجد میں حاضر ہوں اور وہاں ایک بزرگ حافظ احسان الحق (جن کی قبر مسجد کے ساتھ واقع ہے) میرے گلے میں گلاب کے ہار ڈالتے ہیں۔ اس خواب کے کچھ عرصہ بعد حافظ ساجد نے اپنے نانا حاجی محمد علی چشتی شکوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ فضائل درود شریف پر مبنی کتاب کے قلمی نسخہ کا ذکر کیا۔ میں نے وہ کتاب ان سے منگوائی کر فوٹو کاپی کرالی۔ اس کا اچھی طرح مطالعہ کیا۔ وہ کتاب پڑھ کر مجھے بھی فضائل درود شریف پر کتاب مرتب کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس ضمن میں معروف سنی عالم صائم چشتی

رحمتہ اللہ علیہ سے بھی رہنمائی حاصل کی۔اس طرح اَلْحَمْدُلِلّٰہ فضائلِ درود شریف پر مبنی کتاب مرتب کر کے شائع کرنے کا شرف حاصل ہوا۔بعد میں حافظ احسان الحق رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت پر مبنی خواب کی تعبیر سمجھ آئی۔اَلْحَمْدُلِلّٰہ، وہ کتاب آپ کے زیرِ مطالعہ اس کتاب کے باب فضائل درود شریف پر مشتمل ہے۔ان شاء اللہ، بفضلِ تعالیٰ یہ کتاب حافظ احسان الحق رحمتہ اللہ علیہ اور بندہ عاجز کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔

روحانی تعلیم وتربیت کی بدولت انسان کو روحانی، فکری اور اخلاقی ارتقاء حاصل ہوتا ہے۔اسے اپنے اور دیگر افراد کے الجھے ہوئے معاملات سلجھانے کی قابلیت، صلاحیت اور قدرت عطا ہوتی ہے۔اسے خدمتِ خلق کا موقع ملتا ہے۔اسے ذاتی، انفرادی، اجتماعی، ملکی اور قومی سطح پر خدمات سرانجام دینے کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔علم ومعرفت کے حصول کے ساتھ اسے قُربِ ربّانی اور قربِ نبوی بھی عطا ہوتا ہے۔روحانی دنیا میں اپنے مرتبہ ومقام کے مطابق اسے شناخت اور پہچان حاصل ہوجاتی ہے۔اس مرتبہ ومقام کے مطابق اسے روحانی دنیا میں پروٹوکول بھی ملتا ہے۔روحانی دنیا کے ادنیٰ سے ادنیٰ فرد کے مقام ومرتبہ کی رفعت کا اندازہ لگانا نہایت مشکل کام ہے۔اعلیٰ مقامات کے حامل اولیاء عظام اور اعلیٰ ترین روحانی مقامات پر فائز انبیاء کی روحانی واخلاقی رفعت وکمال کا اندازہ لگانا کم علم اور بے عمل لوگوں کے لیے تو بالکل ناممکن ہے۔تمام بے جان اشیاء کی ساخت، بناوٹ اور کارکردگی کے لحاظ سے بنیادی اکائی ایٹم ہے۔اسی طرح جاندار اشیاء (انسان، حیوانات، نباتات) کی ساخت اور کارکردگی کے لحاظ سے بنیادی اکائی سیل (خلیہ) ہے۔ایٹم کے مزید ذیلی ذرات بھی دریافت ہوچکے ہیں۔ایٹم اور سیل پر اب تک کی گئی تحقیق ہزاروں بلکہ لاکھوں صفحات پر مشتمل ہے اور یہ تحقیق کبھی بھی مکمل نہیں ہوگی کیونکہ اس کی خالق وہ حکیم، علیم اور خبیر ذات ہے جس کی حکمت ودانائی اور علم وقدرت کی کوئی حد نہیں۔اس نے اپنے پیدا کئے ہوئے ذرات کو بے پناہ وسعتیں عطا کی ہیں۔وہ احسن الخالقین ہے۔اس کی بہترین تخلیق یعنی انسان کی عظمت، بزرگی اور رفعتوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر روحانی دنیا کے معارف وحقائق کا مطالعہ کیا جائے تو انسان خود کو انہیں سمجھنے سے معذور پاتے ہوئے بھی اپنی کم علمی کی بناء پر ان کا انکار نہیں کرے گا بلکہ ممکناتِ حیات کے اُصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے تدبر وتفکر کا سلسلہ جاری رکھے گا۔

ہمارے ایک عزیز جن کا نام الماس ہے کئی برسوں سے آئرلینڈ میں مقیم ہیں۔وہ اپنی بیوی اور بچوں کو آئرلینڈ بلانا چاہتے تھے۔اسی سلسلہ میں انہوں نے کئی بار کوشش کی مگر ناکام ہوئے۔ان کی مسز نے مجھے تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ایک دن میں نے مراقبہ کیا تو بشارت ملی کہ بفضلِ تعالیٰ سب کے ویزے لگ جائیں گے۔میں نے انہیں آگاہ کردیا اور ویزوں کے لیے درخواست دینے کو کہا۔انہوں نے حسبِ ہدایت درخواست دے دی۔بفضلِ تعالیٰ وہ کل چھ افراد تھے، سب کے ویزے لگ گئے۔وہ کئی سال سے آئرلینڈ میں مقیم ہیں۔

بندہ عاجز کے والدِ محترم حاجی محمد یٰسین مرحوم رحمتہ اللہ علیہ سعودی عرب جانا چاہتے تھے مگر ویزہ نہیں مل رہا تھا۔ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ چشتیہ سلسلہ کے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوں۔میں نے ان سے اپنے والدِ محترم کے ویزہ کا مسئلہ عرض کیا۔انہوں نے کچھ کاغذات پر مہر لگادی اور کہا کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ ویزہ لگ گیا۔اَلْحَمْدُلِلّٰہ چند روز بعد ان کے ویزہ کے کاغذات موصول ہوگئے اور وہ سعودی عرب چلے گئے۔

ایک عزیز مجاہد مقبول ملائشیا جانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے کئی بار منع کیا اور سمجھایا کہ مجھے بیرونِ ملک تمہارا مستقبل روشن نظر نہیں آتا۔ وہاں جا کر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ بضد رہا۔ اس کا ملائشیا کا ویزہ لگ گیا۔ وہاں کسی خاتون سے شادی ہو گئی۔ وہاں اسے مناسب روزگار حاصل نہ ہوسکا۔ کئی سال وہاں رہا۔ اس کے ہاں پانچ بچے ہوئے۔ قریباً سات آٹھ برس بعد پاکستان واپس آیا تو اس کے ویزہ کی مدت ختم ہوگئی۔ قریباً چودہ برس ہوگئے وہ پاکستان میں موجود ہے۔ اس کی بیوی بچے اُسے بھلا چکے ہیں۔ آج کل وہ بہت کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

علی ہسپتال نزد لاری اڈاہ کے ایم ایس ڈاکٹر نثار احمد (ایم بی بی ایس) 1983ء کے قریب میرے پاس آئے اور پوچھا کہ اُن کی شادی کب ہوگی؟ میں نے بتایا کہ میرے قیاس و اندازہ کے مطابق ابھی آپ کی شادی کا امکان نہیں ہے۔ (واللہ اعلم ورسول کریم ﷺ اعلم)۔ کئی سال بعد دوبارہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے پھر سے اپنی شادی کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اندازے سے کہا کہ میرے خیال میں آپ کی شادی اب ہوجانی چاہیے۔ انہوں نے میرے اندازہ کی تصدیق کی اور بتایا کہ چندروز بعد ان کی شادی ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ 1983ء میں جب آپ نے بتایا تھا کہ ابھی میری شادی کا وقت نہیں آیا، تب چندروز بعد انگلینڈ میں میری شادی کا پروگرام طے ہو چکا تھا۔ میں حسبِ پروگرام انگلینڈ پہنچا مگر شادی نہ ہوسکی اور میں ویسے ہی واپس آ گیا۔ درج ذیل کتاب تحریر کرنے سے قریباً چار پانچ سال پہلے ڈاکٹر نثار پھر کسی معاملہ میں مشاورت کے لیے آئے تھے۔ حسبِ سابق، اس وقت بھی میری کہی گئی باتیں، بفضل تعالیٰ درست ثابت ہوئیں۔

1983ء کی ہی بات ہے۔ ہمارے گھر بابا مالی کا بیٹا دودھ دینے آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کتنی شادیاں ہوچکی ہیں؟ اس نے بتایا کہ تین شادیاں ہوچکی ہیں۔ یہ اس کی تیسری شادی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ شادی بھی کامیاب ثابت نہیں ہوگی۔ اس نے گھر جا کر اپنے والد کو تمام بات بتادی۔ بابا مالی اُسی وقت ہمارے گھر آ گیا اور میرے والدِ محترم سے شکایت کردی کہ آپ کے بیٹے نے اس طرح سے کہا ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے اسی کی تیسری شادی کی ہے۔ آپ کے بیٹے کی یہ بات سن کر میں بہت پریشان ہوں۔ میرے والد یہ بات سن کر بہت ناراض ہوئے اور مجھے ڈانٹ پڑی۔ افسوس کہ چندروز بعد بابا مالی کی تیسری بہو بھی زیورات وغیرہ لے کر بھاگ گئی۔

ایک بار دو بہنیں میرے آفس میں بسلسلہ تعلیم داخلہ لینے کے لیے آئیں۔ ان میں سے ایک لڑکی کی کلائی پر زخم کا نشان تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کس قسم کا نشان ہے؟ اس کی بہن نے بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے اس نے بلیڈ سے اپنی اس کلائی کی رگ کاٹ کر خودکشی کی کوشش کی تھی۔ یہ اس زخم کا نشان ہے۔ میں نے تمام ماجرا سُن کر اسے تسلی دی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی اور بتایا کہ بفضل تعالیٰ بہت جلد اس کی شادی ہوجائے گی اور اس کے تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔ اس کی بہن کو بتایا کہ اس کی شادی کئی سال بعد ہوگی۔ اس کی بہن نے کہا کہ کچھ عرصہ بعد میری شادی ہو رہی ہے۔ ابھی کہیں بھی اس کی شادی طے نہیں ہوئی ہے۔ خدا کی قدرت کہ جس کی شادی کا پروگرام طے ہو چکا تھا اس کی شادی کئی سال بعد ہوئی جبکہ جس کی شادی ہوتی نظر نہیں آتی تھی اس کی شادی تھوڑے ہی عرصے میں ہوگئی۔

عزیزانِ من! روحانی علم کی بدولت بندہ عاجز کو کئی بار نہایت مشکلات و مصائب کے شکار افراد کی مدد و رہنمائی

کرنے کا موقع ملا اور انہیں بفضلِ تعالیٰ محفوظ و مامون پا کر قلبی اطمینان اور روحانی مسرت نصیب ہوئی۔

محمد نعیم منصور آباد میں ڈائیگنا سٹک سنٹر چلا رہے ہیں۔ وہ عرصہ تقریباً بیس سال سے بندہ عاجز سے مشاورت کر کے اپنے معاملاتِ زندگی چلا رہے ہیں۔ بندہ کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ خود سے رابطہ کرنے والے احباب کی قرآن وسنت کے مطابق رہنمائی کرتا رہے۔ اس کوشش میں بفضل تعالیٰ بندہ عاجز کو ہمیشہ کامیابی عطا ہوئی۔ نعیم صاحب اپنی بیوی کے کردار کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار تھے۔ میں نے انہیں مطمئن کرنے کی بہت کوشش کی مگر مجھے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

نعیم صاحب برسوں سے مجھ سے مشاورت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ میری کہی باتیں اور میرے اندازے درست ثابت ہوئے۔ اپنی بیوی کے کردار کے معاملہ میں وہ میری رائے سے متفق نہ تھے۔ ایک دن مجھے عجب بات سوجھی میں نے کہا نعیم صاحب ایک دو روز میں آپ کے گھر آؤں گا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان شاء اللہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جائے گا۔ مقررہ دن اور وقت پر میں ان کے گھر پہنچا۔ ان کی بیوی، دونوں بیٹوں اور بیٹی کو بھی بلا لیا۔ نعیم بھائی سے کہا کہ اپنے ہاتھ کھول کر میز پر رکھ دیں۔ انہیں ان کے ہاتھوں کی بناوٹ (ساخت) سمجھائی۔ ہاتھ کی لکیروں (خطِ زندگی، خطِ قلب، خطِ ذہن، خطِ تقدیر وغیرہ) کے بارے میں ضروری باتیں اور ان کی ابتداء واختتام کے لحاظ سے ان کی پہچان کرائی۔ خدا کی قدرت کی نعیم بھائی کے بچوں کے ہاتھوں کی ساخت اور لکیروں کی بناوٹ بھی ان کے ہاتھوں کی ساخت اور لکیروں کی بناوٹ سے بہت مشابہہ تھی۔ جب انہیں یہ بات سمجھ آ گئی تو میں نے کہا نعیم صاحب اگر ان تینوں بچوں کے ہاتھوں کی بناوٹ اور ان کے ہاتھوں کی لکیریں آپ کے ہاتھوں جیسی ہیں تو یہ تینوں آپ ہی کے بچے ہیں۔ الحمدللہ! نعیم صاحب کو یہ بات سمجھ آ گئی اور بفضل تعالیٰ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو گیا۔

نعیم بھائی کی اولاد کے نسب کا معاملہ کئی برس قبل پیش آیا تھا۔ اس ضمن میں چند ماہ قبل مجھے مسلم شریف کی حدیث مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس حدیث کے نفسِ مضمون سے مجھے اپنے طریقہ کار پر اطمینان حاصل ہوا۔ شرح صحیح مسلم، کتاب الرضاع کے باب نمبر 464 (بچہ کے نسب کے ثبوت میں قیافہ شناسی کا اعتبار) میں ایک ہی مضمون کی پانچ احادیث (حدیث نمبر 3512 تا حدیث نمبر 3515) درج ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث مطالعہ فرمائیں۔

> حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ درآں حالیکہ خوشی سے آپ کا چہرہ انور دمک رہا تھا، آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم! کہ ایک قیافہ شناس نے ابھی ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدموں کو دیکھ کر بتلایا ہے کہ ان میں سے ایک قدم دوسرے قدم کا جز ہے۔
>
> (شرح مسلم، ص 948)

اس حدیث کی شرح میں علامہ غلام رسول سعیدی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح صحیح مُسلم میں سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا سخت کالا رنگ تھا اور ان کے والد کا رنگ دھنکی ہوئی روئی سے زیادہ سفید تھا۔ اس وجہ سے مشرکین عرب ان کے نسب پر طعن کرتے تھے اور نسب کی شناخت کے معاملہ میں زمانہ جاہلیت کے عرب قیافہ شناس کے قول کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس وجہ سے جب مجزز مدلجی (قیافہ شناس) نے حضرت اسامہ اور حضرت زید کے قدموں کو دیکھ کر ان کے نسب کی تصدیق کر دی کہ حضرت

اسامہ، زید ہی کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کو اس سبب سے خوشی ہوئی کہ اہلِ عرب کے اپنے معیار کے اعتبار سے حضرت اسامہ کا نسب ثابت ہو گیا اور اب کسی عرب کے لیے حضرت اسامہ کے نسب میں طعن کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔

قیافہ شناسی کے اعتبار میں مذاہب:۔ علامہ نودی لکھتے ہیں: قیافہ شناس کے قول کو قبول کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب قیافہ شناس کے قول کا اعتبار نہیں کرتے، امام شافعی اور جمہور علماء قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں، امام مالک لونڈیوں کے حق میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد کے حق میں نہیں کرتے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ آزاد اور غلام دونوں میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام شافعی کی دلیل مجزز کی حدیث ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ اس بات سے خوش ہوئے کہ امت میں ایسے لوگ ہیں جو اشتباہ نسب کے وقت نسب کو متمیز کر دیتے ہیں اور اگر قیافہ شناسی باطل ہوتی تو آپ کو اس کے حصول پر خوشی نہ ہوتی۔

قیافہ شناسی٬ فال نکالنے اور نجومیوں کے کاروبار میں فقہاء احناف کا موقف اور ان کے دلائل:۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ قیافہ شناسی کا بالکل اعتبار نہیں کرتے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ولا تقف ما لیس لك به علم** (اسراء:٣٦) "اور اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے" اور اس حدیث میں قیافہ کے اعتبار کرنے کا شرعی حکم نہیں ہے کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت زید بن حارثہ سے نسب بغیر کسی تردّد کے ثابت تھا اور نبی کریم ﷺ ان کے نسب کے ثبوت کے سلسلے میں کسی کے قول کے محتاج نہیں تھے۔ البتہ نبی ﷺ کو مُجزّز کی اصابت رائے سے تعجّب اور خوشی ہوئی جیسے کسی شخص کو اس بات پر تعجّب ہو کہ کوئی شخص محض اپنے گمان سے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچ جائے اور اس کا رد نبی ﷺ نے اس لیے نہیں کیا کہ صرف اس کے کہنے کی وجہ سے حضرت اُسامہ کا نسب ثابت نہیں ہوا تھا بلکہ پہلے ہی ثابت تھا۔

اس کے بعد علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رسول ﷺ کا خوش ہونا محض اس وجہ سے تھا کہ کفار پر حجت قائم ہو جائے، کیونکہ قیافہ شناسی سے نسب کا متمیز ہونا کفر کے قواعد میں سے تھا، یہ اسلام کا کوئی قاعدہ نہیں ہے اس کی مثال یہ ہے کہ اسلام میں چاند کا حکم رویتِ ہلال یا شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ علم فلکیات کے قواعد سے ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر رویتِ ہلال کمیٹی کا چیئرمین کسی دن رویتِ ہلال کا اعلان کرے اور علم فلکیات کے حساب سے بھی وہی تاریخ ہو تو اس سے مسلمان خوش ہوں گے لیکن اس خوشی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علم فلکیات کے حساب کو علماء نے حجت شرعی مان لیا ہے، اور قیافہ عدم جواز کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے: **ولا تقف ما لیس لك به علم** (اسراء:٣٦) "جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو" اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ فال نکالنے والوں اور نجومیوں کا کاروبار حرام ہے اور ان سے مستقبل کا حال دریافت کر کے اجرت دینا بھی حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ قیافہ شناس کے قول کے بطلان پر ہماری دلیل یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی میں بچے کے نسب کا جھگڑا ہو، بیوی یہ کہے کہ میں نے کوئی بدکاری نہیں کی یہ تمہارا بیٹا ہے اور خاوند اس نسب کا انکار کرے اور اس پر بدکاری کی تہمت لگائے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان لعان کو مشروع کیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ قیافہ شناس کے پاس جا کر پوچھو وہ باپ اور متنازعہ بیٹے کو دیکھ کر بتا دے گا کہ یہ لڑکا شوہر کا بیٹا ہے نہیں، اگر قیافہ شناس کا قول شرعاً حجت اور معتبر ہوتا تو لعان کرنے کی بجائے قیافہ شناس کے پاس جانے کا حکم دیا جاتا۔

قیافہ شناس کا قول اس لیے بھی باطل ہے کہ وہ غیب کی بات کو اپنے قیافہ یا اٹکل پچّو سے بیان کرتا ہے اور اس علم

کو جاننے کا دعویٰ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ویعلم مافی الارحام**۔ اور قیافہ شناس مافی الارحام کے علم کا دعویٰ بغیر کسی برہان اور دلیل کے کر رہا ہے اور محض اٹکل پچّو سے یا تو وہ نسب کی نفی کر کے پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے گا اور یا اولاد کی نسبت غیر آباء کی طرف کرے گا اور محض چہروں کا ایک دوسرے سے مشابہ ہونا قیافہ شناسی کے لیے کافی نہیں ہے کبھی بچے کی مشابہت باپ کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی دادا، پردادا بلکہ اس سے بھی دور کے رشتہ دار سے ہوتی ہے۔

اس لیے اللہ عزوجل کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا کہ کون کس کا بیٹا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مافی الارحام کے علم میں کچھ علم عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپ سے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے پوچھا: **من ابی یارسول الله؟** یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: **ابوك حذافة** ''تمہارا باپ حذافہ ہی ہے۔ (لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے تھے) ایک اور شخص کھڑا ہوا اور پوچھا یارسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے فرمایا؟ **ابوك سالم مولی شیبه** تمہارا باپ سالم ہے جو شیبہ کا غلام ہے۔

ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مافی الارحام کا کچھ علم عطا فرمایا ہے آپ کا یہ علم اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کے سامنے ایسا بھی نہیں ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو اور تمام مخلوق کا علم آپ کے سامنے ایسا ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو۔ (شرح صحیح مسلم، ص950 تا 951)

مندرجہ بالا علمی بحث سے واضح ہے کہ علمِ قیافہ کے معتبر ہونے کے مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب قیافہ شناس کے قول کا اعتبار نہیں کرتے، امام شافعی اور جمہور علماء قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں، امام مالک لونڈیوں کے حق میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد کے حق میں نہیں کرتے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ آزاد اور غلام دونوں میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ شرعی امور میں سب سے پہلے شرعی ثبوت تلاش کیا جائے گا اور شرع کے مطابق ان امور کا فیصلہ کیا جائے گا۔ تاہم، دین اسلام میں روایت کے ساتھ درایت کی اہمیت کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ محض اندازے سے حاصل ہونے والے علم کو، علمِ قیافہ تصور کیا جاتا تھا۔ سائنسی ترقی کی بدولت علمِ قیافہ کو مشاہدہ اور تجربہ کی کسوٹی پر پرکھا گیا اور مختلف مستند علوم وجود میں آ گئے۔ آج کل نسب کے تعین کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کو معتبر سمجھا جاتا ہے۔ خفیہ کیمروں اور آلات کی مدد سے مجرم کا سراغ لگانے اور اسے پکڑنے میں مدد لی جاتی ہے۔ آج کل مختلف پُراسرار علوم کو بھی مشاہدہ اور تجربہ کی کسوٹی پر پرکھ کر ان علوم کے قابلِ اعتبار پہلو تلاش کیے جا رہے ہیں۔ علمائے کرام کو چاہیے کے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پُراسرار روحانی، مشاہداتی و تجرباتی علوم سے استفادہ کرنے کے شرعی اصول واضح فرمائیں اور اس سلسلہ میں جدید سائنسی علوم اور سائنسی ایجادات کے سلسلہ میں علما کے اس منفی ردِّعمل کو بھی پیشِ نظر رکھیں جو بعد میں مثبت طرز اختیار کر گیا۔

مذکورہ بالا بحث میں مختلف پُراسرار اور روحانی علوم (علم نجوم، علم جفر، علم الاعداد، پامسٹری وغیرہ) کو علم قیافہ قیاس کرتے ہوئے ان علوم اور ان علوم کے ماہرین کے ان علوم سے کمائے گئے رزق کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

عزیزانِ من! بندہ عاجز کے مطالعہ وتحقیق کے مطابق دین اسلام میں مشاہداتی وتجرباتی علوم کی قدروقیمت اور ضرورت واہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے مختلف روحانی علوم صدیوں کے مشاہدات وتجربات پر مبنی ہیں۔ ان علوم تک درست

رسائی رکھنے والے ماہرین کی اکثر آراء درست ہیں۔ اگر دین اسلام کے مطابق بنیادی عقائد اور اعمالِ صالحہ پر مبنی ضابطہ حیات کی پابندی کرتے ہوئے ان علوم کا مشاہداتی وتجرباتی مطالعہ کیا جائے تو حروف واعداد اور نجوم (ستاروں) سے متعلقہ بہت سے اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ جس طرح مختلف پھل، سبزیاں، نباتات اور جڑی بوٹیاں اپنی تاثیر کے لحاظ سے کئی طرح کے اثرات مرتب کرتی ہیں اسی طرح مشیتِ ایزدی کے تحت مختلف حروف، اعداد اور اجرامِ فلکی تاثیر کے حامل ہیں۔ ان میں یہ تاثیر ذاتِ باری تعالیٰ نے رکھی ہے۔ یہ ازخود تاثیر کے حامل نہیں ہیں۔

تمام پراسرار، روحانی علوم کسی نہ کسی شکل میں معاملات و مسائل زندگی سلجھانے میں بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر معاون ثابت ہوتے ہیں مثلاً

1۔ فنگر پرنٹس اور انگوٹھے کے نشانات سے مختلف شخصیات کی شناخت کی جاتی ہے۔ ان کی مدد سے اصل مجرموں تک رسائی حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جدید سائنسی، ترقی یافتہ دور میں بایومیٹرک تصدیق کا نظام بہت ترقی کر گیا ہے۔

2۔ چہرے کی بناوٹ، چلنے کے انداز اور ہاتھوں کی بناوٹ سے کسی انسان کی شخصیت اور کردار کے بارے میں کافی حد تک درست معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ انسانی مشاہدات وتجربات پر مبنی علم، ہومیوپیتھی میں مریض کی شخصیت کا جائزہ لے کر اور دو چار سوالات پوچھ کر اس کے مزاج کا تعین کیا جاتا ہے اور اس سے اس کی ذہنی ونفسیاتی کیفیات کے بارے میں کافی زیادہ معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔ ہومیوپیتھی کے ٹیچرز اور سٹوڈنٹس اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگنیشیا، کالی سلف، نیٹرم میور، وغیرہ کے مریض کے تعین کے بعد ان کی مخصوص ریمیڈی (دوا) کے حوالے سے ان کی ذہنی ونفسیاتی کیفیات آسان سے علم میں آجاتی ہیں۔ ایک ماہر ہومیو پیتھ مریض سے پوچھے بغیر جب اس کی ذہنی ونفسیاتی اور جسمانی کیفیات بیان کرتا ہے تو وہ ایک غیب دان یا ماہر علومِ روحانی دکھائی دیتا ہے جبکہ درحقیقت وہ مشاہداتی وتجرباتی علم کی بدولت ان باتوں سے آگاہ ہوتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مختلف مشاہداتی وتجرباتی علوم اور پراسرار روحانی علوم کی بنا پر کی جانے والے پیشین گوئیوں کو غیب دانی کا دعویٰ تصور نہ کیا جائے اور دیگر انسانی علوم کی طرح پراسرار روحانی علوم (علم نجوم، پامسٹری، علم الاعداد، علم الحروف، علم رمل، چہرہ شناسی وغیرہ) کو بھی غیر الہامی، مشاہداتی وتجرباتی علوم تصور کرتے ہوئے اس حیثیت سے ان کا مطالعہ کیا جائے اور ان علوم سے وابستہ غیر اسلامی افکار وتصورات اور نظریات کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر دین اسلام کی رو سے ان علوم کا مشاہداتی وتجرباتی مطالعہ جائز قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں صحیح رہنمائی مجتہدین کرام سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

فضائل ذکروفکر

(ذکروفکر کی قدرو قیمت اورضرورت واہمیت)

ذکروفکر:۔ انسان کوجس سے محبت ہو اکثر اس کے خیالوں میں رہتا ہے اوراس کا ذکر کرتا ہے۔محبت کے ساتھ اگر عقیدت بھی شامل ہوتو ذکروفکر میں مزید گہرائی اور شدت پیدا ہوجاتی ہے۔ذکروفکر سے محبوب کی محبت بڑھتی جاتی ہے اور محبت بڑھنے سے ذکروفکر میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔کثرت سے ذکروفکر وصلِ حبیب کا سبب بن جاتا ہے۔

ذکروفکر سے محبوب کا قرب حاصل ہوتا ہے۔محبوب کی رضا حاصل ہوتی ہے۔یہاں تک کہ ذکروفکر اختیاری، ذکروفکر غیر اختیاری کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔لسانی ذکر، قلبی ذکر کی شکل میں تبدیل ہوجاتا ہے۔اس سے اگلے مرحلہ پر دل میں ذکر اس قدر پختہ اور غالب ہوجاتا ہے کہ اس کو کسی غیر کی طرف متوجہ کرنے کے لیے تکلف کی ضرورت پڑتی ہے۔اس کے بعد کے مرحلہ پر ذاکر، مذکور میں مستغرق ہوجاتا ہے۔اس کا نہ ذکر کی طرف دھیان رہتا ہے اور نہ دل کی طرف یہ فنا کا مقام ہے۔اس کی ابتدا لسانی ذکر سے، پھر تکلفاً ذکرِ قلب سے، پھر طبعاً ذکرِ قلبی سے ہوتی ہے۔پھر آخر میں مذکور دل میں متمکن ہوجاتا ہے۔

ذکروفکر کی قدرو قیمت اورضرورت واہمیت:۔ انسان کی زندگی کا حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قرب و رضا حاصل کرنا ہے۔اس لیے قرآن وحدیث میں ذکروفکر کی قدرو قیمت اور اہمیت وضرورت پر بہت زور دیا گیا ہے اور ذکروفکر کے مختلف مواقع اور ذکروفکر کے مختلف طریقوں کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔

کتاب وسنت سے دلائل:

بہت سی آیات کریمہ ذکر کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔یہاں چند آیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ رب العزت اپنی لاریب کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

1۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ البقرہ[2:152]

سوتم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو o

2۔ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ آل عمران[3:191]

وہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر۔

3۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ الاحزاب[33:41-42]

اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے اور اس کی پاکی بیان کرو صبح وشام۔

4۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ آل عمران[3:41]

اور یاد کرو اپنے پروردگار کو بہت۔اور پاکی بیان کرو اس کی صبح وشام۔

5۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ الرعد[13:28]
جولوگ ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں جن کے دل ذکرِ الٰہی سے، دھیان سے سنو اور اللہ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

6۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۚ الدھر[76:25]
اور یاد کرتے رہا کرو اپنے رب کے نام کو صبح وشام۔

7۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ؕ المزمل[73:8]
اور یاد کرتے رہا کرو اپنے رب کے نام کو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔

8۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ العنکبوت[29:45]
اور واقعی اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

09۔ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ... النساء[4:103]
جب تم ادا کر چکو نماز تو ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے۔

10۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ الجمعہ[62:10]
پھر جب پوری ہو چکی نماز تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل کو اور کثرت سے اللہ کی یاد کرتے رہا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

11۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ۔ البقرۃ [2:114]
اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روک دے اللہ کی مسجدوں سے کہ ذکر کیا جائے ان میں اس کے نام کا۔

12۔ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ نور[24:36]
ان گھروں میں (جن کے متعلق) حکم دیا ہے اللہ نے کہ بلند کیے جائیں اور لیا جائے ان میں اللہ کا نام۔

13۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ المنافقون[63:9]
اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد (کہیں) تمہیں اللہ کی یاد سے ہی غافل نہ کردیں، اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں o

14۔ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۞ الاحزاب[33:35]
اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں۔ تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا" سے مراد یہ ہے کہ وہ نمازوں کے بعد اور صبح وشام اور نیند سے بیداری کے وقت اور اپنے گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندہ کثیر ذکر کرنے والوں میں اس وقت شمار ہوگا جب بیٹھتے، اٹھتے لیٹتے ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرے اور کسی بھی حالت میں (خوشی وغم میں، مصروفیت وفراغت میں) اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے۔

ذکر کے علاوہ تمام عبادات کی صحت کے لیے شرائط ہیں لیکن ذکر، طہارت اور بغیر طہارت، قیام وقعود بلکہ تمام احوال میں جائز ہے۔اسی وجہ سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دل اور زبان کا ذکر بے وضو، جُنبی، حیض ونفاس والی عورت کے لیے بھی جائز ہے اور اس ذکر سے مراد تسبیح وتہلیل، تحمید، تکبیر، درود وسلام، شکر، دعا اور اطاعت ہے۔

ذکر، دلوں کا صیقل اور فیوض ربانی کی چابی اور دلوں پر تجلیات کے نزول کا راستہ ہے۔اس کی وجہ سے انسان صفات الٰہیہ سے متصف ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ذکر سے غفلت کی وجہ سے سالک پر غم وحزن طاری ہوجاتا ہے۔اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوجائے، تو وہ خوشی محسوس کرتا ہے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں کیونکہ ذکر خوشی ومسرت کی کلید ہے، جس طرح غفلت، غم وحزن کی کلید ہے۔

ذکر کی فضیلت میں احادیث مبارکہ:

1۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر ربہ مثل الحی والمیت۔
اپنے رب کا ذکر کرنے والے، نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے راستوں میں چکر لگاتے ہوئے اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔جب کسی قوم کو اللہ کے ذکر میں پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو ندا دیتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آؤ۔فرمایا، وہ فرشتے اس مجلس کو اپنے پروں کے ساتھ آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔پھر فرمایا، ان کا رب عزوجل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں۔فرشتے عرض کرتے ہیں، آپ کی عظمت و بزرگی کا اظہار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں قسم بخدا انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی حالت کیا ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اگر وہ لوگ آپ کو دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ عبادت وعظمت اور بزرگی کا اظہار کرتے۔پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں قسم بخدا: انہوں نے اس کو نہیں دیکھا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ اس کے طالب اور رغبت رکھنے والے ہوتے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وہ کس چیز سے پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، جہنم کی آگ سے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں، قسم بخدا! انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو ان کی کیا حالت ہوتی؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، کہ اگر وہ دیکھ لیتے تو اس سے بھی زیادہ اس سے

بھاگتے اور خوفزدہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ ایک فرشتہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے، کہ فلاں آدمی توان میں سے نہیں ہے۔ وہ تو اپنے کسی کام کے لیے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان اہل مجلس کا ہم نشین کبھی بد بخت نہیں ہوسکتا۔ (بخاری)

اس حدیث پاک میں مجالس ذکر، اہلِ ذکر اور ذکر کے لیے اجتماع کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اہل ذکر کا ہم نشین بھی ان نوازشات میں شامل ہوتا ہے جن کو رب کریم اہلِ مجالس پر نازل فرماتا ہے۔ اگرچہ وہ اصل ذکر میں شامل نہ ہو لیکن اہلِ ذکر کی ہم نشینی کے باعث وہ خوش بخت بن جاتا ہے۔ کیونکہ جو کسی کی معیت اختیار کرتا ہے بشرطیکہ اس کی نیت صحیح ہو تو اس کا شمار بھی انہیں میں ہوتا ہے۔

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا، قالوا، یارسول اللہ ﷺ! ما ریاض الجنة؟ قال، حلق الذکر (ترمذی)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم باغات جنت کے قریب سے گزرو، تو اس میں سے کچھ کھا لیا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! باغاتِ جنت سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، محافلِ ذکر۔

4۔ حضور ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیبعثن اللہ اقواما یوم القیامه فی وجوهھم النور علی منابر اللولو، یغبطھم الناس، لیسوا بانبیاء ولا شهداء، قال اعرابی علی رکبتیه، قال، یارسول اللہ ﷺ حلھم لنا نعرفھم قال ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی و بلا دشتی یجتمعون علی ذکر اللہ یذکرونه (طبرانی)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن کچھ لوگوں کو اس حال میں اُٹھایا جائے گا کہ ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور وہ موتیوں کے منبروں پر براجمان ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کریں گے۔ یہ نہ تو انبیاء ہوں گے اور نہ ہی شہداء۔ راوی فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر ایک بدوا اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہمیں ان کا حلیہ بیان کیجئے تاکہ ہم ان کو پہچان لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ مختلف قبائل اور علاقوں سے جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

5۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے کسی راستہ سے گزر رہے تھے کہ آپ ﷺ کا گزر جمدان پہاڑ کے قریب سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جمدان پہاڑ ہے مفردون سبقت لے گئے"، عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ مفردون کون ہیں؟ فرمایا: "اللہ سے محبت کرنے والے۔ اللہ کا ذکر ان کے بوجھوں (گناہوں) کو اتار دے گا۔ اور وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ذکر کے انتہائی حریص اور مشتاق ہوتے ہیں۔ اس پر مواظبت اختیار کرتے ہیں۔ انہیں جو کچھ بھی کہا جائے۔ یا ان سے جو کچھ بھی سلوک کیا جائے۔ تو اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ (مسلم۔ ترمذی)

6۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الا انبئکم بخیر

اعمالکم واز کاھا عند ملیکم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذھب والورق۔ وخیرلکم من ان تلقوا عدو کم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم؟ قالو، بلی، قال: ذکر اللہ فقال: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ماشیئی انجی من عذاب اللہ۔ (ترمذی)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے افضل ترین عمل کے بارے میں آگاہ نہ کردوں جو تمہارے رب کے نزدیک زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجات کو بلند کرنے والا ہے۔ اور تمہارے سونا اور چاندی کے خرچ کرنے سے بھی زیادہ افضل ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ بہتر ہے کہ تم دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرو۔ تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ہاں! ضرور بتایئے' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عمل اللہ کا ذکر ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر عذابِ خداوندی سے بچانے والی کوئی چیز نہیں۔

7۔ حدیث قدسی ہے: انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی، فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی، وان ذکرنی فی ملا ذکرتہ فی ملاخیر منھم، وان تقرب الی اشبر اتقربت الیہ ذراعا، وان تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا، وان اتانی یمشی اتیتہ ھرولہ۔

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندہ سے ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جیسا وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو اسے میری معیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر وہ میرا ذکر اپنے دل میں کرے تو میں بھی اسی طرح اسے یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میرا ذکر کسی مجلس میں کرے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر مجلس میں کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آئے تو میں ایک ذراع اس سے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ ایک ذراع میرے قریب آئے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ چل کر میری بارگاہ میں حاضر ہو تو میری رحمت دوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ (مسلم، کتاب الذکر۔ بخاری، کتاب التوحید۔ ترمذی، کتاب الدعوات)

8۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: یقول اللہ عزوجل یوم القیامہ: سیعلم اھل الجمع من اھل الکرم، فقیل ومن اھل الکرم یا رسول اللہ ﷺ! قال! اھل مجالس الذکر فی المساجد (مسند امام احمد۔ ابویعلی۔ صحیح ابن حبان۔ سنن بیہقی)

حضرت ابو سعید خدری رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ آج تمام لوگ جان جائیں گے کہ اہل کرم کون ہیں! عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! اہلِ کرم کون لوگ ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، مسجدوں میں محافلِ ذکر کا انعقاد کرنے والے۔

9۔ عن انس رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال: مامن قوم اجتمعوا یذکرون اللہ عزوجل لا یریدون بذلک الاوجھہ، الاناداہ منادمن السماء ان قوموا مغفورا لکم وقد بدلت سیئاتکم حسنات (مسند امام احمد بن حنبل۔ مجمع الزوائد، ج10، ص76)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے جمع ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ آسمان سے ایک منادی ایک ندا دیتا ہے کہ تم اس مجلس سے اس حال میں اٹھو کہ تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا جائے گا۔

10۔ عن ثابت رضی الله عنه، كان سليمان رضی الله عنه فی عصابه يذكرون الله فمر النبی ﷺ فكفوا فقال: ما كنتم تقولون؟ قلنا نذكر الله قال: انی رايت الرحمة نزل فاحببت ان اشارككم فيها، ثم قال الحمد لله الذی فعل فی امتی من امرت ان اصبر نفسی معهم۔
(مسند امام احمد۔حاکم)

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی ایک جماعت میں ذکر کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ خاموش ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کی کہ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا کہ رحمت نازل ہو رہی ہے۔ میں نے بھی چاہا کہ میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ پھر فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا فرمایا جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا کہ میں ان کے ساتھ بیٹھوں۔ (الحدیث)

11۔ عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ يقول الرب تبارك و تعالیٰ: من شغله قراءة القرآن و ذكری عن مسئالتی اعطيته افضل ما اعطی السائلين (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس شخص کو تلاوت قرآن اور میرے ذکر (میں مصروفیت) نے مجھ سے سوال کرنے سے روک دیا، تو اس کو میں سوال کرنے والوں سے بھی زیادہ عطا کرتا ہوں۔

اس کے علاوہ بھی ذکر کی فضیلت، اس کے لیے اجتماع اور ذکر جہری وسری کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ یادِ الٰہی سے غافل ہونے پر اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ وہ نفسانی و دنیوی خواہشات کی بدولت اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۝ الکھف[18:28]

اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے o

جب ایسے انسان کو استغفار اور ذکرِ الٰہی کی توفیق نصیب ہوتی ہے تو اس کے دل کا زنگ اتر جاتا ہے۔ دل کی تاریکیاں، نورِ ہدایت میں بدل جاتی ہیں اور اسے معرفتِ الٰہی نصیب ہو جاتی ہے۔

ذکرِ سری و ذکرِ جہری:۔ انسان کو خلوت اور جلوت میں اپنی روحانی و قلبی کیفیت اور موقع محل کی مناسبت سے آہستہ آواز سے ذکر (ذکرِ سری) یا بلند آواز سے (ذکرِ جہری) کرتے رہنا چاہیے۔ اگر ریا کا یا کسی کو تکلیف پہنچنے یا کسی کے بے آرام ہونے کا اندیشہ ہو تو ذکرِ سری افضل ہے۔ اگر ایسا کوئی اندیشہ نہیں تو ذکرِ جہری افضل ہے۔ قرآن و حدیث میں دونوں اقسام

کے ذکر کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔

ذکرِسری وذکرِجہری کے بارے میں ارشاداتِ باری تعالیٰ

1۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۞ الاعراف[7:55]

تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ (دونوں طریقوں سے) دعا کیا کرو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا o

2۔ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۞ الاعراف[7:205]

اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو عاجزی وزاری اور خوف وآہستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی (جہر سے نہیں)، صبح وشام (یادِحق جاری رکھو) اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ o

3۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۞ مریم[19:3]

جب انہوں نے اپنے رب کو (ادب بھری) دبی آواز سے پکارا o

ذکرِسری وذکرِجہری کے بارے میں مزید احادیث وآثار:۔

1۔ قال ابن الادرع رضی الله عنه انطلقت مع النبی ﷺ لیله، فمر برجل فی المسجد یرفع صوته، قلت: یارسول الله ﷺ! عسی ان یکون مرائیا۔ قال: لا ولکنه اواه۔ (رواہ البیہقی)

''حضرت ابن ادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک رات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ کا گزر ایک ایسے آدمی سے ہوا جو مسجد میں باآواز بلند ذکر کر رہا تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ممکن ہے کہ یہ شخص ریاکار ہو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ وہ تو انتہائی مخلص اور رقیق القلب ہے۔ (الحدیث)

2۔ قال: ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبه کان علی عهد النبی ﷺ۔ قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلك اذا سمعته (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں فرضی نمازوں کے بعد ذکر بالجہر معروف تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں ذکر کی آواز سنتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ لوگ نماز سے واپس آرہے ہیں۔ (الحدیث)

3۔ آپ ﷺ کا ارشادِگرامی ہے:

خیر الذکر خفی وخیر الرزق مایکفی۔

بہترین ذکر، ذکرِخفی ہی ہے، اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔

4۔ عن انس رضی الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ ان الله سیاره للملائکة یطلبون حلق الذکر، فاذا اتوا علیهم حفوا بهم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتوں کی ڈیوٹی ہے کہ

وہ اہلِ ذکر کے حلقوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔اصحابِ ذکر کی محفل ملنے پر اسے ڈھانپ لیتے ہیں۔(الحدیث)

ذکرِ مقید:۔ قرآن وحدیث میں ذکرِ مقید کا بھی حکم ہے اور ذکرِ مطلق کا بھی۔ذکرِ مقید سے مراد وہ ذکر ہے جس کا وقت،جگہ اور بعض صورتوں میں تعداد مقرر کی گئی ہو۔مثلاً بعد از نماز تسبیح وتحمید اور تکبیر کا ذکر،مرغ کی اذان،گدھے کی آواز سنتے وقت مخصوص دعائیں،مرض میں مبتلا کسی شخص کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا و دیگر اذکار۔

ذکرِ مقید کے بارے میں احادیث:۔

1۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللہ 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور 33 مرتبہ اللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھا ان کو جمع کرنے سے 99 کا ہندسہ بنتا ہے اور 100 مکمل کرنے کے لیے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔تو اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔(مسلم)

2۔ عن سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ قال، کنا عند رسول اللہ ﷺ فقال: ایعجز احد کم ان یکسب احد یوم الف حسنہ فسائلہ سائل من جلسائہ۔ کیف یکسب احد نا الف حسنہ قال: یسبح مائہ تسبیحاً۔فتکتب لہ الف حسنہ او تحفظ عنہ الف خطیئہ......(المسلم)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک روزانہ ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی،ہم نیکیاں کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ فرمایا: جو سو مرتبہ تسبیح پڑھے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی یا ہزار گناہ مٹا دیئے جائیں گے......(الحدیث)

3۔ عن الاغر بن یسار المزنی رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ یا ایھا الناس! توبوا الی اللہ واستغفروہ فانی اتوب فی الیوم مائۃ مرۃ......(المسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف رجوع کرو،اور اس سے مغفرت طلب کرو۔میں دن میں سو مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرتا ہوں۔(الحدیث)

4۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دن میں سو مرتبہ پڑھا: "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"۔تو اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں،سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں،اس دن شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے افضل کسی کا عمل نہیں ہوتا۔مگر وہ شخص جو اس سے زیادہ اس کلمے کا ورد کرے"......(بخاری۔مسلم)

ذکرِ مطلق:۔ ذکرِ مطلق سے مراد وہ ذکر ہے جس میں زمان ومکان،قیام وقعود اور تعداد کی پابندی نہ ہو۔

ذکرِ مطلق کے بارے میں ارشاداتِ خداوندی:

1۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ۝ البقرہ[2: 152]

سوتم مجھے یادکیا کرومیں تمہیں یادرکھوں گا اور میرا شکرادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔

2۔ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ الانبیاء:[21:20]

وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں صبح وشام اکتاتے نہیں۔

3۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ الاحزاب[33:41-42]

اے ایمان والو! یادکیا کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے اور اس کی پاکی بیان کیا کرو صبح وشام۔

4۔ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ الاحزاب[33:35]

اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے اِن سب کے لیے بخشش اور عظیم اجر تیار فرما رکھا ہےo

آیات بینات کے علاوہ اور بھی کثیر آیات ہیں جو مطلق ذکر اللہ کی کثرت کی داعی ہیں۔ اور جبکہ زمان ومکان کی کوئی قید نہیں۔ جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے تمام احوال واوقات میں ذکر کا حکم فرمایا ہے۔

ذکرِ مطلق کے بارے میں حدیث نبوی ﷺ:

فقد روی عبد الله بن بسر رضی الله عنه ان رجلا قال، یا رسول الله ﷺ ان شرائع الاسلام قد کثرت علی، فاخبرنی بشیء اتشبث به قال لا یزال لسانك طبا من ذکرك۔ (الترمذی)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! اسلام کے کثیر احکام ہیں مجھے کوئی ایسا حکم بتائیں جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں۔ فرمایا: تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔

ترکِ ذکر پر تنبیہ:۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعے تارکینِ ذکر کو تنبیہ فرمائی ہے جس طرح کہ مشائخ عظام نے بھی اپنے مریدین کو ترکِ ذکر پر خبردار کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ الزخرف[43:36-37]

اور جو شخص (خدائے) رحمان کی یاد سے صرفِ نظر کرلے تو ہم اُس کے لیے ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں جو ہر وقت اس کے ساتھ جڑا رہتا ہےo اور وہ (شیاطین) انہیں (ہدایت کے) راستہ سے روکتے ہیں اور وہ یہی گمان کیے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیںo

2۔ منافقین کی مذمت میں ارشاد خداوندی ہے:

وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ النساء[4:142] اور نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑی دیر۔

3۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ طٰہٰ[20:124]

اور جس نے میرے ذکر (یعنی میری یاد اور نصیحت) سے روگردانی کی تو اس کے لیے دنیاوی معاش (بھی) تنگ کر دیا جائے گا اور ہم اسے قیامت کے دن (بھی) اندھا اٹھائیں گے o

4۔ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۝ الاعراف[7:205]

اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو عاجزی و زاری اور خوف و آہستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی (جہر سے نہیں)، صبح و شام (یادِ حق جاری رکھو) اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ o

ترکِ ذکر پر تنبیہ کے بارے میں احادیثِ رسول ﷺ

1۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ ، مامن قوم يقومون من مجلس لا يذكرون فيه الله الا قاموا عن مثل جيفه حمار وكان عليهم حسرة يوم القيامه۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم اللہ کے ذکر کے بغیر مجلس سے اُٹھتی ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے مردار گدھے سے اٹھتے ہیں۔ اور قیامت کے دن انہیں حسرت ہوگی۔ (الحدیث)

2۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ من قعد مقعدا لم يذكر الله فيه كانت عليه من الله ترة ومن اضطجع مضجعا لا يذكر الله فيه كانت عليه من الله ترة وما مشى احد ممشى لا يذكر الله فيه الا كان عليه من الله ترة۔ (ابوداؤد والنسائی، احمد، صحیح ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس کی ذمہ داری اسی پر ہوگی اور جو شخص کسی بستر پر لیٹا اور اللہ کا ذکر نہ کیا، اسے اس پر حسرت رہے گی۔ اور جو شخص کسی راستے پر چلا، اور اللہ کا ذکر نہ کیا تو اسے بھی اس پر حسرت رہے گی۔ (الحدیث)

3۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ ماجلس قوم مجلسالم يذكر الله فی ولم يصلوا علی نبيهم الا كان عليهم ترة فان شاء عذبهم وان شاء غفر لهم ۔
(ترمذی۔ ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھی اور اس نے نہ تو اللہ کا ذکر کیا، اور نہ ہی اپنے نبی پاک ﷺ پر درود بھیجا۔ انہیں اس پر حسرت و ندامت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو عذاب دے دے، اور اگر چاہے تو بخش دے۔

4۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہلِ جنت ان اوقات پر حسرت کریں گے جن میں انہوں نے ذکر نہیں کیا تھا۔

ذکر کے آداب:

حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے موضوع پر اپنی مستند اور جامع کتاب ''تصوف کے روشن حقائق''، میں انفرادی و اجتماعی ذکر کے آداب تحریر فرمائے ہیں جن کی پابندی سے طالبِ مولیٰ احسن طریقے سے

ذکروفکر کا فریضہ سرانجام دینے کی کوشش کرسکتا ہے۔

انفرادی ذکر کے آداب:

1۔ ذاکر کو چاہیے کہ صفاتِ کاملہ کا جامع ہو۔ اگر وہ بیٹھ کر ذکر کر رہا ہو تو اسے چاہیے کہ قبلہ جانب منہ کرے۔

2۔ اپنے سر کو جھکا کر بڑے سکون و وقار کے ساتھ بحالت عاجزی و انکساری ذکر کرے۔ اگر اس حالت کے علاوہ کسی حالت میں ذکر کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے اور کوئی کراہت نہیں۔ لیکن بلا عذر اس حالت کو ترک کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

3۔ مجلسِ ذکر صاف اور شور وغل سے خالی ہو۔ کیونکہ یہی ذکر اور مذکور کے احترام کے لیے موزوں ہے۔

4۔ ذکر تمام احوال میں محبوب و پسندیدہ ہے اور ذکر سے مراد حضورِ قلب ہے۔ ذاکر کو چاہیے کہ وہ اس بات کا خیال رکھے اور ذکر کے معانی میں غور وفکر کرے۔ اگر وہ استغفار کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ قلبی طور پر اللہ تعالیٰ سے توبہ و مغفرت کا طالب ہو اور اگر وہ نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھ رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے قلب میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت کو اجاگر کرے اور اگر وہ نفی و اثبات (یعنی لا الہ الا اللہ) کا ذکر کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی ہر شے کی نفی کرے۔

5۔ بہرحال ذاکر کو چاہیے کہ عدم حضورِ قلب کی وجہ سے ذکر کو ترک نہ کرے۔ بلکہ اپنی زبان کے ساتھ ذکر اللہ کرتا رہے اگرچہ دل غافل ہی ہو کیونکہ ذکر سے انسان کا غافل ہونا اللہ تعالیٰ سے کلیتہً اعراض کرنے کے مترادف ہے۔ زبان کو ذکر میں مشغول کرنا، اطاعتِ خداوندی میں مصروف رکھنا ہے۔ اور اگر لسانی ذکر کو بھی ترک کر دیا جائے تو زبان، غیبت، چغل خوری اور اس طرح کے دیگر معاصی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

ابن عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ذکر اللہ میں حضور قلبی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ذکر کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ تیرا اس کے ذکر سے کلیتہً غافل ہونا اس کے ذکر میں عدم حضورِ قلب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے غفلت والے ذکر سے بیداری کے ذکر کی طرف، اور بیداری کے ذکر سے حضور قلب کی طرف، اور پھر حضورِ قلب سے ایسے ذکر کی طرف منتقل کر دے جس میں اللہ کے سوا کسی اور چیز کا تصور تک نہ ہو اور ایسا کرنا خدا کے لیے مشکل نہیں ہے۔ (288)

المختصر یہ کہ انسان لسانی ذکر کو جاری رکھے یہاں تک کہ اس کا دل کھل جائے، اور پھر اللہ کی بارگاہ میں حضوری حاصل ہو جائے۔

اجتماعی ذکر بالجہر کے آداب: اجتماعی ذکر بالجہر سے پہلے، ذکر کے دوران اور ذکر کے بعد درج ذیل آداب بجالانے چاہئیں:

1۔ قبل از ذکر ظاہری آداب: یہ درج ذیل ہیں:

1۔ کپڑے پاک ہوں۔ 2۔ باوضو ہو۔ 3۔ خوشبو وغیرہ لگائے۔ 4۔ حرام کی غذا اور کمائی سے محفوظ ہو۔

2۔ قبل از ذکر باطنی آداب:

یہ بھی مختلف قسم کے آداب ہیں۔

i۔ سچی توبہ کے ساتھ اپنے دل کو پاک کرے۔

ii۔ تمام امراض قلبیہ سے نجات حاصل کرے۔

iii۔ اپنی قوت پر بھروسہ نہ کرے۔

iv۔ انتہائی عاجزی وانکساری سے اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان پر بھروسہ کرتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو۔

دورانِ ذکر ظاہری آداب:

1۔ اگر لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں تو جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے، اور اگر کھڑے ہوں تو ان کے پیچھے کھڑے کھڑے ذکر میں مشغول ہو جائے، حتیٰ کہ اس کے قریب والے ساتھی اس کے لیے حلقے میں وسعت پیدا کر دیں تاکہ وہ ان کے درمیان داخل ہو کر نظم وضبط سے ذکر کر سکے۔

2۔ اگر بسبب عذر، حلقہ ذکر سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اپنے دونوں اطراف سے ذاکرین کو ملا دے تاکہ حلقہ ذکر میں انقطاع نہ ہو۔

3۔ ذاکر کو چاہیے کہ اپنے اصحابِ ذکر کے ساتھ موافقت کرے نہ کہ ان کی مخالفت۔ ان کی آوازوں میں اپنی آواز کو مخفی کرنے کی کوشش کرے تاکہ ان کے ساتھ گھل مل جائے۔

4۔ اپنی آنکھوں کو بند رکھے تاکہ بارگاہِ خداوندی میں حضورِ قلب کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

دورانِ ذکر باطنی آداب:

1۔ شیطانی وساوس اور نفسانی خواطر کو دور کرنے کے لیے مجاہدہ کرے۔

2۔ اپنے دل کو امورِ دنیا میں مشغول نہ کرے۔

3۔ اپنے دل کی ہمت کے ساتھ ذکر میں حضوری کی کوشش کرے۔ بارگاہ ایزدی سے حاصل ہونے والے انوار وتجلیات کے لیے ہمہ تن تیار ہو جائے۔

بعد از ذکر ظاہری آداب:

1۔ ذکر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت، پند ونصائح اور ارشاداتِ شیخ کو غور سے سنے اور شیخ کی نصیحت اور فرمان اور اس کی تفصیل کی طرف توجہ کرے۔

2۔ جب تک مجلس ذکر میں موجود رہے تو کسی قسم کی دنیاوی گفتگو نہ کرے۔

3۔ خلافِ آداب ہر عمل سے پرہیز کرے۔

4۔ بعد از اختتام محفل ذکر ودعا، اپنے شیخ اور پیر بھائیوں سے مصافحہ یا ہاتھ چوم کر سلام کرے۔

بعد از ذکر باطنی آداب:

ذکر کے بعد باطنی آداب درج ذیل ہیں:

1۔ اس کا دل مختلف خواطر سے الگ اور التفات غیر سے محفوظ رہے۔ اور وہ عطائے خداوندی کا انتظار کرتا رہے۔

2۔ کمر ہمت باندھ کر پختہ ارادہ اور عزم مصمم کرلے کہ وہ اس کے معاً بعد کی مجالس میں ضرور جائے گا۔

ذکر کے فوائد:۔ ہر قول وفعل جس سے مقصود رضائے الٰہی ہو ذکر کہلاتا ہے۔ نماز، تلاوتِ قرآن، تسبیح، دعاء، شکر اور

اطاعت سب ذکر ہیں۔حیاتِ دنیوی کا ہر ایک لمحہ دائمی وابدی قدر و قیمت کا حامل ہے۔اس لیے اس عارضی حیات میں کیے گئے ذکر الٰہی پر مشتمل ہر لمحہ دائمی وابدی فوز وفلاح اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے بے حدوحساب قدر و قیمت کا حامل ہے۔

قرآن وحدیث اوراولیائے عظام کے ارشادات کی روشنی میں، ذکروفکر کے فوائد درج ذیل ہیں:

01۔ سب سے بہتر عمل ذکرِ الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل ذکرِ الٰہی ہے، بلند درجات پر فائز کرنے والا عمل ذکرِ الٰہی ہے،سونا اور چاندی خرچ کرنے (صدقہ) سے افضل عمل، ذکرِ الٰہی ہے، جہاد سے افضل عمل، ذکرِ الٰہی ہے اور سب سے زیادہ عذاب سے بچانے والا عمل، ذکرِ الٰہی ہے۔ذکرِ الٰہی روح کی غذا ہے۔ذکرِ الٰہی شفا ہے۔اس سے دل میں ایمان سرسبز وشاداب رہتا ہے۔اس سے حاصل ہونے والی لذت کسی اور نعمت میں نہیں ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور رضا حاصل ہوتی ہے۔اس سے ذاکر مقامِ ولایت پاتا ہے۔(ذکرِ الٰہی،ص592)

02۔ جو رات کو عبادت نہیں کرسکتا، مال خرچ نہیں کرسکتا اور دشمن سے جہاد نہیں کرسکتا اسے چاہیئے کہ وہ کثرت سے ذکرِ الٰہی کرے۔(ذکرِ الٰہی،ص600)

03۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر روزانہ صدقہ فرماتا ہے، ذکرِ الٰہی کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے افضل صدقہ ہے۔
(ذکرِ الٰہی،ص604)

04۔ عالم، متعلم، ذکرِ الٰہی اور جس سے اللہ تعالیٰ دوستی ومحبت فرمائے، کے علاوہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب لعنت کے داغ سے داغدار ہے۔(ذکرِ الٰہی،ص604)

05۔ جسے شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان، مصائب پر صبر کرنے والا جسم اور بیوی جو شوہر پر اپنی جان میں اور اس کے مال میں خیانت نہ چاہے، عطا کی گئی اسے دنیا وآخرت میں خیر وبھلائی عطا کردی گئی۔(ذکرِ الٰہی،ص604)

06۔ افضل الایمان اللہ کے لیے محبت کرنا، اللہ کے لیے نفرت کرنا اور زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگائے رکھنا اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرے اور لوگوں کے لئے وہی ناپسند کرنا جو اپنے لیے ناپسند کرے۔
(ذکرِ الٰہی،ص604)

07۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ تواضع اختیار کرتا ہے، اپنے سے علائقِ دنیا منقطع کردیتا ہے اور ماسویٰ اللہ سے منہ موڑ کر اس کے ذکر میں مشغول ہوجاتا ہے۔(ذکرِ الٰہی،ص607)

08۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا نور نصیب ہوتا، اسے اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے، ہر طرح کے دشمن اور شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ایسا شخص بہترین جلیس اور ہم نشین ثابت ہوتا ہے۔اسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔اس کی گفتگو نیک اعمال میں اضافہ کردیتی ہے اور اس کا عمل آخرت یاد دلادیتا ہے۔(ذکرِ الٰہی،ص607)

09۔ قیامت والے دن، دنیا میں مل کر ذکرِ الٰہی کرنے والوں کے چہرے کا نور دیکھنے والوں کی نظروں پر چھارہا ہوگا۔ ان کے مقام اور قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء وشہداء ان پر رشک کررہے ہوں گے۔(ذکرِ الٰہی،ص601)

10۔ شجر وحجر ذکرِ الٰہی کرنے والے کے منتظر رہتے ہیں۔وہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے ہیں کہ کیا قریب سے کوئی ذکر کرنے والا گزرا ہے۔شجر وحجر اپنے قریب ذکرِ الٰہی کرنے والے کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور وہ قیامت والے دن اس امر کی گواہی دیں گے۔اس لیے اہلِ حق کو نصیحت ہے کہ وہ ہر جگہ، شجر وحجر کے پاس جہاں بھی ممکن ہو ذکرِ الٰہی

کریں۔(ذکرِالٰہی،ص603)

11۔ جومسلمان رات باوضو ہوکر ذکرِالٰہی کرتے کرتے سوجائے پھر رات کو پہلو بدلتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دنیاوآخرت کی جوبھی بھلائی مانگے وہ عطافرمادیتا ہے۔(ذکرِالٰہی،ص603)

12۔ جورات کوخوداٹھے،اپنے اہلِ خانہ کواٹھائے،پھر اکٹھے دو رکعت ادا کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مردوں اور بہت زیادہ یادکرنے والی عورتوں میں لکھے جاتے ہیں۔(ذکرِالٰہی،ص609)

13۔ نمازِفجر کے بعد بیٹھ کرطلوعِ آفتاب تک کسی جماعت کے ساتھ ذکرِالٰہی کرنانسلِ اسماعیل میں سے چارغلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہےاوراسی طرح نمازِعصر کے بعد بیٹھ کرغروبِ آفتاب تک کسی جماعت کےساتھ ذکرِالٰہی کرناچارغلام آزادکرنے سے زیادہ محبوب ہے۔(ذکرِالٰہی،ص604)

14۔ ذکرِالٰہی اس محبت کا سبب ہے جوروحِ اسلام ہے۔دین کا مرکز ہےاوراس پرسعادت ونجات کا دارومدار ہے۔

15۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب بنایا ہےاوردائمی ذکر کواپنی محبت کا سبب بنایا ہے۔جواللہ کی محبت کوحاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کے ذکر میں مشغول ہوجائے۔اور ذکر ہی محبت کا دروازہ ہے اوراس کی سب سے بڑی علامت اورمضبوط راستہ ہے۔ذکرذاکرکومراقبہ کااہل بنادیتا ہے یہاں تک کہ اسے مقامِ احسان تک پہنچادیتا ہے۔ اللہ کے ذکرسے غافل کبھی بھی مقامِ احسان کوحاصل نہیں کرسکتا۔جس طرح آدمی ایک جگہ پربیٹھ کرگھرنہیں پہنچ سکتا۔

16۔ ذکرِالٰہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بکثرت رجوع کا سبب ہے۔جوشخص ذکر کےساتھ اس کی بارگاہ میں بکثرت رجوع کرتا ہےتواللہ تعالیٰ تمام احوال میں اس کے دل کواپنی طرف مائل کردیتا ہےاورمصائب وآلام میں اس کے دل کا قبلہ وکعبہ اورملجاؤ ماویٰ خداوندقدوس کی ذات ہی ہوتی ہے۔

17۔ یہ رب قدوس کےقرب کااہل بنادیتا ہےاورجس قدروہ اس کا ذکرکرتا ہےاس قدراسےقرب حاصل ہوتا ہے۔

18۔ اس پرمعرفت کاعظیم دروازہ کھل جاتا ہےجس قدرزیادہ ذکرکرتا ہےاسی قدراسے معرفتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے۔

19۔ ذاکر پراللہ تعالیٰ کی ہیبت اورجلال طاری کرتا ہے۔بخلاف غافل کے کہ اس کے دل پرحجاب ہوتا ہے۔

20۔ ذکرِالٰہی کا سب سے بڑافائدہ یہ ہے کہ ذاکرکواللہ تعالیٰ یادکرنے لگ جاتا ہےجیسا کہ ارشادربانی ہے:(اُذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ)۔اس طرح ذکرِالٰہی کی بدولت ذاتِ باری تعالیٰ سے روحانی رشتہ مضبوط سےمضبوط تر ہوتا چلاجاتا ہے۔ حدیث قدسی ہےاللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:جومیراذکرنماز میں کرتا ہےتو میں اس کا ذکرافضل گروہ میں کرتا ہوں۔

21۔ یہ حیاتِ قلب کاباعث ہے۔دل کے لیے ذکرایسے ہے جیسے مچھلی کے لیے پانی،اورمچھلی جب پانی سے جداہوتواس کی کیاحالت ہوگی۔

22۔ دل کے زنگ کودورکرتا ہے۔ہر چیز کوزنگ لگتا ہےاوردل کا زنگ غفلت اورخواہشات نفسانیہ ہیں۔ذکر،توبہ اور استغفار سےزنگ دورہوجاتا ہے۔

23۔ خطاکوختم کردیتا ہے کیونکہ نیکیاں خطاؤں کوختم کردیتی ہیں اورذکر بہت بڑی نیکی ہے۔

24۔ یہ ذکر بندہ ورب کے درمیان اجنبیت کوزائل کردیتا ہے کیونکہ بندہ اوررب کے درمیان اجنبیت صرف ذکر سے ہی

دور ہوسکتی ہے۔

25۔ جب بندہ خوشحالی کے دنوں میں رب قدوس کو یاد رکھتا ہے تو تنگی کے ایام میں اللہ تعالیٰ اس کی خبر گیری کرتا ہے۔ایک اثر روایت کی گئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور ذکر کرنے والے بندے کو جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے یا بارگاہِ الٰہی میں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں: ''اے پروردگار! یہ تو معروف بندے کی جانی پہچانی آواز ہے'' جب غافل اور ذکر اللہ سے اعراض کرنے والا دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں ''یہ کسی اجنبی بندے کی نامانوس آواز ہے''۔

26۔ اللہ کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ذکر اللہ سے بڑھ کر عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والا کوئی عمل نہیں۔

27۔ یہ ذکر نزولِ رحمت اور سکون و اطمینان کا سبب ہے۔ ذاکر کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے گھیر لیتے ہیں جیسا کہ اس مفہوم کی حدیث گزر چکی ہے۔

28۔ ذکرِ الٰہی زبان کو غیبت، چغل خوری، جھوٹ، فحش اور باطل کلام سے محفوظ کرنے کا سبب ہے۔کیونکہ بندہ کلام اور گفتگو کے بغیر نہیں رہ سکتا۔اگر اللہ کا ذکر نہیں کرے گا تو اس کی زبان ان لغویات میں مشغول ہوجائے گی۔زبان کو ان سے محفوظ کرنے کا طریقہ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔یہ آزمودہ چیز ہے کہ جس نے اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا عادی کرلیا اس نے اس کو باطل اور لغو کلام سے محفوظ کرلیا اور جس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول نہ ہوئی وہ باطل اور لغو کلام میں واقع ہوگئی۔لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

29۔ بے شک محافلِ ذکر، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی محافل ہیں۔لغو اور باطل امور کی مجالس شیطان کی مجالس ہیں۔بندے کو ان دونوں سے جو اچھی لگے اسے اختیار کرلے۔وہ دنیا و آخرت میں اپنی اختیار کردہ محفل کے ساتھ رہے گا۔

30۔ ذکر، ذاکر اور اس کے ہم نشین کی سعادت مندی کا باعث ہے۔وہ جہاں بھی ہوگا۔اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا مرکز ہوگا۔اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت غافل اور اس کے ہم نشین کی بدبختی کا سبب ہے۔

31۔ ذکر قیامت کے دن بندے کو ندامت اور حسرت سے بچاتا ہے کیونکہ ہر وہ مجلس جس میں بندہ اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا وہ اس کے لیے بروزِ قیامت حسرت کا باعث ہوگی۔

32۔ دورانِ ذکر خلوت میں رونا، یوم محشر ظلِ الٰہی کے حصول کا سبب ہے۔

33۔ مشغولیتِ ذکر، اللہ تعالیٰ کے جود و کرم میں اضافے کا ذریعہ ہے۔

34۔ ذکر افضل ترین عبادت ہونے کے باوجود آسان ترین عبادت ہے کیونکہ حرکت لسان باقی اعضاء کی حرکت سے ہلکی اور سہل ترین ہے۔

35۔ ذکر جنت کا پودا ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

قال رسول الله ﷺ لقيت ليلة اسری بی ابراهيم الخليل فقال يا محمد اقری امتك السلام و اخبرهم ان الجنة طيبة توبتها، عذبه الماء وانها قيعان وان غير اسها سبحان

اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اسراء کی رات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ملا۔ انہوں نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی امت کو میرا اسلام کہنا اورانہیں بتانا کہ جنت کی مٹی بڑی عمدہ اور پانی بڑا میٹھا ہے اور یہ خالی میدان ہے اوراس کے پودے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔

36۔ ذکر پر مرتب ہونے والا افضل واحسان ہر عمل سے بڑھ کر ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دل میں سومرتبہ کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر۔ اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا سونیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی اور سوگناہ مٹادیئے جائیں گے۔ شام تک شیطان سے محفوظ ہوجائے گا اوراس سے افضل کسی کا عمل نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جس نے اس کلمہ کا زیادہ ذکرکیا۔

اورجس نے دل میں سومرتبہ کہا۔ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ اس کی خطائیں معاف کردی جائیں گی۔ اگرچہ وہ سمندرکی جھاگ کی مانند ہوں۔

37۔ سب سے افضل وہ مومن ہے جس کولمبی عمر عطا کی گئی اور اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ کہنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ (ذکرِالٰہی،ص609)

38۔ ایک سومرتبہ سبحان اللہ کہنا اولادِ اسماعیل میں سے سوغلام آزادکرنے کے برابر ہے، ایک سومرتبہ الحمد للہ کہنا ایک سوزین کسے، لگام ڈالے فی سبیل اللہ گھوڑوں کے برابر ہے، ایک سومرتبہ اللہ اکبر کہنا گلے میں قلاوہ ڈالے، بارگاہِ الٰہی میں مقبول قربانی کے سواونٹوں کے برابر ہے اورایک سومرتبہ لا الہ الا اللہ کہنا آسمان وزمین کے درمیان جگہ کوبھرے ہوئے اجروثواب کے برابر ہے۔ (ذکرِالٰہی،ص609)

39۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ کلام وہ ہے جواس نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا ہے: سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ۔ (ذکرِالٰہی،ص611)

40۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وہ نیکی ہے کہ قیامت کے دن اس کے مقابلہ میں گناہوں کے ننانوے دفتر خاک ہوجائیں گے۔ (ذکرِالٰہی،ص604)

41۔ بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ، اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا وَاَنَا اَكْبَرُ۔ بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا وَحْدِيْ لَا شَرِيْكَ لِيْ، بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا لِيَ الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ، بندہ کہتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِيْ۔ جس بیمار نے ان کلمات کودورانِ بیماری اداکیا پھراس کا انتقال ہوگیا تواسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی۔ (ذکرِالٰہی،ص601)

42۔ بندہ دائمی ذکر سے اپنے رب کو بھولنے سے محفوظ ہوجاتا ہے اوراپنے پروردگار کو بھولنا، اس کے لیے دنیاوآخرت میں

بدبختی کا سبب ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے رب کو بھول جائے تو وہ اپنی ذات اور اس کے متعلقہ تمام مصلحتوں کو بھول جاتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ الحشر[59:19]

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو اللہ کو بھلا بیٹھے پھر اللہ نے اُن کی جانوں کو ہی اُن سے بھلا دیا (کہ وہ اپنی جانوں کے لیے ہی کچھ بھلائی آگے بھیج دیتے)، وہی لوگ نافرمان ہیںo

43۔ ذکر بندے کے عمل کو جاری رکھتا ہے خواہ اپنے بستر میں ہو یا سفر میں، حالتِ صحت میں ہو یا بیماری میں۔کوئی عبادت ذکر کی مثل نہیں جو تمام اوقات اور احوال کو شامل ہو۔حتیٰ کہ وہ بندے کی رفتارِ عمل کو جاری رکھتی ہو۔ذکرِ الٰہی کا عادی بندۂ خدا اپنے بستر پر سویا ہوتا ہے۔لیکن غافل جاگنے والے سے سبقت لے جاتا ہے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

44۔ ذکر اصول طریقت کی بنیاد اور طریقۂ صوفیا ہے۔ جسے ذکر کی توفیق میسر آجائے اس کے لیے بارگاہِ خداوندی میں حضوری کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے رب کو پالیتا ہے۔جس نے اپنے رب کو پالیا۔اس نے ہر چیز کو پالیا۔اور جو اپنے پروردگار تک رسائی حاصل نہ کرسکا وہ ہر چیز سے محروم ہے۔

45۔ ذکر کے درخت کا ثمرہ معارف اور احوال میں ہے جس کے حصول کے لیے سالکین کوشاں رہتے ہیں۔ان ثمرات کے حصول کا واحد ذریعہ ذکر کا درخت ہے اور یہ درخت جتنا بڑا، اور اس کی جڑیں جتنی گہری ہوں گی اتنا ہی اس کا ثمرہ عظیم ہوگا۔ابتدا سے لے کر مقامِ توحید تک تمام مقامات ذکر کا ثمر ہیں اور ذکر تمام مقامات کی اصل اور بنیاد ہے جس طرح دیوار بنیادوں پر اور چھت اس دیوار پر تعمیر ہوتی ہے۔ بندہ جب تک خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہو تو منازلِ سلوک طے کرنا اس کے لیے ممکن نہیں ہے۔اور بندہ ذکر سے ہی بیدار ہوسکتا ہے۔اور غفلت دل کی نیند اور موت کا سبب ہوتی ہے۔

46۔ ذاکر مذکور کے قریب ہوتا ہے اور مذکور اس کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ معیتِ خاص ہوتی ہے اور یہ معیت قرب، ولایت، محبت، نصرت، اور توفیق کی معیت ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ النحل[16:128]

بے شک اللہ اُن لوگوں کو اپنی معیتِ (خاص) سے نوازتا ہے جو صاحبانِ تقویٰ ہوں اور وہ لوگ جو صاحبانِ اِحسان (بھی) ہوںo

......وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ انفال[8:66] اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ توبہ[9:40] مت غمگین ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ العنکبوت[29:69]

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرف سَیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے ہیں، اور بے شک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیّت سے نوازتا ہےo

ذاکر کو اس معیت (قرب) سے وافر حصہ ملتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا

ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور جب اس کے ہونٹ میرے ذکر کے لیے حرکت کرتے ہیں۔
دوسری حدیث میں ہے: اہل ذکر میرے ہم نشین ہیں اور میرا شکر کرنے والے میرے فضل و احسان کے اہل ہیں اور میری اطاعت کرنے والے میری جود و سخا کے قابل ہیں اور اپنی نافرمانی کرنے والوں کو مایوس نہیں کرتا۔ اگر وہ توبہ کریں تو میں ان کا حبیب ہوں۔ کیونکہ میں توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ بندوں کو پسند کرتا ہوں۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں ہی ان کا طبیب ہوں۔ ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ ان کو گناہوں سے پاک کردوں۔
ذاکر کو حاصل ہونے والی معیت کسی دوسری چیز کے مشابہ نہیں ہوسکتی اور یہ محسن اور متقی سے حاصل ہونے والی معیت سے خاص ہے۔ یہ وہ معیت ہے جس کو الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ اس کو سمجھنا ذوق پر ہی منحصر ہے۔

47۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ متقی ہے جس کی زبان ہمیشہ ذکر سے تر رہے۔ کیونکہ وہ اس کے اوامر و نواہی سے ڈرتا ہے اور اس کے ذکر کو اپنا شعار بنالیتا ہے تو یہ تقویٰ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جہنم سے نجات دیتا ہے۔ یہ اجر و ثواب تو اسے ملے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ذکر قربِ الٰہی کا باعث بھی ہے اور مومن کا یہی مقصود ہے۔

48۔ ذکر قساوتِ قلبی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ بندے کو چاہیے کہ ذکرِ الٰہی سے اپنے دل کی سختی کا علاج کرے۔ ایک آدمی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے دل کی سختی کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''ذکرِ الٰہی سے اسے نرم کرو۔ کیونکہ قساوتِ قلبی کا سبب غفلت ہے۔ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو قساوت اس طرح پگھل جاتی ہے جس طرح سیسہ''۔

49۔ ذکر دل کے لیے شفاء اور علاج ہے اور غفلت اس کی بیماری۔ پس بیمار دلوں کی شفا اللہ کا ذکر ہے قال مکحول: ذکر اللہ تعالیٰ شفاء وذکر الناس داء۔ شیخ مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کے ذکر میں شفاء ہے اور لوگوں کا ذکر بیماری کا باعث ہے۔

50۔ ذکر، محبتِ الٰہی کی بنیاد ہے اور غفلت عداوتِ پروردگار کی اصل ہے۔ بندہ اپنے رب کا ذکر کرتے ہوئے اس مقام پر فائز ہوجاتا ہے کہ رب کریم اسے محبت عطا کر کے اپنا دوست بنالیتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ اپنے رب سے غافل ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوکر اسے اپنا دشمن قرار دے دیتا ہے۔ بندے کی اپنے رب سے سخت ترین دشمنی کی علامت یہ ہے کہ وہ اس کے ذکر کو ناپسند اور اس کے ذاکر کو برا جانتا ہے۔ اور اس کا سبب غفلت ہے۔ اور بندہ اسی غفلت کی وجہ سے ذکر اور ذاکرین کو ناپسند کرتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اسے اپنا دشمن بنالیتا ہے۔ جس طرح کہ ذکر کرنے والے کو اپنا ولی بنالیتا ہے۔

51۔ دائمی ذکر کرنے والا مسکراتا ہوا جنت میں داخل ہوگا۔ جس طرح ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الذین لا تزال السنتھم رطبۃ بذکر اللہ عزوجل یدخل احدھم الجنہ۔

وہ لوگ جن کی زبانیں اللہ عزوجل کے ذکر سے تر رہیں گی وہ جنت میں مسکراتے ہوئے داخل ہوں گے۔

52۔ ذکر بندے اور جہنم کے درمیان رکاوٹ ہے۔ جب بندہ اپنے کسی عمل کی وجہ سے جہنم کے راستے کی طرف جائے گا تو ذکر اس کے راستے میں رکاوٹ بن جائے گا۔ ذکر جس قدر دائمی اور کامل ہوگا اسی قدر رکاوٹ مضبوط اور محکم ہوگی

کہ اس میں سے کوئی چیز گزر نہ سکے گی۔

53۔ تمام اعمال کا حکم ذکرِ الٰہی کو قائم کرنے کے لیے ہی دیا گیا ہے کیونکہ اصل مقصود ذکرالٰہی ہے جیسا کہ ارشاد رب تعالیٰ ہے: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ ۔طٰہٰ [20:14] میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

54۔ ذکرِ الٰہی کرنے والا حفاظتِ الٰہی میں آ جاتا ہے اور شیطان سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے گھر میں داخل ہونے والا شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے، آیت الکرسی کی تلاوت کرتے ہوئے سونے والا شیطان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے اور فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

55۔ صدق وخلوص سے بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے والا دنیا میں، وقتِ نزع میں، قبر میں، حشر میں، پل صراط پر، غرضیکہ ہر مرحلہ حیات پر بفضلِ تعالیٰ حفظ وامان، سلامتی اور فوز وفلاح پائے گا۔

56۔ ذکرِ الٰہی سے اگر آنکھ سے آنسو نکل آئے تو ایسے آدمی کو قیامت کے دن عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔

57۔ ذکرِ الٰہی کرنے والے کے لیے فرشتے جنت میں محلّات تعمیر کرتے ہیں۔اس کے لیے درخت لگاتے ہیں اور ذکرِ الٰہی میں اضافہ کے موافق اس کے لیے جنت میں نعمتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

58۔ ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو قیامت کے روز عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا اور وہ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔

59۔ اللہ تعالیٰ کو بڑا محبوب ہے کہ مومن کی موت اس حال میں آئے کہ اس کی زبان ذکرِ الٰہی سے تر وتازہ ہو۔اللہ تعالیٰ جب صدق وخلوص اور محبت سے ذکرِ الٰہی کرنے والے کی روح قبض فرماتا ہے تو ایسے بندے کو اس وقت بھی ذکرِ الٰہی کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

60۔ ذکرِ الٰہی دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی۔افضل ذکر وہ ہے جو زبان ودل دونوں سے ہو۔جس کی زبان اور دل، دونوں ذکر میں مشغول رہیں، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اپنے شوق کا نور ڈال دیتا ہے۔زبان سے ذکر گناہوں کا کفارہ اور درجات کے حصول کا سبب بن جاتا ہے۔دل کے ذکر سے روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے اور قربِ الٰہی عطا ہوتا ہے۔

61۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جان بوجھ کر منہ موڑنے والے پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔پھر وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے۔ایسا شخص اپنے نفس اور شیطان کا پیروکار ہو جاتا ہے۔اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔وہ قیامت کے روز اندھا کر کے اٹھایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں داخل فرمائے گا۔

62۔ ذکر سے رب راضی ہو جاتا ہے۔

63۔ ذکرِ الٰہی دل سے غم وحزن کو دور کر دیتا ہے۔

64۔ ذکرِ الٰہی دل کی مسرت وفرحت کا باعث ہے۔

65۔ ذکرِ الٰہی چہرے اور دل کو منور کرتا ہے۔

66۔ ذکرِ الٰہی دل وبدن کو قوی کرتا ہے۔

67۔ ذکرِ الٰہی وسعتِ رزق کا باعث ہے۔

68۔ ذکرِ الٰہی ذاکر کو رعب و دبدبہ اور تازگی عطا کرتا ہے۔

غور و فکر اور تدبر و تفکر کی اہمیت:

دینِ اسلام میں ذکرِ الٰہی کے ساتھ غور و فکر اور تدبر و تفکر کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ O آلِ عمران [3:190-191]

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردش میں عقلِ سلیم والوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں O یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حُسن کے جلوؤں) میں فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے O

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حقائقِ کائنات میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

1۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے تو وہ غور و فکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم کس چیز میں غور و فکر کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ میں' آپ ﷺ نے فرمایا اللہ میں تفکر نہ کرو اللہ کی مخلوق میں تفکر کرو۔ (289)

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی نعمتوں میں تفکر کرو، اور اللہ کی ذات میں تفکر نہ کرو۔ (290)

3۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک ساعت غور و فکر کرنا ایک رات کے قیام سے افضل ہے۔ (291)

علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ ان احادیث کی اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کے اجتماع سے اس حدیث میں قوت حاصل ہو گئی اور ان کا معنیٰ صحیح ہے۔ (292)

4۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک ساعت تفکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (293)

حافظ سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے (الموضوعات، رقم الحدیث: 3302) لیکن حافظ سیوطی نے علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ علامہ عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں اس حدیث کو ضعیف کہنے پر اقتصار کیا ہے اور اس کا شاہد بھی ہے۔ (294)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بندہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں اپنی تقصیرات اور کوتاہیوں پر غور کرے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور وعید میں تفکر کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور اس کے حساب لینے کے متعلق تدبر کرے اور اپنے اعمال کے میزان میں وزن اور کمی کے متعلق اور پل صراط کی باریکی اور تیزی کے باوجود اس پر سے

گزرنے کے متعلق سوچے اور قیامت کی ہولناکیوں کا تصور کرے، جس دن بچے خوف سے بوڑھے ہوجائیں گے، جس دن ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہوجائے گا اور ہر دودھ پلانے والی اپنے بچہ سے غافل ہوگی، جس دن بھائی، بھائی سے بھاگے گا، اور ہر شخص اپنی بیوی، اور بچوں سے اور ماں اور باپ سے بھاگے گا۔ جس دن اللہ تعالیٰ نیکوکاروں اور بدکاروں کو الگ الگ صفوں میں کھڑا کردے گا اور اللہ جانے وہ نیکوں کی صف میں ہوگا یا بدوں کی صف میں ہوگا اور جب وہ ان امور میں غور وفکر کرے گا تو اس کے دل میں خوفِ خدا بہت قوی ہوگا' اور اس کا مطمع نظر اور نصب العین صرف آخرت ہوگی، وہ دنیا کی رنگینیوں اور مرغوباتِ نفس سے اعراض کرکے خلوصِ قلب کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے گا اور انتہائی رغبت کے ساتھ تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرے گا، اور جس کا ان امور میں تفکر کم ہوگا وہ مرغوباتِ نفس کا اسیر ہوجائے گا، اس کا دل سخت ہوجائے گا اس پر غفلت غالب ہوگی اور اگر عبادت کے لیے کھڑا بھی ہوگا تب بھی اس کا دل دنیاداری میں مشغول ہوگا۔ وعظ ونصیحت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور آخرت کے بجائے دنیا اس کا مطمع نظر ہوگی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی۔ ظاہری عبادت اعضاء ظاہرہ سے ہوتی ہے اور باطنی عبادت دل سے ہوتی ہے اور باطنی عبادت ظاہری عبادت سے افضل ہے' اور کامل تفکر یہ ہے کہ انسان کا دل عالمِ شہادت اور عالمِ حواس سے نکل کر عالم الغیب میں تفکر کرے، اور جس چیز میں غور وفکر کرے گا وہ جس قدر عظیم ہوگی اس کا تفکر بھی اسی قدر عظیم ہوگا۔ پس بعض علماء مخلوقات اور مصنوعات میں تفکر کرکے اس کے خالق اور صانع کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور بعض احوالِ آخرت میں تفکر کرکے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں اور نیکیوں پر مداومت کرتے ہیں، اور بعض اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اور اس کی دیگر صفات میں تفکر کرتے ہیں اور کائنات کے ہر حادثہ سے اس صفت کی معرفت حاصل کرتے ہیں جو اس حادثہ کی محدث ہے۔(295)

اس ضمن میں علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ حقائق کائنات کا سراغ لگانا اور اس پرآشوب دور میں انسان کی ضرورتیں پوری کرنے کے اسباب اور علل کو جدید سائنس سے معلوم کرنا' انسان کی فلاح کے لیے مہلک اور لا علاج امراض کا جدید میڈیکل سائنس سے علاج دریافت کرنا، اور ملک اور قوم کے دفاع کے لیے عصری تقاضوں کے مطابق غور وفکر کرکے ایٹمی ہتھیار اور میزائل بنانا تاکہ مسلمانوں کا ملک دشمنانِ اسلام کے حملوں سے محفوظ رہے اور اقوام عالم میں عزت اور آزادی کے ساتھ کھڑا رہ سکے، اور زراعت کے شعبوں میں سائنسی تکنیک سے ایسے طریقے معلوم کرنا جن سے فصل زیادہ پیدا ہو اور قدرتی آفات سے محفوظ رہ سکے تاکہ ملک خوشحال ہو اور دوسروں کا دست نگر نہ ہو تو کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے علوم حاصل کرنا اور ایسے امور میں ایک لمحہ کا غور وفکر بھی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے، اور اس حدیث کا مصداق ہے کیونکہ اگر ملک سلامت اور آزاد ہوگا تو اس کے باشندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکیں گے اور ملک غذا اور دوا میں خودکفیل ہوگا تو وہ دوسروں کے سہارے کے بغیر خوشحالی سے رہ سکیں گے۔ سو ملک کے تمام باشندوں کی عبادتوں اور ریاضتوں اور نیک اعمال کا وجود ملک کی بقاء اور اس کی آزادی پر موقوف ہے اور اس کی بقا اور آزادی عصری تقاضوں کے مطابق ایٹمی ہتھیار بنانے پر موقوف ہے۔ تو جن مسلمان سائنسی ماہرین نے یہ ہتھیار بم اور میزائل بنائے اور اس کے بنانے میں جو تفکر کیا تو یہ تفکر بہت عظیم عبادت ہے اور ملک کے تمام عبادت گزاروں کی عبادتوں کے اجر وثواب سے ان کو بھی حصہ ملے گا۔ تاہم، ہم

ان سائنسی ایجادات کے خلاف ہیں جو عیاشی اور فحاشی کو فروغ دیتی ہیں خواہ وہ دوائیں ہو یا آلات ہوں۔(296)
منظم غوروفکر کی قدرو قیمت اور ضرورت واہمیت:۔ بادشاہ ہائیرو دوم (Hiero II) نے ارشمیدس (287 ق م تا212ق م) سے کہا کہ وہ عبادت گاہ کے لیے بنائے گئے سونے کے تاج(Votive Crown) کو پرکھ کر بتائے کہ اس میں خالص سونا استعمال ہوا ہے یا کہ نخالص۔ اُن دنوں کسی باقاعدہ شکل کی بنی ہوئی دھاتی چیز کی کثافت (Density) تو آسانی سے معلوم کی جاسکتی تھی مگر بے قاعدہ شکل کی بنی ہوئی چیز کی کثافت پرکھنے کا کوئی طریقہ معلوم نہ تھا۔ بادشاہ نے سونے کے بنے ہوئے تاج کو پگھلائے بغیر ہی اس کی جانچ پڑتال کرنے کا حکم دیا تھا۔

صوفیہ، سائنسدان، مفکر، شاعر اور ادیب باقاعدہ، منظم غوروفکر کے عادی ہوتے ہیں۔ کسی خاص نکتہ پرغوروفکر کی بدولت انہیں اکثر استغراق حاصل ہوجاتا ہے۔ دورانِ استغراق حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ کسی خاص نکتہ پرغوروفکر کے دوران استغراق میں چلے جانا، مراقبہ کی ہی ایک صورت ہے۔ مراقبہ سے وجدان کھل جاتا ہے اور انسان کو زیرِغور مسائل کے بارے میں رہنمائی اور ہدایت ملنا شروع ہوجاتی ہے۔ جولوگ باضابطہ اور منظم طریقہ سے غوروفکر کے عادی ہوں انہیں ذاتِ باری تعالیٰ سے ان کی لگن، خلوص، جہد مسلسل اور ذوقِ جستجو کی بدولت انعام کے طور پر درست رہنمائی ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ النجم[53:39]

اور یہ کہ انسان کو(عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اُس نے کوشش کی ہوگی o

جوصرف دنیا چاہتا ہے، اسے صرف دنیا ملتی ہے۔ جو دنیا وآخرت میں بھلائی اور حق تک رسائی چاہتا ہے، اسے دُنیا و آخرت کی بھلائی اور حق تک رسائی مل جاتی ہے۔ جو یندہ یابندہ (جو تلاش کرتا ہے، پالیتا ہے)۔ ایک دن ارشمیدس جب نہانے کے لیے ٹب میں بیٹھا تو فوراً اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ٹب میں بیٹھنے کے دوران تمہارے جسم پر اچھال کی قوت نے عمل کیا اور تمہارے جسم کے حجم کے برابر پانی ٹب سے باہر نکل گیا۔ ایسا ایک اصول کے تحت ہوا ہے۔ تم اس اصول کے تحت تاج کا حجم معلوم کرسکتے ہو اور یہ جان سکتے ہو کہ یہ خالص سونے کا بنا ہے یا کہ نخالص سونے کا۔ جب تم تاج پانی میں ڈبوؤ گے تو اس کے حجم کے برابر ٹب میں سے پانی نکلے گا۔ تاج کی کمیت (Mass) کو بہہ کر باہر نکلنے والے پانی کے حجم (Volume) سے تقسیم کرکے تاج کی کثافت (Density) معلوم کی جاسکتی ہے۔ اگر تاج میں سستی اور سونے سے کم کثافت والی کوئی دھات ملائی گئی ہوگی تو اس (تاج) کی کثافت، خالص سونے کی کثافت سے کم ہوگی۔ اس کشف پر حیران ہوکر، فرطِ انبساط سے بے خودی (وجد، کیف وسرور) کے عالم میں ارشمیدس یہ پکارتے ہوئے گلیوں میں بھاگ نکلا کہ میں نے یہ راز جان لیا!(Eureka یعنی I found it!)۔

جب ذرا ہوش آیا، یہ احساس ہوا کہ میں ننگا ہی گلیوں میں بھاگ رہا ہوں، تو وہ واپس اپنے گھر کی طرف بھاگ نکلا۔ کشف سے ظاہر ہونے والے نکتۂ حکمت کے مطابق، ارشمیدس نے جانچ پڑتال کی تو ثابت ہوگیا کہ تاج میں سونے کے ساتھ چاندی کی ملاوٹ کی گئی تھی۔ ارشمیدس کا یہ دریافت کردہ اصول، اصولِ ارشمیدس کے نام سے مشہور ہے۔ ارشمیدس نے لیور کی کارکردگی پر بھی کافی تحقیق کی۔ اس کا یہ قول مشہور ہے کہ ''اگر مجھے خلا میں کھڑے ہونے کی جگہ مل جائے تو میں

زمین کو اُٹھا سکتا ہوں''۔مراد یہ ہے کہ علم وحکمت کی بدولت نہایت مشکل بلکہ ناممکن کام بھی سرانجام دیے جاسکتے ہیں اور علم و حکمت کا یہ خزانہ اہل صدق واخلاص کو ان کے ذوقِ عمل اور ذوقِ جستجو کی بدولت **مسلسل** غوروفکر(توجہ، یکسوئی اور مراقبہ) کی وجہ سے عطا ہوتا ہے ؎

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں (297)

مشاہدہ، مراقبہ اور مکاشفہ:۔ ہر شخص ہر وقت تین حالتوں (مشاہدہ، مراقبہ اور مکاشفہ) میں سے کسی ایک حالت میں ہوتا ہے یا دیکھ رہا ہوتا ہے یعنی مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے یا دیکھے ہوئے منظر کے بارے میں توجہ اور یکسوئی سے کچھ سوچ رہا ہوتا ہے یعنی حالتِ مراقبہ میں ہوتا ہے یا سوچ کے نتیجے میں کسی نئی حقیقت سے دوچار ہوتا ہے یعنی وہ حالتِ مکاشفہ سے گزرتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان مشاہدے، مراقبے اور مکاشفے کے بغیر ایک لمحہ بسر کر سکے۔ کیونکہ ذہن کی غرض وغایت ہی یہ ہے کہ وہ دیکھے، سوچے اور سمجھے۔ کوتاہی یہ ہے کہ ہم باضابطہ سوچ (مراقبے) کی عادت نہیں ڈالتے۔ جس طرح آپ لکھنا پڑھنا، کھانا پکانا، سلائی کرنا، سائیکل، موٹر سائیکل، کار، بس، جہاز چلانا سیکھ جاتے ہیں اسی طرح منظم سوچ بچار کی ٹریننگ سے آپ بھی عظیم صوفی بزرگ، سائنسدان، شاعر، مصنف، ادیب، مفکر اور رہنما بن سکتے ہیں۔

جتنے بھی عظیم لوگ ہوئے ہیں وہ کامیابی کے چند خاص اصولوں کی بدولت ہی کامیاب وکامران ہوئے ہیں۔ آپ کے لیے بھی غوروفکر اور عمل کے دروازے کھلے ہیں۔ اپنا طرزِ فکر اور طرزِ عمل درست کریں اور عظمتِ انسانی کو پالیں ؎

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا (298)

روحانی دنیا میں کارفرما اصول وقوانین:۔ جس طرح مادی سائنس کی دنیا میں اصولوں، قوانین، نظریات اور تصورات کی حکمرانی ہے اور ان کی بدولت انسان کی کارکردگی اور قوتِ عمل میں گراں قدر اضافہ ہو رہا ہے۔ نئے اصول وقوانین بھی دریافت ہو رہے ہیں جن کی بدولت کائنات کی وسعتیں سمٹتی نظر آتی ہیں۔ اسی طرح روحانی سائنس کی دنیا میں بھی اصولوں، قوانین، نظریات اور تصورات کی حکمرانی ہے۔ تمام انبیاء کرام اور رُسل نے انہی کی تعلیم دی اور ان کے مطابق عظمتِ انسانی کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہونے کا راستہ دکھایا ہے۔ مادی سائنس کے برعکس روحانی سائنس کے اصول وقوانین اور تصورات ونظریات زیادہ واضح، حتمی، اٹل اور ابدی قدروقیمت کے حامل ہیں۔ مادی سائنس کے اصول وقوانین میں تبدیلی کا امکان ہے مگر روحانی سائنس کے اصول وقوانین حتمی، یقینی اور اٹل ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک کے انسانوں کے لیے یہ بنیادی اصول وقوانین واضح انداز سے ارشاد فرما دیئے ہیں اور ساتھ ہی ان بنیادی اصول وقوانین کی روشنی میں علم وحکمت کی نئی جہتیں تلاش کرنے کی کھلی اجازت دے دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''حکمت مومن کی کھوئی ہوئی دولت ہے اُسے جہاں سے بھی ملے لے لے''۔

جس طرح اصولِ ارشمیدس کے مطابق کھوٹے کھرے سونے کی پرکھ کی جاسکتی ہے اور لیور کے اصول کے مطابق آسانی سے بھاری وزن اُٹھائے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح روحانی دنیا کے اصول وضوابط کی پابندی سے، ان سے بھی زیادہ حیرت انگیز کام سرانجام دیئے جاسکتے ہیں ؎

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے (299)

روحانی مشاہدہ وتجربہ:۔ نائلہ نام کی ایک سٹوڈنٹ نے مجھ سے سوال کیا کہ روحانیت کیا ہے؟ میں نے کہا روحانیت سچ جاننے، سچ ماننے کا نام ہے۔ یہ ایک مشاہداتی وتجرباتی علم ہے جس کی تصدیق دین اسلام کے مُسلّم آفاقی اصولوں سے ہوتی ہے۔ اس نے کہا کوئی ثبوت دیں؟ میں نے ذاتِ باری تعالیٰ کے عطا کردہ علم اور توفیق سے کہا میں آپ کے بارے میں ایک پیشین گوئی کرتا ہوں، اسے غلط ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اگر یہ درست ثابت ہوئی تو جان لیں کہ روحانیت حق اور سچ ہے۔ اس نے کہا، بتائیں۔ میں نے کہا کسی روز آپ اور آپ کی والدہ اکیڈمی آئیں گی۔ دوپہر کا وقت ہوگا۔ اس وقت آپ کی والدہ نے سفید رنگ کا لباس پہنا ہوگا۔ جب آپ آئیں گی تو میں صحن میں فلاں جگہ پر بیٹھا ہوں گا۔ آپ کی والدہ آپ کی تعلیم کے بارے میں کوئی بات کریں گی اور پھر آپ دونوں، اُس جگہ فلاں صوفے پر بیٹھ جائیں گی۔ یہ سب کچھ بتانے کے بعد میں نے نائلہ بیٹی سے کہا، اب آپ کوشش کریں کہ یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہو۔ اپنی والدہ سے اس کا ذکر نہ کریں اور کبھی بھی انہیں اِدھر آنے کو نہ کہیں۔ آپ کو بھی کھلی اجازت ہے جی چاہے تو یہاں آئیں، کوئی پابندی نہیں ہے۔ چند روز بعد بفضلِ تعالیٰ یہ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔ نائلہ اپنی والدہ کے ساتھ اکیڈمی آئی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ نائلہ کی والدہ نے سفید رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ نائلہ نے بتایا کہ اچانک امی جان کا پروگرام بنا اور ہم ادھر آ گئے۔ نائلہ کی والدہ نے نائلہ کی تعلیم کے بارے میں گفتگو شروع کی اور وہ دونوں ماں بیٹی اُسی جگہ پر بیٹھے جہاں کی میں نے نشاندہی کی۔ اس وقت نائلہ نے اپنی والدہ کو میری اس پیشین گوئی کے بارے میں بتایا۔ عزیزانِ من! روحانیت سچائی تک رسائی کا نام ہے۔ کائنات کی سب سے بڑی سچائی 'اللہ تعالیٰ' ہے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد والآل والاصحاب والخلفاء والنواب والاتباع والاحباب۔ (آمین)

اور اللہ تعالیٰ پاک اور بزرگ ہے اور درست بات کو خوب جانتا ہے اور اس کے پاس اصل لکھا ہوا ہے اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آل اور اصحاب اور خلفاء اور نائبین اور تابعین اور دوستوں پر۔ (آمین)

اسماء الحسنیٰ

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ الاعراف [7:180]
''اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں، سو تم ﴿ہمیشہ﴾ اس کو اچھے ناموں سے پکارو''۔

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً، مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ (300)
بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے ﴿99﴾ یعنی ایک کم سو ﴿100﴾ نام ہیں، جس نے ان کو محفوظ کرلیا ﴿یعنی ان کو یاد کیا اور ان پر ایمان لایا﴾ وہ جنت میں پہنچ گیا۔

بخاری اور مسلم شریف کی روایت میں اللہ تعالیٰ کے جن ناموں کا اجمالی تذکرہ ہے وہ روایت یہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا، مِائَةً غَيْرَ وَاحِدَةٍ مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ، الرَّحِيْمُ، الْمَلِكُ، الْقُدُّوْسُ، السَّلٰمُ، الْمُؤْمِنُ، الْمُهَيْمِنُ، الْعَزِيْزُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِقُ، الْبَارِئُ، الْمُصَوِّرُ، الْغَفَّارُ، الْقَهَّارُ، الْوَهَّابُ، الرَّزَّاقُ، الْفَتَّاحُ، الْعَلِيْمُ، الْقَابِضُ، الْبَاسِطُ، الْخَافِضُ، الرَّافِعُ، الْمُعِزُّ، الْمُذِلُّ، السَّمِيْعُ، الْبَصِيْرُ، الْحَكَمُ، الْعَدْلُ، اللَّطِيْفُ، الْخَبِيْرُ، الْحَلِيْمُ، الْعَظِيْمُ، الْغَفُوْرُ، الشَّكُوْرُ، الْعَلِیُّ، الْكَبِيْرُ، الْحَفِيْظُ، الْمُقِيْتُ، الْحَسِيْبُ، الْجَلِيْلُ، الْكَرِيْمُ، الرَّقِيْبُ، الْمُجِيْبُ، الْوَاسِعُ، الْحَكِيْمُ، الْوَدُوْدُ، الْمَجِيْدُ، الْبَاعِثُ، الشَّهِيْدُ، الْحَقُّ، الْوَكِيْلُ، الْقَوِیُّ، الْمَتِيْنُ، الْوَلِیُّ، الْحَمِيْدُ، الْمُحْصِیْ، الْمُبْدِئُ، الْمُعِيْدُ، الْمُحْیِ، الْمُمِيْتُ، الْحَیُّ ، الْقَيُّوْمُ، الْوَاجِدُ، الْمَاجِدُ، الْوَاحِدُ، الصَّمَدُ، الْقَادِرُ، الْمُقْتَدِرُ، الْمُقَدِّمُ، الْمُؤَخِّرُ، الْاَوَّلُ، الْاٰخِرُ، الظَّاهِرُ، الْبَاطِنُ، الْوَالِیُ، الْمُتَعَالِیْ، الْبَرُّ، التَّوَّابُ، الْمُنْتَقِمُ، الْعَفُوُّ، الرَّءُوْفُ، الْمَالِكُ الْمُلْكِ، ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ، الْمُقْسِطُ، الْجَامِعُ، الْغَنِیُّ، الْمُغْنِیْ، الْمَانِعُ، الضَّآرُّ، النَّافِعُ، النُّوْرُ، الْهَادِیْ، الْبَدِيْعُ، الْبَاقِیْ، الْوَارِثُ، الرَّشِيْدُ، الصَّبُوْرُ (301)

قرآن کریم میں اسماء الحسنیٰ اور صفاتِ خداوندی کو جگہ جگہ نہایت وضاحت اور شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر خالقِ کائنات کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی جو انسانوں کی اصلاح کے لیے سب سے زیادہ سودمند اور مفید چیز ہے۔ مثلاً جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ رَزَّاق ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود بہت سی چیزوں کو رَزَّاق سمجھنے لگتے ہیں۔ کوئی باپ کو، کوئی شوہر کو، کوئی بادشاہ کو رَزَّاق خیال کرتا ہے، تو کوئی کھیتی اور دکان کو رَزَّاق سمجھتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ شَدِيْدُ الْعِقَاب بھی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے باوجود جرائم پیشہ ہو

جاتے ہیں اور گناہوں سے باز نہیں آتے، اور جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِیْم اور اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن ہیں، وہ رحمت خداوندی سے نا اُمید اور مایوس ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اتنے بڑے مجرم ہیں کہ ہماری ہرگز بخشش نہیں ہو سکتی پھر وہ بے لگام ہو جاتے ہیں۔ الغرض اسماء الحسنیٰ اور صفاتِ خداوندی کی معرفت کے بغیر انسانوں کی اصلاح اور نفوس کا تزکیہ نہیں ہو سکتا اس لیے صفاتِ خداوندی کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

1۔ اسماء الحسنیٰ کو سمجھ کر یاد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف و کمالات کے ساتھ متصف جاننا اور ماننا چاہیے تا کہ ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں درست اور واضح عقیدہ قائم ہو جائے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کا قرب و رضا حاصل کرنے کے لیے ان ناموں کا خوب ورد کرنا چاہیے۔ ان کے ورد سے انسان رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ اسے بے شمار دینی، دنیوی اور آخروی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق جو اِن ناموں کو یاد کرلے گا جنت میں جائے گا۔

جنت کیا خوب ٹھکانہ ہے جہاں انسان کو دیدار الٰہی اور دیدارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نصیب ہوگا۔ جہاں اہلِ حق کا قرب نصیب ہوگا اور معرفت و قربِ الٰہی پانے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

جدول اسماء الحسنیٰ

اسماء حسنیٰ	معانی	ابجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواصِ اسماء
اللہ	اسم ذات ہے	66	259	جلالی	آتشی	جملہ مقاصد کے لیے
الرحمن	اپنے فضل سے رحم فرمانے والا	298	406	جمالی	خاکی	فضل ورحمت کی درخواست کے لیے
الرحیم	رحمت سے اجر دینے والا	259	311	جمالی	خاکی	برائے فلاح دارین
الملك	بادشاہِ مطلق	90	262	مشترک	خاکی	برائے قیامِ ملک
القدوس	جمیع عیب ونقصان سے طاہر	170	349	جمالی	آبی	برائے صفائی باطن
السلام	سلامت رکھنے والا	131	392	جمالی	بادی	برائے شفائے مریض وسلامتی
المومن	بے خوف کرنے والا	136	299	جمالی	آتشی	برائے تحفظ از اشرارِ جن وانس
المهيمن	جمیع نہاں وآشکار کا شاہد	145	303	جمالی	آتشی	برائے اطلاع واسرارِ حقائق
العزیز	غالب، عزت دینے والا	94	157	جمالی	آتشی	برائے عزّت ووسعتِ رزق
الجبّار	غلبہ وجبر والا	206	368	جلالی	آتشی	برائے امان ومغلوبی دشمن
المتکبّر	اپنی بزرگی ظاہر کرنے والا	662	796	جلالی	خاکی	برائے بزرگی ودفع دشمناں

اسماءِ حسنیٰ	معانی	ابجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواص اسماء
الخالق	پیدا کرنے والا	731	964	جلالی	خاکی	برائے نُورِقلب واستقرارِحمل
البارى	صفت وخاصیت کا پیدا کرنیوالا	213	326	مشترک	آتشی	برائے سکون درقبر وطلبِ حقیقت
المُصوّر	صورت نقش کرنے والا	336	399	جمالی	آتشی	برائے زنِ عقیمہ
الغفّار	بخشنے والا	1281	1453	جمالی	آتشی	برائے مغفرت وعفوِ گناہاں
القهّار	مصلحت سے قہر نازل کرنیوالا	306	499	جلالی	خاکی	برائے ترکِ دنیا ومقہوریٔ دشمناں
الوهاب	بے غرض بخشنے والا	14	133	جمالی	آتشی	برائے توسیعِ رزق وحصولِ مقاصد
الرزاق	رزق دینے والا	308	501	جمالی	آتشی	برائے توسیعِ رزق
الفتّاح	ہر کارِ بستہ کھولنے والا	489	602	جلالی	آتشی	برائے انشراحِ قلب وفتوحِ کارہا
العليم	ہر شے سے باخبر	150	302	جمالی	خاکی	برائے حصول معرفت وانکشافِ امور
القابض	حکمت کے سبب تنگی کرنیوالا	903	1100	جلالی	بادی	برائے تحفظِ دشمنان ودفع اعداء
الباسط	رزق کھولنے والا	72	244	جمالی	بادی	برائے وسعتِ رزق
الرافع	رفعت دینے والا	351	823	جمالی	بادی	برائے رفعت وتونگری
الخافض	پست کرنے والا	1481	1598	جلالی	آتشی	برائے دفعِ اعداً
المُعزّ	عزت دینے والا	117	228	جمالی	خاکی	برائے عزّت وہیبت
المذل	ظالم کو ذلیل کرنے والا	770	892	جلالی	آتشی	برائے تذلیل دشمناں
السميع	سُننے والا	180	351	جمالی	آتشی	برائے استجابت دعا
البصير	دیکھنے والا	302	310	جمالی	خاکی	برائے بصارتِ قلب وحصول عنایاتِ خدا
الحكيم	صاحبِ حکمت	78	211	جلالی	آتشی	برائے فراخیٔ رزق
العدل	انصاف کرنے والا	104	236	مشترک	آتشی	برائے خلاصیٔ ازشرِ ظالمان
اللطيف	پاکیزہ اور مہربان	129	173	جمالی	آتشی	برائے دفعِ شدّت وسختی
الخبير	ہر پنہاں اور آشکار سے باخبر	812	816	جمالی	آتشی	برائے اطلاع اسرارِ پوشیدہ
الرقيب	ہر چیز کا حال دیکھنے والا	312	396	جمالی	آتشی	برائے دفعِ دشمن قوی
الحليم	بردبار	88	181	جمالی	آبی	دفعِ غضب وجور وتسخیرِ خلق
المُجيب	دعا کا قبول کرنے والا	55	157	جمالی	بادی	برائے قبولیت دعا
الواسع	وسعت دینے والا	137	174	جمالی	آتشی	برائے وسعتِ رزق وفتوحِ کارہا

اسماءِ حسنیٰ	معانی	ابجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواص اسماء
الحکم	مضبوط اور درست گفتگو والا	68	200	جمالی	خاکی	برائے حکومت واجرائے حکم
الودود	نیکوں کا دوست	20	96	جمالی	آتشی	برائے اُلفت ومحبت
العظیم	بزرگ تر	1020	1132	مشترک	آبی	برائے عظمت وبزرگی
الغفور	بخشنے والا	1286	1255	جمالی	خاکی	برائے دفع وسواس وعفوِ گناہان
الشکور	نیکوں کا شکر قبول کرنیوالا	526	675	جمالی	خاکی	برائے شفائے امراض
العلی	سب سے برتر	110	212	جمالی	خاکی	برائے علوِ مراتب
الکبیر	سب سے بڑا	232	316	جمالی	آتشی	برائے عزت وبزرگی ودبدبہ
الحفیظ	نگہبان	998	1002	جمالی	خاکی	برائے تحفظ از آسیب وجنّہ ودشمناں
المقیت	قوت دینے والا	550	683	جمالی	آتشی	برائے صبر بر جوع ودفع شدائد
الحسیب	حساب کرنے والا	80	43	مشترک	آتشی	برائے امان ازخوف وحصولِ مدعا
الجلیل	بزرگ	73	206	جلالی	آتشی	برائے عزت وحرمت، قدرومنزلت
الکریم	کرم کرنے والا	270	403	جمالی	خاکی	برائے بزرگی ووسعتِ رزق
المجید	سب سے بزرگ	57	189	جمالی	آتشی	برائے شفائے علل واسقام
الباعث	اسباب پیدا کرنیوالا	73	745	مشترک	آتشی	برائے انشراح قلب وحصولِ مقاصد
الشھید	مُردوں کو زندہ کرنیوالا	319	412	مشترک	بادی	برائے قبولیت واطاعتِ زن
الحقّ	سچّا۔ثابت	108	192	مشترک	آتشی	برائے تزکیہ نفس وحصولِ گمشدہ
القویّ	پوری قدرت رکھنے والا	116	205	جلالی	آتشی	برائے قوت وغلبہ ودفع دشمنان
الوکیل	کام کرنے والا۔نگہبان	66	196	جمالی	خاکی	برائے مقاصدِ بزرگ وکفایتِ دشمناں
المتین	قوت والا۔توانا	500	608	جلالی	آتشی	برائے شفقت سلطان
الولیّ	نیکوں کا دوست	46	95	جمالی	خاکی	برائے فتوحِ غیبی
الحمید	پاک صفات والا	62	145	جمالی	خاکی	برائے حصولِ اوصافِ حمیدہ
المحصی	شمار کرنے والا	148	205	جمالی	آتشی	برائے آسانی حساب روزِ جزا
المبدی	عدم سے عالم وجود میں لانیوالا	56	139	جلالی	آتشی	برائے تمام اُمور وحصولِ اولاد
المعید	وعدہ کرنے والا	124	266	جلالی	آتشی	برائے حصُولِ گمشدہ اورواپسی گریختہ
المُحییُ	زندہ کرنے والا	68	131	جمالی	آتشی	برائے حصول حیاتِ علمی، ایمانی وعرفانی

اسماءِ حسنیٰ	معانی	ابجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواص اسماء
المُميت	مُردہ کرنے والا	490	592	جلالی	آتشی	برائے ضبطِ نفس ودفعِ دشمن
الحيّ	ہمیشہ زندہ رہنے والا	18	20	جلالی	آتشی	برائے حصول شفاوتحفظ مرگ مفاجات
القيّوم	ہمیشہ قائم	156	295	جلالی	آتشی	برائے قبولیتِ دُعاوحصولِ راحت
الواجدُ	یکتا کاموں کا بنانے والا	14	212	جمالی	خاکی	برائے نورانی قلب وفراوانی نعمت
الماجد	بزرگی عطا کرنے والا	48	289	جمالی	خاکی	برائے نورِباطن
الواحدُ	یکتاوتنہا	19	168	مشترک	بادی	برائے مہمات وشفائے بیمار
الاحدُ	خدائی میں تنہا	13	155	جمالی	آتشی	برائے ظہورِملائکہ
الصّمد	پاک، بے نیاز	134	220	جمالی	خاکی	برائے وسعتِ رزق
القادرُ	قدرت والا	305	828	جلالی	آتشی	برائے قدرت وغلبہ ونُصرت
المقتدرُ	تقدیر کرنے والا	744	1208	جلالی	آتشی	برائے غلبہ بردشمن وتصرف
المقدم	آگے کرنے والا	184	396	مشترک	آتشی	برائے دفع خوف
المؤخر	پیچھے کرنے والا	846	905	مشترک	خاکی	برائے محبت خداوعفوِ گناہاں
الاوّل	پہلے سب سے	37	195	مشترک	آتشی	برائے احضارِغائب وطلبِ فرزند
الآخر	سب سے آخر قائم رہنے والا	801	913	مشترک	آتشی	برائے حصولِ ایمان وقوت وتصرف
الظاهر	کھلی ہوئی ہستی والا	1106	1118	مشترک	خاکی	برائے اظہارامرمخفی وروشنی چشم
الباطن	پنہاں	62	320	مشترک	خاکی	برائے اظہارِاسرار
الوالى	کارساز۔وارث	47	206	مشترک	بادی	برائے تحفظ مکان اززلزلہ وصاعقہ
المتعالى	بزرگ وبرتر	551	814	مشترک	بادی	برائے علومراتب وتحفظ ازشیاطین
البرّ	نیکوکار	202	204	جمالی	خاکی	برائے نجاتِ آفات وحصولِ مقاصد
التوّاب	توبہ قبول کرنے والا	409	606	جمالی	آتشی	برائے عفوگناہاں وتحفظ ازبلاہا
المنتقم	انتقام لینے والا	630	868	جلالی	آتشی	برائے انتقام ازظالم
المنعم	نعمت دینے والا	200	416	مشترک	خاکی	برائے حصولِ نعمت
العفو	گناہ معاف کرنیوالا	156	224	جمالی	آتشی	برائے عفوِگناہاں
الرؤف	درگزرکرنے والا	286	295	جمالی	آتشی	برائے لطف ومہربانی
مالك الملك	تمام خلقت کامالک	212	716	جلالی	آتشی	برائے قبولیت دعا

اسماءِحسنیٰ	معانی	ابجد	ملفوظی	فطرت	عنصر	خواص اسماء
ذوالجلال	صاحبِ عظمت	801	1232	جلالی	آتشی	برائے عظمت
والاکرام	صاحب عزت وبخشش	299	809	جلالی	آتشی	برائے بزرگی
الرّب	پروردگار	202	204	جلالی	آتشی	برائے تحفظ اولاد
المقسطُ	انصاف کرنے والا	209	401	جلالی	آتشی	برائے دفع وسواس وخیالات فاسدہ
الجامع	جمع کرنے والا	114	384	مشترک	خاکی	برائے دفعیہ فقروغربت وافتراق
الغنی	بے پرواہ	1060	1177	مشترک	آتشی	برائے حصُولِ تمنا
المغنی	بے نیاز	1100	1267	جمالی	آتشی	برائے حصُولِ تونگری
المعطی	عطا کرنے والا	129	241	جلالی	آبی	برائے حصُولِ مراد
المانع	باز رکھنے والا	201	437	جلالی	آبی	برائے دفع دشمن
الضّار	زیاں کرنے والا	1001	1117	جلالی	آبی	برائے دفع ضررِدشمن
النافع	نفع پہنچانے والا	161	437	جمالی	آبی	برائے حصولِ منفعت
النّور	روشن کرنے والا	256	320	مشترک	آبی	برائے نورِقلب
الهادی	راہ دکھانے والا	20	163	جمالی	آبی	برائے حصولِ حکمت
البدیع	نادر پیدا کرنے والا	86	179	مشترک	خاکی	برائے حصول مناصب ومرادات
الباقی	ہمیشہ رہنے والا	113	306	جمالی	آبی	برائے بقائے ملک ومحبوبیت
الوارث	سب کے بعد رہنے والا	707	826	جلالی	آبی	برائے حصولِ اولاد
الرشید	رہنمایاعالم	514	607	مشترک	خاکی	برائے فتوحِ اُمورکلیہ
الصّبور	عذاب نازل کرنے میں بردبار	298	312	جمالی	بادی	برائے حصولِ صبر
الستّار	چھپانے والا	161	833	جلالی	آبی	برائے پردہ پوشی عیب وگناہ
النّعیمُ	نعمت دینے والا	170	337	جمالی	خاکی	برائے حصولِ دولت
الوَالیُ	قدرت میں برتر	47	206	مشترک	بادی	برائے اختیارات وقبضہ

جدول اسماء الحسنیٰ بمطابق عددی قیمت

هُوَ	11	اَللّٰهُ	66	مُعِيْدُ	124	بَارِئُ	213
اَوَّلُ	13	وَكِيْلُ	66	مُعْطِيُ	129	طَاهِرُ	215
اَحَدُ	13	مُحِيْطُ	67	لَطِيْفُ	129	اَحْكَمَ الْحَاكِمِين	229
وَاجِدُ	14	حَكَمُ	68	سَلَامُ	131	كَبِيْرُ	232
وَهَّابُ	14	حَاكِمُ	69	صَمَدُ	134	مُطَهِّرُ	254
اِلٰه	16	بَاسِطُ	72	مُؤْمِنُ	136	نُوْرُ	256
حَيُّ	18	جَلِيْلُ	73	وَاسِعُ	137	رَحِيْمُ	258
وَاحِدُ	19	حَكِيْمُ	78	اَعْلَمُ	141	كَرِيْمُ	270
هَادِيُ	20	حَسِيْبُ	80	عَالِمُ	141	فَرْدُ	284
وَدُوْدُ	20	جَمِيْلُ	83	مُهَيْمِنُ	145	رَؤُفُ	287
طَبِيْبُ	23	دَاعِيُ	85	مُحْصِيُ	148	رَحْمٰنُ	298
اَوَّلُ	37	بَدِيْعُ	86	عَلِيْمُ	150	صَبُوْرُ	298
زَكِيُ	37	حَلِيْمُ	88	قَيُّوْمُ	156	بَصِيْرُ	302
وَلِيُّ	46	مَلِكُ	90	عَفُوُّ	156	قَادِرُ	305
وَالِيُ	47	عَزِيْزُ	94	قُدُّوْسُ	170	قَاهِرُ	306
اُوْلٰى	47	عَدَلُ	104	سَمِيْعُ	180	رَازِقُ	308
مَاجِدُ	48	حَقُّ	108	مَالِكَ الْمُلْكِ	181	رَزَّاقُ	308
دَائِمُ	55	حَنَّانُ	109	مُقَدِّمُ	184	رَقِيْبُ	312
مُجِيْبُ	55	عَلِيُّ	110	نَافِعُ	201	قَرِيْبُ	312
مَجِيْدُ	57	كَافِيُ	111	بَرُّ	202	قَدِيْرُ	314
مُحْيِيُ	58	بَاقِيُ	113	جَبَّارُ	206	شَهِيْدُ	319
بَاطِنُ	62	جَامِعُ	114	مُقْسِطُ	209	كَبِيْرُ	332
حَمِيْدُ	62	قَوِيُّ	116	مَالِكُ الْمُلْكِ	212	مُصَوِّرُ	336

نَاصِرٌ	341	سَتَّارٌ	662	غَالِبٌ	1033		
رَافِعٌ	351	مُتَكَبِّرٌ	662	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ	1100		
رَفِيْعٌ	360	وَارِثٌ	707	غَنِيٌّ	1060		
رَفِيْقٌ	390	خَالِقٌ	731	مُغْنِيٌ	1100		
تَوَّابٌ	409	مُقْتَدِرٌ	744	ظَاهِرٌ	1106		
فَتَّاحٌ	489	مُذِلٌّ	770	مَظْهِرٌ	1145		
مَتِيْنٌ	500	ذُوالْجَلَالْ	801	خَيْرُالنَّاصِرِيْنَ	1242		
رَشِيدٌ	514	خَبِيْرٌ	812	غَفَّارٌ	1281		
شَكُوْرٌ	526	مُؤَخِّرٌ	846	غَفُوْرٌ	1286		
مُقِيْتٌ	550	اَحْسَنَ الْخَالِقِيْن	941	غيَاثٌ	1511		
متعالی	551	حَفِيْظٌ	998				
اَرْحَمَ الرَّحِمِين	588	ضَارٌ	1001				
اَكْرَمُ الْاَكْرَمِيْن	613	عَظِيْمٌ	1020				

آپ اپنے کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے دو یا دو سے زیادہ اسماء ملا کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔مثلاً

يَامَالِكُ يَا اَللّٰهُ	179	يَاعَلِيْمُ يَاحَكِيْمُ	250
يَالَطِيْفُ يَا اَللّٰهُ	195	يَارَحْمٰنُ يَارَحِيْمُ	577
يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ	195		

اپنے نام کے اعداد کے مطابق اسم باری تعالیٰ کے ساتھ حسبِ ضرورت کوئی قرآنی آیت یا کلمہ بھی ملا کر پڑھے جا سکتے ہیں۔

چند ایک آیاتِ مقدسہ اور کلمات مبارکہ کے اعداد درج ذیل ہیں:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	165	فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ	800
حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ	409	سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ	849
حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ	450		

1۔ مندرہ بالا فہرست میں اسماء، قرآنی آیات اور کلماتِ مبارکہ کے ساتھ جو اعداد دیئے گئے ہیں خود بھی ان کے میزان کی جانچ کر لیں تا کہ غلطی کا امکان نہ رہے۔

اِسمائے جمالی، اسمائے جلالی اور اسمائے مشترک

درج ذیل پینتالیس (45) اسمائے باری تعالیٰ اسمائے رحمت کہلاتے ہیں۔ یہ بلندیٔ مرتبہ، کشائشِ رزق، امراء و وزراء، سلاطین وافسران سے سرخروئی حاصل کرنے، فتح مندیٔ جنگ، تسخیر، محبت اور دوستی کے امور وعملیات میں کام دیتے ہیں۔

یارحمٰن	یارزّاق	یالطیف	یاحکیم	یامعطی	یاماجد	یانور	یااحد	یارحیم
298	308	129	78	129	48	256	13	258
یافتاح	یاغفور	یاحلیم	یانافع	یاصمد	یاھادی	یانعیم	یاسلام	یاباری
489	1286	88	201	134	20	170	131	213
یاشکور	یاوُدود	یارشید	یابرّ	یاباقی	یاضار	یامھیمن	یاباسط	یاکریم
526	20	514	202	113	1001	145	72	250
یاولیّ	یاحیّ	یاعفوّ	یاواحد	یاوھاب	یامعزّ	یاواسع	یاغنی	یاقیّوم
46	18	56	14	14	117	137	1060	156
یارؤف	یاوکیل	یامومن	یاغفار	یاحفیظ	یاکفیل	یامحی	یاتواب	یاصبور
286	66	136	1281	998	140	58	409	298

ان تمام ناموں سے سات اسماء یَابَاسِطُ یَا سَلَامُ یَا فَتَّاحُ یَا مُعِزُّ یَا لَطِیْفُ یَا کَرِیْمُ یَا وَاسِعُ بلندی مرتبہ اور کشائش رزق کے عملیات میں کام دیتے ہیں۔ نو(9) اسماء یَا رَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ یَا حَکِیْمُ یَا حَفِیْظُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا فَتَّاحُ یَارَافِعُ یَا ھَادِیُ بادشاہوں، امیروں اور افسروں کی تسخیر کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ سات(7) اسماء یَا حَفِیْظُ یَا سَلَامُ یَا نَافِعُ یَا بَاقِیُ یَا کَرِیْمُ یَا غَفُوْرُ یَا ھَادِیُ بیمار کی صحت اور حصول تندرستی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ تین اسمایَاوُدُوْدُیَابُدُوْحُ یَالَطِیْفُ حُب کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

یہ اکیس نام باری تعالیٰ اسمائے ہیبت کہلاتے ہیں اور بغض، عداوت، دشمنی، جدائی قہر وغضب کے عملیات میں کام دیتے ہیں۔ ان تمام اسماء میں سے یَاقَھَّارُ یَامُذِلُّ اوریَا جَبَّارُ بہت پر تاثیر ہیں۔

یاعزیز	یاجلیل	یامقتدر	یاجبّار	یاقوی	یامنتقم	یامُتکبّر
94	73	744	206	116	630	622
یامتین	یاذوالجلال	یاقھار	یامبدئ	یامقسط	یاقابض	یامعید
500	801	306	56	209	903	124
یامانع	یامذل	یاممیت	یاوارث	یاعلی	یاقادر	یامالك الملك
161	770	90	707	110	305	212

اسمائے جلالی اور جمالی کے علاوہ باقی جس قدر اسماء ہیں۔ ان کو اسمائے مشترک کہتے ہیں۔ وہ بین الجلال و بین الجمال ہیں۔ وہ ہر قسم کی جائز حاجات میں مدد دیتے ہیں۔ (302)

اِسمِ اعظم

اسمِ اعظم سے مراد اللہ تعالی کا وہ خاص اسم ہے جس کی برکت سے ہر دعا قبول ہوتی ہے۔اس ضمن میں علامہ عالم فقری لکھتے ہیں: اسمِ اعظم سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ صفاتی یا ذاتی نام ہے جسے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق پیدا ہوتا ہے اور معرفت کے دروازے کھلتے ہیں۔اسمِ اعظم پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے مالا مال کر دیتا ہے، وہ اپنے رب سے اسمِ اعظم کی بدولت جو کچھ مانگتا ہے سو پاتا ہے۔اسمِ اعظم کے صدقے اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔جن لوگوں کو اسمِ اعظم کا راز ہاتھ آجاتا ہے وُہ اس کے خاص بندے بن جاتے ہیں۔اللہ انہیں دین و دنیا میں انعام یافتہ بنا دیتا ہے۔انہیں نہ مٹنے والی عزت ملتی ہے اور نہ ختم ہونے والی دولت میسر آتی ہے گویا کہ اسمِ اعظم ہر کام کی کنجی ہے اور گونا گوں فیوض و برکات کا حامل ہے۔

اللہ کا ذاتی نام اور ہر صفاتی نام اس کی ایک خاص شان کا مظہر ہے۔جو شخص اللہ تعالیٰ کو جس شان یعنی جس صفاتی نام سے پکارتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی اس شان کے فیوض و برکات سے اسے نواز دیتا ہے اور اپنی اس خاص شان کا راز اس پر کھول دیتا ہے، یعنی اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو رحمن کہہ کر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے مالا مال کر دیتا ہے اور اس کا وجود دوسروں کے لیے باعثِ رحمت بنا دیتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جس نام سے ہم اسے پکاریں گے اسی سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوجائے گی اور یہی قربت جس لفظ سے میسر آتی ہے وہ اسمِ اعظم ہوتا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ معبود ہے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں اس لیے لفظ اللہ یا ایسی آیت جس میں یہ لفظ ہو کہ اللہ ہمارا معبود ہے وُہ اسمِ اعظم ہے لہٰذا لفظ اَللہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اسمِ اعظم ہے۔

ایسے ہی اللہ اپنی مخلوق پر ہر وقت رحم کرتا ہے لہٰذا لفظ رحمن اور رحیم یا ایسی آیت جس سے رحمتِ باری کا مفہوم ظاہر ہو وُہ اسمِ اعظم ہوگی، اسی طرح اللہ ہمیشہ سے قائم دائم اور زندہ ہے۔لہٰذا جو شخص اسے حَیُّ الْقَیُّوْمُ کہہ کر پکارتا ہے وہ اس شخص کو ہمیشہ کے لیے قائم دائم کر دیتا ہے لہٰذا یہ لفظ اور ایسی آیت جس سے قائم اور ہمیشہ زندہ رہنے کا مفہوم نکلے وہ اسمِ اعظم ہوگی۔اسی طرح اُس کی ایک اور شان یہ ہے کہ ہر چیز کا خزانہ اس کے پاس ہے یعنی اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں چنانچہ وہ ہر لحاظ سے بے نیاز اور مالا مال ہے لہٰذا لفظ اَللّٰہُ الصَّمَدُ اسمِ اعظم ہوا، اس لیے جو اسے اَللّٰہُ الصَّمَدُ یعنی یہ کہتا ہے کہ تو میرا بے نیاز معبود ہے تو وہ اسے بے نیاز بندہ بنا دیتا ہے۔ایسے ہی لفظ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَالَطِیْفُ۔ یَاقَادِرُ۔ یَاعَلِیُّ۔ یَابَدِیْعُ اسمِ اعظم ہیں کیونکہ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی ایک خصوصی شان مضمر ہے جو ان الفاظ کے پڑھنے سے ظاہر ہوتی ہے۔اس ضابطہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل آیات اور احادیث کے الفاظ کا شمار اسمِ اعظم میں ہوتا ہے اور ان اسماء کو کثرت سے پڑھنے کے بعد جو دعا بھی اللہ کے حضور کی جائے وہ ان شاء اللہ قبول ہوگی۔

اسمِ اعظم کے بارے میں ارشادات نبوی ﷺ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن اسمائے الٰہی، آیات یا کلمات میں شانِ الٰہی کا خصوصی جلوہ مشاہدہ فرمایا ان کی بطور اسم اعظم نشاندہی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک ہی اسمِ پاک اسمِ اعظم نہیں ہے بلکہ متعدد اسماءِ حُسنیٰ اور کلمات کو اسمِ اعظم قرار دیا گیا ہے۔ یہ خاص روحانی راز تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو آگاہ فرمایا۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ کرنے کا شرف حاصل کریں۔

1۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم نہ بتا دوں کہ جب اس کو پکارا جائے اجابت کرے اور جب اس سے سوال کیا جائے، عطا فرمائے۔ وہ دعا یہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام نے تین تاریکیوں میں کی تھی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں حد سے تجاوز کرنے والوں سے ہوں۔

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ خاص دعا حضرت یونس علیہ السلام کے لیے ہے یا سب مسلمانوں کے لیے؟ فرمایا آپ نے خدا کا ارشاد نہ سنا کہ:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ الانبیاء[21:88]

پس ہم نے یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور اسے غم سے نجات دی اور یوں ہی نجات دیں گے ایمان والوں کو۔(303)

2۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (مشکوٰۃ)

اے اللہ میں تجھ سے اس لیے التجا کرتا ہوں کہ بے شک تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے، نہ تو نے کسی کو جنا اور نہ تو کسی سے جنا گیا اور تیرا کوئی ہم سر نہیں۔

ارشاد فرمایا اللہ کی قسم تو نے اللہ تعالیٰ سے وہ اسم اعظم لے کر سوال کیا کہ جب اس سے سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اس سے دعا کی جاتی ہے تو قبول فرماتا ہے۔(304)

3۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ الۗمّۗ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝

البقرہ[2:163]+ آل عمران[3:1-2]

اور وہی تمہارا واحد معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو رحمن و رحیم ہے ٥ الف لام میم اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ قائم ہے۔(305)

4۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے زید بن صامت رضی اللہ عنہ کو یوں دعا کرتے سنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ۔

اے اللہ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں بے شک تو ہی حمد کے لائق ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد ہے تیرا کوئی شریک نہیں اے بہت زیادہ احسان کرنے والے اے بہت زیادہ مہربان اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اے جلال اور اکرام کے مالک اے زندہ اور قائم۔

فرمایا یہ اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس سے پکارا جائے۔ اجابت کرے اور جب مانگا جائے عطا فرمائے۔(306)

5۔ حدیث میں ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یوں دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَدۡعُوۡكَ الرَّحۡمٰنُ وَاَدۡعُوۡكَ الۡبَرَّ الرَّحِیۡمَ وَاَدۡعُوۡكَ بِاَسۡمَآئِكَ الۡحُسۡنٰی كُلِّھَا مَا عَلِمۡتُ مِنۡھُمَا وَمَالَمۡ اَعۡلَمۡ اَنۡ تَغۡفِرۡلِیۡ وَتَرۡحَمۡنِیۡ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان میں اسم اعظم ہے۔(رواہ ابن ماجہ)

6۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو ان پانچ کلموں سے دعا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگے کا اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَكۡبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡكَ لَہٗ لَہُ الۡمُلۡكُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اُسی کا تمام ملک ہے اور اُسی کی تمام تعریف اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی بھی طاقت اور کوئی بھی قوت اس کے بغیر میسر نہیں ہے۔

7۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس کچھ دعائیں لائے اور عرض کی جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی حاجت پیش آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پڑھ کر دعا مانگیں۔

یَا بَدِیۡعَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یَا ذَالۡجَلَالِ وَالۡاِكۡرَامِ یَاصَرِیۡخَ الۡمُسۡتَصۡرِخِیۡنَ یَا غَیَاثَ الۡمُسۡتَغِیۡثِیۡنَ یَا كَاشِفَ السُّوۡءِ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ یَا مُجِیۡبَ الدَّعۡوَۃِ الۡمُضۡطَرِّیۡنَ یَااِلٰہَ الۡعَالَمِیۡنَ بِكَ اُنۡزِلُ حَاجَتِیۡ وَاَنۡتَ اَعۡلَمُ بِھَا فَاقۡضِھَا۔

8۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بندہ یَارَبُّ یَارَبُّ کہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَبَّیۡكَ اے میرے بندے مانگ کہ تجھے دیا جائے۔(راہ ابن ابی الدنیا عن عائشہؓ)

9۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام اذکار سے افضل کلمہ طیبہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔)

10۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو یہ کہہ رہا تھا یَآ اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ ط اے سب پر رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو جو چاہے مانگ اللہ کی نگاہِ کرم تجھ پر ہے۔(حصن حصین)

امام جعفر صادق علیہ السلام، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم

میں ڈوب کر دعا کرے وہی اسم اعظم ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اس اعظم کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے مخلوق میں سے کسی شخص کو اس پر مطلع نہیں کیا۔ بعض علماء اسمِ اعظم کے ثبوت کے قائل ہیں اور اس کی تعین میں ان کا اختلاف ہے۔ اس مسئلہ میں درج ذیل کل چودہ قول ہیں:

1۔ امام فخر الدین رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا کہ اسم اعظم "ھوٗ" ہے۔

2۔ اسم اعظم "اللہ" ہے۔ کیونکہ یہی وہ اسم ہے جس کا اللہ کے غیر پر اطلاق نہیں ہوتا۔

3۔ اسم اعظم "اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ" ہے۔ اس سلسلہ میں امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

4۔ اسم اعظم "اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاحِدُ" ہے۔ کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اور سورۂ آل عمران کی ابتداء اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (307)

5۔ اسم اعظم "اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" ہے کیونکہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسم اعظم تین سورتوں میں ہے۔ البقرہ، آل عمران، اور طہ۔ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں میں نے ان سورتوں میں اسم اعظم کو تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ "اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ربوبیت پر ان کی دلالت سب اسماء سے زیادہ ہے۔ (308)

6۔ "اَلْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں اس کی اصل ہے اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (309)

7۔ "بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" اس کو امام ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

8۔ "ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے يَاذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کہا تو نبی ﷺ نے فرمایا اس کی دعا قبول ہوگی۔

9۔ "اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اسمِ اعظم کی روایت کے سلسلہ میں اس روایت کی سند سب سے زیادہ قوی ہے۔ (310)

10۔ "رَبِّ رَبِّ" امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابودرداء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا: اللہ کا اسم اکبر رَبِّ رَبِّ ہے۔ اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب بندہ رَبِّ رَبِّ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لبیک میرے بندے! تو سوال کر تجھے دیا جائے گا"۔

11۔ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ'' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جو مسلمان شخص ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

12۔ ''هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ'' امام رازی نے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو اسم اعظم کی تعلیم دے تو انہوں نے خواب میں یہ کلمات دیکھے۔

13۔ اسم اعظم اسماء حسنیٰ میں مخفی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا اسم اعظم ان اسماء میں ہے جن سے تم نے دعا کی ہے۔

14۔ اسم اعظم کلمۃ التوحید ہے۔ اس کو قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جلد 11)

اسمِ اعظم کے بارے میں اکابرینِ اُمت کی آراء:

1۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسم اعظم اَللّٰهُ اَللّٰهُ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ہے۔

2۔ ابوامامہ باہلی صحابی رضی اللہ عنہ کے شاگرد قاسم بن عبدالرحمن شامی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: اسم اعظم اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ہے۔

3۔ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء سے نقل فرمایا ہے کہ اسم اعظم کلمہ توحید ہے۔ از امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ و بعض صوفیاء کرام نے کلمہ **ھو** کو اسم اعظم بتایا۔

4۔ بعض علماء يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کو اسم اعظم کہتے ہیں۔

5۔ بعض علماء نے يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ کو اسم اعظم کہا ہے۔

اسمِ اعظم ......اسمِ ذات:۔

1۔ قرآن وحدیث میں اسمِ ذات کی فضیلت کا خصوصاً ذکر ہوا ہے۔ زیادہ تر اولیاء اللہ نے اسمِ ذات کو اسمِ اعظم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿٨﴾ المزمل [73:8]

اور ذکر کیا کرو اپنے رب کے نام کا، اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾ الدھر [76:25]

اور یاد کرتے رہا کرو اپنے رب کے نام کو صبح بھی اور شام بھی۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالُ فِي الْاَرْضِ ''اَللّٰهُ اَللّٰهُ''

جب تک روئے زمین پر ''اللہ اللہ'' کا ذکر رہے گا تو اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں لفظ اللہ کا ذکر مکرر آیا ہے، اور دوسری روایت میں ہے:

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى اَحَدٍ يَقُوْلُ ''اَللّٰهُ اَللّٰهُ''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کسی ''اللہ اللہ'' کا ورد کرنے والے پر قیامت قائم نہیں ہوگی......''

2۔ علامہ ابن عابدین اپنے مشہور حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''لفظ اللہ اسم اعظم ہے''۔

3۔ امام طحاوی اور کثیر علماء وصوفیاء نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے حتیٰ کہ وہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ مقام کے لیے لفظ ''اللہ'' کے ذکر سے بڑھ کر کوئی ذکر نہیں۔

4۔ علامہ الخادمی لکھتے ہیں کہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، الکسائی، الشعبی، اسماعیل ابن اسحاق، ابوحفص اور جمہور علماء کے نزدیک لفظ ''اللہ'' اسم اعظم ہے۔ اور یہی عقیدہ صوفیائے کرام اور مشائخ کا ہے اور ان کے نزدیک صاحبِ مقام کے لیے لفظ ''اللہ'' کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے: ''قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْہُمْ''۔ الانعام[6:91] فرمادیجئے: (یہ سب) اللہ (ہی کا کرم ہے) پھر آپ انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیں۔

5۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ ''اللہ'' کا ذاکر اپنی ذات سے بے خبر اور اپنے رب کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔ وہ احکام الٰہیہ پر سختی سے کاربند اور دل کے ساتھ اس کے مشاہدہ میں مشغول رہتا ہے۔ حتیٰ کہ مشاہدہ کے انوار وتجلیات اس کی بشری صفات کو جلا کر رکھ دیتے ہیں۔

6۔ سید ابوالعباس موسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے سالک! تجھے ''اللہ، اللہ'' کا ذکر کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسم تمام اسماء کا سلطان ہے۔ اس کا آغاز علم اور انتہاء نور ہے لیکن یہ نور بالذات مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اصل مقصود وہ کشف اور مشاہدہ ہے جو ذاکر کو حاصل ہوتا ہے، اس لیے اسی اسم کا ذکر بکثرت کرنا چاہیے باقی تمام اذکار پر اسے ترجیح دینی چاہیے۔ کیونکہ یہ ذکر کلمہ توحید میں موجود تمام عقائد، علوم، آداب اور حقائق کو شامل ہے''۔

7۔ عارف باللہ ابن عجیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ ''اللہ'' سلطان الاسماء اور اسم اعظم ہے۔ ذاکر زبان کے ساتھ اس ذکر میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ یہ ذکر اس کے گوشت اور خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے انوار ذاکر کے کلیات وجزئیات میں سرایت کر جاتے ہیں، اور پھر ذکر زبان سے دل کی طرف، اور دل سے روح کی طرف، اور روح سے سر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس وقت زبان ساکت وصامت ہو جاتی ہے، اور ذاکر کو وصال اور مشاہدۂ حق حاصل ہوتا ہے۔

8۔ شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اے مرید صادق! لفظ ''اللہ'' کے ذکر پر ثابت قدم رہ جبکہ تجھے اس کی کسی مرشد کامل نے اجازت دی ہو۔ کیونکہ یہ ذکر خواہشاتِ نفسانیہ کو ان کی جڑوں سے اکھیڑ دیتا ہے۔ اور بعض اوقات مرید کو ابتداء میں اس ذکر کی وجہ سے حرارت اور تنگی محسوس ہوتی ہے، وجہ یہ ہے کہ اس کا نفس اس ذکر کا عادی نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ ذکر دل سے عالمِ خلق کو زائل کر دیتا ہے اور اسے کائنات سے خالی کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض مشائخ ابتداء میں اپنے مرید کو لا الہ الا اللہ کے ذکر کا حکم دیتے ہیں۔ جب ان کے دلوں میں نفی واثبات پختہ ہو جاتا ہے تو انہیں لفظ اللہ کے ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اس پر دوام اور اس کی تلخی برداشت کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ اگر مرید ابتداء میں اس تلخی پر صبر نہ کر سکے اور اس ذکر کو ترک کر دے تو منازلِ سلوک میں آگے ترقی نہیں کر

سکتا۔ اور اپنی کم ہمتی کی وجہ سے خیرِ کثیر سے محروم ہو جاتا ہے۔ مگر جو مرید صادق اس ذکر کا پختہ ارادہ کر کے صبر و استقامت سے کام لیتا ہے تو یہ اسم اس کے دل میں نقش اور کندہ ہو جاتا ہے۔ غفلت اور کاہلی دور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ یہ مبارک اسم اس کی رگوں میں سرایت کر کے اس کی روح کے ساتھ مل جاتا ہے۔ پھر مذکور (ذات باری تعالیٰ) ہمیشہ اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ جب لوگ غفلت کریں تو وہ غافل نہیں ہوتا اس وقت وہ مقام احسان پر فائز ہو جاتا ہے جس کی طرف نبی پاک ﷺ نے اپنی اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے: (اَلْاِحْسَانِ) اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ۔ (311)

حاصل کلام:۔ اسمِ اعظم میں دنیا و آخرت میں کامیابی اور مشکلات کا حل موجود ہے بشرطیکہ خلوصِ دل سے اس کا وظیفہ کیا جائے بلکہ ولایت کا راز ہی اسمِ اعظم ہے۔

دعائے اسمِ اعظم:۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسمِ اعظم کی تحقیق میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ بہ سبب خوف ضخامت اس پر اکتفاء کیا جاتا ہے کہ بعض محققین نے فرمایا ہے کہ یہ دعا سب کی جامع ہے وہ سب اسم اعظم جو بزرگوں سے منقول ہیں، اس میں آجاتے ہیں، دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَا حَنَّانُ يَامَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَاخَيْرَ الْوَارِثِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَاسَمِيْعَ الدُّعَآءِ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا عَالِمُ يَا سَمِيْعُ يَا عَلِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا مَالِكَ الْمُلْكِ يَا مَلِكُ يَاسَلَامُ يَا حَقُّ يَا قَدِيْمُ يَا قَآئِمُ يَا غَنِيُّ يَا مُحِيْطُ يَا حَكِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا قَاهِرُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا مُخْفِيْ يَا مُعْطِيْ يَامَانِعُ يَا مُحْيِ يَا مُقْسِطُ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ يَا اَحَدُ يَاصَمَدُ يَارَبُّ يَارَبُّ يَارَبُّ يَاوَهَّابُ يَا غَفَّارُ يَا قَرِيْبُ يَالَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اَنْتَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَاِسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى الْاَعْظَمُ الَّذِيْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (حصن حصین)

تمام منقول و معروف اسمائے اعظم پر مشتمل ایک اور دعا بھی معروف ہے اور مشائخ کے وظائف میں شامل ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

دعائے متضمن باسمِ اعظم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ؕ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ؕ اَللّٰهُ اَللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ یَارَبِّ یَارَبِّ یَارَبِّ یَآ اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْۤ اَشْھَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّہٗ كُفُوًا اَحَدٌ ؕ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یَا صَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَا كَاشِفَ السُّوْٓءِ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَا مُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ یَآ اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ اُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِیْ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِھَا فَاقْضِھَا بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ o

الٓمّ اللہ وہ ہے کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے سب کا قائم رکھنے والا ہے اور تمہارا معبود اکیلا معبود ہے سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا۔ اللہ اللہ اللہ وہ ہے جس کے سوائے کوئی معبود نہیں عرشِ عظیم کا مالک۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بڑا ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اکیلا ہے وہ کوئی اس کا شریک نہیں اُسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ہر تعریف اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور بلا مددِ الٰہی نہ گناہوں سے بچنا میسر ہے نہ طاعت پر قوت۔ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں پاکی ہے تیرے لیے بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔ اے میرے رب اے میرے مالک اے میرے آقا اے معبود اے نہایت رحم کرنے والے اے نہایت درجہ مہربان۔ اے اللہ میں تجھ سے اس وسیلے سے طلب کرتا ہوں کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے کوئی معبود سوائے تیرے نہیں۔ اکیلا ہے بے پرواہ ہے نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ خود کسی سے جنا گیا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس پر (نظر رکھتے ہوئے) کہ تیرے لیے ہر تعریف ہے سوائے تیرے کوئی معبود نہیں اکیلا ہے تو تیرا کوئی شریک نہیں۔ اے نہایت مہربان اے بہت نعمت دینے والے اے ابتداءً زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے اے عظمت وکرم والے اے زندہ اے ہمیشہ قائم رہنے والے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اے آسمان وزمین کے بغیر نمونہ پیدا کرنے والے اے صاحبِ عظمت وکرم اے مدد طلب کرنے والوں کے فریاد رس اور اے فریادیوں کے فریاد رس اور اے مصیبت وبرائی کو دور کرنے والے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے اے پریشان حال لوگوں کی دعا کو قبول کرنے والے اے تمام عالموں کے معبود میں تیرے حضور اپنی حاجت پیش کرتا ہوں اور تو اسے خوب جانتا ہے پس تو اسے پورا فرما دے اپنی رحمت سے۔ اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

روحانی کلیہ برائے استخراجِ اسمِ اعظم:۔ کائنات کی ہر شے میں ایک خاص ترکیب وتناسب پایا جاتا ہے۔ مادی اور روحانی دنیا کی ہر شے کی بناوٹ اور کارکردگی میں خاص اصول وضوابط کارفرما ہیں۔ جو لوگ ان اصول وضوابط سے اور ان سے کام لینے کے طریقوں سے آگاہ ہوئے انہوں نے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے۔

فزکس کے ماہرین نے مادے کی بنیادی اکائی ایٹم (Atom) دریافت کیا۔ انہوں نے مختلف عناصر کے ایٹمز کی بناوٹ پرغوروفکر کیا۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے ان پر اسرار و رموز منکشف کیے اور انہوں نے بجلی پیدا کرنے، ایٹمی توانائی حاصل کرنے کے طریقے دریافت کر لیے۔ کیمیا دانوں نے عناصر کی ترکیب سے مختلف کیمیائی اشیاء بنانے کے طریقے دریافت کر لیے۔ ماہرینِ حیاتیات نے تمام جانداروں کی بناوٹ اور کارکردگی کی بنیادی اکائی (سیل) پر تحقیق کر کے طب کی دنیامیں انقلاب برپا کر دیا۔

سائنس کا ہر ایک سٹوڈنٹ جانتا ہے کہ ایٹم کے مرکزی حصہ کو نیوکلیس کہتے ہیں جس میں مثبت ذرات پروٹانز اور تعدیلی ذرات نیوٹرانز موجود ہوتے ہیں۔ اس کے اردگرد دائروں میں منفی ذرات الیکٹرانز گردش کرتے ہیں۔ مختلف عناصر کے ایٹمز میں یہ ذرات مخصوص ترتیب اور تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ہر ایک عنصر کے ایٹم میں موجود پروٹونز کی تعداد کو اُس کا ایٹمی نمبر قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً ہیلیم (He) کا ایٹمی نمبر 2 ہے۔ کاربن کا ایٹمی نمبر 6 ہے۔ سائنسدانوں نے اب تک دریافت ہونے والے عناصر کے ایٹمی نمبرز، ان عناصر میں موجود الیکٹرانز کی ترتیب اور عناصر کی کیمیائی خصوصیات کے لحاظ سے ایک چارٹ ترتیب دیا ہے۔ جسے دوری جدول(Periodic Table) کہتے ہیں۔

ہر جاندار کے جسم کی بناوٹ اور کارکردگی کی بنیادی اکائی سیل ہے۔ ایٹم کی طرح سیل کی بھی مخصوص بناوٹ ہوتی ہے۔ ہر نوع کے سیل میں کروموسومز کی مخصوص تعداد پائی جاتی ہے۔ مثلاً انسانی سیل میں کروموسومز کی تعداد 46 ہے۔ بندر اور خرگوش میں سے ہر ایک کے سیل میں کروموسومز کی تعداد 48 ہے۔ آلو اور تمباکو کے سیلز میں بھی کروموسومز کی تعداد 48 ہے۔

عصرِ حاضر میں کمپیوٹر سائنس کے شعبہ میں ہونے والی انقلابی پیش رفت کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ کمپیوٹر سائنس میں سافٹ ویئر سے مراد کمپیوٹر پروگرامز ہیں جن سے مختلف کام لیے جاتے ہیں۔ ہارڈ ویئر سے مراد وہ آلات ہیں جن کی مدد سے یہ کمپیوٹر پروگرامز استعمال کیے جاتے ہیں یا جن کو ان کمپیوٹر پروگرامز کی مدد سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ مثلاً کمپیوٹر ہارڈ ویئر سے مراد کمپیوٹر کا مانیٹر، پرنٹر، کی بورڈ، ماؤس وغیرہ ہیں۔ کمپیوٹر سافٹ ویئر سے مراد وہ پروگرامز ہیں جن کی مدد سے ہم کمپیوٹر کو ڈیٹا(data) اور ہدایات (instructions) مہیا کرتے ہیں اور کمپیوٹر سے مطلوبہ نتائج حاصل کرتے ہیں اور انہیں اپنی ضرورت کے مطابق محفوظ کر لیتے ہیں۔

کمپیوٹر ہارڈ ویئر اور سافٹ ویئر سسٹم کی بنیاد صرف دو ہندسوں صفر (0) اور ایک (1) پر ہے۔ اس کی ابتداء بجلی کے سادہ سرکٹ (آن آف سوئچ کے سرکٹ) سے ہوئی۔ جب آپ سوئچ آن کرتے ہیں تو لائٹ آن ہو جاتی ہے۔ جب سوئچ آف کرتے ہیں تو لائٹ آف ہو جاتی ہے۔ سوئچ آن کرنے سے سرکٹ میں کرنٹ کا بہاؤ شروع ہو جاتا ہے اور لائٹ آن ہو جاتی ہے۔ سوئچ آف کرنے سے سرکٹ بریک ہو جاتا ہے یعنی سرکٹ میں کرنٹ کا بہاؤ رک جاتا ہے اور لائٹ آف ہو جاتی ہے۔

کمپیوٹر سائنس میں کمپیوٹر کو کرنٹ مہیا کیا جاتا ہے۔ جب ہم کمپیوٹر آن کرتے ہیں تو کرنٹ کی وجہ سے اس کی تاریک سکرین روشن ہو جاتی ہے۔ کمپیوٹر میں آن/آف سرکٹ کی تکنیک استعمال کر کے صفر (0) اور ایک (1) دو ہندسوں کی مدد سے ثنائی نظام میں کوڈنگ کی جاتی ہے۔ یہ مختلف کوڈز مختلف ہدایات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان ہدایات کے مطابق کمپیوٹر پر

نظر آنے والی روشنی سے ہر طرح کے جلوے نمودار ہوجاتے ہیں۔اس روشنی سے رنگ، آوازیں، عبارتیں، تصاویر، حقیقی زندگی کے مختلف مظاہر سکرین پر نظر آنے لگتے ہیں۔ یہ روشنی، آوازیں، رنگ، ہدایات، معلومات، سب کے سب دو ہندسوں صفر(0) اور ایک(1) کے پیچھے کارفرما منطق سے جنم لیتے ہیں۔ان دو ہندسوں پر غور کریں تو صفر(0) نفی(Negation) کی علامت ہے اور ایک وجود(1) کے اثبات کی علامت ہے۔نفی اثبات سے مراد کلمہ طیبہ ہے۔اس کا پہلا حصہ 'لا الٰہ' نفی(0) کا مظہر ہے اور دوسرا حصہ اِلَّا اللّٰہ اثبات(1) کا مظہر ہے۔

نفی سے مراد ہے کوئی بھی معبود نہیں ہے، اثبات سے مراد ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔اگر آپ دونوں ہندسوں صفر (0) اور ایک (1) سے ایک (1) کو نکال دیں تو پیچھے صرف صفر (0) رہ جاتا ہے۔صفر (0) کی بذاتِ خود کوئی قدرو قیمت نہیں۔یہ ایک (1) کے ساتھ لگائیں تو دس (10) کا ہندسہ بن جاتا ہے۔اس طرح ایک کے دائیں صفر بڑھاتے جائیں عدد کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔بالکل اسی طرح جب درویش صراطِ مستقیم پر چلتا ہے اور ایک کے دائیں طرف صفر پر صفر کی طرح منفی اقدار، منفی خیالات، منفی افکار وتصورات اور منفی قوتوں کی نفی کرتا چلا جاتا ہے تو اس کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

اگر دیکھا جائے تو صراطِ مستقیم سے مراد سیدھا راستہ ہے۔سیدھے راستے کی نشاندہی کے لیے سیدھا خط (I) کھینچا جائے تو ایک کا ہندسہ بنتا ہے۔دنیا کی ہر زبان کا پہلا حرف ذاتِ باری تعالیٰ کی نمائندگی کرتا ہے۔اردو، عربی، فارسی وغیرہ میں پہلا حرف 'ا' ہے۔ا سے مراد اللہ ہے۔انگریزی زبان کا پہلا حرف 'A' ہے۔'A' سے Allah کا لفظ بنتا ہے۔اس طرح گنتی اور شمار کے جتنے بھی طریقے ہیں سب میں گنتی ایک (One) سے شروع ہوتی ہے۔ایک (1) سے دو (1+1)، ایک سے تین (1+1+1)، ایک سے چار (1+1+1+1) اور اسی طرح دیگر اعداد بنتے ہیں۔

تمام ہندسوں، حرفوں کی بناوٹ میں نکتہ (•) بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ایک نکتے کے ساتھ دیگر نکات ملیں تو تمام ہندسے، حروف، اشکال اور تصاویر بنتی ہیں۔کمپیوٹر سائنس میں نکتے کو dot یا pixel کہتے ہیں۔کمپیوٹر پر تمام تصاویر (images) اور عبارتیں (texts) انہی نکات (pixels) سے بنتی ہیں۔
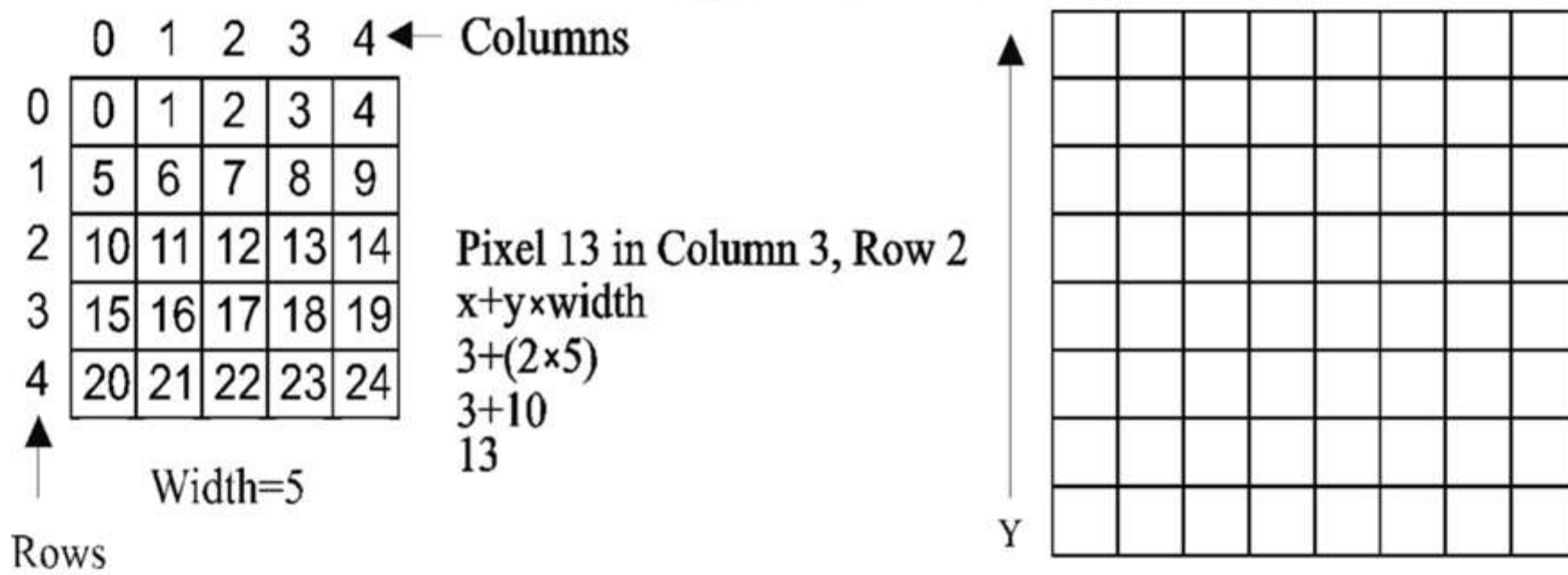
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے 'ب' کے نکتہ سے معرفت الٰہی کی اسی بنیادی اساس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔تمام مادی اشیاء، جاندار اشیاء اور روحانی دنیا کی اساس یہی ایک نکتہ (•) ہے۔تمام علوم اور مظاہر کائنات کا سرچشمہ یہی نکتہ ہے۔اسی نکتہ کی کلمہ طیبہ (نفی اثبات) کی شکل میں تعلیم دی گئی ہے۔جس طرح کمپیوٹر سائنس کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے۔اسی طرح

کائنات کی اساس کلمہ طیبہ ہے۔

حاصل کلام یہ کہ جس طرح مادی دنیا میں کچھ اصول (Principles) وقوانین (Laws) کارفرما ہیں اسی طرح روحانی دنیا میں بھی ذاتِ باری تعالیٰ کے مقرر کردہ اصول وقوانین کی حکمرانی ہے۔جس طرح مادی دنیا میں تحقیق وجستجو پر سائنسدانوں پر کچھ راز منکشف ہوجاتے ہیں۔اس طرح روحانی دنیا میں تحقیق وجستجو پر اولیاء اللہ جوکہ روحانی سائنسدان ہیں ان پر ذات باری تعالیٰ روحانی دنیا میں کارفرما اصول وقوانین منکشف کردیتی ہے۔

آج کل صرف مادی ترقی کے خواہاں مادہ پرست لوگ دین اور روحانیت کے منکر ہیں۔وہ بھول گئے ہیں کہ دین اسلام مادی ترقی وخوشحالی کا مخالف نہیں۔دین اسلام چاہتا ہے کہ انسان اصل مقصد حیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مادی ترقی بھی کرے اور روحانی ترقی بھی۔

طبعی علوم (Material Scinces) کی طرح روحانی سائنس (Spiritual Science) میں بھی دلچسپی لینی چاہیے۔انسان کی آخرت کا زیادہ تر تعلق اس کی روحانی پاکیزگی اور ذاتِ باری تعالیٰ سے تعلق پر ہے۔اس لیے روحانی سائنس (تصوف) میں زیادہ دلچسپی کی ضرورت ہے۔عصر حاضر کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اور دیگر اقوام عالم کے بے جاغلبہ وتسلط سے بچنے کے لیے طبعی علوم میں بھی بھرپور دلچسپی لینے کی ضرورت ہے۔روحانی ترقی کے بغیر صرف مادی اور سائنسی ترقی غارت گرِ انسانیت ہے۔جیسا کہ آج کل ہورہا ہے۔مادی وسائنسی لحاظ سے ترقی یافتہ اقوام کمزور اقوام پر ظلم کر رہی ہیں۔عیسائی، یہودی اور دیگر غیر مسلم اقوام مادی وسائنسی ترقی کا ناجائز فائدہ اُٹھارہی ہیں۔اگر مسلم سائنسدانوں کو ایٹم بم بنانے کا فارمولا ملتا تو وہ ہرگز ایٹم بم نہ بناتے یا اسے انسانیت کے خلاف استعمال نہ کرتے کیونکہ دین اسلام قدرتی قوتوں اور انسانی صلاحیتوں کے منفی استعمال کی اجازت نہیں دیتا۔یہود ونصاریٰ کسی اخلاقی ضابطے کے پابند نہیں۔اس لئے ان کی مادر پدر آزاد ترقی غارت گرِ انسانیت ثابت ہوئی ہے۔اسی لیے دین اسلام روحانی واخلاقی ترقی کے بغیر مادی و دنیوی ترقی وخوشحالی کی اجازت نہیں دیتا۔اس ضمن میں ڈاکٹر غلام جیلانی کا نقطۂ نظر عین درست معلوم ہوتا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''آج مسلم اور غیر مسلم سب کے سب روحانی قوت سے خالی ہیں اور برتری کا واحد معیار مادّی اسباب ووسائل کی کثرت ہے۔جس قوم کے پاس کائناتی قوت کے ذخائر زیادہ ہوں گے وہ زیادہ طاقت ور سمجھی جائے گی۔اگر کل دنیا میں کوئی ایسی قوم پیدا ہوجائے جو عظیم کائناتی علم اور عرش گیر عشق سے مسلّح ہوتو مجھے یقین ہے کہ روس اور امریکہ خوف سے کانپ اُٹھیں گے اور عالمِ انسانی کی قیادت اس کے حوالے ہوجائے گی۔

انگلستان صرف پانچ کروڑ نفوس کی ایک چھوٹی سی قوم ہے لیکن دوسو برس تک تمام دنیا کی لیڈر رہی۔دوسری جنگِ عظیم (1939ء......1945ء) کے بعد مسندِ قیادت امریکہ کے سپرد ہوگئی اور اب یہ امتیاز روس کو عطا ہورہا ہے۔پاکستان انگلستان سے آبادی میں دوگنا اور رقبہ میں چار گنا بڑا ملک ہے۔اگر انگلستان دوصدیوں تک دنیا کی قیادت کرسکتا ہے تو کل یہ اعزاز پاکستان کو بھی مل سکتا ہے، بشرطیکہ اہل پاکستان علم وعشق کی توانائیوں سے مسلّح ہوجائیں ؎

تری نگاہ میں ہے معجزات کی دُنیا مری نگاہ میں ہے حادثات کی دُنیا
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تری بلا رہی ہے تجھے مُمکنات کی دُنیا (313)

عزیزانِ من! ان تمام باتوں کا مقصد روحانیت کی قدروقیمت اور ضرورت واہمیت واضح کرنا تھا۔یہ بھی واضح کرنا

ضروری تھا کہ روحانیت بھی ایک سائنس ہے۔ یہ دیگر سائنسی علوم سے زیادہ اہم اور قدر و قیمت کی حامل ہے۔ دیگر سائنسی علوم کی طرح روحانیت میں بھی کچھ اصول وقوانین کارفرما ہیں جن کی پابندی سے انسان زیادہ بہتر طور پر اور زیادہ آسانی سے مقصدِ حیات حاصل کرسکتا ہے۔ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ان اصول وقوانین سے آگاہ فرمایا ہے۔ اولیاءاللہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کی بدولت ان کی خصوصی تفہیم حاصل ہوئی ہے۔ ان اصول وقوانین میں سے ایک اہم ترین راز 'اسمِ اعظم' ہے۔

حروفِ ابجد کے جدول سے استخراج اسمِ اعظم:۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے روحانی سائنس کے ایک اہم علم، علمِ جفر کے ذریعے ہر انسان کا ذاتی اسمِ اعظم معلوم کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ جس طرح ہر ایٹم کا ایک مخصوص نمبر ہے اور ہر سیل میں کروموسومز کی مخصوص تعداد ہوتی ہے اسی طرح علم جفر میں ہر حرف کی ایک قیمت مقرر ہے۔ علمِ کیمیا میں دوری جدول (Periodic Table) کی طرح علمِ جفر میں ماہرین علوم روحانی نے حروف ابجد کا جدول ترتیب دیا ہے۔ اِس جدول کی مدد سے ہر شخص کا ذاتی اسمِ اعظم معلوم کیا جاسکتا ہے۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	20	30	40	50
س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
60	70	80	90	100	200	300	400	500	600	700	800	900	1000

اپنی ذات کے لیے اسم استخراج کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نام کے اعداد نکال کر اتنے ہی اعداد کا اسم باری تعالیٰ تلاش کریں۔ اگر ایک اسم نہ ملے تو دو اسمائے باری تعالیٰ ملا کر اپنا اسم اعظم بنالیں۔ مثلاً اگر کسی کے نام کے اعداد 500 ہیں تو اس کے لیے اسمِ اعظم ﴿يَامَتِيْنُ﴾ ہوگا ایک قول کے مطابق اعداد دوگنا کرکے یعنی 1000 بار ورد میں رکھیں تو اس اسم کی تلاوت اسمِ اعظم کا کام دے گی۔

'نورمحمدؐ' کے اعداد یہ ہیں:

ن	و	ر	م	ح	م	د	میزان
50	6	200	40	8	40	4	348

اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم (نام) ایسا موجود نہیں جس کے اعداد کی میزان 348 ہو۔ اس لیے دو اسماء، بَصِيْرٌ (302) اور وَلِيٌّ (46) کو جمع کرنا پڑے گا۔ ان دونوں ناموں کا میزان (348) ہوجائے گا۔

محمود علی انجم کے اعداد یہ ہیں:

م	ح	م	و	د	ع	ل	ی	ا	ن	ج	م	میزان
40	8	40	6	4	70	30	10	1	50	3	40	302

اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام بَصِيْرٌ کے اعداد 302 ہیں۔ اس لحاظ سے محمود علی انجم کو چاہیے کہ ہر نماز کے بعد یا نمازِ فجر و نمازِ عشاء کے بعد يَابَصِيْرُ يَااللهُ کا چھ سو چار بار (604 = 2 x 302) ورد کرے۔ اپنے ذاتی اسم اعظم کے ساتھ اللہ

تعالیٰ کے اسمِ ذات (اسمِ اعظم) کو ملا کر دوگنی تعداد میں پڑھا جائے تو جلد اثرات مرتب ہوتے ہیں۔
کوشش کر کے اپنے نام کے اعداد کے مطابق وہ اسم یا اسماء منتخب کریں جو اسی عنصر یا موافق عنصر کے ہوں جو آپ کے نام کے پہلے حرف کے مطابق ہے۔ اس سے ذکر کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ نام کے موافق حرف یا حروف سے شروع ہونے والے اسمائے باری تعالیٰ منتخب کرنے کے لیے درج ذیل جدول سے مدد لیں۔

نمبر شمار	برج	ستارہ	وقفہ قیامِ شمس	متعلقہ حروف	مزاج	کیفیت
1	حمل	مریخ	21 مارچ سے 20 اپریل تک	ا-ل-ع-ی	آتشی	گرم خشک
2	ثور	زہرہ	21 اپریل سے 21 مئی تک	ب-و	خاکی	سرد خشک
3	جوزا	عطارد	22 مئی سے 22 جون تک	ق-ک	بادی	گرم تر
4	سرطان	قمر	23 جون سے 23 جولائی تک	ح-ہ	آبی	سرد تر
5	اسد	شمس	24 جولائی سے 23 اگست تک	م	آتشی	گرم خشک
6	سنبلہ	عطارد	24 اگست سے 23 ستمبر تک	پ-غ	خاکی	سرد خشک
7	میزان	زہرہ	24 ستمبر سے 23 اکتوبر تک	ا-ت-ط	بادی	گرم تر
8	عقرب	مریخ	24 اکتوبر سے 22 نومبر تک	ن-ظ-ذ-ض-ز	آبی	سرد تر
9	قوس	مشتری	23 نومبر سے 20 دسمبر تک	ف	آتشی	گرم خشک
10	جدی	زحل	21 دسمبر سے 19 جنوری تک	ج-خ-گ	خاکی	سرد خشک
11	دلو	زحل	20 جنوری سے 18 فروری تک	س-ش-ص-ث	بادی	گرم تر
12	حوت	مشتری	19 فروری سے 20 مارچ تک	د-چ	آبی	سرد تر

آتش و باد اور آب و خاک میں دوستی (موافقت) ہے۔ آتش و آب میں اور باد و خاک میں دشمنی (عدم موافقت) ہے۔ آتش و خاک میں اور باد و آب میں نہ دوستی (موافقت) ہوتی ہے نہ دشمنی (عدم موافقت)۔(314)

مثال: محمود علی انجم کے نام کا پہلا حرف 'م' ہے۔ نام کے لحاظ سے برج اسد اور ستارہ شمس ہے۔ حرف 'م' آتشی مزاج رکھتا ہے۔ محمود علی انجم کی تاریخ پیدائش 29 نومبر 1963ء ہے۔ تاریخ پیدائش کے مطابق اس کا برج قوس اور ستارہ مشتری ہے۔ اس برج اور ستارے سے متعلقہ حرف 'ف' بھی آتشی مزاج رکھتا ہے۔ نام اور تاریخ پیدائش ایک ہی عنصر (آتشی) سے تعلق رکھتے ہیں اور باہم موافق ہیں۔ علم جفر کی رو سے محمود علی انجم کے نام کی عددی قیمت '302' ہے۔ اسمِ باری تعالیٰ بَصِیْرٌ کی عددی قیمت بھی '302' ہے۔ یہ اسم حرف 'ب' سے شروع ہوتا ہے اور اس کا مزاج خاکی ہے۔ آتش و خاک میں نہ موافقت ہوتی ہے اور نہ عدم موافقت۔ اس لیے اس اسم کے ورد سے بفضلِ تعالیٰ اثرات جلد مرتب ہوں گے۔ محمود علی انجم آتشی یا بادی مزاج کے حروف سے شروع ہونے والے کوئی سے دو یا دو سے زیادہ ایسے اسماء حُسنیٰ کا ورد بھی کر سکتا ہے جس کی عددی قیمت '302' ہو۔

جس طرح حکما نے اپنے علم، مشاہدہ اور تجربہ کی بنیاد پر مختلف جڑی بوٹیوں، پھلوں، سبزیوں اور اجناس کے خواص معلوم کیے اور مختلف مزاج کے لوگوں کے لیے ان کا استعمال تجویز کیا، اسی طرح انہوں نے حروف، اعداد، ستاروں، نجورات، عطور کے خواص معلوم کیے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو قوتِ تاثیر اور خصوصیات عطا کی ہیں انہیں مدنظر رکھتے ہوئے ان کا استعمال تجویز کیا۔ کائنات کی کوئی بھی چیز ازخود تاثیر کی حامل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی چیز بے کار پیدا نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو کوئی نہ کوئی قوت اور تاثیر عطا کی ہے۔ مثلاً یورینیم اور پلوٹونیم بے جان دھاتیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان میں بے پناہ قوت رکھی ہے۔ سائنسدانوں نے مشاہداتی و تجرباتی علم کی بنا پر ان کی مخفی قوت نہ صرف دریافت کی بلکہ ان سے کام لینے کے طریقے بھی دریافت کر لیے۔ انہوں نے ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور نیوکلیئر بم بنا لیے جن کی بے پناہ قوت سے کسے انکار ہوسکتا ہے۔ ایٹم بم (اے بم) طبیعات کے قانون نیوکلیئر فشن پر کام کرتے ہیں جس میں یورینیم کا ایٹم ایک سے زائد ذرات میں تقسیم ہوکر بڑے پیمانے پر توانائی کا اخراج کرتا ہے۔ اس ہتھیار کا سب سے پہلا تجربہ امریکا نے جولائی 1945 میں نیومیکسیکو میں کیا تھا۔ تجربے کے فوری بعد امریکا نے یورینیم کو بطور ایندھن استعمال کرنے والے ایٹمی ہتھیار کے ذریعے جاپان کے شہر ہیروشیما کو تباہ کیا۔ اُس بم کی طاقت 15 کلوٹن تھی۔ اس حملے کے تین دن بعد امریکا نے جاپان کے شہر ناگاساکی کو بھی ایٹم بم سے نشانہ بنایا مگر اس دفعہ استعمال کیے گئے ایٹم بم کا ایندھن پلوٹینیم پر مشتمل تھا۔ سابقہ سپر پاور سوویت یونین نے بھی اپنے پہلے ایٹمی ہتھیار کا تجربہ اگست 1949 میں قازقستان کے صحرا میں کیا۔ ہائیڈروجن بم (ایچ بم) یا تھرمونیوکلیئر بم طبیعات کے قانون فیوژن پر کام کرتا ہے جس میں دو نیوکلائی کے مل کر ایک ہونے سے توانائی کا اخراج ہوتا ہے جس درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔ سورج میں بھی یہ عمل ہو رہا ہے جس کی وجہ سے اس سے توانائی کا اخراج ہوتا ہے۔ ہائیڈروجن بم کا پہلا تجربہ امریکا نے مارشل نامی جزائر پر یکم نومبر 1952 میں کیا جب کہ سوویت یونین نے 30 اکتوبر 1961 کو ہائیڈروجن بم کا تجربہ کیا۔ ابھی کسی بھی جنگ میں ہائیڈروجن بم استعمال نہیں کیا گیا لیکن دنیا میں اس وقت موجود ایٹمی ہتھیاروں کی اکثریت انہی ایچ بموں پر مشتمل ہے۔ ای آر ہتھیار ایچ بموں کے تھرمونیوکلیئر قانون پر کام کرتے ہیں لیکن انہیں ایسے ڈیزائن کیا جاتا ہے کہ ان سے توانائی کے بجائے طاقت ور شعاعیں خارج ہوتی ہیں جن سے عمارتوں، پلوں اور دیگر چیزوں کو تو نقصان نہیں پہنچتا مگر تمام انسان وحیوان ان سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اس ایٹمی و نیوکلیائی قوت سے بہت سے تعمیری کام بھی لیے جاتے ہیں۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ جس خالق و مالک نے ان بے جان دھاتوں میں بے پناہ قوت رکھی ہے اس نے ان حروف میں کس قدر قوت رکھی ہے جن سے اس نے اپنا کلام ہم تک پہنچایا اور جن سے دنیا کی ہر بولی اور بیان نے وجود پایا۔ اعداد و حروف کی مخفی قوتوں سے آگاہ ہونے کے لیے روحانی سائنس کا علم حاصل کرنا اور روحانی دنیا میں کارفرما اصول وقوانین سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ بغیر علم، مشاہدہ اور تجربہ کے روحانی سائنس کے علم اور حروف واعداد کی خداداد قوت وتاثیر کا انکار، نادانی اور کم فہمی کے اظہار کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

فضائلِ دُرودشریف

(دُرودشریف کی قدرو قیمت اورضرورت واہمیت)

درودشریف پڑھنے کا شرعی حکم:۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشادفرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۵۶﴾ الاحزاب[33:56]

بے شک اللہ اوراس کے(سب)فرشتے نبیِّ(مکرمّ ﷺ)پردرود بھیجتے رہتے ہیں،اے ایمان والو!تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرواورخوب سلام بھیجا کروo

اس آیہ کریمہ میں حضوراکرم ﷺ پردرودشریف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اورخالقِ دوجہاں نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ پردرودشریف بھیجنے کی ترغیب کے لیے خوداپنی ذاتِ پاک اوراپنے مقرب فرشتوں کوبطورنمونہ پیش فرمایاہے کہ یہ وہ فعل مقدس ہےاوریہ عمل خاص ہےجس میں اللہ تعالیٰ بھی شامل ہے۔

لفظ''صلوٰۃ''جوکہ آیت شریف میں واردہواہےاس کی نسبت اللہ جل شانہ کی طرف اورفرشتوں کی طرف اورمومنین کی طرف کی گئی ہےاوریہ قدرمشترک ہے کہ اللہ تعالیٰ اورفرشتے اپنے نبی ﷺ پردرودشریف بھیجتے ہیں۔ایمان والو!تم بھی درودوسلام پڑھاکرو۔اس طرح درود پڑھنے سے بندہ مومن اللہ تعالیٰ کی موافقت کرتاہے،ملائکہ کے ساتھ ہم آوازہوتاہےاور اسےامیدہوتی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس پردرود(رحمت)بھیجے گایعنی اسےاپنے حبیب ﷺ کامقرب بنادے گا۔(315)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے حقوق،آپ ﷺ کی خصوصیات اورآپ ﷺ کی تعظیم وتوقیراورعزت کے بعدفرمایا:

.....وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ﴿۵۳﴾ الاحزاب[33:53]

اورتمہارے لیے(ہرگز جائز)نہیں کہ تم رسول اللہ(ﷺ)کوتکلیف پہنچاؤاورنہ یہ(جائز)ہے کہ تم اُن کے بعداَبدتک اُن کی اَزواجِ(مطہّرات)سےنکاح کرو،بےشک یہ اللہ کےنزدیک بہت بڑا(گناہ)ہےo

پھراس کے بعدآپ ﷺ کی امت پرآپ ﷺ کے حقوق ظاہرفرماکرانہیں آپ ﷺ پرصلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیاتوصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ سے پوچھااس حق کوکیسےاداکریں یعنی آپ ﷺ پردرود کس طرح پڑھیں توآپ ﷺ نےفرمایا:

فقال قولوا اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد فالصلاۃ علی آله هی من تمام الصلاۃ علیه

کہو یااللہ محمد ﷺ اورآلِ محمد ﷺ پردرودبھیج۔توآپ ﷺ کی آل پردرودبھیجنا ہی آپ ﷺ پردرودبھیجنے کو

پورا کرتا ہے۔

لفظ آل کا مفہوم:۔ لفظ آل سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کے گھر والے، آپ ﷺ کی اولاد پاک اور صرف وہ مومنین ومومنات ہیں جنہیں آپ ﷺ نے اپنی آل میں شامل فرمایا۔آلِ رسول کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنا واجب ہے جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ، اجماع صحابہ رضوان علیہم اجمعین اور آئمہ کریم کے اقوالِ مبارکہ سے ثابت ہے۔

درودشریف کے احکام ومسائل:۔ درودشریف کے احکام ومسائل کے سلسلہ میں چند سوالات غور طلب ہیں۔

1۔ درودشریف پڑھنے کے بنیادی مقاصد کیا ہیں؟

2۔ کون سا درودشریف پڑھا جائے؟

3۔ درودشریف کی کثرت سے کیا مراد ہے؟ درودشریف کم ازکم کتنی تعداد میں پڑھا جائے؟

4۔ درودشریف پڑھنے کے ممنوعہ اوقات ومقامات کون سے ہیں؟

5۔ درودشریف پڑھنے کے اوقات ومقامات کون سے ہیں؟

6۔ درودشریف پڑھنے کے آداب کیا ہیں؟

7۔ صیغہ ءنداء سے درودشریف پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

8۔ درودشریف کے حوالے سے علم حضور ﷺ کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟

9۔ درودشریف کے بارے میں دیگر مسائل متفرقہ کیا ہیں؟

درودشریف پڑھنے کے مقاصد:۔

1۔ احسان بالائے احسان:۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہم کو ہر اس شخص کے احسان کا بدلہ دینے کا حکم دیا ہے جس نے ہم پر کوئی احسان کیا ہو لیکن حضور اقدس ﷺ کے احسان کے بدلے میں ہم سے کوئی احسان کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ہم عاجز محض ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہمارے عجز وبے بسی کو دیکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے احسان کے بدلے میں ہم کو آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم فرمایا اور یہ بھی ہمارے ہی نفع کے لیے ہے اور احسان بالائے احسان یہ ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے اور یہی جذبہ ایمانی کا تقاضا ہے۔اس سے جہنم سے خلاصی اور جنت کی بشارت ملتی ہے اور اس کی مداومت سے ہر طرح کی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ایمان والوں پر۔(316)

2۔ رضائے مصطفیٰ ﷺ کا حصول:۔ متعدد قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ کے صریح الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ درودوسلام اس لیے قائم فرمایا تاکہ محبوب کریم ﷺ امت سے خوش ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ کی عطاء پر راضی ہوجائیں ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

کون سا درودشریف پڑھا جائے:۔ صلوٰۃ وسلام کا کوئی خاص صیغہ مقرر نہیں ہے، ہر وہ درودشریف جس میں صلوٰۃ وسلام کے الفاظ ہوں پڑھا جائے تو اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوجائے گی۔

درودشریف ایسا پڑھنا چاہیے جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے پہلے حکم صَلُّوْا عَلَيْهِ اور دوسرے حکم سَلِّمُوْا تَسْلِيْماً پر مکمل عمل ہوجائے۔

درود ابراہیمی نماز ہی میں پڑھنے کے لیے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر سلام کہوتو مرسلین عظام اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی صلوٰۃ وسلام کہو۔(س،ص57)

نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ جب انبیاورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درودوسلام پڑھوتو ان کے ساتھ مجھ پر درودوسلام پڑھو(س،ص57)

ان تمام روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے بہتر ہے کہ صلوٰۃ تامہ کے بعد **سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾** الصافات[37:180-182] پڑھ لیا جائے۔(فض،ص126)

کثرت درودوسلام کے فضائل اور تعداد کا تعین:۔قرآن حکیم میں حکم ربی اور تمام احادیثِ مبارکہ مؤمنین ومؤمنات کو درود شریف کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ بکثرت درودوسلام پڑھنے کی ترغیب پر مشتمل ہیں۔اس سلسلہ میں متعدد احادیث مبارکہ کے حوالے سے مندرجہ ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں۔

01۔ کثرت درود شریف اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور نبی کریم ﷺ سے روحانی رابطے کا ذریعہ ہے اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہے تو ذوق وشوق اور ادب واحترام سے درودوسلام پڑھنے سے یہی قرب وصل میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

02۔ درود شریف کی تعداد کے لیے متعدد احادیث مبارکہ میں ایک، دس(10)، اسی(80)، سو(100)، دوسو(200) اور ہزار(1000) کے ہندسے استعمال کیے گئے ہیں۔یہ تمام ہندسے دس(10) کے اضعاف ہیں یعنی یہ ہندسے دس کے ہندسہ کی بار بار تکرار سے مرکب ہیں جیسا کہ دس آٹھ بار ہوتو اسی بنتا ہے۔دس، دس بار ہوتو سو بنتا ہے، اور دس بیس بار ہوتو دوسو بنتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ہندسوں کی اس ترتیب میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ درود شریف جب بھی پڑھیں تو اس تعداد سے پڑھیں جو کہ دس کے اضعاف پر مشتمل ہو۔درود شریف کی کم سے کم تعداد ایک بار مذکور ہے اور ایک کا ہندسہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا مظہر ہے۔ایک کا ہندسہ 10، 100 اور 1000 میں موجود ہے۔اس تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک پسند فرماتا ہے کہ اس کے نبی کریم ﷺ پر درودوسلام اس تعداد میں بھیجا جائے جس کا ہندسہ اس کی وحدانیت کا خصوصی مظہر ہو۔

03۔ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز اسی(80) بار درود شریف پڑھنے سے اسی(80) سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اسی(80) سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ایک اور روایت کے مطابق جمعہ کے دن سو(100) بار درود شریف پڑھنے سے اسی(80) سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔جمعہ کے دن دوسو(200) بار درود شریف پڑھنے سے دوسو(200) سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔برادرانِ اسلام درود شریف کی کثرت رحمتوں کے خزانے حاصل کرنے کا بہانہ ہے۔رحمتِ حق بہانہ ڈھونڈ رہی ہے۔اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت ومحبت کا تقاضا ہے کہ ہم بارگاہِ رسالت میں زیادہ سے زیادہ درود شریف کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

04۔ درودشریف کی برکت سے تنگی فراخی میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ جمعہ کے دن رات کوسو(100) بار درود شریف پیش کرنے سے سو(100) حاجتیں پوری ہوتی ہیں ستر (70) آخرت کی اور تیس (30) دنیا کی۔ اس کے علاوہ درود شریف پڑھنے والے کی دس (10) پشتیں نورِ درود شریف سے فیض یاب ہوتی ہیں۔

05۔ روزانہ ہزار بار درود شریف پڑھنے والے پر نار حرام ہوجاتی ہے، مرنے سے پہلے جنت کی بشارت ملتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قربِ نبوی ﷺ نصیب ہوتا ہے۔

06۔ خلوص ومحبت سے صرف ایک بار درود شریف پڑھنے سے احد پہاڑ جتنا ثواب عطا ہوتا ہے۔ بعض مواقع پر ملنے والا ثواب فرشتے ہزاروں دن تک لکھتے رہتے ہیں۔

07۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو نور عطا ہوگا جو کہ قبر، حشر، میزان اور پل صراط کی کٹھن آزمائشوں میں سرخرو ہونے کا سبب ہے۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو روزِ حشر عرش کا سایہ اور شہدا کے ساتھ ٹھکانا نصیب ہوگا۔

08۔ دس بار صبح اور دس بار شام درود شریف پڑھنے والے کو شفاعت نصیب ہوگی۔

09۔ روزانہ درود شریف پڑھنے کی تعداد کم از کم ایک ہے لیکن اسے کثرت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس میں روحانی نکتہ یہ ہے کہ اگر باقاعدگی سے بلاناغہ ایک بار بھی درود شریف پڑھا جائے تو اس کی برکت سے حُبِّ الٰہی اور حُبِّ نبوی ﷺ نشوونما پاتی ہے۔ شوق کا تقاضہ درود شریف کی کثرت کی طرف لے جاتا ہے اور ایک سے دس (10) بار، دس سے سو (100) بار اور سو سے ہزار (1000) بار روزانہ درود وسلام کا نذرانہ پیشِ حضور کرنے کی نعمت عطا ہوتی ہے۔ اس طرح وحدت سے بندہ کثرت تک جا پہنچتا ہے اور یہی کثرت (کثرتِ درود شریف) وصلِ محبوبِ حقیقی کا سبب بنتی ہے۔

قارئین کرام! ہر نماز کے بعد اگر چالیس بار درود شریف پڑھا جائے تو روزانہ دوسو بار درود وسلام پڑھنے کا معمول بن جاتا ہے جس کے بے حد وحساب فائدے ہیں۔ ''الحمد للہ'' ہمیں اس نفسانفسی کے دور میں ایسے محبانِ رسول ﷺ کی زیارت بھی نصیب ہوئی ہے جو کہ روزانہ بیس تیس ہزار درود شریف پڑھ لیتے ہیں۔ آپ بھی دامنِ مراد پھیلا کر دیکھیں ہوسکتا ہے کہ ان خوش نصیبوں میں آپ کا نام بھی آجائے کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کا کرم بے حد وحساب ہے۔

درود شریف پڑھنے کے ممنوعہ اوقات ومقامات:۔ ردالمختار میں سات جگہ درود شریف پڑھنا مکروہ لکھا ہے۔

''الجماع وحاجت الانسان وشھرۃ البیع والعشرۃ والتعجب والنبح والعطاس''(317)

1۔ ہمبستری کے وقت　　2۔ قضائے حاجت کے وقت

3۔ خریدار کو اپنی چیز کی عمدگی بتاتے وقت　　4۔ لغزش کھاتے وقت

5۔ تعجب کے وقت　　6۔ جانور ذبح کرتے وقت

7۔ چھینک کے وقت

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تشہد اول میں حضور نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک آجائے تو درود پاک پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس طرح نام مبارک قرأت یا خطبہ میں سنے تو درود شریف (دل میں پڑھ لے) زبان سے نہ پڑھے اس لیے کہ قرات اور خطبہ کا سننا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آجائے تو درود شریف نہ

پڑھے بعد فراغت پڑھ لےتو اچھا ہے۔(318)

مقامات ومواطن (درودوسلام):۔قرآن مجید کی آیت اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ میں ''یُصَلُّوۡنَ'' تجدد استمراری کا مفہوم دیتا ہے جس سے واضح طور پر علم میں آتا ہے کہ رب اللعالمین کی رحمت العالمین ﷺ پر انعامات و عنایات روز بروز اور لحظہ بہ لحظہ زیادہ ہیں اور اللہ کریم وفرشتوں کی طرف سے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا سلسلہ ہمہ وقت جاری ہے۔مومنین کو بھی یہی حکم ہے کہ ہر حال، ہر وقت، ہر مقام میں نبی کریم ﷺ کے حضور میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہا کریں تا کہ مومنین فیوضات درودوسلام سے زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہوں اور قرب الٰہی وقربِ نبوی ﷺ کے حصول کا باعث بنے۔

مذکورہ بالا سات عدد مواقع کے علاوہ کوئی وقت، زمانہ اور حال ایسا نہیں ہے کہ جس میں صلوۃ وسلام عرض کرنے کی ممانعت ہو۔حدیث شریف میں وضاحت ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہر مسلم، مومن تمام اوقات وحالات میں درودوسلام کا وظیفہ بکثرت پڑھتا رہا کرے۔(319)

درودشریف پڑھنے کے آداب:۔درودوسلام پڑھتے وقت آداب کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہے۔یاد رکھیں کہ ۔

ادب گاہ ہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

ذرا ہوش سے درگاہِ عشق میں آ اونچی سانس بھی نکلے تو بے ادبی اٹھے تیز نظر اُٹھیں تیز قدم ذرا ساری سی شوخی بھی بے ادبی

ایک جگہ پر بیٹھ کر، کھڑے ہو کر، چل پھر کر باوضو ہو کر درودوسلام پڑھ سکتے ہیں لیکن اہلِ محبت وعشق کے نزدیک افضل ترین طریقہ یہ ہے کہ

1۔ درودشریف جس مقام پر پڑھا جائے اس کا پاک صاف ہونا بھی ضروری ہے۔ایسی جگہ جہاں پر کوئی حکمی یا حقیقی غلاظت ہو وہاں پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے یعنی اگر کسی جگہ جہاں پر بدبو آتی ہو، حقہ نوشی ہوتی ہو، نشہ کیا جاتا ہو، عیش وعشرت کی محفل گرم ہو، جھوٹ بولا جا رہا ہو، خلافِ شرع گفتگو ہو رہی ہو تو ان مقامات پر درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔

2۔ وضو کریں، خوشبو لگائیں اور قبلہ رو نہایت عجز وانکساری، ادب اور محبت کے ساتھ دو زانو ہو کر بیٹھیں اور نبی کریم ﷺ کی زیارت بیداری یا خواب میں نصیب ہو چکی ہو تو یہ تصور کریں کہ آپ ان کے حضور حاضر ہیں اور صلوٰۃ وسلام عرض کر رہے ہیں۔

3۔ نہایت ادب اور ہیبت وجلالت شانِ حضور ﷺ کے پیشِ نظر حیا سے آنکھیں جھکائے رہیں اور یہ یقین رکھیں کہ نبی کریم ﷺ مجھے دیکھتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔اگر یہ نہ ہو سکے تو روضہ حضور ﷺ کا تصور دل میں قائم کر لیں اور حیا وادب سے صلوٰۃ وسلام عرض کریں۔ایسا بھی نہ ہو سکے تو ہمیشہ یہ تصور قائم کر کے صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہا کریں کہ حضور ﷺ درودوسلام سماعت فرما رہے ہیں۔ان شاء اللہ ایک وقت جلد ایسا آئے گا کہ آپ کو زیارت رسولِ کریم ﷺ نصیب ہوگی۔

4۔ صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ نہایت یکسوئی سے آقا کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کریں کیونکہ نیک عمل جو بندہ کرے، جب وہ حضور دل سے ہو تو وہ عمل زندہ ہے اور جو عمل غفلت سے ہو، دل کسی غیر کی طرف لگا ہو تو وہ مردہ کی

مانند بے جان ہوتا ہے۔(320)

5۔ عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔کوئی بھی نیک عمل کرنے سے پہلے نیت پر اچھی طرح غوروفکر کر لینا چاہیے۔نفس اور شیطان طرح طرح کے خیالات انسان کے دل میں پیدا کرتے ہیں جس سے انسان نیکی کے معاملہ میں سست رہتا ہے اور اگر کوئی نیک عمل کرے بھی تو نفس و شیطان کی ترغیبات نیت میں ریاکاری، تکبر، دنیاوی جاہ ومرتبہ وغیرہ کے خیالات پیدا کر کے اخلاصِ نیت وعمل برباد کر دیتے ہیں۔جب بھی کوئی نیک عمل کریں تو اس کی جامع نیت کرنی چاہیے جیسا کہ درود شریف حکمِ الٰہی کا اتباع ہے۔درود شریف حُبِّ الٰہی وحُبِّ نبوی ﷺ کے حصول کی خاطر پڑھ رہا ہوں۔اس سے قرب ورضائے الٰہی حاصل ہوں گے۔وعلیٰ ہذا القیاس

6۔ درود پاک دونوں طرح یعنی بلند آواز یا پست آواز سے پڑھ سکتے ہیں۔اگر اونچی آواز میں پڑھیں تو بھی آواز معتدل اور دلکش ہو۔درود پست آواز سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے دلجمعی پیدا ہوتی ہے اور روحانی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

7۔ درود شریف میں جہاں اسمِ محمد ﷺ آئے وہاں لفظ 'سیدنا' کا اضافہ کر لیں کیونکہ لفظ 'سیدنا' ادب وتعظیم کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

8۔ درود پاک اگر شیخِ کامل کی اجازت سے پڑھا جائے تو جلد زیادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ شیخِ کامل کی اجازت سے ان کی دعا اور توجہ شاملِ حال ہوجاتی ہے جو زیادہ روحانی فوائد کا باعث بنتی ہے۔اس کے علاوہ سلاسلِ روحانی سے منسلک بزرگانِ دین کے معمول میں شامل اوراد ووظائف مشائخ عظام کے صدیوں سے نسل درنسل سے جاری معمول کی وجہ سے خاص فیوض وبرکات کا حامل ہوتے ہیں۔بہرحال اگر آپ کسی سلسلہ روحانی سے منسلک نہیں ہیں تو پھر بھی درود شریف ضرور پڑھتے رہیں۔

9۔ اگر آپ درود ابراہیمی کے علاوہ کوئی اور درود وسلام پڑھتے ہیں تو بہتر ہے کہ اول وآخر درود تامہ پڑھ لیں۔حضرت ابوالمواہب شاذلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ایک دن میں نے درود پاک جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیا تا کہ میرا ورد جو کہ ایک ہزار بار روزانہ کا تھا جلدی پورا ہوجائے تو شاہ کونین ﷺ نے فرمایا، اے شاذلی تجھے معلوم نہیں کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔پھر فرمایا یوں پڑھ ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ'' آہستہ آہستہ اور ترتیب کے ساتھ پڑھ۔ہاں اگر وقت تھوڑا ہو تو پھر جلدی جلدی پڑھنے میں بھی حرج نہیں ہے نیز فرمایا کہ یہ جو میں نے تجھے کہا ہے کہ جلدی جلدی نہ پڑھو! یہ افضلیت کے طور پر ہے ورنہ جیسے بھی درود پاک پڑھو وہ درود ہی ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب تو درود پاک پڑھنا شروع کرے تو اول اور آخر درود تامہ پڑھ لیا کرے۔(321)

درود وسلام بصیغہ ندا:۔ درود وسلام بصیغہ نداء وخطاب کا پڑھنا جیسا کہ ''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' کہنا شرعی طور پر جائز ہے۔اس طرح درود وسلام عرض کرنے میں کوئی حرج نہیں اس سے اللہ جل مجدہ ورسول ﷺ نے نہیں روکا تو جو شخص اس سے روکتا ہے وہ عظیم گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور نئی شریعت گھڑتا ہے کیونکہ ''جس عمل سے کتاب وسنت منع نہ فرمائیں وہ ممنوع نہیں ہوتا اور غیر ممنوع کو ممنوع سمجھنا گناہ ہے۔'' نماز میں سب مسلمان نداء وخطاب

کے ساتھ سلام عرض کرتے ہیں (''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' کہتے ہیں تو) اگر نماز کے بعد ''السلام'' سے پہلے ''الصلوٰۃ'' کا اضافہ کر دیا جائے اور ''ایھا النبی'' کی جگہ ''یارسول اللہ ﷺ'' کہہ کر ''الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' پڑھا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں یہ تو درودوسلام دونوں کے ادا کرنے کا مختصر مجموعہ ہے۔ یہ حقیقت یاد رہے، یا، حرف نداء میں اتنی تاکید نہیں جتنی کہ اَیُّهَا النَّبِیُّ میں ہے۔اس لیے اگر ایھا النبی کے صیغہ سے سلام بھیجنا جائز ہے تو ''یا'' حرف نداء کے ساتھ بھی صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے۔

وسعتِ علم مصطفوی ﷺ:۔ جتنے کھرب، جتنے ارب، جتنے کروڑ، جتنے لاکھ، جتنے ہزار، جتنے سو، خوش نصیبوں نے درود شریف پڑھا یا پڑھیں گے دعائے وسیلہ مانگی یا مانگیں گے ان سب کے نام، ان کے باپوں کے نام ان کی شکلیں، صورتیں حضور اقدس ﷺ کو معلوم ہیں (جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے) تاکہ برائے شفاعت تلاش کرنے میں دشواری پیش نہ آئے اور سہولت کے ساتھ سب کو شفاعت سے نوازا جا سکے بلکہ گواہی دینے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ان کے تمام اعمال کو، ان کے ظاہر باطن کو، نظر آنے والی طاعات کو، مخفی رہنے والے سیئات کو بھی بالتفصیل جانتے ہیں کیونکہ اس علم محیط کے بغیر عالم الغیب والشھادۃ جل مجدہ کے حضور گواہی نہیں دی جا سکتی۔ جب غیب جاننے والے کی بارگاہ میں گواہی دیں گے تو پتہ چلا کہ اس کی عطا سے خود بھی غیب جانتے ہیں۔

درود شریف پڑھنے کے مسائل شرعی:۔

س: درود شریف پڑھنا فرض ہے، واجب ہے یا کہ مستحب ہے؟

ج: تمام عمر ایک مرتبہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا فرض ہے اور بروقت سماعت نام مبارک واجب ہے۔ ہاں اگر ایک مجلس میں نام مبارک بار بار ذکر کیا جائے تو اول مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے اور پھر مستحب جیسا کہ ایک مجلس میں تکرار آیت سجدہ سے ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نام مبارک سننے پر ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے۔(322)

حضور اقدس ﷺ کے نام مبارک کو سن کر ہر مرتبہ درود شریف نہ پڑھے تو عام لوگوں کے ذکر میں اور حضور اقدس ﷺ کے درمیان کیا فرق ہوا۔اس لیے جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک ہو آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔(323)

س: انبیاء کے علاوہ دوسروں کے لیے صلوٰۃ وسلام کی نوعیت کیا ہے؟

ج: ہمارے آئمہ نے فرمایا: ''مستقل طور پر انبیاء کرام علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے صلاۃ کا استعمال مکروہ ہے۔'' اور بعض نے فرمایا کہ ''حرام ہے''۔علامہ جوینی قدس سرہٗ نے فرمایا، (''صلاۃ'' کی طرح ''سلام'' بھی مستقل طور پر ممنوع ہے کیونکہ سلام بھی صلاۃ کے معنی میں ہی ہے۔اس لیے کہ اللہ جل مجدہ نے صلاۃ وسلام دونوں کو یکجا ذکر فرمایا ہے۔لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسروں پر بالاستقلال بصیغہ غائب سلام نہ پڑھا جائے گا۔ البتہ زندہ یا مردہ مسلمانوں کے لیے مخاطب کے صیغہ سے سلام کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(323ب)

س: اس بات میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اور ہم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر کہہ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ درود بھیجے محمد ﷺ پر؟

ج: حضور نبی کریم روف ورحیم ﷺ کی ذات اقدس ہر عیب سے پاک ہے جبکہ ہم عاجز ہیں اور عیوب ونقائص کے مالک ہیں اور اپنی بشری کمزوری کی وجہ سے آپ ﷺ کے مقام ومرتبہ کے مطابق درودوسلام بھیجنے سے قاصر ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے بصد عجز ونیاز درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کے مقام ومرتبہ کے مطابق آپ ﷺ پر درودوسلام بھیجے۔(324)

س: جب اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے حضور نبی کریم روف ورحیم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو پھر ہمارے درود کی کیا ضرورت ہے؟

ج: ہمارا حضور ﷺ پر درو حضور ﷺ کی احتیاج کی وجہ سے نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے درود کے بعد فرشتوں کے درود کی بھی ضرورت نہ رہتی، بلکہ ہمارا درود حضور اقدس ﷺ کی اظہار عظمت کے واسطے ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے پاک ذکر کا بندوں کو حکم کیا، حالانکہ اللہ جل شانہ کو اس کے پاک ذکر کی بالکل ضرورت نہیں۔(325)

س: آیت درود میں صلوٰۃ کی نسبت تو اللہ تعالی کی طرف کی گئی ہے سلام کی نہیں کی گئی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: شاید اس وجہ سے کہ سلام دومعنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک دعا میں، دوسرے انقیاد واتباع میں۔ مومنین کے حق میں دونوں معنی صحیح ہوسکتے تھے اس لیے ان کو اس کا حکم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے لحاظ سے تابعداری کے معنی صحیح نہیں ہوسکتے تھے اس لیے اس کی نسبت نہیں کی گئی۔(326)

س: آل ابراہیم علیہ السلام سے کون مراد ہیں؟

ج: آل ابراہیم علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل وحضرت اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام اوران کے ہردو کی اولاد میں سے تمام مومنین، صالحین، انبیاء مرسلین علیہم السلام مراد ہیں بلکہ حضور ﷺ بھی آلِ ابراہیم علیہ السلام میں شامل ہیں۔

س: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک بار حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام کی بابت فرمایا۔ **اللھم ھولاء اھل بیتی** ''الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں (مشکوٰۃ،ص 568) معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات پر اورامت پر اہلِ بیت کا اطلاق درست نہیں۔ اہلِ بیت صرف یہ چار حضرات اوراولادہیں۔

ج: ازواجِ مطہرات کا اہل بیت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بوڑھی بیوی کی بشارت دی اورانہوں نے بڑھاپے میں بیٹا ملنے پر تعجب کیا تو فرشتوں نے فرمایا:

اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَ بَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴿۷۳﴾ ھود[11:73]

کیا اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو اللہ کی رحمت اوراس کی برکتیں تم پر اے اہل بیت (نبی کے گھر والو) بے شک وہی سب خوبیوں والا عزت والا ہے۔

حضوراقدس ﷺ کی ازواج مطہرات کوفرمانبرداری کاحکم دینے کے بعدفرمایا۔

.....اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ الاحزاب[33:33]

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت (نبی کے گھر والو) کہ تم سے ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں صاف ستھرا اور پاکیزہ کردے۔

س: جب حضوراقدس ﷺ نے درود ابراہیمی پڑھنے کاحکم دیاہےتو اس کے سوا کوئی دوسرا درود پڑھنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟

ج: نماز میں یہی درودشریف پڑھنا چاہیے کیونکہ حضوراقدس ﷺ نے یہی درود نماز میں پڑھنے کا امر فرمایا ہے لیکن نماز کے علاوہ آپ ﷺ نے ہر درود پڑھنے کی اجازت دی ہے۔درودشریف بھیجنے کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

نماز میں درود ابراہیمی کے علاوہ کوئی اور درودشریف پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

درودشریف پڑھنے کے لیے حسین اور اعلیٰ الفاظ استعمال کرنے چاہئیں تاکہ جب آپ ﷺ کے حضور درود شریف پیش ہوتو آپ ﷺ اچھے الفاظ دیکھ کرزیادہ خوش ہوں۔اسی بنا پر امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین عظام علیہم الرضوان نے اپنی عالی قدر تصانیف میں بار بار (ﷺ) لکھا ہے جوکہ درود ابراہیمی نہیں ہے۔امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمت جیسے اولیا کرام کی تصانیف عالیہ میں ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' سے ملتے جلتے الفاظ بھی مکتوب پائے جاتے ہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ درود ابراہیمی کے علاوہ دوسرے درودوں کے جائز ہونے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر اب تک کے سب مسلمانوں کا اجماع ہے۔

س: رسول اکرم ﷺ کے سکھائے ہوئے درود میں تو اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے مگر ''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه'' میں رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہیں تو اس مخالفت کو کیوں اختیار کیا جاتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے ہم کو درود وسلام دونوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے الاحزاب[33:56] اور نماز میں سلام عرض کرکے جو الفاظ سکھائے گئے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ان میں صرف نبی ﷺ کو پکارا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کو نہیں اور جو الفاظ نماز میں درودشریف کے ارشاد فرمائے گئے ہیں ان میں صرف اللہ کو پکارا جاتا ہے۔جس سے ثابت ہوا کہ سلام ہو یا درودشریف دونوں میں اللہ تعالیٰ کو اللہ سمجھ کر پکارنا بھی درست ہے اور رسول اللہ ﷺ کو رسول جان کر پکارنا بھی صحیح ہے۔

درودشریف کے فضائل وفوائد:۔قارئین کرام! درود وسلام کے فضائل اور ثمرات بےشمار ہیں۔یہ ممکن نہیں کہ تمام مستند کتب سے اقتباسات لے کر لکھے جاسکیں۔بندہ عاجز کی خواہش تھی کہ اس سلسلہ میں کوئی جامع فہرست مرتب کی جاسکے۔ اس لیے بندہ عاجز نے محققین ومحبانِ رسول اکرم ﷺ کی بہت سی تصانیف کا مطالعہ کیا۔اس کے بعد حضرت علامہ محمد سعید شبلی قادری مدظلہ کی مرتب کردہ فہرست فضائل درود کو بنیاد بنا کر تمام کتب وتصانیف میں درج درودشریف کے فوائد کثیرہ کا آپس میں اور اس فہرست سے موازنہ کیا اور فوائد درودشریف کی ایک مختصر اور جامع فہرست مرتب کی جوکہ قارئین کے ذوق کے پیشِ نظر پیشِ خدمت ہے تاکہ ذکرِنعمت، شکرِنعمت میں شمار ہوجائے۔

01۔ درودوسلام پڑھنے سے اللہ کریم کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔(قرآن مجید)

02۔ درودوسلام پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کی موافقت ہوتی ہے۔(قرآن مجید)

03۔ درودوسلام پڑھنے میں فرشتوں کی موافقت ہے۔(قرآن مجید)

04۔ درودشریف پڑھنے والے کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔(اس،ص57)

05۔ جوایک باردرودوسلام پڑھے اللہ کریم اس پردس باردرودوسلام بھیجتا ہے۔(م۔ج،ص20)

06۔ جوایک بارصلوٰۃ وسلام بھیجے فرشتے اس پردس بارصلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔

07۔ جمعرات اور جمعہ کوفرشتے درودشریف پڑھنے والے کا درودشریف چاندی کے صحیفوں میں سونے کے قلم سے لکھتے ہیں۔(س،ص57)

08۔ درودوسلام پڑھنے سے بھولی ہوئی چیزیادآجاتی ہے۔(کنز،ص353)

09۔ اللہ کریم درودشریف پڑھنے والے کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔(ج،ص29)

10۔ اللہ کریم درودخواں کے دس درجے بلند کردیتا ہے۔(ج،ص29)

11۔ اس کے دس گناہ مٹادیتا ہے۔(ج،ص29)

12۔ اس پردس باررحمت بھیجتا ہے۔(ترمذی،اول،ص157،ج،ص29)

13۔ جمعہ کے روزکثرت سے درودپڑھنے والا نبی کریم ﷺ سے قریب ہوگا۔(طبرانی،ص59)

14۔ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن درودشریف پڑھنے والے کی سوحاجتیں پوری ہوتی ہیں،ستر آخرت کی اورتیس دنیا کی۔(بیہقی،س،ص60)

15۔ جودرودشریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پررحمت بھیجتا ہے اورجونبی کریم ﷺ کے حضور میں سلام عرض کرتا ہے اللہ کریم اس پرسلام بھیجتا ہے۔(س،ص61)

16۔ دعاسے پہلے،درمیان اورآخرمیں درودوسلام پڑھنے کاحکم ہے اس سے دعاجلدقبول ہوتی ہے۔(کنزاول،ص353،س،ص188)

17۔ درودپاک پڑھنے والے کاگناہ تین دن تک فرشتے نہیں لکھتے۔

18۔ درودوسلام پڑھنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔(کنزاول،ص349)

19۔ کثرت سے درودوسلام پڑھنابندے کوقربِ نبی اکرم ﷺ کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔(ترمذی اول،ص157)

20۔ بندے کے دنیوی اورآخرت کے تمام معاملات میں درودوسلام کفایت کرتا ہے۔درودخواں کے سارے کام اللہ تعالیٰ خوداپنے ذمے لے لیتا ہے۔غرضیکہ درودشریف اسمِ اعظم ہے۔(کنزاول،ص253)

21۔ تنگدست کے لیے درودوسلام صدقے کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔(جواہر4،ص155)

22۔ درودوسلام پڑھنے والا پاک ہوجاتا ہے۔(س،ص55)

23۔ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کوفوت ہونے سے پہلے جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے۔(ث،ص36)

24۔ بکثرت درودوسلام پڑھنا قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کاباعث بن جاتا ہے۔(س،ص84)

25۔ درودوسلام پڑھنے والے پر نبی اکرم ﷺ صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔(صث،ص36)
26۔ درودوسلام سے مجلس مزین ہوجاتی ہے۔(س،ص67)
27۔ محتاجی دور ہوجاتی ہے۔(س،ص67)
28۔ بخل مٹ جاتا ہے اور بدبختی دور ہوجاتی ہے۔(س،ص74)
29۔ جوشخص ہر روز پچاس بار درودشریف پڑھتا رہا کرے، قیامت کے دن فرشتے اس سے مصافحہ کریں گے۔(جواہر4،ص162)
30۔ جنت میں کثرت سے بیویاں عطا ہوں گی۔(صث،ص36)
31۔ درود پڑھنے والے کا کندھا جنت کے دروازے پر نبی کریم ﷺ کے کندے مبارک کے ساتھ چھوجائے گا۔
32۔ درودوسلام پل صراط پر بہت زیادہ نور ملنے کا ذریعہ ہے۔(س،ص28)
33۔ اللہ کریم درودخواں کی اچھی صفت آسمان اور زمین والوں میں بیان کرتا ہے۔(صث،ص36)
34۔ درودخواں کے دل میں رسول اکرم ﷺ کی محبت اور عشق زیادہ ہوتا جاتا ہے۔(صث،ص37)
35۔ درودوسلام پڑھنے والا نبی کریم ﷺ کا محبوب ہوجاتا ہے۔(صث،ص37)
36۔ درودوسلام پڑھنے سے دل زندہ ہوجاتا ہے اور ہدایت کا باعث بن جاتا ہے۔(صث،ص37)
37۔ درودسلام پڑھنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے۔(صث،ص18)
38۔ صلوٰۃ وسلام پل صراط پر ثابت قدمی اور پار چلے جانے کا سبب بن جاتا ہے۔(صث،ص37)
39۔ درودشریف پڑھنے سے نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے کچھ حق ادا ہوجاتا ہے۔(صث،ص38)
40۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت اور تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت عظمیٰ ہے، صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے اللہ کریم کی اس نعمت کا قدرے شکریہ ادا ہوجاتا ہے۔(صث،ص38)
41۔ جس مجلس میں درودوسلام پڑھا جائے اس مجلس والوں پر قیامت کے روز کوئی حسرت نہیں ہوگی۔(صث،ص39)
42۔ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔(س،ص80)
43۔ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں احد پہاڑ جتنا ثواب لکھا جاتا ہے،(صث،ص18)
44۔ رسول اکرم ﷺ قیامت کے روز اس کی گواہی دیں گے۔(فض،ص47)
45۔ دس بار درود پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔(فض،ص47)
46۔ درودخواں اللہ کریم کے عذاب سے امان میں ہوگا۔(س،ص29)
47۔ بکثرت درود پڑھنے والے کو عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔(س،ص63)
48۔ حشر میں نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔(فض،ص47)
49۔ حوضِ کوثر پر جانا نصیب ہوگا۔(فض،ص47)
50۔ پل صراط سے چمکنے والی بجلی کی طرح گزر جائے گا۔(فض،ص47)
51۔ پیاس سے امن ہوگا۔(فض،ص47)

52۔ موت سے پہلے اپنا جنت والا گھر دیکھ لے گا۔(فض،ص47)

53۔ درودخواں کو جانکنی میں آسانی ہوتی ہے۔

54۔ درودوسلام کا ثواب بیس غزوات(جہادوں) کے ثواب سے زیادہ ہے۔(کنز اول،ص52)

55۔ درودشریف کی برکت سے مال بڑھ جاتا ہے۔(فض،ص47)

56۔ درودوسلام عبادت ہے اوراللہ کریم کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہے۔(فض،ص48)

57۔ درودوسلام پڑھنا اہلِ سنت کی نشانی ہے۔(لواقح الانوار القدسیہ،شعرانی،فض،ص48)

58۔ درودوسلام پڑھنے سے مجلس معطر ہوجاتی ہے۔ (صث،ص36)

59۔ درودوسلام کے ورد سے بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔(فض،ص28)

60۔ درودشریف پڑھنے والا خود بھی اوراس کی اولاد بھی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔(فض،ص48)

61۔ درودسلام پڑھنے سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔(فض،ص48)

62۔ کثرت سے درودشریف پڑھنے والے کو قبر میں نہ مٹی کھائے گی اور نہ ہی کیڑے مکوڑے کھائیں گے۔

63۔ درودوسلام پڑھنے والے کے لیے قبر میں نور ہوجاتا ہے۔(فض،ص48)

64۔ حشر میں درودخوان کے لیے نور ہوگا۔(صث،ص23)

65۔ کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے دشمنوں پر فتح ملتی ہے۔(فض،ص48)

66۔ نفاق اور میل کچیل سے دل پاک ہوجاتا ہے۔(فض،ص48)

67۔ اس سے تمام مومن محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور منافق جلتے رہتے ہیں۔(فض،ص48)

68۔ نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب میں نصیب ہوتی ہے۔(فض،ص48)

69۔ کثرت سے درودوسلام پڑھنے والے کو رسول کریم ﷺ کی زیارت بیداری میں ہونے لگتی ہے۔(فض،ص48)

70۔ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کی شفاعت نبی اکرم ﷺ ضرور فرمائیں گے۔(طبرانی،ص56)

71۔ صبح وشام جو شخص دس دس بار ہر روز درودشریف پڑھا کرے گا وہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت پائے گا۔(کنز اول،ص35)

72۔ جو شخص سو بار درودوسلام پڑھے اللہ کریم اس کی پیشانی پر نفاق سے پاک ہوجانا اور دوزخ سے بری ہوجانا لکھ دیتا ہے۔(صث،ص17)

73۔ جو مومن سو بار درودوسلام پڑھے اللہ کریم اس کو سو شہیدوں کے ساتھ جنت میں جگہ دے گا۔(صث،ص17)

74۔ جو ایک بار درودوسلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے اس پر ستر بار رحمت بھیجتے ہیں۔(مسند امام احمد،اول،ص253)

75۔ درودوسلام پڑھنے والے کے لیے دو فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے ان دو فرشتوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔(طبرانی،صث،ص20)

76۔ درودشریف کی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت چھا جاتی ہے اور جو گنہگار بھولا بھٹکا اس مجلس میں یونہی آ نکلے وہ بھی محروم نہیں رہتا۔(صث،ص20)

77۔ نبی اکرم ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔(ابوداؤد، ج2،ص150،مسند امام احمد ج2،ص567)

78۔ ایک بار درودوسلام پڑھنے والے کا درودوسلام قبول ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (صث،ص23)

79۔ نبی کریم ﷺ پر جب امتی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار سلام بھیجتا ہے۔(صث،ص18)

80۔ ایک بار درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دس دس بار صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔(س،ص18)

81۔ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، نبی کریم ﷺ پر درودوسلام پڑھنا گناہوں کو اس سے زیادہ مٹا دیتا ہے اور آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا گردن آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔(کنز اول،ص353)

82۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کتاب میں میرے نام کے ساتھ درود شریف لکھا، فرشتے اس کے لیے بخشش مانگتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔(جواہر4،ص169)

83۔ نماز میں درود شریف نہ پڑھا جائے تو نماز کامل نہیں ہوتی۔(ابن ماجہ،جواہر،ج4،ص164)

84۔ جو شخص جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے مندرجہ ذیل درودوسلام اسی بار پڑھے، اس کے اسی سال کے گناہ بخشے جائیں اور اس کے لیے اسی سال کی عبادت لکھی جائے۔(س،ص82)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

85۔ درودخوان کی جان، مال، عمر اور اولاد میں برکت ہوتی ہے۔(مرتّب)

86۔ درود پاک پڑھ کر جس کو ایصالِ ثواب کیا جائے اسے بھی نفع دیتا ہے۔(مرتّب)

87۔ درود پاک پڑھنے والا ہر بلا، قحط اور مرض سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اس سے تعلق رکھنے والے تنگی اور دشمنوں کے مکروفریب وایذا سے محفوظ رہتے ہیں۔(مرتّب)

88۔ درود پاک خود اپنے پڑھنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔(مرتّب)

89۔ کثرت درود شریف سے مقامِ ولایت حاصل ہوتا ہے۔(مرتّب)

90۔ درود شریف آبِ حیات ہے جس سے حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے۔(مرتّب)

91۔ برادران اسلام! درود شریف اسمِ اعظم ﷺ ہے۔ اس کے فضائل وفوائد بے حدوحساب ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے حضور میں نہایت عجز وانکسار، حضور قلب، ذوق وشوق اور ادب سے بکثرت صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہا کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی رضا نصیب ہو۔ ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم ۔۔۔ خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

یا صاحب الجمال و یا سید البشر ۔۔۔ من وجھک المنیر لقد نورالقمر

ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ

دیگر انبیاء ورسل اور آل پاک پر درود وسلام بھیجنا:۔

آیات قرآنی:۔

1۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ..... النمل[27:59]

تم کہوسب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔

2۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

الصافات[37:180-182]

پاکی ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو ان کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔

3۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ الصافات[37:119-122]

اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی سلام ہو ابراہیم پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں سے ہے۔

4۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ الصافات[37:78-81]

اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی نوح پر سلام ہو جہان والوں میں بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں سے ہے۔

احادیث مبارکہ:۔

01۔ صَلُّوا عَلٰى اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَهُمْ كَمَا بَعَثَنِيْ (ابن ابی عمر هب عن ابی هریرہؓ)

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوھریرہؓ اور حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے دوسرے پیغمبروں اور رسولوں پر بھی درود بھیجو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری طرح انہیں بھی مبعوث فرمایا ہے۔(327)

02۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم دوسرے رسولوں (علیہم السلام) پر درود بھیجو تو ان کے ساتھ مجھ پر بھی درود بھیجا کرو میں بھی ان میں سے ہوں۔ایک اور حدیث میں اتنا اضافہ ہے کہ جیسا کہ مجھ کو پیغام پہنچانے کے لیے اللہ جل شانہ نے بھیجا ایسے ہی ان کو (دوسرے نبیوں کو) بھی بھیجا تا کہ وہ پیغام پہنچائیں۔(328)

03۔ لا تصلو على الصلاة البتراء قالوا وما الصلاة البتراء يا رسول الله قال تقولون اللهم صل على محمد و تمسكون بل قولوا اللهم صل على محمد و على آل محمد۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھ پر درود نہ پڑھو جو کٹا ہوا ہو۔لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کٹا ہوا درود کون سا ہے فرمایا کٹا ہوا درود ہے(کہ تم میری آل کا ذکر نہ کرو)اور اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ کر چپ ہو جاؤ۔ بلکہ تمہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کہنا چاہیے۔(329)

04۔ اللھم قد جعلت صلواتك و رحمتك و مغفرتك و رضوانك علی ابراھیم و آل ابراھیم اللھم انھم (یعنی فاطمة و علی والحسن والحسین قال ذلك و ھم تحت ردائه ﷺ) منی وانا منھم فاجعل صلواتك و رحمتك و مغفرتك و رضوانك علی و علیھم قال واثلة بن الاسقع راوی الحدیث و کنت واقفا علی الباب فقلت وعلی یا رسول اللہ بابی انت وامی فقال اللھم و علی واثلة۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ،حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،حضرت حسن رضی اللہ عنہ ،حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر مبارک اوڑھا کر کہا الٰہی تو نے بے شک اپنے درود، اپنی رحمت، اپنی مغفرت اور اپنی رضا حضرت ابراھیم علیہ السلام پر اور آل ابراھیم علیہ السلام پر اتاری ہے۔ الٰہی یہ چادر والے میرے ہیں میں ان کا ہوں تو اپنے درود اپنی رحمت اپنی مغفرت اور اپنی رضا مجھ پر بھی اور ان پر بھی نازل فرما واثلہ کہتے ہیں میں دروازے پر تھا میں نے سن کر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے بھی دعا فرمایئے تو آپ ﷺ نے کہا۔ اللھم و علی واثلہ۔الٰہی واثلہ پر بھی نازل فرما۔(330)

05۔ روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم انہ قال لعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا یا عائشہ لا تنامی حتّٰی تعملی اربعة اشیاء حتّٰی تختمی القرآن و حتی تجعلی الانبیاء لك شفعاء یوم القیامة و حتّٰی تجعلی المسلمین راضین عنك و حتّٰی تجعلی حجّة وعمرةً فدخل علیہ الصلاة والسلام فی الصلاة فبقیت علی فراشی حتّٰی اتم الصلاة فلما اتمھا قلت یا رسول اللہ فدالك ابی وامی امرتنی باربعة اشیاء لا اقدر فی ھذہ الساعة ان افعلھا فتبسم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و قال اذا قرات قل ھواللہ احد ثلاثًا فکانك ختمت القرآن واذا صلیت علی وعلی الانبیاء من قبلی فقد صرنالك شفعاء یوم القیامة واذا استغفرت للمومنین یرضون عنك واذا قلت سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر فقد حججت واعتمرت۔(331)

سیدنا سرور دو عالم فخر آدم و بنی آدم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سونے سے پہلے چار کام کرلیا کرو۔سونے سے پہلے قرآن کریم ختم کیا کرو اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے قیامت کے دن کے لیے شفیع بنالو اور مسلمانوں کو اپنے سے راضی کرلو اور ایک حج وعمرہ کرلو یہ فرما کر حضرت مصطفیٰ ﷺ نے نماز کی نیت باندھ لی۔ سیدنا ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو

میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے مجھے اس وقت چار کام کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ میں اس قلیل وقت میں نہیں کر سکتی تو حضور نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا اے عائشہ! جب تو قُلْ ھُوَ اللّٰہُ تین مرتبہ پڑھ لے گی تو تو نے گویا قرآن کریم ختم کر لیا، جب تو مجھ پر اور مجھ سے پہلے نبیوں پر درود پاک پڑھے گی تو ہم سب تیرے لیے قیامت کے دن شفیع ہوں گے اور جب تو مومنوں کے لیے استغفار کرے گی تو وہ سب تجھ سے راضی ہو جائیں گے اور جب تو کہے گی، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تو تو نے حج وعمرہ کر لیا۔

قارئین کرام مندرجہ بالا قرآنی آیات واحادیث سے واضح طور پر ثابت ہے کہ

01۔ حضور نبی کریم ﷺ پر درودوسلام بھیجتے وقت تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور آل محمد ﷺ پر بھی درودوسلام بھیجنا ضروری ہے اس کے بغیر آنحضرت ﷺ پر درودوسلام مکمل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے آیت درودشریف میں حضور ﷺ پر درودوسلام بھیجنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے متعدد احادیث مبارکہ میں آل پاک اور دیگر انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی درودوسلام کا حکم فرمایا ہے۔ اس لیے درودوسلام پڑھنے کا افضل طریقہ یہی ہے کہ آل پاک اور دیگر انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی درودوسلام بھی پیش کیا جائے۔

02۔ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور درودوسلام پیش کرنے کی حکمت یہ ہے کہ تبلیغ حق کے سلسلہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچیں اور ان حضرات نے صبر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو درود بھیجنے کا حکم دیا تاکہ جس طرح دشمنوں نے ستا کر دوزخ حاصل کی، دوست تعریف کر کے جنت میں مقاماتِ عالیہ حاصل کریں۔

03۔ سونے سے پہلے ہر مسلمان کو چاہیے کہ مندرجہ ذیل عمل کر لے جن کے فوائد بے حدوحساب ہیں:

(ا) سونے سے پہلے تین بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھ لیں اس سے تین قرآن حکیم پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

(ب) حضور ﷺ، دیگر انبیاء ورسل اور آل محمد ﷺ پر درودوسلام بھیجیں اس سے حضور ﷺ اور دیگر انبیاء ورسل کی قیامت کے دن شفاعت نصیب ہوگی۔

(ج) تمام مومنین کے لیے دعائے استغفار پڑھیں اس سے وہ سب راضی ہو جائیں گے اور یوں اللہ تعالیٰ جل شانہ اور رسول ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

(د) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھیں اس سے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ یہی چار کلمات نماز صلوٰۃ التسبیح میں پڑھے جاتے ہیں اور ان کا بے حدوحساب ثواب ہے۔

نبی اور رسول میں فرق:۔ وہ برگزیدہ انسان جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا تاکہ انہیں مسائل شرعیہ کی تبلیغ فرمائیں، نبی کہلاتے ہیں۔ اور ان میں سے جنہیں کتاب عطا فرمائی گئی، ان نبیوں کو رسول بھی کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی اصطلاح میں رسول کا اطلاق فرشتہ پر بھی ہوتا ہے جبکہ نبی کا اطلاق فرشتہ پر نہیں ہوتا۔ سورۃ فاطر آیت اول میں فرشتوں کو رسلاً اور سورۃ التکویر میں سیدنا جبریل علیہ السلام کو رسول کریم کہا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ بعض پیغمبروں کو

نبی بھی کہہ سکتے ہیں اور رسول بھی کہہ سکتے جیسے ہمارے نبی کریم ﷺ اور بعض کو نبی کہہ سکتے ہیں مگر رسول نہیں کہہ سکتے جیسے سیدنا زکریا اور سیدنا یحییٰ (علیہا السلام) اور بعض کو رسول کہہ سکتے ہیں مگر نبی نہیں کہہ سکتے۔ جیسے سیدنا جبریل امین (علیہ السلام)۔ حدیث مشکوٰۃ میں رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ بتائی گئی ہے جبکہ صرف چار بڑی کتابیں اتری تھیں اور باقی چھوٹے صحیفے۔ تفصیل یہ ہے کہ قرآن مجید حضور اقدس ﷺ پر نازل ہوا، تورات مقدس حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اور صحیفوں میں (دس) صحیفے سیدنا آدم علیہ السلام پر، (دس) سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر، (پچاس) حضرت شیث علیہ السلام پر، (تیس) حضرت ادریس علیہ السلام پر نازل ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ تورات کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (دس) صحیفے بھی نازل ہوئے تھے تو کل تعداد ایک سو چودہ ہو جائے گی ورنہ ایک سو چار۔(332)

علم جفر کی رو سے ایک ایمان افروز نکتہ:۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ رسولوں کی تعداد (315) حضور نبی کریم کے اسم پاک ''محمد ﷺ'' کے حروف طیبہ (م، ح، م، د) سے ماخوذ ہے۔ بایں تفصیل کہ پہلے حرف ''میم'' میں تین حرف ہیں (م، ی، م) بحساب ابجد ان کے (90) عدد ہوئے اور دوسرے حرف ''ح'' کو جب مد کے ساتھ پڑھا جائے ''حاء'' تو اس کے بھی تین حرف ہیں۔ (ح، ا، ء) بحساب ابجد کے دس (۱۰) عدد ہوئے۔ پھر تیسرا حرف بھی میم ہے اور چوتھا بھی۔ ان کے چھ حروف ہیں اور (180) عدد۔ پھر آخری حرف دال میں بھی تین حرف ہیں (د، ا، ل) اور (35) عدد۔ تمام اعداد جمع کیے جائیں تو (315) بنتے ہیں اس میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے آج تک جو کچھ پایا اسی بارگاہ سے پایا اور آئندہ جو کچھ پائیں گے اسی آستاں برکت نشاں سے پائیں گے۔

قارئین کرام! آپ کے ذوق کی تسکین کے لیے ابجد تحریر کی جاتی ہے تا کہ علم دوست خواتین و حضرات اسم محمد ﷺ اور اسم اللہ تعالیٰ میں اس طرح کے علمی نکات کی جانچ پڑتال سے ''تفقہ فی الدین'' کے حکم پر عمل پیرا ہو سکیں۔

ابجد عربی:۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰
ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰
غ								
۱۰۰۰								

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر آتے وقت درود پڑھنا:۔

01۔ اذا دخل احدکم المسجد فلیصل علی النبی ﷺ ولیقل اللھم اعصمنا من الشیطان

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے اور یہ دعا مانگے۔ ''اللھم اعصمنا من الشیطان۔ یا اللہ ہمیں شیطان سے بچا۔(333)

02۔ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ ولیقل اَللّٰھُمَّ افتح لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ فاذا خرج فلیسلم علی النبی ﷺ ولیقل اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ (334)

ابن حبان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے یا الٰہی میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے پس جب باہر نکلے تو نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے یا الٰہی مجھے شیطان سے بچا۔ (335)

03۔ کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل المسجد صلی علی محمد وسلم ثم قال اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ واذا خرج صلی علی محمد وسلم ثم قال اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

رسول اقدس ﷺ کی شہزادی سیدۃ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لاتے تو محمد ﷺ پر درود وسلام پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے کہ یا اللہ میرے ذنوب کی مغفرت فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول اور جب مسجد سے نکلتے تو محمد ﷺ پر درود وسلام پڑھتے پھر دعا مانگتے یا اللہ میرے ذنوب کی مغفرت فرما اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول۔ (336)

04۔ جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فشکا الیہ الفقر وضیق العیش والمعاش فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اذا دخلت منزلك فسلم ان کان فیہ احد اولم یکن فیہ احد ثم سلم علی واقراء قل ھو اللہ احد مرۃً واحدۃً ففعل الرجل فادار اللہ علیہ الرزق حتی افاض علی جیرانہ وقراباتہ۔ (337)

ایک شخص نے دربارِ نبوت ﷺ میں حاضر ہو کر فقر وفاقہ اور تنگی معاش کی شکایت کی تو اس کو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو، تو السلام علیکم کہہ، چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو پھر مجھ پر سلام عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اور ایک مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد پڑھ۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کو کھول دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو بھی اس رزق سے حصہ پہنچا۔

اجمالی جائزہ:۔ قارئین کرام متعدد احادیث مبارکہ اور فقہائے عظام کے بیان کردہ شرعی مسائل سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

01۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ پڑھے:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

میں عظمت وجلال کے مالک اللہ اور اس کی کریم ذات اور اس کی لازوال سلطنت کی پناہ لیتا ہوں مردود شیطان سے۔

02۔ مسجد کے اندر پہنچ کر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے اور اس کے بعد کہے:۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اے اللہ تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے۔

03۔ یا یہ پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ عَلَيْنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ

اے اللہ تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے اور اپنے رزق کے دروازے (وسائل معاش کے راستے) آسان کردے۔

04۔ یا یہ کہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (میں مسجد میں قدم رکھتا ہوں) اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔

05۔ یا یہ کہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

میں اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے اتباع کی غرض سے (داخل ہوا ہوں)

06۔ اور یہ درود پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ رحمت نازل فرما محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر۔

07۔ اور یہ دعا مانگے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے۔ اور اندر پہنچ جانے کے بعد کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

مسجد سے نکلتے وقت کے آداب:۔ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلتے وقت درج ذیل آداب کا خیال رکھے۔

01۔ جب نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلنے لگے تو رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے اور کہے۔

اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

اے اللہ تو مجھے مردود شیطان سے بچا۔

02۔ اور یہ دُعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل (انعام) طلب کرتا ہوں۔

03۔ یا یہ پڑھے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

اللہ کے نام کے ساتھ (نکلتا ہوں) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہو۔

04۔ اور یہ درود پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے اللہ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت فرما۔

05۔ اور یہ دعا مانگے:۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

اے اللہ تو میرے گناہ بخش دے اور اپنے فضل کے دروازے میرے لیے کھول دے۔(338)

گھر میں داخل ہوتے وقت درودشریف پڑھنا:۔

01۔ حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ۔

پھر جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں کو (یعنی وہاں جو مسلمان ہو ان کو) سلام کرلیا کرو۔

02۔ اگر گھر میں کوئی شخص نہ ہو تو داخلہ کے وقت یہ دعا پڑھے:۔

اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکت اور السلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اور سلام ہو گھر والوں پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہو۔

مسلمانوں کے گھروں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک تشریف فرما ہوتی ہے۔اس لیے اس طرح سلام عرض کرنا حصول برکت ورحمت کے لیے ضروری ہے۔(339)

03۔ اگر کوئی شخص فقر وفاقہ اور تنگی معاش کا شکار ہو تو اسے چاہیے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو، تو السلام علیکم کہے، چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور ایک مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ پڑھے۔اس سے نہ صرف یہ کہ فقر وفاقہ اور تنگی جاتی رہتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کے ہمسایوں، رشتہ داروں اور دیگر تعلق داروں کو بھی اس رزق سے حصہ پہنچتا ہے۔

قارئین کرام! جب کوئی مسلمان گھر میں داخل ہوتے وقت یہ مسنون طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس گھر پر سے شیطان کا غلبہ وتسلط ختم ہوجاتا ہے، درود وسلام کی برکت سے فرشتے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور زحمت رخصت ہوجاتی ہے۔

وضو کے بعد درودشریف:۔

1۔ اذا فرغ احدکم من طهوره فليقل اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله ثم يصل علي فاذا قال ذالك فتحت له ابواب الرحمته۔(340)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی وضو سے فارغ ہو تو اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہے۔ پھر مجھ پر درود پڑھے تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

2۔ لا وضوء لمن لم یصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس کو وضو نہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام نہ پڑھا۔ (341)

اجمالی جائزہ:۔ قارئین کرام وضو کرتے وقت اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد درج ذیل آداب کا خیال رکھنا چاہیے۔

1۔ جب وضو کرنے بیٹھیں تو اول بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھیں۔ اس کے بعد یہ دعا مانگیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ

اے اللہ تعالیٰ تو میرے گناہ بخش دے اور میرے گھر (بار) میں وسعت دے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما۔

2۔ اور وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔

3۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نہایت ادب واحترام سے درود شریف پیش کرے۔

4۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

اے اللہ تو مجھے کثرت سے توبہ کرنے والوں میں شامل کر لے اور مجھے خوب پاک صاف رہنے والوں میں داخل فرمادے۔

5۔ یا یہ دعا پڑھے:۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

پاک ہے تو اے اللہ اور تیری ہی حمد وثنا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور (اپنے گناہوں) توبہ کرتا ہوں۔

6۔ یا یہ دعا پڑھے:۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

پاک ہے تو اے اللہ اور تیرے لیے ہی حمد وثنا ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں۔

7۔ وضو کے بعد بھی درود شریف پڑھیں۔

قارئین کرام مندرجہ بالا آداب کا خیال رکھنے سے ہمیں مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز) وضو کامل نصیب ہوگا۔ بے شمار رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوں گی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

جوشخص وضوکرتے وقت مذکورہ بالا (نکتہ نمبر 6 میں درج) دعا مانگتا ہے اس کے لیے (مغفرت کا) ایک پرچہ لکھ کر اور پھر اس پر مہر لگا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن تک اس (معافی نامہ) کی مہر نہ توڑی جائیگی (اور وہ مغفرت کا حکم برقرار رہے گا) (342)

دعا کے وقت درود شریف پڑھنا:۔

1۔ اذا صلی احدکم فلیبداء بتحمید ربه والثناء علیه ویصل علی النبی ﷺ ثم یدعو بعد بما شاء (343)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو پہلے اپنے پروردگار جل مجدہ کی حمد وثناء کرے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے مانگے۔

2۔ ما من دعاء الا بینه و بین السماء حجاب حتی یصلی علی فاذا صلی علی انخرق الحجاب و صعد الدعاء۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر دعا کے اور ہر آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے یہاں تک کہ مجھ پر درود پڑھا جائے تو حجاب اُٹھ جاتا ہے پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا اوپر چڑھ جاتی ہے۔

3۔ الدعاء کله محجوب حتی یکون اوله ثناء علی الله عز وجل وصلاۃ علی النبی ﷺ ثم یدعو فیستجاب الدعاء له۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

ہر دعا محجوب رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی ابتدا میں اللہ کی ثناء ہو اور نبی ﷺ پر درود ہو پھر دعا مانگے تو قبول ہو جاتی ہے۔

4۔ صلاتکم علی محرزۃ لدعائکم و مرضۃ لربکم و زکوٰۃ لاعمالکم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجھ پر تمہارا درود پڑھنا تمہاری دعاؤں کی حفاظت کرتا ہے۔ تمہارے پروردگار کو راضی کرتا ہے اور تمہارے اعمال کو پاک کرتا ہے۔

5۔ ان الدعا موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شیء حتی تصلی علی نبیك ﷺ (344)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

ہر دُعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک تم اپنے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھو اوپر نہیں چڑھتی۔

6۔ لا تجعلونی کقدح الراکب ان الراکب یملا قدحه ماء ثم یضعه ثم یاخذ فی معالیقه حتی اذا فرغ جاء الی القدح فان کان له حاجة فی الشرب شرب وان لم یکن له حاجة فی الشراب توضاء فان لم یکن له حاجة فی الوضوء اهراقه ولکن اجعلونی فی اول الدعاء وفی

آخر الدعاء (عن جابرؓ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے ساتھ سوار کے پیالے جیسا برتاؤ نہ کرو کہ سوار اپنا پیالہ پانی سے بھر کر ایک جگہ رکھ چھوڑتا ہے۔ پھر کجاوے کے ساتھ ضروری سامان لٹکانے لگتا ہے یہاں تک کہ جب فارغ ہوتا ہے (سامان باندھ لیتا ہے) تو پیالے کے پاس آتا ہے اگر اسے پینے کی ضرورت ہو تو پیتا ہے۔ وضو کی ضرورت ہو تو وضو کرتا ہے ورنہ پانی گرا دیتا ہے (میرے ساتھ اس طرح نہ کرو کہ جب مشکل پیش آئی تو یاد کر لیا ورنہ بھلا دیا) بلکہ میرا ذکر اپنی دعاؤں کی ابتدا میں بھی کرو اور آخر میں بھی کرو (ہر دعا میں کم از کم دو بار درود شریف پڑھو)۔

7۔ لا تجعلونی کقدح الراکب فان الراکب اذا اراد ان ینطلق علق معالیقه واخذقدحه فملاء ه من الماء فان کانت له حاجة فی الوضوء توضاء وان کانت له حاجة فی الشراب شرب والا اهراق ما فیه اجعلونی فی اول الدعاء فی وسط الدعاء وفی آخر الدعاء (345)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے ساتھ سوار کے پیالے جیسا برتاؤ نہ کرو بے شک سوار جب سفر میں جانے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنا سامان باندھتا اور لٹکاتا ہے اور ایک پیالہ بھی پانی سے بھر لیتا ہے۔ پھر اگر اسے وضو کی ضرورت ہو تو وضو کر لیتا ہے۔ پینے کی حاجت ہو تو پیتا ہے ورنہ گرا دیتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ میرا ذکر (درود شریف کی صورت میں) اپنی دعاؤں کی ابتداء میں بھی کرو، درمیان میں بھی اور آخر میں بھی۔ (346)

8۔ الدعاء بین الصلاتین لا یرد (347)

وہ دعا جو کہ درودوں کے درمیان ہو رد نہ کی جائے گی۔

اجمالی جائزہ:۔ قارئین کرام مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ہمیں مندرجہ ذیل ہدایات نصیب ہوتی ہیں جن پر عمل فلاح دارین کے لیے از حد ضروری ہے۔

1۔ ہر مسلمان کو خوشی و غمی، تنگی و فراخی اور ہر حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ بھی نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ بھی نہ ہو   وہ جان ہیں جہان کی جان ہے تو جہان ہے

2۔ ہر دعا کی ابتداء اللہ تعالیٰ جل شانہ کی حمد و ثناء سے ہونی چاہیے۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود شریف بھیجنا چاہیے۔ اسی طرح دعا کے درمیان میں اور آخر میں بھی درود شریف پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ کوئی دعا آسمان تک نہیں پہنچتی جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہ بھیجا جائے۔

3۔ دعا کے شروع میں، درمیان میں اور آخر میں کوئی بھی حسین الفاظ پر مشتمل درود شریف پڑھا جا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دعا کے شروع میں مندرجہ ذیل درود شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ اَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ اَجْمَعِيْنَ۔

اے اللہ رحمت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو آپ کے بندے، آپ کے نبی اور آپ کے رسول ہیں۔ اس سے

افضل رحمت جو کہ آپ نے اپنی تمام مخلوق میں سے کسی پر نازل فرمائی ہو(348)

4۔ حدیث نمبر 6 اور نمبر 7 میں درودوسلام کا بظاہر ذکر نہیں فرمایا گیا بلکہ ''اجعلونی'' ارشاد فرما کر کثرت کے ساتھ ذکر رسول ﷺ کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ وہ ذکر درودوسلام کی صورت میں ہو یا نعت خوانی کی صورت میں یا ذکر میلادو ذکر معراج کی صورت میں سب کو''اجعلونی'' کا اطلاق شامل ہے جس سے معلوم ہوا کہ نعت خوانی جو میلاد خوانی میں ہے، حضور اقدس ﷺ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ایسے شخص پر بہت خوش ہوتے ہیں جو آپ پر درود پڑھے اور آپ ﷺ کی مدح کرے (نعت خوانی کرے)۔

نماز میں اور اذان کے بعد درود شریف پڑھنا:۔

01۔ **قولوا اللهم صلى على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم فى العالمين انك حميد مجيد** (عن کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ نماز کے اندر سلام کرنے کے الفاظ تو ہمیں معلوم ہیں (السلام عليك ايها النبى) ارشاد فرمائیے کہ ہم درود کن لفظوں میں پیش کیا کریں۔ فرمایا یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعٰالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اے اللہ درود بھیج محمد مصطفیٰ ﷺ پر، محمد ﷺ کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر سارے جہانوں میں بے شک تو حمد و بزرگی والا ہے۔ (ق ن، ص6)

02۔ **صلوا على واجتهدوا فى الدعاء وقولو اللهم صل على محمد وعلى آل محمد و بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد**(349)

حضرت زید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

مجھ پر درود پڑھو اور دعا مانگنے میں کوشش کرو۔ (نماز میں تشہد کے بعد) یہ درود پڑھو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (ق ن، ص23)

03۔ **اذا تشهد احد كم فى الصلوة فليقل اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد و بارك على آل محمد وارحم محمدا وآل محمد كما صليت و باركت وترحمنا على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نماز میں تشہد پڑھے تو تشہد میں یہ درود پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّ ارحم مُحَمَّدً وَ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيتَ وَبَارَكتَ وَتَرحَمتَ عَلٰى اِبرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ اِبرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔ (350)

04۔ لا صلاة الا بطهور وباالصلاة على (351)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بغیر وضو کے اور بغیر درود کے نماز نہیں ہوتی۔

05۔ لا صلاة لمن لا وضوء له ولا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه ولا صلاة لمن لم يصل على نبيه ﷺ ولا صلاة لمن لا يحب الانصار (352)

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی اور جو انصار سے محبت نہیں کرتا اس کی نماز قبول نہیں ہوتی یا درود قبول نہیں ہوتا۔

06۔ من صلى صلاة لم يصل فيها على وعلى اهل بيتي لم تقبل منه (353)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسی نماز پڑھی کہ اس میں نہ مجھ پر درود پڑھا نہ میرے اہل بیت پر تو وہ نماز قبول نہیں ہوگی۔

07۔ ما من امریء مسلم یاتی فضاء من الارض فیصلی به الضحی رکعتین ثم یقول: اللهم اصبحت عبدك على عهدك و وعدك خلقتني ولم اك شيئا استغفرك لذنبي فاني قد ارهقتني ذنوبي واحاطت بي الا ان تغفرها فاغفرلي يا رحمن الاغفر الله له في ذلك المقعد ذنبه وان كان مثل زبد البحر (354)

ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان زمین کے کسی میدان (جنگل) میں جاکر چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگے۔

"اللهم اصبحت عبدك على عهدك و وعدك خلقتني ولم اك شيئا استغفرك لذنبي فاني قد ارهقتني ذنوبي واحاطت بي لا ان تغفرها فاغفرلي يا رحمن"

اور خدا تعالیٰ اس کے گناہ اگر چہ دریا کے جھاگوں کی مانند ہوں اسی نشست میں نہ بخش دے۔

08۔ اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فانه من صلى على صلاة صلى الله عليه عشرا ثم سلوالله تعالى لى الوسيلة فانها منزلة فى الجنة لا تنبغي الا لعبد من عباد الله وارجوان اكون انا هو فمن سال بي الوسيلة حلت عليه الشفاعة (356)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم موذن سے اذان سنو تو تم اس کے ساتھ اس جیسے کلمے کہتے جاؤ۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار

درود پڑھتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ پھر تم اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو۔ وسیلہ جنت کی ایک منزل ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ جس نے میرے لیے وسیلہ مانگا اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوئی۔

09۔ حدثنی محمد یزید الواسطی عن العوام بن حوشب ثنا منصور بن زاذان عن الحسن قال من قال مثل ما یقول المؤذن فاذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰة قال اللھم رب ھذہ الدعوة الصادقة و الصلوٰة القائمة صل علی محمد عبدك و رسولك وابلغه درجة الوسیلة فی الجنة دخل فی شفاعة صلے الله علیه وسلم (357)

منصور بن زاذان حسن سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص موذن کے کلمات اذان (اقامت کے وقت) سن کر اعادہ کرے اور قدقامت الصلوے سننے کے بعد یہ دعا مانگے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں داخل ہوگا۔

اللھم رب ھذہ الدعوة الصادقة و الصلوٰة القائمة صل علی محمد عبدك و رسولك وابلغه درجة الوسیلة فی الجنة۔"

10۔ بلغنی ان الرجل اذا قیمت الصلوٰة فلم یقل اللھم رب ھذہ الدعوة المستمعة المستجاب صل علی محمد وزوجنا من لحوار العین قلن الحوار العین ما ازھدك فی الدنیا (358)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب اقامت کہی جائے اور کوئی شخص یہ دعا نہ مانگے تو حورین اس سے کہتی ہیں تو کس قدر دنیا میں مشغول ہے (یعنی اپنی جانب اس کی لاپرواہی سے تعجب کرتی ہیں)

''اللھم رب ھذہ الدعوة المستمعة المستجاب صل علی محمد وزوجنا من لحوار العین"

11۔ عن النبی ﷺ انه قال من قال حین یسمع الموذن اشھد ان لا اله الا الله وحدہ لا شریك له وان محمداً عبدہ و رسوله رضیت بالله رباً وبمحمد رسولاً و بالاسلام دیناً۔ الاغفر له ذنبه۔(359)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص اذان سن کر اشھد ان لا اله الا الله وحدہ لا شریك له وان محمداً عبدہ و رسوله رضیت بالله رباً و بمحمد رسولاً و بالاسلام دیناً کہے گا خدا اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

12۔ ان رجلاً قال یا رسول الله ان الموذنین یفضلوننا فقال رسول الله ﷺ قل کما یقولون فاذا انتھیت فسل تعطه۔(360)

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موذن لوگ (ثواب اذان کی بدولت) ہم سے بڑھ جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی وہی کہو جو موذن کہتا ہے اور جب (یہ عمل) مکمل کر لو تو دعا مانگو جو قبول ہوگی۔

13۔ ان رسول الله ﷺ قال من قال حین ینادی المنادی اللھم رب ھذہ الدعوة القائمة والصلوٰة النافعة صل علےٰ محمد وارض عنه رضیً لا سخط بعدہ استعجاب الله له الدعوة (361)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:
جوشخص موذن کی سن کر (یہ کلمات) کہے اس کی دعا خدا قبول فرماتا ہے۔
"اللھم رب ھذہ الدعوۃ القائمۃ والصلوٰۃ النافعۃ صل علی محمد وارض عنہ رضیً لا سخط بعدہ"

14۔ ان رسول اللہ ﷺ کان اذاسمع الاذان قال، اللھم رب ھذہ الدعوۃ المستجابۃ المستجاب لھا دعوۃ الحق و کلمات التقوی توفنی علیھا واحینی علیھا واجعلنی من صالح اھلھا عملاً یوم القیامتہ(362)
رسول اللہ ﷺ اذان سن کر (یہ کلمات) فرمایا کرتے تھے۔
"اللھم رب ھذہ الدعوۃ القائمۃ والصلوٰۃ النافعۃ صل علی محمد وارض عنہ رضیً لا سخط بعدہ"

15۔ اکثروالصلاۃ علی فان صلاتکم مغفرۃ لذنوبکم و اطلبو الی الدرجۃ والوسیلۃ فان وسیلتی عند ربی شفاعۃ لکم۔(363)
مجھ پر درود پاک کی کثرت کیا کرو، اس لیے کہ تمہارا درود پاک پڑھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے درجہ اور وسیلہ کی دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں میرا وسیلہ تمہارے لیے شفاعت ہے۔

16۔ من قال جزی اللہ عنا محمداً ﷺ ماھو اھلہ اتعب سبعین ملکاً الف صباح (364)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:
جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ محمد مصطفی ﷺ کو ایسی جزا دے جو جزا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق یا محمد مصطفی ﷺ کی شان کے لائق ہے تو اس نے ستر فرشتوں کو مشقت میں مبتلا کر دیا کہ وہ ہزار دن تک ثواب لکھتے رہیں گے۔

17۔ عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی حین یصبح عشراً و حین یمسی عشراً ادرکتہ شفاعتی یوم القیٰمۃ۔
حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:
جوشخص صبح اور شام مجھ پر دس دس (10،10) بار درود شریف پڑھے اس کو قیامت کے روز میری شفاعت پہنچ کر رہے گی۔(365)

18۔ عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من صلی علی کنت شفیعہ یوم القیٰمۃ
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:
جو کوئی مجھ پر درود شریف پڑھے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔(366)

19۔ عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ ﷺ فی حجۃ الوداع یقول ان اللہ عزوجل قد وھب لکم ذنوبکم عند الاستغفار فمن استغفر بنیۃ صادقۃ غفرلہ و من قال لا الہ الا اللہ رجح میزانہ و من صلی علی کنت شفیعہ یوم القیٰمۃ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حج الوداع میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:
معافی مانگنے کے وقت اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دیتا ہے پس جو شخص سچے دل سے معافی چاہے گا۔اس کے گناہ معاف کئے جائیں گے اور جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد کرے گا اس کا پلہ (قیامت کے دن) بھاری ہوگا۔اور جو مجھ پر درودشریف پڑھے میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔(367)

20۔ عن رویفع بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من قال اللھم صل علی محمد وانزلہ المقعد المقرب عندك یوم القیٰمۃ وجبت لہ شفاعتی رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط وبعض اسانیدھم حسن كذا فی الترغیب۔
حضرت رویفع رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:
جو شخص اس طرح کہے،
''اللھم صل علی محمد وانزلہ المقعد المقرب عندك یوم القیٰمۃ''
''اے اللہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجئے اور ان کو قیامت کے دن ایسے مبارک مقام پر پہنچایئے جو آپ کے نزدیک مقرب ہو۔''
اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوجاتی ہے۔(368)

21۔ انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا جمعوا وانا خطیبھم اذا صمتوا وانا شفیعھم اذا حوسبوا وانا مبشرھم اذا ائسوا واللوآء الکریم یومئذ بیدی ومفاتیح الجنان بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی ولا فخر یطوف علی الف خادم کانھم لوء لوء مکنون وما من دعآء الا بینہ وبین السمآء حجاب حتی یصلی علی فاذا صلی علی انخرق الحجاب وصعد الدعآء۔(369)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جب لوگ قبروں سے نکلیں گے،تو میں سب سے پہلے نکلوں گا اور جب لوگ جمع ہوں گے،تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جب سب خاموش ہوجائیں گے،تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے،تو میں ان کا شفیع ہوں گا اور جب سب ناامید ہوں گے،تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا اور کرامت کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور میری عزت دربار الٰہی میں سب بنی آدم سے زیادہ ہوگی اور میں فخر سے نہیں کہتا،میرے گرداگرد ہزار خادم پھریں گے جیسے کہ وہ موتی ہیں چھپائے ہوئے اور کوئی دعا نہیں مگر اس کے اور آسمان کے درمیان ایک حجاب (پردہ،رکاوٹ) ہے اس وقت تک جب تک کہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھ لیا جائے اور جب مجھ پر درود پاک پڑھ لیا جائے تو وہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا اوپر کی طرف قبولیت کے لیے چڑھ جاتی ہے۔

22۔ من قال اللھم صل علی روح محمد ﷺ فی الارواح و علی جسدہ فی الاجساد و علی قبرہ فی

القبور رائی فی منامه و من رائی یوم القیامة ومن رائی یوم القیامة شفعت له ومن شفعت له شرب من حوضی و حرم الله جسده علی النار ۔ (370)

جوشخص یہ درود پاک پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَعَلٰی جَسَدِهٖ فِی الْاَجْسَادِ وَعَلٰی قَبْرِهٖ فِی الْقُبُوْرِ۔

جس کوخواب میں میری زیارت ہوگی اور جس نے خواب میں مجھے دیکھا وہ مجھے قیامت کے دن بھی دیکھے گا اور جو مجھے قیامت کے دن دیکھے گا میں اس کی شفاعت کروں گا اور میں جس کی شفاعت کروں گا وہ حوض کوثر سے پانی پئے گا اوراس کے جسم کواللہ تعالیٰ دوزخ پرحرام کردے گا۔

اجمالی جائزہ:۔

1۔ حدیث نمبر 1 تا 3 سے ثابت ہے کہ نماز میں صرف درودابراہیمی پڑھنا چاہیے جس کا الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ مختلف احادیث مبارکہ میں ذکر ہے۔ان احادیث مبارکہ میں تشہد کی قید لگائی گئی ہے جس سے نماز میں صرف درودابراہیمی کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

2۔ درودشریف کے بغیر نماز نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث نمبر 4 تا 6 سے ثابت ہے۔

3۔ نماز کی قبولیت کے لیے اہل بیت اورصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت ضروری ہے کیونکہ ان سے محبت نہ ہوتو درودشریف قبول نہیں ہوتا۔اگر درودشریف قبول نہ ہوتو نماز قبول نہیں ہوتی۔ملاحظہ فرمائیں حدیث نمبر 5۔

4۔ بخاری شریف کی ایک حدیث پاک میں ہے کہ جوشخص اذان سنے اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ

اس کے لیے میری شفاعت اتر جاتی ہے (واجب ہوجاتی ہے) (فض ز،ص 49)

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذان سنتے توخود بھی یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰتِهٖ سُوْءلَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا اتنی آواز سے پڑھا کرتے تھے کہ پاس والے اس کوسنتے تھے۔ (فض ز،ص 49)

☆ کان عبدالله بن عباس رضی الله عنه اذ صلی علی النبی ﷺ قال اللهم تقبل شفاعة محمد الکبری وارفع درجته العلیا واعطه سوله فی الآخرة والاولی کما اتیت ابراهیم و موسیٰ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتے تو یہ دعا مانگا کرتے۔ یااللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبریٰ قبول فرما اورآپ کے درجہ علیا کو رفعت بخش اور دنیا آخرت میں آپ کی مرادیں پوری فرما، جس طرح تونے حضرت ابراھیم علیہ السلام اورحضرت موسیٰ علیہ السلام نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام کی مرادیں پوری فرمائیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب تم مجھ پر درود پڑھا کروتو میرے

لیے وسیلہ بھی مانگا کرو۔
کسی نے عرض کیا،''یارسول اللہ ﷺ! وسیلہ کیا چیز ہے؟''
حضور ﷺ نے فرمایا:
جنت کا اعلیٰ درجہ ہے جوصرف ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے یہ امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔
وسیلہ سے مراد ہے اعلی درجہ ہے۔فضیلت سے مراد''وہ اعلیٰ مرتبہ جوساری مخلوق سے اونچا ہے''۔جیسا کہ متعدد احادیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے مفسرین نے ارشادفرمایا ہے کہ آیت **وابتغوا لیہ الوسیلۃ** میں وسیلہ سے مرادخاص تقرب ہے جوصرف نبی کریم ﷺ کو حاصل ہوگا۔

وسیلہ کے بارے میں حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:۔ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے فتوحات مکیہ کے باب 65، صفحہ 416 پرفرمایا ہے:

یہ جان لینا چاہے کہ بلحاظ اعمال جنت کے سو(100) درجے ہیں جوکم وبیش نہیں۔جیسے دوزخ کے سو(100) حصے ہیں اور ہرایک درجہ مختلف منزلوں میں منقسم ہے۔ہم یہاں منازل کا ذکر کرتے ہیں جو امت محمدیہ کے لیے مخصوص ہیں اور جن کے باعث اس امت مرحومہ کو دیگر امتوں پر فضیلت حاصل ہوگی کیونکہ اللہ جل شانہ نے خود اپنے کلام معجز نظام میں فرمایا ہے کہ یہ بہتر امت ہے جولوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا فرمائی گئی۔

مذکورہ سو(100) درجے آٹھوں جنتوں میں سے ہر جنت میں ہیں اور جنت کا ہر درجہ آرام کی جگہ ہے، جن میں سب سے بلند جنت عدن ہے، جوسب جنتوں کی سردار ہے۔اس میں ایک بلند ٹیلہ ہے، جس میں دیدارالٰہی کے لیے لوگوں کا اجتماع ہوا کرے گا۔ یہ سب جنتوں سے اعلیٰ جنت ہے جیسے بادشاہ کا مکان جس کے گرد آٹھوں دیواریں ہوں اور ہر دو دیواروں کے درمیان باغیچہ ہو۔وہ جنت جو جنت عدن سے قریب تر ہے اس کا نام جنت الفردوس ہے۔یہ جنت عدن کے بعد باقی تمام جنتوں سے افضل واعلیٰ ہے، تیسری جنت الخلد، چوتھی جنت النعیم، پانچویں جنت الماویٰ، چھٹی دارالسلام اور ساتویں کا نام دارالمقامہ یادارالقرار ہے اور آٹھویں کا نام دارالجلال ہے۔

جنت عدن میں ایک اعلیٰ درجہ ہے جس کا نام وسیلہ ہے۔یہ نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے۔جس کی خاطر امت محمدیہ بھی دعائیں کرتی ہے کہ وہ فخر دوعالم ﷺ ہی کو حاصل ہو۔اللہ تعالیٰ کی اس میں پوشیدہ حکمت ہے۔حالانکہ ہم سب نے ہر سعادت سرورکون ومکاں ﷺ ہی کے سبب پائی ہے اور آپ ﷺ ہی کے باعث یہ امت باقی جملہ امتوں سے بہتر ہے جولوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے اور آپ کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمیں آخری امت بنایا جیسے نبی کریم ﷺ کو آخری نبی بنایا ہے۔اورسلسلہ نبوت کو آپ ﷺ پر ختم کر دیا ہے اور اس فضیلت کی خود رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بشارت دی ہے جس کے ذکر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا تھا اور ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف ایک خاص راستہ ہوگا جس کے ذریعے ہم پروردگارِعالم سے ہم کلامی کا شرف حاصل کریں گے اور اللہ جل شانہ ہم سے خاص گفتگوفرمائے گا اسی طرح ہرمخلوق کے لیے اپنے رب کی طرف ایک خاص راستہ ہے۔ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا

ہے کہ نبی آخرالزمان ﷺ کے لیے وسیلہ کی دعا کیا کریں حتیٰ کہ آپ وہاں رونق افروز ہوجائیں، جس کے بارے میں حکمتِ الٰہی اس کی مقتضی ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کو امت مرحومہ (امتِ مسلمہ) کی دعاؤں کے باعث مرحمت فرمایا جائے گا۔امتِ وسطیٰ (بہترین امت) کے اس شرف پر غور کرنا چاہیے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ﷺ اور اس امت کو کرامت بخشی ہے۔

مقامِ محمود کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

عَسٰی اَن یَّبعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحمُودًا

امید ہے کہ آپ ﷺ کے رب تعالیٰ آپ ﷺ کو مقام محمود پر پہنچائیں گے۔

مقام محمود کے کئی معانی بیان کیے گئے ہیں۔مثلاً مقام محمود سے مراد

1۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی امت کے اوپر گواہی دینا ہے۔

2۔ اس سے مراد حمد کا جھنڈا ہے جو قیامت کے دن آپ ﷺ کو دیا جائے گا۔

3۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ ﷺ کو قیامت کے دن عرش پر اور کرسی پر بٹھائے گا۔

4۔ اس سے مراد شفاعت ہے اس لیے کہ وہ ایسا مقام ہے کہ اس میں اولین وآخرین سب ہی آپ کی تعریف کریں گے۔

5۔ اس سے مراد وہ خاص اعزازات اور اکرام ہیں جو آپ ﷺ کو قیامت کے روز حاصل ہوں گے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے۔

حدیث نمبر 1:۔اللہ تعالیٰ جل شانہ قیامت کے دن لوگوں کو اٹھائیں گے پھر مجھے ایک سبز جوڑا پہنائیں گے، پھر میں وہ کہوں گا جو اللہ تعالیٰ چاہیں۔پس یہی مقام محمود ہے۔(371)

حدیث نمبر 2:۔جب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کروں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔اللہ تعالیٰ جل شانہ مجھے سجدہ میں جب تک چاہیں گے پڑا رہنے دیں گے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہوگا: محمد ﷺ سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔سفارش کرو قبول کی جائے گی۔مانگو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں اس پر میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا۔پھر اپنے رب کی حمد وثناء کروں گا جو اس وقت میرا رب مجھے الہام کرے گا۔پھر میں امت کے لیے سفارش کروں گا۔(372)

5۔ بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ مقام محمود ان سب چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے جو قیامت کے روز آپ ﷺ کو عطا ہوں گے۔

مقام محمود کے بارے میں حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:۔شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ کے باب (73)، صفحہ 113 پر مقامِ محمود کے بارے میں فرمایا ہے "مقام محمود وہ ہے جو سارے مقامات کی انتہا ہے اور اسی کی طرف تمام اسمائے الٰہیہ ناظر ہیں، جو مقامات کے ساتھ مختص ہیں۔مقام محمود رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے اور قیامت کے روز وہ عام لوگوں پر بھی ظاہر ہوجائے گا اور اسی کے ذریعے آپ ﷺ کی جمیع مخلوق پر سیادت ظاہر ہوگی۔سرور کون ومکاں ﷺ نے فرمایا ہے: "انا سید الناس یوم القیامۃ" (قیامت کے روز میں تمام

انسانوں کا سردار ہوں گا۔)

حضرت آدم علیہ السلام اسی مقام پر ٹھہرائے گئے تھے جب کہ فرشتوں نے ان کے لیے تعظیمی سجدہ کیا تھا، کیونکہ اس مقام کا دنیا میں یہی مقتضی ہے۔ آخرت میں یہ مقام سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔ وہ ذاتِ الٰہی کا کمال ہے۔ اسی لیے وہاں سب سے پہلے ابوالبشر کا ظہور ہوا کیونکہ ان کا جسم نبی آخرالزمان ﷺ کی بشریت کو متضمن ہے۔ جسمانی لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام سارے انسانوں کے باپ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اور خاکی پتلے میں حیاتِ انسانی کے سب سے پہلے پیکر ہیں اور یہ سارے مقامات ان کی بدولت ہی ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

عاقبت کی شہنشاہی کا سہرا روزِ قیامت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے سرِ اقدس پر ہوگا۔ اس روز آپ ہی مقامِ محمود پر جلوہ افروز ہوں گے اور آپ کی بدولت ہی شفاعت کا دروازہ کھلے گا اور آپ ہی ان حضرات کے متعلق شفاعت کریں گے جو شفاعت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جن میں فرشتے، انبیاء، اولیاء، مومنین، حیوانات، نباتات، اور جمادات شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہاں اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ان حضرات کو گنہگاروں کے حق میں شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ اس وقت ہر ایک فرد آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہوگا اور ہر جگہ آپ ہی کا چرچا ہوگا۔ پس شفاعت کا اول و آخر اور وسط صرف آپ کے لیے ہے (دوسروں کی شفاعت آپ کی شفاعت کبریٰ کی مرہونِ منت ہے) لہٰذا قیامت کے روز تمام محامد ومحاسن آپ کی ذات والاصفات سے وابستہ ہو کر رہ جائیں گے۔ اسی لیے اس جگہ کو مقامِ محمود کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نبی آخرالزمان ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کی ثناء مقامِ محمود پر میں ایسے محامد کے ساتھ کروں گا جو میرے دائرہ معلومات سے اس وقت باہر ہیں۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیائے کرام و اولیائے عظام کے علوم ذوقی ہیں فکری ونظری نہیں اللہ جل شانہ کی حمد وثنا بیان کی جائے اور یہ کسی دنیاوی مقام کا مقتضی ہرگز نہیں ہے۔ اسی لیے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آج وہ کلمات میرے دائرہ معلومات سے باہر ہیں اور یہی مقامِ وسیلہ بھی ہے کیونکہ یہیں سے بابِ شفاعت کے کھلوانے کی خاطر توسل ہوگا، یعنی سرورِ کون ومکاں ﷺ سب کی شفاعت فرمائیں گے۔ (373)

قارئین کرام محب ومحبوب کا معاملہ ہے۔ محب رب العالمین جل شانہ ہے اور محبوب رحمت اللعالمین ﷺ ہیں۔ ہمارا علم قلیل اور عقل محدود ہے۔ مختلف علمائے کرام اور اولیائے عظام کی آراء کے پیش نظر یہ کہے بغیر گزارہ نہیں ہے کہ مقامِ محمود سے مراد وہ پیارا اور اعلیٰ ترین مقام ہے جس کی سب تعریف کرتے رہیں گے لیکن مکمل تعریف کبھی بھی نہ کر پائیں گے۔

اذان کے وقت اور بعد کے اذکار اور دعاؤں کا بیان:۔ قارئین کرام اذان کے بعد درود شریف، دعائے وسیلہ اور دیگر مسنون دعائیں پڑھنے سے بے حد وشمار رحمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ اذان کے وقت اور اس کے بعد پانچ باتوں پر عمل کرنا سنت ہے۔

1۔ کلمات اذان کا دہرانا۔
2۔ درود شریف پڑھنا۔
3۔ نبی کریم ﷺ کے لیے دعائے وسیلہ مانگنا
4۔ کلمہ شہادت کا پڑھنا اور رضا کا اقرار کرنا۔
5۔ اپنے لیے دعا مانگنا۔

صاحب ''حصن حصین'' نے یہ مسنون دعائیں خوبصورت ترتیب سے بیان فرمائی ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ :

(ا) شوافع کے نزدیک اذان کے اُنیس کلمے اور حنفیہ کے نزدیک اذان کے پندرہ کلمے ہیں۔

(۲) صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز سونے سے بہتر ہے) دومرتبہ پڑھا جاتا ہے۔

2۔ جب موذن کی اذان سنے تو جو کلمات موذن کہتا جائے خود بھی وہی کلمات اذان کہتا جائے۔

یا

3۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بجائے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے۔

فائدہ:۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دل سے اذان کا جواب دے گا جنت میں داخل ہوگا۔

یا

4۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے جواب میں کہے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور محمد ﷺ کو اپنا رسول اور اسلام کو اپنا دین پسند کرلیا۔

فوائد:۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ

1۔ جو شخص کلمہ توحید کا مذکورہ بالا جواب دے گا اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

2۔ جس شخص نے موذن کی مانند کلمات اذان کہے اس کے لیے جنت ہے۔

3۔ رسول اللہ ﷺ (بعض اوقات) ہر دو کلمات شھادت کے جواب میں صرف وانا وانا (اور میں بھی اور میں بھی) فرمادیا کرتے تھے۔

4۔ اذان ختم ہونے کے بعد اول درود شریف پڑھے۔ پھر حسب ذیل دعاء وسیلہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ

اے اللہ تعالیٰ! اس دعوتِ کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے مالک تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرمادے اور ان کو اس مقام محمود پر پہنچادے جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

فائدہ:۔حدیث شریف میں دعائے وسیلہ مانگنے والے کو شفاعت واجب ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

5۔ یا اذان کا مذکورہ بالا طریق پر جواب دینے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَاجْعَلْهُ فِی اَعْلَیْنَ دَرَجَتَهٗ وَفِی الْمُصْطَفَیْنَ مَحَبَّتَهٗ وَفِی الْمُقَرَّبِیْنَ ذِکْرَہٗ

اے اللہ تعالیٰ تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اعلیٰ درجہ والوں میں شامل فرما اور ان کی محبت برگزیدہ حضرات (کے دلوں) میں پیدا فرما اور ان کا ذکر مقربین بارگاہ (کے مجمع) میں فرما۔

فائدہ:۔حدیث شریف میں آیا ہے:

جوشخص موذن کے ساتھ ساتھ اذان کے جواب دینے کے بعد مذکورہ بالا دعا وسیلہ پڑھا کرے گا قیامت کے دن اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

یا

6۔ اذان کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ النَّافِعَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَارْضَ عَنِّي رِضاً لَّا تَسْخَطُ بَعْدُهٗ

اے اللہ تعالیٰ! اے اس پائیدار دعوت (اذان) اور نفع رساں نماز کے مالک، تو محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور تو مجھ سے ایسا راضی ہو جا کہ اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہو۔

فائدہ:۔حدیث میں آیا ہے کہ

جوشخص اذان کے بعد (خلوص قلب سے) مذکورہ دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے۔

7۔ یا جواب اذان کے بعد مذکورہ ذیل دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الصَّادِقَةِ الْمُسْتَجَابِ لَهَا دَعْوَةِ الْحَقِّ وَكَلِمَةِ التَّقْوٰى اَحْيِنَا عَلَيْهَا وَاَمِتْنَا عَلَيْهَا وَابْعَثْنَا عَلَيْهَا وَاجْعَلْنَا مِنْ خِيَارِ اَهْلِهَا اَحْيَاءً وَّاَمْوَاتاً

اے اللہ تعالیٰ! اے اس سچی اور مقبول حق (اذان) اور کلمہ تقویٰ (کلمہ شہادت) کے مالک تو ہم کو اسی (کلمہ تقویٰ) پر زندہ رکھنا اور اسی پر ہمیں موت دینا اور اسی پر (حشر کے دن) اٹھانا اور ہمیں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں بہترین اہلِ توحید میں شریک کرنا۔

فائدہ:۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

جوشخص کسی مصیبت یا سختی میں گرفتار ہو اسے چاہیے کہ اذان کے وقت کا منتظر رہے اور اذان کا جواب دینے کے بعد مذکورہ دعا پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت اور کشائش کی دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔(374)

حضور نبی کریم ﷺ کا منصبِ شفاعت:۔ ہر قسم کی شفاعت حضور کے لیے ثابت ہے۔ منصبِ شفاعت حضور ﷺ کو عطا کیا گیا ہے۔حضور ﷺ فرماتے ہیں ''اُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ'' اور ان کا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

مغفرت چاہو اپنے خاصوں کے گناہوں اور عام مومنین و مومنات کے گناہوں کی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا شَفَاعَةَ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (375)

صاحب بہارشریعت (حصہ اول، ص30) پر قیامت کا ہولناک نقشہ اور آنحضرت ﷺ کے مقام شفاعت کے بارے میں یوں ارشادفرماتے ہیں:

''اللہ کا عذاب بہت سخت ہے الغرض کس کس مصیبت کا بیان کیا جائے ایک ہو، دو ہوں، سو ہوں، ہزار ہوں تو کوئی بیان بھی کرے ہزار ہا مصائب وہ بھی ایسے شدید کہ الامان الامان اور یہ سب تکلیفیں دو چار گھنٹے دو چار دن دو چار ماہ کی نہیں بلکہ قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا قریب آدھے کے گزر گیا ہے اور ابھی تک اہل حشر اسی حالت میں ہیں۔ اب آپس میں مشورہ کریں گے کہ کوئی اپنا سفارشی ڈھونڈنا چاہیے کہ ہم کو ان مصیبتوں سے رہائی دلائے۔ ابھی تک تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آخر کدھر کو جانا ہے۔ یہ بات مشورے سے قرار پائے گی کہ حضرت آدم علیہ السلام ہم سب کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جنت میں رہنے کو جگہ دی اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ وہ ہم کو اس مصیبت سے نجات دلائیں گے۔ غرض افتاں وخیزاں کس کس مشکل سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے،

''اے آدم علیہ السلام آپ ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اپنی چنی ہوئی روح اس میں ڈالی ور ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا اور جنت میں آپ کو رکھا۔ تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے۔ آپ کو صفی کیا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے۔'' فرمائیں گے۔

''میرا یہ مرتبہ نہیں مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے آج رب تعالیٰ نے ایسا غضب فرمایا ہے کہ نہ پہلے کبھی ایسا غضب فرمایا نہ آئندہ فرمائے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔''

لوگ عرض کریں گے، ''آخر کس کے پاس ہم جائیں؟''

فرمائیں گے،

''نوح کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے رسول ہیں کہ زمین پر ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔''

لوگ اسی حالت میں حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان کے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے کہ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجیے کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے۔ یہاں سے بھی وہی جواب ملے گا کہ میں اس لائق نہیں مجھے اپنی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ عرض کریں گے کہ آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟ فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے خلت کے مرتبہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ لوگ یہاں حاضر ہوں گے وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اس کے قابل نہیں مجھے اپنا اندیشہ ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجیں گے۔ وہاں سے بھی یہی جواب ملے گا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ میرے کرنے کا یہ کام نہیں آج میرے رب تعالیٰ نے وہ غضب فرمایا ہے کہ ایسا نہ کبھی فرمایا نہ فرمائے۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ لوگ عرض کریں گے آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں؟ فرمائیں گے تم ان کے حضور حاضر ہو جن کے ہاتھ پر فتح رکھی گئی۔ جو آج بے خوف ہیں اور وہ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ تم محمد ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جاؤ۔ وہ خاتم النبیین

ہیں۔ وہ آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔ انہیں کے حضور حاضر ہو جاؤ وہ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اب لوگ پھرتے پھراتے ،ٹھوکریں کھاتے ،روتے ،دہائی دیتے حاضر دربار بے کس پناہ ہو کر عرض کریں گے:

''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،اے اللہ تعالیٰ کے نبی،آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح باب رکھا ہے۔آج حضور مطمئن ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے،

''حضور ملاحظہ تو فرمائیں اور ہم کو اس آفت سے نجات دلوائیں۔''

جواب میں ارشاد فرمائیں گے:

''اَنَا لَهَا''میں اس کام کے لیے ہوں''اَنَا صَاحِبُکُم''میں ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے۔

یہ فرما کر بارگاہ عزت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے۔ارشاد ہوگا،

''يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ''

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو جو کچھ مانگو گے ملے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

دوسری روایت میں ہے۔

''وَقُلْ تُطَعْ''فرماؤ تمہاری اطاعت کی جائے۔

پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم بھی ایمان ہو گا اس کے لیے بھی شفاعت فرما کر اسے جہنم سے نکالیں گے یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔اب تمام انبیاء اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔اولیائے کرام،شہداء، علماء،حفاظ،حجاج بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصب دینی عنایت ہوا اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا۔نابالغ بچے جو مر گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔یہاں تک کہ علماء کے پاس کچھ لوگ آ کر عرض کریں گے،

ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا۔کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجے کے لیے ڈھیلا دیا تھا۔علماء ان تک کی شفاعت کریں گے۔

قارئین کرام مندرجہ بالا سطور شکرِ نعمت کے ضمن میں تحریر کی گئی ہیں کیونکہ''ذکرِ نعمت ،شکرِ نعمت ہوتا ہے۔''

قارئین کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر قسم کی شفاعت کا حق عطا ہوا ہے۔مثلاً

01۔ میدانِ حشر کی مصیبتوں سے نجات کی شفاعت۔

02۔ جن کو جہنم رسید کرنے کا فیصلہ ہو گیا ہو گا ان کی نجات کی شفاعت۔

03۔ ان کی شفاعت جو جہنم میں ڈال دیے گئے ہوں گے۔

04۔ جو لوگ گناہوں کی وجہ سے جنت میں جانے سے رکے ہوئے ہوں گے ان کے جنت میں داخلہ کی شفاعت ہوگی۔

05۔ جنت میں درجات کے بلند کرنے کی شفاعت ہوگی۔

06۔ جو لوگ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے ان کی شفاعت ہوگی۔

07۔ جن لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کی ان کی شفاعت ہوگی۔

08۔ جنت کے دروازے کھلوانے کی شفاعت ہوگی۔

09۔ جن لوگوں نے اذان کا جواب دیا ان کی شفاعت ہوگی۔

10۔ ان کافروں کی عذاب میں تخفیف کی شفاعت ہوگی جنہوں نے حضور ﷺ کی خدمت کی۔

11۔ خواص اولیاء کرام کے مدارج ومراتب میں ترقی کے لیے ان کی شفاعت ہوگی۔ (376)

روزِ حشر کو آپ ﷺ کا اپنے امتی کی شفاعت فرمانا:۔ درودشریف کی فضیلت میں ابوعبداللہ نمیری قدس سرہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ جل مجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو ٹھہرنے کے لیے عرش کے ایک وسیع میدان میں جگہ عطا فرمائے گا۔حضرت آدم علیہ السلام پر (اس وقت) دو سبز کپڑے ہوں گے اور وہ یوں معلوم ہوں گے گویا ہری بری کھجور کے تنے ہیں۔اور آدم علیہ السلام یہ منظر ملاحظہ فرما رہے ہوں گے کہ ان کی اولاد میں سے کسے جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے اور کسے جہنم کی راہ دکھلائی جاتی ہے۔اسی اثناء میں حضرت آدم علیہ السلام ملاحظہ فرمائیں گے کہ سید عالم ﷺ کے ایک امتی کو جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام ''یا احمد ﷺ'''' یا احمد ﷺ'' کہہ کر سید عالم ﷺ کو پکاریں گے۔پھر سید عالم ﷺ یا ''ابا البشر'' فرماتے ہوئے تشریف لائیں گے۔

آدم علیہ السلام فرمائیں گے:

آپ ﷺ کا یہ امتی دوزخ کو لے جایا جارہا ہے۔

(سید عالم ﷺ نے فرمایا) پھر میں چادر کس کر فرشتوں کے پیچھے دوڑوں گا اور فرماؤں گا،

اے میرے پروردگار جل وعلا کے فرستادگان، ذرا ٹھہر و تو سہی۔

(مختصر یہ کہ فرشتے آپ ﷺ کے حکم کے مطابق رک جائیں گے۔) آپ ﷺ عرشِ اعظم کی جانب متوجہ ہوں گے اور عرض کریں گے:

پروردگار جل مجدہ! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہوا ہے۔تو مجھے امت کے بارے میں رسوا نہیں فرمائے گا۔

پھر منجانب عرش ندا آئے گی، اے فرستادگان (میرے حبیب محترم) محمد ﷺ کی اطاعت بجالاؤ اور اس آدمی کو میزان کے پاس لے آؤ۔

چنانچہ حسب الحکم وہ آدمی جب میزان کے پاس آجائے گا۔تو میں اپنی کمر بند سے چیونٹی کی مانند ایک سفید چیز نکالوں گا اور ''بسم اللہ'' پڑھتے ہوئے اسے ترازو کے دائیں پلڑے میں ڈال دوں گا۔پھر کیا ہوگا کہ اچھائیاں برائیوں پر غلبہ پالیں گی۔پھر آواز آئے گی،

''یہ کامیاب ہے اور اس کا بخت عمدہ ہے، اس کا میزان بھاری ہے لہٰذا اسے جنت کو لے جاؤ۔''

پھر وہ آدمی کہے گا،

اے میرے پروردگار کے فرستادگان، ذرا ٹھہر و تو سہی تاکہ میں پروردگار جل مجدہ کے بارے میں بلند و بالا مرتبہ کے

مالک،اس کریم انسان کے بارے میں معلوم کرلوں۔

پھر وہ شخص عرض کرے گا،

میرے والدین آپ پر نثار،آپ کے روئے تاباں کس قدر حسین ہے اور آپ کا اخلاق کس قدر پیارا ہے۔(ذرا یہ تو فرمایئے کہ) آپ کون سی ذات گرامی ہیں کہ جنہوں نے میری لغزش کا مداوا فرمایا اور میرے آنسوؤں پر ترس کھایا۔

سید عالم ﷺ فرمائیں گے،

میں تو تیرا نبی محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں اور یہ شے جس نے تجھے تیری احتیاج سے رہائی دلائی، تیرا وہ درود شریف ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا۔(جواہر البحار جلد اول حصہ دوم ص784)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم نور مجسم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا:

میں نے آج رات عجیب منظر دیکھا، میں نے دیکھا کہ میرا ایک امتی پل صراط پر سے گزرنے لگا۔کبھی وہ چلتا ہے، کبھی گرتا ہے،کبھی لٹک جاتا ہے،تو اس کا مجھ پر درود پاک پڑھا ہوا آیا اور اس امتی کا ہاتھ پکڑ کر اسے پل صراط پر سیدھا کھڑا کر دیا اور پکڑے پکڑے اس کو پار کر دیا۔(377)

قارئین کرام مندرجہ بالا سطور پر غور فرمائیں۔کثرت سے درود وسلام پڑھیں،دعائے وسیلہ پڑھا کریں،اذان غور سے سنا کریں اور اذان کا جواب مسنون طریقے سے دیا کریں۔ان شاء اللہ تعالیٰ محبوب خدا تعالیٰ کے صدقے ہم گناہگاروں کو شفاعت ضرور نصیب ہوگی۔

مجلس درودشریف کے فضائل:۔

1۔ ان اللہ سیارۃ من الملائکۃ یطلبون حلق الذکر فاذا اتوا علیھا حضوابھم ثم بعثوا وائدھم الی السماء الی رب العزۃ تبارک و تعالیٰ فیقولون ربنا اتینا علیٰ عباد من عبادك یعظمون الاء ك و یتلون کتابك و یصلون علیٰ نبیك محمد ﷺ و یسئالونك لاخرتھم و دنیاھم فیقول تبارك و تعالیٰ غنوھم رحمتی فیقولون یارب ان فیھم فلاناً الخطاء انما اغتبھم اغتباقاً فیقول تبارك و تعالیٰ غنوھم رحمتی فھم الجلساء لا یسقی بھم جلسیھم O رواہ ابزاد عن انس رضی اللہ عنہ سندہ حسن

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے مجلسِ ذکر تلاش کرنے میں پھرتے رہتے ہیں۔جب مجالس ذکر تک پہنچ جاتے ہیں تو اہل مجلس کو ڈھانپ کر ایک ذمہ دار کو رب تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں آسمان کی طرف بھیجتے ہیں۔عرض کرتے ہیں۔

''اے ہمارے پروردگار ہم آپ کے بندوں کی ایسی جماعت کے پاس حاضر ہوئے جو اس وقت آپ کی نعمتوں کی عظمت بیان کررہے ہیں اور آپ کی کتاب کی تلاوت کررہے ہیں اور آپ کے محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھ رہے ہیں اور آپ سے دنیا وآخرت مانگ رہے ہیں۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے،''ان کو میری رحمت میں ڈھانکو۔'' وہ عرض کرتے ہیں،''اے پروردگار ان میں فلاں شخص بڑا خطار کار ہے جس نے وہاں آکر صرف دودھ پیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے، ''ان سب کو میری رحمت میں ڈھانکو کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔'' (378)

2۔ ان اللہ سیارۃ من الملائکۃ اذا مروا بحلق الذکر قال بعضھم لبعض اقعدوا فاذا دعا القوم امنو علی دعائھم فاذا صلوا علی النبی ﷺ صلوا معھم حتی یفرغوا ثم یقول بعضھم لبعض طوبیٰ ھولاء یرجعون مغفور الھم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے گھومتے رہتے ہیں۔ جب حلقہ ہائے ذکر کے قریب سے گزرتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر جب وہ لوگ دعا مانگتے ہیں تو یہ ''آمین'' کہتے ہیں۔ جب وہ نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں تو یہ بھی ان کے ساتھ مل کر درود پڑھتے ہیں۔ پھر جب مجلسِ ذکر برخواست ہوتی ہے تو یہ فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں، ''یہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ اپنے گناہ بخشوا کر جارہے ہیں۔ (379)

3۔ ان للمساجد اوتادا جلسا وھم الملائکم ان نمابوا فقدوھم وان مرضوا عاذوھم وان راوھم رحبوا بھم وان طلبوا حاجۃ اعالوھم فاذا جلس حفت بھم الملائکم من لدن اقدامھم الی عنان السماء بایدیھم قراطس الفضۃ واقلام یکتبون الصلاۃ علی النبی ﷺ ویقولون اذکروا رحمکم اللہ یدواز ادکم اللہ فاذا استفتحعا الذکرا فتحت لھم ابواب السماء واستجیب لھم الدعاء و تطلع علیھم الحسور العین واقبل اللہ عزوجل علیھم بوجھہ مالم یخوضوا فی حدیث غیرہ ویتفروا ماذالفروا اقام الزوار یلتمسون حلق الذکر۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ مسجدوں میں برائے عبادت ٹھہرے رہتے ہیں (مسجدوں کے اوتاد ہوتے ہیں)۔ ان کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں۔ اگر غائب ہو جائیں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں۔ بیمار ہو جائیں تو فرشتے بیمار پرسی کرتے ہیں۔ نظر آئیں تو فرشتے انہیں مرحبا کہتے ہیں۔ ضرورت کی کوئی چیز مانگیں تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ بیٹھیں تو فرشتے انہیں پیروں سے لے کر آسمان تک ڈھانک لیتے ہیں۔ فرشتوں کے ہاتھوں میں چاندی کے کاغذ اور سونے کی دواتیں ہوتی ہیں جن کے ساتھ نبی ﷺ پر پڑھے ہوئے درود کو لکھتے ہیں اور کہتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔'' جب وہ ذکر کرتے ہیں تو ان کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ انہیں حوریں جھانکتی ہیں اور اللہ عزوجل ان کی طرف رحمت سے متوجہ ہوتا ہے۔ جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہیں ہوتے، جب تک وہ متفرق نہیں ہوتے۔ پھر جب متفرق ہو جاتے ہیں تو ان کے زائر فرشتے ذکر و فکر کے دیگر حلقے تلاش کرتے ہیں۔ (380)

4۔ زینوا مجالسکم بالصلوۃ علی فان صلاتکم علی نور لکم یوم القیامۃ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھ پر درود پڑھنے کے ذریعے اپنی مجلس کو زینت بخشو کیونکہ تمہارا درود قیامت کے دن تمہارے لیے نور ہوگا۔ (381)

5۔ روی عن بعض الصحابة رضوان الله علیهم اجمعین انه قال ما من مجلس یصلی فیه علی محمد ﷺ الاقامت منه راحت طیبت حتی تبلغ عنان السماء فتقول الملئکة هذا مجلس صلی فیه علی محمد ﷺ۔

بعض صحابہ اکرام رضوان اللہ عنہم سے مروی ہے۔انہوں نے ارشاد فرمایا:

جس مجلس میں محمد ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے۔اس مجلس سے پاکیزہ خوشبو اُٹھتی ہے۔یہاں تک کہ وہ کنارہ آسمان تک پہنچ جاتی ہے تو فرشتے آپس میں کہتے ہیں کہ یہ خوشبو اس مجلس کی ہے جس میں محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھا گیا ہے۔

اجمالی جائزہ:۔ قارئین کرام مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

1۔ اہل ذکر کی ہم نشینی خوش بختی کا باعث ہے ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

2۔ عسرویسر، خوشی وغمی غرضیکہ ہر حال میں ذکرِ خدا اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کرتے رہنا چاہیے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کی عظمت وبزرگی اور حضور نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ مقام ومرتبہ، آپ ﷺ کے ہم پر احسانات، آپ ﷺ کی پیاری صورت وسیرت کا یہی تقاضا ہے کہ ہر دو ذاتِ کریم کا ذکر ہر حال اور ہر لمحہ کیا جائے۔

3۔ ذکر کی برکت سے اہلِ محبت کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

4۔ ذکرِ حضور ﷺ زینتِ محفل ہے۔

5۔ دنیاوی زندگی میں، مرتے وقت، قبر میں، قیامت میں پلصراط پر ہر جگہ درودشریف کا نور مدد فرمائے گا۔

شیخ المشائخ حضرت شبلی قدس سرہ، فرماتے ہیں:

میرے پڑوس میں ایک آدمی وفات پا گیا۔میں نے اس کو خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کیسے گزری؟ اس نے کہا حضرت! آپ کو کیا بتاؤں۔بہت ہی سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا اور منکر نکیر کے سوال کے وقت بڑی تنگی ہوئی۔میں نے اپنے دل میں کہا مولا! کیا میں اسلام پر نہیں مرا!؟ تو مجھے ایک آواز سنائی دی کہ یہ دنیا میں تیری بے احتیاطی کی سزا ہے۔جب عذاب کے فرشتوں نے مجھے عذاب دینے کا ارادہ کیا تو اسی وقت ایک حسین وجمیل شخص میرے اور ان کے درمیان حائل ہوگیا۔اس سے نہایت ہی عمدہ خوشبو آرہی تھی۔اس نے مجھے فرشتوں کے جوابات بتا دیے۔میں نے فوراً کہہ دیے۔میں نے ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا،''میں ایک آدمی ہوں جو تیرے کثرت درود سے پیدا کیا گیا ہوں۔میں اس بات پر مامور ہوں کہ میں ہر مصیبت میں تیری مدد کرو۔(382)

6۔ ذکرِ الٰہی اور حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اطہر پر پڑھا جانے والا درودشریف خوشبو کی شکل میں آسمانوں کی طرف پرواز کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث پاک نمبر 5 سے ثابت ہے۔اس ضمن میں حضرت خواجہ غلام نصیرالدین نصیرؔ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

یہ کس نام کی خوشبو ہے اُٹھی قلب وجگر سے ابھی ابھی   کہ جس خوشبو سے بزم سبھی ہے ورد بہ لب یا نبی نبی

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے حضور اقدس ﷺ کے جسمِ اطہر کو سب خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار بنایا ہے۔اس سلسلہ میں چندایک حقائق پیش خدمت ہیں۔

i۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما شممت عنبرا قط ولا مسكاً ولا شيا اطيب من ريح رسول الله ﷺ

میں نے پیارے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبودار نہ عنبر کو پایا نہ کستوری کو، نہ کسی اورخوشبودار چیز کو۔

ii۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک بار آنحضرت ﷺ نے میرے رخسار پر دستِ اقدس پھیرا۔ مجھے ایسی خوشبومحسوس ہوئی گویا آپ ﷺ نے عطر فروش کے عطردان سے ابھی ہاتھ نکالا ہے۔

iii۔ جب آپ ﷺ کسی خوش بخت سے مصافحہ فرماتے تو سارا دن اس کے ہاتھ سے خوشبو آتی رہتی۔

iv۔ جب کسی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو وہ خوشبو کے سبب باقی سب بچوں میں پہچانا جاتا۔

v۔ جب کسی راستے سے گزر فرماتے تو سارا راستہ خوشبو سے مہک اٹھتا اور آنے جانے والوں کو معلوم ہو جاتا کہ یہاں سے آپ ﷺ تشریف لے گئے ہیں۔(383)

vi۔ ایک بار آپ ﷺ کا متبرک پانی کنویں میں ڈالا گیا۔''فضاح مثل راحة المسك'' تو اس کے پانی میں کستوری جیسی خوشبو پیدا ہوگئی۔(384)

vii۔ سیدہ عمیرۃ رضی اللہ عنہا اپنی پانچ بہنوں کے ساتھ خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ اس وقت خشک گوشت تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا چبا کر انہیں بھی مرحمت فرمایا۔انہوں نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا کھایا۔''وجد لافواههن خلوف'' تو مرتے دم تک ان کے مونہوں سے بدبو نہیں آئی (خوشبو ہی آتی رہی)۔(385)

viii۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ (ام سلیم رضی اللہ عنہا) نے آپ ﷺ کا پسینہ برتن میں ڈال کر محفوظ کیا اور بتایا۔ ''نجعله في طيبنا وهو من الطيب الطيب'' کہ ہم اس پسینے کو تیل میں ڈالتی ہیں تو اس تیل کی خوشبو سب خوشبوؤں پر غایت ہو جاتی ہے۔(386)

ix۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں۔ ہر ایک اپنے جسم ولباس کو دوسریوں سے زیادہ معطر کرنے کی کوشش کرتی تھی اور حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ بجائے عطر کے سادہ تیل لگاتے تھے۔ مگر ان کا جسم ان کی بیویوں کے جسم ولباس سے زیادہ معطر معلوم ہوتا تھا۔ بیویوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ایک بار آنحضرت ﷺ نے میرے جسم کی پھنسیوں کے علاج فرمانے کے لے میرے پیٹ اور پشت پر دست اقدس پھیرا۔''فعبق بي هذا الطيب'' تو اس دن سے میرا جسم خوشبودار ہو گیا۔

x۔ ایک شخص نے لڑکی کے جہیز میں دینے کے لیے آنحضرت ﷺ سے تبرک کے لیے درخواست کی تو آپ ﷺ نے پسینہ مبارک شیشی میں ڈال کر دیا اور فرمایا۔''مرها فليطيب به'' لڑکی سے کہنا کہ اس پسینے کو بطور عطر

استعمال کرے۔ چنانچہ جب وہ اس پر عمل کرتی تو مدینہ طیبہ کے سب لوگ خوشبو سونگھتے (الانوار المحمدیہ، ص 217) اور اس کا گھر "بیت المطیبین" کے نام سے مشہور ہو گیا یعنی مہکنے ہوؤں کا گھر۔ امام احمد رضا البریلوی علی الرحمۃ نے فرمایا

ے والله جو مل جائے تیرے گل کا پسینہ مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

xi۔ سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے مزار پُر انوار کی مٹی سونگھ کر فرمایا:

"ماذا علی من شم تربت احمد ان لا یتم مدی الزمان عوالی"

جس شخص نے حضور اقدس ﷺ کی قبر انور کی مٹی ایک بار سونگھ لی۔ اسے قیامت تک کسی دوسری خوشبو کی ضرورت نہیں۔(387)

اہل عشق ومحبت آج بھی مدینہ طیبہ کی مقدس گلیوں میں اور نورانی فضاؤں میں یہ خوشبوئیں محسوس کرتا ہے ے

اَطّیب رَسُولُ اللهِ طَابَ نَسِیمُهَا فَمَا المِسكُ مَالكَافُورُ مَا الصَّندِلُ الرَّطبُ

رسول اکرم ﷺ کی خوشبو مبارک سے مدینہ طیبہ کی ہوائیں ایسی مہکی ہوئی ہیں کہ ان کے سامنے کستوری، کافور اور تازہ صندل ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔(388)

جب رب کریم جل مجدہ نے محبوب کریم علیه التحیة والتسلیم کے جسم شریف کو روزِ اول سے قدرتی خوشبوؤں سے نوازا ہوا ہے تو وہ کریم آقا ذکرِ حبیب کی مقدس محافل پر بھی اپنی اسی کرم نوازی کا اظہار فرماتا رہتا ہے اور اسے ایسی خوشبوؤں سے معطر فرماتا رہتا ہے کہ عالم بالا کے فرشتے بھی ان خوشبوؤں کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ بنابر این عشاق بارگاہِ رسالت علیہ السلام کے ہاں ان محافل میں خوشبو کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ بقول امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ے

بزم ثنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو ساری بہار ھشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

قارئین کرام! ہر اچھے کام سے نیکی کی خوشبو ہوتی ہے جبکہ برائی کے ساتھ بدی کی بدبو ہوتی ہے۔ اسی طرح روح کی بھی خوشبو اور بدبو ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پاک روایت ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ جب ارواح مومنین بدن سے نکل کر آسمان کی طرف جاتی ہیں اور ان سے خوشبو کی لپٹیں نکلتی ہیں تو فرشتے کہتے ہیں۔

"روح طیبة جاءت من قبل الارض صلی اللہ علیك و علی جسدك كنت تعمرینه"

کیا اچھی روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر اور جس جسم میں تو رہتی تھی درود بھیجے۔

اس کے بعد ارواح خبیثہ کی بدبو اور ان کے صعود کا ذکر کر کے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"فرد رسول الله ﷺ ریطة كانت علی انفه"

رسول اللہ ﷺ نے اس بدبو کا ذکر فرماتے وقت جو کپڑا یا رومال ناک سے لگایا تھا ختمِ کلام کے بعد ہٹا لیا۔(389)

سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے دو انسانی گروہوں کا ذکر فرمایا ہے:

(ا) وہ لوگ جو ایمان لائے، نیک عمل کرتے رہے، آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے جسے 'حزب الرحمٰن' کہتے ہیں۔ اس گروہ سے تعلق رکھنے والوں کی روح پاکیزہ اور روحانی خوشبو سے مزین ہوتی ہے۔

(۲) وہ لوگ جو کہ مندرجہ بالا اوصاف کے مالک نہیں ہیں جسے 'حزب الشیطان' کہتے ہیں۔ اس گروہ سے تعلق رکھنے والوں کی روح اخلاقی اوصاف سے خالی اور بدبو سے مغلظ ہوتی ہے۔

زندگی کا مقصد یہی ہے کہ انسان بندگی بجالائے، برائی سے بچے اور نیکی کی راہ اختیار کرے۔ فیصلہ انسان کے ہاتھ میں ہے ؎

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟ (390)

7۔ قارئین کرام! درود وسلام کے فضائل وفوائد اس قدر کثیر ہیں کہ اس سلسلہ میں غفلت ولا پرواہی کو حماقت، کم علمی، بد قسمتی اور اپنی جان پر ظلم کے علاوہ اور کچھ بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ درود وسلام پڑھنے کے سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی نصیحت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''مومن کامل اور محب صادق پر لازم ہے کہ اس عبادت (درود پاک پڑھنا) کی کثرت کرے۔ جتنا مخصوص عدد میں پڑھ سکتا ہو اس پر دوام ومواظبت کرے اور ہر دن اپنا مقرر وظیفہ رکھے اور ہمیشہ اس وظیفہ کو ادا کرتا رہے۔ کیونکہ مروی ہے۔ خیر العمل ادومه و قلیل دائم خیر من کثیر منقطع۔ یعنی بہتر عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہو۔ اس کثیر سے بہت اچھا ہے جو کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ چاہیے کہ روزانہ ہزار سے کم نہ ہو۔ ورنہ پانچ سو بار پر اکتفا کرے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو سو سے کم نہ ہو۔ بعض حضرات کا وظیفہ تیس سو (3000) کا اور بعض کا بیس سو (2000) صبح وشام کا تھا۔ اور چاہیے کہ سوتے وقت بھی ایک معین مقدار میں درود شریف پڑھا جائے۔ بعض مشائخ قل ہو اللہ احد اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کی وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے قرأۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ سے خدائے واحدٗ لاشریک کو پہچانا ہے اور کثرت درود کی برکت سے محبوبِ کبریا احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے اور فرماتے ہیں کہ جو شخص کثرت سے درود پاک پڑھتا رہے گا تو وہ خواب اور بیداری میں زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوگا۔ اور بعض متاخرین مشائخ شاذلیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ جب اولیاء کاملین اور مرشد باشریعت نہ مل سکے تو بکثرت درود شریف پڑھے۔ اس سے اس کے باطن میں نورِ عظیم پیدا ہوگا جو مرشدِ کامل کا کام دے گا اور اس کو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلاواسطہ فیض پہنچے گا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ (391)

8۔ قارئین کرام قوتِ ایمانی کا تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اطہر کو جان سے بھی پیارا سمجھا جائے اور اپنے قول و فعل سے اس عقیدہ کی تصدیق کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی علامت ہے اتباعِ سنت اور کثرت سے درود شریف پڑھنا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام کثرت سے ذکرِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کرتے تھے اور درود شریف بھی پڑھتے تھے۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

جان سے بھی پیارا ہے محبوب ہمارا:۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اس کی جان، ماں باپ، اولاد غرضیکہ دنیا کی ہر شے سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

انه قال یارسول الله والله انت احب الی من کل شئی الا من نفسی قال لا یا عمر حتی اکون احب

الیک من نفسک قال فواللہ لانت احب الی من نفسی قال الآن یاعمر ہ (392)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوا میری جان کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں اے عمر رضی اللہ عنہ ایمان تو یہ ہے کہ اپنی جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ بات ہے تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اب ٹھیک ہے۔

حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کا درود شریف پڑھنے کا طریقہ:۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ، سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے اور یوں کہہ رہے تھے کہ :

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ایک کھجور کا تنا جس پر سہارا لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر بننے سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب منبر بن گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا تنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق سے رونے لگا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا جس سے اس کو سکون ہوا (یہ مشہور واقعہ حدیث پاک میں بیان ہوا ہے)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق سے رونے کی زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس تنے کے (یعنی امت اپنے سکون کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ کی زیادہ محتاج ہے) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالی مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر بلند ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ..... ''النساء [4:80] جس نے (میرے) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی بلند ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ سے پہلے معافی کی اطلاع فرما دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

''عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ..... ''التوبہ [9:43] اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاف فرمائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقوں کو جانے کی اجازت دی ہی کیوں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علوشان اللہ جل شانہ کے نزدیک ایسا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ زمانہ کے اعتبار سے آخر میں تشریف لائے لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میثاق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا، چنانچہ فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ..... الاحزاب [33:7]

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ حال ہے کہ کافر جہنم میں پڑے ہوئے اس کی تمنا کریں گے کہ کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے اور کہیں گے۔

.....يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ الاحزاب[33:66]

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اگر حضرت موسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ معجزہ عطا فرمایا ہے کہ پتھر سے نہر نکال دیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری کردیا۔ (یہ سرکار کا عظیم معجزہ ہے)

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان کہ اگر حضرت سلیمان (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) کو ہوا صبح کے وقت میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرادے اور شام کے وقت میں ایک مہینہ کا طے کرادے تو یہ اس سے عجیب نہیں کہ آپ ﷺ کا براق رات کے وقت آپ ﷺ کو ساتویں آسمان سے بھی اوپر لے جائے اور صبح کے وقت آپ ﷺ مکہ مکرمہ واپس آجائیں۔ صلی اللہ علیک اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے۔

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ اگر حضرت عیسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا کہ وہ مردوں کو زندہ فرمادیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ ایک بکری جس کے گوشت کے ٹکڑے آگ میں بھون دیے گئے ہوں وہ آپ ﷺ سے یہ درخواست کرے کہ آپ ﷺ مجھے نہ کھائیں اس لیے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے۔

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان حضرت نوح (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) نے اپنی قوم کے لیے یہ ارشاد فرمایا:

.....رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ نوح[71:26]

اے رب تعالیٰ کافروں میں سے زمین پر بسنے والا کوئی نہ چھوڑ۔

اگر آپ ﷺ بھی ہمارے لیے بددعا کردیتے تو ہم میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا۔ بے شک کافروں نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کو روندا جب کہ آپ ﷺ نماز میں سجدہ میں تھے۔ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر اونٹ کا بچہ دان رکھ دیا تھا اور غزوہ احد میں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو خون آلود کردیا۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک کو شہید کیا، آپ ﷺ نے بجائے بددعا کے یوں ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ O اے اللہ تعالیٰ میری قوم کو معاف فرما کہ یہ لوگ جانتے ہیں۔

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کی عمر شریف کے بہت تھوڑے سے حصے میں اتنا مجمع آپ ﷺ پر ایمان لایا کہ حضرت نوح (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام) کی طویل عمر (ایک ہزار سال) میں اتنے لوگ مسلمان نہ ہوئے (کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار تو صحابہ کرام علیہم الرضوان موجود تھے۔ اور جو لوگ غائبانہ مسلمان ہوئے حاضر نہ ہوسکے ان کی تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔) آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ (بخاری شریف کی مشہور حدیث عرضت علی الامم میں ہے۔ ''رایت سواداً کثیراً سد الافق'' کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کو اتنی کثیر تعداد میں دیکھا کہ جس نے سارے جہان کو گھیر رکھا ہے) اور حضرت نوح علیہ الصلوۃ السلام پر ایمان لانے والے بہت تھوڑے ہیں۔ (قرآن مجید

میں ہے.....وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝ ھود[11:40]

یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اگر آپ ﷺ اپنے ہم جنسوں ہی کے ساتھ نشست و برخواست فرماتے تو آپ ﷺ ہمارے پاس کبھی نہ بیٹھتے اور نکاح نہ کرتے مگر اپنے ہی ہم مرتبہ سے تو ہمارے میں سے کسی کے ساتھ بھی آپ ﷺ کا نکاح نہ ہوسکتا تھا اور اگر آپ ﷺ اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے مگر اپنے ہی ہم عصروں کو تو ہم میں سے کسی کو اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے۔ بے شک آپ ﷺ نے ہمیں اپنے پاس بٹھایا۔ ہماری عورتوں سے نکاح کیا ہمیں اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ بالوں کے کپڑے پہنے۔ دراز گوش پر سواری فرمائی اور اپنے پیچھے دوسرے کو بٹھایا اور زمین پر (دسترخوان بچھا کر) کھانا کھایا اور کھانے کے بعد اپنی انگلیوں کو چاٹا اور یہ امور آپ ﷺ نے تواضع کے طور پر اختیار فرمائے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجے۔(393)

شانِ حضور ﷺ بزبانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ:۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ ﷺ کا طریقہ سلوک اپنے ہم نشینوں کے ساتھ دریافت کیا تو انہوں نے جواباً یہ ارشاد فرمایا:

آپ ﷺ ہمیشہ شگفتہ پیشانی رہا کرتے تھے۔ ملنسار تھے اور نرم مزاجی کی شان بڑھی ہوئی تھی۔ نہ تو آپ ﷺ کی طبیعت میں درشتی اور سختی تھی اور نہ آپ ﷺ چلا کر بات چیت فرماتے۔ آپ ﷺ فحش گو بھی نہ تھے۔ کسی کی عیب چینی یا مداحی بھی نہیں فرماتے تھے۔ جو چیز کھانے میں پسند نہ ہوتی آپ ﷺ اس کی برائی نہیں فرماتے تھے۔ صرف نہ کھانے پر اکتفا فرمالیتے تھے اور جو غذا مرغوب ہوتی تھی اس کو خواہ کوئی کتنی ہی رغبت دلائے معتاد (ضرورت) سے زیادہ تناول نہ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے تین باتیں طبیعت سے بالکل نکال ڈالی تھیں۔ ایک تو آپ ﷺ کسی کی مذمت وعیب گیری نہیں فرماتے تھے۔ دوسرے کسی کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹوہ نہیں لگاتے تھے۔ تیسرے کوئی ایسی بات جس میں حصولِ ثواب کی امید نہ ہو آپ ﷺ زبان مبارک سے نہیں نکالتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو کے وقت آپ ﷺ کے ہم نشین اس کو نہایت ادب وسکوت سے متوجہ ہو کر سنتے تھے۔ گویا سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ جب آپ ﷺ کی گفتگو کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو وہ لوگ بات چیت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی صحبت میں ایک دوسرے پر ردوقدح یا دخل درمعقولات نہیں کرتے تھے۔ جب تک گفتگو کرنے والا اپنی گفتگو ختم نہ کر لیتا سب خاموش سنتے رہتے تھے۔ جن باتوں پر دوسروں کو ہنسی آتی تھی یا تعجب ہوتا تھا آپ ﷺ بھی ہنستے اور تعجب فرماتے تھے۔ اگر کوئی نو وارد کسی بات یا سوال میں کوئی بے تمیزی کر بیٹھتا تھا تو آپ ﷺ بجائے ناراض ہونے کے صبر فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اصحاب دوسری طرف توجہ دلا دیں۔ آپ ﷺ کی ہدایت تھی کہ جب کسی طالبِ حاجت سے واسطہ پڑے تو اس کے ساتھ ملائمیت وسلوک کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ کسی سے اپنی تعریف سننا بھی پسند نہیں فرماتے تھے مگر بطور واقعات کے۔ جب تک کوئی ضرورت واقع نہ ہو آپ ﷺ کسی کا قطع کلام نہیں فرماتے تھے اور اس کی بھی یہ صورت ہوتی تھی کہ یا تو کلام کی ممانعت فرما دیتے تھے یا جلسہ برخواست فرماتے تھے۔(394)

شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہ کا درود شریف:۔

شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہ ان الفاظ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں درود شریف پیش فرمایا کرتے تھے۔

صَلٰوۃُ اللّٰہِ وَ مَلٰئِکَتِہٖ وَاَنْبِیَائِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجَمِیْعِ خَلْقِہٖ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ (395)

اولیاء کرام کا وردِ درود شریف:۔

i۔ قطب ربانی وعارف صمدانی سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہمارے شیخ نورالدین شونی قدس سرہ، کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے جو علم و عمل کے اعتبار سے آپ سے زیادہ تھے۔ مگر وہ حضور پرنور ﷺ پر درود شریف نہیں بھیجتے تھے۔ اور ہمارے شیخ اپنے آقا و مولیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر بکثرت درود شریف بھیجتے تھے۔ چنانچہ وہ بزرگ باوجود کثرت علم و عمل کے ہمارے شیخ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔ کثرتِ درود شریف کی وجہ سے تمام علماء اور مجذوب ہمارے شیخ سے محبت و پیار کرتے تھے اور آپ کی تمام حاجتیں پوری ہوتی تھیں۔ (396)

ii۔ حضرت شیخ نورالدین شونی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر دن کا وظیفہ درود پاک دس ہزار (10000) مرتبہ تھا۔ (397)

iii۔ شیخ احمد زواری رحمۃ اللہ علیہ کا ہر روز کا چالیس ہزار (40000) دفعہ تھا اور فرماتے تھے ہماری طریقت میں یہ ہے کہ ہم رحمۃ اللعالمین ﷺ پر اتنی کثرت سے درود شریف پڑھتے ہیں کہ فخرِ کائنات ﷺ بیداری کی حالت میں ہماری مجلس میں تشریف لاتے اور ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح آپ ﷺ کی صحبت سے مستفیض ہوتے اور آپ ﷺ سے دینی امور کے متعلق پوچھتے اور ان احادیث کے متعلق دریافت کرتے جن کو حفاظ نے ضعیف قرار دیا ہے اور جس طرح سرکار فرماتے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ (398)

09۔ قارئین کرام! جب حضور اقدس ﷺ کا نام مبارک آئے یا تذکرہ ہو تو ایسا تصور کرنا چاہیے کہ اگر حضور ﷺ کے سامنے (واقعی) حاضر ہوتے تو کیا حال ہوتا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ہم کو ادب سکھلایا ہے اسی طرح ادب کریں۔ سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے۔

i۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب حضور ﷺ کا تذکرہ فرماتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا، ''جو کچھ میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ لیتے تو میری اس حالت پر انکار نہ کرتے۔''

ii۔ محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث بیان فرماتے تو ایسا روتے کہ لوگوں کو ان پر ترس آتا۔

iii۔ حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہنس مکھ اور لوگوں کو ہنسانے والے تھے۔ باوضو رہتے تھے لیکن جب حضور ﷺ کا تذکرہ آتا تو رنگ زرد پڑ جاتا۔ ایک مرتبہ عبدالرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ کا تذکرہ کیا تو ان کا رنگ ایسا ہو گیا گویا بدن سے خون نکل گیا ہو اور زبان خشک ہو گئی ہو۔

iv۔ حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جب حضورِ انور ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو اتنا روتے کہ آنسو خشک ہو جاتے۔

v۔ امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت خوش طبع لوگوں میں سے تھے۔ جب ان کے سامنے حضور ﷺ کا نام مبارک آتا تو ایسے بن جاتے کہ جیسے وہ کسی کو نہیں پہچانتے (یعنی گم ہو جاتے)۔

vi۔ اسی طرح صفوان بن سلیم اور ایوب سختیانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے کہ جب حضور ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو آنسو نہ تھمتے تھے۔

10۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول اللہ ﷺ کا ذکر فلاح دارین کا باعث ہے حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ارشاد مبارک پر غور فرمائیں۔ آپ کرم اللہ وجہ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ لَوْ لَا اَنْ اَنْسٰی ذِکْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ مَا تَقَرَّبْتُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ اِلَّا بِالصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ۔

اگر اللہ تعالیٰ عزوجل کا ذکر بھول جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا قرب حاصل کرنے کے لیے صرف نبی کریم ﷺ پر درودشریف پڑھتا۔ (ق ن،ص 81)

قارئین کرام! ذکرِ الٰہی اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ لازم وملزوم ہیں ؎

خدا کا ذکر کرے اور ذکرِ مصطفیٰ نہ کرے ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے

ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ

ذکر کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) انفرادی طور پر (۲) اجتماعی طور پر۔ محفل میلاد شریف، محفل گیارہویں شریف، محفل عرس پاک اور محفلِ نعت خوانی کی شکل میں یہ اجتماعی ذکر بے حدوحساب رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ ہیں۔ اہم ترین عبادت نماز کو قائم کرنے کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھنے کا مقصد بھی میرا ذکر ہی کرنا ہے۔ اسی طرح دیگر عبادات کا مقصد بھی ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول ﷺ ہے۔

ذکرِ الٰہی کی فضیلت:۔ مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں آپ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت پڑھ چکے ہیں۔ ذکر مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ذکر اللہ تعالیٰ بھی ضروری ہے۔ اس ضمن اگرچہ الگ باب میں اہم امور کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ تاہم، موضوع کی مناسبت سے حصولِ برکت کے لیے اس ضمن میں قرآنی آیات اور اولیاء اللہ کے طریقہ کار کا ذکر ضروری ہے تاکہ کثرتِ درودشریف اور کثرتِ ذکرِ الٰہی کی دولت کی قدر وقیمت کا احساس مزید اجاگر ہو جائے۔

☆ فرمان باری تعالیٰ: **اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾** الاحزاب [33:41-42]

تم اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔

☆ فرمان باری تعالیٰ:۔

.....**وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾** طٰہٰ [20:14] تم نماز قائم کرو میرے ذکر کے لیے۔

01۔ فرمان الٰہی ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں (جیسا وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے میں ویسا ہوتا ہوں) اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اپنے دل میں (تنہائی میں) میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اپنی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ کسی مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کے مجمع میں (فرشتوں کے مجمع میں) اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (حدیث قدسی)

02۔ کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتلاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے اور تمہارے مالک (پروردگار) کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور سونے چاندی کے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے (میدان جہاد میں) مقابلہ کرو اور پھر تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں؟

(صحابہ نے عرض کیا) کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ ضرور بتلایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (وہ عمل) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (حدیث قدسی)

03۔ کوئی صدقہ (عمل خیر) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے افضل نہیں ہے۔

04۔ رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے (اس پر مامور) ہیں کہ راستوں میں گھوم پھر کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں پس جب وہ کسی جماعت کو اللہ جل شانہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ آؤ اپنے مقصود (ذکر اللہ تعالیٰ) کی طرف آجاؤ۔ تو وہ سب فرشتے مل کر دنیا کے آسمان تک ان ذکر کرنے والوں کو اپنے بازوؤں کے سایہ میں لے لیتے ہیں۔

05۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور اس شخص کی جو اپنے پروردگار کا ذکر نہیں کرتا ''زندہ'' اور ''مردے'' کی سی مثال ہے۔

06۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو فوراً (رحمت کے) فرشتے ان کو (چاروں طرف سے) گھیر لیتے ہیں اور (اللہ تعالیٰ کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے سکون واطمینان ان پر برسنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان (فرشتوں) سے ان ذکر کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو اس کے پاس (موجود رہتے) ہیں۔

07۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے (موجبِ اجروثواب) احکام تو بہت ہوگئے۔ آپ ﷺ مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیجیے جس کو میں مضبوط پکڑلوں (اور برابر کرتا رہوں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری زبان برابر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہیے۔

08۔ ایک صحابی (معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ آخری بات جس پر میں رسول اللہ ﷺ سے جدا ہوا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا، کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
وہ عمل یہ ہے کہ تمہیں اس حالت میں موت آئے کہ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔

09۔ انہی صحابی (معاذ رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے (کچھ) وصیت کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے مقدور بھر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ (خوف وخشیت) کو اپنے اوپر لازم کرلو اور ہر حجر وشجر کے پاس (یعنی ہر جگہ) اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جو بھی کوئی برا کام کر بیٹھو فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے اس سے ازسرنو توبہ کرو۔ پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ۔

10۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بھی آدمی نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ اس کو اللہ تعالیٰ

کے عذاب سے نجات دلانے والا ہو۔

11۔ مندرجہ بالا حدیث پاک کی روایت میں آیا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد؟ آپ ﷺ نے فرمایا (ہاں) نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بجز اس شخص کے جو اپنی تلوار سے دشمنوں کی گردنیں اس قدر کاٹے کہ وہ ٹوٹ جائے۔ (آخری جملہ) آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔

12۔ اگر ایک آدمی کی گود میں درہم (روپے بھرے) ہوں اور وہ ان کو برابر تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا آدمی برابر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس (درہم تقسیم کرنے والے) سے افضل و اعلیٰ ہو گا۔

13۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم بہشت کے سبزہ زاروں میں گزرا کرو تو سیر ہو کر چر لیا کرو (یعنی ذکر اللہ تعالیٰ کی نعمت خوب اچھی طرح حاصل کر لیا کرو) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا بہشت کے باغ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ذکر کے حلقے (مجلسیں)۔

14۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: آج تمام اہلِ محشر کو معلوم ہو جائے گا کہ کرم (عزت و احترام) کے لائق کون لوگ ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ یہ عزت و احترام کے لائق کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جو مسجدوں میں ذکر کی مجلسیں (منعقد) کرانے والے (ذاکرین) ہیں۔

15۔ ہر آدمی کے دل کی دو کوٹھڑیاں ہوتی ہیں ایک میں فرشتہ رہتا ہے اور دوسری میں شیطان۔ پس جب وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو جاتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان اپنی چونچ اس کے دل میں رکھ دیتا ہے (یعنی اس کے دل پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور (طرح طرح کے) وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

16۔ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور پھر سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ پھر دو رکعتیں (اشراق کی) پڑھیں (پھر مسجد سے واپس آیا) تو اس کو ایک (حج) اور ایک (عمرہ) کی مانند اجر ملے گا۔ پورے (حج اور عمرہ) کا پورے حج اور عمرہ کا پورے حج اور عمرہ کا۔

اسی روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں وہ ایک حج اور ایک عمرہ کا اجر لے کر (مسجد سے) واپس ہوگا۔

17۔ (ذکر اللہ تعالیٰ سے) غافل لوگوں (کے ماحول) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اس مجاہد کی مانند ہے جو (میدان جنگ سے) بھاگنے والوں (کی جماعت) میں ثابت قدم رہا۔

18۔ جو کوئی جماعت کسی بھی مجلس میں جمع ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر وہاں سے منتشر ہو گئی تو یوں سمجھو کہ وہ ایک مردار گدھے کی نعش (پر جمع ہوئے تھے اور اسے کھا کر) منتشر ہو گئے اور ان کی یہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے بڑی حسرت و افسوس کا موجب ہوگی۔

19۔ جو شخص بھی کسی راستہ پر (کسی کام کے لیے) چلا اور اس (اثنا) میں اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ (غفلت) اس کے لیے حسرت و حرمان کا موجب ہوگی اور جو شخص بھی اپنے بستر پر لیٹا اور اس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ (غفلت) اس کے حسرت و حرمان کا موجب ہوگی۔

20۔ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو اس کا نام لے کر آواز دیتا ہے کہ اے فلاں (پہاڑ) کیا تیرے پاس سے کوئی ایسا آدمی گزرا ہے جس نے (گزرتے وقت) اللہ کا ذکر کیا ہو تو جب وہ (جواب میں) کہتا ہے ''ہاں'' تو وہ خوش ہوتا ہے

(اور اس کو) مبارک باد دیتا ہے۔

21۔ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے لیے سورج، چاند، ہلال اور ستاروں اور سایوں کی دیکھ بھال رکھتے ہیں (اور ہر وقت اور موقعہ کے مناسب اللہ کا ذکر کرتے ہیں)

22۔ قیامت کے دن جنت والے کسی چیز پر افسوس نہ کریں گے۔ بجز اس ساعت کے جو، اُن پر گزر گئی اور اس میں انہوں نے اللہ کا ذکر نہیں کیا (کہ کاش اس ساعت میں بھی ہم اللہ کا ذکر کرتے اور اس کا بھی اجروثواب پاتے)۔

23۔ تم اتنی کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں۔

24۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ وہ تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَر)، تقدیس (سُبْحَانَ الْمَلِكُ الْقُدُّوس) اور تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کی تعداد کا خیال رکھا کریں اور انہیں انگلیوں پر شمار کیا کریں، فرمایا: اس لیے کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے دریافت کیا جائے گا اور (انہیں قوت گویائی دے کر) بلوایا جائے گا (اور وہ بتلائیں گی کہ کتنی تعداد میں تکبیر و تقدیس و تہلیل کی تھی)۔

25۔ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے خطاب کر کے فرمایا: تم تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہ)، تقدیس (سُبْحَانَ الْمَلِكُ الْقُدُّوس) اور تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کو اپنے اوپر لازم کرلو اور (کبھی) ان سے غفلت نہ کرو کہ تم اللہ کی رحمت سے فراموش (محروم) کردی جاؤ (گی)۔

26۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

27۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرنے والے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل کے چار غلاموں کو آزاد کردوں اور اسی طرح میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں چار غلام (اولاد اسماعیل علیہ السلام) کے آزاد کروں۔

28۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تنہا سفر کرنے والے سبقت لے گئے صحابہ نے عرض کیا (یارسول اللہ ﷺ) یہ تنہا سفر کرنے والے کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ اسی روایت کے دوسرے الفاظ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے شیدائی، یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے (گناہوں کے) بوجھ ہلکے کرتا رہتا ہے، چنانچہ وہ قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) ہلکے پھلکے ہوکر آئیں گے۔

29۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ وہ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم دیں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں (راوی نے) پوری حدیث بیان کی، یہاں تک کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم (کثرت سے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو اس لیے کہ اس ذکر کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے تعاقب میں دشمن انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ نکلا ہو، اور وہ شخص بھاگتے بھاگتے ایک محفوظ قلعے تک پہنچ گیا ہو اور اس میں پناہ گزین ہو کر دشمن سے اپنی جان بچالی ہو۔ بالکل

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بندہ (اپنے دشمن) شیطان سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اور کسی چیز سے اپنے کو نہیں بچا سکتا۔

30۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم دنیا میں کچھ لوگ نرم و گداز بستروں پر لیٹ کر بھی (سونے کے بجائے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ جنت کے اعلیٰ درجات میں داخل فرمائے گا۔

31۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ لوگ جن کی زبانیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ ہنستے ہوئے جنت میں جائیں گے۔

قارئین کرام! ذکرِ الٰہی کی اور ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت سے آگاہ ہونے کے بعد ضروری ہے کہ امتِ محمدی کے اولیائے کرام کا ذکر وفکر کے سلسلہ میں اہتمام کا مطالعہ کرلیا جائے تاکہ مزید ترغیب وتلقین کا باعث ہو۔

اولیاءِ کرام اور ذکرِ الٰہی:۔

1۔ حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے شیخ جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پسے ہوئے ستو دیکھے، میں نے پوچھا آپ ستو کے علاوہ اور کچھ کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے کھانا چبانے اور ستو پینے میں ستر تسبیحوں کا اندازہ لگایا ہے۔ چالیس سال ہوئے میں نے روٹی کھائی ہی نہیں تاکہ ان تسبیحوں کا وقت ضائع نہ ہو۔

قارئین کرام ہم لوگ بہت غافل ہیں۔ اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے زندگی کیسے گزارتے ہیں اور ان کا طرزِ فکر کیا ہے۔ کاش ہمیں بھی یہ نعمتِ ذکر وفکر اسی طرح نصیب ہوجائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

2۔ جناب عمر بن عبید رحمۃ اللہ علیہ تین کاموں کے علاوہ کبھی گھر سے باہر نہ نکلتے نماز باجماعت کے لیے، مریضوں کی عیادت کے لیے اور جنازوں میں شرکت کے لیے، اور وہ فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو چور اور رہزن پایا ہے۔ عمر ایک عمدہ جوہر ہے جس کی قیمت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا اس سے آخرت کے لیے خزانہ اکٹھا کرنا چاہیے اور آخرت کے طلبگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں ریاضت کرے تاکہ اس کا ظاہر اور باطن ایک ہوجائے۔

3۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ابتدائے ریاضت میں جب مجھے نیند آتی تو میں آنکھوں میں نمک کی سلائی لگاتا، جب نیند زیادہ تنگ کرتی تو میں گرم سلائی آنکھوں میں پھر لیتا۔

4۔ حضرت ابراہیم بن حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے: میرے والدِ محترم کو جب نیند آنے لگتی تو وہ دریا کے اندر تشریف لے جاتے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگتے جسے سن کر دریا کی مچھلیاں اکٹھی ہوجاتیں اور وہ بھی تسبیح کرنے لگتیں۔

5۔ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رب سے دعا مانگی، میری رات کی نیند اڑا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں چالیس برس تک نیند نہ آئی (اس طرح تمام راتیں انہوں نے عبادت میں بسر کیں)۔

6۔ حضرت حسن حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے جسم کو ٹخنوں سے گھٹنوں تک تیرہ جگہوں سے بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا اور اسی حالت میں وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نفل ادا کرتے تھے۔

7۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابتدائے حال میں بازار میں جاتے، اپنی دکان کھول کر اس کے آگے پردہ ڈال دیتے اور چار سو رکعت نفل ادا کرکے دکان بند کرکے گھر واپس آجاتے۔

8۔ حضرت حبشی بن داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔

9۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا، غلام نے کہا اے مالک! میری تین شرطیں ہیں:

(ا) جب نماز کا وقت آئے تو مجھے اس کے ادا کرنے سے نہ روکنا۔

(ب) دن کو مجھ سے جو چاہو کام لو مگر رات کو نہیں۔

(ج) مجھے ایسا کمرہ دو جس میں میرے سوا کوئی نہ آئے۔

مالک نے تینوں شرطیں منظور کرتے ہوئے کہا گھر میں رہنے کے لیے کوئی کمرہ پسند کرلو۔ غلام نے ایک خراب سا کمرہ پسند کرلیا۔ مالک بولا تو نے خراب کمرہ کیوں پسند کیا؟

غلام نے جواب دیا اے مالک! یہ خراب کمرہ اللہ تعالیٰ کے یہاں چمن ہے۔ چنانچہ وہ دن کو مالک کی خدمت کرتا اور رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوجاتا۔ ایک رات اس کا مالک وہاں سے گزرا تو اس نے دیکھا کمرہ منور ہے، غلام سجدہ میں ہے اور اس کے سر پر ایک نورانی قندیل معلق ہے اور وہ آہ زاری کرتے ہوئے کہہ رہا ہے:

یاالٰہی! تو نے مجھ پر مالک کی خدمت واجب کردی ہے اور مجھ پر یہ ذمہ داری نہ ہوتی تو میں صبح وشام تیری عبادت میں مشغول رہتا، اے اللہ تعالیٰ! میرا عذر قبول فرمالے۔

مالک ساری رات اس کی عبادت دیکھتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی، قندیل بجھ گئی اور کمرے کی چھت حسب سابق ہموار ہوگئی۔ وہ واپس لوٹا اور اپنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا۔

جب دوسری رات ہوئی تو وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گیا۔ وہاں دیکھا تو غلام سجدہ میں تھا اور نورانی قندیل روشن تھی۔ وہ دونوں دروازے پر کھڑے ہوگئے اور ساری رات اسے دیکھ کر روتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے غلام کو بلا کر کہا کہ ہم نے تجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر آزاد کردیا ہے تاکہ تو فراغت سے اس کی عبادت کرسکے۔ غلام نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا ؎

یا صاحب السران السرقد ظهرا ولا ارید حیوتی بعد ما اشتهرا

اے صاحبِ راز، راز ظاہر ہوگیا، اب میں اس افشائے راز اور شہرت کے بعد زندگی نہیں چاہتا۔ پھر کہا اے الٰہی! مجھے موت دے دے اور گر کر مر گیا۔

قارئینِ کرام! صالح، عاشق اور طالب مولیٰ لوگوں کے حالات ایسے ہی تھے۔ لہٰذا ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ باوضو رہے۔ جب بے وضو ہوجائے تو فوراً وضو کرکے دو رکعت نفل ادا کرے۔ ہر مجلس میں قبلہ رو بیٹھے۔ حضور دل اور مراقبہ کے ساتھ یہ تصور کرے کہ وہ حضور ﷺ کے سامنے مواجہہ شریف میں بیٹھا ہے۔ تحمل اور بردباری کو اپنے افعال میں لازم رکھے۔ دکھ جھیلے مگر برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے۔ گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ خود بینی اور ریا کے قریب نہ جائے کیونکہ خود بینی شیطان کی صفت ہے۔ اپنے آپ کو حقارت سے اور نیک لوگوں کو احترام سے دیکھے اس لیے کہ جو شخص نیکوں کا احترام کرنا نہیں جانتا اللہ تعالیٰ اسے ان کی صحبت سے محروم کردیتا ہے اور جو شخص عبادت کی حرمت وعظمت کو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے عبادت کی شیرینی نکال لیتا ہے۔

جو درود نہ پڑھے بد بخت اور بخیل ہے:۔

01۔ ان ابخل الناس من ذکرت عندہ فلم یصل علی
لوگوں میں سے سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔(399)

02۔ من الجفاء ان اذکر عند رجل فلم یصل علی
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
یہ عادت سنگدلی سے ہے کہ کسی آدمی کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑے۔(400)

03۔ من ذکرت عندہ فلم یصل علی فقد شقیی (ابن السنی عن جابر)
حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس میرا ذکر ہو پھر اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا تو اس نے بدبختی پائی۔ (401)

04۔ من ذکرت عندہ فخطیء الصلاۃ علی خطیء طریق الجنۃ (طب عن الحسین) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جس شخص کے پاس میرا ذکر ہو تو اس نے مجھ پر درود پڑھنے میں خطاء کی تو اس نے جنت کا راستہ پانے میں خطاء کی۔(402)

05۔ ما جلس قوم یذکرون اللہ عزوجل لم یصلوا علی نبیھم الا کان ذلك المجلس علیھم ترۃ ولا قعد قوم لم یذکرو اللہ الا کانت علیھم ترۃ (عن ابو ہریرۃ)
حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نہیں بیٹھی کوئی قوم کہ ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اور انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہیں پڑھا مگر انہیں اس مجلس کا افسوس ہوگا۔ یونہی نہیں بیٹھی کوئی قوم کہ انہوں نے اخیر مجلس تک اللہ کا ذکر نہیں کیا مگر انہیں بھی اس کا افسوس ہوگا۔(القول البدیع ص78)

06۔ الا ادلکم علی خیر الناس و شر الناس وابخل الناس و اکسل الناس والام الناس واسرق الناس قیل یا رسول اللہ بلی قال خیر الناس من التفع بہ الناس و شر الناس من یسعٰی بأخیہ المسلم و اکسل الناس من ارق فی لیلۃ فلم یذکر اللہ بلسانہ و جوارحہ والام الناس من اذا ذکرت عندہ لم یصل علی وابخل الناس من بخل بالتسلیم علی الناس واسرق الناس من سرق صلاتہ قیل یا رسول اللہ کیف یسرق صلاتہ قال لا یتم رکوعھا وال سجودھا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں نہ بتاؤں کون سب سے بہتر ہے، کون سب سے برا ہے، کون سب سے بخیل ہے، کون سب سے سست ہے، کون سب سے زیادہ مستحق ملامت ہے، کون سب سے بڑا چور ہے، عرض کی گئی کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور بتایئے۔ فرمایا، سب سے بہتر وہ ہے جس سے لوگ نفع پائیں۔ سب سے برا وہ ہے جو حاکم کے پاس مسلمان بھائی کی چغلی کھائے۔ سب سے سست وہ ہے جو رات بھر جاگے مگر اللہ کا ذکر نہ زبان سے کرے نہ دیگر اعضاء سے۔ سب سے زیادہ مستحق ملامت وہ ہے جس کے

پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو اہلِ اسلام کو سلام کہنے میں بخل کرے۔سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرے۔عرض کی گئی،''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی نماز کی چوری کوئی کس طرح کرتا ہے؟ فرمایا، نہ رکوع صحیح کرتا ہو نہ سجدہ۔(القول البدیع ص147)

07۔ الا انبئکم بابخل البخلاء الا انبئکم باعجز الناس من ذکرت عندہ فلم یصل علی ومن قال لہ ربہ فی کتابہ ادعونی فلم یدعہ قال اللہ تعالیٰ (ادعونی استجب لکم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہیں اس کی خبر نہ دوں جو بخیلوں میں سے سب سے بڑا بخیل ہے۔کیا تمہیں اس کی خبر نہ دوں جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ عاجز ہے۔جس کے سامنے میرا ذکر ہوا تو اس نے درود نہ پڑھا وہ سب سے بڑا بخیل (بخل البخلاء) ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کا حکم دیا اور اس نے دعا نہ کی وہ لوگوں میں سے سے زیادہ عاجز (اعجز الناس) ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔(القول البدیع ص147)

08۔ من ذکرت عندہ فلم یصل علیك فمات فدخل النار (403)

حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو مرنے کے بعد آگ میں داخل ہوگا۔

09۔ من لم یصل علی فلا دین لہ (عن عبداللہ بن مسعودؓ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

جس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اس کا دین نہیں۔(جلاء الافہام ص22)

10۔ لا یری وجھی ثلاثۃ انفس العاق لوالدیہ وتارك سنتی ومن لم یصل علی اذا ذکرت بین یدیہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تین شخص میرا چہرہ نہ دیکھ سکیں گے۔

(۱) وہ جو ماں باپ کا نافرمان ہے۔(۲) وہ جو میری سنت کا تارک ہے۔(۳) وہ جو میرا نام سن کر مجھ پر درود نہیں پڑھتا۔(404)

11۔ ما اجتمع قوم ثم تفرقوا عن غیر ذکر اللہ عزوجل وصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الا قاموا عن انتین جیفۃ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کچھ لوگ جمع ہوں پھر ذکر کرنے اور درود پڑھنے کے بغیر ہی متفق ہوجائیں تو وہ مردار کی سی بدبو سے اٹھتے ہیں۔ (405)

12۔ الا کان علیھم من اللہ قرۃ یوم القیامۃ فان شاء عذبھم وان شاء غفرلھم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو اہل مجلس اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پڑھیں ان کو قیامت کے دن نقصان ہوگا پھر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عذاب دے چاہے بخش دے۔ (406)

13- عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ من نسی الصلاة علی نسی و فی روایة خطی یریق الجنة

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جومجھ پر درود پاک پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا رستہ بھول گیا۔(407)

14- عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لا یجلس قوم مجلساً لا یصلون فیه علی النبی ﷺ الا کان علیهم حسرةً وان دخلوا الجنة لما یرون من الثواب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جولوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اوراس میں نبی کریم ﷺ پر درودشریف نہیں پڑھتے تو وہ اگرچہ جنت میں داخل ہوگئے لیکن ان پرحسرت طاری ہوگی۔وہ حسرت کھائیں گے جب وہ جزا کو دیکھیں گے۔(408)

15- ان عائشة رضی الله تعالی عنها کانت تخیط شیئاً فی وقت السحر فضلت الابرة وطفی السراج فدخل علیها النبی ﷺ فاضاء البیت بضوئه صلی الله تعالی علیه وآله وسلم و وجدت الابرة فقالت ما اضوء وجهك یا رسول الله قال ویل لمن لا یرانی یوم القیامت قالت ومن لا یراك قال البخیل قالت ومن البخیل قال الذی لا یصلی علی اذا سمع باسمی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سحری کے وقت کچھ سی رہی تھیں تو سوئی گرگئی اور چراغ بجھ گیا۔ پس اچانک حضور نبی کریم نورمجسم ﷺ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ کے چہرہ انور کی روشنی سے سارا گھر روشن ہوگیا،حتی کہ سوئی مل گئی۔اس پر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا حضور آپ ﷺ کا چہرہ انور کتنا روشن ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا:''ویل''(ہلاکت) ہےاس بندے کے لیے جو مجھے قیامت کے دن نہ دیکھ سکے گا۔عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہے جو حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکے گا،فرمایا وہ بخیل ہے۔عرض کی بخیل کون ہے؟فرمایا:جس نے میرا نام مبارک سنا اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھا۔(409)

16- مر رجل بالنبی ﷺ ومعه ظبیة قد اصطادها فانطق الله سبحانه الذی انطق کل شی الظبیة فقالت یا رسول الله ان لی اولادا وانا ارضعهم وانهم الان جیاع فامر هذا ان یخلعنی حتی اذهب فارضع اولادی واعود قال فان لم تعودی قالت ان لم اعد فلعنی الله کمن تذکر بین یدیه فلا یصلی علیك او کنت کمن صلی ولم یدع فقال النبی ﷺ اطلقها وانا ضامنها فذهبت الظبیة ثم عادت فنزل جبریل علیه السلام و قال یا محمد الله یقرءك السلام ویقول وعزتی وجلالی انا ارحم بامتك من هذه الظبیة باولادها وانا اردهم الیك کما رجعت الظبیة الیك

ایک شخص نے ایک ہرنی شکار کی اور وہ اسے پکڑ کر جارہا تھا۔جب نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا تو اللہ تعالیٰ

نے اسے قوتِ گویائی عطا فرمادی۔تو ہرنی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے چھوٹے چھوٹے بچے دودھ پیتے ہیں اوراس وقت وہ بھوکے ہیں، لہٰذا آپ شکاری کوارشادفرمائیں کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں بچوں کودودھ پلاکرواپس آجاؤں گی۔شاہِ کونین ﷺ نے فرمایااگرتوواپس نہ آئی تو پھر؟ ہرنی نے جواب دیا اگرمیں واپس نہ آؤں تو مجھ پراللہ تعالیٰ کی لعنت ہوجیسے اس شخص پرلعنت ہوتی ہے جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکرِپاک ہواوروہ آپ ﷺ پردرود پاک نہ پڑھے یاجیسی لعنت اس شخص پرہوتی ہے جونماز پڑھےاورپھر دعانہ مانگے۔پھرحضورنبی کریم ﷺ نے اس شکاری کوحکم دیا کہ اسے چھوڑ دے اورمیں اس کا ضامن ہوں۔اس نے ہرنی کوچھوڑ دیا۔ہرنی بچوں کو دودھ پلاکرواپس آگئی۔پھرجبریل علیہ السلام بارگاہِ نبوت میں حاضرہوگئے اورعرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سلام فرماتا ہے اور یہ ارشادفرماتا ہے، مجھے اپنی عزت اورجلال کی قسم میں آپ ﷺ کی امت کے ساتھ اس سے بھی زیادہ مہربان ہوں جیسے کہ اس ہرنی کواپنی اولاد کے ساتھ شفقت ہے اورمیں آپ ﷺ کی امت کو آپ کی طرف لوٹاؤں گا جیسے کہ یہ ہرنی آپ کی طرف لوٹ کرآئی ہے۔(نزہۃ المجالس میں اتنا زیادہ ہے ''فاطلقها واسلم ''یعنی اس شکاری نے اس ہرنی کوچھوڑدیااوروہ مسلمان ہوگیا۔)(410)

17۔ قال رسول اللہ ﷺ کل امر ذی بال لایبدا فیہ بذکر اللہ ثم بالصلاۃ علی فهو اقطع اکتع

ہر بامقصد کام جوبغیر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور بغیر درود پاک کے شروع کیاجائے وہ بے برکت ہے اور خیر سے کٹا ہوا ہے۔(411)

18۔ کل کلام لا یذکر اللہ تعالیٰ فیہ فیبدا بہ و بالصلاۃ علی فهو اقطع ممحوق من کل برکت۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہروہ کلام جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو، بغیرذکرِالٰہی اوربغیر درود پاک پڑھے شروع کردیاجائے وہ کٹا ہوا ہے، وہ ہربرکت سے خالی ہے۔(412)

19۔ عن ام انس بنت حسین بن علی عن ابیها ﷺ قال قالوا للنبی ﷺ یارسول اللہ ارایت قول اللہ عزوجل "ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی" فقال علیہ الصلاۃ و السلام ان هذا من العلم المکنون ولولا انکم سالتمونی عنہ ما اخبرتکم ان اللہ عزوجل وکل بی ملکین فلا اذکر عند عبد مسلم فیصلی علی الا قال ذانك الملکان غفر اللہ لك و قال اللہ تعالیٰ و ملئکتہ جواباً لذینك الملکین آمین وفی لفظ اخر عند بعضهم وزادو لا اذکر عند عبد مسلم فلا یصلی علی الا قال ذانك الملاکان لا غفر اللہ لك وقال اللہ عزوجل وملئکتہ جواباً لذینك الملکین آمین۔

سیدناامام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شہزادی سیدہ اُم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آیت پاک ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط'' کے متعلق کچھ فرمائیے۔تو فرمایا: یہ ایک پوشیدہ علم ہے۔اگرتم نہ پوچھتے تو میں نہ بتاتا۔بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ دوفرشتے مقرر کیے ہیں۔جب میرا ذکرِپاک کسی مسلمان کے پاس ہوتا ہے اوروہ مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے تووہ دونوں فرشتے کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے۔فرشتوں کی اس دعا پراللہ تعالیٰ اوردوسرے

باقی فرشتے کہتے ہیں،''آمین!''۔ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ فرمایا: جب میرا ذکر پاک کسی مسلمان کے پاس ہوتا ہے اور مجھ پر درود پاک نہیں پڑھتا تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہ کرے تو اس دعا پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کہتے ہیں''آمین!''۔(413)

20۔ عن كعب بن عجرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ احضروا المنبر فحضرنا فلما ارتقى درجت قال امين ثم ارتقى الثانية فقال امين ثم ارتقى الثالثة فقال امين فلما نزل قلنا يا رسول الله قد سمعنا منك اليوم شيئاً ما كنا نسمعه فقال ان جبريل عرض لي فقال بعد من ادرك رمضان فلم يغفر له قلت امين فلما رقيت الثانية قال بعد من ذكرت عنده فلم يصل عليك فقلت امين فلما رقيت الثالثة قال بعد من ادرك ابويه الكبر عنده او احدهما فلم يدخلاه الجنة قلت امين (414)

حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا،''آمین''۔جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا،''آمین''۔جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا،''آمین''۔جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اُترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ ﷺ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت جبریل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔(جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔میں نے کہا،''آمین''۔پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا، ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔میں نے کہا،''آمین''۔جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا، ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔میں نے کہا،''آمین''۔

21۔ عن قتادة مرسلا قال قال رسول الله ﷺ من الجفاء ان اذكر عند رجل فلا يصلي علي۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: یہ بات ظلم ہے کہ کسی آدمی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

اجمالی جائزہ:۔قارئین کرام! حضور نبی کریم ﷺ کے مبارک ذکر کے وقت درود وسلام نہ پڑھنے پر سخت وعید آئی ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامام رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور دیگر راویوں سے اس سلسلہ میں متعدد احادیث مبارکہ روایت ہوئی جنہیں اگر مرتب کیا جائے تو ایک الگ کتاب بن جائے۔اختصار اور جامعیت کے پیشِ نظر ان میں سے مندرجہ بالا اکیس احادیث پیش خدمت کی ہیں۔عام قاعدہ ہے کہ،

کوئی نیک کام کرنے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ نیک عمل ترک کرنے سے انسان ان فوائد سے محروم رہتا

ہے۔ درودوسلام پڑھنے کے اس قدر بے شمار فائدے ہیں کہ اسے ترک کرنے والے کو احمق، جاہل، بد بخت، ظالم اور بخیل کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جسے یہ خطابات بارگاہ الٰہی اور بارگاہ رسالت سے حاصل ہوں اس کی بدبختی میں بھلا کسے شک ہے۔ درودوسلام ترک کرنے پر بہت وعید وارد ہوئی ہے۔ مثلاً

1۔ ایسے شخص کے لیے ہلاکت کی بددعا ہے۔
2۔ درودوسلام ترک کرنا بدبختی ہے۔
3۔ ایسا شخص جنت کا راستہ بھول جائے گا۔
4۔ درودوسلام ترک کرنے والا جہنم میں داخل ہوگا۔
5۔ درودوسلام ترک کرنے والا ظالم ہے۔
6۔ درودوسلام ترک کرنے والا بخیل ہے۔
7۔ درودوسلام ترک کرنے والے کا دین کامل نہیں رہتا۔
8۔ درودوسلام ترک کرنے والا دنیا اور آخرت میں آنحضرت ﷺ کی زیارت نہ کرسکے گا۔
9۔ ایسی مجلس جس میں درودوسلام نہ پڑھا جائے روزِ حشر کو حاضرین مجلس کے لیے حسرت وافسوس کا باعث ہوگی۔

قارئین کرام! موضوع کے پیش نظر مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں سے اہم نکات کی وضاحت پیش خدمت ہے تا کہ ان احادیث مبارکہ کا مفہوم مزید واضح ہوسکے اور ہم ان سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔

بخیل کی وضاحت:۔ بخیلوں میں سب سے بدتر بخیل وہ ہوتا ہے جو سخاوت سے دشمنی رکھے کہ اسے یہ بھی پسند ہے کہ کوئی دوسرا اس پر سخاوت کرے لیکن اس نعمت کا شکر اور ذکر (درودوسلام کی شکل میں) نہ کرے۔ درودشریف پڑھنے والے کے ثواب کو چونکہ بہت بڑے پیمانے سے ماپا جاتا ہے (مشکوٰۃ ص 87) تو درود نہ پڑھنے والا اتنے بڑے ثواب سے خود کو محروم رکھنا پسند کرتا ہے۔ اس بنا پر اسے بہت بڑا بخیل ارشاد فرمایا گیا یعنی مفت ملنے والے بہت ثواب کو لینا پسند نہیں کرتا (415)

ناک کے خاک آلودہ ہونے کی وضاحت:۔ حدیث نمبر 20 میں ''ناک گردآلود ہو'' کے معنی ہیں کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو کیونکہ درود شریف پڑھنے سے آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک، ملائکہ کے نزدیک اور لوگوں کے نزدیک معظم ومحترم ہو جاتا ہے۔ اس کی نیکیاں بڑھتی ہیں، گناہ مٹتے ہیں اور درجے بلند ہوتے ہیں۔ یونہی رمضان مبارک کی قدر کرنے سے، روزوں اور نمازوں کے ذریعے اس کی تعظیم بجالانے سے آدمی گناہوں کی ذلت سے بچ جاتا ہے، مغفرت رحمت اور جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اسی طرح ماں باپ کی خدمت کرنے والے کو دارین میں عزت ملتی ہے کہ دنیا میں اس کی اولاد اس کی خدمت کرے گی اور آخرت میں رب کریم اسے جنت عطا فرمائے گا۔ تو جس نے یہ تین سعادتیں حاصل نہ کیں۔ نہ درود شریف پڑھا، نہ ماہ رمضان کی قدر کی، نہ ماں باپ کی خدمت بجالایا تو اس نے اپنے آپ کو دارین کی عزت سے محروم کیا اور دونوں جہان میں ذلت وخواری کو حاصل کیا (اللہ کی پناہ)۔

سب سے بہتر انسان:۔ حدیث پاک نمبر 6 میں بیان ہوا ہے کہ انسانوں میں سے سب سے بہتر وہ ہے جس سے لوگ نفع

حاصل کریں۔اگرغور کیا جائے توتسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کوسب سے زیادہ نفع علمائے حق نے پہنچایا۔مسلمانوں کی سی زندگی گزارنے کے لیے ہرمسلمان مہد سے لحد تک علماء کرام کا محتاج ہےاورعلمائے کرام ہمیشہ اپنے مسلمان بھائیوں کی دستگیری فرماتے اورنفع پہنچاتے رہتے ہیں۔ جب کسی بے دین نے مسلمانوں پرحملہ کیا اوران کے عقائد بربادکرکے انہیں جہنمی بنانے کی کوشش کی تو علمائے حق نے ہی ان بے دینوں کا مقابلہ فرما کرمسلمانوں کوان کے دشمنوں سے بچایااورصراط مستقیم پرقائم رکھا۔بنابریں علمائے حق کی شان میں حضوراقدس ﷺ نے فرمایا:

01۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ یُحِبُّھُمْ اَھْلُ السَّمَاءِ وَیُسْتَغْفِرَلَھُمُ الْحِیْتَان۔

پیغمبروں کے وارث علماء ہیں،علماء سے آسمان کے فرشتے محبت کرتے ہیں اورسمندری مچھلیاں استغفارکرتی ہیں۔

02۔ اِتَّبِعُوا الْعُلَمَاءَ فَاِنَّھُمْ سُرُجَ الدُّنْیَا وَمَصَابِیْحُ لِلْاٰخِرَۃِ۔علماء کی پیروی کروکیونکہ وہ دنیا کے سراج ہیں اورآخرت میں مصباح۔

03۔ اَلْعُلَمَاءُ مَصَابِیْحُ الْاَرْضِ وَخُلَفَاءُ الْاَنْبِیَاءِ۔علماء(علمائے حق)زمین کے چراغ اورنبیوں کے وارث ہیں۔

04۔ اَلْعُلَمَاءُ قَادَۃٌ وَالْمُتَّقُوْنَ سَادَۃٌ۔علماءمسلمانوں کے قائد ہیں اورمتقی علماءمسلمانوں کے سردار ہیں۔

05۔ اَلْعُلَمَاءُ اُمَنَاءُ اُمَّتِیْ علماءمیری امت کے امین ہیں۔

06۔ اَلْعَالِمُ سُلْطَانَ اللہِ فِی الْاَرْضِ۔ عالم دین زمین میں اللہ تعالیٰ کامقررکردہ بادشاہ ہے۔

07۔ عالم اورعابد دونوں پلصراط پراکٹھے ہوں گےتوعابدکوجنت میں بھیج دیاجائے گااورعالم سے کہا جائے گاتم شفاعت کروجس کی شفاعت کروگے شفعت اس کے حق میں تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔''فقام مقام الانبیاء'' توعالم شفاعت میں نبیوں کانائب ہوگا۔

08۔ اِذَا اَرَادَ اللہُ بِعَبْدًا خَیْرًا فَقَّھَہٗ فِی الدِّیْنِ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہےتو اسے دین کاعلم بخشتا ہے۔

09۔ جب کسی کوعلم دین کی طرف طلب میں موت آجائےتووہ شہید ہوتا ہے۔

10۔ جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تواس کے میوے کھالیا کرو۔عرض کی گئی،جنت کے باغ کیا ہیں؟فرمایا: ''مَجَالِسُ عُلَمَاءِ''علماء کی محفلیں۔

11۔ قیامت کے دن علماء کی دواتوں کی روشنائی اورشہیدوں کا خون تولا جائے گاتوعلماء کی روشنائی شہید کے خون سے وزنی ہوگی۔

12۔ عَالِمٌ یُنْتَفَعُ بِہٖ خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔وہ عالم جس کے علم سے مسلمانوں کونفع پہنچے ہزارعابد سے بہتر ہے۔

13۔ اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے۔یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اورمچھلیاں سمندروں میں ''یُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرِ'' درودشریف بھیجتے ہیں اس عالم دین پرجولوگوں کوخیر کی تعلیم دیتا ہے۔(دین کی باتیں بتاتا ہے۔)

14۔ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ۔

عالم کو عابد پر اللہ تعالیٰ نے ایسی فضیلت بخشی جیسی فضیلت مجھے تم میں سے کسی ادنیٰ پر عطا کی۔

15۔ (اگر بننا ہے) تو عالم یا معلم یا ان کے وعظ سننے والا یا ان سے محبت رکھنے والا (بنو) ''وَلَا تَکُنْ خَامِسًا فتهلك''اوران کے علاوہ کوئی پانچواں نہ ہونا۔اگر پانچواں ہوا تو ہلاک ہوجائے گا۔(416)

قارئین کرام! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے ہمیں غفلت سے بچائے، ہرلمحہ اپنی اور اپنے محبوب کی یاد کی دولت عطاء فرمائے،علمائے حق کی محبت،متابعت اوران سے علم کی دولت عطا فرمائے ؎

مجھ کو عطا ہو مولا کریما عشقِ نبی کا دائم خزینہ　　کروٹ کروٹ عشقِ محمد پہلو بہ پہلو سوزِ مدینہ

ﷺ　ﷺ　ﷺ　ﷺ　ﷺ　ﷺ　ﷺ　ﷺ

درودشریف کی برکت سے بھولی ہوئی بات کا یاد آنا:۔

1۔ من اراد ان یحدث بحدیث فنسیه فلیصل علی فان فی صلاته علی خلفا من حدیثه وعساه ان یذکره (اخرجہ الدیلمی عن عثمان بن ابی حرب الباھلی فی سعادۃ الدارین)

حضرت عثمان بن ابی حرب الباھلی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کوئی بات کرنی چاہے اور وہ بات اسے بھول جائے تو اسے مجھ پر درود پڑھنا چاہیے کیونکہ اس نے بھولی ہوئی بات کی جگہ درود پڑھا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس کی برکت سے اسے بھولی ہوئی بات یاد آجائے۔

2۔ ثنا سعدان بن عبدة ابو سعید المروزی ثنا عبیدالله بن عبدالله العتکی ابنا انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ اذا نسیتم شیئاً فصلوا علی تذکروه ان شآء الله۔(417)

انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم کوئی چیز بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو۔خدا نے چاہا تو وہ بھولی ہوئی شے تم کو یاد آجائے گی۔

اجمالی جائزہ:۔ قارئین کرام! بھول جانے کی کئی ایک وجوہات ہوسکتی ہیں مثلاً یادداشت کی کمزوری کی وجہ سے بھول جانا، ذہنی مصروفیت کی وجہ سے کسی بات کو صحیح طور پر یاد نہ رکھ پانا یا شیطان کے عمل دخل کی وجہ سے کوئی بات بھول جانا کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور وہ انسان کو کسی نہ کسی صورت پریشان دیکھنا چاہتا ہے۔ بہرحال بھول جانے کی کوئی بھی وجہ ہو حضور ﷺ پر درودشریف پڑھنے سے کئی فائدے حاصل ہوں گے۔

عزیزانِ من! انسانی زندگی کا اصل مقصد ذاتِ باری تعالیٰ اور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا قرب ورضا حاصل کرنا ہے۔اس مقصد کے حصول کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ نے دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم کی تعلیم دی ہے تاکہ انسان فوز وفلاح پاسکے۔وسیلہ ڈھونڈھنے اور آیت شریف ''وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ''(اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو) کے تحت امام العباس تیجانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا وَسِیْلَةَ اَعْظَمُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَسِیْلَةَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَیْهِ (418)

نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی وسیلہ نہیں ہے اور درودشریف سے بڑھ کر حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔

فضائلِ اخلاق اور فضائلِ اعمال و صدقات

اسلام کا تصورِ اخلاق:۔ 'اخلاق'، 'خلق' کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں: عادت، خصلت، خو۔ لہٰذا اخلاق کے معنی ہیں: عادات، خصائل، خصلتیں۔

اخلاق کی اقسام:۔ خوبی، خامی اور نوعیت کے لحاظ سے اخلاق کی کئی اقسام ہیں۔

اخلاقِ طبعی:۔ طبیعت یا مزاج سے مراد وہ خاص فطری استعداد یا صلاحیت ہے جس کی رو سے انسان بآسانی تھوڑے سے سبب سے کسی کام کی طرف مائل ہو جاتا ہے یا اس میں خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً گرم خشک مزاج والے انسان کو بہت جلد غصہ آ جاتا ہے۔ گرم تر مزاج والے انسان پر جلد شہوت غالب آ جاتی ہے اور سرد خشک مزاج والا انسان جلد ذہنی کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے۔ طبیعت یا مزاج کی بدولت بآسانی سرانجام پانے والے اچھے برے کام اخلاقِ طبعی کہلاتے ہیں۔

اخلاقِ کسبی:۔ تعلیم و تربیت اور مشق و تکرار کی بدولت بلاتکلف صادر ہونے والے کام، اخلاقِ کسبی کہلاتے ہیں۔

اخلاقِ حسنہ و اخلاقِ سیئہ:۔ اچھے اخلاق کو 'اخلاقِ حسنہ'، 'اخلاقِ محمودہ'، یا 'فضائل' کہتے ہیں۔ برے اخلاق کو 'اخلاقِ سیئہ'، 'اخلاقِ ذمیمہ' یا 'رذائل' کہتے ہیں۔ فضیلت کے لغوی معنی ہیں: برتری، فوقیت، بزرگی، بڑائی، فضل، نیکی، کمال۔ 'فضائل' ،فضیلت کی جمع ہے۔ پاکیزہ صفات 'فضائل' کہلاتی ہیں۔ وہ تمام عادات جو نیک نیتی، حسنِ خلوص اور رضائے الٰہی کی خاطر اختیار کی جائیں انسان کی فضیلتیں ہیں اور وہ سب نیکیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ اسلام میں ہر نیکی ایک اچھا خلق ہے اور ہر برائی رذالت ہے۔ اسلام حسنِ خلق پیدا کرنے کی تربیت دیتا ہے۔(419)

تقسیمِ فضائل:۔ دورِ حاضر کے علمائے اخلاق کے مطابق فضائل کی تین اقسام ہیں: فضائل شخصیہ، فضائل اجتماعیہ، فضائل دینیہ۔

فضائلِ شخصیہ:۔ ''فضائلِ شخصیہ'' ان فضائل کا نام ہے جو فرد و شخص کی زندگی کو منظم کرتے ہیں اور اس کے قویٰ اور ملکات میں ترقی اور اعتدال پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ ''ضبطِ نفس'' اور ''تہذیبِ نفس'' سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر لذائذ میں انہماک سے ''ضبطِ نفس'' ہے تو ''عفت'' ہے۔ اگر خود کو ہمیشہ کے لیے رنج و مصائب میں ڈال دینے' یا رنج و مصائب سے دہشت و خوف کھانے پر ضبطِ نفس ہے تو شجاعت ہے۔ اگر ''تہذیبِ نفس''، یعنی نفس کو عقل کے زیرِ فرمان کرنے پر ترغیب ہے تو اس کا نام ''حکمت'' ہے۔

فضائلِ اجتماعیہ:۔ ''فضائلِ اجتماعیہ'' ان فضائل کو کہتے ہیں جو فرد و شخص کو اس کے گرد و پیش انسانوں کے ساتھ ایک ہی لڑی میں پروتے اور ان سب کے حالات کو ترقی کی راہ پر لگاتے ہیں۔ فضائلِ اجتماعیہ میں اگر انسانی حقوق کی کما حقہٗ ادائیگی ہے تو اس کو ''عدل'' کا نام دیا جائے گا۔ اگر حقوقِ انسانی کی فرض سے بڑھ کر ادائیگی ہے تو وہ ''احسان'' ہے۔

فضائلِ دینیہ:۔ ''فضائلِ دینیہ'' وہ ہیں جو مذہب کے احکام کے تابع ہیں۔ ان میں وہ تمام امور شامل ہیں جن کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی رضا کے لئے متصف ہونا ضروری ہے۔ (420)

اخلاق کی اہمیت:۔ جب انسان اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس کی ہر شے سے اس کا تھوڑا بہت تعلق پیدا ہوجاتا ہے ہے۔اللہ تعالیٰ سے، نبی کریم ﷺ سے، اپنے اعزہ واقارب سے، ہر اپنے پرائے سے، جانوروں اور چرند پرند سے، ہر اس شے سے جس سے اس کا معاملہ یا تعلق ہے، اس تعلق کے فرض کو حُسن وخوبی سرانجام دینا اخلاق ہے۔

اخلاق سے مقصود باہمی حقوق وفرائض کی اچھے طریقے سے ادائیگی ہے۔ اخلاق حسنہ کی بدولت انسان کے مقصد حیات کی تکمیل ہوتی ہے۔ اخلاق سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ انسان کو روحانی کمال حاصل ہوتا ہے۔ ذات باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا قرب اور رضا حاصل ہوتے ہیں۔

اخلاقِ حسنہ کے بارے میں ارشاداتِ باری تعالیٰ:۔ دین اسلام کی رو سے بنیادی عقائد پر ایمان لانے کے بعد تکمیلِ ایمان کے لیے نیک کام سرانجام دینا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٧﴾ البقرہ[2:277]

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، اور ان پر (آخرت میں) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے o

نیک کاموں کی بدولت انسان کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ تقویٰ سے مراد وہ قلبی وروحانی کیفیت ہے جو ہر قسم کی نیکی کی محرک ہے۔ اس تقویٰ کی بدولت انسان کے اخلاق اچھے ہوجاتے ہیں وہ برے لوگوں اور برائیوں سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع اور انکساری اختیار رہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ الفرقان[25:63-65]

اور (خدائے) رحمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہوجاتے) ہیں o اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لیے سجدہ ریزی اور قیام (نیاز) میں راتیں بسر کرتے ہیں o اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو (ہمہ وقت حضورِ باری تعالیٰ میں) عرض گزار رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹالے بے شک اس کا عذاب بڑا مہلک (اور دائمی) ہے o

فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٣٩﴾ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ الشوریٰ[42:36-40]

سو تمہیں جو کچھ بھی (مال و متاع) دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا (چند روزہ) فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور پائیدار ہے (یہ) اُن لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر توکّل کرتے ہیں0 اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب انہیں غصّہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں0 اور جو لوگ اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور اُن کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور اس مال میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے خرچ کرتے ہیں0 اور وہ لوگ کہ جب انہیں (کسی ظالم و جابر) سے ظلم پہنچتا ہے تو (اس سے) بدلہ لیتے ہیں0 اور برائی کا بدلہ اسی برائی کی مثل ہوتا ہے، پھر جس نے معاف کر دیا اور (معافی کے ذریعہ) اصلاح کی تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ بے شک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا0

تمام عبادات کے دوسرے اہم مقاصد کے علاوہ، ان عبادات کا اہم ترین مقصد اخلاقِ حسنہ کی تربیت اور تکمیل ہے۔ اگر ان عبادات سے روحانی و اخلاقی ترقی و اصلاح حاصل نہ ہو تو یہ اسی طرح ہے جیسے درخت بغیر پھل کے، پھول بغیر خوشبو کے اور جسم بغیر روح کے۔

کلمہ طیبہ سے جس طرح معبودانِ باطل کی نفی اور معبودِ حقیقی کے اقرار کا درس ملتا ہے اس طرح رذائلِ اخلاق سے چھٹکارا پانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل و اکمل شخصیت کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اور اخلاقِ الٰہی سے متصف ہونے کا درس ملتا ہے۔ کلمہ طیبہ کے قولی و فعلی اور عملی اقرار کے لیے ضروری ہے کہ انسان بُرے اخلاق و بُری عادات اور برے اعمال سے نجات پائے اور امانت، دیانت، شرافت، صداقت، عدالت، شجاعت کے اوصاف اپنائے۔ نماز صحیح طریقے سے ادا کی جائے تاکہ انسان بے حیائی اور برائی سے بچے اور روحانی معراج پائے۔ روزے رکھے جائیں تاکہ تقویٰ حاصل ہو۔ انسانی ہمدردی، غمخواری، اخوت اور محبت کے عملی اظہار کے لئے زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اجتماعی سطح پر مکارمِ اخلاق کے لیے استطاعت کی صورت میں فریضۂ حج ادا کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ العنکبوت[29:45]

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ البقرہ[2:183]

اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ0

اخلاق حسنہ کے بارے میں ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

1۔ بعثت لاتمم حسن الاخلاق (موطا امام مالک)
میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

2۔ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (مسند احمد، بیہقی)
میں تو اسی لیے بھیجا گیا کہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے ساتھ ہی اس فرض کو انجام دینا شروع کر دیا۔ ابھی آپ مکہ مکرمہ میں تھے کہ ابوذر نے اپنے بھائی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات و تعلیمات کی تحقیق کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔ انہوں نے واپس جا کر

یوں اطلاع دی کہ:

3- رایۃ یامر بمکارم الاخلاق (مسلم)
میں نے اس کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتا ہے۔

4- اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقنا (ترمذی، ابوداؤد)
مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

5- خیارکم احسنکم اخلاقا
تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

6- ان الرجل لیدرك بحسن خلقه درجته الیل وصائم النهار (ابوداؤد، حاکم)
انسان حسنِ اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

7- مامن شیء یوضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق فان صاحب حسن الخلق لیبلغ به درجته صاحب الصوم والصلوٰۃ (ترمذی)
قیامت کے ترازو میں حسنِ خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی، کہ حسنِ اخلاق والا اپنے حسنِ خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔

8- خیر ما اعطی الناس خلق حسن (حاکم، نسائی، ابن ماجہ)
لوگوں کو قدرتِ الٰہی کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئیں ان میں سب سے بہتر اچھے اخلاق ہیں۔

9- احب عباد الله الی الله احسنهم اخلاقا (طبرانی)
اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔

10- ان احبکم الی واقربکم منی الاخرۃ مجالس محاسنکم اخلاقا وان ابغضکم الی و ابعدکم منی فی الاخرۃ مساویکم اخلاقا (طبرانی، بیہقی)
تم میں میرا سب سے پیارا اور نشست میں مجھ سے سب سے نزدیک وہ ہے جو تم میں خوش خلق ہے۔ اور مجھے ناپسند اور قیامت میں مجھ سے دور ہوں گے جو تم میں بد اخلاق ہیں۔

11- حسن الخلق خلق الله الاعظم (طبرانی)
خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلقِ عظیم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ دعا کرتے تھے:

واهدنی لا حسن الاخلاق لا یهدی لا حسنها الا انت و اصرف عنی سیئا لا یصرف عنی سیئا الا انت (مسلم)

اور اے میرے خدا! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی فرما۔ تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھلا سکتا، اور برے اخلاق کو مجھ سے دور کرے کیونکہ بجز تیرے اور کوئی بد اخلاقی سے مجھے نہیں بچا سکتا۔

حسنِ اخلاق کے بارے میں اقوالِ اولیاء:۔

1۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:
خوش خلقی تین چیزوں میں ہے: محرمات سے بچنا، حلال روزی تلاش کرنا اور عیال پر زیادہ خرچ کرنا۔

2۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
خوش خلقی سے مراد ہے کہ کشادہ پیشانی رہے اور دولت کو خرچ کرے اور ایذا سے باز رہے۔

3۔ شاہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
حسنِ خلق سے مراد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

4۔ حضور ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ:
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی طرف ہمت نہ کرنے کا نام خوش خلقی ہے۔

5۔ ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
مخلوقِ خدا کو خوشی اور مصیبت دونوں حالتوں میں راضی اور پسندیدہ خاطر رکھنا حسن خلق ہے۔

6۔ ایک بزرگ کا قول ہے:
اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہو جانے کا نام ''حسنِ خلق'' ہے۔

7۔ سہل بن ابی عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
حسن خلق کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان میں قوتِ برداشت ہو اور وہ انتقام کا کبھی درپے نہ ہو، دشمن پر رحمت و شفقت کی نظر ہو اور اس کے ظلم پر خدا سے اس کی مغفرت کا طالب ہو۔

عناصرِ اخلاق:۔ عناصر اخلاق سے مراد وہ بنیادی امور ہیں جن کے بغیر کمال حسنِ اخلاق کا اظہار ممکن نہیں ہے۔

1۔ ایمان:۔ اخلاق کا پہلا عنصر اسلام کے بنیادی عقائد پر صدق و خلوص سے ایمان لا کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونا ہے۔ جب تک بنیادی عقائد دل میں جاگزیں نہ ہوں اچھے اعمال کا اچھے ارادے سے وجود میں آنا اور بارگاہ الٰہی میں قبولیت پانا ممکن نہیں۔

2۔ رضائے الٰہی:۔ دین اسلام کی رو سے تمام اعمال اور حسنِ اخلاق کی غرض و غایت رضائے الٰہی اور رضائے نبوی ﷺ کا حصول ہے۔ دنیوی اغراض، مال و دولت اور شہرت و نیک نامی کا حصول اسلامی غرض و غایت نہیں۔ لہٰذا صرف دنیوی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے حسنِ اخلاق کا مظاہرہ خالی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔
قرآں حکیم میں فرمایا گیا ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ﴿١٩﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾ سورۃ الیل [92:17-21]

اور اس (آگ) سے اس بڑے پرہیزگار شخص کو بچا لیا جائے گا○ جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرے○ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو○ مگر (وہ) صرف اپنے ربِ عظیم

کی رضاجوئی کے لیے (مال خرچ کر رہا ہے) ○اور عنقریب وہ (اللہ کی عطا سے اور اللہ اس کی وفا سے) راضی ہو جائے گا○

3۔ حسنِ نیت:۔ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ نیکی یا نیک مقاصد کے حصول کے لیے حسنِ اخلاق کا مظاہرہ مستحسن ہے۔ اگر کوئی شخص برائے یا برے مقاصد کے حصول کے لیے حسنِ اخلاق کا مظاہر کرتا ہے تو اس کا یہ اخلاق، اخلاق مذمومہ میں شمار ہوگا۔

اخلاق کی اصل:۔ اخلاق کی اصل (بنیاد) چار چیزیں ہیں:

1۔حکمت 2۔شجاعت 3۔عفت 4۔عدل

1۔ ''حکمت'' سے مراد وہ صلاحیت ہے جس کی بدولت انسان صحیح طور پر کسی چیز کی خوبی وخامی، نفع ونقصان سے آگاہ ہو سکے اور کسی مسئلہ کو احسن طور پر حل کر سکے۔

2۔ ''شجاعت'' سے مراد عقلِ سلیم کے تقاضوں کے مطابق بغیر خوف کے اپنی قوت وصلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرنا ہے

3۔ ''عفت'' سے مراد حکمت ودانائی سے قوت شہوانیہ کو اعتدال پر رکھنا ہے۔

4۔ ''عدل'' سے مراد وہ حالتِ نفس ہے جس سے غضب اور شہوت کو قابو میں رکھا جائے۔

مندرجہ بالا چاروں اصول کے اعتدال کے باعث سب ''اخلاق عمدہ'' پیدا ہوتے ہیں اور ان کے افراط وتفریط سے ''اخلاقِ بد'' پیدا ہوتے ہیں۔

پیدائشِ فضائل ورذائل:۔ قوت عقلی کے اعتدال سے یہ چار چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

1۔حسنِ تدبیر 2۔تیز فہمی 3۔درست قوتِ فیصلہ 4۔معاملات فہمی

قوتِ عقلی کی زیادتی سے مندرجہ ذیل چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

1۔مکروفریب 2۔کینہ وعناد 3۔خُبثِ باطن

قوت عقلی کے کم ہونے سے مندرجہ ذیل چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

1۔ناتجربہ کاری 2۔بےشعوری 3۔جنون (پاگل پن)

قوتِ غضب کے اعتدال (خلق شجاعت) سے مندرجہ ذیل فضائل جنم لیتے ہیں۔

1۔کرم 2۔دلیری 3۔چالاکی 4۔کسرِ نفسی (عاجزی)
5۔حلم 6۔استقلال 7۔ضبطِ نفس 8۔بردباری ووقار

قوتِ غضب کی زیادتی سے مندرجہ ذیل رذائل پیدا ہوتے ہیں۔

1۔کبر 2۔شیخی 3۔غصہ سے جل اٹھنا 4۔عجب

قوتِ غضب کی کمی (نامردی) سے مندرجہ ذیل رذائل پیدا ہوتے ہیں:

1۔خواری 2۔ذلت 3۔خوف 4۔پست حوصلگی

قوتِ شہوت کے اعتدال (عفت) سے مندرجہ ذیل فضائل پیدا ہوتے ہیں:

1۔سخاوت 2۔حیاء 3۔صبر وحوصلہ 4۔چشم پوشی

5۔قناعت 6۔پرہیزگاری

قوتِ شہوت کی کمی اور بیشی سے مندرجہ ذیل رذائل پیدا ہوتے ہیں:

1۔حرص (لالچ) 2۔بے حیائی 3۔خبث 4۔اسراف (فضول خرچی)

5۔خوشامد 6۔حسد 7۔کسی کے نقصان پر خوش ہونا

8۔تونگروں میں ذلیل بننا 9۔فقیروں کو حقیر جاننا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محاسنِ اخلاق کے اصول میں چاروں چیزیں یعنی حکمت، شجاعت، عفت، اور عدل ہیں۔ باقی چیزیں ان کے فروع ہیں۔ ان چاروں کا کمال اعتدال پر ہونا سوائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ جو شخص ان سب اخلاق میں آپ سے جتنا قریب ہے اتنا ہی متقی اور قابلِ تعظیم ہے۔ جو شخص ان میں سے کسی بات کے ساتھ متصف نہ ہو بلکہ اس کی سب ضدوں کا جامع ہو وہ اس لائق ہے کہ شہروں میں سے نکال دیا جائے کیونکہ وہ شیطان رجیم سے قریب ہو گیا ہے۔(421)

فضائل کی وسعت:۔ بعض فضائل دیگر فضائل سے مل کر مزید وسعت اور رفعت حاصل کر لیتے ہیں۔ مثلاً امانت و دیانت اور صداقت و مساوات سے عدل و انصاف قائم ہوتا ہے۔ عفت اور حکمت کے نتیجہ میں محتاط روی اور دور اندیشی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

اسلام میں فضائلِ اخلاق:۔ قرآن و سنت کے مطابق ہر شعبۂ زندگی اور اوصافِ انسانی پر محیط فضائل اخلاق کی فہرست بہت طویل ہے۔ کنز الاعمال (مجموعہ احادیث) میں قریباً ایک سو ستاسی (187) صفحات پر اڑھائی سو (250) کے قریب مختلف ابواب و عنوانات کے تحت تین ہزار نو سو چھ (3906) احادیث بیان کی گئی ہیں۔ حسنِ اخلاق کے موضوع پر کثرت سے روایت ہونے والی احادیث اور متعدد قرآنی آیات اچھے اخلاق کی قدر و قیمت اور اہمیت و ضرورت کی واضح دلیل ہیں۔ دین اسلام کی رُو سے حسنِ اخلاق کے حوالے سے اہم محاسن (خوبیوں) اور اوامر و نواہی کی ایک مجمل فہرست پیش خدمت ہے۔ تفصیلات کے لیے احیاء العلوم، کنز العمال اور کیمیائے سعادت کا مطالعہ کریں۔

01۔ سچ بولنا
02۔ جھوٹ سے بچنا
03۔ نافع علم پر عمل کرنا اور دوسروں کو تعلیم دینا
04۔ عام عفو و درگزر
05۔ صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا
06۔ مصیبت میں صبر کرنا
07۔ نعمتوں پر شکر ادا کرنا
08۔ حق پر استقامت
09۔ خدا کی راہ میں جان دینا
10۔ سخاوت
11۔ بخل سے بچنا
12۔ اسراف اور فضولی خرچی سے بچنا
13۔ میانہ روی اختیار کرنا
14۔ عزیزوں اور قرابتداروں کے ساتھ نیکی
15۔ ہر ایک کے ساتھ بلا امتیاز نیکی کرنا
16۔ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا
17۔ امانت کی حفاظت اور حق کی ادائیگی
18۔ وعدہ کا پورا کرنا

19۔ معاہدوں کا لحاظ رکھنا
20۔ نیکی کی بات کرنا
21۔ لوگوں میں محبت پیدا کرنا
22۔ کسی کو برا بھلا نہ کہنا
23۔ کسی کو نہ چڑانا
24۔ برے ناموں سے یاد نہ کرنا
25۔ والدین کی خدمت اور اطاعت کرنا
26۔ حق گوئی
27۔ انصاف پسندی
28۔ سچی گواہی دینا
29۔ گواہی کو نہ چھپانا
30۔ نرمی سے بات کرنا
31۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلنا
32۔ صلح جوئی
33۔ جھوٹی گواہی کی مذمت کرنا
34۔ اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنا
35۔ اپنے ایمان کی حفاظت کرنا
36۔ حریت، مساوات اور اخوت کا مظاہرہ کرنا۔
37۔ اکلِ حلال (رزقِ حلال کھانا)
38۔ تجارت کرنا
39۔ گداگری کی ممانعت
40۔ لوگوں کو اچھی بات کی تعلیم دینا
41۔ لوگوں کو بری باتوں سے روکنا
42۔ اولاد کی محبت اور احتیاط سے پرورش کرنا
43۔ حرام موت (خودکشی) سے بچنا
44۔ یتیم کی کفالت کرنا
45۔ ناپ تول میں بے ایمانی نہ کرنا
46۔ ملک میں فساد نہ کرنا
47۔ بے شرمی کی بات سے روکنا
48۔ زنا سے بچنا
49۔ آنکھیں نیچی رکھنا
50۔ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہونا

دو بیبیوں والا واقعہ:۔ آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں دو صحابی بیبیاں تھیں۔ ایک رات بھر نماز پڑھتی، دن کو روزہ رکھتی اور صدقہ دیتی تھی مگر اپنی زبان درازی سے پڑوسیوں کا ناک میں دم کیے رکھتی تھی۔ دوسری بی بی صرف فرض نماز پڑھتی اور غریبوں کو چند کپڑے بانٹ دیتی مگر کسی کو تکلیف نہ دیتیں۔ آنحضرت ﷺ سے ان دونوں کی نسبت پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے پہلی کی نسبت فرمایا کہ اس میں کوئی نیکی نہیں، وہ اپنی بد خلقی کی سزا بھگتے گی اور دوسری کی نسبت فرمایا کہ وہ جنتی ہوگی۔ ان دونوں بیویوں کی سیرتوں کے جو مختلف نتیجے پیغمبر علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوئے ہیں وہ اسلام میں اخلاق کی حیثیت کو پوری طرح نمایاں کر دیتے ہیں۔ (422)

اخلاق نبویؐ اور اشاعتِ اسلام:۔ اس ضمن میں چند واقعات نمونے کے طور پر پیش خدمت ہیں:

1۔ کتب سیرت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حنین کی جنگ لڑی اور صفوان بن امیہ کو جو ابھی کافر ہی تھے ایک سو اونٹ دیئے، پھر ایک سو اور پھر ایک سو اونٹ دیئے تو صفوان نے کہا: اس عطا کی مانند حضرت نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کے نفس نے سخاوت نہیں کی، آپؐ نے جو مجھے عطا کیا حالانکہ آپ ﷺ میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھے اور آپ مجھے مسلسل عطا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

2۔ زین بن سعنہ یہودی اسلام لانے سے قبل حضور ﷺ کے پاس اپنے قرض کا تقاضا کرنے آیا اور اس نے

آپ ﷺ کے کندھے سے آپ ﷺ کا کپڑا کھینچ لیا اور آپ ﷺ کے کپڑے پکڑ لیے اور آپ ﷺ سے سختی کی۔ پھر کہنے لگا اے بنی عبد المطلب تم ٹال مٹول کرنے والے ہو تو حضرت عمرؓ نے ڈانٹا اور بات میں اس کے ساتھ سختی کی لیکن حضور کریم ﷺ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمرؓ میں اور وہ تم سے اس بات کے سوا کسی اور بات کے زیادہ محتاج تھے تم مجھے اچھی طرح ادائیگی کا مشورہ دیتے اور اسے اچھا تقاضا کرنے کا مشورہ دیتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی مدت میں تین باقی ہیں اور آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ وہ اس کا مال اسے پورا کردیں اور بیس صاع زیادہ بھی دیں کیونکہ اسے آپؓ نے خوف زدہ کیا ہے۔

یہ بات اس کے اسلام کا باعث بن گئی۔ اس نے بیان کیا کہ علاماتِ نبوت میں سے جو دو علامات دیکھنی رہ گئی تھیں وہ میں نے محمدؐ کے چہرے میں دیکھ لی تھیں۔ وہ علامات تھیں: آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے جہل سے سبقت کرتا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ جہل کا برتاؤ زیادہ کرنے سے آپ ﷺ کا حلم بڑھتا جاتا ہے۔ میں نے اس بات میں آپ ﷺ کی آزمائش کی تو میں نے آپ ﷺ کو ایسے ہی پایا جیسے بیان کیا گیا ہے۔

3۔ غورث بن حارث حضور نبی کریم ﷺ کو غفلت میں قتل کرنے کے ارادے سے آپ ﷺ کے پیچھے لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر میں اکیلے ہی ایک درخت کے نیچے ٹیک لگائے قیلولہ فرما رہے تھے۔ رسول کریم ﷺ کو اس وقت پتہ چلا جب وہ اپنے ہاتھ میں تلوار سونتے کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ''۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ ﷺ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا آپ اچھے پکڑنے والے بن جائیے تو آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور اسے معاف فرمادیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا میں سب لوگوں سے بہتر آدمی کے پاس سے آیا ہوں۔ اس نے اسلام قبول کرلیا اور اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی۔ (423)

فضائل صدقات:۔ دین اسلام کی رو سے رضائے الٰہی کے لیے کیا گیا ہر نیک کام صدقہ ہے۔ دوسروں سے اچھا برتاؤ کرنا، خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا، کسی کو برائی سے روکنا، نیکی کی تلقین کرنا، اپنے اعزہ واقارب کی کسی طرح خدمت سرانجام دینا، اپنی اولاد، بیوی بچوں، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، مسافروں پر خرچ کرنا، کسی کو کھانا کھلانا، پانی پلانا، کسی کو صحیح راستہ بتانا، جانوروں، پرندوں کو کھلانا پلانا، سب نیکی کے کام اور صدقات ہیں۔ صدقات سے بے پناہ فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں۔ (424)

قرآن وحدیث کے مطابق فضائل صدقات درج ذیل ہیں:

01۔ صدقہ سے انسان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ بقرہ[2:271]

02۔ اخلاص کے ساتھ دیے گئے صدقہ پر کئی گناہ اجر ملتا ہے۔ حدید[57:18] یوسف[12:88]

03۔ جو لوگ کثرت سے اللہ تعالی کی راہ میں صدقہ دیتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صالحین میں شامل کرلیتا ہے۔ منافقون[63:10]

04۔ قرآن حکیم کی بلند یا آہستہ آواز سے تلاوت پر بھی صدقہ کا اجر ملتا ہے۔

(نسائی جلد دوم، کتاب الزکوۃ، حدیث 2565؛ ترمذی جلد دوم، فضائل قرآن، حدیث 830)

05۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دینا نفع ہی نفع ہے۔ اس سے کاروبار ترقی کرتا ہے، مال محفوظ رہتا ہے، اعمال نامہ میں ثواب بہت زیادہ ہوجاتا ہے۔ (ترمذی جلد اوّل، کتاب البر والصلۃ، حدیث 2097)

06۔ صدقہ دینے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ کارِخیر میں اور معاملاتِ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد، رہنمائی، حفظ وامان اور سلامتی نصیب ہوتی ہے۔ اگر کوئی نقصان ہوگیا تو اس کی تلافی ہوجاتی ہے۔ (کنزالعمال، ترغیب، درمنثور)

07۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر خرچ کرتے ہیں۔ (ترغیب)

08۔ جو شخص دل کی خوشی سے صدقہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فوراً قبول فرمالیتا ہے اور پھر اس صدقے میں اضافہ فرماتا ہے۔ (ترمذی جلد اوّل، کتاب الزکوۃ، حدیث 639)

09۔ دوسروں کو صدقہ دینے پر مائل کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ جلد اوّل، کتاب فضائل باب من سن سنۃ 210)

10۔ صدقہ جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے دی گئی ایک کھجور اور کسی کو کہی گئی کوئی اچھی بات بھی جہنم سے بچاؤ کا سبب بن سکتی ہے۔ (بخاری جلد اوّل، کتاب الزکوۃ، حدیث 1323)

11۔ صدقہ قابلِ ستائش عمل ہے۔ اگر کوئی صدقہ پر اس وجہ سے فخر کرے کہ دوسرے کے دل میں صدقہ دینے کی لگن پیدا ہو تو یہ جائز ہوگا یعنی نیکی کے کاموں میں فخر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (نسائی، جلد دوم، کتاب الزکوۃ، حدیث 2562)

12۔ جو چیز یا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردیا جائے وہی اصل بچت ہے۔ (ترمذی شریف)

13۔ صدقہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح آگ کو پانی۔ (احمد؛ ترمذی؛ ابن ماجہ؛ بخاری جلد اوّل، کتاب الزکوۃ، حدیث 1345)

14۔ دوسروں کو صدقہ دینے پر قائل کرنے والے کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا صدقہ دینے والوں کو ملتا ہے۔ (ابن ماجہ جلد اوّل، کتاب فضائل، باب من سنن سنۃ، حدیث 210)

15۔ صدقہ ایک ایسا عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب کئی گنا کرکے عطا فرماتے ہیں۔ بعض اوقات دس گنا سے سات سو گنا تک عطا فرماتے ہیں۔ یہ اللہ کی مرضی ہے جسے جتنا چاہے عطا فرمائے۔ الانعام [6:160]، احمد

16۔ صدقہ انتہائی فضیلت والا عمل ہے۔ (بیہقی)

17۔ صدقہ اللہ کے حبیب ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔ (سنن فضائل صدقات، ص96)

18۔ صدقہ دینے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص96)

19۔ صدقہ دینے سے انسان کی جان و مال اور اہل وعیال آفات سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔ (سنی فضائل صدقات، ص96)

20۔ صدقہ مومنوں میں علامتِ دوستی ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص96)

21۔ صدقہ کے باعث انسان جنت میں جائے گا۔ (سنی فضائل صدقات، ص96)

22۔ صدقہ قیامت کے دن سایہ بنے گا۔ (احمد؛ طبرانی؛ بخاری جلد اوّل، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین، حدیث 1333)

23۔ صدقہ کرنے والے کی قبر کی گرمی کو صدقہ دور کرتا ہے۔ (طبرانی)

24۔ صدقہ کے باعث چھ نعمتیں بڑھتی ہیں، تین دنیا میں تین آخرت میں: دنیا میں رزق، مال و دولت اور شہروں کی

آبادی میں اضافہ ہوتا ہے، آخرت میں پردہ پوشی ہوگی، سر پر سایہ رہے گا اور جہنم سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ (طبرانی)

25۔ صدقہ دینے والا صدقہ کے دروازے سے جنت میں جائے گا۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل من ضم الی الصدقۃ، حدیث 2267)

26۔ صدقہ کی بدولت انسان کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ (بخاری جلد اوّل، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 1364)

27۔ انسان جو کچھ کھاتا ہے اس پر اجر ملتا ہے۔ بلکہ درندے اور پرندے جو کچھ (باغوں، کھیتوں وغیرہ میں سے) کھا جاتے ہیں اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 106)

28۔ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناگہانی، دردناک موت سے بچاتا ہے۔ (طبرانی؛ ترمذی جلد اوّل، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 641)

29۔ صدقہ کی بدولت مسلمان کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ (طبرانی؛ سنی فضائل صدقات، ص 109)

30۔ اللہ تعالیٰ صدقہ کے سبب سے تکبر، فقر اور فخر کو دور فرماتے ہیں۔ (طبرانی)

31۔ مسکین کو اپنے ہاتھ سے صدقہ دینا بری موت سے بچاتا ہے۔ (طبرانی)

32۔ صدقہ دافع بلا ہے، صدقہ مشکلات اور مصائب کو ٹال دیتا ہے۔ صدقہ دینے والے نقصانات اور تکلیفوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

33۔ صدقہ سے بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ صدقہ کرنا ستر بلاؤں کو روکتا ہے جن میں کم سے کم درجہ جذام کی اور برص کی بیماری ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 114 بحوالہ کنز العمال)

34۔ صدقہ برائیوں کے ستر دروازے بند کرتا ہے۔ (احیاء العلوم)

35۔ صدقہ مرنے کے وقت شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رکھتا ہے اور مرض کی شدت کی وجہ سے ناشکری کے الفاظ نکلنے سے حفاظت کرتا ہے اور ناگہانی موت کو روکتا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 114)

36۔ صدقہ دافع بلیات ہے۔ کسی مصیبت یا تنگی یا بیماری سے خلاصی پانے کے لیے دیا جاتا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 116)

37۔ لوگوں کی حاجتیں پورے کرنے والے، نیکی کے کاموں میں ان کی مدد کرنے والے قیامت کے دن بے فکر ہوں گے، ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ اپنی جگہ نہ ٹھہر سکیں گے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 149)

38۔ کسی مسلمان کی کسی کلمہ سے اعانت کرنے پر یا اس کی مدد میں ساتھ چلنے پر اللہ تعالیٰ اس پر تہتر (73) رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ جن میں سے ایک میں اس کی دنیا اور آخرت کی درستگی ہے اور بہتر (72) آخرت میں رفع درجات کے لئے ذخیرہ ہو جاتی ہیں۔ (سنی فضائل صدقات، ص 149)

39۔ جسم انسانی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ روزانہ آدمی کے ہر جوڑ کے بدلہ میں اس پر صدقہ ضروری ہے۔ اس طرح انسان کے ہر عضو پر جب دن کا سورج طلوع کرتا ہے تو صدقہ لازم ہو جاتا ہے۔ ہر نماز صدقہ ہے، روزہ صدقہ ہے، 'سبحان اللہ' کہنا صدقہ ہے، 'الحمد للہ' کہنا صدقہ ہے، 'اللہ اکبر' کہنا صدقہ ہے اور حفظ و امان، سلامتی اور نجات کا باعث ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص 150 تا 152)

40۔ دوسرے مسلمان بھائیوں کو راحت پہنچانے کے لئے کی گئی مختلف نوعیت کی چھوٹی چھوٹی نیکیاں بھی صدقہ ہیں۔ کسی

کی خوشی کے لیے مسکرانا، نیکی کی ترغیب دینا، سیدھی راہ دکھانا، کمزور نظر شخص کو منزلِ مقصود پر پہنچانا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا، ضرورت کے وقت کسی کو پانی یا نمک دینا یا کوئی خیر کا عمل سرانجام دینا صدقہ ہے اور نجات کا باعث ہے۔ (سنی فضائل، ص158)

41۔ مہمان کی عزت کرنا اور اس کی خدمت کرنا بھی صدقہ ہے۔ جب مومن کے گھر مہمان داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں گھر میں داخل ہوتی ہیں۔ جو مہمان کی عزت کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی عزت کرتا ہے۔ جو مہمان کے ساتھ بغض کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھ بغض کرتا ہے۔ جو مہمان کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں دروازہ کھول دیتا ہے۔ مہمان کی عزت و تکریم کرنے سے اور اس کی خدمت کرنے سے انسان فوز و فلاح اور آفات و بلیات سے حفظ و امان اور سلامتی پاتا ہے۔ (سنی فضائل صدقات، ص160 تا163)

42۔ جو کوئی رضائے الٰہی کی خاطر اپنی آمدن یا پیداوار میں سے کچھ حصہ خدمتِ خلق کے لیے مقرر کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی آمدن میں اضافہ فرما دیتے ہیں اور اسے دنیا و آخرت کے دیگر بہت سے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

43۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے انسان کی جان، مال، عمر، اولاد میں برکت حاصل ہوتی ہے۔ اسے روحانی و قلبی کشائش حاصل ہوتی ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں عفو و عافیت، حفظ و امان اور سلامتی و بقا پاتا ہے۔

44۔ ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ زکوٰۃ رحمتِ خداوندی ہے۔ یہ غم اور خوف سے نجات دلاتی ہے۔ یہ نصرتِ خداوندی اور دینوی و آخروی کامیابی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ مال کا شر دور ہو جاتا ہے اور مال محفوظ ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور روحانی و قلبی تطہیر حاصل ہوتی ہے۔ زکوٰۃ دینے والا آخرت میں کامیاب ہوگا۔ اسے اجرِ عظیم عطا ہوگا اور جنت نصیب ہوگی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد صدقات دینے والے افراد کو بفضلِ تعالیٰ وہ تمام فوائد اور فضیلتیں حاصل ہوں گی جن کا 'فوائد صدقات' کے ضمن میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

45۔ زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال و دولت برباد ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے سے مال پاکیزہ نہیں رہتا۔ اس میں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ قبر میں اس پر سختی کی جائے گی۔ ایسے شخص کو آخرت میں رسوا کرنے والا دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اُسے اس کے مال کا طوق پہنایا جائے گا۔ اسے سانپ ڈسے گا اور آگ کا عذاب دیا جائے گا۔ (نعوذ باللہ، استغفر اللہ)

عزیزانِ من! ایک مومن کی زندگی سراسر کارِ خیر (نیکی کے کاموں) پر مشتمل ہوتی ہے۔ وہ اسوۂ حسنہ کے مطابق دن رات بسر کرتا ہے۔ اپنی، اپنے والدین، اہل و عیال، دوست احباب، اعزہ و اقارب، ہمسایوں اور دیگر افرادِ معاشرہ کی خدمت کرتا ہے۔ ان سے حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آتا ہے۔ وہ حکمِ ربی کے مطابق عبادات، معاملات، اخلاقیات سے متعلقہ تمام اُمور احسن طور پر سرانجام دیتا ہے۔ اس طرح اس کے تمام اُمور صدقاتِ حسنہ کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کی بدولت وہ دینی و دنیوی اور آخروی فوز و فلاح پاتا ہے۔ (425)

صدقات کے ضمن میں اہم اُمور: ۔صدقات دیتے وقت درج ذیل امور کو مدنظر رکھنا چاہیے:

01۔ بہتر صدقہ وہ ہے کہ مالداری قائم رہے۔

02۔ ماہِ رمضان میں دیا گیا صدقہ، افضل صدقہ ہے۔

03۔ صدقہ دینے میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے، یعنی اپنی حیثیت کے مطابق نہ زیادہ کم اور نہ بہت زیادہ، بلکہ درمیانے درجے میں صدقہ دینا چاہیے۔صدقہ دیتے وقت اپنے زیرِ کفالت افراد اور وارثوں کا بھی خیال رکھیں۔ اگر اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگ چھوڑ جائیں اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھیریں۔وارثوں پر بھی خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

04۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیے۔امیر آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔

05۔ تنگدست آدمی اپنی کمائی سے جو صدقہ دے وہ خصوصی فضیلت رکھتا ہے۔

06۔ ایک جنس کی دو چیزیں اللہ کی راہ میں دینے سے زیادہ اجر اور انعام ملتا ہے۔(نسائی، سنی فضائل صدقات، ص103)

07۔ صدقہ میں گوشت یا زرعی اجناس یا کوئی بھی چیز دی جاسکتی ہے۔کسی کو کھانا کھلانا، پانی پلانا، علاج معالجہ کے لیے روپے پیسے دینا، ادویات مہیا کرنا، لباس مہیا کرنا، تعلیم دینا یا دلوانا جیسے کام، صدقات سے تعلق رکھتے ہیں۔

08۔ جب کوئی صدقہ کی رقم خرچ کرنا چاہے تو سب سے پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے، پھر ان پر جو اس کے زیرِ کفالت ہیں، پھر رشتہ داروں پر اور بعد میں دیگر فقراء و مساکین پر۔

09۔ مسکین رشتہ دار پر خرچ کرنے کا دوہرا درجہ ہے، صدقہ کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔(ابوداؤد نسائی، ابن ماجہ، ترمذی)

10۔ بیوی کی بنیادی ضروریات پورے کرنے کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر ثواب کی غرض سے کچھ خرچ کرے تو وہ بھی صدقے میں شمار ہوگا۔

11۔ والدین کی خدمت کرنا اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے خرچ کرنا بھی صدقہ (نیکی) ہے۔
(سنی فضائل صدقات، ص130)

12۔ ناشکرگزاری اور خاوندوں کی نافرمانی کی بدولت عورتوں کی کثرت جہنم میں جانے کے اندیشہ کے پیش نظر انہیں خصوصاً صدقہ دینے اور بکثرت استغفار پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔(سنی فضائل صدقات، ص132 تا136)

13۔ عورتوں کو خاوند کی اجازت سے صدقہ دینا چاہیے۔(سنی فضائل صدقات، ص140 تا142)

14۔ گھریلو ضروریات کے لیے مخصوص رقم سے عورت صدقہ خیرات کرسکتی ہے۔اس کا اسے بھی ثواب ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی۔(سنی فضائل صدقات، ص142)

15۔ جو بھی نیک کام کیا جائے صدقہ ہے۔مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا صدقہ ہے۔اپنے ڈول سے بھائی کے برتن میں پانی ڈالنا صدقہ ہے۔کسی کی پریشانی دور کرنا، حاجت پوری کرنا صدقہ ہے۔نصیحت کرنا، اچھی بات کہنا، نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے۔

16۔ تسبیح، تکبیر، تحمید، تہلیل اور تبلیغ کو بھی صدقہ قرار دیا گیا ہے۔(سنی فضائل صدقات، ص148)
17۔ جانوروں کی ضرورت پوری کرنا اور ان سے بھلائی کرنا بھی صدقہ ہے۔
18۔ مہمان کی عزت کرنا اور خدمت کرنا بھی صدقہ ہے۔
19۔ ضرورت کے تحت کسی شخص کو کوئی کام کی چیز (اوزار، سواری، کتابیں، وغیرہ) عاریتاً دینا بھی صدقے میں شمار ہوتا ہے۔
20۔ مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیت بوتا ہے اور اس سے کوئی انسان، پرندہ یا چرند فائدہ حاصل کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔
21۔ مرحوم والدین، مشائخ، اساتذہ اور عزیز واقارب کی طرف سے صدقہ دینا جائز ہے۔اس کا ثواب مرحومین کو ملتا ہے۔
22۔ موت کے بعد کوئی نیک عمل جاری رہے تو وہ صدقہ جاریہ کہلائے گا۔ جاری رہنے والا اچھا کام، دوسروں کو فائدہ دینے والا علم اور مرحوم والدین کے دعا کرتے رہنے والی اولاد، شاگرد اور احباب کا شمار صدقہ جاریہ میں ہوتا ہے۔
(سنی فضائل صدقات، ص186 تا192)
23۔ صدقہ دے کر اسے واپس لینا منع ہے۔ایسے ہی صدقہ میں دی ہوئی چیز کو واپس خریدنا بھی درست نہیں۔
24۔ مالدار اور تندرست کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں۔اگر دورانِ جہاد یا دورانِ سفر مالدار شخص کے پاس بقدر کفایت مال واسباب نہ رہے تو مجبوری کی صورت میں وہ صدقہ لے سکتا ہے۔
25۔ آلِ نبیؐ کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔
26۔ آلِ نبیؐ اور اغنیا ہدیہ لے سکتے ہیں۔(426)

فضائل استغفار:۔ سالک راہِ حقیقت کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اپنی اور دوسروں کی اصلاح اور فلاح کے لیے کوشش کرتا رہے۔تاہم، انسان خطا کا پتلا ہے۔کوشش کے باوجود جانے انجانے طور پر کوئی نہ کوئی خطا ہو ہی جاتی ہے۔اسلام دینِ رحمت ہے۔اسلام میں اصلاح وفلاح کے عمل کو کامیابی سے جاری رکھنے کے لیے استغفار کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ۝۵۸

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرمایا: اس شہر میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو خوب جی بھر کے کھاؤ اور (یہ کہ شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہتے جانا (اے ہمارے رب! ہم سب خطاؤں کی) بخشش چاہتے ہیں (تو) ہم تمہاری (گزشتہ) خطائیں معاف فرما دیں گے، اور (علاوہ اس کے) نیکوکاروں کو مزید (لطف وکرم سے) نوازیں گے○البقرہ[2:58]

1۔ نبی کریم ﷺ حکم دیا کرتے تھے: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میں ایک دن میں ۱۰۰ مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سچے دل سے معافی مانگنے والے سے راضی ہو جاتا ہے، اس لیے کہ وہ شخص اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اپنے پالنہار کی طرف رجوع کرتا ہے۔

2۔ جس نے استغفار کی پابندی کی، اللہ تعالیٰ اس کو ہر مشکل سے نجات اور ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ عطا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔''

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ المومن[40:55]

پس آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنی اُمت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کیجیے o

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ ۝ محمد[47:19]

پس جان لیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ (اظہارِ عبودیت اور تعلیمِ امت کی خاطر اللہ سے) معافی مانگتے رہا کریں کہ کہیں آپ سے خلافِ اولیٰ (یعنی آپ کے مرتبہ عالیہ سے کم درجہ کا) فعل صادر نہ ہو جائے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی طلبِ مغفرت (یعنی ان کی شفاعت) فرماتے رہا کریں (یہی ان کا سامان بخشش ہے)، اور (اے لوگو!) اللہ (دنیا میں) تمہارے چلنے پھرنے کے ٹھکانے اور (آخرت میں) تمہارے ٹھہرنے کی منزلیں (سب) جانتا ہے o

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ النساء[4:106]

اور آپ اللہ سے بخشش طلب کریں، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے o

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ آل عمران[3:16-17]

(یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم یقیناً ایمان لے آئے ہیں سو ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے o (یہ لوگ) صبر کرنے والے ہیں اور قول و عمل میں سچائی والے ہیں اور ادب و اطاعت میں جھکنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں اور رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں o

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ الانفال [8:33]

اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیبِ مکرّم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں o

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ آل عمران[3:135]

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر

اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے o

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ اعراف [7:201]

بے شک جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کی ہے، جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی چھو لیتا ہے (تو وہ اللہ کے امر و نہی اور شیطان کے دجل و عداوت کو) یاد کرنے لگتے ہیں سو اسی وقت ان کی (بصیرت کی) آنکھیں کھل جاتی ہیں o

3۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو گیا ہو اور اس شخص نے کھانے پینے کا سامان بھی اسی گم ہونے والے اونٹ پر لادا ہوا ہو اور وہ شخص چاروں طرف اس لق و دق صحرا میں اپنے اونٹ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو پھر وہ زندگی سے بے آس ہو کر کسی درخت کے نیچے موت کے انتظار میں لیٹ رہا ہو۔ ٹھیک اسی حالت میں وہ اپنے اونٹ کو سارے سامان سے لدا ہوا اپنے پاس کھڑا دیکھے تو تصور تو کرو اس کو کیسی خوشی ہو گی! تمہارا پروردگار اس شخص سے بھی کہیں زیادہ اس وقت خوش ہوتا ہے جب تم سے کوئی بھٹکا ہوا بندہ اس کی طرف پلٹتا ہے اور گمراہی کے بعد پھر وہ فرمانبرداری کی روش اختیار کرتا ہے۔ (ترمذی)

4۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے اسی حقیقت کو ایک اور تمثیل میں واضح فرمایا جو نہایت ہی اثر انگیز ہے۔ ایک موقع پر کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا دودھ پیتا بچہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ مامتا کی ماری ایسی بے قرار تھی کہ جس چھوٹے بچے کو پا لیتی اپنی چھاتی سے لگا کر دودھ پلانے لگتی' اس عورت کا یہ حال دیکھ کر نبی ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تم توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں آگ میں پھینک دے گی؟ صحابہؓ نے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ! خود پھینکنا تو درکنار' وہ اگر گرتا ہو تو یہ جان کی بازی لگا کر اس کو بچائے گی۔'' اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''خدا اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحیم اور مہربان ہے جتنی یہ ماں اپنے بچے پر مہربان ہے۔

5۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سارے کے سارے انسان خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔ (ترمذی)

6۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ''رب کریم کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے دن میں ۷۰ سے زائد مرتبہ معافی مانگتا ہوں''۔

7۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پچھلی قوم میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (99) خون کئے تھے۔ اس نے لوگوں سے معلوم کیا کہ دنیا میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے اس کو ایک خدا رسیدہ راہب کا پتہ دیا۔ وہ اس راہب کے پاس گیا اور بولا: حضرت! میں نے ننانوے خون کئے ہیں' کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا نہیں تمہاری توبہ قبول ہونے کی اب کوئی صورت نہیں۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے مایوسی میں اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اب وہ پورے سو (100) افراد کا قاتل تھا۔ اب اس نے پھر لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا کہ روئے زمین میں

دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے اسے ایک اور راہب کا پتہ دیا۔ وہ توبہ کی غرض سے راہب کے پاس گیا اور کہا حضرت! میں نے سو قتل کئے ہیں۔ یہ بتائیے کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اور میری بخشش کی کوئی صورت ہے۔ راہب نے کہا کیوں نہیں! بھلا تمہارے اور توبہ کے درمیان کون سی چیز رکاوٹ ہے۔ تم فلاں ملک میں جاؤ۔ وہاں خدا کے کچھ نیک بندے عبادت میں مصروف ہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ عبادت میں لگ جاؤ اور پھر کبھی لوٹ کر اپنے وطن نہ آنا کیونکہ یہ جگہ تمہارے لیے مناسب نہیں ہے۔ (یہاں تمہارے لیے توبہ پر قائم رہنا اور اصلاح حال کی کوشش کرنا بہت مشکل ہے) وہ شخص روانہ ہوا۔ ابھی آدھے راستے تک ہی پہنچا تھا کہ موت کا پیغام آ گیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ گناہوں سے توبہ کر کے اور خدا کی طرف متوجہ ہوکر ادھر آیا ہے۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا 'نہیں! ابھی اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک فرشتہ انسان کی صورت میں آیا۔ ان فرشتوں نے اس کو اپنے حکم بنالیا کہ وہ ان دونوں کے درمیان کوئی فیصلہ کر دے۔ اس نے کہا' دونوں طرف کی زمین ناپو اور دیکھو کہ وہ جگہ یہاں سے قریب ہے جہاں سے یہ شخص آیا ہے یا وہ جگہ یہاں سے قریب ہے جہاں اس شخص کو جانا تھا۔ فرشتوں نے زمین کو ناپا تو وہ جگہ قریب نکلی جہاں اس شخص کو جانا تھا اور جاتے ہوئے راہ میں فرشتہ رحمت نے اس کی روح قبض کر لی اور خدا نے اس کو بخش دیا۔ (بخاری و مسلم)

اس واقعے سے سبق ملتا ہے کہ مومن عمر کے جس حصے میں بھی اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوکر سچے دل سے خدا کے حضور گڑگڑائے گا تو اللہ اسے اپنے دامنِ مغفرت میں سمیٹ لے گا اور کبھی نہیں دھتکارے گا۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ آل عمران [3:135]

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے o

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی بہت ہی خوب ہے:

باز آ باز ! آں چہ ہستی باز آ   گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

پلٹ آ خدا کی طرف پھر پلٹ آ۔ تو جو کچھ اور جیسا بھی ہے خدا کی طرف پلٹ آ۔ اگر تو کافر' آتش پرست اور بت پرست ہے تب بھی خدا کی طرف پلٹ آ۔

ہمارا یہ دربار مایوسی اور ناامیدی کا دربار نہیں اگر تو نے سو بار بھی توبہ کر کے توڑ دی ہے' تب بھی پلٹ آ۔

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اک بار خطا ہوجاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

(ماہر القادری)

ادعیہ مغفرت

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۝ ابراہیم [14:41]

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا۝

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۝ آل عمران [3:193]

اے ہمارے رب! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے (نوشتۂ اعمال) سے محو فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کی سنگت میں موت دے۝

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ۔ (ابن ماجہ)

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ (المستدرک للحاکم)

اے اللہ! میرے گناہوں کے مقابلے میں تیری مغفرت بہت وسیع ہے اور میرے عمل کے مقابلے میں تیری رحمت کی زیادہ امید ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ۔ (متفق علیہ)

اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا پس تو اپنی جانب سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ۔ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ الْبَرْدِ۔ (متفق علیہ)

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری رکھ جس طرح تو نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری رکھی ہے۔ اے اللہ! مجھے خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل سے پاک ہو جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔

قلندرِ دوراں حضرت خواجہ محمد غلام نصیرالدین چاچڑویؒ

پیرِ طریقت برادرم میاں مقصود علی چشتی نصیری

ابا جی حضور حضرت قبلہ حاجی محمد یٰسینؒ

فریدالعصر حضرت میاں علی محمد چشتی نظامیؒ

حضرت میاں محمد مسعود احمد چشتی نظامیؒ

حضرت قبلہ سید محمد علی چشتی صابریؒ

فقیرِ اہلسنت پروفیسر گوہر عبدالغفار چشتی صابریؒ

روحانی شخصیات

سلطان الفقراء حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۰۳ھ......۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت صوبہ سرحد کے ایک غیر معروف اور دور افتادہ مقام کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ آپ نسل اور نسب کے لحاظ سے پٹھان اور قومیت کے لحاظ سے گنڈاپور تھے۔ گنڈاپور قوم کا سلسلۂ نسب مشہور بزرگ حضرت میر سید گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جن کا مزار آج کل حیدر آباد دکن میں حسن آباد کے قریب گل برگہ میں مرجعِ خاص وعام ہے۔ اس لحاظ سے گنڈاپور قوم سادات میں سے ہے۔ (427)

حضرت فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار کا اسمِ گرامی الحاج گل محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو بہت متقی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ وہ ہر روز دلائل الخیرات پڑھتے تھے۔ ہر رات نماز تہجد اور نمازِ صلوٰۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ہر آٹھویں روز قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ ان کا زندگی بھر یہی معمول رہا۔ وہ عربی اور فارسی کے عالم تھے۔ انہیں تین مرتبہ حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل ہوا۔ چار شادیاں کیں تھیں۔ تین بیویوں سے اولاد ہوئی تھی۔ دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ پر باقاعدگی کے ساتھ حاضری دیتے تھے اور حضرت صالح محمد رحمۃ اللہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت صالح محمد رحمۃ اللہ کا بیعت کرادیا تھا۔ بیعت کے وقت ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کم سن ہی تھی۔ (428)

مدح خاں رحمۃ اللہ علیہ کلاچی کے ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ انہیں فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار سے خاص انس تھے۔ ایک دن انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو بشارت اور مبارک باد دی کہ ''حاجی صاحب! یہ فرزند خود بھی اللہ تعالیٰ کا باکمال ولی بنے گا اور آپ کو بھی اولیاء اللہ کے زمرے میں شامل کرنے کا باعث بنے گا۔'' (429)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن دوسروں سے مختلف تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ چھ سات کے تھے اور دوسرے بچوں کے ساتھ گلی میں کھیلا کرتے تھے تو کبھی کبھی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک عجب روحانی کیفیت طاری ہوجایا کرتی تھی۔ جب آپ رحمۃ اللہ آسمان کی طرف نگاہ کرتے تو بے ہوش ہوکر گر پڑتے۔ کچھ دیر بعد یہ کیفیت خود بخود ختم ہوجاتی تھی اور آپ اٹھ کر اچھے بھلے ہوجاتے۔ یہ حالت کالج کے زمانے تک باقی رہی لیکن اس کی نوعیت بدل گئی تھی۔ اس زمانے میں حالت یہ تھی کہ جب آپ رحمۃ اللہ اپنے دونوں ابروؤں کے درمیان آنکھیں بند کر کے توجہ مرکوز کرتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک قسم کی بے خودی اور بے ہوش طاری ہوجاتی اور اس میں عجیب وغریب باطنی نظارے اور

روحانی مناظر نظر آتے۔ یہ مراقبے کی ابتدائی صورت تھی۔ جب آپ رحمۃ اللہ کو مراقبے پر مکمل عبور حاصل ہو گیا تو یہ حالت خود بخود ختم ہو گئی۔(430)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم کلاچی میں پائی۔ مڈل کے امتحان میں آپ صوبہ بھر میں اول آئے تھے۔ میٹرک بھی کلاچی ہی میں کیا۔ عربی و فارسی گھر پر اپنے والد محترم سے پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کی بدولت، پانچویں جماعت سے لے کر ایف اے تک آپ رحمۃ اللہ کو با قاعدہ وظیفہ ملتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایف اے کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور وہاں ہاسٹل میں رہائش اختیار کر لی۔ وہاں دورانِ تعلیم، مسلسل آپ روحانی کیفیات سے گزرتے رہے۔ سوزِ باطنی کی بدولت اکثر گریہ کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ان کیفیات سے مغلوب ہو کر آپ نے بالآخر سلسلہ تعلیم ترک کیا اور حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر پہنچ گئے اور درویشی اختیار کر لی۔ اس وقت حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ وفات پا چکے تھے اور حضرت نور احمد رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے۔ حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر تجدید بیعت کر لی اور ان سے خلافت پائی۔ ان کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے امیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے بھی خاص مصاحب اور ہم نشین رہے اور صاحبزادگان کے برسوں اتالیق خاص رہے۔ وہاں آپ برسوں عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ ذوقِ جستجو کی بدولت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی تیس چالیس کے قریب مختلف قلمی کتابیں مل گئیں۔ آپ نے انہیں کئی کئی بار نقل کیا اور سینکڑوں بار ان کا مطالعہ کیا۔ ان کتابوں کو آپ نے اپنا پیرِ صحبت بنایا اور انہی سے سب کچھ حاصل کیا۔(431)

ان کتابوں کی کتابت کے دوران ان سے ایسے روحانی نسبت قائم ہو گئی کہ دن کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلوک کے جس مقام، حال، منزل، درجے، مرتبے اور باطنی و روحانی معاملے اور واقعے کو لکھنے اور تحریر کرنے کا اتفاق ہوتا رات کو سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی نگاہ سے وہ منزل اور مقام طے ہو جاتا اور ہر تحریر شدہ باطنی معاملہ اور واقعہ آپ پر وارد اور منکشف ہو جاتا۔ اس طرح آپ نے انہی ایام میں ہی وہ تمام درجات اور مراتب حاصل کر لیے جو سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ اس طرح آپ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے بے مثل، بے بدل اور لازوال فقر کے کامل مظہر، مکمل نمونہ اور کماحقہ آئینہ دار بن گئے۔(432)

ریاضت و مجاہدہ، خدمتِ خلق، اسمِ ذات اور اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ روحانی میں پختگی اور گہرائی کی بدولت روحانی ارتقا کا سفر تیزی سے طے ہوتا رہا۔ اس دوران آپ کو بغداد شریف میں اپنے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ اور دو بھائیوں کے ہمراہ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ وہاں حاضری کے ایام میں حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی محفلِ خاص اور باطنی خصوصی کچہری میں حاضری ہوئی اور وہاں سے غیر مخلوق نور فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان لازوال دولت نصیب ہوئی۔(433)

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی بدولت دعوتِ کلید حاصل ہوئی اور آپ کو 'مقامِ کن فیکون' پر فائز کیا گیا۔ دعوتِ کلید کے حصول کے ضمن میں حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> ''.....اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سے بعض سعادت منداصحاب کے وجود میں ایک ایسی پاک نوری لطیف شخصیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ باطن کی لطیف غیبی دنیا میں طیر سیر کرتے ہیں۔ اسے لطیفہ کہتے ہیں۔ عارف کامل جب اس لطیفے کی

زبان سے ذکر کرتا ہے یا قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو اس لطیف زبان کے ذکر اور دعوتِ قرآن سے اس لطیف غیبی دنیا کا دروازہ کھولنے کی کلید اور کنجی بن جاتی ہے اور عارف کامل اس لطیف عالم اور غیبی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے اپنا ایک واقعہ عرفان حصہ دوم میں یوں لکھا ہے کہ ''میں نے جب سورۂ مزمل کی دعوت پڑھنی شروع کی تو مزار حضرت سلطان العارفین پر ہر رات مخصوص تعداد میں سورۂ مزمل پڑھتا رہا۔ ایک دن توفیقِ ایزدی سے میں نے ترکِ دنیا اور ایثارِ نفس کا ایک خاص مظاہرہ کیا۔ جس سے حضرت سلطان العارفین کی روح پرفتوح خوش ہوئی۔ اس رات حسبِ معمول جب میں نے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر سورۂ مزمل کی دعوت پڑھی اور واپس آ کر اپنی جگہ پر لیٹ گیا تو میں نے باطن میں دیکھا کہ میرے جسمِ عنصری سے ایک لطیف جسم باہر نکل آیا اور باہر نکلتے ہی اس نے اپنی لطیف زبان سے ایک دفعہ درود شریف پھر سورۂ فاتحہ اور پھر درود شریف ادا کیا۔ اس طرح سورۂ فاتحہ پڑھتے ہی مجھ پر ایک عالمِ غیب کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا وہ لطیف جسم بقائمی تمام ہوش وحواس غیب کی دنیا میں داخل ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میرے نیچے کوئی سواری ہے۔ اُس سواری نے مجھے کہا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے جواب دیا حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ اس پر وہ سواری مجھے اوپر کی طرف اڑا کر لے گئی اور میں مختلف مقامات سے گزر کر ایک بالا خانے پہنچا جس کے تین سبز رنگ کے دریچے تھے۔ ان میں سے درمیان والے دریچے کے سامنے لا کر مجھے کھڑا کر دیا اور خود وہ سواری اس دریچے کے اندر داخل ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں دریچہ کھل گیا اور اس میں سے ایک چاند جیسے نہایت نورانی چہرے والے بزرگ نمودار ہوئے۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ ان کی مسکراہٹ سے وہ سارا مکان روشن ہو گیا۔ میں نے ان پر سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مجھے واپسی کی اجازت فرمائی۔ اس کے بعد وہ باطنی سواری مجھے وہاں سے اڑا کر واپس لے آئی۔ جب میں اپنے جسم عنصری کے قریب پہنچا تو اسے بدستور بے حس وحرکت محوِ خواب پایا۔ پھر میرا باطنی لطیف جثہ اپنے جسم عنصری کے اندر داخل ہوا اور اسے لباس کی طرح پہن لیا۔ عالمِ غیب کی اس باطنی طیر سیر کے وقت میرے تمام ہوش وحواس بالکل بجا تھے اور میں پوری طرح عالم بیداری میں تھا۔ خواب وخیال کا اس میں مطلق شائبہ تک نہ تھا۔ اس طرح مجھے دعوت سورۂ مزمل کی ظاہری اور سورۂ فاتحہ کی باطنی غیبی مفتاح اور کلید حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد جب کبھی کسی روحانی اہلِ قبر کی قبر پر رات کو جا کر سورۂ مزمل کی دعوت پڑھ کر مراقبہ کرتا یا سو جاتا تو میرا باطنی لطیفہ حسبِ سابق زبان سے ایک دفعہ درود شریف، بعدۂ سورۂ فاتحہ اور پھر درود شریف پڑھ کر جسمِ عنصری سے باہر آ جاتا اور بحرِ عالمِ غیب میں ڈوب جاتا اور اہلِ قبر روحانی ملاقی، ہم سخن اور ہم کلام ہو جاتا اور میں اس روحانی سے اپنے مقاصد ومطالب میں استمداد کرتا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور اپنے روحانی مربی اور باطنی پیشوا کی جناب سے سورۂ مزمل اور سورۂ فاتحہ کی کلید اور مفتاحِ غیب کے حصول سے قبل کئی مرتبہ مزاروں پر سورۂ مزمل اور سورۂ فاتحہ پڑھتا رہا لیکن رسمی اور ظاہری زبانی تلاوت سے نہ کبھی باطنی اور غیبی دروازے کھلے اور نہ ہی روحانی سے ملاقات ہوئی۔ اس طرح رسمی رواجی اور ظاہری زبانی طور پر اگر کوئی شخص تمام عمر کسی روحانی کی قبر پر دعوتِ قرآن اور فاتحہ پڑھے اس کی ہرگز روحانی سے ملاقات نہیں ہوتی اور نہ بغیر عطائے کلیدِ دعوت کسی پر عالمِ غیب کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ تمام قرآنی سورتیں، آیات اسماء الحسنیٰ، اسم اللہ ذات، کلمہ طیبہ اور دیگر کلمات طیبات عالمِ غیب کے لیے مفاتیح اور کلیدات کا حکم رکھتے ہیں۔'' (434)

مقامِ کن فیکون' پر فائز ہونے کا روحانی معاملہ بیان کرتے ہوئے، حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ مجھے اثنائے سلوک میں چند روز علمِ جفر سیکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ان دنوں میں اپنے روحانی مربی حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پرانوار پر مقیم تھا۔ایک رات میں نے واقعے میں دیکھا کہ حضرت کی خانقاہ پر لمبی شیروانی پہنے ہندوستانی وضع کے ایک لمبے قدوالے بزرگ تشریف لائے ہیں۔لوگ ان کی طرف انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ شخص آج کل دنیا میں سب سے بڑے جفاریعنی علم جفر کے ماہر ہیں۔وہ بزرگ میرے پاس آئے۔جب میں ان کو سلام کر کے ملا تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کا ارادہ علمِ جفر سیکھنے کا ہے؟ میں نے کہا ہاں میرا خیال تو ہے کہ میں علمِ جفر سیکھ لوں۔اس بزرگ نے کہا آیئے تاکہ میں سارا علمِ جفر آپ کو سکھادوں۔چنانچہ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت سلطان العارفین کے مزار اور مسجد کے سامنے بڑے چبوترے پر لے گئے۔جہاں ایک بڑی الماری کھڑی تھی۔ اُس بزرگ نے جب الماری کا دروازہ کھولا تو اس میں ایک بڑی لوح یعنی ایک عجیب وغریب منقش تختہ نمودار ہوا۔جس میں جلی قلم سے رنگ برنگ خوشخط ابجد کے حروف مرقوم تھے۔اور نیز اس میں اپنے اپنے مناسب مقامات پر بارہ بروج اور سات ستاروں کے نام لکھے ہوئے تھے اور ان پر ستار کی طرح آر پار تاریں لگی ہوئی تھیں۔غرض قدرت کا ایک نہایت خوشنما نقشہ تھا جو اس الماری میں جگمگا رہا تھا۔اس بزرگ کے ہاتھ میں ایک چھڑی (پوائنٹر) تھی جس سے انہوں نے اس تختے کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ وہ لوحِ قدرت ہے جس میں تمام علمِ جفر مندرج ہے۔اب دیکھیے میں اس سے ایک عمل کر کے آپ کو دکھاتا ہوں۔بعدۂ آپ کو یہ سارا علم سکھادوں گا۔اُس وقت میں نے دیکھا ایک آٹھ دس سال کا لڑکا سامنے کھڑا تھا۔اس بزرگ نے فرمایا دیکھیے میں علمِ جفر کے ذریعے اس لڑکے کو گم کرتا ہوں۔چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ کی چھڑی اس لوح کی ایک تار پر دے ماری جہاں عطارد کا لفظ مرقوم تھا۔اس سے ایک عجیب آواز نکلی۔میں نے دیکھا وہ لڑکا غائب ہوگیا۔تب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے آیئے میں آپ کو سارا علمِ جفر القا کردوں۔چنانچہ وہ مجھے چبوترے کی طرف لے گئے۔جہاں اب تالاب بنا ہوا ہے۔انہوں نے ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسرا ہاتھ اپنی داڑھی پر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں اور مجھے توجہ دینے لگے۔عین اسی وقت میں نے دیکھا حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزارِ مقدس سے گھوڑے پر سوار نورانی چہرے اور حنائی ریش مبارک کے ساتھ نمودار ہوئے اور مجھے اپنے ہاتھ سے اشارے کر کے بلالیا۔مجھے یوں محسوس ہوا گویا میں اڑ کر حضور کے پاس پہنچا۔آپ نے گھوڑے سے اتر کر میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:''بیٹا!علمِ جفر حساب کتاب اور بکھیڑوں کا کام ہے۔آ تاکہ میں تجھے ایک جامع اور بہترین علم سکھادوں''۔ میں نے عرض کیا کمال ذرہ نوازی ہوگی۔تب آپ نے فرمایا دیکھو وہ لڑکا جو علمِ جفر کے ذریعے گم ہوگیا ہے میں ایک نظر سے اُسے دوبارہ پیدا کرتا ہوں۔اس وقت میں نے حضور کے چہرۂ مبارک کی طرف نگاہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں کے اوپر یعنی دونوں ابروؤں کے برابر حرف 'ک' اور حرف 'ن' نوری آفتابی رنگ سے مرقوم تھا اور وہ ستاروں کی طرح چمک دمک دکھا رہے تھے۔جب آنحضرت نے اس زمین پر نگاہ ڈالی جہاں وہ لڑکا غائب ہوا تھا تو آپ کی آنکھوں سے ایک شعلہ نکلا اور اس زمین پر نوری حروف سے لفظ 'کن' مرقوم نظر آیا۔اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ اس زمین میں حرکت آگئی ہے اور اس پر سے پے در پے پردے اٹھ رہے ہیں اور پھر وہ لڑکا ایک دم نمودار ہوگیا۔آنحضرت نے فرمایا کیا یہ علم، علمِ جفر سے بہتر نہیں ہے۔میں نے عرض کی جناب یہ تو اعلیٰ ترین علم ہے۔اس پر حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا آؤ میں تمہیں یہ علم بھی عطا کردوں۔چنانچہ اس عاجز کو وہ خانقاہ کے اندر لے گئے۔اس وقت مجھے اپنا چہرۂ نظر آیا اور مجھے اپنی آنکھوں کے اوپر اور ابروؤں کے برابر بعینہٖ آنحضرت کی طرح حرف 'ک' اور حرف 'ن' نوری آفتابی رنگ سے مرقوم نظر آئے۔اس کے بعد جب بھی میں کسی کام کی طرف خیال کرتا تھا تو اس کام کے ہونے والے محل اور مقام پر لفظ 'کن' مرقوم نظر آتا تھا اور وہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اپنے مربّی کی نظرِ عنایت سے تکمیل پذیر ہوتا ہوا نظر آتا تھا

اور بعدۂ سب کام اپنے اپنے وقت پر نہایت آسانی سے باحسن وجوہ تکمیل تک پہنچتے۔''(435)

دعوتِ کلید کی بدولت آپ کے روحانی دنیا میں وسیع رابطے قائم ہو گئے۔ آپ روئے زمین کے روحانیوں سے ان کے برزخی مقام میں ملاقات کرنے لگے اور ان سے فیوض و برکات حاصل ہونے لگے۔ اس دعوت کی بدولت طےلسانی و طےزمانی، سلب الاحوال اور سلب الامراض کے تصرفات حاصل ہوئے۔ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص قرب حاصل ہو گیا۔ اس ضمن میں حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ میں نے واقعے میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی کچی مسجد ہے جس میں حضرت سرورِ کائنات ﷺ امامت فرما رہے ہیں اور چند انبیاء اور اصحابِ کبار حضور ﷺ کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس نماز میں ایسی لذت آ رہی ہے کہ ہم تمام انتہائے وجد و سرور میں کھڑے جھوم رہے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نماز پڑھ چکے تو قبلہ رو ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ حضور ﷺ دعا سے فارغ ہوئے تو اس فقیر نے اٹھ کر درخواست کی یا حضرت ﷺ! اس جماعت میں صرف چند انبیاء اور اصحابِ کبار موجود ہیں۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ مجھے تمام انبیاء کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے۔ حضور ﷺ نے دوبارہ اپنے دستِ مبارک دعا کے لیے اٹھائے۔ میں نے دیکھا میں مسجد کے باہر والے چبوترے میں قبلہ رخ کھڑا ہوں اور دائیں طرف سے تمام انبیائے کرام ایک قطار میں میری طرف آ رہے ہیں اور مجھ سے مصافحہ کر کے گزر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے ہر نبی کو آنحضرت ﷺ کے طفیل قدرت کی الگ الگ شان اور آن اور اپنی اپنی صفت کے علیحدہ رنگ ڈھنگ اور حسنِ اعمال و افعال کی جدا چال اور حال میں دیکھا۔''

حضرت قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ خوش الحانی اور خوش آواز کو بہت پسند کرتے خصوصاً کلام پاک کو سریلی آواز میں سننا آپ کو بہت مرغوب تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں دوپہر کے وقت محوِ استراحت تھا کہ میں نے دیکھا حضور سرورِ کائنات ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا حضرت آپؐ کی زبانِ مبارک سے قرآن شریف سننے کو جی چاہتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو انتہائی لطف و کیف سے مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ میں نے کبھی ایسی روح پرور اور اثر آفرین تلاوتِ قرآن نہیں سنی۔

آپ نے جب یہ پڑھا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ گھوڑے پر سوار ہوتے تو ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پیر رکھتے وقت قرآن شریف ختم کر لیا کرتے تھے۔ اس سے آپ کو کچھ تعجب سا ہوا اور سوچنے لگے کہ اگر انتہائی سرعت کے ساتھ قرآن شریف پڑھا جائے تو بھی اتنے کم وقت میں کسی طرح بھی قرآن شریف ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی توجیہہ کسی طرح آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور بڑے متردد تھے۔ اسی رات خواب میں آپ نے دیکھا کہ آپ حضرت سلطان العارفین کے مزار کے اندر کھڑے ہیں۔ سلطان العارفین مزار سے گھوڑے پر نمودار ہوئے اور آپ کی طرف بھرپور توجہ سے دیکھا۔ اس سے آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ کا بال بال تلاوتِ قرآن کرنے لگا۔ آپ نے محسوس کیا کہ اس ایک لمحے کے اندر کئی بار قرآن ختم ہو گیا۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے تو وہ معمہ حل ہو چکا تھا۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ اس طرح ایک پل میں بلکہ اس سے بھی کم عرصے میں قرآن شریف ختم ہو سکتا ہے اور حضرت علیؓ کے ختمِ قرآن کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اگر بدن کا ہر بال قرآن پڑھنے لگ جائے تو ہر بال کے حصے میں ایک حرف بھی مشکل سے آتا ہے۔ اس طرح ایک

پل میں ایک نہیں کئی ختم ہو سکتے ہیں۔(436)

سلطان العارفین، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے کامل اتباع کی بدولت، بفضلِ تعالیٰ، آپ سلطان الفقراء کے بلند وارفع مقام پر فائز ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات سے ہزاروں گم گشتگانِ بادیہ ضلالت کی رہنمائی ہوئی۔ ہزاروں عقیدت مندوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض پہنچا اور ہزاروں اشخاص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر ہدایت پاکر راہِ راست پر آ گئے۔ بہت سے ملحد اور منکرین الحاد اور دہریت چھوڑ کر پکے مسلمان اور خدا پرست بن گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند پوری دنیا میں موجود ہیں۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تیس سالہ حاصلِ مطالعہ اور حاصلِ تحقیق کو عرفان (حصہ اول وحصہ دوم) کی صورت میں ضبطِ تحریر کیا اور افادۂ عام کے لیے طبع کرایا۔ اس کتاب کو نہایت تھوڑے عرصہ میں عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔ ''عرفان'' کے علاوہ آپ نے کچھ اور کتابیں بھی تصنیف و تالیف فرمائی ہیں۔ ان میں مخزن الاسرار، حق نما (نور الہدیٰ)، انوارِ سلطانی اور کنز الانوار (عقل بیدار) قابلِ ذکر ہیں۔ مخزن الاسرار سروری قادری سلوک اور اوراد و وظائف کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ روحی اور اس کی شرح بھی شامل ہے۔ حق نما حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی کتاب نور الہدیٰ کا خوبصورت اردو ترجمہ اور تشریح ہے۔ کنز الانوار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی کتاب عقلِ بیدار کا ترجمہ اور تشریح ہے۔ انوارِ سلطانی، ابیاتِ باہو رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اور تشریح ہے۔(437)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نثر نویسی کے علاوہ بہت رواں اور پختہ شعر بھی کہتے تھے۔ اردو، فارسی اور پشتو، تینوں زبانوں میں شعر کہہ لیتے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کلاچی سے ''نور الاسلام'' کے نام سے ایک ماہوار مجلہ بھی جاری کیا تھا لیکن نامساعد حالات کے باعث وہ جاری نہ رہ سکا۔ اس کی ادارت آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے۔(438)

روحانی ارتقا کی بدولت سالک راہِ حق کو ذہنی، نفسیاتی، اخلاقی اور فکری ارتقا بھی حاصل ہوتا ہے۔ اسے حکمتِ روحانی عطا ہوتی ہے۔ اس کی بدولت اسے شرعی، فقہی اور روحانی معاملات اور مسائل کی گہرائی تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کو برسوں کے ریاضت ومجاہدہ اور غور وفکر کی وجہ سے خاص الخاص روحانی شعور وادراک حاصل ہو گیا تھا۔ ان کی سوانح نمری ''حیاتِ سروری'' مرتبہ، مرشدِ من حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ میں اس سلسلہ میں بہت سے واقعات موجود ہیں۔

۱۹۴۲ء کو حیدر آباد دکن میں نواب مرزا یار جنگ بہادر وزیر مذہبی امور نے اپنے احباب کو حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچی رحمۃ اللہ علیہ سے متعارف کرانے کے لیے اپنی قیام گاہ میں ایک پر تکلف اور شاہانہ دعوت کا اہتمام کیا۔ اس دعوت میں متحدہ ہندوستان کی سب سے بڑی، متمول اور نظاموں کی ریاست کے اکثر اکابرین ریاست، بلند پایہ دانشور، مدبر، قانون دان، ماہرینِ تعلیم، علماء اور سیاست دان شریک تھے۔ بہت سے سرآوردہ وکلاء، بیرسٹر اور جج صاحبان کے علاوہ وہاں کے چیف جسٹس صفدر یار جنگ بھی مدعو تھے۔ سب لوگ حضرت قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ معیار اور روحانی علمیت کا جائزہ لینے آئے تھے۔ اس محفل میں موجود جامعہ الازہر کے فارغ التحصیل اور وحدت الوجود کے فلسفے کے ماہر

ایک عالم نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے متعلق کچھ سوالات کیے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا:

''وحدت الوجود کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی دن کے وقت آسمان پر ہر طرف سورج کی روشنی محیط پاتا ہے اور اس روشنی میں اسے ستارے اور سیارے معدوم نظر آتے ہیں۔ حالانکہ دن کے وقت آسمان پر ستارے اور سیارے موجود ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس وحدت الشہود کے نظریے کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی دن کے وقت سورج کو بھی دیکھ سکتا ہے اور نگاہ کی تیزی اور وسعت کے باعث ستاروں اور سیاروں کو بھی ساتھ ساتھ دیکھ سکتا ہے۔ ثانی الذکر آدمی اول الذکر آدمی کی نسبت زیادہ حقیقت بین اور صحیح النظر واقع ہوا ہے اور یہ انبیا کا مذہب ہے۔ جنہیں نورِ وحدت کے سورج کی روشنی میں کثرت کے ستارے بھی صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ ازل کے روز جب بعض ارواح پر اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہوئی تو ان کی نظر اس تجلی کے نور سے خیرہ ہوگئی۔ انہوں نے دنیا میں آکر بغیر نفی کے اللہ تعالیٰ کو ثابت کیا اور ہر شے میں اس کا پرتو دیکھ کر مختلف مظاہر قدرت کو ذاتِ واجب الوجود تصور کیا۔ یہ مشرب ہمہ اوست اور وحدت الوجود کا ہے۔ جو لغزشوں اور رجعتوں سے پُر ہے۔ پھر مشربِ ہمہ اوست اگر توحیدی اور حالی ہے تو اس کے جواز کی صورت ہو سکتی ہے۔ لیکن عوام اہلِ تقلید لوگ اس مشرب میں بڑی بھاری لغزش کھا جاتے ہیں اور کائنات کی ہر شے کو ذاتِ واجب الوجود کا مظہر خیال کر کے اس کے پوجنے اور پرستش کرنے کا جواز نکال لیتے ہیں۔ پیر پرستی، حسن پرستی، بت پرستی، قبر پرستی، سورج پرستی، آتش پرستی اور اوتار پرستی وغیرہ کے جواز یہیں سے نکلتے ہیں۔ منصور کا انا الحق اگرچہ حالی تھا تب بھی شریعت نے مواخذہ کر کے اسے سولی پر چڑھا دیا۔ مگر فرعون کا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النزعت ۷۹:۲۴) دجّالی تھا کیونکہ نفسانی لوگوں کا کبر اور انانیت نفس سے روا ہوتی ہے اور اہل اللہ لوگوں کی انا اور کبر ذات سے ہوتا ہے۔ اس مشرب میں جو لوگ اہلِ توحید ہیں وہ مجذوبین، معذورین کہلاتے ہیں اور جو لوگ اہلِ تقلید صاحب قیل وقال ہیں وہ ضالین اور راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس ہم از وست اور وحدت الشہود کا عقیدہ رکھنے والے زیادہ بلند حوصلہ، قوی استعداد اور دور بین واقع ہوئے ہیں۔ ان کی ارواح اور قلوب پر روزِ ازل میں اَلَسْتُ کی تجلی ہوئی تو دنیا میں بھی ان لوگوں نے وعدہ بلیٰ کو کماحقہٗ ایفا کیا۔ ان لوگوں نے نورِ حق کو مقام ربوبیت میں اور اپنے وجود کو مقام عبودیت میں الگ الگ دیکھا۔ انہوں نے دنیا میں آکر دل و جان سے اس کی ربوبیت کا اظہار کیا اور اپنی عبودیت کا ظاہری و باطنی اور عملی اور علمی طور پر اقرار کیا۔ ان لوگوں نے اپنے حادث وجود میں اس کے قدیم رنگ سے اس کی معرفت اور شناخت کا فائدہ اٹھایا اور اسی کے شمعِ جمال پر پروانہ وار جل کر اپنے آپ کو اس پر مٹایا اور اپنے تمام غیر اور ماسوا مطلوبوں اور کل نفسانی مقصودوں اور جملہ فانی معبودوں کی نفی کر کے اس کی ذات واجب الوجود کو ثابت کیا اور اپنے آپ کو اس کی ذات حی و قیوم میں فنا کر کے اس کے وصل اور مشاہدے سے جامِ بقا پیا۔ یہ فرقہ محبوبین، ہمہ از وست اور وحدت الشہود کا ہے۔ آپ نے کہا کہ ہم اسی نظریے اور عقیدے کے قائل ہیں اور یہی سب سے صحیح ہے۔ یہی نظریہ اہل سنت و جماعت اور اہلِ حق کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ سب کچھ اسی سے ہے اور وہ سب کا خالق ہے۔ اس کی ذات مخلوق کے گرد و غبار سے پاک اور منزہ ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد ﷺ ۴۷:۱۹) یعنی اس بات کو جان لے کہ اس کی ذات واجب الوجود کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اس میں غیر معبودوں کی نفی ہے پھر اثبات ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی اصل توحید اور معرفتِ ذات ہے۔ اس مدلّل جواب سے سائل کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کی پوری تسلی اور تشفی ہوگئی اور اس سے مزید کوئی سوال نہ بن پڑا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سائل پورا علامہ تھا۔ جامعۂ ازہر کا فارغ التحصیل تھا اور وحدت الوجود کے فلسفے کا بڑا ماہر اور عالم تھا۔ حاضرین پر سکوت طاری تھا اور وہ دم سادھے اس علمی اور دقیق بحث کو سن

رہے تھے۔.....

ایک دوسرے صاحب نے خلفائے راشدین کے بارے میں ایک بہت پیچیدہ سا سوال کیا اور کہا کہ کون سے خلیفہ افضل ہیں۔ اس نے کہا جیسے رسولوں اور نبیوں کے درجات ہیں اور ان میں فرق مراتب ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے جیسے کہ قرآن کہتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ (البقرۃ:۲:۲۵۳) خلفا میں سے بھی ہمیں بعض پر بعض کی فضیلت کا تعین کرنا ہوگا۔ اس سوال کے جواب میں بڑی احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ مجمع میں مختلف عقائد کے لوگ موجود تھے۔ سائل تفضیلی شیعہ معلوم ہوتے تھے۔ بڑے پائے کے عالم تھے اور وہ اس سلسلے میں ایک فقیر اور درویش کے خیالات معلوم کرنا چاہتے تھے اور مجمع میں ایک خاص تاثر پیدا کرنے کے خواہش مند تھے۔ اس سے بڑا اختلاف اور کشیدگی پیدا ہوسکتی تھی اور بدمزگی کا احتمال تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں کچھ توقف اور تامل فرمایا اور ایک ایسے جواب کے متوازن الفاظ کا انتخاب کیا جس سے رنجش اور کشیدگی پیدا ہوئے بغیر سائل کی تسلی ہوجائے اور اسے صحیح جواب مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ خلفا کا آپس میں مقابلہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الگ الگ کمالات اور صفات ودیعت فرمائی تھیں اور مختلف کمالات اور صفات کی آپس میں نہ کوئی نسبت قائم کی جاسکتی ہے اور نہ ہی ان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح ظاہر میں مختلف فنون اور کمالات ہیں اسی طرح باطن میں بھی الگ الگ ہنر اور کمالات ہیں اور ایک ہنر دوسرے ہنر اور کمال سے کوئی نسبت اور لگاؤ نہیں رکھتا۔ مثلاً دنیا میں بعض اشخاص خوشخطی میں کمال رکھتے ہیں، بعض خوش الحانی میں ماہر ہیں، بعض پہلوانی میں یگانۂ روزگار ہیں، بعض خیاط ہیں اور بعض معمار۔ ان مختلف فنون اور کمالات والوں کا آپس میں مقابلہ کرنا نادانی ہے۔ مثلاً یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں خوش نویس اور فلاں گویے میں کون بہتر اور کون افضل ہے یا فلاں خیاط اور فلاں پہلوان میں کون بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ شعبے ہی مختلف ہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین اور اصحاب کبار میں سے بعض عدل میں، بعض حیا میں، بعض علم میں، بعض جود و سخا میں اور بعض شجاعت میں میں یگانۂ روزگار ہوئے ہیں۔ سب کو اپنے اپنے مختلف فن، صفت اور ہنر میں کمال حاصل تھا۔ آپ ان کا مقابلہ کس طرح کراتے ہیں۔ ہم سب کا کمال الگ الگ تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ کسی ایک فن اور کمال میں مشترک اور متقابل نہیں تھے۔ ان کا تقابل کرانے سے ہمارا اپنا مقابلہ اور مجادلہ اور لڑائی جھگڑا شروع ہوجاتا ہے۔ جس کا نتیجہ بغض وعناد اور کشیدگی و رنجش کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ صحابہ سب ستاروں کی طرح روشن ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی جس باب میں تقلید کی جائے ہدایت اور فلاح کا باعث ہے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔ خودمرزا یار جنگ بہادر نے ایک عجیب سا سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ قدرت نے ہر چیز کو اپنا اپنا مقام اور اپنا اپنا کام سونپا ہے۔ ستارے اپنے مقام پر کھڑے اپنا فرض انجام دے رہے ہیں۔ ہوائیں اپنا کام کررہی ہیں۔ نباتات، جمادات اور دیگر اشیا اپنے اپنے طور پر قدرت کی ضروریات کو پورا کررہی ہیں۔ انسانوں کو بھی الگ الگ فرائض سونپے گئے ہیں۔ اگر وہ اپنا اپنا مقام اور اپنا اپنا کام چھوڑ کر صرف یادِ الٰہی میں مصروف ہوجائیں تو دنیا کے کام کیسے چلیں گے اور ''عرفان'' میں آپ نے صرف یادِ الٰہی پر زور دیا ہے اور آپ نے خود بھی ایک عرصہ تک ترکِ دنیا اختیار کرلی تھی۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یادِ الٰہی میں مصروف ہونے سے یہ مراد نہیں کہ دنیاوی فرائض چھوڑ دیئے جائیں البتہ بعض مخصوص حالات میں اگر کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ پیش آجائے تو اس میں انسان کا اپنا کوئی اختیار نہیں اور بس نہیں ہوتا۔ مجھے یادِ الٰہی کا جذبہ دامن گیر ہوا تو اس وقت میں اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ ایک غیبی کشش تھی جو مجھے بے اختیار طور پر لاحق ہوگئی تھی اور میں مجبوراً سب کچھ چھوڑ بیٹھا تھا اور وہ بھی ایک خاص وقت کے لیے۔ ورنہ عام آدمی اپنے دنیاوی فرائض بھی سرانجام دے سکتا ہے اور یادِ الٰہی بھی کرسکتا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ اور اصحاب نے بھی مختلف موضوعات پر سوالات کیے اور آپ نے سب کے انتہائی مدلل، معقول اور مفصل جوابات دیے۔ آپ پوری محفل پر چھا گئے تھے اور تمام دانشور علما اور قانون دان آپ کے سامنے طفلِ مکتب معلوم ہو رہے تھے۔ یہ دلچسپ محفل کافی رات گئے تک جاری رہی اس کے بعد ہم اپنی آرام گاہ میں آ گئے۔(439)

فقر و تصوف سے متعلقہ قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے افکارِ عالیہ، آپ کے کامل روحانی شعور و ادراک اور فہم و فراست کا بین ثبوت ہیں۔

حضرت قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو علم منطق اور علم الکلام پر بھی خداداد تصرف حاصل تھا۔ ایک بار دورانِ سفر، مغربی علوم و فلسفہ کے ماہر ایک ملحد نے آپ سے سوال کیا کہ عقلی اور سائنسی نقطۂ نگاہ سے مرنے کے بعد زندہ ہونا ثابت کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے تحمل اور بردباری سے فرمایا:

"..... بھائی تمہیں اس سے تو انکار نہیں کہ موجودہ زندگی سے قبل ہم نیست تھے یعنی ہم نہیں تھے یا موجود نہیں تھے۔ ایک ضرورت پیش آئی جس نے ہمیں ہست کر دیا یعنی وہ ضرورت ہمیں عالمِ وجود میں لے آئی۔ پھر موجودہ زندگی تو تم خود گزار رہے ہو اور تم زندہ موجود ہو۔ اس سے بھی تمہیں انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ تیسری صورت پھر نیست ہونے کی ہے یعنی ہم نے مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے۔ اس سے تم انکار نہیں کر سکتے۔ اب رہ گئی چوتھی صورت پھر زندہ ہونے کی۔ اس سے تمہیں صرف اس لیے انکار ہے کہ اس کا تمہیں ابھی تجربہ نہیں ہوا۔ اس طرح تم نے مذہب کے اس نظریے کا تین چوتھائی تو تسلیم کر لیا۔ یعنی ابتدائی نیستی پھر ہستی اور پھر نیستی۔ اب صرف ایک چوتھائی یعنی پھر ہستی اور زندہ ہونے کی بات رہ گئی۔ سو جو ضرورت ہمیں ابتدائی نیستی سے ہستی کی طرف لے آئی ہے وہی ضرورت پھر بھی موجود رہے گی اور پھر ہمیں ہست کر دے گی۔ چوتھی صورت تسلیم کیے بغیر ہستی اور نیستی کا یہ دائرہ اور حلقہ مکمل ہی نہیں ہوتا۔ اس کی تکمیل کی صورت صرف یہی ہے کہ ہم اس چوتھی صورت پر یقین کر لیں اور ایمان لے آئیں۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس ایسی کوئی دلیل ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ جو قوت اور ضرورت ہمیں ابتدائی نیستی سے موجودہ ہستی کی طرف لے آئی ہے وہ موت کے بعد نہیں رہے گی۔ پھر دیکھیے دن رات، روشنی تاریکی، گرمی سردی، غم خوشی، بلندی پستی وغیرہ جفت جفت اور جوڑا جوڑا آئے ہیں۔ اسی طرح موت اور زندگی اور ہستی اور نیستی بھی جفت جفت اور لازم و ملزوم ہیں۔ یہ بھی برابر برابر اور ساتھ ساتھ ہیں۔ ان کا جوڑا اور جفت تبھی پورا ہوتا ہے جب ہم حیات بعد الممات کو تسلیم کر لیں اور ان چاروں صورتوں اور حالتوں کو مان لیں۔ پہلے نیستی پھر ہستی، پھر نیستی اور پھر ہستی۔ اگر ان میں سے ایک صورت کو نکال دیا جائے تو یہ قصہ، یہ ڈرامہ اور یہ کھیل ہی نامکمل رہ جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی مانے بغیر چارہ نہیں کہ موت کے بعد کی زندگی ابدی اور لازوال ہے۔ کیونکہ ابتدائی نیستی کا کوئی آغاز نہیں ہے اور آخری ہستی کا کوئی انجام نہیں۔ اس کا آغاز اور اس کا انجام مل کر ابدیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس طرح یہ دائرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اس پر وہ شخص لاجواب ہو گیا اور اس نے تسلیم کر لیا کہ واقعی موت کے بعد دوبارہ زندگی کا قوی امکان ہے اور اسے مانے بغیر چارہ نہیں۔ اس شخص نے بتایا کہ ایسا مدلل جواب مجھے آج تک کسی نے نہیں دیا اور اب میں مذہب اور اس کے نظریات اور معتقدات پر ایمان لاتا ہوں۔"(440)

قبلہ فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ حال، کامل فقیر تھے۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ فقر و تصوف کا تحقیقی بنیادوں پر علمی مطالعہ کیا بلکہ فقرِ باھو رحمۃ اللہ علیہ کی تمام منازل و مدارج بھی طے کیے تھے۔ آپ فقر و تصوف کے ادق مسائل نہایت سہل انداز سے سمجھا دیتے تھے۔

ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک نامی گرامی پیر صاحب سے ملاقات کے لیے، ان کے ہاں گئے تو دیکھا کہ پیر صاحب،

علما کے حلقے میں جلوہ افروز ہیں اور سب کے سب ایک فارسی شعر کی تفہیم سے عاجز بیٹھے ہیں۔ وہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر تھا ۔

چہ غمست اگر ز بیرون مددِ شکر نداری   بہ درونِ تست مصرے توئی نے شکر ستانش

ترجمہ: خود تیرے اندر مصر کا ملک موجود ہے اور تو خود ہی اس ملک کے گنے کی پیداوار ہے۔ اگر تجھے باہر سے شکر کی مدد نہ ملے تو اس کی فکر نہ کر۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے اپنے اندر منبعِ نور اور مرکزِ تجلیات موجود ہے۔ تجھے خارج میں انوارِ الٰہی اور جلوۂ ذات تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ پہلے مصرعے میں مصر اور شکر کی وضاحت کوئی مولوی نہیں کر سکتا تھا اور خود پیر صاحب بھی اس کو نہیں سمجھ سکے۔ اس کے علاوہ حروف بھی کچھ مدھم اور مٹے مٹے سے تھے۔ درسی کتب پڑھے ہوئے مولوی صاحبان کا یہ خاصا ہوتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے پہلے سے پڑھا ہوتا ہے صرف اسی کو سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی نئی چیز سامنے آجائے تو ان کا علم جواب دے جاتا ہے۔ پیر صاحب نے جرح کی اور کہا کہ ''مصرے'' اور ''شکر'' کی کیا مناسبت ہے۔ فقیر صاحب نے انہیں بتایا کہ یہاں ''شکر'' کو نور سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ شکر (کھانڈ) نور کی طرح سفید ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ لفظ مصر جو ایک ملک کا نام ہے اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ مصری (نبات) اور شکر پہلے پہل مصر کے ملک میں بنائی گئی تھی اور اسی لیے مصر کی مناسبت سے اسے مصری کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تیرے اندر خود وہ مرکز یعنی مصر موجود ہے جہاں شکر پیدا ہوتی ہے اور بنتی ہے۔ یعنی جس نور اور تجلی کی تو تلاش اور جستجو کرتا ہے اس کا مرکز خود تیرے اندر موجود ہے تجھے کیا ضرورت ہے کہ اسے آفاق میں تلاش کرتا پھرتا ہے۔ اس تشریح اور توضیح سے پیر صاحب بہت خوش ہوئے اور انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھالیا اور بہت دیر تک نام، مقام اور مشائخ اور سلسلے کے متعلق پوچھتے رہے اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ پھر نماز میں از خود ساتھ کھڑے ہونے کو کہتے رہے۔ (441)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں انتہائی درجے کا استغنا تھا۔ اپنی حالت پر ہمیشہ صابر و شاکر رہا کرتے تھے۔ کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا آدمی آجاتا تو اس کے ساتھ وہی برتاؤ روا رکھتے جو ایک غریب آدمی کے ساتھ کرتے تھے۔ عموماً اپنے غریب عقیدت مندوں کے حلقے میں بیٹھنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ مالی اور دنیاوی نفع اور نقصان کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ اور تصنع کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ مشائخانہ جبہ و دستار کے تکلفات میں کبھی نہ پڑے۔ آپ خود نمائی اور خود ستائی سے حتی الوسع اجتناب کیا کرتے۔ عوام کے ہجوم کو پسند نہ کرتے۔ مطالعے اور کتب بینی کا آپ کو بہت شوق تھا۔ اپنی زندگی میں مختلف علوم پر ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ آپ کو سیر و سیاحت کا بھی بہت شوق تھا۔ برصغیر پاک و ہند کا کوئی ایسا مشہور شہر نہیں جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لے گئے ہوں اور وہاں کے اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت نہ کی ہو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو اپنی اولاد کی طرح تصور کرتے تھے۔ جو خود کھاتے وہی انہیں کھلاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہر مرید یہی سمجھتا کہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبت ہے اور مجھ پر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خوابوں کی تعبیر میں بھی کافی زیادہ مہارت حاصل تھی۔ آپ کی بتائی ہوئی تعبیر ہمیشہ درست نکلتی

تھی۔(442)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کے آخری پانچ سال فیصل آباد میں گزارے۔اس عرصہ میں آپ مختلف جسمانی عوارض میں مبتلا ہوگئے۔مرضِ جگر جان لیوا ثابت ہوا۔

وفات سے چندروز پیشتر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مجھے اب زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔میں نے جو کام کرنا تھا وہ میں نے پورا کردیا۔میرا مشن میری کتابوں کے ذریعے میرے بعد بھی کامیابی سے چلتا رہے گا......''(443)

ایک بارفرمایا:

''میں نے واقعے میں دیکھا میں آسمان کی طرف محوِ پرواز ہوں اور آسمان میں ہر طرف خوشی اور مسرت کے ہمہ گیر شادیانے بج رہے ہیں۔اجرامِ فلکی میں ایک بہت بڑا ہنگامہ اور عظیم رستخیز برپا ہے۔لاکھوں کروڑوں سیارے اور ستارے سرعت کے ساتھ اِدھراُدھر دوڑ رہے ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی کا استقبال ہورہا ہے۔جیسے کسی کی آمد کی خوشی منائی جارہی ہے۔میرا وقت قریب آگیا ہے۔اب میرا کوئی علاج نہ کرو۔مجھے کوئی دوا نہ دو۔اب مجھے میرے حال پر رہنے دو۔میں اسی طرح ٹھیک ہوں''۔(444)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۸کتوبر ۱۹۶۰ء بروز منگل مطابق ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۰ ہجری کو صبح ایک بجے وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ البقرہ (۲:۱۵۶)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متشرع، سحرخیز اور شبِ زندہ دار تھے۔تہجد باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کرتے۔آخری وقت تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نمازِ پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔جس رات آپ کو وصال ہوا، اس رات بھی آپ نے عشاء کی نماز اشاروں سے ادا کی تھی۔(445)

۱۱۹کتوبر ۱۹۶۰ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کلاچی میں سپردِ خاک کیا گیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ مبارک کلاچی میں مرجعِ خلائق ہے۔

سلطان الفقراء حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی

مرشدِ من، حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی، حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند اور روحانی جانشین ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۹۲۰ء کے اوائل میں ہوئی۔ آپ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی گود میں ایک طلائی قرآن شریف پڑا ہوا ہے اور وہ اسے چوم رہی ہیں۔ صبح انہوں نے اپنا خواب حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیان کیا تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارے ہاں فرزند تولد ہوگا جو مقدس روحانی امانتوں اور باطنی ورثوں کا مالک ہوگا۔

حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ ابھی ایک سال کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ربیع الاول ۱۳۴۲ ہجری میں آپ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں اور ان کی ابدی آرام گاہ دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے عقبی قبرستان میں بنی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ کی نگہداشت آپ کی بڑی ہمشیرہ آمنہ نے کی۔ جب ان کی شادی ہوگئی تو آپ کو آپ کی دادی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگہداشت میں دے دیا گیا۔ آپ کی عمر ابھی قریباً چھ سال تھی کہ آپ کی فرشتہ سیرت دادی کا بھی انتقال ہوگیا۔ آپ کو، آپ کے والد ماجد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ رکھنے لگے۔ آپ نے چوتھی جماعت تک باقاعدگی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ سفر و حضر میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہنے لگے۔ آپ نے ان سے اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں (۱۹۳۰ء سے) آپ نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے وظائف (سورہ مزمل شریف، قصیدہ غوثیہ شریف اور رسالہ روحی شریف) ازبر کر لیے اور باقاعدگی سے پڑھنے شروع کر دیے۔

۱۹۳۴ء کے موسمِ گرما میں آپ نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ کے ہمراہ کوئٹہ کا سفر کیا۔ وہاں حضرت پیر سید علی حیدر القادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر قیام ہوا۔ ۱۹۳۵ء کو دوبارہ کوئٹہ گئے۔ اس بار تمام دوسرے بھائی اور سوتیلی والدہ بھی ساتھ تھیں۔ وہاں دورانِ قیام، قیامت خیز زلزلہ آیا جس نے چشمِ زدن میں تقریباً پچیس ہزار جانیں لے لیں۔ اس زلزلہ میں آپ کی سوتیلی والدہ وفات پا گئیں جبکہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ، آپ اور آپ کے سب بھائی معجزانہ طور پر بچ گئے۔ اس سانحہ کے بعد سب کلاچی آ گئے۔ کلاچی پہنچنے کے چند ماہ بعد ۱۹۳۶ء میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور شادی کر لی۔ (446)

۱۹۳۶ء میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خوشنویسی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور میں برصغیر کے نامور خطاط منشی صوفی عبدالحمید پرویں رقم کی شاگردی میں دے دیا۔ آپ نے تین چار ماہ ان کے ہاں رہ کر کتابت سیکھی اور واپس کلاچی آ گئے۔ اس زمانے میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ماہوار رسالہ ''نور الاسلام'' نکالنا شروع کیا۔ آپ اس رسالے کی کتابت کرتے رہے۔ یہ رسالہ صرف چند اشاعتوں کے بعد نامساعد حالات کے باعث بند کرنا پڑا۔ بنوں سے ''ہمدرد سرحد'' کے نام سے ایک ہفت روزہ نکلا کرتا تھا جس کا مالک ایک ہندو تھا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشاورت پر آپ بنوں چلے گئے۔ وہاں آپ کو اخبار کے دفتر میں رہنے کو جگہ مل گئی۔ شروع میں آپ کو اخبار پریس کے ایک بالاخانے

پر دسمبر کی سخت سردی میں کھلے آسمان کے نیچے رہنا پڑا۔ روزگار میسر نہ آنے کی وجہ سے کئی روز کے فاقے بھی کاٹنا پڑے۔ ان حالات میں بھی آپ کو پہلے مہینے جو بیس روپے تنخواہ ملی، وہ سب کی سب آپ نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ منی آرڈر بھجوادی۔ بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر تمام تنخواہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھجواتے رہے اور خود کتابت کا کچھ پرائیویٹ کام کر کے گزر بسر کرلیا کرتے تھے۔ بعض اوقات پرائیویٹ کام نہ ملتا تو وقت فاقے سے کاٹ لیتے لیکن تنخواہ پوری کی پوری گھر بھیج دیتے۔ بے کسی اور بے بسی کے ان ایام اور نہایت کٹھن عرصہ حیات میں، یکے بعد دیگرے آپ کے بھائی غلام سرور، عبدالمجید اور علی مراد بھی بنوں میں آپ کے پاس آگئے۔ آپ نے تعلیم اور روزگار کی فراہمی میں ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد کی۔

۱۹۳۹ء میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد دکن کے پہلے سفر سے واپس کلاچی پہنچے تو انہوں نے ''عرفان'' اردو اور ''نورالہدیٰ'' فارسی کی کتابت کے لیے آپ کو، اپنے پاس بلالیا۔ آپ نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حسبِ منشا ڈیرہ اسماعیل خاں میں رہ کر ان کتابوں کی کتابت کی اور وہیں سے نظام دکن کی طرف سے فراہم کردہ رقم سے یہ کتابیں طبع کرائی گئیں۔ ۱۹۴۱ء میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''حق نما'' کی کتابت کے لیے آپ کو دوبارہ بنوں سے بلوالیا اور حیدرآباد دکن کے سفر پر آپ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں تقریباً دو ماہ قیام کے دوران، آپ نے ''حق نما'' کی کتابت مکمل کرلی اور واپسی پر اسے لاہور میں طبع کرالیا گیا۔ حیدرآباد کے سفر کے دوران آپ نے دہلی اور آگرہ دیکھا۔ آپ کو حیدرآباد کے مشہور مقامات کی سیر کا موقع بھی ملا۔ حیدرآباد میں آپ کو مشہور شخصیات، سر اکبر حیدری (وزیر اعظم حیدرآباد دکن) نواب مرزا یار جنگ بہادر (وزیر مذہبی امور)، صفدر یار جنگ بہادر (چیف جسٹس) کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

حیدرآباد کے سفر سے واپسی پر آپ پھر بنوں چلے گئے اور کتابت کے کام میں دوبارہ ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اپنی شعر گوئی کی بدولت آپ جلد ہی بنوں کی ادبی محفلوں میں نامور ہو گئے۔ ۱۹۴۳ء میں آپ لاہور آگئے۔ آپ نے طبیہ کالج لاہور سے طب کی تعلیم حاصل کی اور ''حکیم حاذق'' کے کورس میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۶ء میں بنوں واپس آ کر مطلب کھول لیا۔ یہاں آپ کو بہت کامیابی حاصل ہوئی اور آپ کا مطب خوب چمکا۔ اسی زمانے میں آپ نے پشتو فاضل، میٹرک، ایف اے اور پنجاب سٹیٹ میڈیکل فیکلٹی سے ڈسپنسنگ کے امتحانات پاس کیے۔ اس زمانے میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مستقل رہائش کے ارادے سے اہلِ خانہ سمیت بنوں تشریف لے آئے۔ لیکن بنوں کا ماحول پسند نہ آنے کی وجہ سے کلاچی واپس چلے گئے۔ ۱۹۶۰ء کو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے چند روز قبل آپ کو بذریعہ ٹیلی گرام فیصل آباد طلب فرمایا۔ آپ فوراً وہاں پہنچ گئے اور آخری وقت تک حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں رہے۔ اپنے وصال سے دو دن قبل رات کو عشاء کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تین واقعات ارشاد فرمائے۔

پہلا واقعہ آپ نے یوں بیان فرمایا:

> ''تمہاری ولادت سے چند یوم پیشتر میں نے روحانی طور پر دیکھا کہ تمہاری والدہ کی گود میں ایک سنہری اور طلائی حروف سے لکھا ہوا قرآن شریف پڑا ہوا ہے اور وہ اسے چوم رہی ہیں۔ اس کے بعد جب تمہاری ولادت ہوئی تو میں نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہی تھی اور یہ بچہ بڑی برکتوں اور سعادتوں والا ہوگا۔ تمہاری والدہ نے بھی بالکل اسی طرح کا خواب دیکھا تھا۔''

دوسرا واقعہ ذرا توقف کے بعد اس طرح سنایا:

''تم ابھی بہت چھوٹے ہی تھے۔ میں نے واقعے میں دیکھا کہ میں اپنا سارا نور تمہارے جسم کے اندر پھونک دیتا ہوں اور تم اس نور سے معمور ہو کر سرتاپا منور اور روشن ہو جاتے ہو۔''

تیسرا واقعہ جو خصوصی طور پر روحانی جانشینی سے متعلق ہے، بڑے مؤثر انداز میں یوں بیان فرمایا:

''میں نے واقعے میں دیکھا کہ میں تمہارا سر تمہارے بدن سے جدا کر کے اس کی جگہ اپنا سر جوڑ دیتا ہوں اور مجھے تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا سر، اپنا چہرہ اور اپنی صورت نظر آ رہی ہوتی ہے۔''

یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''دوسرے بزرگ اپنے جانشینوں کے سر پر خلافت اور جانشینی کی پگڑیاں اور دستار رکھا کرتے ہیں مگر میں نے پگڑی کی بجائے اپنا سر، اپنا روحانی شعور اور اپنی روحانی فضیلت اور برکت وفراست رکھی ہے۔ خلافت اور جانشینی کا اس سے زیادہ بلند معیار اور کوئی نہیں ہوسکتا۔''(447)

دوسرے دن علی الصبح، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرشدِ من، حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کو گواہان کی موجودگی میں اپنا جانشین اور اپنے سلسلے کا قائد اور سربراہ مقرر فرمایا اور بطور سند وصیت نامہ تحریر فرمادیا۔(448)

حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ بنوں میں ہی مقیم رہے۔ ۱۷ اپریل ۱۹۷۱ء کو حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی حکم وہدایت پر، بنوں میں تقریباً ۳۵ سال کی سکونت کے بعد آپ ہمیشہ کے لیے کلاچی چلے آئے۔ آپ نے یہاں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر ایک شاندار محل تعمیر کرایا۔ عالی شان مسجد تعمیر کرائی۔ حجرے تعمیر کرائے۔ قرآن پاک کی تدریس کا درس قائم کیا۔ آپ کی بدولت مقامی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سروری قادری سلسلہ کا فیضان پہنچا اور لوگ جوق در جوق سلسلہ میں شامل ہوئے۔ آپ نے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک روحانی سلسلے کا نیٹ ورک قائم کر دیا۔ اندرونِ ملک تقریباً تمام چھوٹے بڑے شہر میں آپ کے خلفا اور روحانی مراکز موجود ہیں۔ آپ نے ۱۹۸۵ء، ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۳ء، میں جنوبی افریقہ کے، دسمبر ۲۰۰۲ء کو مصر اور ۲۰۱۴ء میں ملائشیا کے دورے کیے۔ وہاں آپ نے دین اسلام اور روحانی سلسلہ سروری قادری کی ترویج کے لیے شاندار خدمات سرانجام دیں۔ الحمدللہ، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور ہزاروں، لاکھوں افراد بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر آپ سے فیضان حاصل کر رہے ہیں۔(449)

آپ فقر کے نہایت اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہیں۔ آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں خاص مقام اور قرب حاصل ہے۔ کتاب ''الہامات'' میں ''میراحج'' کے عنوان کے تحت حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو ظہر کے وقت ہم جدہ پہنچے۔ اگلے دن جمعہ تھا اور ہم نماز جمعہ سے پہلے مکہ معظّمہ پہنچ گئے اور حرمِ پاک میں جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد عمرہ ادا کیا۔ تقریباً ایک ہفتہ مکہ معظّمہ قیام کے بعد ہم مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوتے وقت مجھے بخار تھا۔ اس حالت میں روضۂ اقدس پر حاضری ہوئی۔ دن بھر حاضری کے بعد، بعد از عشا اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو بخار تیز ہو گیا۔ پریشان تھا کہ اگر یہی حالت رہی تو روضۂ اقدس اور مسجد نبویؐ کی حاضری کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ صبح کو زیارتوں پر جانے کا

پروگرام بھی تھا۔اسی پریشانی کے عالم میں رو رہا تھا کہ کمرے میں اچانک روشنی پھیل گئی۔اس سے آگے مرشدِ من لکھتے ہیں:

''مجھے رسول اللہ ﷺ کا نوری سراپا اور شبیہہ مبارک نظر آئی۔ میں ادب اور احترام سے کھڑا ہو گیا۔حضور ﷺ سامنے تشریف فرما تھے۔میں نے لپک کر اور جھک کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور معاً حضور ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔ذاتِ مقدس،نورِ مجسم،پیکرِ رحمت اور جسمِ مطہر کے ساتھ ہم آغوشی،بغل گیری اور اتصال سے مجھے کون ومکاں کی تمام مسرتیں حاصل ہو گئیں۔صاحبِ خلقِ عظیم شہِ لولاک ﷺ اور شہنشاہِ بحر وبر ﷺ نے مجھے اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا تھا۔اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ فرمایا۔حضور ﷺ روانہ ہوئے؛ میں ہاتھ باندھے پیچھے چل پڑا۔حضور ﷺ نے سبز لباس پہن رکھا تھا۔سب سے پہلے حضور ﷺ جنت البقیع پہنچے اور خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔میرے ساتھ تین چار آدمی اور بھی تھے جن کو پہچانتا نہیں تھا۔حضور ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ہم نے بھی اٹھائے۔حضور ﷺ جو کچھ پڑھتے جاتے تھے ہم ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔اسی طرح حضور ﷺ مجھے ازواجِ مطہرات،حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبروں پر لے گئے،دعائیں پڑھیں اور میں نے حضور ﷺ کے ساتھ پڑھیں۔پھر حضور ﷺ مجھے میدانِ احد لے گئے اور وہ مقام دکھایا جہاں دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے۔مسجدِ قبا لے گئے،پھر مسجد قبلتین اور دوسرے مقامات دکھائے،ان کی اہمیت بیان فرمائی اور دعائیں پڑھیں جو میں نے ساتھ پڑھیں۔اخیر پر حضور ﷺ نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔میں نے اس معلمِ کائنات ﷺ کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اسی کے ساتھ حضور ﷺ تشریف لے گئے۔

میں اٹھ بیٹھا۔رات کے تین بجے کا عالم تھا۔طبیعت ہلکی اور درست معلوم ہو رہی تھی،جسم ٹھنڈا تھا،بخار اتر چکا تھا اور کمزوری بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔میں نے اٹھ کر وضو کیا اور سیدھا حرمِ نبوی ﷺ پہنچ گیا۔اس کے بعد پھر بخار دوبارہ نہیں آیا۔اس رات کو میں حاصلِ حیات اور سرمایۂ زیست تصور کرتا ہوں۔جس رات مجھے میرا گوہرِ مقصود مل گیا اور میری زندگی بھر کی مرادیں اور حسرتیں پوری ہو گئیں۔

سکونِ قلب ملا، لذتِ حیات ملی   درِ حبیب ﷺ ملا، ساری کائنات ملی

(اعظم چشتی)

دل یہی چاہتا تھا کہ ساری عمر اسی طرح کا بخار چڑھا رہے،زندگی کی ہر رات اسی طرح بسر ہو،اسی نوع کی بےخوابی اور دردوکرب رہے،اسی قسم کی گریہ وزاری ہو اور ایسی ہی اشک ریزی ہو۔ہر آن،زندگی بھر،تا حشر،تا ابد وہی نوری سراپا اور حسین وجمیل شبیہہ مبارک نگاہوں کے سامنے ہو۔وہی دست بوسی اور قدم بوسی ہو اور وہی جلوہ تمام نگاہ میں ہو۔ازل سے ابد تک جسمِ مطہر کے ساتھ اتصال اور ہم آغوشی ہو،وہی معلمِ کائنات ﷺ میرا معلم ہو،وہی فردوسی،جاں نواز اور روح پرور صدا ہر لحہ زیبِ سماعت ہو،وہی چہرۂ انور کی ضیاباریاں اور ضوفشانیاں ہوں،وہی پُرکیف تکلم ہو،وہی لطف و مہربانی ہو،وہی رہنمائی اور رہبری ہو،وہی دستگیری ہو،وہی نگاہ ہو جو قلب کو فرما دے اور وہی دستِ کرم ہو جو کونین کی نعمتیں عطا کر دے،وہی شفقت ہو جو دل کو لازوال سکون اور بے پایاں راحت واطمینان کے خزانے بخش دے۔

دوسرے دن میں بالکل تندرست تھا اور ہمارے معلم ہمیں زیارتوں کے لیے ساتھ لے گئے۔جہاں جہاں بھی وہ ہمیں لے گئے وہ تمام مقامات میرے جانے پہچانے اور دیکھے بھالے ہوئے لگ رہے تھے کیونکہ ان سب کو میں رات کے

باطنی اور روحانی واردات میں حضور ﷺ کی معیت میں دیکھ چکا تھا۔ میں سارا دن اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ دوڑتا پھرتا رہا مگر مجھے کوئی تھکاوٹ اور کمزوری محسوس نہیں ہوئی۔''(450)

روحانی دنیا میں اہلِ حق کو ان کے مقام و مرتبہ اور فرائض منصبی کے مطابق تصرفات عطا ہوتے ہیں۔ مرشدِ من، عطا ہونے والے تصرفات میں سے طے زمانی و طے مکانی کے تصرفات کے بارے میں ذاتی مشاہدہ و تجربہ کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں مجھے ایک عجیب وغریب اور انوکھا روحانی تجربہ ہوا۔ ایسی عجیب روحانی واردات سے میں پیشتر ازیں کبھی دوچار نہیں ہوا تھا۔ گو ایسے واقعات اسلامی تاریخ میں بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کے متعلق اکثر ملتے ہیں مگر ذاتی طور پر میرے لیے یہ بالکل نیا واقعہ اور نرالا مشاہدہ تھا۔ اس قسم کا ایک واقعہ حضرت مالک بن قاسم جبلی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منسوب ہے۔ حضرت عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ معظّمہ میں طویل قیام کے دوران حضرت مالک بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ سے گوشت کی خوشبو آرہی تھی۔ وجہ پوچھی تو مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں ابھی ابھی اپنی والدہ کو کھانا کھلا کر آرہا ہوں اور جلدی میں یہاں آگیا ہوں تاکہ مکہ معظّمہ میں صبح کی نماز میں شرکت کرسکوں۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ جہاں سے آئے تھے وہ جگہ مکہ معظّمہ سے تین ہزار میل کے فاصلے پر تھی۔

میرا مشاہدہ اور واقعہ یوں ہے کہ قیامِ مکہ کے دوران گھر سے خط آنے میں دیر ہوگئی جس سے کچھ پریشانی سی تھی۔ عشا کی نماز کے بعد جب میں اپنے بستر پر گیا اور ابھی آنکھ نہیں لگی تھی کہ میں کلاچی اپنے گھر پہنچ گیا اور مادی طور پر اپنے مادی جسم کے ساتھ ہی پہنچا۔ کلاچی میں بھی رات کو بعد از عشا کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ گھر کے تمام افراد سو رہے تھے اور تمام کے تمام خیریت سے تھے۔ میں نے گھر کے کسی فرد کو اس لیے جگانا مناسب نہیں سمجھا کہ انہیں مجھے دیکھ کر خواہ مخواہ پریشانی اور حیرانی ہوگی کہ میں تو حج پر گیا تھا رات گئے بغیر اطلاع اچانک کسی طرح گھر آ گیا ہوں۔ پھر میں نے اچھی طرح اطمینان کرلیا کہ یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ میں سچ مچ ہوش وحواس اور بیداری میں مادی جسم کے ساتھ گھر آ گیا ہوں اور میں خود بھی اس بات سے گھبرا سا گیا کہ میں تو حج پر گیا تھا رات گئے بغیر اطلاع اچانک کس طرح گھر آ گیا ہوں۔ پھر میں نے اچھی طرح اطمینان کرلیا کہ یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ میں سچ مچ ہوش وحواس اور بیداری میں مادی جسم کے ساتھ گھر آ گیا ہوں تو میں واپس کیسے جاؤں گا اور میرے فریضۂ حج کا کیا بنے گا۔ میں نے جلدی میں گھر سے باہر قدم رکھا تو اپنے آپ کو مکہ میں اپنے بستر پر پایا۔ اس سے مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ کیا اور کیونکر ہوا۔ اس کے بعد یہی معاملہ کئی مرتبہ پیش آیا اور میں اس کا عادی ہوگیا۔

مدینہ منورہ میں بھی ایک رات اسی طرح کا مگر اس سے کچھ مختلف اور متنوع قسم کا واقعہ پیش آیا۔ وہاں سے بھی میں اسی طرح کلاچی پہنچا۔ میں پوری طرح بیدار اور ہوش وحواس میں تھا اور مجھے یقین اور مکمل احساس تھا کہ میں مادی جسم کے ساتھ ہی گھر پہنچا ہوں۔ اس دفعہ مجھے یہ بھی بھروسہ اور اعتماد تھا کہ میں آنِ واحد میں حسبِ سابق واپس مدینہ پہنچ جاؤں گا۔ کیونکہ اس کا تجربہ مجھے اس سے پیشتر کئی بار ہو چکا تھا مگر اس مرتبہ ایک نئے اور مزید تجربے سے دوچار ہوا اور وہ یوں کہ اس مرتبہ جب میں گھر میں داخل ہوا تو گو رات کا وقت تھا مگر اہلِ خانہ ابھی جاگ رہے تھے۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر میں نے چاہا کہ اہلِ خانہ مجھے نہ دیکھیں تاکہ الجھن اور پریشانی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ مجھے یہ تصرف حاصل ہوگیا جس کی وجہ سے میں ان کی نظروں سے اوجھل ہوگیا مگر میں ان کو دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ میں دیر تک ان کے پاس کھڑا باتیں سنتا اور ان کے حالات دیکھتا رہا۔ ان کی خیریت معلوم کرکے اور اپنی تسلی کرنے کے بعد گھر سے باہر نکلا تو

اپنے آپ کو مدینہ میں پایا۔
یہ کوئی عجوبہ نہیں اور ایسا ممکن ہے۔جب آواز، تصویر اور رنگ تک ٹیلی کاسٹ ہونا شروع ہو گئے ہیں۔حالانکہ رنگ مادی چیز ہے اور رنگ اب ٹیلی ویژن کی رنگین نشریات کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ آنِ واحد میں منتقل ہو رہے ہیں تو کسی وقت یہ بھی ممکن ہو جائے گا کہ عناصر بھی اسی طرح لہروں کے ذریعے اور لہروں کی صورت میں منتقل ہو کر پھر عناصر کی صورت اختیار کر لیں۔اگر ایسا ہو گیا تو مادی اشیا کے انتقالِ مکانی کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور لوگوں کو جسمانی معراج اور بزرگوں کے ایک جگہ سے دوسری جگہ مادی اور جسمانی طور پر پہنچنے کے واقعات کا یقین آ جائے گا۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بلقیس کا تخت اسی طرح سے مادی طور پر آنکھ جھپکنے میں منتقل ہو گیا تھا۔''(451)

روحانی دنیا میں ''مشاہدۂ حق'' اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں مدام حاضری، نہایت اعلیٰ، بلکہ اعلیٰ ترین مقامات ہیں۔ ''مشاہدۂ حق'' کے ضمن میں مرشدِ من فرماتے ہیں:

''عبد اور معبود، بندے اور خدا اور خالق اور مخلوق کے درمیان جو بعد اور افتراق ہے وہ مادی اور زمانی و مکانی نہیں بلکہ معنوی، شعوری، ذہنی اور روحانی ہے اور جب یہ معنوی اور شعوری بعد ختم ہو جاتا ہے تو ذات باری تعالیٰ کے مشاہدہ اور دیدار کا مسئلہ فوری طور پر حل ہو جاتا ہے اور میں نے یہ مسئلہ حل کر لیا ہے۔

واللہ، میں روز صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک مشاہدۂ حق میں محو اور مشغول رہتا ہوں۔مجھے ہر گھڑی اور ہر لحہ رویت اور دیدارِ الٰہی ہوتا ہے۔اس کے دیدار اور رویت کی کیفیت عجیب وغریب ہوتی ہے۔مجھ پر اس کا صفاتی جلوہ بھی ہوتا ہے اور ذاتی جلوہ بھی۔صفاتی جلوہ بھی ہر لحہ ہوتا ہے اور ذاتی جلوہ بھی ہر آن اور ہر گھڑی ہوتا ہے۔یہ کوئی تعجب اور حیرانی کی بات نہیں۔میرا یہ بیان محض شطحات پر مشتمل نہیں۔شطحات کی حقیقت و ماہیت کو میں خوب اور اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہوں۔میں مجذوب نہیں ہوں اور میں نے آج تک مجذوبانہ باتیں نہیں کیں۔مجھے مالیخولیا اور وہم وسواس بھی نہیں اور نہ ہی میں دماغی یا ذہنی عدم توازن میں مبتلا ہوں۔مجھے کسی نوع کی نفسیاتی پیچیدگی یا الجھن بھی درپیش نہیں۔میں اسے بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔میں شریعتِ حقہ کا پورا پورا پابند ہوں۔تمام اسلامی ارکان پر کماحقہٗ عمل پیرا ہوں۔میرا توحید، رسالت اور ختمِ نبوت پر پکا اور مستحکم ایمان ہے اور میں اہل سنت وجماعت کا پختہ اور راسخ عقیدہ رکھتا ہوں۔

میں تشریحات، تصریحات اور تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔اجمال اور اختصار کی راہ اختیار کروں گا۔جن لوگوں کا جی چاہے وہ تفصیلات اور تشریحات کی راہ اختیار کریں۔میرا کام حقائق کا اظہار ہے اور بس۔

مشاہدۂ ذات اور جلوۂ حق کی ایک کیفیت تو مجھ پر یوں وارد ہوتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے کسی صفاتی اسم پر اپنی توجہ مرکوز کر دیتا ہوں، اس میں ڈوب جاتا ہوں، اسے طے کرتا ہوں اور پھر بقدرِ ظرف اور حسبِ استعداد اس صفت کا حامل بن جاتا ہوں۔وہ صفت مجھ میں سرایت کر جاتی ہے اور کائنات کا ذرّہ ذرّہ مجھے اس صفت کا حامل اور مظہر نظر آنے لگتا ہے۔مجھے اس صفت کی ازلی اور ابدی کیفیات نظر آنے لگتی ہیں اور میں اس کے مشاہدے میں گم اور فنا ہو جاتا ہوں۔مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں یہ مشاہدہ ابتدائے آفرینش سے کر رہا ہوں، ازل سے کر رہا ہوں، یومِ الست سے کر رہا ہوں، کروڑوں اربوں سالوں سے کر رہا ہوں۔اس وقت سے کر رہا ہوں جس کی ابتدا نامعلوم ہے اور اس وقت تک کرتا رہوں گا جس کی انتہا کا کوئی پتہ نہیں۔میرا یہ مشاہدہ ازلی بھی ہوتا ہے اور ابدی بھی۔یوں لگتا ہے جیسے یہ مشاہدہ قدیم سے جاری ہے اور ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا۔یہ مشاہدہ کبھی ختم نہ ہوگا، کبھی اختتام پذیر نہیں ہوگا۔یہ مشاہدہ زمان ومکان اور آغاز وانجام کی قیود سے یکسر آزاد ہے۔

پھر جب بھی بلا ارادہ یا بالا رادہ اللہ تعالیٰ کی کسی دوسری صفت اور صفاتی اسم کی طرف توجہ منتقل ہوتی ہے تو وہی کیفیت طاری ہوتی ہے اور اسی قسم کی واردات ہوتی ہے۔ اگر اسم جمالی ہو تو کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی تمام جمالی کیفیات اور جمالیاتی پہلو میری بصارت میں آ جاتے ہیں۔ اس کی غیر محدود اور بیکراں جمالی کیفیات کی طرح میری بصارت بھی بیکراں اور غیر محدود ہو جاتی ہے اور مجھے ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود اس کے حسن و جمال کے جلوے صاف اور واضح طور پر نظر آنے لگتے ہیں۔ عرش سے فرش تک، زمین سے آسمان تک، شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک اس کا جمالِ لازوال مجھ پر متجلی ہوتا ہے۔ ذرّہ سے خورشید تک، ماہ سے ماہی تک اور ثریا سے لے کر ثریٰ تک حسن ہی حسن اور جمال ہی جمال پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور میں اس کے جلوؤں، دیدار مشاہدے میں بے خود، مسرور اور مدہوش ہو جاتا ہوں اور میری روح، میرا وجودِ باطن اور میری ازلی و ابدی حقیقت اور ذات اس تک جا پہنچتی ہے جس کی صفات کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس طرح میں اس کی صفات کے روزن سے اس کی ذات کا مشاہدہ کر لیتا ہوں اور صفات کے بحرِ بیکراں میں ڈوب کر اور غوطہ لگا کر ذات کے درِ یکتا تک پہنچ جاتا ہوں کیونکہ ان صفات کا نقطۂ نظر آغاز اور مبدا وہی ذات ہے۔ اسی طرح جلالی اسم میں طے کے وقت جلالی مشاہدات کا حال ہوتا ہے۔ یہ مشاہدہ علمی، روحانی، عقلی، شعوری اور ذہنی ہوتا ہے۔ اس میں وہم و گمان یا خواب و خیال کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا اور عقل و شعور کی قطعیت مسلّم ہے۔

اسی طرح اس کی ہر صفت سے موصوف یعنی ذاتِ باری تعالیٰ سے اتحاد، رابطے اور ملاپ کا سرِّ اعظم مجھ پر کھل گیا ہے اور میں اس کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں صفات کے ہزاروں راستوں سے ہر روز ہر لمحہ اور ہر آن اس تک پہنچ جاتا ہوں۔ اس طرح مجھے ہر گھڑی اس کی رویت اور مشاہدہ ہوتا ہے۔ وہ ہمارے نفوس کے اندر موجود اور جلوہ ہے:

وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ الذاریات (۵۱:۲۱)

اسی کا قول ہے اور اسی نے خود فرمایا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں:

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ ق (۵۰:۱۶)

ترجمہ: ''اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ گو میں بہت بڑی بات کہہ گیا ہوں لیکن بالکل حق اور سچ کہہ گیا ہوں۔ تعجب کا کوئی مقام نہیں۔ میں نے ایک عظیم راز پر سے ایک نئے انداز میں پردہ ہٹا دیا ہے لیکن یہ راز ظاہر اور آشکارا ہونے ہی کے لیے تھا۔ اسے میں ظاہر اور آشکارا نہ کرتا تو اور کوئی ظاہر کر دیتا مگر مجھے ناز ہے کہ میں نے اسے بالکل سادہ طور پر ظاہر کر دیا ہے تاکہ ہر شخص اسے سمجھ سکے اور کوئی الجھن اور عقدہ باقی نہ رہے۔ میں نے اشارات اور کنایات سے کام نہیں لیا۔ تشبیہات اور استعارات کا سہارا نہیں ڈھونڈا۔ ابہام کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

یہ نہ پوچھو کہ ذات کیا ہے اور اس کی کیفیت کیا ہے؟ خوشبو کی کیفیت کیا ہے، روشنی اور نور کی کیا کیفیت ہے؟ جس طرح پھول کی خوشبو سے پھول کا پتہ لگ جاتا ہے، انسان پھول کو پا لیتا ہے، جس طرح روشنی اور نور کی مدد سے آدمی چراغ، مصباح اور خورشید کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح ذات کی صفات سے ذات کی یافت اور دریافت ہو جاتی ہے اور انسان اس تک جا پہنچتا ہے۔ اس کا دیدار کر لیتا ہے اور اس کا مشاہدہ اور جلوہ ہو جاتا ہے۔

مشام تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشاں اس کا ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری (452)

بندۂ عاجز (مصنف کتاب ''نورِ عرفان'') کی تمام عمر تصوف پڑھتے، سمجھتے، سمجھاتے گزر گئی ہے۔ مشاہدۂ حق کے بارے میں میں اس قدر سہل و عام فہم اور واضح تحریر کہیں اور پڑھنے کو نہیں ملی۔ کلام سے کلیم کے روحانی مقام کا علم ہوتا ہے۔

زیرِ مطالعہ تحریر، صاحبِ تحریر کے علم وعرفان اور روحانی مقام کا واضح ثبوت ہے۔

مرشدِ من، حضرت قبلہ کو ذاتِ حق سے عطا ہونے والے فضائل اور کرامات کا احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ تاہم، قدرے تفصیل سے ان کے ادراک کے لیے آپ کی دیگر تصانیف اور آپ پر لکھی گئی کتب وتحاریر کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

تصانیف وتالیفات:۔ پشتو میں آپ کی دو کتابیں چھپی ہیں۔ایک آپ کی اپنی تصنیف ہے جو آپ کی پشتو منظومات پر مشتمل ہے۔اس کا نام ''الہامونہ'' ہے۔اس میں آپ کی پشتو غزلیں، نظمیں، قطعات، حمد، نعت اور قصائد ہیں۔آپ نے اس کا منظوم اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے جو ''تجلیات'' کے نام سے چھپ گیا ہے۔آپ کی دوسری پشتو کتاب حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے پنجابی ابیات کا پشتو منظوم ترجمہ ہے۔پشتو منظومات کی کتاب ''الہامونہ'' کو ۱۹۶۵ء میں پاکستان رائٹر گلڈ کی طرف سے علاقائی زبانوں کی منظومات کی کتابوں کے انعامی مقابلے میں پہلا انعام ملا تھا۔اور دوسری کتاب ''ابیاتِ باہو'' کے منظوم پشتو ترجمہ پر 1991ء میں انٹرنیشنل جشن باہو کی طرف سے میڈل ملا۔آپ کی اردو میں ایک تصنیف کتاب ''الہامات'' ہے اور دوسری تصنیف ''حیاتِ سروری'' ہے جو حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔آپ کی تالیفات میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی کتاب ''عقلِ بیدار'' کا اردو ترجمہ اور شرح ہے۔یہ کتاب بھی چھپ گئی ہے۔اس کے علاوہ آپ نے اپنے خطبات اور تقاریر کا بھی ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جس کا نام ''خطباتِ کاملؔ'' ہے۔آپ کے تحریر کردہ کتابچوں ''سرِ مکتوم''، ''شجرۃ النور'' اور ''مکتوبات'' وغیرہ کا مجموعہ ''فیوضاتِ کاملؔ'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔آپ کی اردو منظومات کا مجموعہ بھی ''کلیاتِ کاملؔ'' کے نام سے شائع ہو گیا ہے جس میں آپ کی نعتیں، منقبتیں اور غزلیات شامل ہیں۔(453)

شادی واولاد:۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی کی شادی کلاچی کے ڈاکٹر حبیب اللہ خاں مرحوم گنڈاپور کی دختر سے ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین لڑکے اور تین لڑکیاں عطا فرمائیں۔

کامیاب جانشین:۔ مرشدِ من، حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی، حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم جانشین ثابت ہوئے ہیں۔آپ فقرِ باہو کے عملی پیکر اور سروری قادری مسلک کے شاندار علمبردار ہیں۔آپ نے اپنے پدرِ محترم کی ناتمام آرزوؤں کو تکمیل تک پہنچایا۔آپ نے فنِ کتابت، فنِ طب، فنِ شاعری، فنِ خطابت اور باطنی روحانی علوم میں کمال حاصل کیا اور اپنے تخلص کے عین مصداق مرشدِ کامل کے طور پر ہزاروں گم کردہ راہ کو راہِ ہدایت پر گامزن فرمایا۔آپ کا یہ کلام، بجا طور پر آپ کے روحانی مرتبہ ومقام کا مظہر ہے۔آپ فرماتے ہیں ؎

خدا کا مجھ پہ کرم صبح و شام ہوتا ہے — مجھے مشاہدۂ حق دوام ہوتا ہے
مدام بزمِ محمدؐ میں باریاب ہوں میں — مجھے حضورؐ کا دیدارِ عام ہوتا ہے
شہرِ مدینہؐ سے ہوتی ہے گفتگو میری — رسولِ پاکؐ سے میرا کلام ہوتا ہے
طوافِ کعبہ کا ہوتا ہے مجھ کو روز نصیب — مدینے روز ہی میرا سلام ہوتا ہے
تجلیات کا مرکز ہے میرا قلبِ سلیم — کرم کا سلسلہ مجھ پر تمام ہوتا ہے
شرابِ معرفتِ ذات روز پیتا ہوں — لبوں پہ بادۂ وحدت کا جام ہوتا ہے

نبیؐ کے وصل میں آتا ہے لطف جینے کا — نبیؐ کے ہجر میں جینا حرام ہوتا ہے
مرا صنم کبھی ہوتا ہے میرے پہلو میں — میرا صنم کبھی بالائے بام ہوتا ہے
نبیؐ نے فقر کی شاہی جنہیں عطا کی ہے — انہی فقیروں میں میرا بھی نام ہوتا ہے
مری نظر سے دلوں کو سکون ملتا ہے — میری وجہ سے غریبوں کا کام ہوتا ہے
مجھے بھی ان کی رفاقت کا ہے شرف حاصل — ورائے عرشِ بریں جن کا گام ہوتا ہے
ہراک لمحہ، ہراک پل، ہراک گھڑی کامل — مری زباں پہ درود و سلام ہوتا ہے (454)

راقم الحروف نے قریباً اٹھارہ برس کی عمر میں (۱۹۸۱ء میں) دربارعالیہ رحمن شریف فیصل آباد کے سجادہ نشین، حضرت خواجہ غلام نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے چشتی نظامی سلسلہ میں بیعت کی۔ ۱۹۸۱ء تا ۱۹۹۶ء تک قریباً ۱۵ سال آپ سے روحانی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چشتی نظامی سلسلہ میں سلوک کی تکمیل پر ۲۲ نومبر ۱۹۹۲ء کو راقم الحروف کو خلافت عنایت فرمائی۔ ۱۹۸۵ء کو بندہ عاجز کا چشتی نظامی سلسلے کے معروف بزرگ میاں علی محمد بسی شریف والوں کے خلیفہ مجاز میاں محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴ جنوری ۲۰۰۶ء (بمطابق ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ) کو وفات پائی۔ آپ دلائل الخیرات کے عامل تھے اور بندہ عاجز کو آپ سے بھی چشتی نظامی سلسلے کا فیض ملا اور خلافت عطا ہوئی۔ اسی دوران قادری نوشاہی سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت میاں علی شیر صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی جنوری ۲۰۱۷ء) سے بھی ذکرِ قلبی کی اجازت ملی اور بعد میں خلافت بھی عطا ہوئی۔ بندہ عاجز کے جماعت نرسری پریپ کے استاد ماسٹر غلام حسین سروری قادری کے ذریعے بندہ عاجز کا حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی سے رابطہ ہوا۔ اپنی روحانی تشنگی کی بدولت بندہ عاجز نے آپ سے بیعت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے نہایت مہربانی فرماتے ہوئے ۲۰۱۳ء میں بندہ عاجز کو سروری قادری سلسلہ میں بیعت کرلیا۔ بیعت کے قریباً ۲/ ۳ سال بعد سالانہ عرس کے موقع پر نوری دربار کلاچی شریف حاضری کا موقع ملا۔ عرس کے آخری روز، نمازِ فجر کی جماعت سے قبل بندہ عاجز حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا اور مراقبہ میں عرض کیا کہ حضرت آپ کے سلسلہ میں بیعت ہوا ہوں۔ مہربانی فرمائیں اور مجھے سروری قادری سلسلہ میں سلوک طے کرادیں۔ بحالتِ مراقبہ بندہ عاجز پر استغراق کی کیفیت طاری ہوگئی۔ بندہ عاجز کو حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت محبت بھری، دھیمی سے آواز سنائی دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،''آپ کی فائل ہمارے پاس آگئی ہے ہم نے اپنے حصہ کا کام مکمل کردیا ہے۔ اب صرف حکمِ ربی کا انتظار ہے۔ جس طرح کسان زمین میں ہل چلاتا ہے، بیج بوتا ہے، کھیتی کو پانی دیتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا منتظر ہوتا ہے۔ اس طرح ہم نے بھی آپ کی نسبت کی تکمیل کے لیے اپنے حصے کا کام مکمل کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے منتظر ہیں۔ آپ بھی انتظار کریں۔'' اس کے بعد رابطہ منقطع ہوگیا۔ یوں محسوس ہوا کہ دربار شریف میں موجود سب حاضرین کہیں چلے گئے ہیں۔ بندہ عاجز یہ سمجھا کہ شاید توجہ اور یکسوئی میں کمی کی بدولت حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ ختم ہوگیا ہے۔ بندہ نے توجہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر رابطہ نہ ہوا۔ بندہ عاجز نے مراقبہ ختم کر کے آنکھیں کھول لیں اور دیکھا کہ نمازِ فجر کی جماعت ہورہی ہے۔ بندہ دوڑ کر نمازِ فجر

کی دوسری رکعت میں دورانِ تشہد شامل ہوا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز مکمل کی۔ نماز ادائیگی کے بعد بندہ کو سمجھ آئی کہ حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے پاس موجود دیگر بزرگ نمازِ فجر کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے جس وجہ سے بحالتِ مراقبہ رابطہ قائم نہیں رہ سکا تھا۔ یہ روحانی معاملہ پیش آئے قریباً دس برس گزر چکے ہیں۔ بندہ عاجز کو اب بھی حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور شفقت سے بھرپور لہجہ میں کہی گئی باتیں یاد ہیں۔ بعد میں بندہ عاجز کو زیادہ بار دربارِ عالیہ کلاچی شریف حاضر نہ ہوسکا مگر اس مشاہدہ کے بعد بندہ عاجز کا حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی رابطہ قائم رہا۔ پیر و مرشد سرکار حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی جب کبھی فیصل آباد تشریف لاتے تو بندہ عاجز ان سے اپنی روحانی کیفیات، مشاہدات اور رؤیا بیان کر کے رہنمائی حاصل کر لیتا۔ بندہ عاجز کو بحالتِ مراقبہ، بحالتِ خواب اور بحالتِ بیداری کسی نہ کسی شکل میں مدد و رہنمائی ملتی رہی۔ ۲۰۰۷ء میں بندہ عاجز نے خواب میں دیکھا کہ مرشد کریم حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کی اقتدا میں ایک صف میں بیٹھا ہوا ہے۔ بندہ عاجز کے پیچھے کچھ اور اصحاب بھی تشریف فرما ہیں۔ مرشد کریم بندہ عاجز کو قرآنِ حکیم کی تعلیم دے رہے ہیں اور بہت سے پیر بھائی اس مجلس میں موجود ہیں۔ اس خواب سے بندہ عاجز کو اندازہ ہوگیا کہ باطنی طور پر سروری قادری سلسلہ میں خلافت کی منظوری ہوگئی ہے۔ ۲۰۰۸ء کے آغاز میں پیر بھائی شیخ محمد حسین کے گھر ایک محفل میں حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری نے بندہ عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا، ہم نے آپ کو خلافت دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اپنے گھر ۴ مئی کو محفلِ میلاد منعقد کرائیں۔ اس محفل میں آپ کو خلافت عنایت ہو جائے گی۔ آپ کے حسبِ ارشاد بندہ عاجز کے غریب خانہ واقع گلی نمبر ۱۷ طارق آباد، فیصل آباد میں محفلِ میلاد کا انعقاد ہوا اور آپ نے بندہ عاجز کو خلافت عنایت فرمائی۔

آپ کی طرف سے خلافت عنایت ہونے کے بعد بندہ عاجز کے روحانی رابطے بہت اچھے ہو گئے۔ خلافت کے بعد بندہ عاجز کو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، بابا نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوا تو سب حضرات نے بہت نوازش فرمائی۔ جب تک حاضرِ خدمت رہتا مسلسل رابطہ رہتا اور رہنمائی ملتی رہتی۔ ان تمام بزرگوں نے بندہ عاجز کو سلسلہ بیعت عام کرنے کی تلقین فرمائی۔ ان سے رابطہ کے لیے ''دعوتِ قبور'' کے عمل کی بھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ الحمدللہ، مرشد کریم کے فیضان کی بدولت جہاں بھی حاضری ہوئی، عزت افزائی ہوئی۔ داخل سلسلہ ہونے والے افراد کو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ اور مرشد کریم حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری مدظلہ العالی سے روحانی طور پر مدد و رہنمائی ملنے لگی۔ بیعت ہونے والے بہت سے ایسے افراد جنہیں یہ بھی علم نہیں تھا کہ وہ کس سلسلہ میں بیعت ہوئے ہیں اور جنہوں نے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کی تصاویر نہیں دیکھی تھیں اور وہ ان سے متعارف نہیں تھے، انہیں بحالتِ خواب یا بحالتِ مراقبہ آپ حضرات کی زیارت ہوئی اور جب ان افراد کو سروری قادری سلسلہ کے ان مشائخ عظام کی تصاویر دکھائی گئیں تو انہوں نے ان بزرگوں کے نظر آنے اور ان کی طرف سے ملنے والی مدد و رہنمائی کی تصدیق کی۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے روزِ اول طالب کو ذاتِ حق تک پہنچانے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ عین درست

ہے۔ بندہ عاجز نے کے مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ داخلِ سلسلہ ہونے والے افراد کی طرف معمولی سی توجہ کرنے سے ان کا باطن بیدار ہو گیا۔ انہیں بحالتِ مراقبہ اور بحالتِ بیداری تصورِ اسمِ ذات، تصور اسمِ نبی کریم ﷺ نظر آنے لگا۔ ان کا مشائخ عظام سے روحانی رابطہ ہو گیا اور انہیں روحانی طور پر مدد و رہنمائی ملنے لگی۔ ان افراد کے روحانی مشاہدات و تجربات کی بدولت بھی بندہ عاجز کو بہت کچھ سوچنے، سمجھنے کو ملا۔

بندہ عاجز کو اس روحانی سفر کے دوران بہت کچھ ملا اور نوازشات و عنایات کا یہ سلسلہ ہر لحظہ جاری ہے۔ بندہ عاجز کو ذاتِ باری تعالیٰ اور ذاتِ نبی کریم ﷺ کی محبت اور قرب نصیب ہوا۔ ہر طرح سے اور ہر طرح کا تحفظ ملا۔ خوف اور غم دونوں صورتوں میں فوراً دلجوئی ہوئی۔ اس قدر مہربانیاں ہوئیں کہ انہیں احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ ذکر و فکر اور مراقبہ کے دوران وارد ہونے والی لطیف کیفیات کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے، بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ان کیفیات کے ادراک کے لیے ضروری ہے کہ اس راہ پر چل کر دیکھیں۔ بندہ عاجز نے اس کتاب میں اپنے روحانی سفر کی روداد بیان کی ہے۔ چند ایک روحانی مشاہدات و تجربات بیان کیے ہیں اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق عام فہم انداز سے فلسفہ اور سائنس کی زبان میں راہِ سلوک بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب ذاتِ باری تعالیٰ، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور اہلِ حق (مشائخ عظام) کی ایک گناہگار بندے سے محبت اور اس پر ہونے والی عنایات کے ذکر پر مبنی ہے۔ صدق و اخلاص سے اس کتاب کا بار بار مطالعہ کریں اور اس میں بیان کردہ فقر باہو کی دولت کے حصول کے لیے اس کے مندرجات پر عمل کریں۔ ان شاء اللہ آپ بھی اس روحانی نعمت سے مالا مال ہو جائیں گے۔ بندہ عاجز کو تمام فیضان بغیر کسی خاص محنت و مشقت اور ریاضت کے محض مرشد کریم کی محبت و شفقت اور نسبت کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ داخلہ سلسلہ ہونے والوں کو بھی یہ فیضان بغیر کسی مشقت اور ریاضت کے حاصل ہو رہا ہے۔

زیادہ تر لوگ بیعت کے مفہوم، اس کی ضرورت و اہمیت اور تقاضوں سے آگاہ نہیں ہیں۔ وہ اپنے جسمانی امراض کے علاج کے لیے اور سماجی و معاشی مسائل کے حل کے لیے رابطہ کرتے ہیں۔ بندہ عاجز کوشش کرتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ ان کے مسائل حل ہوں بلکہ انہیں مقصدِ حیات سے آگاہ کیا جائے۔ ان میں طلبِ حق پیدا کی جائے۔ اس کے بعد ان کا باطن بیدار کر کے اور قلب ذاکر بنا کر ان کا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے رابطہ قائم کر دیا جائے۔ جب کسی کے مسائل حل ہو جائیں اور انہیں یہ روحانی نعمتیں حاصل ہو جائیں تو پھر انہیں بیعت کیا جاتا ہے تاکہ انہیں حاصل ہونے والی روحانی نعمتوں کی حفاظت ہو سکے۔ بندہ عاجز نے زیادہ تر لوگ اسی طرح داخلِ سلسلہ کیے ہیں۔ اس کتاب میں مرشد کریم کے عطا کردہ فیض کی بدولت مقصدِ حیات اور اس کے حصول کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دعوت الی الحق دی گئی ہے کہ ؎

طالب بیا، طالب بیا، طالب بیا   تا رسانم روزِ اول باخدا
اے طالب چلا آ، اے طالب چلا آ، اے طالب چلا آ   تاکہ میں پہلے دن ہی تجھے خدا تعالیٰ تک پہنچا دوں

حضرت خواجہ غلام نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۲۸....۱۱ نومبر ۲۰۱۵ء)

1982ء میں جب بندہ عاجز اور اس کے اہلِ خانہ شدید مسائل، پریشانیوں اور مشکلات کا شکار تھے تو دربار نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد کے متولی عارف مرحوم رحمۃ اللہ علیہ سے بندہ عاجز کو پتہ چلا کہ بدر کالج، مہدی محلہ فیصل آباد کے پرنسپل، صاحبزادہ غلام نصیرالدین مدظلہ العالی نہایت کامل ولی اللہ ہیں۔ بندہ دعائے خیر کرانے کے لیے وہاں حاضر ہوا۔ انہوں نے نہایت محبت، شفقت، خلوص اور ہمدردی کا اظہار فرمایا اور نہایت خضوع وخشوع سے دعا فرمائی۔ اس کے بعد ان کے پاس اکثر حاضری ہونے لگی۔ خانقاہ میں ان کے والدِ محترم حضرت خواجہ عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس بھی ہے۔ حضرت خواجہ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور صورت وسیرت میں اپنے مرشدِ کامل کا نقشِ ثانی تھے۔ قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیش رو حضرت خواجہ نصیرالدین چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے اور دربار چشتیہ چاچڑ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ ان کے پیش رو حضرت خواجہ فضل الدین چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر حضرت خواجہ بدرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل تھی۔ حضرت خواجہ نصیرالدین چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کی وجہ سے حضرت خواجہ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے بیٹے کا نام غلام نصیرالدین (رحمۃ اللہ علیہ) رکھا تھا اور انہیں اپنے مرشد کا بیعت بھی کرادیا تھا۔

قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ پر نسبتِ عشق غالب تھی۔ جو کوئی بھی ان کی محفل میں حاضر ہوتا اس پر وجد وکیف کی شدید کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ ان کی محفلِ سماع میں اکثر تمام حاضرینِ مجلس پر وجد کی شدید کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ یہ کیفیت وہاں پر موجود سبزہ واشجار بلکہ چرند پرند پر بھی طاری نظر آتی تھی۔ اپنے بے باکانہ اور وجد وعشق سے سرشار حال وقال کی وجہ سے قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ، قلندر کی نسبت سے معروف ومشہور ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام نصیرالدین چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کم سنی میں قلندر پاک غریب نواز، حضرت خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت ہوئے تھے۔ مگر اپنے کامل واکمل والدِ محترم حضرت خواجہ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت انہیں اپنے مرشد کریم کی نسبتِ تامہ حاصل ہوئی۔ انہیں سماع سے خصوصی شغف حاصل ہوا۔ ان کی محفل میں مرشد کریم کی محفل کا رنگ غالب آگیا اور ذرا بھر بھی فرق نہ رہا۔

دربار عالیہ رحمن شریف میں نماز، جماعت پنجگانہ اور قرآن حکیم ناظرہ وحفظ کا بھی اہتمام تھا۔ حضرت قبلہ غلام نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ شعر وشاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ قوال حضرات سے اکثر اپنا کلام ہی سنتے تھے۔ حضرت ہر

طرح کا صوفیانہ کلام (حمد،نعت، منقبت، غزل) لکھتے تھے۔حضرت کی توجہ وشفقت اوران کے حسنِ اخلاق کی بدولت بندہ عاجزان سے بیعت ہوگیا۔حضرت جی کی محفل میں وجدوسماع کی کیفیت بہت پرلطف محسوس ہوتی تھی۔ایک دن حضرت جی نے فرمایا کہ وجد کی کیفیت میں دل اللہ اوراس کے رسول کریم ﷺ کی محبت میں سرشار ہوجاتا ہےاور ذکرِ الٰہی کے غلبہ کی بدولت قلب وروح پر بےخودی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔اس شدید کیفیت کی بدولت بعض اوقات انسانی وجود رقص میں آجاتا ہے۔میں خود یہ کیفیت محسوس کرنا چاہتا تھا۔حضرت جی سے عرض کیا کہ میرا بھی قلب جاری کردیں۔میری اس درخواست پر حضرت بہت خوش ہوئے۔انہوں نے اسی وقت ہارمونیم منگوایا اور کلام پڑھنے لگے۔میں نے مراقبہ شروع کردیا۔میں نے محسوس کیا کہ میرا قلب کیف وسرور محسوس کررہا ہے۔میرا جسم آہستہ آہستہ جھومنے لگا۔میں نے یہ کیفیت نہ توخود سے پیدا کی اور نہ ہی اسے روکنے کی کوشش کی۔مجھ پر وجد کی کیفت طاری ہوگئی۔دل میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی محبت کے جذبات موجزن ہوگئے۔یہ کیفیت محفلِ سماع ختم ہونے کے بعد بھی جاری رہی۔بعد میں یہ کیفیت مزاج میں شامل ہوگئی۔نماز کی حالت میں بھی یہ کیفت طاری ہوجاتی۔بعض اوقات سوتے وقت یہ کیفت غالب آجاتی اور وجد ہوجاتا۔آنکھ کھلتی تو زبان پر اللہ، اللہ کا ورد جاری ہوتا۔کچھ عرصہ بعد طبیعت میں ضبط پیدا ہوگیا۔تاہم،کہیں بھی حمدیہ ونعتیہ اشعار سننے میں آتے تو رقت طاری ہوجاتی اور ضبط کرنے کی کوشش کے باوجود آنکھ سے آنسو بہتے رہتے۔

حضرت جی کے پاس مجھے قریباً چودہ سال (1982ء سے1996ء) تک باقاعدہ حاضری کا شرف حاصل رہا۔آپ کے پاس حاضر ہوتا تو گھر بار یاد نہ رہتا۔صبح سے شام اور شام سے صبح ہوجاتی۔میرے بھائی،عزیز رشتہ دار اور قریبی احباب قریباً سب کے سب یہاں بیعت ہوگئے۔مجھے اولیاءاللہ اوران کی تعلیم سے خصوصی شغف تھا۔مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف کے کاموں میں خصوصی ذوق حاصل تھا۔اس ذوق کی وجہ سے حضرت جی کے ملفوظات درگاہِ عشق مطبوعہ 1986ء ،صفحات 152؛حضرت خواجہ عبدالعزیز چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح اور حالات پر مبنی مختصر سی کتاب ،مرقع قلندر (مطبوعہ 1985ء،صفحات 96؛حضرت جی کا مجموعہ کلام سوز وسازِ دل (غیر مطبوعہ) اور حضرت جی کی تصنیف،قرآن حکیم کے تین پاروں کا منظوم ترجمہ موسوم بہ مثنوی بدر العرفان فی آثار القرآن، جلد اول ، پارہ اول تا سوم ، مشتمل بر 1844اشعار،مطبوعہ 1992ء بمطابق 1413ھ صفحات 182) مرتب کرنے اور طبع کرانے کا شرف حاصل ہوا۔ان کتب میں سے 'درگاہِ عشق' اور 'مرقع قلندر' عام کتاب سائز (23x36/16) میں ہیں 'مثنوی بدرالعرفان' اور 'سوز وسازِ دل' بڑے سائز (20x30/8) میں ہیں۔مجموعہ کلام 'سوز وسازِ دل' غیر مطبوعہ ہے۔باقی تمام کتب طبع ہوگئی ہیں۔ان کتب کی طباعت میں پیر بھائی غلام احمد مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے مالی معاونت فرمائی تھی۔بندہ عاجز کو 22نومبر 1992ءکوحضرت جی سے خلافت حاصل ہوئی۔روحانی مشاہدات ، مذہبی واردات اور تجربات میں خصوصی دلچسپی کی وجہ سے بندہ نے اپنی شاگردوں، دوستوں اور دیگر رابطہ کرنے والے خواتین وحضرات کو بیعت کرکے ان کی روحانی تربیت کرنا شروع کردی۔مقصد یہی تھا کہ حضرت جی کی زیرِنگرانی روحانی تربیت کا طریقہ معلوم کرلیا جائے اوراس کارِخیر کی راہ میں حائل رکاوٹوں ومسائل کےحل کے لیے تعلیم وتربیت حاصل کرلی جائے۔

بندہ عاجز نے اپنے گھر پر ہفتہ وار محفلِ ذکر وفکر کا اہتمام کیا۔محفل میں ذکر وفکر کے بعد مراقبہ کرایا جاتا اورٹیپ

ریکاڈر پرقوالی سنی جاتی۔ جب حاضرینِ مجلس مراقبہ میں ہوتے تو بندہ عاجز فرداً فرداً ان کے قلوب پرتوجہ کرتا۔توجہ کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوگئے۔ حاضرینِ مجلس پر وجدوکیف کی کیفیت طاری ہونا شروع ہوگئی۔جن احباب پر وجدوکیف کی کیفیت طاری ہوئی انہیں پہلے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ چشتیہ سلسلہ میں محفلِ سماع میں توجہ کی وجہ سے قلوب جاری ہوجاتے ہیں اور وجدوکیف کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ یہ روحانی تجربہ ومشاہدہ نہایت معروضی (Objective) تھا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ اپنی توجہ کی بدولت دیگر افراد میں یہ کیفیت پیدا کرسکوں گا۔اپنی توجہ کے فعال اور مؤثر ہونے پر، حاضرینِ مجلس پر وجد کی کیفیت طاری ہونے پر، ان میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی محبت کے آثار اور ان کی زبان پر غلبۂ محبت کی بدولت ذکرِ الٰہی اور ذکرِ نبی ﷺ جاری ہونے پر خوداعتمادی اور ایمان وایقان میں اضافہ ہوا۔

بندہ عاجز نے پروگرام بنایا کہ حضرت جی سے ان معاملات کا ذکر کرنے کے بجائے گیارہویں شریف کی مجلس میں ان میں سے کچھ احباب کو بغیر کسی تعارف کے پیش کردوں۔حضرت جی خود ان کی کیفیت ملاحظہ فرما کر رائے دے دیں گے۔گیارہویں شریف کی مجلس میں محفلِ سماع شروع ہوئی۔ دورانِ محفلِ سماع ان احباب پر بھی وجد طاری ہوا۔حضرت جی نے دریافت فرمایا یہ افراد کون ہیں؟ محفل میں سے کسی نے کہا یہ آپ کے خادم انجم کے ساتھ آئے ہیں۔حضرت جی نے نہایت خوش ومسرت سے بندہ عاجز کی طرف دیکھا اور فیض جاری ہونے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔اس طرح ایک بار ہیرا نامی شخص کسی روحانی مرض کا شکار ہوا تو بندہ عاجز نے کچھ دیر اس کے قلب پر توجہ کی۔ پھر اسے حضرت جی کے پاس لے گیا۔ حضرت جی نے اس کے قلب پر نگاہ فرمائی اور فرمایا کہ پہلے ہی تمہارے قلب پر نگاہ کا اثر ہے۔ بندہ عاجز کو مرشد کریم کے توسل سے بارگاہِ الٰہی سے حاصل ہونے والے قوتِ نگاہ کی تاثیر پر اور مرشد کریم سے حاصل ہونے والی تائید وتصدیق پر بہت زیادہ روحانی مسرت حاصل ہوئی۔

وجدوسماع، کیف وسرور اور تاثیرِ نگاہ کے بارے میں ذاتی مشاہدات وتجربات اور کیفیات بیان کرنے کا اصل مقصد اپنے حال وتجربہ کے بموجب ان کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ اکثر لوگ ان اسرارِ روحانی سے آگاہ نہیں اور وہ اپنے قیاس واندازہ سے ان کے بارے میں رائے قائم کرلیتے ہیں اور بغیر کسی واضح دلیل کے ان امور کی تائید یا تردید کردیتے ہیں۔

جس طرح شہد کی مکھی وحی والہام کے تحت مختلف پھلوں اور پھولوں سے رس چوس کر، درودشریف کے فیضان سے اسے شہد میں تبدیل کردیتی ہے جسے قرآن حکیم میں انسانوں کے لیے شفا قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح کامل واکمل درویش ذکرِ الٰہی و ذکرِ نبوی ﷺ سے اپنے قلب میں شہد روحانی ذخیرہ کرتے ہیں۔ وہ اپنی توجہ سے یہ نورانی، روحانی نعمت بیماردلوں میں منتقل کرتے ہیں جس سے بیمار دل شفا پاتے ہیں۔انہیں ذکرِ الٰہی اور ذکرِ نبوی ﷺ کی نعمت نصیب ہوتی ہے اور ان دلوں میں عشقِ الٰہی وعشقِ نبوی ﷺ موجزن ہوجاتے ہیں۔ایسے قلوب واذہان پر غلبہ عشق کی بدولت وجدو کیف وسرور کی حالت طاری ہوجاتی ہے۔ ایسے قلوب، نگاہ مردِ مومن کی بدولت گناہوں کی بدولت چھاجانے والی تاریکیوں سے پل بھر میں نجات پاکر عشق وعرفان اور نورِ ہدایت کی روشنی سے منور ہوجاتے ہیں۔اس ضمن میں حضرت جی کا ہی شعر ہے، فرماتے ہیں ؎

یہ زہدو عبادت اور قیدِ زلف دو رستے ہیں یار کے ملنے کے
پہنچا زلف کا قیدی اک پل میں جہاں عابد پہنچا مہینے میں ہے

اولیاءاللہ کی اسی فیض رسانی کی بدولت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صدسالہ طاعت بے رعایا

ذاتِ باری تعالیٰ نے رات کی تاریکی میں روشنی حاصل کرنے کے لیے توانائی کے مختلف ذرائع مہیا فرمائے ہیں۔ کوئی زمانہ تھا کہ روشنی کے لیے ایندھن،لکڑی،کوئلہ وغیرہ جلاکر روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ پھر انسان نے چراغ بنانا اور موم سے موم بتی بنانا سیکھ لیا۔مٹی کے تیل،سرسوں کے تیل سے روشنی حاصل کرنا اور مشعلیں بنانا شروع کردیں۔اللہ تعالیٰ نے بجلی پیدا کرنے اور بجلی سے کام لینے، بلب، ٹیوب لائٹ بنانے کی تعلیم دے دی۔اسے ایٹمی توانائی، شمسی توانائی پیدا کرنے اور سٹور کرنے کے طریقے سکھا دیئے۔عصرِ حاضر کی ان جدید سہولتوں کے میسر ہوتے ہوئے روشنی حاصل کرنے کے قدیم ذرائع (شمع وچراغ) کے استعمال پر اصرار حیاتِ عارضی کے ساتھ ناانصافی اور جہل ونادانی ہی شمار ہوگا۔

مختلف سلوک روحانی اولیاءاللہ کے صدیوں کے روحانی مشاہدات وتجربات، ریاضتوں اور وحی الٰہی (قرآن و سنت) کے میزان پر پرکھے ہوئے افکار وتصورات اور تعلیمات پر مبنی ہیں۔ان سے استفادہ نہ کرنا کفرانِ نعمت کے برابر ہے۔

علمِ تصوف (علمِ معرفت،علمِ عرفان) روحانی سائنس ہے۔ مادی سائنس کی طرح روحانی سائنس میں بھی مختلف مظاہر کے پیچھے اصول وقوانین کارفرما ہیں۔جس طرح انسانیت کی فلاح وبقا کے لیے دین اسلام کے بنیادی عقائد کی روشنی میں ذاتِ باری تعالیٰ کے مقرر کردہ اخلاقی اصولوں کے تحت کائنات اور مظاہر کائنات میں غور وفکر اور کائنات میں کارفرما فطرتی قوتوں سے کام لینا عین جائز ہے۔اسی طرح اور انہی اصولوں کے تحت روحانی سائنس سے استفادہ کرنا بھی عین جائز بلکہ نہایت مستحسن ہے۔

آج کل بازار سے نہ تو خالص شہد میسر ہے اور نہ ہی دودھ۔گندم، چاول، مرچ، مصالحہ جات، دالوں وغیرہ غرضیکہ ہر شے میں ملاوٹ ہورہی ہے۔ناقص گندے اور فاسد مادوں سے آلودہ پانی سے پروردہ پھل اور سبزیاں پکانے کو ملتی ہیں۔ادویات بھی خالص نہیں ملتیں۔کھانے کے لیے ایسے مردار جانوروں کا گوشت ملتا ہے کہ ان کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا۔تو کیا لوگوں نے گوشت،شہد، دودھ، اناج، سبزیاں، پھل، استعمال کرنے چھوڑ دیئے ہیں۔ ہر کوئی استعمال کررہا ہے اور بغیر کسی تفتیش وتحقیق اور احتیاط کے، استعمال کررہا ہے۔عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ان اشیاء کی فراہمی کے لیے احتیاط، محنت اور کوشش سے کام لیا جائے، نہ کہ ان کا استعمال ترک کیا جائے۔

دینی تعلیم ہو یا دنیوی تعلیم ہر جگہ غارت گرِ ایمان عناصر، حیلے بہانے سے،خفیہ طور پر یا اعلانیہ، اپنے افکار و تصورات کی تعلیم دے رہے ہیں۔خانقاہی نظام میں بھی خودغرض، مفاد پرست گروہ اور طبقات اپنے دنیوی مفادات کی خاطر لوگوں کو غلط تعلیمات دے رہے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے ان اسلام دشمن عناصر کی انسانیت سوز سرگرمیوں کا تدارک کیا جائے نہ کہ لوگوں کو دینی، دنیوی، سائنسی اور روحانی تعلیم سے متنفر کردیا جائے۔

جو لوگ انسانی عظمت کے قائل ہیں۔انسان کو خدا تعالیٰ کا دستِ قدرت اور زبان تصور کرتے ہیں۔معراجِ انسانی کے قائل ہیں۔ارتقائے حیاتِ انسانی کے لامحدود ممکنات کے قائل ہیں۔وہ روحانیت کے بھی قائل ہیں اور روحانی سائنس کی قدر وقیمت،ضرورت واہمیت اور روحانی تعلیم وتربیت کی ضرورت کے بھی قائل ہیں۔ جو لوگ انسان کو محض عاجز مخلوق تصور کرتے ہیں اور صرف رسمی ورواجی عبادت کے قائل ہیں۔وہ روحانیت اور انسان کی روحانی ضروریات کے بھی منکر

ہیں اور کسی نہ کسی بہانے سے، جاہل، گمراہ، بدعقیدہ، جعلی پیروں کے حوالے دے کر لوگوں کو خانقاہی نظام سے متنفر کرتے رہتے ہیں۔ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ تحقیقی وتنقیدی انداز سے ان امور کا جائزہ لے اور اپنی راہ عمل متعین کرے کیونکہ ہر ایک کو ذاتِ باری تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہونا پڑے گا اور اپنے غلط اعمال کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ جبکہ نیک اعمال کی یقیناً اسے جزا ملے گی۔

عزیزانِ من! اہل تصوف صدق واخلاص کے پیکر ہوتے ہیں۔ ان کا فرقہ وارانہ تعصّبات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ ہر مسلک، فرقے اور مذہب کے لوگوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ان کی خدمت کرتے ہیں اور اپنی محبت سے نوازتے ہیں۔ بندہ عاجز نے اس کتاب میں اپنے احوال وکیفیات کے منصفانہ جائزہ لیتے ہوئے اپنے علم ویقین کی حد تک بغیر کسی تعصب کے، بلا کم وکاست اسلامی تصوف اور اعلیٰ اقدار کی روحانی شخصیات کا تعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔ اہلِ حق کی پیروی کے بغیر حق تک رسائی ممکن نہیں۔ عصرِ حاضر میں اہل حق کا ملنا بہت مشکل ہے۔ تاہم، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسوۂ کے مطابق کوشش جاری رہنی چاہیے۔ جوینده تابنده۔

حضرت خواجہ غلام نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند تھے۔ اپنے مرشد کریم کے طریقے کے سختی سے کاربند اور اخفائے حال کے قائل تھے۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ ہر وقت پاسِ انفاس (ذکرِ قلبی) میں مشغول رہتے تھے۔ مریدین کو زیادہ وظائف کی تلقین نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کی روحانی تربیت کے لیے زیادہ تر اپنی قوتِ نگاہ سے کام لیتے تھے۔ حضرت جی نبی کریم ﷺ، اپنے مشائخ اور مرشد کریم سے شدید عشق رکھتے تھے۔ ایک بار حضرت جی چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ ماہِ ربیع الاول میں انہوں نے روزانہ ایک نعت کہی۔ اسی طرح انہوں نے قریباً اٹھائیس یا انتیس نعتیں لکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نعت گوئی کی برکت سے دوبارہ چلنے پھرنے کی صلاحیت عطا فرما دی۔

مجھے مطالعہ کا شوق تھا۔ اپنے گھر اکثر مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ جب حضرت جی کے پاس حاضر ہوتا تو حضرت واضح طور پر میرے زیرِ مطالعہ کتاب کا مضمون سنا دیتے تھے۔ ایک بار میں نے روزانہ بعد از نماز عصر مراقبہ شروع کر دیا۔ دوران مراقبہ مشاہدات ہونے لگے۔ مشاہدات کی تفہیم وتعبیر میں، میں بڑی احتیاط سے کام لیتا تھا۔ میں نے اپنے ان مراقبات و مشاہدات کا کسی سے بھی ذکر نہیں کیا۔ ایک دن حضرت جی کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے،'' آج کل آپ بڑی باقاعدگی سے مراقبہ کر رہے ہیں اور پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے ہیں''۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت جی بندہ عاجز کے معاملات کی نگرانی فرماتے رہتے تھے اور اس کے احوال سے باخبر تھے۔ ایک بار بندہ نے تصورِ شیخ قائم نہ ہونے کی وجہ سے حضرت جی کی تصویر دیکھ کر مشق کرنے کی کوشش کی۔ حضرت جی کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے۔'' بھئی دوسرے مرید تو تصورِ شیخ کی مشق کرتے ہیں انجم صاحب تصویرِ شیخ سے تصور قائم کرنے کی مشق کر رہے ہیں''۔

حضرت جی مشائخ عظام کے بیان کردہ سماع سننے کے آداب کی سختی سے پابندی فرماتے تھے۔ ہر جمعرات اور گیارہویں شریف کو محفل سماع کا اہتمام ہوتا تھا۔ ان مواقع وایام کے علاوہ بھی جب کبھی حضرت کی طبیعت چاہتی ان کے تربیت یافتہ مریدین جو اکثر خانقاہ کے خصوصی خدام میں سے ہوتے اور وہاں پر قیام پذیر ہوتے تھے، انہیں حسبِ خواہش بالمزامیر یا بغیر مزامیر کے کلام سنا دیتے تھے۔ بندہ نے وہاں حاضری کے ایام میں دیکھا کہ بعض اوقات تو رات بھر محفلِ

سماع جاری رہتی۔اسی طرح دن کو بھی نماز کے اوقات چھوڑ کر اکثر و بیشتر سماع کا اہتمام ہوتا رہتا۔کبھی کبھار حضرت جی خود بھی خوبصورت آواز سے، لے اور ترنم کے ساتھ ہارمونیم پر کلام پڑھ لیتے تھے۔آپ کلام بھی گا کر، لے اور ترنم کے وزن پر کہتے تھے۔آپ نے باقاعدہ علم عروض نہیں سیکھا تھا اور آپ کا قریباً تمام کلام آمد پر مشتمل ہے۔کچھ عرصہ آپ فیصل آباد کے مشہور شاعر افضل خاکسار سے اصلاح بھی لیتے رہے مگر علمِ عروض کی پابندیوں سے گھبرا کر جلد یہ سلسلہ موقوف کر دیا۔

آج کل ٹیلی ویژن پر یا عام منعقد ہونے والی محافلِ سماع میں آدابِ سماع کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ایسے سماع کو مشائخ وعلماء نے حرام قرار دیا ہے۔

حضرت جی کی محفل میں آدابِ محفل کا بھی بہت خیال رکھا جاتا تھا۔باقاعدہ منعقد ہونے والی محافل میں تمام لوگ باوضو حاضر ہوتے۔تمام حاضرین حفظِ مراتب کا خیال کرتے ہوئے ترتیب سے بیٹھتے۔محفل میں کوئی ایک دوسرے سے بات چیت یا سرگوشی نہیں کرتا تھا۔محفل کا آغاز تلاوت کلام پاک سے اور اختتام ختم شریف اور دعائے خیر پر ہوتا۔

چشتیہ سلسلہ کی کئی اور خانقاہوں پر بھی محفلِ سماع میں حاضر ہونے اور سماع سننے کا اتفاق ہوا مگر آدابِ محفل، وجد و کیف اور سرور کے لحاظ سے حضرت جی کی محفل کا سا رنگ کہیں بھی نظر نہیں آیا۔حضرت جی بہت گہری نگاہ اور توجہ کے مالک تھے۔جس کی طرف توجہ ہوتی چند ایک لمحوں بعد میں اس کی کیفیت اور حالت تبدیل ہوجاتی۔بارہا دیکھا کہ ان کی محفل میں دنیا دار لوگ بغیر وضو کے ننگے سر حاضر ہوئے اور عامیانہ انداز سے بیٹھ جاتے۔تھوڑی دیر بعد وہی لوگ بغیر کسی تلقین کے اٹھتے، وضو کرتے، سر پر ٹوپی رکھتے اور مودبانہ انداز سے بیٹھ جاتے۔دیکھتے ہی دیکھتے ان پر وجد و کیف کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ان کی زبان پر اللہ کا ورد جاری ہوجاتا۔آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے اور وہ عشقِ الٰہی اور حُبِّ نبوی ﷺ میں ماہئ بے آب کی طرح تڑپنے لگتے۔ان کے دل کی دنیا یکسر بدل جاتی تھی۔بعض اوقات ایسے افراد کی حالتِ اضطراب ختم کرنے کے لیے مبادا کہ اس کیفیت سے ان پر مستقلاً کیفیتِ جذب طاری نہ ہوجائے حضرت جی توجہ ہٹا لیتے۔اگر محفلِ سماع ہوتی تو آہستہ آہستہ تال میل اور سر آواز کا آہنگ دھیما کر کے قوالی بند کروانا پڑتی۔دیکھا گیا کہ بعض افراد پر بعد میں بھی یہ شدید کیفیت کافی دیر تک طاری رہتی۔جو لوگ شریعت کی پابندی کرتے، باقاعدگی سے ذکر وفکر کرتے، یہ کیفیت مستقل طور پر ان کے مزاج کا حصہ بن جاتی۔الحمدللہ! بندہ عاجز نہایت وثوق سے کہتا ہے کہ وہ کیفیت جو اسے قریباً پینتیس برس قبل حاصل ہوئی تھی آج بھی قلب وروح میں موجزن ہے اور ذرا سی توجہ اور یکسوئی سے تمام جسم میں، قلب و روح میں بغیر کسی اختیار کے ذکرِ الٰہی جاری ہوجاتا ہے۔قلب میں حرکت کی بدولت تمام جسم پر ارتعاش (Vibration) کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور قالب، ذکرِ قلبی میں مشغول ہوجاتا ہے۔حضرت جی تاحیات، لگاتار ہر کس و ناکس کو نوازتے رہے اور دیدہ ور پیدا کرنے کی کوشش میں ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف و مشغول رہے۔آپ ہر وقت ذکر پاسِ انفاس میں مشغول رہتے تھے اور اسی حالت میں 11 نومبر 2015ء بروز بدھ وار کو وصال فرما گئے۔اللہ تعالیٰ تا ابدالآباد آپ کے مدارج بلند فرمائے اور عقیدت مندوں کو آپ کی طرح ذوق وشوق اور صدق واخلاص سے شریعت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

نمونۂ کلام

از

مثنوی بدرالعرفان فی آثارالقرآن (منظوم اردو ترجمہ وتفسیر پارہ اول تا سوم)

تصنیف

حضرت خواجہ محمد غلام نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ

تعارفِ قرآن مجید والفرقانِ حمید

قرأ کے معنیٰ ہیں پڑھنا وجہ تسمیہ قرآنی
بکثرت پڑھتی ہے دنیا کلام پاک ربانی

مثال اس کی نہیں ملتی زمینوں آسمانوں میں
تراجم ہو چکے ہیں ساری دُنیا کی زبانوں میں

یہ فاران کے پہاڑوں پر خُدا کا نور اُترا ہے
عروجِ آدمیت کے لیے دستور اُترا ہے

تجلّیاتِ ربانی کا مظہر الکتاب آیا
کہ جس کو لے کے احمدؐ سیّد عالی جناب آیا

خدا فرمائے یہ قرآں پہاڑوں کو دکھا دیتا
بنا کر ریت کے ذرے ہوا میں سب اُڑا دیتا

جلالِ کبریا ہے یہ جمالِ مصطفیٰ ہے یہ
وصالِ مرتضیٰ ہے یہ کمالِ کربلا ہے یہ

پڑھا جائے بکثرت یہ نمازِ پنجگانہ میں
ہجومِ جمعہ اطہر میں شبینوں میں شبانہ میں

مقامِ اَدب پر فائز جو قرآنِ مکرّم ہے
فصیحوں کا جگر کانپے بلیغوں کی عقل گُم ہے

ہے رمضان المکرم میں یہ قرآنِ حکیم اُترا
کہ انزلنا سے اک دم میں یہ الطافِ عمیم اُترا

یہ تنزیلاً سے ظاہر ہے کہ پھر آہستہ آہستہ
یہ بائیس سال دو ماہ بائی دن میں اُترا آہستہ

بارہ سال تیرہ دن مہینے پانچ مکّہ میں
کہ نو ماہ سال نو اور یوم نو اس پاک بطحا میں

ہزاراں چھ و چھ سو اور چھیاسٹھ آیتیں اُتریں
یہ سب مکی و مدنی اک سو چودہ سورتیں اُتریں

کتابِ واحد و یکتا نہیں اس میں کمی بیشی
وہی ترتیب تدوینی وہی زیری زَبر پیشی

صحیفے آسمانی سب کتابی شکل میں آئے
لکھی تحریر ذو معنے بمشکل عقل میں آئے

مگر قرآن بنطقِ سیّد عالی مقام آیا
وہی اندازِ جبریلی وہی صاحبِ کلام آیا

کلامِ پاک رَبّانی وحی جبریلؑ صمدانی
محمدؐ کی ہے لسّانی صحابہ حفظِ قرآنی

ادھر کرتے بیان احمدؐ صحابہ یاد کر لیتے
وہی انداز و لہجہ بے محابا یاد کر لیتے

یوں ہی محفوظ ہوتا جا رہا تھا ان کے سینوں میں
وہ پتوں پر کھجوروں کے وہ پتھر کے نگینوں میں

مگر جنگِ یمامہ سات سو حافظ گئے مارے
جنہوں نے جان کے جوہر محمدؐ پاک پر وارے

تفکّر سے عمرؓ نے عرض کی دربارِ صدیقیؓ
کرے گا حافظوں کے بعد قرآن کون تصدیقی

اگر جامِ شہادت یہ صحابہ نوش کر جائیں
تو قرآنِ مکرّم ڈھونڈنے مسلم کدھر جائیں
بلا تاخیر تدوینِ کلامِ پاک ہے لازم
تحفظ کلّی قرآنِ شہہِ لولاک ہے لازم
یہ آیا تھا فریضہ زید بن ثابتؓ کے حصّے میں
خُدا کی رحمتِ خاصہ یہ آئے جس کے حصّے میں
اسی ترتیب سے، جیسے کہ فُرمانِ محمدؐ تھا
وہی انداز و لہجہ جو کہ لسّانِ محمدؐ تھا
خُدا کے کرم سے قرآن کی تدوین کر ڈالی
بلا تحریف تدوین قابلِ تحسین کر ڈالی
یہ نادر تحفہ قرآں آیا دربارِ صدیقیؓ میں
بنا پھر زینتِ عزّت یہ سرکارِ فاروقی میں
عمرؓ کے بعد ان کی دخترِ حفصہؓ کے پاس آیا
خزینے کی طرح رکھا جونسخہ اُن کے پاس آیا
خلافتِ طاہرہ عثمان ذوالنورینؓ کی آئی
کہ ایسی عجب حالت جنگ آرمینا میں در آئی
حذیفہؓ دیکھ کر حیران ہوتے تھے قرآن خوانی
کوئی مصری و شامی کوئی ایرانی و تورانی
تلفظ اور لہجہ وہ محمدؐ مصطفیؐ والا
علاقائی زبانوں نے تھا یکسر ہی بدل ڈالا
یہ خدشہ ہو گیا پیدا بدل جائے نہ اصلیت
یہ فتنہ کھو نہ دے قرآں کی وہ عالی کمالیت
بدیں وجہ امیر المومنینؓ نے زیدؓ بلوائے
صحیفہ لے کے حفصہؓ سے تھے نسخے سات لکھوائے
وہ نسخے ہر بلادِ ملکِ اسلامی میں بھیجے تھے
بلا تحریف لکھے طرزِ الہامی میں بھیجے تھے
یہ فرمایا کہ ہرگز اس میں تبدیلی نہ ہو پیدا
نہ افراطی نہ تفریطی و تقلیلی نہ ہو پیدا
خُدا کے فضل سے اب تک یہ قرآنی کرشمہ ہے
مکمل بہ زبان مصطفیٰ نورانی نسخہ ہے
یہ سب دنیا میں واحد اک کتابِ کائناتی ہے
ہمہ گیر و ہمہ پہلو محیط شش جہانی ہے
کلامِ پاک رَبّانی زبانِ مصطفیٰ ہے یہ
تلاوت با ادب مُسلم کہ شانِ مصطفیٰؐ ہے یہ
زبان پاکیزہ دل اطہر خشوع سے باوضو ہو کر
تلاوت پاک کرنا عاجزی سے اس کی رو رو کر
نصیؔر بے نوا خاطر خُدا سے یہ دعا کرنا
اسے بھی ہو عطا قرآن باحُسنِ ادا پڑھنا (455)

ابتدائیہ دُعا و مناجات بحضور باری تعالیٰ بحق احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خدایا صدقۂ احمدؐ عطا کر ہمتِ کامل
مُحمد مصطفیٰ کی ذات ہو امداد میں شامل
عطا کر سینے کو وسعت تخیل کو دے تابانی
مرے تاریک دل پر ہو مجلّٰی نورِ ربّانی
کہاں ناقص کی بشریت کہاں ان کی محمّدیت
کہاں قرآن ربّانی کہاں میری کم علمیّت
وحی جبریل قاصد ہوں کلامِ پاک ربّانی
محمد مصطفیٰ کے دہنِ اطہر کی ہو لسانی
ہے فرمانِ خُدا قرآں پہاڑوں کو دکھا دیتا
بنا کر ریت کے ذرے ہوا میں سب اُڑا دیتا
مترجم میرے جیسا کمترین توبہ معاذ اللہ
کہاں کمتر سے کمتر میں کہاں وہ شانِ اَو اَدنیٰ
مگر امداد تیری ہو کرم کر دیں شہِ بطحا
تو میں اس بحرِ نُوری میں شنا ہوتا ہوں بسم اللہ (456)

تفسیر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اس سے میں کہ جس کا نام ہے اللہ — جو رحمٰن جہاناں ہے رحیم اولیاء اللہ
بڑی ہے شانِ بسم اللہ کہ ہر سورۃ سے اول ہے — نمل کی سورۂ اطہر میں تفصیلِ مکمل ہے
سلیمانؑ نے سرِ خط پر جو بسم اللہ بنا ڈالا — یمن پر ملکۂ بلقیس کو ملکہ بنا ڈالا
یہ بسم اللہ حدیبیہ میں جو لکھا کملی والے نے — بشارت فتح مکہ کی عطا کی کعبے والے نے
یہ جب سے بائے بسم اللہ مدد ہے ربِّ باری کی — اسی دن محمدؐ سے مدد لینا بھی جاری کی
مدد کا جو طریقہ بائے بسم اللہ میں فائز ہے — خُدا کے نیک بندوں سے مدد لینا بھی جائز ہے
ہے اول فعل پوشیدہ اعانت بائے بسم اللہ — میں ہر اک کام میں پڑھتا ہوں بسم اللہ بسم اللہ

وہ عثمانؓ بن ابی العاص آئے دربارِ محمدؐ میں — عرض کی یا رسُول اللہ ہوں بیماری کی میں زد میں
کہ جب سے روشنی اسلام کی دل میں در آئی ہے — اک آندھی دردِ جسمانی کی سر پر چڑھ کے آئی ہے
یہ میرے جسم کا ہر بال شاہا درد کرتا ہے — غلام بے نوا تیرا نہ جیتا ہے نہ مرتا ہے
نگاہِ کرم ڈالی اور فرمایا رسُول اللہؐ — بدن پر ہاتھ رکھ کر پڑھ مسلسل بار بسم اللہ
شفا من جانب اللہ ہے بحقِ اسم بسم اللہ — شفائے کاملہ باعث ہے پڑھنا اسمِ بسم اللہ
ہے بے حد رحمتوں والا یہ اسمِ پاک رحمانی — رحیمی سے بھی بڑھ کر ہے ہمہ گیری میں رحمانی
کہ رحمت کا سمندر ہے وہ رحمٰن الرحیم آقا — کلیدِ رحمتِ عالم ہے یہ وردانِ بسم اللہ

تعارف.....سُورۃ فاتحہ

ہوئیں الحمد میں وارد ہیں سات آیت قرآنی بھی — یہ ہیں امّ القرآن ، الفاتحہ، سبعِ مثانی بھی
اسے سورہ شفا فرمایا احمد کملی والے نے — ''کلیدِ رازِ قرآن'' رحمتوں کے تاج والے نے (457)

تفسیر سورہ الفاتحہ

(1)

یہ سب حمد و ثنا وقفِ خدائے کل جہاناں ہے — محیط رحمتِ ربی زمین و آسماناں ہے
خدائے احمدِ مرسل خُدا ہے سب جہانوں کا — فقیروں، عاشقوں کا، عالموں کا، رازدانوں کا
خدا مومن کو بھی اور رزق کافر کو بھی دیتا ہے — وہ رب ہے پالنے والا ہر اک مقسوم لیتا ہے
بحمداللہ ربوبیت کی تربیت میں مسلم ہے — یہ خاص انعام ہے اس کا جو وقفِ ذات مسلم ہے

(2)

رحیمی شان کا سایہ محمدؐ کے غلاموں پر — یہ رحمن الرحیم آیا ہے فائق سب کلاموں پر

(3)

وہ مالک دین کے دن کا حشر کا نشر کا والی
وہ مالکِ یوم الدین مولا وہ ہر عالی سے ہے عالی
پتہ چل جائے گا خود ہی کہ جب یوم الحساب آیا
بمعہ شانِ جلالی جبکہ وہ عالی جناب آیا

(4)

عبادت کرتے ہیں اس کی جو رَبِّ محمدؐ ہے
ہمارے عقل کی ادراک کی یہ آخری حد ہے
عبادت بےطلب اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے نمایاں ہے
خُدا سے سودا کرنے والا محض اک مردِ ناداں ہے
عبادت کرتے ہیں تیری فقط تیری رضا کی خاطر
ہمارا جینا مرنا ہے خدا و مصطفیؐ خاطر
عبادت کرنے کی خاطر مدد بھی تجھ سے مانگیں ہیں
توجہ کاملہ سوئے محمدؐ تجھ سے مانگیں ہیں
ہم اِیَّاکَ نَسْتَعِین کہہ کر مدد کی بھیک مانگیں ہیں
تیری بندوں سے گر مانگیں تو بالکل ٹھیک مانگیں ہیں
کرامت جو ولیوں کی ہے عظمتِ ذوالجلالی ہے
کہ جو بدبخت نہ مانے وہ رحمت سے بھی خالی ہے
مدد بالواسطہ جو ہے مشیت پاک ہے تیری
شمس تیرا قمر تیرا یہ باد و خاک ہے تیری
وسیلے کے سوا قائم نہ دیں ہے نہ ہی دنیا ہے
وسیلے کے سوا دنیا میں بندہ ہے نہ مولا ہے
کسان آیا اناج آیا نبی آئے تو دیں آیا
وسیلہ بن کے دنیا میں یہ قُرآنِ مبیں آیا
وہ درسِ رہبری میں جو صراطِ مستقیم آیا
یہ سیدھا راستہ لے کر مرا دُرِّ یتیم آیا

(5)

خدایا کر ہدایت اس صراطِ مستقیمی کی
بڑی امید ہے ہم کو محمدؐ کی کریمی کی

(6)

وہ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ جن حبیبوں کے لیے آیا
مرے سر پر رہے دائم تیرے محبوب کا سایہ
وہ نقشِ سرِّ دلبر کا تعین بالقرآن آیا
کہ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے مقلد کا نشاں آیا
نہ ہووے پیروی جب تک خدا کے بندوں کی
محمدؐ کے غلاموں کی ولیوں مستمندوں کی
خدا تک تا قیامت راہ ہرگز مل نہیں سکتی
کلی دل کی بجز ولیوں کے ہرگز کھل نہیں سکتی
خدا کو ماننے والا ہے لازم مُصطفیؐ مانے
خُدا کا بندہ ہے وہ جو کہ بندۂ خدا مانے

(7)

نہ مانے جو حبیبِ دو جہاں کو بخت مارا ہو
خدا سے دُور ہے وہ خواہ یہودی ہو نصاریٰ ہو
وہ مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ اور وَلَا الضَّآلِّيْن بتلایا
کسی کو غضب کا مارا کسی کو گمراہ ٹھہرایا
وہ بندے کو کبھی طٰہٰؐ کبھی یٰسینؐ کہتا ہے
کہ بندے کی صداقت پر خدا آمین کہتا ہے

وجہ تسمیہ سورہ البقرہ

وجہ تسمیہ البقرہ یہ سورت گائے والی ہے
کہ اعجازِ کلیم اللہ نے جاں مردے میں ڈالی ہے
تھا عابل نام سوداگر بڑا ہی صاحبِ ثروت
خدائے پاک نے اس کو عطا کی تھی بڑی دولت
یہ زر بھی دنیائے دوں میں فسادِ آدمیّت ہے
حرص پیدا ہو دل میں تو یہ زر بھی بربریّت ہے
تھا کر ڈالا قتل عابیل کو اس کے برادر نے
عمل اتنا کیا مخفی نہ دیکھا چشمِ مادر نے
وہ اسرائیل پر ڈالے قصاصِ قتل کا دعویٰ
بدیں حالت لگے کہنے جنابِ حضرت موسیٰؑ
ہو گائے نوجواں بے داغ رنگِ گندمی والی
مکمل صحت والی ہر قسم کے داغ سے خالی
ذبح کر کے وہ گائے گوشت لاشہ پر جو دے مارا
وہ مردہ کر دیا زندہ کلیم اللہ نے دوبارہ
لگا کہنے مرا قاتل برادر خاص ہے میرا
فلاں موقع اڑایا سر فلاں ہتھیار سے میرا
یہ اتنا کہہ کے پھر وہ تو ازل کی نیند جا سویا
ہوا یاں معجزہ موسیٰؑ کا گائے گوشت سے پیدا
وہ آیاتِ خداوندی یُرِیۡکُمۡ کہہ کہ بتلا دی
خدا کے متقی بندوں کو راہِ پاک دکھلا دی
خدائے پاک ویسے بھی اگر چاہتا جگا دیتا
وہ قادرِ کُلِّ شَیۡءٍ اس کو دوبارہ اُٹھا دیتا
وسیلے کے سوا رَبِّ دو عالم یہ نہیں چاہتا
بجز نبیوں کے ولیوں کے وہ کرنا کچھ نہیں چاہتا (458)

نمونہ کلام حضرت خواجہ محمد غلام نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ

از

صوفیانہ، عارفانہ، عاجزانہ، مؤدبانہ، مجموعۂ کلام

سوز وسازِ دل

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

یا محمدؐ ہزاروں سلام آپ پر
آپ کی آل پر آپ کی ذات پر
آپ شمس الضحیٰ آپ بدرالدجیٰ
آپ خیر الوریٰ ساری آفاق پر
آپ صل علیٰ آپ نورِ خدا
آپ ماہِ لقا ساری لولاک پر
چاند ٹکڑے کیا شمس لوٹا دیا
کرم کتنا کیا عرب کی خاک پر
شاہ عرب و عجم دست بستہ ہیں ہم
ہووے نظرِ کرم حالِ غمناک پر
جدِّ حسنین للہ کرم کیجئے
اس نصیر بے مایہ کم اوقات پر

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد کے روئے منور کی مانند نہ چندا نہ سورج کی ہے چاندنی
یوں اندھیرے میں اک دم اجالا ہوا پھیلی غارِ حرا سے عجب روشنی

کیسی سج دھج سے اٹھا حبیبِ خدا با ادب انبیا کا امام آ گیا
ساتھ شمس و قمر سر پہ سایہ قمر آگے آگے چلے چاند کی چاندنی

ان کے گیسو سیاہ ان کی کملی سیاہ ان کا حبشی سیاہ حجرِ اسود سیاہ
اس سیاہی میں حکمت یہی ہے چھپی جل نہ جائیں سبھی دیکھ کے یہ روشنی

ان کی ترچھی نظر ان کی بانکی ادا ان کے خمدار گیسو خدا کی پناہ
گوشہ گوشہ منور ہوا سر بسر آج ایسی کری میرے گھر روشنی

مدینے سے اٹھے سینے میں آئے جو سینے سے اٹھے مدینے میں آئے
کوئی اور راستے میں حائل نہیں ہے اِدھر روشنی ہے اُدھر روشنی

میں گنہگار پر بھی کرم کر دیا میرے بے جان بت کو صنم کردیا
اس طرح نور احمد میں ضم کردیا میری تاریکی کو کھا گئی روشنی

اے نصیرا سیاہ پیکرا یہ بتا تیرا تاریک پنجرہ ہے کس کام کا
تجھ پہ قربان پروانے مثلِ شمع تیرے پنجرے میں کی احمدؐ نے روشنی

منقبت حضرت علیؓ

علی کے چہرے میں ہم نے شبیہہِ مُصطفیٰ دیکھی
علی کے گھر کی عزت ہم نے زہرا کی ردا دیکھی
خدائے ذوالجلال آیا نظر شانِ محمد میں
محمد مصطفی میں ہم نے شانِ مرتضیٰ دیکھی
خدا نے دستِ حیدر پر اٹھا کے رکھ دیا خیبر
کہ شان کل آتی اس جا پہ ہم نے برملا دیکھی
اسی گھر میں ہوئے پیدا حسینؓ و حسنؓ شہزادے
یہیں پر خسروی دیکھی یہیں پر کربلا دیکھی
علی مِنّی علی مِنّی شہہِ بطحیٰ نے فرمایا
کہ من کنت علی مولا عرش پر بھی صدا دیکھی
شہنشاہِ نجف مشکل کشا شیرِ خدا دیکھے
علی کی ذاتِ برحق منبع جود و سخا دیکھی
وہ حیدر بھی ہیں صفدر بھی وہ شان بُو ترابی بھی
ہر اک حاجت نصیرؔ ہم نے یہاں ہوتی روا دیکھی

غزل

دیکھو ہم کلام میں کس سے ہوں یہ کس طرح کا مقام ہے — کہ کلیم کی بھی خبر نہیں نہ کلیم ہے نہ کلام ہے
یہ کون مجھ پہ ہے چھا گیا میری ذات کو بھی مٹا گیا — میں کس جگہ پہ ہوں آ گیا جہاں موت ہے نہ دوام ہے
نہ شرق ہے نہ ہی غرب ہے نہ ہی شمال ہے نہ ہی جنوب ہے — نہ طلوع ہے نہ غروب ہے نہ ہی صبح ہے نہ ہی شام ہے
ہر سو ہے رقصِ سرمدی ہر سو ہے ذکرِ احمدیؐ — کیسی عجب ہے بنسری وجدان کتنا عام ہے
اب سادھو سنت بھی دیکھ لیں اب سارے پنتھ بھی دیکھ لیں — جو گی یہ گرنتھ بھی دیکھ لیں کیا صاحبِ اکرام ہے
ہُو ہُو کی رٹ میں گُم ہوئے "صُم" ہوئے "بُکم" ہوئے — ہم تم ہوئے تم ہم ہوئے یہاں دوئی کا کیا کام ہے
گو میں رہینِ ستم رہا، رحمٰن تیرا کرم رہا — ہر جگہ میرا بھرم رہا بے حد تیرا انعام ہے
مجھے فخر نہیں ذرا مجھے نازِ نسب نہیں ذرا — دربان تیرے حضور کا بندہ ادنیٰ تیرا غلام ہے
مجھے ختم کر کے کرم کیا میری خاک کو بھی صنم کیا — مجھے غرضِ دیر و حرم کیا تیری خاکِ پا کو سلام ہے
نہ سرشت میں ہو سرمدی کیا خاک یہ ہے سکندری — شاہا تیرے طرزِ قلندری کا قلندروں میں مقام ہے
تیری چشمِ مست کو دیکھ کر میں نماز سے ہوا بے خبر — نہ قیام ہے نہ رکوع ہے نہ سجود ہے نہ سلام ہے
سرِ عرش بھی یہ پکار ہے کہ یہ خواجہ بدر کا پیار ہے — کہ فقیر ہے یہ عزیز کا کہ نصیرؔ کا یہ غلام ہے

غزل

ناز اتنا نہ کرو جاناں خدارا نہ کرو — ایسے لگتی ہے نظر زلف سنوارا نہ کرو
اپنی پلکوں کی نیاموں میں رکھو تیغِ نظر — بے محابا دلِ مخلوق دو پارا نہ کرو
مرے دل کی یہ ضعیفی تمہیں معلوم نہیں — میں تو مرجاؤں گا اک پل بھی کنارا نہ کرو
جو بھی ترکش میں ہیں وہ تیر چلا دو سارے — ستم و جور میں کچھ صرفہ ہمارا نہ کرو
جو بھی آ جائے بچاری وہ تمہارا ٹھہرے — یوں تو ہر شخص کو شیشے میں اتارا نہ کرو
خود ہی اپنائیں سبھی رنگ خدائی وہ نصیرؔ — خود ہی کہہ دیں کہ خدا کہہ کے پکارا نہ کرو

غزل

مجھے وقفِ کوئے دلربا کر دیا — تونے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا
بدنما سے مجھے خوش نما کردیا — تونے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا
تو میری ذات پر چھا گیا برملا — کر دیا میری ہستی کو تو نے فنا
راہزن تھا مجھے راہنما کردیا — تونے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا
میرا پھولوں سے لبریز دامن کیا — اور مجھے خار سے تو نے گلشن کیا

میری سیاہ رات کو روزِ روشن کیا
تونے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا
روشنی روشنی روشنی روشنی
میرے سینے میں ہے ہر طرف روشنی
گندے بندے کو بندہ خدا کر دیا
تونے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا
تیری ترچھی نظر ہی مگن کر گئی
تیری زُلفِ دوتا سے لگن لگ گئی
تیری بانکی چھبن نے فنا کر دیا
تونے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا
تو نصیرؔ اپنی قسمت پر سو ناز کر
ڈالی نظرِ کرم سے قلندر نظر
کہ لقا بخش کے ماہ لقا کر دیا
تو نے کیا کر دیا تو نے کیا کر دیا

غزل

نہ مے کی کچھ حقیقت ہے نہ میکش ہیں نہ میخانہ
نگاہِ مست ساقی سے ہوئی ہر چیز مستانہ
ابھی تو پردے سے چھن چھن کے چمکے نورِ جانانہ
خدا جانے کہ کیا ہو گا جو آئے بے حجابانہ
ہر میکش کو ساقی نے عجب مستی عطا کی ہے
کسی کی آنکھ مستانہ کسی کی چال شاہانہ
نقاب ان کا الٹنا تھا کہ مقتل ہوگیا برپا
وجد میں آگئے جام و سبو پیمانہ پیمانہ
مجھے اتنی تو فرصت دے کہ جی بھر کر تجھے دیکھوں
تو بیشک بعد میں صادر قتل کا حکم فرمانا
مسلسل پھیلتی جاتی ہے وسعت میرے داماں کی
تیری نظرِ کرم نے شوخ کر ڈالا ہے دیوانہ
سرہانے ایک مرقد کے کوئے جاناں میں لکھا تھا
نصیرؔ بے نوا کمتر گدائے کوئے جانانہ

(459)

حضرت میاں محمد مسعود احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۲۵ء....۱۳ جنوری ۲۰۰۶ء)

26 نومبر 2010ء کو میاں صاحب کا سالانہ عرس مبارک تھا۔ میاں صاحب کو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے 5 برس بیت گئے ہیں۔ میاں صاحب کی ولادت 1925ء کو کلکتہ میں ہوئی تھی اور انہوں نے 13 جنوری 2006ء (بمطابق 14 ذوالحجہ 1427ھ) بروز ہفتہ بعد از نماز ظہر وصال فرمایا تھا۔ ان کے بیٹے ہر عید الاضحیٰ کو جمعہ کے روز باقاعدگی سے یہ عرس منا رہے ہیں۔ میاں صاحب سے میرا رابطہ قریباً 20 سال رہا۔ اُن سے رابطہ کے وقت میری عمر قریباً 23 سال تھی۔ میاں صاحب بہت نفیس طبع بزرگ تھے۔ وہ فرید العصر میاں علی احمد رحمۃ اللہ علیہ (بسی شریف والوں) سے بیعت تھے اور ان کے نہایت قریبی مریدین میں سے تھے۔ ہر وقت ذکر فکر میں مشغول رہتے تھے۔ درود شریف کثرت سے پڑھتے رہتے تھے۔ نہایت صاف ستھرا اور نفیس لباس پہنتے تھے۔ ان کی غذا بھی بہت نفیس ہوتی تھی۔ اعلیٰ کوالٹی کا عطر استعمال کرتے تھے۔ ان کے پاس بیٹھنے والا ذہنی وقلبی اطمینان اور صفائے باطن محسوس کرتا تھا اور جب اٹھ کر جاتا تھا تو روحانی ذوق کے ساتھ ساتھ عطر کی وہ مخصوص خوشبو بھی ساتھ لے جاتا تھا جو میاں صاحب کے قریب بیٹھنے کی بدولت اس کے لباس میں رچ بس چکی ہوتی تھی۔

اچھے اور برے لوگوں کی صحبت وہمنشینی کے مفید ومضر اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ مَثَلُ الْعَطَّارِ إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْهُ أَصَابَكَ رِيْحُهُ، وَمَثَلُ الْجَلِيْسِ السُّوْءِ مَثَلُ الْقَيْنِ إِنْ لَمْ يُحْرِقْكَ بِشَرَرِهِ عَلَقَ بِكَ مِنْ رِيْحِهِ. رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْبَزَّارُ وَأَحْمَدُ. وَقَالَ الْحَاكِمُ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ.

''حضرت ابوموسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھے ساتھی کی مثال عطار کی سی ہے اس سے اگر تمہیں اور کچھ بھی نہ ملے تو اس کی (اچھی) خوشبو تو پہنچ ہی جائے گی، اور برے ساتھی کی مثال لوہار کی سی ہے اگر اس (کی بھٹی کے) شعلے تجھے نہ بھی جلائیں تو اس کی (بھٹی کی) بدبو تو تمہیں ضرور پہنچے گی۔''(460)

تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ أَبُوْ دَاوُدَ. وَقَالَ أَبُوْ عِيْسَى: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

''حضرت ابوسعد (خدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (سچے) مومنوں کی صحبت ہی اختیار کرو اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار (دوست) ہی کھائے۔''(461)

گِلے خوشبوئے در حمام روزے   رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مُشکی یا عبیری   کہ از بوئے دل آویز تو مستم

بگفتا من گِلے ناچیز بودم ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم ہستم (462)

ترجمہ: ایک دن حمام کی خوشبودار مٹی مجھے محبوب کے ہاتھ سے ملی۔ میں نے اسے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ تیری دل آویز خوشبو سے میں مست ہوا جارہا ہوں۔ وہ کہنے لگی کہ میں تو ایک ناچیز مٹی ہی ہوں۔ لیکن صرف یہ بات ہے کہ ایک مدت پھول کی صحبت میں رہی۔ چنانچہ اس ہمنشیں کا جمال مجھ میں اثر کر گیا۔ ورنہ میں وہی مٹی ہوں۔ اور ؎

بھیکا گُر توں داریا، جس تیلوں کیا پھلیل گُر بِن سمجھ نہ آوندی ایہہ الٹ پلٹ کی کھیل

میاں صاحب سے میری نہایت محبت اور عقیدت کی وجہ ان کی اولیاء اللہ سے خصوصاً داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ، بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ اور مرشدِ کامل میاں علی محمد رحمتہ اللہ علیہ سے شدید محبت تھی۔ اکثر ان حضرات کا ذکر فرماتے رہتے تھے اور میں شوق سے سنتا رہتا تھا۔ وہ سناتے نہ تھکتے تھے اور میں سنتے نہ تھکتا تھا۔ میاں صاحب بڑے دھیمے لہجے سے بات کرتے تھے۔ اگر مجھے کوئی بات سمجھ نہ آتی تو میں تکرار کرتا رہتا تھا اور وہ نہایت تحمل اور پیار سے مجھے سمجھاتے رہتے تھے۔ بعض اوقات تبادلہ خیال یا بحث کا یہ سلسلہ گھنٹوں پر محیط ہو جاتا تھا۔ مگر میاں صاحب سمجھا کے ہی دم لیتے تھے۔ ان کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو تمام کام موقوف کر دیتے تھے۔ موسم اور موقع محل کے مطابق کھانے، چائے یا کسی مشروب سے اس کی تواضع کرتے تھے۔ مجھے یاد نہیں کہ اتنے طویل عرصہ کے دوران جتنی بھی ملاقاتیں ہوئیں کبھی ان کی مہمان نوازی، توجہ، التفات میں کبھی کوئی کمی محسوس ہوئی ہو۔ تواضع کا یہ حال تھا کہ گھنٹوں حاضر رہتا لیکن وہ کبھی بھی یہ نہیں کہتے تھے کہ اب جاؤ پھر کبھی آنا یا مجھے کسی کام کے لیے جانا ہے پھر ملیں گے۔ انہوں نے میری شخصی تعمیر اور روحانی تربیت میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ مثلاً ایک بار مجھے رجعت ہوئی، تمام وظائف چھوٹ گئے۔ نمازیں بھی قضا ہونے لگیں۔ میں میاں صاحب کے پاس حاضر ہوا اور اپنی کیفیت کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے بازار سے ایک کتاب لے آؤ۔ یہ درود شریف کی کتاب دلائل الخیرات تھی۔ میں ان کے حسبِ ارشاد چلا گیا اور بھوانہ بازار میں غزالی بک ڈپو سے وہ کتاب لے آیا۔ میاں صاحب نے اس کتاب میں ساتوں ایام کی منازل کی نشاندہی کی اور مجھے تلقین کی کہ میں روزانہ ایک منزل پڑھ لیا کروں۔ میں یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا اور کہا میاں صاحب آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ وظائف تو پہلے ہی چھوٹ چکے ہیں۔ نمازیں بھی قضاء ہو رہی ہیں۔ الٹا آپ نے مجھے درود شریف پڑھنے کا لمبا چوڑا پروگرام بتا دیا ہے۔ یہ کیسا روحانی علاج ہے؟ مسکرا کر فرمانے لگے، پڑھو تو سہی تمام کام آسان ہو جائیں گے۔ اسے پڑھنا مشکل نہیں۔ روزانہ کی منزل بیس منٹ میں پڑھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پڑھنے کی توفیق بھی عطا ہو جائے گی۔ میں مجموعہ وظائف دلائل الخیرات گھر لے آیا اور الماری میں رکھ دیا۔ ایک دن خیال آیا کہ میاں صاحب کے حسبِ ارشاد پڑھ کر دیکھ لوں، کیا حرج ہے۔ وضو کیا اور اس روز کی منزل پڑھ لی۔ اگلے روز بھی اس روز کی منزل پڑھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چند دنوں میں رجعت جاتی رہی۔ نماز قائم ہو گئی۔ ذکر وفکر کا سلسلہ بحال ہو گیا اور میرے دیگر معاملات بھی اس قدر تیزی سے درست ہونے لگے کہ میں حیران رہ گیا۔ انہی دنوں میرے مرشد حضرت خواجہ غلام نصیر الدین مدظلہ العالی بھی زیادہ التفات فرمانے لگے اور مجھے اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تمہاری فائل پر از سرِ نو نظرِ ثانی کا حکم آیا ہے۔ زیادہ حاضری دیا کرو۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے پیرومرشد کے

پاس حاضر ہوں اور وہ میری دستار بندی فرمارہے ہیں۔ چند ایک دیگر حضرات کی بھی دستار بندی ہوئی۔ انہیں جوگیا رنگ کی دستار باندھی گئی جبکہ مجھے سیاہ رنگ کی۔ میں نے اپنے پیرومرشد سے یا کسی پیر بھائی سے اس خواب کا ذکر نہ کیا۔ میاں صاحب کو یہ خواب سنایا تو خوش ہوئے۔ فرمانے لگے روحانی دنیا میں تمہاری دستار بندی ہو چکی ہے۔ باطنی طور پر تم خلیفہ مقرر ہو چکے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ظاہری رسم بھی پوری ہو جائے گی۔ ان ایّام میں، میں نے ایک خاص تبدیلی دیکھی۔ میں جدھر بھی جاتا لوگ پہلے سے بھی زیادہ احترام سے پیش آتے اور بعض تو برملا حضرت یا پیر کہہ کر مخاطب کرنے لگے۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ سالک درحقیقت دنیاوی عزت وشہرت کا طلبگار ہرگز نہیں ہوتا اور نہ ہی خلافت کا۔ خلافت اُسے ہی ملتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہو۔ اِس کی دربارِ رسالت سے منظوری ہوتی ہے اور بعد میں ظاہری اسباب فراہم ہوتے ہیں۔ میرا کبھی بھی یہ مطمع نظر نہیں رہا کہ مجھے خلافت ملے یا لوگوں میں تکریم پاؤں۔ میں ہمیشہ طالبِ حق رہا ہوں اور بفضلِ تعالیٰ طالبِ حق ہوں۔ یہ ذاتی تجربات اور مشاہدات بیان کرنے کا مقصد محض شکرانِ نعمت ہے اور طالبانِ حق کی تعلیم وتربیت کے لیے اہم امور کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت زماں اور مکاں کے پابند نہیں۔ یہ فضل وکرم اور رحمت کسی پر بھی ہو سکتے ہیں۔ بندہ عاجز جن امور کا ذکر کر رہا ہے وہ اس کے علم ویقین کے مطابق عین درست ہیں اور محض ذات باری تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت سے ہیں۔ جو مجھے حاصل ہوا وہ ہر کسی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ مجھے کسی طرح کی کوئی فوقیت یا برتری حاصل نہیں۔ میرا حق پرستی کا جذبہ مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں سلسلہ اولیاء کی حقانیت بیان کرنے کے بارے میں کتابی باتوں اور حکایات کا سہارا لینے کے بجائے ذاتی تجربات ومشاہدات بیان کروں تاکہ اہلِ حق کے ایمان وایقان میں اضافہ ہو اور وہ خود اس راہ پر خلوص دل سے چل کر دیکھ لیں۔ دامانِ مصطفیٰ تھام کر دیکھیں رحمتِ حق کو منتظر پائیں گے۔

بہرحال میں دوبارہ خلافت والی بات کی طرف آتا ہوں۔ چند ماہ بعد سالانہ عرس مبارک کے موقع پر میرے پیرومرشد نے فرمایا مجھے باطنی طور پر حکم ہوا ہے، میں آپ کو خلافت دینے کا اعلان کرتا ہوں۔

میرے نزدیک خلافت سے مراد یہ ہے کہ اب آپ مخلوقِ خدا کی خدمت کر سکتے ہیں اور انہیں اولیاء اللہ کے فیض سے مستفید کر سکتے ہیں۔ خلیفہ نامزد ہونے سے مراد خادمِ خلق مقرر ہونا ہے۔ زندگی کا اصل مقصد یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اپنا تعلق مضبوط بنائیں اور اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی خدمت سرانجام دیں اور ان کا بھی یہ روحانی رشتہ مضبوط بنائیں۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ آجکل تصوف کے نام پر بازاری پیرفقیر اپنی دکانداریاں چمکا رہے ہیں اور دنیاوی آسودگی حاصل کر رہے ہیں مگر یہ بات بھی حقیقت ہے کہ ایسے جعلی پیروں اور فقیروں کی بدولت حقیقی اسلامی تصوف اور صوفیا کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ کیا جعلی فوجیوں یا عطائی ڈاکٹروں وحکیموں کے بہانہ سے تمام فوجیوں، ڈاکٹروں اور حکیموں کی حقانیت کو جھٹلا دیا جائے گا۔ انکار اور رد تو جعلسازوں اور دھوکا بازوں کا ہو گا نہ کہ مخلص افراد کا۔

خلافت عطا ہونے کے بعد میں نے باقاعدہ طور پر خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دینا شروع کر دیا۔ یہاں اس سلسلہ میں تفصیلات بیان نہیں کروں گا کیونکہ آج میں خصوصاً میاں صاحب کے بارے میں کچھ یادداشتیں تحریر کرنا چاہتا ہوں اس لیے دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

میاں صاحب نے مجھے دلائل الخیرات (درود شریف) کی اجازت عنایت فرمائی تھی جس کے فیضان کی بدولت ہی مجھے روحانی ترقی حاصل ہوئی جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔

درود شریف کی بدولت مجھے بہت سے دینی، دنیوی، روحانی فوائد حاصل ہوئے۔ اس کی بدولت بڑی سے بڑی مشکل اور پریشانی دور ہوئی۔

ایک بار میں درود شریف پڑھ رہا تھا تو حالتِ بیداری میں ہی دیکھا کہ میرے اردگرد محفل لگی ہوئی ہے۔ بہت سے فرشتے درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ کسی کی آواز آتی ہے یہ شخص درود شریف پڑھ رہا ہے اور اس کے مدارج بلند ہوتے جارہے ہیں۔

میں بے گھر تھا۔ کرائے کے مکان میں رہتا تھا۔ اس درود شریف کی بدولت مجھے نہایت قیمتی اور کشادہ گھر نصیب ہوا درود شریف کی بدولت گھر کا ملنا بھی بہت ایمان افروز سلسلہ واقعات ہے جس کا آئندہ کہیں ذکر ہوگا۔

میاں صاحب کے ارشاد کے مطابق جب میں دلائل الخیرات لینے کے لیے غزالی بک ڈپو، بھوانہ بازار، فیصل آباد پہنچا تو اس کے پروپرائیٹر رانا اشفاق کے بھائی حاجی ضیاء ذکر کر رہے تھے کہ وہ کسی سے پرائمری کلاسز کے سٹوڈنٹس کے لیے گائیڈ بکس لکھوانا چاہتے ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں ان سے کچھ تبادلہ خیال کیا اور پھر انہیں پیش کش کی کہ میں انہیں یہ گائیڈ بکس لکھ دیتا ہوں۔ انہوں نے مجھے بطور نمونہ لکھنے کے لیے کچھ کام دیا۔ میں نے انہیں وہ نوٹس تحریر کر دیئے۔ انہوں نے ماہر اساتذہ کو وہ نوٹس برائے جائزہ دیے۔ اساتذہ نے وہ نوٹس پسند کئے۔ تب سے بکس لکھنے کا ایسا سلسلہ جاری ہوا جو کہ اب بھی جاری ہے۔ الحمدللہ اس درود شریف کی برکت سے میری تحریر کردہ بکس کو اساتذہ و سٹوڈنٹس میں پذیرائی حاصل ہوئی اور میں غزالی بک ڈپو، خالد بک ڈپو، ہمدرد کتب خانہ، بابر بک ڈپو، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے لیے کتب، گائیڈز، نوٹس تحریر کرتا رہا جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ اس طرح علم میں اضافہ کے ساتھ ساتھ مالی حالت بھی کافی بہتر ہوگئی اور یہ سلسلہ فیض و کرم جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

درود شریف حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت اور تعلق مضبوط بنانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی بدولت آپ ﷺ سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور یہ رابطہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ حق تک رسائی کا یہ آسان ترین ذریعہ ہے اور اس کی بدولت ہر نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں	یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (463)

میاں صاحب نے مجھے دلائل الخیرات کی تعلیم دی تھی اور خصوصی اجازت عنایت فرمائی تھی۔ آپ درود شریف پڑھنے اور دلائل الخیرات کی اجازت دینے کے سلسلہ میں نہایت احتیاط فرماتے تھے۔ بڑا گوشت، لہسن، پیاز، مولی وغیرہ کھانے سے منع فرماتے تھے۔ چل پھر کر درود شریف پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے جاءنماز پر بیٹھ کر نہایت ادب، توجہ اور یکسوئی سے درود شریف پڑھا کریں۔

چند سال بعد مجھے میاں صاحب سے بھی خلافت واجازت حاصل ہوگئی۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ اگر مجھے کوئی اچھی بات معلوم ہو، اچھی کتاب ملے، فیض حاصل ہو تو اسے دوسروں تک پہنچاؤں۔ میں نے میاں صاحب کی حیات میں

ہی دو تین افراد کو دلائل الخیرات پڑھنے کی تعلیم اور اجازت دے دی۔ میاں صاحب کو علم ہوا تو قدرے خفا ہوئے۔ فرمایا میں نے اپنی زندگی میں سوائے تمہارے اس کی کسی کو اجازت نہیں دی۔ کئی برس بعد تمہیں اجازت ملی۔ تم نے بڑی عجلت میں ان افراد کو اجازت دے دی ہے۔ ان افراد کو میرے پاس لے کر آئیں تا کہ میں خود ان کا جائزہ لوں۔ مناسب ہوا تو اجازت بحال رکھوں گا نہیں تو منع کر دوں گا۔ میں ان افراد (محمد نعیم، غلام صمدانی) کو میاں صاحب کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے ان کا جائزہ لینے کے بعد ان کی اجازت بحال رکھی اور مجھے تلقین کی آئندہ اس قدر جلد اجازت نہ دو اور آئندہ بھی باادب، متقی، طہارت پسند افراد کو ہی اجازت دو۔ اس واقعہ کو قریباً دس برس بیت گئے ہیں۔ اس کے بعد اب تک میں نے صرف تین افراد کو ہی میاں صاحب کی طرف سے دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

میاں صاحب وظائف کی نہایت پابندی فرماتے تھے۔ کسی بھی حالت میں اور کسی بھی موقع پر وظائف کا ناغہ نہیں فرماتے تھے۔ تہجد کے وقت بیدار ہوتے تھے اور قریباً 11/12 بجے دوپہر کے قریب تک بند کمرے میں وظائف پڑھا کرتے تھے۔

ایک بار میاں صاحب بیمار ہوئے تو انہیں نیشنل ہسپتال فیصل آباد میں داخل کرایا گیا۔ میں مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوا تو مجھے فرمانے لگے، جب تک میں معذور ہوں، تم میری جگہ پر تمام وظائف پڑھو۔ میں نے عرض کیا میاں صاحب اس قدر زیادہ وظائف میں کیسے پڑھ سکوں گا۔ فرمانے لگے چلو دلائل الخیرات ہی میری جگہ پر پڑھتے رہو۔ چند روز بعد تندرست ہونے پر انہوں نے ان تمام وظائف کی قضا دی تھی۔

میاں صاب اخفائے حال کے بہت زیادہ قائل تھے۔ کشف و مشاہدات ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ ذکر وفکر بھی تخلیہ میں کیا کرتے تھے۔ کسی سے ذکر تک بھی نہیں کرتے تھے کہ وہ کس قدر ذکر وفکر اور ریاضت ومجاہدہ کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو بیعت بھی نہیں فرماتے تھے۔ کئی سال تک تو میں تنہا ہی حاضر ہوتا رہا۔ بعد میں، میں نے بہ اصرار ان سے بیعت کی اور چند دوستوں کو بھی بیعت کرا دیا۔ مجھے کئی سال کے رابطہ کی وجہ سے ان کی ریاضت ومجاہدہ کا کچھ اندازہ تو تھا، مگر یہ علم نہیں تھا کہ آپ کون کون سے اوراد و وظائف پڑھتے ہیں۔ مجھے شوق تھا کہ میاں صاحب کی پیروی کروں اور حتی المقدور حد تک اتباع کروں۔ میاں صاحب سے اس سلسلہ میں پوچھتا رہا۔ انہوں نے محض میری تعلیم اور تحریک کے لیے ایک دن ان تفصیلات سے آگاہ فرمایا جو کہ حیران کن تھیں۔ میاں صاحب روزانہ دلائل الخیرات مکمل پڑھتے تھے۔ دس ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھتے تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے لیے وقت الگ مخصوص تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے متفرق اوراد و وظائف تھے۔

میاں صاحب سے نسبت رکھنے والے تنگ دست نہیں رہتے تھے۔ ان کی اولاد بھی بہت خوشحال ہے۔ کسی کی تنگدستی کا سننے میں نہیں آیا۔ ان کے فرزندان میں ذکر وفکر اور ریاضت ومجاہدہ کا وہ رنگ نظر نہیں آتا۔ تاہم سب کے سب میاں صاحب سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ میں نے بزرگانِ دین کی اولاد میں سے کم کو ہی اپنے پدر سے اس قدر نسبت اور لگاؤ رکھتے دیکھا ہے۔ میاں صاحب سے نسبت کا ہی نتیجہ ہے کہ سب صاحبزادگان عشقِ رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار ہیں اور روحانی محافل میں ان کی یہ عقیدت اور وارفتگی قابلِ دید ہوتی ہے۔ سب کے سب نیک اور پرہیزگار ہیں، رزقِ حلال کماتے ہیں اور حتی المقدور مخلوقِ خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

میاں صاحب کا آخری وقت قریب آیا تو بوقت ملاقات مجھ سے ارشاد فرمایا ''انجم صاحب آپ اب تک کتنی درسی و تعلیمی کتابیں لکھ چکے ہیں؟'' میں نے عرض کیا ''جناب! کی دعاؤں کی بدولت قریباً پانچ سو کے قریب انگریزی، کمپیوٹر سائنس، اردو کے مضامین سے متعلقہ اردو میڈیم، انگلش میڈیم سٹوڈنٹس کے لیے انشائیہ ومعروضی بکس، گائیڈ بکس، خلاصے، گرامر بکس تحریر کر چکا ہوں۔'' بہت خوش ہوئے اور فرمایا، اب ہماری بھی ایک کتاب لکھ دیں۔'' یہ کہہ کر آپ اپنے حجرہ مبارک سے ایک قلمی نسخہ لے آئے۔ اس میں انہوں نے اولیاء اللہ کے ملفوظات بقلم خود نہایت خوشخطی سے تحریر فرمائے تھے۔ نوٹ بک کا کاغذ بھی نہایت نفیس تھا۔ میں نے حسبِ ارشاد اس کی کمپیوزنگ کرائی اور پروف ریڈنگ شروع کردی۔ میاں صاحب کی ہدایت کے بموجب زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے شعبہ اسلامیات کے صدر پروفیسر اقبال سے اس پر نظر ثانی بھی کرائی۔ افسوس کہ میاں صاحب اس کی تکمیل کے حتمی مراحل کے دوران ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

بندہ عاجز کو میاں صاحب کی سرپرستی میں فرید العصر میاں علی محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی تدوینِ نو کا فریضہ سرانجام دینے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ سب مسودات تیار پڑے ہیں مگر وسائل کی دشواریوں کی وجہ سے ان کی طباعت کا کام التواء کا شکار ہے۔ میاں صاحب سے بندہ عاجز کے روحانی تعلق اور معاملات کی تفصیل آئندہ اوراق میں موقع کی مناسبت سے بیان کروں گا۔ جب کبھی کوئی پریشانی ہوتی تو بندہ بحالتِ بیداری! بحالتِ خواب ملاقات سے مشرف ہوتا اور عقدہ کشائی پاتا تھا۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ وصال کے بعد میاں صاحب ایک بار خواب میں تشریف لائے۔ خواب کیا تھا بیداری کی حالت تھی۔ ملاقات ہوئی کافی باتیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا، میاں صاحب آپ تو زندہ ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ پردہ فرما چکے ہیں۔ فرمانے لگے انہیں اس زندگی کی خبر نہیں۔ یہ توسرکار کا کرم ہے۔ آج میں اپنی شخصیت میں آنے والی تبدیلیاں دیکھتا ہوں تو میاں صاحب کی بہت یاد آتی ہے۔ یہ ان کی بابرکت صحبت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بندہ عاجز، گنہگار کو خلوت میں ذکر وفکر کی دولت نصیب ہے۔ مہمانوں کی خدمت سرانجام دے کر روحانی مسرت نصیب ہوتی ہے اور مخلوقِ خدا کی خدمت کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ میں ان نوازشات کے لیے اللہ تعالیٰ کا اور رسولِ پاک ﷺ کا بہت شکرگزار ہوں ؎

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا ،نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
عمل کی میرے اساس کیا ہے ،بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت ،میرا تو بس اک آسرا یہی ہے (464)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس حال میں جیو گے، اُس حال میں مرو گے اور قیامت کو اس حال میں اٹھائے جاؤ گے۔ اس حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق اگر انسان اپنا حال سنوار لے تو اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوتا ہے اور اس کے بعد آخرت کی تمام منزلیں بھی آسانی سے اور احسن انداز سے طے ہو جاتی ہیں۔ اگر انسان اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ نبوی ﷺ بجالاتا رہے تو اسی حالت میں اور اسی راہِ حق پر چلتے ہوئے اسے موت نصیب ہوتی ہے۔ وہ عالم برزخ میں بھی عبادت میں مصروف رہتا ہے اور روزِ حشر ذکرِ الٰہی کرتا ہوا، اٹھے گا اور بارگاہِ حق میں پیش ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے کہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتَّى خَتَمَهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي ضَرَبْتُ خِبَائِي عَلَى قَبْرٍ وَأَنَا لَا أَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ. وَقَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگایا۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے، اچانک پتہ چلا کہ یہ قبر ہے اور اس کے اندر کوئی آدمی سورۃ الملک پڑھ رہا ہے۔ یہاں تک (اس صحابی نے سنا کہ) اس پڑھنے والے نے (قبر کے اندر) مکمل سورت الملک پڑھی۔ (یہ سن کر) وہ صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے (نادانستہ) ایک قبر پر خیمہ لگایا اور مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ قبر ہے، اچانک سنا کہ ایک آدمی قبر میں سورۃ الملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ (میں نے سنا) اس نے مکمل سورۃ الملک پڑھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ (سورۃ الملک عذابِ قبر کو) روکنے والی ہے اور عذابِ قبر سے نجات دینے والی ہے۔'' (465)

کسی اہلِ حق کی زندگی کا حقیقی جائزہ اس کے حاصلِ زندگی سے لگایا جاسکتا ہے۔ جن بزرگانِ دین سے مجھے حصولِ فیض کے مواقع میسر رہے میں قرآن وحدیث کے میزان پر ان کے معاملات کو پرکھتا رہا اور ان کے وقتِ وصال کا جائزہ بھی لیتا رہا۔ الحمد للہ اہلِ حق کو موت کے وقت کلمہ طیبہ نصیب ہوتا ہے۔ انہیں نزع کے وقت آسانی رہتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی ذاتِ حق ان کی نیکیوں میں اضافہ کا سلسلہ جاری فرمادیتی ہے۔

میاں صاحب کے وصال سے چند سال قبل میں نے میاں صاحب کے بارے میں خواب دیکھا۔ میں پریشان ہو گیا اور انہیں خواب سنایا۔ میاں صاحب نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ کی رضا۔ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔ الحمد للہ میاں صاحب اس کے بعد کئی سال زندہ رہے جہاں تک مجھے مراقبہ وکشف سے علم حاصل ہُوا، میاں صاحب کی عمر میں اضافہ کردیا گیا کیونکہ وہ ابھی کچھ مصالح کی بنا پر اس دارِفانی سے کوچ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عمر بڑھا دیتا ہے اور جب وہ ذہنی طور پر آمادہ ہوں تب انہیں وصال کے لمحوں سے گزارا جاتا ہے۔

وفات سے ایک روز قبل اماں جی (میاں صاحب کی زوجہ محترمہ) کو خواب آیا کہ ایک گاڑی ان کے دروازے پر آکر رکی ہے۔ اس میں ڈرائیور کے علاوہ باوردی گارڈ ہے۔ گارڈ انہیں کہتا ہے ہم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آئے ہیں اور آپ کو لینے آئے ہیں۔ وہ گاڑی پر سوار ہونے لگتی ہیں تو میاں صاحب انہیں روک لیتے ہیں اور کہتے ہیں تم یہیں رکو، میں جاتا ہوں۔ میاں صاحب گاڑی پر سوار ہوگئے اور چلے گئے۔

اگلے دن میاں صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی۔ ان کے تمام بیٹے اکٹھے ہوگئے اور ہسپتال لے جانے لگے۔ میاں صاحب منع کرتے رہے مگر ان کے اصرار پر ہسپتال تشریف لے گئے۔ وہاں کہہ کر بیڈ پر صاف ستھری چادر بچھوائی۔ لیٹ

گئے۔ایک دو گہرے سانس لیے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

میاں صاحب کے جنازہ میں مخلوقِ خدا کا جمِ غفیر شامل ہُوا۔آپ کو قریبی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ بعداز وصال بھی ان کا اور خوشبو کا سفر ساتھ ساتھ جاری رہا۔ان کی تربت پر کسی بھی وقت چلے جائیں تازہ گلاب کے پھولوں کی مہک استقبال کرتی ہے اور حاضرین کے قلوب اور زبانوں پر درود شریف جاری ہو جاتا ہے۔ھذا من فضل ربی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ (466)

میاں صاحب کی طرف سے تلقین حق کا سلسلہ ان کے بعداز وصال بھی جاری رہا۔میاں صاحب کے وصال کے بعد میں نے ان کے تلقین کردہ اوراد و وظائف اور درود شریف کے ورد کی مزید سختی سے پابندی کر دی۔ چند ماہ بعد کسی مصروفیت کی وجہ سے چند روز دلائل الخیرات نہ پڑھ سکا۔میاں صاحب خواب میں اپنے بیٹے صاحبزادہ اعجاز صاحب سے ملے انہیں فرمایا، انجم صاحب سے کہنا چند روز سے آپ کی طرف سے تحفہ وصول نہیں ہو رہا۔انہیں یہ بھی کہنا کہ ''اللّٰھم استرنا بسترك الجمیل'' کا ورد بھی کیا کریں۔اعجاز صاحب کے علم میں نہیں تھا کہ یہ ورد دلائل الخیرات میں سے ہے۔میاں صاحب نے اس ورد کے حوالہ سے اپنے روحانی رابطہ کی خود ہی تصدیق فرما دی تھی کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ کے بعد میاں صاحب اور میرے علاوہ کوئی بھی اس بات سے آگاہ نہیں تھا کہ میاں صاحب کی طرف سے مجھے دلائل الخیرات کی اجازت ہے اور یہ وظیفہ اس میں سے ہے۔بے شک انسان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد صدقہ جاریہ کی صورت میں اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔اس سلسلہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ملاحظہ کرنے کا شرف حاصل کریں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ : إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ۔ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ۔ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَه۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (ان کا اجر اسے برابر ملتا رہتا ہے:) ایک وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔'' (467)

نوٹ:۔میاں صاحب کی ایک بہن تھی۔ان کے چھ(6) بیٹے اور چار(4) بیٹیاں ہیں۔بیٹوں کے نام بلحاظ عمر بالترتیب یہ ہیں۔1 شیخ منصور احمد۔2 شیخ اعجاز احمد۔3 شیخ محمود مسعود۔4 شیخ محبوب مسعود۔5 شیخ غلام فرید۔6 شیخ ندیم مسعود ضیا۔

فقیرِ اہلِ سنت، گوہر عبدالغفار چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

(28مارچ1951۔۔۔۔4فروری2016)

سر گوہر عبدالغفار چک نمبر 476 گ ب، بزرگوال، ضلع فیصل آباد سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے والد کا نام دین محمد اور والدہ کا نام حیات بی بی ہے۔آپ کی ولادت اٹھائیس مارچ انیس صد اکیاون (28.3.1951) کو چک نمبر 213 گ ب میں ہوئی جو کہ آپ کے ننھیال کا آبائی گاؤں ہے۔آپ کا ایک بھائی اور چار بہنیں ہیں۔

آپ نے 1966ء میں ڈی سی ہائی سکول (گورنمنٹ ہائی سکول) 476 گ ب سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1968ء میں گورنمنٹ کالج گوجرہ سے انٹر کا امتحان پاس کیا۔گیارہ فروری انیس صد ستر (11.2.1970) کو آپ کے والد وفات پا گئے۔نامساعد حالات کی وجہ سے باقاعدہ سلسلہ تعلیم جاری نہ رہا۔آپ نے 71-1970ء میں گورنمنٹ نارمل سکول کمالیہ سے ایس وی کا کورس کیا اور گورنمنٹ پرائمری سکول نمبر 1 سمندری (شہر) میں بطور ٹیچر تعینات ہوئے۔آپ نے 1972ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بطور پرائیویٹ امیدوار بی اے کا امتحان پاس کیا۔اسی طرح 1974ء میں اسی یونیورسٹی سے ایم اے اردو کا امتحان پاس کیا۔1976ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ہی فرسٹ ڈویژن میں بی ایڈ کا امتحان پاس کیا۔1976ء میں ہی مڈل سکول کوٹ بھائی خان تحصیل خوشاب میں ہیڈ ماسٹر لگ گئے۔وہاں سے بطور ایس ایس ٹی گورنمنٹ ہائی سکول قائد آباد آ گئے۔ 1978ء میں گورنمنٹ ضیا شمس الاسلام ہائی سکول سیال شریف ضلع سرگودھا آ گئے۔جنوری 1979ء کو گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور آ گئے۔1979ء میں ہی پنجاب یونیورسٹی میں ایم ایڈ کی ایوننگ کلاسز میں داخلہ لیا اور 1982ء کو ایم ایڈ کا امتحان پاس کیا۔1983ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا۔1984ء میں حزب الاحناف میں مولانا مہر دین سے دورۂ حدیث مکمل کیا اور فاضل درس نظامی کی سند لی۔1985ء میں واپڈا ماڈل ہائی سکول شالیمار ٹاؤن لاہور میں بطور ہیڈ ماسٹر تعینات ہوئے۔گیارہ ماہ بعد دوبارہ گورنمنٹ سروس شروع کر لی۔اپریل 1987ء کو عربی کے سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ کے طور پر گورنمنٹ ہائی سیکنڈری سکول بھوانہ ضلع جھنگ میں مقرر ہوئے۔یکم جولائی 1987ء کو بطور لیکچرر نیو گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان چلے گئے۔1993ء میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کے تحت اسسٹنٹ پروفیسر آف ایجوکیشن کے لیے ہونے والے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔4دسمبر 1994ء کو گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر جوائن کیا۔ 2002ء میں گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور کا کیمپس بن گیا۔2008ء کو آپ اسی یونیورسٹی کیمپس میں ترقی پا کر ایسوسی ایٹ پروفیسر ہو گئے۔اپریل 2010ء کو بطور پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج فار بوائز، کھرڑیانوالہ میں تعینات ہوئے۔27 مارچ 2011ء کو سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو گئے۔ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ آپ نے کیڈٹ کالج خوشاب میں بطور ہیڈ ماسٹر لوئر اینڈ سیکنڈری سکول خدمات سرانجام دیں۔

روحانی تعلیم و تربیت کے حصول کے لیے 1971ء میں آپ نے حافظ ارشاد حسین نقشبندی مراڑ ہوی کی بیعت کی

اورخرقۂ خلافت حاصل کیا۔ان کے وصال کے بعد 1999ء میں سید محمد علی شاہ سجادہ نشین ٹھسکہ میراں جی وغوث پور شریف (انڈیا) حال مقیم،79 روڈ پینسرہ ضلع فیصل آباد کے بیعت ہوئے۔انہوں نے تکمیلِ نسبت پر 2000ء میں آپ کو خلافت عطا کی۔اسی سال سید محمد علی شاہ کا وصال ہوا۔

4/اپریل 1975ء کو آپ کی شادی ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔آپ کے تمام بیٹے اور بیٹیاں نیک اور سعادت مند ہیں۔

نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا فرمانِ اقدس ہے کہ ''ماں کی گود سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو''۔فقیرِ اہلسنت حضرت قبلہ گوہر عبدالغفار چشتی صابری اس فرمانِ اقدس پر زندگی بھر عمل پیرا رہے ہیں۔آپ تمام عمر علمی، ادبی، تدریسی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔

تصانیف:۔

1- تناظراتِ تعلیم (بی ایڈ/ایم ایڈ)
2- تعلیمیات (بی ایڈ/ایم ایڈ)
3- تعلیمی تحقیق (بی ایڈ/ایم ایڈ)
4- تعلیمی عمل (بی ایڈ/ایم ایڈ)
5- سکول انگلش (بی ایڈ)
6- جوہر روح البیان (خلاصہ تفسیر روح البیان)

آپ کی گراں قدر تعلیمی خدمات میں سے اہم ترین تعلیمی خدمت تفسیر روح البیان کا خلاصہ ہے۔آپ نے نہایت محنت، احتیاط، توجہ اور مہارت سے دریا کو کوزے میں بند کیا ہے۔

سروری قادری سلسلہ میں حصولِ فیض کے لیے تصور اسمِ ذات اور تصور اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ''دعوتِ قبور'' کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔''دعوتِ قبور'' میں کسی بزرگ کی قبر کے قریب بیٹھ کر کلامِ ربانی (سورہ فاتحہ، سورہ یٰسین، سورہ مزمل) پڑھی جاتی ہے اور اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو ایصال کیا جاتا ہے۔اس کے بعد اپنے کسی مسئلہ کے حل کے لیے یا روحانی فیض کے حصول کے لیے اس بزرگ سے رابطہ کیا جاتا ہے۔یہ ''دعوتِ قبور'' مرشد کی اجازت سے عموماً رات کے وقت پڑھی جاتی ہے۔بغیر اجازت کے ''دعوتِ قبور'' پڑھنے سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔سروری قادری سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ ارواحِ مقدسہ سے استمداد اور حصولِ فیض کو مستحسن تصور کیا جاتا ہے بلکہ دیگر سلاسل کے بزرگوں سے روابط اور ان سے فیض حاصل کرنے کی بھی اجازت ہے۔دیکھنے میں آیا ہے کہ دیگر سلاسل میں اس ضمن میں کافی پابندیاں ہیں اور دیگر بزرگوں سے کسبِ فیض کو اچھا تصور نہیں کیا جاتا۔

۲۰۰۷ء میں سروری قادری سلسلہ میں خلافت ملنے کے بعد بندہ عاجز کو جب بھی حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، بابا نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ حاضری کا موقع ملا تو وہاں مراقبہ کرنے پر فوراً رابطہ ہُوا اور رہنمائی ملی۔۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۸ء کے دورانیہ میں ایم اے ایجوکیشن کی تعلیم کے دوران، یونیورسٹی آف ایجوکیشن کے فیصل آباد کیمپس میں پروفیسر گوہر عبدالغفار چشتی صابری سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ان کے ساتھ کبھی کبھار روحانیت کے موضوع پر گفتگو ہو جاتی تھی۔ایک دن دورانِ مراقبہ شوق پیدا ہوا کہ میں چشتی صابری سلسلہ کا فیض حاصل کروں۔مراقبہ میں سرکار میراں بھیک چشتی صابری رحمۃ

اللہ علیہ سے رابطہ ہوا۔انہوں نے مجھے مصلیٰ، تسبیح، کنگھی اور شیشہ عنایت فرمائے۔انہوں نے فرمایا کہ گوہر عبدالغفار فقیرِ اہل سنت ہیں ان کے ذریعے آپ کو چشتی صابری سلسلے کا فیض ہوگا اور خلافت بھی ملے گی۔ بندہ عاجز نے اپنے استادِ محترم سے اس مشاہدہ کا ذکر کیا مگر خلافت کا ذکر نہ کیا۔اس کے بعد مجھے مرشد کریم نے وسیلہ اور نگاہِ شفقت کی بدولت چشتی صابری سلسلہ کا فیض ہونے لگا۔قریباً ایک سال بعد استادِ محترم سرگوہر عبدالغفار نے فرمایا کہ مجھے مشائخ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ آپ کو چشتی صابری سلسلہ کی خلافت عطا فرمائی جائے۔اس لیے حکم کے مطابق آپ کو سلسلہ کی خلافت دی جاتی ہے۔

سرگوہر عبدالغفار کو''فقیرِ اہلسنت'' قرار دیے جانے پر مجھے بہت حیرت تھی۔وہ سادہ طبیعت کے مالک تھے۔وہ منکسر المزاج تھے اور ہر ایک کی دلجوئی کی کوشش کرتے تھے۔وہ بہت زیادہ نامور نہیں تھی۔ان کا حلقۂ ارادت بھی بہت وسیع نہیں تھا۔انہوں نے خود کبھی اپنے روحانی مرتبہ و مقام کا ذکر نہیں فرمایا تھا۔انہیں خواب میں یا حالتِ بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی تھی۔وہ آپ ﷺ کی زیارت اور آپ کے پاس حاضری کا ذکر اس قدر مفصل انداز سے فرماتے تھے کہ سننے والا خود کو حاضرِ حضور پاتا تھا اور اسے حاضری کی کیفیات محسوس ہونے لگتی تھیں۔ آپ سچے عاشقِ رسول تھے۔سرکار سے نسبت، تعلق اور عشق اس قدر تھا کہ سرکار ﷺ کا ذِکرِ خیر شروع ہوتے ہی آپ کا چہرہ جوشِ جذبات سے سرخ ہو جاتا اور ان جذبات پر قابو پانے کے لیے گفتگو کا رُخ تبدیل کرنا پڑتا۔آپ عجز و انکسار، ادب و احترام اور سادگی و عاجزی کا عمل پیکر تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۴ فروری ۲۰۱۶ء کو بوقت ۶ بجے شام وفات پائی۔آپ کی وفات سے قریباً دو ماہ قبل، آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔۲۹ نومبر ۲۰۱۵ء کو بندہ عاجز کے غریب خانہ، چشتیہ کالج، طارق آباد میں منعقدہ سالانہ محفلِ میلاد کے موقع پر آپ نے فی البدیہہ''مناجات'' کہی۔ پروفیسر طاہر صدیقی جو کہ علمِ عروض کے ماہر، نعت گو شاعر ہیں انہوں نے مناجات پڑھ کر کہا علمِ عروض کے مطابق یہ مناجات عین درست ہے۔انہوں نے اس کی بحر کا بھی ذکر کیا ہے۔سرگوہر عبدالغفار، علمِ عروض سے آگاہ نہیں تھے۔ان کا آمد کی کیفیت میں کہا گیا یہ کلام ان کی اعلی سوچ اور اعلیٰ روحانی مقام کا مظہر ہے۔

وفات سے چند روز قبل ان کا مجھے فون آیا۔انہوں نے فرمایا،''مجھے سرکار نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے گناہگار کو''میرا گوہر'' کہہ کر خطاب فرمایا۔آپ ﷺ نے فرمایا،''اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا بہت پسند آئی ہے کہ آپ کو لوحِ محفوظ پر بھی لکھی ہوئی اپنی مدتِ حیات بڑھانے کا اذن دیا گیا تو آپ نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔'' سرکار نے مجھ گناہگار پر بہت کرم فرمایا ہے۔فرماتے ہیں،''قبر کی تیرگی سے کیوں گھبراتے ہو؟ وہاں روشنی ہوگی اور میں تمہارے استقبال کے لیے میں وہاں موجود ہوگا۔''

اس کے بعد سرگوہر نے راقم الحروف سے فرمایا،''اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔آپ فیصل آباد آئیں گے تو بات ہوگی۔'' چند روز بعد آپ وصال فرما گئے۔وصال سے قبل آپ نے اپنے اہلِ خانہ کو وصال کی خبر دی۔اپنی تجہیز و تکفین کے سلسلہ میں وصیت کی، غسل کیا، خط بنوایا۔اپنے احباب کے ساتھ گفتگو کے دوران ہی اچانک چہرہ ایک طرف ڈھلک گیا اور یارسول اللہ پکارتے ہوئے جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔آپ کے چہرے پر طمانیت اور مسکراہٹ تھی۔آخری

وقت آپ نے اپنے احباب کو ایک انگوٹھی دکھائی اور انہیں بتایا کہ ''یہ انگوٹھی مجھے نبی کریم ﷺ نے عنایت فرمائی ہے۔ اسے تکفین کے وقت میرے سینے پر رکھ دیا جائے اور ساتھ ہی دفن کر دیا جائے۔'' ان کی وصیت کے مطابق وہ انگوٹھی آپ کے ساتھ ہی سپردِ خاک کر دی گئی۔ آپ کے آخری ایام کے واقعات سے آشکار ہوا کہ آپ کو دربارِ نبوی ﷺ میں نہایت قرب حاصل تھا۔ اسی لیے آپ کو فقیرِ اہلسنت کا لقب عطا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر دائماً ابداً نزولِ رحمت فرمائے۔ (آمین)

نمونۂ کلام

نعت شریف (استغاثہ)

یہ غوغا ہے سپرد خاک کرنے کی شتابی ہے — نہ نیکی ہے نہ توبہ کا سہارا یارسول اللہ
قبر کی تیرگی وحشت کا منظر پیش کرتی ہے — بِنا تیرے نہیں بے کس کا چارا یا رسول اللہ
برے جن کو بتایا آپ نے کہ یہ تو میرے ہیں — انہی کا یہ بھی ہے بندہ تمہارا یا رسول اللہ
سزاوارِ جہنم تھا مگر اکثر یہ دیکھا ہے — اسے بخشش ملی جس نے پکارا یا رسول اللہ
شفیع المذنبین ہیں آپ اور امت کے والی ہیں — بچالیں اپنے بندے کو خدارا یا رسول اللہ
دہائی سن کے اُس کی حضرت آدم نے فرمایا — یہ مجرم، مجرم ہے تمہارا یارسول اللہ
نجاست اٹھ گئی سرکار اس ارضِ مقدس سے — زمین کا بوجھ تھا گوہرؔ تمہارا یارسول اللہ

مناجات

میں پتلا جرم خطانواں دا میرے جیڈ کوئی اوگن ہار نہیں
دیویں معافیاں سوہنیا محبوبا تیرے جیڈ کوئی بخشن ہار نہیں
پھولیں نہ دفتر بدیاں دے ڈھکیں نہ در توں عاصی نو
تیرے در باہجوں کوئی در وی نہیں تیرے جیڈ کوئی سرکار نہیں
سر چائی پنڈ عذاباں دی جھولی خالی رہی ثواباں دی
رکھیں دُور حساب کتاباں توں تینوں کوئی وی پچھن ہار نہیں
جو کرنا سی اوہ ہویا نہیں نہ کرنا سی جو ہویا اے
ہُن عدلوں تھرتھر کنبدا ہاں بن فضلوں بیڑا پار نہیں
تیرے کرم دا کوئی انت نہیں میرے جرماں دی وی حد نہیں
مانواں توں ودھ کے پیار تیرا تیرے جیڈ کوئی دلدار نہیں
جد جاگے بھاگ غریباں دے پھر آئے دوار حبیباں دے
جتھے مجرم بخشے جاندے نے اوہدے جیڈ کوئی غم خوار نہیں
صدقہ محبوب یگانے دا رکھیں بھرم گوہرؔ دیوانے دا
تیرے ہر قانون دا مانی ہاں قدرت دا وی انکار نہیں

تایاجی فریاد رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا قرب عطا فرمانا چاہتا ہے تو اسے کسی مصیبت، پریشانی، آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یہ آزمائش انسان کو ذاتِ باری تعالیٰ کی پناہ تلاش کرنے، اس پر توکل کرنے اور اس کے اسرار سے آگاہ ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی 1981ء میں بندہ عاجز اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ ہوا۔ بندہ عاجز کے والدِ محترم نے اپنی ہمشیرہ کے بیٹے کے ساتھ اپنی دختر کی شادی کر دی۔ تعلیم و تمدن کے لحاظ سے دونوں خاندانوں میں کافی فرق تھا۔ یہ رشتہ زیادہ دیر تک نبھ نہ سکا۔ والدِ محترم نے ان سے علیحدگی کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے اچھے طریقے سے علیحدگی اختیار کرنے کے بجائے لڑائی جھگڑے شروع کر دیے۔ مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ گئی۔ مختصر سے عرصے میں ہی انہوں نے ہمارے خلاف قریباً پینتیس چالیس (35/40) بالکل جھوٹے، بے بنیاد دیوانی (Civil) و فوجداری (Criminal) مقدمات قائم کر دیے۔ ان کا جب جی چاہتا ہم پر حملہ آور ہوتے۔ کبھی گھر پر، کبھی بازار میں، کبھی کچہری میں جھگڑے کی کوئی نہ کوئی صورت بن جاتی اور نیا مقدمہ قائم ہو جاتا۔ بندہ عاجز کے والدِ محترم نیک فطرت اور متحمل مزاج انسان تھے۔ انہوں نے جارحانہ کے بجائے مدافعانہ حکمتِ عملی اختیار کی۔ انہوں نے دشمن کے خلاف کوئی جھوٹا مقدمہ دائر نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں مسلح مدافعت کی تعلیم و ترغیب دی۔ بس دیانتداری اور ہمت سے ان معاندانہ کارروائیوں کا جواب دیتے رہے۔ عدل و انصاف حاصل کرنے کے لیے ہر سطح پر رشوت دینا پڑتی تھی۔ صورتِ حال یہ تھی کہ اگر کوئی مقدمہ قائم ہوتا تو اے ایس آئی (ASI) یا انسپکٹر (Inspector) کی سطح کا تفتیشی افسر مقرر ہوتا۔ ہم خود کو بے گناہ اور فریقِ مخالف گناہگار ثابت کرنے کی کوشش کرتا۔ فریقِ مخالف زیادہ مالدار تھا۔ وہ ہمارے خلاف فرضی وقوعہ کی بنا پر ایف آئی آر درج کراتا، پیشہ ور گواہ پیش کرتا اور ایک نیا محاذ کھول دیتا۔ کچھ دیانتدار افراد کو چھوڑ کر ہر سطح پر رشوت لینے والے لوگ موجود تھے۔ اگر ہمیں کوئی تفتیشی افسر بے گناہ تسلیم کر کے مقدمہ خارج کرنے کا فیصلہ دیتا تو فریقِ مخالف ایس ایس پی، ڈی آئی جی یا آئی جی کے پاس ازسرِ نو تفتیش یا تفتیشی افسر کی تبدیلی کی درخواست دے دیتا۔ اس طرح ایک جھوٹے مقدمہ سے چھٹکارا پانے کے لیے قریباً پانچ چھ تفتیشی افسران کے پاس بار بار پیش ہونا پڑتا۔ اگر کوئی مقدمہ ہر سطح پر قابلِ اخراج قرار پاتا تو فریقِ مخالف عدالت میں درخواست دے کر (استغاثہ دائر کر کے) ٹرائل شروع کرا دیتا۔ یہی صورتِ حال دیوانی مقدمات کی تھی۔ والدِ محترم ہمارے سات بھائیوں اور دو بہنوں پر مشتمل خاندان کے واحد کفیل تھے۔ وہ کپڑے کے تاجر تھے۔ اس بحران کی وجہ سے، مقدمات کی پیروی، وکیلوں کی فیسوں کی ادائیگی اور ہر سطح پر حصولِ انصاف کے لیے اخراجات کی وجہ سے ان کا کاروبار بالکل ٹھپ ہو گیا اور ہر ممکن جگہ سے قرض لینا پڑا۔ میں ان کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اس وقت میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں (1980-81ء) کے سیشن میں ایف ایس سی (F.Sc) کا سٹوڈنٹ تھا۔ اس وقت میری عمر قریباً اٹھارہ (18) سال اور چھوٹے بھائی مقصود کی عمر قریباً سولہ (16) سال تھی۔ ان دنوں دربار نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد کے قریب چشتی دواخانہ کے عامل باوا نے مجھے حضور غوث اعظم پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی پنجابی منقبت پڑھنے

کے لیے دی۔ میں وہ منقبت روزانہ رات کو بعد نماز عشاء پڑھنے لگا۔ایک رات خواب میں دیکھا کہ بزرگوں کی محفل ہے۔ اس میں منبر پر حضور پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہیں۔ دائیں بائیں دو قطاروں میں نہایت مؤدب انداز سے بزرگ کھڑے ہیں۔ میں بزرگوں کی اس دورویہ قطار سے گزر کر پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی ہمشیرہ کے ہمراہ حاضر ہوتا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور قرآن حکیم سے کوئی وظیفہ تجویز فرماتے ہیں۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھے وہ وظیفہ یاد تھا۔ میں نے اپنی ہمشیرہ کو وہ وظیفہ بتادیا۔

ان جھوٹے مقدمات کے دوران مجھے اپنے والدِ محترم کے ہمراہ دوبار (82-10-14 اور 82-10-16 کو) جیل میں بھی جانا پڑا۔ دوسری بار قریباً ایک ماہ جیل میں رہنا پڑا۔ فیصل آباد جیل میں مجھے یونیورسٹی کیمپس کے نام سے منسوب بارک میں رکھا گیا وہ نئی بارک بنی تھی۔ وہاں کا ماحول قدرے صاف اور بہتر تھا۔ اس میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے مقدمہ قتل میں ملوث کچھ طلبا رہ رہے تھے، جن کے ساتھ مجھے رکھا گیا۔ میں نے وہاں قرآن حکیم کی تلاوت شروع کردی۔ وہاں چند ایک بار مکمل قرآن حکیم پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ شروع میں وہاں آزادی صلب ہونے پر بہت زیادہ نفسیاتی وذہنی تکلیف اور جذباتی کرب محسوس ہوا۔ تلاوتِ قرآن حکیم کی بدولت ذہنی اور قلبی سکون مل گیا۔ وہاں ایک روز خواب میں مجھے ایک بزرگ ملے۔ انہوں نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ اس ماہ کی سولہ (16) تاریخ کو آپ کو آزادی مل جائے گی۔ میں نے یونیورسٹی کیمپس میں موجود دیگر قیدیوں کو بتایا کہ ان شاء اللہ مجھے جلد رہائی نصیب ہوجائے گی۔ رہائی کی تاریخ بھی مجھے بتادی گئی ہے۔ انہوں نے تاریخ پوچھی مگر میں نے ان کے اصرار کے باوجود انہیں تاریخ نہیں بتائی میں نے انہیں صرف اتنا بتایا کہ رہائی کی تاریخ میں چھ کا ہندسہ آتا ہے۔ وہ سائنس سٹوڈنٹس تھے سب میری نوعمری دیکھ کر میرا مذاق اڑانے لگے۔ کہنے لگے' آپ تو ولی اللہ ہونے کا دعویٰ کررہے ہیں۔ آپ کو غیب کی کیسے خبر ہوگئی؟ میں نے صرف اتنا کہا کہ میں ولی اللہ نہیں ہوں مگر اللہ میرا ولی ہے۔ انتظار کریں سچ، جھوٹ کا فیصلہ ہوجائے گا۔ پندرہ (15) تاریخ کو پیغام آیا کہ آپ کی ضمانت ہوگئی ہے سب میرا مذاق اڑانے لگے۔ میں خود بھی حیران تھا کہ یہ بشارت درست کیوں نہیں نکلی؟ میں اپنا سامان باندھ کر تیار ہوگیا۔ دیگر قیدیوں کے ساتھ جن کی ضمانت ہوگئی تھی' مجھے بھی بَیرَک (barrack) کے صحن میں بٹھادیا گیا۔ سب کی آزادی کے پروانے پہنچ گئے مگر میرا' میرے والد صاحب، بھائی اور دیگر عزیز رشتہ داروں کی آزادی کا پروانہ (ضمانت منظور ہونے اور رہائی کا حکمنامہ) موصول نہ ہوا۔ یہ اطلاع ملی کہ جج صاحب نے ضمانت منظور کرلی تھی حکمنامے پر دستخط نہیں کیے کہ اچانک انہیں فون آیا اور وہ چلے گئے۔ کل حکمنامے پر دستخط ہوں گے اور آپ کو جیل سے رہا کیا جائے گا۔ وہ رات بھی جیل میں گزری۔ جیل کے ساتھی جو مذاق اڑا رہے تھے، چپ رہ گئے۔ اگلے دن حکمنامہ موصول ہوگیا اور بشارت کے مطابق سولہ (16) تاریخ کو مجھے رہائی مل گئی۔

بندہ عاجز اور اس کے اہلِ خانہ پر ابتلاء کا یہ دور چار سال (1981 تا 1984ء) تک رہا۔ اس دوران قرائن وآثار سے معلوم ہوا کہ ہمارا مخالف ہماری تباہی وبربادی اور ہلاکت کے لیے تعویذ دھاگے اور جادو وغیرہ کا بھی سہارا لے رہا ہے۔ ان اثرات سے نجات کے لیے اور استمدادِ روحانی طلب کرنے کے لیے جہاں کہیں بھی کسی اللہ والے کا علم ہوا بندہ عاجز وہاں پہنچ گیا۔ ہر جگہ سچے جھوٹے عاملین دکانداریاں سجائے بیٹھے تھے اور حیلے بہانے سے مال وزر اکٹھا کررہے تھے۔

دربار نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے متولی عارف مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے ایک شاہ صاحب سے رابطہ ہوا۔ انہوں نے فی سبیل اللہ ہماری مدد کی۔ حالات میں وقتی طور پر کچھ بہتری نظر آئی مگر خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ ان دنوں والدِ محترم کے ایک دوست، دادا جی (عمر دین مرحوم) کے سلمہ ستارے کے کام میں شاگرد، تایا جی فریاد سے ملاقات ہوئی۔ وہ انارکلی بازار فیصل آباد میں سلمے ستارے (کڑھائی، کشیدہ کاری) کا کام کرتے تھے۔ وہ اکثر ہم سے ملنے آتے تھے۔ اچھے الفاظ میں تسلی اور دلاسا دیتے تھے۔ وہ اکثر نہایت عقیدت سے اولیاء اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھے اور برادرِ من مقصود علی کو بتایا کہ آپ کے دادا جی انڈیا (لودھیانہ) میں کسی بزرگ کے معتقد تھے۔ اکثر ان کے پاس حاضری کے لیے جایا کرتے تھے۔ کئی برس حاضری کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک دن وہ بزرگ آپ کے دادا جی سے کہنے لگے ''عمر دین! تمہیں میرے پاس آتے ہوئے کئی سال ہوگئے ہیں۔ تم نے کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔ یہاں لوگ ہر طرح کے مسائل لے کر آتے ہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کا دامنِ مراد بھر دیتی ہے۔ تمہارا کوئی مسئلہ، حاجت یا ضرورت ہے تو بتاؤ؟ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مراد پوری ہوگی''۔ آپ کے دادا جی نے عرض کیا کہ آپ کے پاس حاضری کی وجہ آپ کی محبت ہے۔ مجھے کوئی طلب نہیں۔ ہاں اولاد کی نعمت سے اب تک محروم ہوں۔ دعا فرمادیں۔ بابا جی نے دعا فرمائی اور بشارت دی کہ عمر دین! اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمہیں دو بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آپ کی دادی وفات پاگئیں۔ آپ کے دادا کی عقیدت اس قدر راسخ تھی کہ آپ کی دادی کو دفن کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ کہنے لگے کہ بابا جی کے پاس برسوں حاضر رہا ہوں۔ ان کا کہا کبھی بھی غلط ثابت نہیں ہوا۔ میری بیوی زندہ ہے۔ تم غلط کہہ رہے ہو۔ ابھی تو ہمیں اولاد عطا ہونی ہے۔ وہ کیسے مرسکتی ہے؟ وہ تو زندہ ہے۔ عزیز واقارب نے دادا جی کو کمرے میں بند کر کے جنازہ اٹھایا اور دادی اماں کی تدفین کی۔ بعد میں دادا جی کی دوسری شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی اور تین بیٹے عطا فرمائے۔ دادا جی پھر تردد کا شکار ہوگئے کہ بابا جی نے ایک بیٹی اور دو بیٹوں کی بشارت دی تھی۔ ان کا ادھر دھیان نہ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دو کے بجائے تین بیٹے عطا فرمائے ہیں۔ اس سے بشارت بھی پوری ہوئی اور مزید اولادِ نرینہ بھی عطا ہوئی ہے۔ جب آپ کے دادا متردّد ہوئے تو کچھ عرصہ بعد تیسرا بیٹا کسی بیماری کا شکار ہوا۔ بعد از علاج معالجہ بھی تندرست نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس بلالیا۔ تایا جی فریاد کی باتوں سے ہمت حوصلے میں اضافہ ہوتا تھا۔ عبادت اور ذکرِ الٰہی کی رغبت ملتی تھی۔ اولیاء اللہ کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوتا تھا۔ بندہ عاجز اور اس کا بھائی اکثر تایا جی کی دکان پر ان سے ملنے جاتے تھے۔ کافی وقت ان کے ساتھ گزرنے لگا۔ وہ علم الاعداد، علم الحروف اور پامسٹری کے بھی ماہر تھے۔ خوابوں کی تعبیر میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی بتائی ہوئے تعبیر درست نکلتی تھی۔ وہ نام کے حوالے سے شخصیت اور اس کے اوصاف کے بارے میں حیرت انگیز حد تک درست بتاتے تھے۔ بندہ عاجز کو بھی اس وجہ سے پراسرار، روحانی علوم سے دلچسپی ہوگئی اور اس نے روحانی علوم سے متعلقہ کتابیں پڑھنا اور انہیں مشاہداتی اور تجرباتی کسوٹی پر پرکھنا شروع کردیا۔ جو بات سمجھ نہ آتی وہ تایا جی سے پوچھ لیتا تھا۔ وہ اچھی طرح سے سمجھا دیتے تھے۔ لوگوں کے ناموں، ان کی شخصیات، عادات اور اطوار، خوابوں اور ان کی تعبیر پر غور وفکر کی وجہ سے مختلف علوم میں کافی سمجھ بوجھ پیدا ہوگئی۔ بندہ عاجز کی کہی گئی باتیں کافی زیادہ حد تک درست نکلتیں۔ ان علوم میں دلچسپی اور ان کی تفہیم میں تایا جی نے بنیادی کردار ادا کیا۔

تایا جی جو کہتے تھے درست ثابت ہوتا تھا۔ان کی کہی ہوئی بات پتھر پر لکیر ثابت ہوتی تھی۔وہ عبادت گزار، پرہیزگار، پابند صوم وصلوٰۃ اور نہایت نیک کردار انسان تھے۔خوش گفتار، ملنسار اور خوش اخلاق تھے۔راست گو اور راست رو تھے۔میں اکثر ان سے سوال کرتا تھا کہ تایا جی آپ مختلف علوم کے حوالے سے جو باتیں بتاتے ہیں وہ کتابوں میں لکھی نظر نہیں آتی آپ نے یہ سب کچھ کیسے اور کن سے سیکھا ہے؟ایک دن انہوں نے اس راز سے پردہ اٹھا ہی دیا۔کہنے لگے کراچی سے چشتیہ سلسلہ کے ایک بزرگ فیصل آباد میں آئے تھے۔وہ میرے دوست کے پیرومرشد تھے۔وہ سیّد تھے۔میں اپنے دوست کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔وہ کافی محبت سے پیش آئے۔رات کو سویا تو وہ خواب میں آئے اور کہنے لگے کہ فریاد آنکھیں کھولو! دیکھو! میں تمہارے پاس کھڑا ہوں۔میں تمہاری روحانی تعلیم وتربیت کے لیے آیا ہوں۔آنکھیں کھولی تو شاہ صاحب کو اپنے سامنے موجود پایا۔شاہ صاحب نے مجھے دین کے بارے میں کچھ تعلیم دی۔اس کے بعد وہ روزرات کو تشریف لاتے رہے اور مجھے مختلف علوم کی تعلیم دیتے رہے۔وہ جو کچھ بتاتے تھے میں وہ ایک ڈائری میں لکھ لیتا تھا۔تعلیم کا یہ سلسلہ کئی برس جاری رہا۔ایک روز انہوں نے تعلیم مکمل ہونے کی بشارت دی۔دورانِ تعلیم میں نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ آپ کراچی میں کہاں رہتے ہیں' مجھے ایڈریس بتادیں۔میں آپ کو وہاں ملنے آؤں گا۔انہوں نے اصرار کرنے پر مجھے ایڈریس تو بتادیا مگر کہا کہ تم مجھے ملنے تو آؤ گے پر مل نہیں سکو گے۔وہاں تمام لوگ مجھے جھوٹا، فراڈیا، ٹھگ کہتے اور سمجھتے ہیں۔مشیتِ ایزدی کی وجہ سے میں وہاں کافی بدنام ہوں۔میں نے کہا کہ میں آپ سے ضرور ملوں گا۔میں ان کے بتائے ہوئے ایڈریس پر کراچی پہنچا۔ان کے بارے میں جس سے بھی پوچھا اس نے برے الفاظ سے ان کا ذکر کیا۔میں شاہ صاحب سے ملے بغیر ہی واپس آگیا۔واپسی پر شاہ صاحب پھر رات کو مجھے ملے۔کہنے لگے،''فریاد! حیرت ہے،تم بھی ان لوگوں کی باتوں میں آگئے۔تم تو میرا راز جانتے ہو''۔میں بہت شرمندہ ہوا اور شاہ صاحب سے معافی مانگی۔انہوں نے معاف فرمادیا۔روحانی تعلیم وتربیت کی تکمیل پر مجھے فیصل آباد کی ولایت عطا ہوئی۔تمام شہر پر میری ڈیوٹی لگادی گئی۔یہ ڈیوٹی بہت سخت ہوتی ہے۔روحانیت کا محکمہ فوج کے محکمہ سے زیادہ سخت،منضبط ومربوط ہوتا ہے۔اس میں حکم عدولی کی گنجائش نہیں۔بندہ عاجز نے تایا جی! سے سوال کیا کہ ڈیوٹی کس طرح کی ہوتی ہے؟اس سے مخلوقِ خدا کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟انہوں نے بتایا کہ اس ڈیوٹی کی بدولت مخلوقِ خدا آفاتِ سماوی وارضی سے نجات پاتی ہے۔فتنہ وفساد سے حفاظت اور نجات پاتی ہے۔میں نے کہا اس کی کوئی مثال دیں۔انہوں نے بتایا کہ فتنۂ مرزائیت (فتنۂ قادیانیت) کے خلاف جب تحریک چلی تو فیصل آباد میں ہنگامے شروع ہوگئے۔کئی جگہ مظاہرین نے آگ لگادی۔ایک دن کرفیو کے فوری نفاذ کی وجہ سے میں پیپلز کالونی فوارہ چوک کے نزدیک اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ شاہ صاحب تشریف لے آئے اور حکم دیا کہ فوراً گھنٹہ گھر پہنچو! میں نے فوراً سائیکل لی اور گھر سے گھنٹہ گھر کے لیے روانہ ہوگیا۔انکار کی گنجائش نہیں تھی کہ شہر میں کرفیو نافذ ہے۔گھر سے باہر نکلنے والے کو گولی مارنے کا حکم ہے۔شاہ صاحب کے ذریعے ملنے والے حکم کی پابندی ضروری تھی۔میں گھر سے نکلا (امین پور بازار/ کچہری بازار سے) گھنٹہ گھر پہنچا۔راستے میں یا گھنٹہ گھر موجود پولیس کے افراد نے مجھے نہ روکا۔گھنٹہ گھر کے پاس کھڑے ایس پی پولیس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ کرفیو میں یہ پاگل شخص سائیکل لیے کدھر گھوم پھر رہا ہے! پاس ہی ایک پولیس انسپکٹر کھڑا تھا۔اس نے کہا کہ سر! انہیں جانے دیں۔میں انہیں جانتا ہوں! وہاں سے میں ریل بازار

میں داخل ہوا۔ مراد کلاتھ ہاؤس کے پاس سے گزرا جسے کہ آگ لگی ہوئی تھی۔ وہاں سے میں ریلباز ارگمٹی کے پاس سے گزر کر واپس گھر پہنچ گیا۔ میں نے کہا، ''تایا جی! آپ کے اس چکر لگانے سے کیا فائدہ ہوا؟'' کہنے لگے، میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جدھر سے گزرتا چلا جاتا تھا۔ آگ بجھتی چلی جاتی تھی۔ میں نے کہا، تایا جی! وہ انسپکٹر آپ کو کس طرح جانتا تھا۔ تایا جی کہنے لگے میں آرمی اور پولیس کے بیج (Badge) بناتا ہوں۔ یہ انسپکٹر میرے پاس بیج بنوانے آتا تھا۔ ایک دن اس نے کوئی بات کی تو مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ میں غصے میں آیا اور اس سے کہا کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤ ورنہ تمہیں جلا دوں گا۔ وہ ڈر کر بھاگ گیا۔ میں نے کہا، تایا جی! اگر وہ آپ کے کہنے پر نہ جاتا تو کیا آپ اسے جلا دیتے؟ کہنے لگے، ہاں! بالکل! اس وقت کیفیت ہی ایسی تھی۔

تایا جی! سے پہلی بار مجھے پتہ چلا کہ صاحبِ ولایت کا مقام اور کام کیا ہوتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ و مشاہدہ یہی ہے کہ وہ جو کہتے تھے، کر دیتے تھے۔ سچ بولتے تھے اور ان کا کہا ہوا سچ نکلتا تھا۔ مثلاً 1982ء کی بات ہے۔ جب ہمارے حالات بہت خراب تھے اور مشکلات و مصائب کے عذاب سے چھٹکارا پانا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ روزانہ نت نئے گوں ناگوں مسائل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ایک دن میں نے تایا جی سے عرض کیا۔ تایا جی کیا ہمارے حالات ہمیشہ اسی طرح خراب رہیں گے؟ انہوں نے کہا کہ یہ دنیوی آزمائشیں روحانی (اصلاحی و تعمیری) کورسز کی طرح ہوتی ہیں۔ ہر کورس کی ایک مدت ہوتی ہے۔ آپ کے اس کورس کی بھی ایک مدت ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس کورس کی مدت کیا ہے؟ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ میں نے بار بار پوچھا مگر وہ ٹالتے رہے۔ ان کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ وہ ناراض نہیں ہوئے اور مجھے ڈانٹا بھی نہیں۔ وہ چاہتے تو مجھے ڈانٹ کر بھگا دیتے، ایک دو لگا بھی دیتے۔ مگر وہ جانتے تھے کہ دکھی بندے کو مزید تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے۔ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے رہے اور میری ضد میں اضافہ ہوتا رہا۔ میں نے کہا کہ تایا جی آج میں بہر صورت اس سوال کا جواب لے کر جاؤں گا۔ میں صبح سے رات گئے تک ان کی دوکان پر بیٹھا رہا۔ رات کو ان کے ساتھ دوکان بند کرائی اور ان کے ساتھ ہی چل پڑا۔ انہوں نے کہا کہ اب گھر چلے جاؤ! ضد نہ کرو! میں نے کہا آپ میرے سوال کا جواب دے دیں۔ نہیں تو میں آپ کے ساتھ ہی آپ کے گھر جاؤں گا۔ آپ اپنے گھر میں مجھے جگہ نہیں دیں گے تو آپ کے گھر کے باہر ہی بیٹھا رہوں گا۔ وہ بھوانہ بازار سے باہر نکل کر، نڑوالے اڈہ سے ویگن پر سوار ہو کر پیپلز کالونی فوارہ چوک کے نزدیک اپنے گھر جایا کرتے تھے۔ میں بضد تھا اور ان کے ساتھ ہی بھوانہ بازار سے نکل رہا تھا۔ آخر میں میری ضد کے آگے ان کی محبت ہار گئی۔ کہنے لگے جتنا وقت گزر گیا ہے اتنا ہی رہ گیا ہے میں نے کہا مجھے واضح بتائیں۔ انہوں نے کہا ڈیڑھ سال گزر گیا ہے اور ڈیڑھ سال رہ گیا ہے۔ (468)

میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ دل اطمینان پا گیا کہ آدھا عرصہ گزر گیا ہے۔ ان شاء اللہ باقی آدھا وقت بھی گزر جائے گا۔ میں نے دنوں اور مہینوں کا شمار رکھا۔ الحمد للہ! ان کے بتائے ہوئے وقت کے عین مطابق ایک بھی دن کی کمی بیشی کے بغیر ہماری اپنے دشمنوں سے صلح ہوگئی۔ تمام مقدمات ختم ہوگئے۔ تمام مشکلات، مسائل اور مصائب سے بفضل تعالیٰ بواسطۂ بوسیلہ رحمۃ اللعالمین ﷺ نجات نصیب ہوگئی۔

تایا جی کی محبت و شفقت، ان کے علم و عرفان اور فیضانِ روحانی سے متعلقہ کئی باتیں مجھے یاد ہیں۔ کتاب کی ضخامت کے پیشِ نظر قدرے اختصار سے کام لیتے ہوئے، اہلِ ذوق اور اہلِ محبت افراد کی تسکین کے لیے صرف ایک دو واقعات مزید سپردِ قلم کرتا ہوں۔

ایک بار تایا جی نے پیشین گوئی کی کہ تم ڈاکٹر بن جاؤ گے۔ میں حیران ہوا کہ ناسازگار حالات کی وجہ سے ایف ایس سی کی تعلیم ادھوری رہ گئی ہے۔ ڈاکٹر کیسے بنوں گا۔ بعد میں ہومیو پیتھک تعلیم بھی حاصل کی مگر تسلی نہ ہوئی۔ جوانی اپنے اہل وعیال کے بہتر مستقبل کے لیے کوشش کرتے گزر گئی۔ الحمدللہ مجھے ادھیڑ عمری میں پی ایچ ڈی کی سطح پر تعلیم حاصل کرنے اور کورس ورک مکمل کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ اس طرح ان کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔

ایک روز مجھے شدید بخار ہوا۔ کندھوں پر اور کمر پر شدید دباؤ تھا اور کمر درد کر رہی تھی۔ بھائی مقصود، تایا جی سے ملنے جا رہے تھے۔ میں نے ان کے ذریعے تایا جی کو سلام بھیجا۔ قریباً آدھے گھنٹے بعد میرا بخار اتر گیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیسے ہوا جبکہ میں نے کوئی میڈیسن بھی نہیں کھائی۔ بخار اترنے پر میں نے غسل کیا اور اپنے گھر واقع گلستان کالونی سے پندرہ بیس منٹ میں بھوانہ بازار میں تایا جی فریاد کی سلمہ ستارے والی دکان پر پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی تایا جی مسکرائے۔ کہنے لگے، مقصود علی نے آپ کا سلام کہہ دیا تھا۔ سناؤ بخار اتر گیا ہے؟ میں نے کہا۔ تایا جی سمجھ نہیں آئی کہ بخار اچانک کیسے اترا؟ تایا جی، مسکرائے کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کا نام لیا، دعا مانگی تھی کہ بخار اتر جائے اور تم سے ملاقات بھی ہو جائے۔

تایا جی فریاد، پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز، نور محمد پُوری (کھیس/کمبل) والے کے بیٹے حاجی عبد الرحیم چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 20 جنوری 2010ء) کے مرید تھے۔ صاحبزادہ غلام صمدانی (حاجی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند) بیان کرتے ہیں کہ متوفی فریاد رحمۃ اللہ علیہ 1973ء کے قریب میرے والد کے بیعت ہوئے تھے۔ انہیں مرشدِ کامل کی تلاش تھی۔ میرے دادا جی انہیں خواب میں ملے۔ خواب میں انہیں اپنا گاؤں چک نمبر 106 گ ب پھرالہ دکھایا۔ اپنے ٹھکانے (مزار) کی نشاندہی کی۔ گاؤں کا ایڈریس اور گاؤں تک پہنچنے کے راستے کی نشاندہی کی۔ اس ایڈریس پر پہنچ کر وہ والدِ محترم مرحوم ومغفور (حاجی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) کے بیعت ہوئے۔ انہیں قریباً تیس سال میرے والد کی رفاقت میسر رہی۔ وہ بے باکانہ، دوٹوک انداز سے گفتگو کرتے تھے۔ مختلف علوم کے ماہر تھے۔ کسی کو جو کہہ دیا وہ بفضل تعالیٰ پورا ہو جاتا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر بہت عظمت اور فضیلت عطا کی ہے۔ انسان مجبورِ محض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اسرار و رموز سے آگہی عطا فرمائی ہے اور اسے بہت سے تصرفات عطا فرمائے ہیں۔

تایا جی فریاد رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے قریباً بارہ سال قبل (2003ء کے قریب) وفات پائی۔ ان کے صاحبزادہ افتخار احمد نے راقم الحروف کو بتایا کہ وفات سے کچھ روز قبل ان پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ وہ پنجابی کے بجائے اردو بولنا شروع ہو گئے تھے۔ جو کوئی آتا اسے چائے پانی پلانے کو کہتے۔ بعض لوگوں کی آمد پر مضطرب ہو جاتے تھے اور ہمیں کہتے تھے کہ انہیں واپسی جانے کو کہہ دیں۔ وفات کے روز انہوں نے ہم تینوں بھائیوں کو اپنی دکانوں پر جانے سے روک دیا۔ کہنے لگے کہ آج دکانیں نہ کھولیں۔ گھر پر ہی رہیں۔ اسی روز وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ گئے۔

راقم الحروف کو ان کی وفات کی خبر اپنی ہمشیرہ سے ملی۔ راقم الحروف کی والدہ بیمار تھیں۔ تایا جی فریاد رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ملے اور بتایا کہ انہیں فلاں میڈیسن کھلائیں۔ ان شاءاللہ شفا حاصل ہو گی۔ بندہ نے اس خواب کا اپنی والدہ اور ہمشیرہ سے ذکر کیا تو ہمشیرہ نے بتایا کہ چند روز قبل میں انارکلی، ان کے بیٹے کی دکان پر گئی تھی تو علم ہوا کہ وہ کچھ عرصہ پہلے وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور بواسطہ و بوسیلہ اور بشفاعت نبی کریم ﷺ ان کے مدارج بلند فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۳۳ءتا۲۰۱۱ء)

ڈاکٹر محمد شفیق نہایت مخلص، سادہ، دیانتدار اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ وہ سچے عاشقِ رسول تھے۔ راقم الحروف سے 1983ء تا 2011ء تک، تادمِ آخریں ان کا تعلق اور رابطہ رہا۔ وہ چند ایک ماہ بعد خصوصی ملاقات کا شرف بخشتے تھے۔ ڈاکٹر محمد شفیق مرحوم رحمۃ اللہ علیہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اہلِ بیت عظام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام سے بہت محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ حفظِ مراتب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک بار بابا ملتانی نے، جو کہ صاحبِ کرامت بزرگ تھے، کوئی ایسی بات کی جو انہیں اہلِ بیت عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کے منافی محسوس ہوئی۔ انہوں نے فوراً بابا ملتانی سے اختلاف کیا اور ان سے بیعت ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جن احباب اور اعزہ و اقربا کو انہوں نے بابا ملتانی سے بیعت کرایا تھا ان کی بھی بیعت ختم کرا دی۔ بابا ملتانی نے وضاحت کرنے کی کوشش کی مگر ڈاکٹر محمد شفیق نے ان کا عذر قبول نہیں کیا اور ان سے مکمل علیحدگی اختیار کر لی۔ بابا ملتانی جو کہہ دیتے تھے ہو جاتا تھا۔ بارش ہونے کا وقت بتا دیتے تھے اور بحکمِ الٰہی ان کے بتائے ہوئے وقت پر ہی بارش ہوتی تھی۔ آنے والوں کو بتا دیتے تھے کہ وہ گھر سے کیا کھا کر آئے ہیں۔ دل کی باتیں بُوجھ لیتے تھے۔ ان کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اعلیٰ فوجی افسران تک ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ ایک بار اہلحدیثوں کی مسجد کے پاس سے گزرے تو نعرۂ حیدری لگا دیا۔ اہلحدیث مولوی نے شرک کا فتویٰ لگا دیا۔ بابا ملتانی نے کہا مولوی صاحب اپنے گھر کی خبر لیں۔ اُس وقت مولوی صاحب کے گھر سے خبر آ گئی کہ مولوی صاحب جلد گھر پہنچیں آپ کی بیوی کی طبیعت شدید خراب ہے۔ مولوی صاحب گھر گئے۔ بہت علاج معالجہ کرایا مگر بیوی کو آرام نہ آیا۔ بالآخر بابا ملتانی کے پاس آ گئے معافی مانگی۔ بابا ملتانی نے کہا، مولوی صاحب کسی انسان سے مدد لینا، کسی طبیب، معالج سے رجوع کرنا، اولیاء اللہ سے استمداد کرنا، شرک نہیں ہے۔ اگر یہ شرک ہے تو آپ کیوں کر رہے ہیں؟ اگر اپنی بیوی کو تندرست دیکھنا چاہتے ہو تو نعرۂ حیدری لگاؤ، کہو ''یا علی'' اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہاری بیوی تندرست ہو جائے گی۔ اس سے تمہیں پتہ چل جائے گا کہ اولیاء اللہ کا فیضان ان کی حیاتِ ظاہری کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ مولوی صاحب نے نعرۂ حیدری لگایا تو بفضلِ تعالیٰ ان کی بیوی تندرست ہو گئی۔

ڈاکٹر محمد شفیق بتاتے تھے کہ جب انہوں نے بابا ملتانی کی وضاحت قبول نہیں کی تو بابا ملتانی نے کہا، ''جاؤ پھر میں بھی تمہیں ڈاکٹر نہیں بننے دوں گا، نمک تیل کی دکان ڈلواؤں گا۔'' بابا ملتانی کے چیلنج کے بعد ڈاکٹر محمد شفیق بتاتے ہیں کہ وہ پریشان رہنے لگے کہ بابا ملتانی جو کہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ اب کیا بنے گا؟ اس کے بعد ڈاکٹر محمد شفیق کے مطابق انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہیں اور مریضوں کی مرہم پٹی کر رہے ہیں۔ کچھ دن بعد خواب میں دیکھا کہ بازار سے ایک بڑھیا گزر رہی ہے۔ اس نے سر پر پانی کا گھڑا رکھا ہوا ہے۔ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو اس بڑھیا نے کہا ڈاکٹر بننا ہے یا کہ نمک تیل کی دکان ڈالنی ہے؟ انہوں نے کہا، ڈاکٹر بننا ہے۔ اس پر

بڑھیا نے کہا پھر سوا اکیس روپے نیاز کے لیے دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے خواب میں اسے سوا پچیس روپے دے دیے۔ اس نے کہا، جاؤ پھر، اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم ڈاکٹر بن جاؤ گے۔ اگلے دن ڈاکٹر صاحب کا خواب حقیقت ثابت ہوا۔ انہیں بازار میں وہی خواب والی بڑھیا نظر آئی اور خواب کی طرح اس سے مکالمہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے نیاز کے لیے اکیس روپے دیے تو اس نے کہا، سوا اکیس دینے ہیں۔ پچیس پیسے اور دیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب مسکرائے اور اسے پچیس پیسے مزید دے دیے۔ اس نے ڈاکٹر بننے کی دعا دی اور چلی گئی۔ اس کے بعد انڈیا سے کوئی چشتی بزرگ آئے۔ ڈاکٹر صاحب ان کی محفل میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو دیکھتے ہی کہا، ڈاکٹر بننا ہے یا نمک تیل کی دکان ڈالنی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے اس سے کہا کہ اگر نمک تیل کی دکان ہی ڈالنا ہوتی تو آپ کے پاس کیوں آتا! انہوں نے کہا کہ جاؤ تم ڈاکٹر بن جاؤ گے اور ٹاپ (Top) بھی کرو گے۔ ان کی اس بشارت پر ڈاکٹر صاحب کو یقین ہو گیا کہ وہ بفضلِ تعالیٰ ڈاکٹر بن جائیں گے اور مجموعی طور پر تمام پیپرز میں یا کسی نہ کسی پیپر میں ٹاپ بھی کریں گے۔ انہوں نے بغیر کسی خاص تیاری کے پیپرز دے دیے۔ وہ پاس ہو گئے اور ایک پیپر میں ٹاپ بھی کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کو سرکاری ملازمت مل گئی۔ وہ مختلف شہروں میں بحیثیت ڈاکٹر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ وہ ڈسٹرکٹ کونسل فیصل آباد میں بھی کئی سال بطور میڈیکل آفیسر خدمات سر انجام دیتے رہے۔ وہ جس شہر یا گاؤں میں بھی رہے باقاعدہ محافلِ میلاد منعقد کرتے رہے۔ محفلِ میلاد کے مخالف طبقہ کے اکثریتی علاقوں میں بھی وہ باجود ان کی شدید مخالفت کے علی الاعلان شاندار طریقے سے محافلِ میلاد منعقد کرتے رہے۔ اس ضمن میں وہ بتایا کرتے تھے کہ انہیں بہت زیادہ روحانی غیبی مدد ملتی رہی اور مخالفین انہیں کبھی نقصان نہ پہنچا سکے۔

ڈاکٹر صاحب کردار کے غازی تھے۔ ایک بار کسی گاؤں میں وہ تعینات ہوئے۔ گاؤں میں ایک مسجد ویران پڑی تھی۔ اس مسجد میں خطرناک سانپ نظر آتا تھا۔ اس کے ڈر کی وجہ سے لوگوں نے مسجد میں جانا چھوڑ دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے اس مسجد کو آباد کرنے کا اعلان کر دیا۔ مسجد کے قریب قبرستان میں ایک مجذوب رہتا تھا۔ وہ مجذوب ایک قبر میں رہتا تھا اور کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا۔ اگر کوئی قریب جانے کی کوشش کرتا تو انہیں پتھر مارتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب مسجد کو آباد کرنے سے پہلے اس مجذوب کے پاس گئے۔ اس مجذوب نے آپ کو کچھ بھی نہ کہا اور اپنے پاس آنے دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں سلام کہا اور مسجد کو آباد کرنے کے سلسلہ میں دعا کے لیے کہا۔ مجذوب نے دعا دی اور کہا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ ڈاکٹر صاحب نے جا کر مسجد صاف کی اور اذان دی۔ اذان کی آواز سن کر دو تین نمازی آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب کی امامت میں جماعت کھڑی ہو گئی۔ نماز شروع ہوئی تو ڈاکٹر صاحب کے سامنے مقامِ سجدہ پر ایک سانپ کنڈلی مار کر اور پھن پھیلا کر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے جماعت قائم رکھی۔ اقامت، رکوع اور قیام کے بعد ڈاکٹر صاحب سجدہ میں چلے گئے۔ سانپ آپ کو ڈسنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس نے سجدہ کے مقام پر سر رکھ دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کی کھوپڑی پر ہی سر رکھ کر ذاتِ باری تعالیٰ کو سجدہ کر دیا۔ اس طرح نماز مکمل ہوئی۔ نماز کے بعد نمازیوں میں سے ایک نمازی جو پسٹل لے کر آیا تھا، اس نے سانپ کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی نشانے پر لگی اور سانپ مر گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ ایمان افروز واقعہ ہر طرف مشہور ہو گیا اور لوگ جوق در جوق مسجد میں آنے لگے۔ اس واقعہ کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا شکر ادا کیا اور قبرستان میں مجذوب سے ملنے چلے گئے۔ اس مجذوب

نے آپ کو دیکھتے ہی مبارک دی اور کہا جب آپ دعا کرانے آئے تھے تو مجھے یہ سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

راقم الحروف ڈاکٹر صاحب کو اکثر یہ واقعہ اور اس طرح کے دیگر واقعات سنانے کو کہتا تھا اور ان سے یہ سب سن کر بہت حیرت ہوتی تھی کہ آج کل کے دور میں بھی اس قدر مضبوط ایمان والے لوگ موجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ یہ واقعات ریکارڈڈ صورت میں بھی میرے پاس موجود ہیں۔

ڈاکٹر صاحب سمارٹ اور خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔ نہایت سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ روحانی و دینی امور کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ گفتگو نہایت مدلل انداز سے، بہت دھیمے لہجے سے اور ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے۔ نیکی کے کاموں میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ مستحق افراد کو مفت علاج معالجہ کی سہولتیں فراہم کرتے تھے۔ نہایت باحیا اور غیرت مند انسان تھے۔ شرم وحیا اور پاسداریِ عزت و عصمت کے سلسلہ میں ان کا ایک واقعہ بہت متاثر کن ہے۔ اسے سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ جب وہ یہ واقعہ بیان کرتے تو اسے سن کر بہت زیادہ روحانی مسرت اور ذوق حاصل ہوتا تھا۔ سننے والے بہت زیادہ محظوظ ہوتے تھے اور کافی دیر تک ہنستے رہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار، ایک نرس بُری طرح سے ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بچتے رہے۔ ایک دن وہ کمرے میں اکیلے بیٹھے تھے کہ وہ نرس آ گئی۔ اس نے اندر سے کنڈی لگا لی اور برہنہ ہونے لگی۔ یہ دیکھتے ہی ڈاکٹر صاحب گھبرا گئے۔ کمرے کی ایک کھڑکی گلی میں کھلتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بلند آواز سے نعرۂ حیدری لگایا اور ''یاعلی'' کہتے ہوئے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی۔ خوفِ خدا کی وجہ سے وہ کافی دور تک بھاگتے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد احساس ہوا کہ اب بھاگنے کی ضرورت نہیں، تو رک گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آزمائش سے سرخرو فرمایا۔

ڈاکٹر صاحب بہت حساس طبیعت کے مالک تھے۔ وہ سچے عاشقِ رسول تھے۔ انہیں اکثر خواب یا بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب رہتی تھی۔ ان کا مذہبی گھرانے سے تعلق تھا۔ ان کے والد مولا بخش ارائیں زمیندار اور سکول ٹیچر تھے۔ ان کے والد کہا کرتے تھے کہ وہ بھی کوئی مسلمان ہے جسے اپنے آخری وقت کی خبر نہ ہو۔ جب ان کا اپنا آخری وقت آیا تو انہوں نے کچھ روز پہلے ہی سب کو بتا دیا کہ میں فلاں دن، فلاں وقت بحکمِ الٰہی وفات پا جاؤں گا۔ مقررہ دن آیا تو لوگ جوق در جوق اکٹھے ہونے لگے۔ مولا بخش ارائیں بالکل تندرست و توانا اور ہشاش بشاش موجود تھے۔ انہوں نے لوگوں کا استقبال کرنا شروع کر دیا۔ ان کی نشست گاہ کے قریب ہی خواتین تلاوتِ قرآن کر رہی تھیں۔ انہوں نے ایک خاتون کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ ذرا دور جا کر بیٹھ جائیں۔ آپ کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ خاتون قادیانی تھی۔ مولا بخش ارائیں نے اپنے نورِ فراست سے اسے پہچان لیا تھا۔ اس لیے اسے دور ہو جانے کو کہا۔ آخری وقت سے کچھ دیر پہلے مولا بخش ارائیں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں سے بھی کہا کہ دائیں بائیں دو قطاریں بنا کر کھڑے ہو جائیں۔ درمیان میں راستہ چھوڑ دیں کیونکہ نبی کریم ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ کچھ دیر سب لوگ اسی طرح دست بستہ کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے رہے۔ اس کے بعد مولا بخش ارائیں چارپائی پر قبلہ رو ہو کر لیٹ گئے۔ انہوں نے کلمہ شریف پڑھا اور عین مقررہ وقت پر بحکمِ الٰہی جان، جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

مولابخش آرائیں رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے پانچ منٹ قبل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے سابق پرنسپل کرنل عبدالرشید کی بیٹی، لیڈی ڈاکٹر، برگیڈیئر سعیدہ نے ان کی نبض چیک کی اور تصدیق کی کہ نبض بالکل ٹھیک چل رہی ہے۔ انہوں نے مولابخش آرائیں رحمۃ اللہ علیہ کے تادمِ آخریں، ان کی نبض پر ہی ہاتھ رکھا اور تصدیق کی کہ آخری وقت تک نبض عین ٹھیک چلتی رہی۔

ڈاکٹر محمد شفیق، فاتحِ قادیانیت نواب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے، کشمیر کے ترانے کے خالق حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے۔ نواب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ نسیم حجازی حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بہنوئی تھے۔ ابوالنور محمد بشیر احمد کوٹلی لوہاراں والے، حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بہنوئی تھے۔ محمد بشیر احمد کوٹلی لوہاراں والے رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عطاء المصطفیٰ جمیل بھی مشہور عالمِ دین ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس غلافِ کعبہ کا ٹکڑا، نبی کریم ﷺ کے جبہ مبارک کے دھاگے اور چند ایک اولیاء اللہ کے تبرکات موجود و محفوظ تھے۔ وہ اکثر ان کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ راقم الحروف کو بھی چند ایک بار ان تبرکات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد میں دعوتِ اسلامی کی تحریک کے بانی رہنماؤں میں سے تھے۔ فیصل آباد میں مرکز دعوتِ اسلامی سوساں روڈ، مدینہ ٹاؤن کی بنیاد رکھنے اور اسے وسعت دینے میں انہوں نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔

وفات سے کچھ سال قبل ڈاکٹر صاحب شدید علیل ہو گئے تھے۔ راقم الحروف خیابانِ مدینہ، وقاص چوک میں واقع ان کی رہائش گاہ پر ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ انہیں بہت نحیف دیکھ کر بہت تشویش ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہر طرح کی دوا استعمال کی ہے مگر فرق نہیں پڑا۔ میں نے عرض کیا ڈاکٹر صاحب آپ نے الحمد شریف سے استمداد نہیں کیا۔ وہ کہنے لگے، نہیں، ادھر دھیان نہیں گیا۔ میں نے کہا، ہر نماز کے بعد آپ چند ایک بار سورہ فاتحہ شریف پڑھ کر خود کو دم کر لیا کریں۔ الحمد للہ، چند روز بعد ڈاکٹر صاحب بالکل تندرست ہو گئے اور مجھے ملنے کے لیے میرے دفتر واقع طارق آباد، فیصل آباد تشریف لائے اور بتایا کہ اس عمل کی برکت سے انہیں تندرستی عطا ہوئی ہے۔

میں نے ڈاکٹر صاحب سے وعدہ لیا کہ ڈاکٹر صاحب روزِ محشر، بفضلِ تعالیٰ، بشفاعتِ نبی کریم ﷺ جب آپ کو نویدِ بخشش ملے اور ساتھ ہی اذنِ شفاعت حاصل ہو تو آپ میری بھی شفاعت فرمائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے وعدہ فرمایا کہ ان شاء اللہ ضرور ایسا ہو گا۔ اس ضمن میں بندہ عاجز اکثر ڈاکٹر صاحب سے تجدید عہد کراتا رہتا تھا۔ میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ، انبیاء کرام، امہات المؤمنین، اہلِ بیت، صحابہ کرام وصحابیات (رضوان اللہ علیہم اجمعین)، اولیاء اللہ، اپنے مشائخ عظام، اساتذہ، شاگردوں، والدین اور اعزہ و اقارب کی محبت نصیب ہوئی۔ نیک لوگوں کی محبت، باعثِ نجات ہے اور ان شاء اللہ، بفضلِ تعالیٰ یہ محبت کام آئے گی۔ اپنی نیکیوں پر کوئی اعتبار نہیں اور رہ گئے گناہ تو اللہ تعالیٰ کی بے حد و حساب رحمت، فضل اور کرم کے سامنے کل مخلوقات کے گناہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ نجات کا دارومدار فضل و کرم پر ہے۔ نیکی کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ گناہوں سے بچنے کی بھی حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی رحمت اللعالمینی پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے۔

عمل کی میرے اساس کیا ہے، بجز ندامت کے پاس کیا ہے رہے سلامت تمہاری نسبت میرا تو اک آسرا یہی ہے (469)

ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ وفات سے چند روز قبل اشارے کنائے سے سفرِ آخرت کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ آخری ایام میں انہیں کثرت سے ارواحِ مقدسہ کی زیارت ہونے لگی تھی۔ اچانک مؤدب ہو جاتے اور بتاتے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں۔ آخری دنوں میں آپ درود و سلام ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ'' کثرت سے پڑھتے رہے۔ آپ سونے سے پہلے مطالعہ کے عادی تھے۔ وصال کی رات کتاب ''پنجتن'' کا مطالعہ کیا۔ 2011ء میں اتوار کی رات بارہ بجے کے بعد کلمہ طیبہ اور درود و سلام پڑھتے ہوئے، جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کی نمازِ جنازہ فیضانِ مدینہ میں ادا کی گئی۔ فیصل آباد میں امیرِ اہلسنت شاہد عطاری مدظلہ العالی نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کا ذکر کیا، انہیں خراجِ تحسین پیش کیا اور نہایت محبت سے ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

ڈاکٹر محمد شفیق رحمۃ اللہ علیہ کا اب بھی فیضان جاری ہے۔ وہ اپنے متعلقین اور احباب کو سبز لباس میں مسکراتے نظر آتے ہیں۔ کبھی کوئی پھل بھی ہاتھ میں نظر آتا ہے۔ وہ زیادہ تر نماز کی ادائیگی کی تلقین کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹے (عامر شفیق، احمد رضا) اور دو بیٹیاں (عظمیٰ اور فوزیہ) عطا فرمائیں۔ بیٹے اور بیٹیاں سب کے سب شادی شدہ ہیں۔ عامر شفیق کا پیشہ تجارت ہے۔ احمد رضا پراپرٹی کا کام کرتے ہیں۔ آج کل وہ امریکہ میں مقیم ہیں۔ اپنے اباؤ اجداد کے اقتدا میں عامر شفیق اور احمد رضا دینی امور میں دلچسپی لیتے ہیں اور ہر سال اہتمام سے محفلِ میلاد منعقد کرتے اور خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت کا عملی اظہار کر رہے ہیں۔

ماں جی دامت برکاتہم العالیہ

خدا بہتر جانے یہ کوئی اتفاقیہ امر ہے یا اس کے پیچھے قدرت کا کوئی طبعی، فطرتی یا توارثی قانون یا اصول کارفرما ہے، میری والدہ محترمہ (ثریا بی بی) بیان کرتی ہیں کہ ان کے دو ماموں تقریباً 2/3 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ ان کے بعد ان کی والدہ شوکت بیگم پیدا ہوئیں۔ وہ ایک سال کی تھیں کہ ان کی والدہ فضلاں بی بی وفات پا گئیں۔ فضلاں بی بی کے انتقال کے بعد میرے نانا، جن کا نام شادی تھا، نے اپنی سالی شریفاں بی بی سے شادی کی۔ سوتیلی ماں شریفاں بی بی نے شوکت بی بی پر طرح طرح کے ظلم وستم شروع کر دیئے۔ جب ہمسائے وغیرہ نانا جی کو میری والدہ شوکت بی بی پر ظلم وستم کا بتاتے تو وہ یقین نہیں کرتے تھے۔ ایک دن وہ اچانک گھر آئے تو دیکھا کہ سوتیلی ماں (شریفاں بی بی) میری والدہ (شوکت بی بی) کے دونوں ہاتھوں پر چار پائی بچھا کر لیٹی ہوئی ہے۔ والدہ بری طرح سے رو رہی تھیں مگر سوتیلی ماں آرام سے چار پائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسی وقت شریفاں بی بی کو طلاق دے دی۔ بعد میں انہوں نے بختاور بی بی سے شادی کی جس سے دو بیٹے تاج اور عبدالحمید پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے میری نانی کی طرح میری والدہ محترمہ کو بھی دو بیٹے عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک تین سال کی عمر میں اور دوسرا چار سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد میں پیدا ہوئی۔ میں ایک سال کی تھی کہ میری والدہ وفات پا گئیں۔ قریبی رشتہ داروں نے پرورش کا ذمہ لے لیا۔ خصوصاً دادا 'جان محمد' (جانی) نے ضعیف العمر ہونے کے باوجود میری پرورش میں خصوصی دلچسپی لی۔ انہوں نے بڑھاپے میں پھر سے محنت مزدوری شروع کر دی اور میری پرورش کی۔ جب میں نو (9) برس کی تھی تو میرے والد (فضل محمد) نے ممتاز بی بی سے دوسری شادی کر لی۔ اپنی والدہ کی طرح مجھے بھی سوتیلی ماں کی سختیاں برداشت کرنا پڑیں۔ میں بارہ (12) سال کی تھی ایک دن میری سوتیلی والدہ نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ میں بے کسی اور بے بسی کے عالم میں چل پڑی۔ بہت پریشان اور خوف زدہ تھی۔ کسی رشتہ دار یا واقف کے گھر کا پتہ نہیں تھا۔ راستے میں اچانک ایک بزرگ ملے۔ انہوں نے سبز دھوتی اور سفید قمیض پہنی ہوئی تھی۔ ان کے گلے میں تسبیح تھی۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا کہ بیٹی تم پریشان نظر آتی ہو اس وقت اکیلی کدھر جارہی ہو؟ میں نے کہا، بابا جی میری سوتیلی والدہ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ انہوں نے پوچھا تمہارے والد کا نام کیا ہے اور کیا کام کرتے ہیں؟ میں نے کہا، ان کا نام فضل محمد ہے۔ وہ اعظم مارکیٹ میں کام کرتے ہیں۔ وہ بزرگ مجھے اعظم مارکیٹ میں لے گئے۔ ابا جان دکان پر نہیں تھے۔ ملازم موجود تھے۔ انہوں نے ایک ملازم کے ساتھ مجھے مصری شاہ میری والدہ کے حقیقی چچا کی بیٹی، رشیدہ کے پاس چھوڑ آنے کو کہا اور خود دکان پر ہی بیٹھ گئے۔ ملازم سے کہا تم واپس آؤ گے تو جاؤں گا۔ انہوں نے ملازموں کو یہ پیغام بھی دیا کہ چراغ آئے تو کہنا بابا شاہنواز آئے تھے انہوں نے کہا ہے اپنی بیوی ((ممتاز بیگم) کو چھوڑ دے۔ وگرنہ، موت اسی کے ہاتھ سے ہی آئے گی۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا کہ وہ ہمیشہ میرا ساتھ دیں گے اس وعدہ کو آج تک جب کہ میری عمر تقریباً سرسٹھ (67) برس ہو چکی ہے، پورا کر رہے ہیں۔ ہر مشکل وقت، بفضل تعالیٰ وہ روحانی طور پر تشریف لے آئے۔ کبھی خواب میں اور کبھی حالتِ بیداری

میں،انہوں نے ہر حال میں میری مدد کی۔

راقم نے اپنی والدہ محترمہ سے سوال کیا کہ آپ کی سوتیلی والدہ (ممتاز بیگم) نے آپ کو گھر سے کیوں نکالا تھا؟ انہوں نے کہا،ہم کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ مالک مکان کا کپڑے کا کاروبار تھا۔میری سوتیلی والدہ، مالک مکان اوراس کی بیوی کے ساتھ دریائے راوی کی سیر کا کہہ کر چلی گئی۔شام کو دیر سے آئی۔کھانا بھی نہ پکایا۔والد صاحب گھر آئے تو کھانا مانگا۔والدہ نے کوئی بہانہ کر دیا۔میرے والد نے الگ سے مجھ سے اصل ماجرا پوچھا۔میں نے سب کچھ سچ بتا دیا۔ والد غصے میں آ گئے اور والدہ کو مارا۔ والدہ نے اپنے دو بھائیوں اور بہنوئی کو بلا لیا۔ والد صاحب نے کھڑکی سے چھلانگ لگائی اورتھانے رپٹ درج کرانے چلے گئے۔سوتیلی والدہ اور مالک مکان کی بیوی نے مجھے زبردستی گھر سے نکال دیا،تا کہ میرے والد،میری تلاش میں نکل پڑیں اوران کی جان چھوٹ جائے۔

بابا جی شاہنواز اس سے پہلے بھی روحانی طور پر میری مدد کر چکے تھے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دن میری سوتیلی والدہ اور اس کی بہن کسی جوتا ساز فیکٹری کے مالک کے ساتھ قریباً 4 بجے سہ پہر گئیں اور رات 10 بجے آئیں۔ جب میرے ابا جان آئے تو میں نے انہیں تمام ماجرا کہہ دیا۔انہوں نے میری سوتیلی والدہ کواس بات پر مارا پیٹا۔اگلے دن صبح میری والدہ نے چائے بنانے کے لیے چولہے پر پانی رکھا۔میں پاس ہی بیٹھی تھی۔ ہماری ایک دور کی رشتہ دار امام بی بی بھی پاس ہی تھی۔اچانک میری سوتیلی والدہ نے چائے کے پانی والی دیگچی اُٹھائی اوراُبلتا ہوا پانی میرے اوپر گرا دیا۔میری چیخ نکل گئی۔ساتھ ہی امام بی بی کی بھی چیخ نکل گئی اور میرے والد کو پکار کر کہا،"فضل!تمہاری بیٹی جل گئی ہے"۔والد صاحب نچلی منزل پر تھے۔شورسن کر دوڑتے ہوئے آئے۔دیکھا تو میں بالکل ٹھیک تھی۔میرے قریب ہی زمین پر ابلتا ہوا پانی بہہ رہا تھا جس سے بھاپ اُٹھ رہی تھی۔خدا کی قدرت کہ جب میری والدہ نے اُبلتا ہوا پانی مجھ پر گرایا،عین اُسی وقت بابا شاہنواز آ گئے۔انہوں نے دیگچی پر ہاتھ مارا جس سے پانی مجھ پرنہیں، پاس ہی گرا۔میرے والد نے مجھ سے ماجرا پوچھا تو میں نے بتایا کہ بابا جی آئے تھے،ان کی مداخلت کی وجہ سے میں بچ گئی۔والد صاحب خاموش ہو گئے۔بعد میں مجھے پتہ چلا کہ وہ بابا جی شاہنواز کو جانتے تھے۔انڈیا میں میرے والد جب قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرتے تھے تو بابا جی شاہنواز تشریف لے آتے تھے اورنہایت ذوق وشوق سے تلاوت سنا کرتے تھے۔یہ حقیقت خدا جانے کہ وہ کوئی جن تھے،کسی بزرگ کی روح تھی یااس دور میں موجود کوئی بزرگ تھے۔مشکل وقت میں وہ میرے والد اور میری مدد و رہنمائی کے لیے تشریف لے آتے تھے۔یہ سلسلہ تاحیات جاری رہااورایسااب بھی ہورہا ہے۔

چودہ (14) سال کی تھی کہ میری شادی ہوگئی۔اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹی (یاسمین اختر)اور تین بیٹے (محمود علی انجم، مقصود علی اورسجاد احمد) عطا فرمائے۔میری عمر قریباً اٹھارہ (18) سال کی تھی کہ میرے والد وفات پا گئے۔ان کی وفات کے نو(9) دن بعد مقصود علی کی ولادت ہوئی تھی۔میری عمر قریباً تئیس (23) برس کی تھی کہ لاہور میں ڈاکٹر کرنل سمیع کے ہسپتال میں میرا آپریشن ہوا۔میری دیکھ بھال کے لیے سوتیلی والدہ میرے پاس ٹھہر گئیں۔آپریشن کے بعد مجھے بیڈ پر لٹایا گیا تو کسی وجہ سے پیٹ پر لگے ٹانکے ٹوٹ گئے۔ مجھے پتہ نہ چلا۔نرس ٹیکہ لگانے لگی تو اس کی نظر پڑ گئی۔ مجھے فوری علاج مہیا کیا گیا۔ اسی رات بابا جی شاہنواز اور میرے والد آ گئے۔ بابا جی شاہنواز آگے کھڑے تھے اور میرے والد پیچھے کھڑے

تھے۔ باباجی شاہنواز نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا، بیٹی ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے ساتھ ہیں اور ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ اگلے دن ڈاکٹر کرنل سمیع مجھے چیک کرنے آئے تو مجھ سے پوچھا، بیٹی تمہاری دیکھ بھال کرنے والی خاتون کون ہے؟ میں نے کہا، میری والدہ۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، میں ہرگز نہیں مانتا کہ وہ تمہاری والدہ ہے۔ میرا عمر بھر کا تجربہ ہے۔ ماں اپنے بیٹے، بیٹی کی جس طرح دیکھ بھال کرتی ہے، اس طرح اس نے دیکھ بھال نہیں کی۔ ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر میں نے بتایا کہ وہ میری سوتیلی والدہ ہیں تو وہ مان گئے۔ کہنے لگے، یہ میں مان سکتا ہوں کیونکہ ان کا رویہ سوتیلی ماں جیسا ہی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب مجھ پر باپ کی طرح شفقت کرتے رہے۔ چیک اَپ فیس نہیں لیتے تھے۔ اگر میں کسی قریبی عزیزہ کو بھی علاج معالجہ کے لیے لے جاتی تو اس سے بھی فیس نہیں لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

جب میری عمر قریباً پندرہ (15) برس تھی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹی (یاسمین اختر) عطا فرمائی، میرے نانا اور دادا میرے بارے میں بہت فکر مند تھے کیونکہ میری والدہ (شوکت بیگم) اور نانی (فضلاں بی بی) کی کہانی ملتی جلتی ہے۔ دونوں کے ہاں دو، دو بیٹے پیدا ہوئے اور وہ وفات پا گئے۔ جب ان میں سے ہر ایک کی بیٹی کی عمر ایک سال ہوئی تو خود وفات پا گئیں۔ اس لیے میرے نانا اور دادا کو اندیشہ تھا کہ اس کی بیٹی سال کی ہوئی تو ہوسکتا ہے کہ یہ بھی مر جائے۔ الحمدللہ یہ رِیت ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم وکریم ہے۔

بندہ عاجز، احقر العباد (مصنف کتاب) کو اپنے خاندان، برادری اور آباؤ اجداد کے بارے میں جاننے کا کافی شوق اور تجسس تھا۔ اس لیے جب کبھی موقع ملتا ماں جی سے ان کے ماضی اور آباؤ اجداد کے بارے میں سوالات کرتا رہتا تھا۔ اس طرح مجھے بہت کچھ جاننے اور سمجھنے کو ملا۔ آج کل کسی کے پاس وقت نہیں کہ وہ ان باتوں پر غور وفکر کرے کہ وہ کون ہے؟ وہ کیا کر رہا ہے؟ اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے آباؤ اجداد نے کیسی زندگی گزاری؟ وہ اپنی آنے والی نسلوں کو کیا دے کر گئے؟ ان سے اچھا برا کیا ہوا؟ اگر ہم ان باتوں پر غور کریں تو ہم اپنے اسلاف کے حالات ومعاملات سے آگاہ ہوکر زیادہ بہتر زندگی گزار سکتے ہیں اور آنے والی نسلوں کو بہتر معیارِ زندگی اور وسائل مہیا کر سکتے ہیں۔ میرا یہی ذوق وشوق میرے علم اور میرے فہم وفراست میں اضافے کا سبب بنا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرا یہ ذوقِ علم، ذوقِ عمل میں تبدیل ہوا اور اس کی بدولت میرا ذاتِ باری تعالیٰ سے، نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اولیاءعظام سے، ملائکہ سے تسلی بخش رابطہ قائم ہوا۔ مجھے حسبِ ذوق اور حسبِ استطاعت ان سے بالواسطہ وبلاواسطہ ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ ابلیس سے بھی مکالمے کا موقع ملا۔ میں نے عملی اور مشاہداتی طور پر بھی یہ میراث اپنی اولاد، اعزہ واقربا، شاگردوں اور مریدین کو منتقل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس میں کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی، مگر، افسوس کوئی طالبِ صادق نہ ملا۔ ہرکوئی چند قدم چل کر، چند منزلیں طے کر کے جمود کا شکار ہو گیا۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر، بندہ عاجز نے کوشش کی ہے کہ اپنے مرشد سے، اپنے مشائخ واساتذہ سے اور اپنے اسلاف سے حاصل ہونے والی قیمتی علمی وروحانی میراث کو تحریری شکل میں محفوظ کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ آنے والی نسلوں میں سے جس کسی کے نصیب میں ہو اسے یہ دولت مل جائے۔ ایسا ان شاءاللہ ضرور ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس امر کی بشارت مل چکی ہے اور مجھے اس بات کا

یقین ہے۔ یہ کتاب میں نے گفتگو کے انداز پہ لکھی ہے۔اس لیے بعض مقامات پر دورانِ گفتگو،موضوع کے سیاق وسباق کی وضاحت کے لیے اصل موضوع سے ہٹنا پڑا جس وجہ سے ہوسکتا ہے بعض قارئین کو اچھا نہ لگے،مگر دورانِ گفتگو ان باتوں کی گنجائش ہوتی ہے۔اس لیے امید ہے کہ وہ میرے اسلوب بیان کی کمزوری سے اعراض فرمائیں گے۔اب پھر میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

ماں جی نے باقاعدہ طور پر مدرسے یا سکول کی تعلیم حاصل نہیں کی مگر خداداد صلاحیتوں کی بدولت اپنے والد اور دادا کی دی ہوئی تعلیم وتربیت کی وجہ سے انہیں محبت ، اخوت ،صدق وصفا ، ہمدردی، اخلاص ،صبروتحمل، بردباری، سخاوت اور دریا دلی کی صفات حاصل ہوگئی تھیں ۔انہوں نے نہایت محبت ،صبروتحمل اور بردباری سے ہم سب بہن بھائیوں کی پرورش کی ۔سادگی اور کفایت شعاری سے گھر کا نظام چلایا۔انہوں نے دل وجان سے ہمارے والدِمحترم کی اطاعت اور خدمت کی ۔ان کی مرضی اور منشا کے مطابق گھر کا نظام چلایا۔جب ہمارے والدِ محترم بیمار ہوئے تو ان کی بھرپور خدمت کی۔ والدمحترم مزدور پیشہ تھے۔شروع میں وہ اچار بنا کر فروخت کرتے تھے۔ماں جی گھر کے کاموں کے علاوہ مختلف قسم کا اچار بنانے میں بھی ان کی مدد کرتی تھیں۔اس کے بعد انہوں نے کپڑے کی تجارت شروع کردی۔ بعد میں کچھ عرصہ فوڈ شاپ بھی کھولی۔مختلف قسم کی ڈشز گھر سے ہی تیار ہوکر جاتی تھیں اور یہ سب کچھ ماں جی ہی تیار کرتی تھیں۔

ماں جی نے گھریلو امور چلانے کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ داروں سے بھی قرابت کا تعلق خوب نبھایا۔ ہر ایک کے خوشی وغم میں بھرپور طریقے سے شامل ہوتی رہیں۔ ہر ایک سے محبت کی اور ہر ایک کا ساتھ دیا۔اس وقت میری عمر قریباً54 سال ہے۔قریباً40/45سال کے باشعور دورِحیات کے ذاتی مشاہدات کی رو سے میں یہ بات نہایت وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسے رشتہ دار بھی ہیں جنہوں نے کبھی بھی محبت اور خلوص کا جواب محبت اور خلوص کی شکل میں نہیں دیا مگر ماں جی نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی روش تبدیل نہ کی بلکہ ہر طرح سے ان کی مدد کرتی رہیں اور ہمیں بھی ہر کس وناکس ،اپنے پرائے سے حسنِ سلوک کی تلقین کرتی رہیں۔

ایک بار ہمارے قریبی رشتہ داروں میں سے دشمن خاندان کا ایک فرد مجبوری و بے کسی کی حالت میں راقم الحروف کے غریب خانے پر مدد حاصل کرنے آیا تو راقم الحروف نے ماں جی سے فون پر رابطہ کیا اور پوچھا کہ اس کے ساتھ کیسے پیش آؤں۔انہوں نے فرمایا،اسے کھانا کھلائیں۔اس کے ساتھ عزت سے پیش آئیں اور اس کی مالی امداد کریں۔ بندہ عاجز نے آپ کے حکم کے مطابق ایسے ہی کیا۔

نہایت تنگی وتنگ دستی کے زمانہ میں بھی ماں جی نے نہایت بردباری،صبروتحمل اور کفایت شعاری سے گھر کا نظام چلایا،خودداری کا مظاہرہ کیا اور کبھی بھی کسی پر اپنی تنگ دستی ظاہر ہونے نہیں دی۔

ہم نو عدد بھائیوں اور دو عدد بہنوں میں سے بھائی فرخ یٰسین نومولودگی کی عمر میں اور بہن ناہید قریباً20 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ بھائی فیاض اور بھائی خرم یٰسین جو کہ شادی شدہ تھے،وہ بھی وفات پا گئے ہیں۔ باقی چھ بھائی اور ایک بہن ،سب شادی شدہ ہیں ۔ ہماری اولاد میں سے بھی بہت سے بچوں اور بچیوں کی شادیاں ہوچکی ہیں اور آگے وہ بھی صاحبِ اولاد ہورہے ہیں۔اس وقت ماں جی بحیثیت دادی ونانی اور بحیثیت پردادی و پرنانی ، ہر چھوٹے بڑے سے

نہایت محبت سے رشتہ نبھا رہی ہیں۔ ہر ایک یہی گمان کرتا ہے کہ ان کی دادی، نانی، پردادی اور پرنانی اس سے سب سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ ماں جی کا محبت کا یہ سلسلہ جو کہ کافی وسعت اختیار کر چکا ہے، زبانی جمع خرچ پر مبنی نہیں ہے بلکہ ہر سطح پر اس کے عملی مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں۔ کسی کو سونے کی انگوٹھی بنوا کر دے رہی ہیں۔ کسی کو جہیز میں بطور تحفہ ریفریجریٹر دے رہی ہیں۔ کسی کو واشنگ مشین دی جارہی ہے۔ کبھی تمام بہوؤں میں چادریں اور شالیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ کسی بہن بھائی کی مالی مدد کی جارہی ہے۔ کسی کو راشن دے رہی ہیں۔

ماں جی جس کسی کو دعا دے دیں وہ ضرور پوری ہوتی ہے۔ وہ فیصل آباد، لاہور، راولپنڈی، کراچی جدھر جاتی ہیں وہاں ان کا فیضان جاری رہتا ہے۔ ان کے حسنِ سلوک، حسنِ اخلاق، محبت و ہمدردی اور دریا دلی کی بدولت جو کوئی بھی ان سے ایک بار ملاقات کر لے انہیں دل و جان سے 'ماں جی' تسلیم کر لیتا ہے' انہیں 'ماں جی' کہہ کر پکارنا شروع ہو جاتا ہے اور برسوں بعد بھی جب کبھی ملاقات ہو تو ہم سے 'ماں جی' کے بارے میں ضرور پوچھتا ہے اور انہیں سلام کہتا ہے۔ اپنا ہو یا پرایا، ماں جی کے محبت بھرے لہجے اور سلوک کی وجہ سے ان کا ہو جاتا ہے۔ میرے بہت سے شاگرد بچے اور بچیاں بھی برسوں سے ماں جی سے قلبی و روحانی تعلق رکھتے ہیں۔

ماں جی کی ہر شہر میں چاہنے والی بہت سی سہیلیاں بھی ہیں۔ ان سہیلیوں سے ان کے زندگی بھر کے مراسم ہیں۔ ہم ان کی سہیلیوں کو خالہ کہہ کر بلاتے ہیں مثلاً خالہ ارشاد، خالہ کھیسوں والی (ان کے خاوند کھیس بناتے تھے)، خالہ حمیداں، خالہ ارائیں، جن سے برسوں کے خوشی وغم کے مراسم قائم ہیں۔

ماں جی کی ہر دلعزیزی کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ ہر آنے جانے والے کو موقع محل کی مناسبت سے کھانا کھلانے، چائے پلانے اور مشروبات سے تواضع کی کوشش کرتی ہیں۔ اگر کسی کی کسی ضرورت کا علم ہو یا اس کی کسی پریشانی کا پتہ چلے تو ہر ممکن طریقے سے اس کی ضرورت پوری کرنے اور پریشانی دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بہت سے اپنے پرائے جو، اُن سے ملاقات نہ کرسکیں وہ ٹیلی فون پر یا کسی کے ذریعے ان سے رابطہ کرتے ہیں۔ وہ انہیں تسلی اور دلاسا دیتی ہیں۔ اس کی پریشانی دور کرنے کے لیے مناسب مشورہ دیتی ہیں اور دعائیں بھی دیتی ہیں۔ اس طرح وہ ہر کس و ناکس کے سماجی، معاشی، اخلاقی، نفسیاتی، ذہنی اور روحانی مسائل حل کرنے کے لیے مشورہ دیتی ہیں، وظائف تجویز کرتی ہیں اور اپنے وسائل بروئے کار لاتے ہوئے مالی مدد بھی کرتی ہیں۔ ان کا پرس کبھی بھی روپے پیسوں سے خالی نہیں ہوتا۔ ان کے بیٹے، پوتے ان کے حضور نذرانے پیش کرتے رہتے ہیں۔

بھائی فیاض احمد اور بھائی خرم یٰسین کی وفات کے بعد ماں جی نے ان کی بیواؤں اور بچوں کی کفالت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آج بھائی فیاض احمد کے تینوں بیٹے بڑے ہو چکے ہیں۔ تینوں برسرروزگار ہیں۔ بڑے بیٹے فراز احمد کی شادی بھی ہو چکی ہے۔

ماں جی نے اپنے بیٹوں اور بہوؤں کے باہمی اختلافات کی صورت میں بہوؤں کی حمایت کی اور ان کے گھر آباد کرنے میں نمایاں طور پر مثبت کردار ادا کیا۔ اس وقت ان کی دس بہوئیں ہیں اور سب کی سب دل و جان سے ان کی عزت کرتی ہیں اور ان کی خدمت میں کوشاں رہتی ہیں۔

ماں جی کو گھریلو اختلافات دور کرنے اور مسائل سلجھانے کی خصوصی صلاحیت حاصل ہے۔ ان کے تجویز کردہ حل اکثر مجرب ثابت ہوتے ہیں۔ ہر ایک بیٹے، بیٹی، بہو، پوتے، پوتی، نواسے، نواسی کو اس کے حسبِ حال مناسب مشاورت، رہنمائی اور مدد مہیا کرتی رہتی ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی پریشان ہو تو اس کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرتی ہیں اور ہر ممکن طریقے سے اس کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

ماں جی کی اس وقت عمر قریباً 73 سال ہے۔ ہمارے خاندان و برادری میں انہیں مرکزِ اتحاد و اتفاق اور نقیبِ محبت و ہمدردی کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کی بدولت، بے حسی، بے مروتی، خود غرضی، لاتعلقی اور نفسا نفسی کے اس دور میں بہت سے دل جڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شاد آباد تا ابد الآباد رکھے اور ہمارے سروں پر ان کا سایہ قائم دائم رکھے۔

ان کی تعلیم و تربیت اور دعاؤں کی بدولت آج ہم سب بہن بھائی سماجی و معاشی لحاظ سے صاحبِ حیثیت ہیں۔ سب کے معقول، حلال ذرائع روزگار اور اپنے گھر ہیں۔ سب کے سب ترقی و فلاح کے راستے پر گامزن ہیں۔ مائیں تو سب کی ہی پیاری ہوتی ہیں۔ کچھ مائیں بہت پیاری ہوتی ہیں۔ ماں جی ان میں سے ایک ہیں۔ بندہ عاجز نے یہ چند الفاظ انہیں ہدیۂ عقیدت پیش کرنے اور اظہارِ تشکر کے لیے تحریر کیے ہیں۔ اگرچہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا اور نہ ہی یہ ادا ہو سکتا ہے۔

ابا جی حضور رحمۃ اللہ علیہ

ابا جی حضور (محمد یٰسین مرحوم رحمۃ اللہ علیہ)، دادا جی (عمر دین رحمۃ اللہ علیہ) کی بڑھاپے کی اولاد تھے۔ انہیں ابتدائی تعلیم کے لیے گورنمنٹ پاکستان پرائمری سکول میں داخل کرایا گیا۔ جس سکول میں پڑھتے تھے، اسی سکول کے باہر چھٹی کے وقت کھانے پینے کی اشیاء فروخت کرتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ افرادِ خانہ (والد، والدہ، چھوٹے بھائی محمد اقبال، بڑی ہمشیرہ) کے اخراجات پورے نہیں ہو رہے تو انہوں نے سلسلۂ تعلیم ترک کر دیا اور اپنا تمام وقت محنت و مزدوری کے لیے اور بہتر روزگار کے حصول کے لیے وقف کر دیا۔

انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز والدین اور بہن بھائی کی خدمت سے کیا۔ روزانہ ضعیف والدہ کی خدمت سے متعلقہ مختلف امور سرانجام دے کر محنت مزدوری کے لیے نکل جاتے تھے۔ انہوں نے اپنے والدین کو تمام ضروریاتِ زندگی مہیا کیں اور ہر طرح سے ان کے آرام و سکون کا خیال رکھا۔

وہ فطرتاً بہت محنتی، باحوصلہ اور ہمت والے انسان تھے۔ غربت سے نجات پانا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم کے اصولوں پر عمل کیا۔ وہ تبدیلی واصلاح اور ترقی کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہے جس وجہ سے ان کی معاشی حالت بہتر ہوتی گئی۔ وہ باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کر سکے تھے۔ اس مسئلے کا حل انہوں نے یوں نکالا کہ اپنے اردگرد کے ماحول اور شخصیات کا بغور جائزہ لے کر ان کی غلطیوں سے، اپنی عملی زندگی کے تجربات سے اور کامیاب' سمجھدار لوگوں کی ہم نشینی سے سبق حاصل کرنا اور اصلاحِ ذاتی کرنا سیکھ لیا۔

انہیں مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اردو زبان میں لکھی کتب اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لیتے تھے۔ روزمرہ حساب کتاب، آمدن وخرچ کے تفصیلی حساب اور ضروری کاموں کی روزانہ کی بنیاد پر فہرست مرتب کرنے کی مشق کی وجہ سے ان کی لکھائی بھی کافی اچھی ہو گئی تھی۔ ذوقِ مطالعہ کی وجہ سے انہوں نے اخلاقی تعلیم وتربیت، فلسفۂ حیات، روزمرہ نفسیات، آدابِ زندگی، حفظانِ صحت اور طب سے متعلقہ کافی زیادہ تعداد پر مشتمل کتب کی ذاتی لائبریری بنائی تھی۔ اخبار کا مطالعہ باقاعدہ کرتے تھے۔ اخبارات میں سے اہم مضامین اور خبروں پر مشتمل تراشے کاٹ کر ایک فائل میں محفوظ کر لیتے تھے تاکہ آئندہ ثانوی مطالعہ سے نکاتِ حکمت ودانش کو لازمۂ شخصیت و کردار بنانے میں مدد مل سکے۔

وہ بجلی، ٹیلی فون، گیس، وغیرہ کے بل ترتیب سے فائلوں میں لگاتے تھے۔ انکم ٹیکس باقاعدہ ادا کرتے تھے۔ اپنی آمدن وخرچ کا باقاعدہ حساب رکھتے تھے۔ انصاف پسند تھے۔ گفتگو کا انداز نہایت موثر اور مدلل تھا۔ معاملہ فہم تھے۔ اپنے پرائے انہیں اپنے جھگڑوں اور اختلافات کے فیصلے کرنے کے لیے ثالث مقرر کرتے تھے۔ وہ منصفانہ فیصلے کرتے تھے۔

وہ بااخلاق تھے۔ کبھی ان سے فضول گفتگو نہیں سُنی۔ وہ چھوٹوں بڑوں سب کا احترام کرتے تھے۔ ہر ایک کو اس کی عمر، شخصیت اور مقام ومرتبہ کے مطابق اچھے انداز اور اچھے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے۔

وہ تمام امور اصول وضوابط کے تحت سرانجام دیتے تھے۔ مثلاً گفتگو کرنے کا مخصوص سلیقہ اور طریقہ تھا۔ وہ مخاطب

کی بات نہایت توجہ اور دلچسپی سے سنتے تھے۔ جب وہ بات مکمل کر لیتا تو پھر اپنا موقف بیان کرتے تھے۔

وہ مہمان نواز تھے۔ مہمان کے آرام اور سہولت کا بہت خیال رکھتے تھے اور اپنی نہایت مصروفیت کے باوجود ہر ایک مہمان کو اہمیت دیتے تھے اور ہر ایک سے اس کی نفسیات اور ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔ ان کی بھرپور توجہ اور مہمان نوازی کی وجہ سے ہر کوئی گھر سے خوش جاتا تھا۔ بہت بہادر، حوصلہ منداور زیرک تھے۔ مصیبت اور پریشانی میں گھبراتے نہیں تھے۔ جب انہیں اپنی ہمشیرہ اور اس کے بدتمیز' آوارہ اور بدتہذیب لڑکوں کی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے، ان کی اولاد اور اعزہ واقارب کے خلاف چالیس پچاس دیوانی مقدمات قائم کر دیئے گئے تو انہوں نے نہایت ہمت، بہادری اور سمجھداری سے ان مقدمات کی پیروی کی۔ وہ تمام مقدمات کی شہادتوں اور جرح کی تیاری خود کر کے، تحریری شکل میں وکلا کو نوٹس مہیا کرتے تھے۔ الحمدللہ دشمن کے قائم کردہ تمام جھوٹے مقدمات و درخواستیں یکے بعد دیگرے مختلف تھانوں، عدالتوں سے خارج ہوتے گئے۔ بالآخر دشمن کو اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا پڑا اور صلح کرنا پڑی۔

والد محترم رحمۃ اللہ علیہ سادگی پسند تھے۔ سادہ مگر صاف ستھرا لباس پہنتے تھے۔ سادہ مگر ستھری غذا استعمال کرتے تھے۔ اچھے سے اچھا کھاتے اور کھلاتے۔

انہوں نے ہر لحاظ سے ہم بہن بھائیوں کی تربیت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ عملی زندگی گزارنے کے لیے اخلاقی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی۔ ہمارے بچپن میں وہ ہمیں لے کر بیٹھ جاتے۔ لکھائی درست کرنے کے لیے تختی لکھواتے۔ ہمارے ناخن خود تراشتے۔ انہوں نے معمولی سے معمولی بات کی تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دی۔ مثلاً کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ کس طرح دھونے ہیں۔ کھانا کس طرح کھانا ہے۔ دائیں بائیں اچھی طرح دیکھ کر سڑک کیسے عبور کرنی ہے۔ سبزی منڈی سے اچھی طرح دیکھ بھال کر کے اور قیمت طے کر کے سبزی کیسے خریدنی ہے۔ اچھے پھلوں کی شناخت کیا ہے اور مختلف ریڑھیوں اور دکانوں سے مناسب قیمت پر اچھے پھل کیسے خریدنے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے روزمرہ کاموں اور معمولات کی انہوں نے عملی تربیت دی تھی۔ ان کا تعلیم وتربیت کا انداز ہ بہت منفرد تھا۔ مثلاً

1۔ والد محترم کی جامع کلاتھ مارکیٹ چنیوٹ بازار، فیصل آباد میں یٰسین کلاتھ ہاؤس کے نام سے کپڑے کی دکان تھے۔ انہوں نے مجھے اور میرے چھوٹے بھائی مقصود علی کو گورنمنٹ پاکستان ماڈل پرائمری سکول میں تیسری جماعت میں داخل کرا دیا۔ ہماری ناظم آباد میں رہائش تھی۔ وہ روزانہ ہمیں سائیکل پر بٹھا کر دکان پر لے آتے۔ وہاں سے ہم بھائی سکول پڑھنے چلے جاتے۔ واپسی پر اپنی دکان پر ہی آجاتے۔ وہاں کھانا کھاتے۔ جامع مسجد چنیوٹ بازار میں عصر کے وقت دونوں بھائی قرآن حکیم ناظرہ کی تعلیم حاصل کرنے چلے جاتے۔ واپس آتے تو ماسٹر صاحب ٹیوشن پڑھانے کے لیے تشریف لے آتے۔ رات کو جب والد صاحب دکان بند کرتے تو ان کے ساتھ ہی واپس گھر آتے۔ گھر سے دکان اور دکان سے گھر آتے جاتے انہوں نے ہمیں راستے کی پہچان کرا دی اور سائیکل چلانا سکھا دیا۔ ان کا یہ تعلیمی عمل سوال جواب پر مشتمل ہوتا تھا۔ تعلیم وتربیت دے کر وہ مختلف سوالات پوچھ کر اور پریکٹیکل کروا کر اپنے تعلیم وتربیت کے نتائج کی تصدیق کر لیتے تھے۔

2۔ ایک بار انہوں نے ایک ملازم کو کچھ روپے دیئے اور اسے کہا کہ ان دونوں کو (راقم الحروف اور بھائی مقصود کو) گھنٹہ گھر لے جاؤ۔ انہیں تمام بازاروں کے نام یاد کراؤ۔ جب یہ دونوں آٹھوں بازاروں کے نام یاد کر کے بتا دیں تو انعام کے طور پر خود بھی آئس کریم کھاؤ اور انہیں بھی کھلاؤ۔ مجھے اچھی طرح ان آٹھوں بازاروں کے نام یاد ہو گئے۔ آج تک تعلیم و تربیت کا وہ پیارا انداز اور آٹھوں بازاروں کے نام یاد ہیں۔

3۔ انہوں نے ہماری تفریح اور دلچسپی کے لیے کئی طرح کے کھلونے خریدے ہوئے تھے۔ جمعہ کو (چھٹی کے دن) ریلوے ٹرین کا ماڈل چلا کر دکھاتے۔ ٹب کے پانی میں اسٹیم سے چلنے والی کشتی بھی چلا کر دکھاتے۔

4۔ والد صاحب ہماری غذا اور صحت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اچھے سے اچھا کھلاتے تھے اور اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کے علاج کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ اگر ہم بہن بھائی وقت سے پہلے سو جاتے تو ہمیں فرداً فرداً گردن سے پکڑ کر بٹھا دیتے اور منہ کو دودھ کا گلاس لگا دیتے تھے۔ ہم نیند میں ہی دودھ پی کر، گلاس انہیں پکڑاتے اور سو جاتے۔ ایک بار بچپن میں، بدپرہیزی کی وجہ سے میرا گلا خراب ہو گیا۔ میں اسی حالت میں سو گیا۔ سوتے وقت میں دشواری سے سانس لے رہا تھا۔ والد صاحب نے مجھے جگایا اور مجھے پوچھا کہ دن بھر کیا کیا کھایا تھا۔ میں نے تفصیلات بتا دیں۔ اس وقت کسی معالج سے رابطہ تو ممکن نہیں تھا۔ انہوں نے گھر میں موجود ادویات اور اشیائے خوردنی سے کام لیا اور مجھے جوشاندہ بنا کر پلایا۔ ایک دو گھنٹے اسی تگ و دو میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ میری طبیعت بحال ہو گئی اور میں پرسکون نیند سو گیا۔

ماں باپ کی محبت کے انداز ہی نرالے ہوتے ہیں۔ وہاں محبت کے دعوے نہیں ہوتے عملی طور پر محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ محبت جتلاتے نہیں۔ اپنے احسانات کا ذکر نہیں کرتے۔ ان کی یہ خاموش محبت اور محبت بھرے انداز بارگاہِ الٰہی میں اسی قدر مقبول ہیں کہ ذاتِ باری تعالیٰ نے باپ کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعے بشارت عطا فرمائی کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ خدمت کرو اور جنت پا لو۔

والد محترم نہایت خوددار تھے۔ اپنی اور دوسروں کی عزتِ نفس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہم بہن بھائیوں کی تعلیم و تربیت اور بہتر مستقبل کے لیے بہت سنجیدہ تھے۔ نظم و ضبط کے سخت پابند تھے۔ ان کے مقرر کردہ ضابطوں کی خلاف ورزی پر بعض اوقات فوجی انداز کے کورٹ مارشل اور سزا کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔

وہ اولاد کو اپنی دولت قرار دیتے تھے۔ میانہ روی کے قائل تھے۔ فضول خرچ ہرگز نہیں تھے۔ انہوں نے جو کچھ بھی کمایا سب کچھ اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خرچ کر دیا۔ انہوں نے اپنی ذات کی خاطر کبھی بھی قرض نہیں لیا۔ جب نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا اور تمام ذرائع مسدود ہو گئے تو انہوں نے قرض لے کر بھی ہمیں فاقوں سے بچایا اور ہماری ضروریات پوری کیں۔ بعد میں انہوں نے تمام قرض احسن طریقے سے ادا کر دیئے۔

ان کی خواہش تھی کہ اپنی تمام اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ، رہنے کے لیے ہر ایک کو الگ الگ گھر اور کاروبار کرنے کے لیے وسائل فراہم کریں۔ خرابیٔ حالات کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی اولاد کو دی گئی تعلیم و تربیت پر بھرپور اعتماد تھا۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ اولاد نااہل ہو تو بنے بنائے گھر اور کاروبار تباہ

کر دیتی ہے۔ اگر اولاد اہل ہوتو گھر بھی بنا لیتی ہے اور کامیاب کاروباری اور سماجی زندگی بھی بسر کر لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ ورحمت سے ان کے تمام بیٹوں نے محنت مزدوری سے عملی و کاروباری زندگی کا آغاز کیا۔ آج سب کے اپنے شاندار گھر اور اچھے کاروبار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دی گئی اچھی تعلیم و تربیت کو شرفِ قبولیت بخشا اور شاندار نتائج سے ہمکنار فرمایا۔

والدمحترم نہایت صابر وشاکر، خوددار اور اعلیٰ ونفیس مزاج کے حامل انسان تھے۔ مضبوط قوت ارادی کے مالک تھے۔ وعدے کی پابندی کرتے تھے۔ ہر حال میں قانون کی پاسداری کرتے تھے۔ سچ بولتے وقت کسی نفع ونقصان کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

اپنی زندگی کے نہایت تکلیف دہ بحران (1982 تا 1986ء) کے دوران اپنے خلاف، اپنے اہلِ خانہ واحباب کے خلاف مخالفین کے قائم کیے گئے مختلف جھوٹے دیوانی وفوجداری مقدمات کی کامیابی سے پیروی کر کے مخالفین کو شکست دی۔ اس عرصہ میں انہیں کافی زیادہ قانون فہمی حاصل ہوگئی تھی۔ اپنے داماد نسیم کو اس کے بھائی نعیم سے جائیداد میں سے حق دلانے کے لیے انہوں نے حقائق پر مبنی دیوانی دعویٰ دائر کرایا۔ انہوں نے ملکیت کے ثبوت فراہم کرنے کے لیے بے حد محنت کی۔ آخر کار یہ مقدمہ سول کورٹ وسیشن کورٹ سے ڈگری ہوا۔ ہائیکورٹ نے بھی مدعلیہ کی اپیل ناقابلِ سماعت قرار دے کر خارج کی۔

مقدمات اور دعویٰ جات کی پیروی، ان کی تیاری اور ثبوتوں کی فراہمی میں شاید ہی کوئی وکیل یا پیروکار اس قدر محنت اور عرق ریزی سے کام لیتا ہوں۔

وہ رشتوں کے باہمی احترام کے اصول پر سختی سے کاربند تھے۔ جہاں کہیں بھی انہیں کوئی گستاخی نظر آتی سخت سزا دیتے تھے۔

وہ دیرپا اور بے لوث دوستی کے قائل تھے۔ ان کے دوست بھی ان کی طرح نیک شریف، بااصول، محنتی اور مخلص انسان تھے۔

وہ کاروباری امور، اہلِ خانہ کی تعلیم وتربیت اور صحت کے امور کے علاوہ گھریلو امور میں بھی بھرپور دلچسپی لیتے تھے۔ کاروباری امور سے تعطیل کے ایام گھر کے کام نبٹانے اور گھر کو سنوارتے بسر کر دیتے تھے۔

ان کی شخصیت، عادات واطوار اور افکار کے حوالے سے کافی ضخیم، مستند ومدلل کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔ مختصراً اتنا کہنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ انہوں نے باعزت، شریفانہ زندگی بسر کی۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر اور اپنی صلاحیتوں اور وسائل پر بھروسہ کیا اور بھرپور ترقی کی۔ انہوں نے عام مزدور کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا اور کامیاب انسان کی حیثیت سے سماجی، اخلاقی اور اقتصادی ومعاشی فلاح وبہبود حاصل کی اور ایک معزز شہری کے حیثیت سے زندگی گزاری۔ انہوں نے اپنے اہل خانہ کو بھی انہی امور کی تعلیم وتربیت دی اور ان کی کردار سازی میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی۔ جب ہم اپنے چچا، پھوپھی اور دیگر قریب ونزدیک کے رشتہ داروں کے نظامِ تعلیم وتربیت اور ان کی اولاد کی 50 تا 60 سالہ کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں تو بلا اختیار اپنے والدین کے بے شمار احسانات کے لیے شکریہ کے الفاظ دل

میں موجزن ہوتے اور لب پر آجاتے ہیں۔

عزیزانِ من! بعض عام اور معمولی نظر آنے والے لوگ بہت غیر معمولی ہوتے ہیں۔ہم ان کی شخصیت اور کردار کی خوبصورتی کا ادراک نہیں کر پاتے۔مگر ایسے لوگ بغیر کسی صلہ وستائش کی خواہش کے نہایت ذمہ داری سے اور احسن طریقے سے اپنے فرائض اور ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہیں اور اپنی اور دیگر افرادِ معاشرہ کی اصلاح میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ایسے لوگ کس قدر نادر اور غیر معمولی ہوتے ہیں،شاید اس بات کا اندازہ ممکن نہیں۔

انہوں نے زندگی کے آخری چند ایک سال جان لیوا مرض ہیپاٹائٹس سی اور جگر کے کینسر کا مردانہ وار اور ہمت و حوصلہ سے مقابلہ کرتے گزارے۔مطالعہ کی وجہ سے وہ جگر کے اس مرض کی تمام علامات اور بیماری کے تمام مراحل سے آگاہ تھے۔انہوں نے صبر وحوصلہ سے اس مرض کا سامنا کیا۔ڈاکٹرز کی ہدایات کے مطابق علاج کیا اور پرہیز کیا۔بندہ عاجز نے کبھی بھی ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار نہیں دیکھے۔نہ ہی انہوں نے کبھی زبانی کلامی تکلیف کا اظہار کیا۔آخری وقت جب انہیں خون کی قے آئی اور انہوں نے جان، جان آفرین کے سپرد کی تو بھی بفضل تعالیٰ انہیں کمال ضبط اور اطمینان حاصل تھا۔ہم بہن بھائیوں میں سے ہر ایک کو،خصوصاً سجاد بھائی اور عاصم بھائی کو ان کا خصوصی قرب حاصل رہا۔ ان کے جان لیوا مرض کے دوران والدہ محترمہ اور سجاد بھائی کو ان کی خدمت کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔والدِ محترم نے 8 ستمبر 2001ء کو نیشنل ہسپتال فیصل آباد میں وفات پائی۔ان کی وفات پر اپنے پرائے ہر ایک کو بہت غم اور صدمہ محسوس ہوا۔ہر کوئی ان کے حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار کا معترف تھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے، وسیلے، صدقے سے بندہ عاجز کے والدِ محترم کی مغفرت فرمائے۔انہیں عفو وعافیت اور فوز وفلاح دائمی عطا فرمائے۔آمین! ثمہ آمین!

عصرِ حاضر میں علمِ تصوف اور صوفیانہ ادب

(حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر عظیم مشائخ اور صوفیہ کے مطابق تصوف روحِ اسلام ہے۔ اسے دین اسلام میں وہی حیثیت حاصل ہے جو روح کو جسم میں حاصل ہے۔

علم العقائد، علم الاحکام اور علم الاخلاص:۔ علم العقائد، علم الاحکام اور علم الاخلاص علومِ دین کے تین بڑے شعبے ہیں۔ علم العقائد میں ایمانیات اور عقائد کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مثلاً وجود باری تعالیٰ، انبیاء ورُسل، ملائکہ اور آسمانی کتب پر ایمان، آخرت اور جنت و دوزخ پر ایمان کا تعلق علم العقائد سے ہے۔ علم الاحکام کو علم الفقہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس میں اوامر ونواہی سے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ اوامر سے مراد وہ کام ہیں جن کے کرنے کا حکم یا اجازت ہے۔ نواہی سے مراد وہ کام ہیں جن سے منع فرمایا گیا ہے۔ انہیں اوامر ونواہی کی فرائض، سنن، واجبات، مستحبات، مکروہات اور حرام وغیرہ کی اصطلاحات کی شکل میں درجہ بندی کی جاتی ہے۔ علم الاخلاص میں اخلاص کے ساتھ تمام عقائد اور احکام کی حقیقی روح اور تقاضے پورے کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اہل صدق وصفا اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کے اعمال وافعال میں ریاکاری نہ ہو اور ہر عمل سراسر خلوص پر مبنی ہو۔ اہلِ اخلاص یہ جانتے اور مانتے ہیں اور اس اصول کو اپنے اقوال وافعال کی اساس بنالیتے ہیں کہ

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (470)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (471)

علم العقائد کے ماہرین متکلمین، علم الاحکام کے ماہرین فقہا ومحدثین اور علم الاخلاص کے حاملین وعاملین صوفیہ کہلاتے ہیں۔

جس طرح دینِ متین کے تینوں شعبہ جات باہم مربوط ومنسلک ہیں اسی طرح ان تینوں شعبہ جات سے منسلک احباب باہم شیر وشکر ہیں۔ ان میں سے اگر علم الاخلاص اور صوفیہ کو خارج کر دیا جائے تو دین کا جسم رہ جائے گا، روحِ دین مفقود ہو جائے گی۔ (472)

تصوف کو جس طرح روحِ دین قرار دیا جاتا ہے اسی طرح اسے روحانی سائنس اور اسلامی سپر چوالزم قرار دیا جائے تو عین درست ہے۔ عظیم صوفیہ کرام شیخ ابونصر سراج طُوسی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ،

فقیر نور محمد کلاچوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نورالدین جامی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اعظم مشائخ کی لکھی ہوئی کتبِ تصوف اور مکتوبات وملفوظات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صوفیہ خاص تحقیقی وتنقیدی شعور رکھتے تھے۔ انہوں نے سختی سے شریعت کی پابندی کی۔ خود بھی راہِ حق پر چلتے رہے اور دوسروں کو بھی چلاتے رہے۔

تاریخ اور کتبِ تصوف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں تصوف پر بے جا تنقید بھی ہوتی رہی اور مخالفِ اسلام گروہ اور فرقے تصوف کے نام پر غیر اسلامی نظریات کی تعلیم وترویج کی کوشش کرتے رہے۔ ہر دور میں صوفیہ ایسے غیر اسلامی نظریات اور گمراہ کن فرقوں اور ان کی تعلیمات کی نشاندہی اور قلع قمع کرتے رہے۔

کتبِ تصوّف میں تحریف وتدسیس:۔ تصوف میں غیر اسلامی نظریات کے فتنے انہی چور دروازوں سے داخل ہوئے جن سے تاریخ، حدیث، فقہ، تفسیر، ادب اور فلسفہ میں داخل ہوئے۔ باطل فرقوں (روافض، ملاحدہ، باطنیہ، تعلیمیہ، قرامطہ وغیرہ) سے منسلک سرکردہ افراد نے کتبِ تصوف میں، ان کے تراجم میں من گھڑت احادیث، بزرگوں کے اقوال اور نظریات شامل کر دیئے۔ اس طرح غیر اسلامی تصوف، اسلامی تصوف کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو گیا کہ اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں امتیاز کرنا عوام کے لیے ناممکن ہو گیا۔

کسی تصنیف میں ردّ وبدل کرنے یا کسی سے غلط طور پر کوئی تصنیف یا تحریر منسوب کرنے کے عمل کو عربی میں تدسیس کہتے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر کے صفحہ نمبر 7 میں لکھا ہے:

> ''باطنیہ، ملاحدہ اور زنادقہ نے سب سے پہلے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، پھر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں اپنی طرف سے تدسیس کی۔ نیز اس فرقہ باطنیہ نے ایک کتاب جس میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی تھی، میری زندگی میں میری طرف منسوب کر دی اور میری انتہائی کوشش کے باوجود یہ کتاب تین سال تک متداول رہی''۔(473)

ہر دور میں باطل فرقوں کے افراد تصوف کا لبادہ اوڑھ کر غلط عقائد کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ تصوف کی کتب اور ان کے تراجم میں، مشائخ کے ملفوظات ومکتوبات اور ان کی تصانیف وتراجم میں تحریف، اضافہ اور ردّ وبدل کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے رہے اور اس طرح اپنے مذموم مقاصد وارادے پایہ تکمیل تک پہنچاتے رہے ہیں۔ ایسا آج بھی ہو رہا ہے۔ معتقدین تحقیق وتنقید اور روایت ودرایت کے اصولوں سے لاعلمی کی وجہ سے اور اندھا دُھند اعتقاد کی وجہ سے گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی کتاب ''تاریخ تصوف'' مطبوعہ محکمہ اوقاف، ان کی کتاب ''اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش'' مطبوعہ از مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں غیر اسلامی عناصر کی اسلام اور تصوف سے دشمنی کی اس طرح کی بہت سی مثالیں درج ہیں۔ نمونہ کے طور پر صرف چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

''ہشت بہشت'' میں تحریف، اضافہ اور الحاق:۔ شبیر برادرز (پبلشر) اردو بازار، لاہور نے ''ہشت بہشت'' کے نام سے خواجگانِ چشتیہ (خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے ملفوظات شائع کیے ہیں۔ میرے پیش نظر اگست 2006ء کا شائع کردہ ایڈیشن ہے۔

''ہشت بہشت'' ملفوظات کی آٹھ کتابوں (انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین، راحت القلوب، اسرار الاولیا، فوائد الفواد، راحت المحبین، مفتاح العاشقین) پر مشتمل ہے۔ اس میں راحت القلوب، ملفوظات بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ نمبر 63 پر بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک حدیث نبویؐ درج ہے۔ اس کتاب کے مطابق حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''۔۔۔۔۔ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع تمام صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہؓ یزید پلید کو کندھے پر سوار کر کے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: سبحان اللہ! دوزخی بہشتی کے کندھے سوار ہے۔ یہ بات امیر المؤمنین علیؓ نے سنی تو پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) یہ تو معاویہؓ کا بیٹا ہے۔ دوزخی کس طرح ہوسکتا ہے؟ فرمایا: اے علی! یہ یزید وہ بد بخت شخص ہے۔ جو حسن اور حسین اور میری تمام آل کو شہید کرے گا۔ حضرت علی نے اُٹھ کر نیام سے تلوار نکالی تا کہ اسے قتل کر دیں۔ لیکن رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو! کیونکہ تقدیر الٰہی ایسی ہی ہے۔ حضرت علی روئے اور پوچھا: یارسول اللہؐ! کیا آپ ہوں گے؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: یارسول اللہؐ! ہم میں سے کوئی ہوگا؟ فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا میں ہوں گا؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: کیا فاطمہ ہوں گی؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے غریبوں کا ماتم کون کرے گا۔ فرمایا: میری اُمت۔

بعد ازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور رسولِ خدا ﷺ زار زار روئے اور شہزادوں کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ اے غریبو! ہمیں معلوم نہیں کہ تمہارا حال اس جنگ میں کیا ہوگا۔'' (474)

یہ روایت بالکل من گھڑت ہے۔ حدیث کے نام پر یہ من گھڑت بات کسی شیعہ سبائی نے اصل متن یا ترجمہ میں شامل کر دی ہے۔ اس کا دسویں محرم 656 ہجری کی مجلس کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل امور غور طلب ہیں:

1۔ حضور نبی کریم ﷺ نے 12 ربیع الاول 11ھ بروز سوموار (8 جون 632ء) کو وصال فرمایا۔ (475)

2۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان 11 شوال 26ھ (19 جولائی 647ء) کو پیدا ہوا اور اس نے 15 ربیع الاول 64ھ (14 نومبر 683ء) کو وفات پائی۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مندرجہ بالا روایت کی یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ:

''......ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ مع تمام صحابہ کرامؓ بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کو کندھے پر سوار کر کے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: سبحان اللہ! دوزخی بہشتی کے کندے پر سوار ہے......''

یزید تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ روایت گھڑنے والے نے جھوٹ کی انتہا کر دی۔ اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ صوفیا اور علما میں سے کسی نے بھی آج (1435ھ) تک جبکہ ملفوظات میں درج اس من گھڑت روایت کو قریباً 779 سال گزر گئے ہیں، اس علمی بد دیانتی اور گمراہ کن وغارتِ ایمان سازش کی نہ تو نشاندہی کی اور نہ ہی ان الحاقی عبارتوں کو ان کتابوں سے حذف کرنے یا کرانے کی کوشش کی۔

مذکورہ بالا متن میں اور بھی کئی باتیں قابلِ اعتراض ہیں۔ اس میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ مشائخ اور صوفیاء کرام ماتم کے قائل تھے۔ پھر اس عبارت میں درج ہے کہ: ''یہ یزید وہ بد بخت شخص ہے جو حسن اور حسین اور میری تمام آل کو شہید کرے گا''۔ اس میں تمام آل سے کیا مراد ہے؟

عزیزانِ من! تمام اولیائے کرام، فقہا عظام حُبِّ اہلِ بیت کے قائل تھے اور قائل ہیں۔ اہلِ بیت سے محبت روح ایمان ہے۔ تاہم مشائخ، صوفیا و اولیا اور علمائے اہل سنت ماتم کے قائل نہیں، یا دمنانے کے قائل ہیں۔

''ہشت بہشت'' میں زیادہ تر قرآنی آیات، احادیث اور حکایات بغیر کسی حوالہ وسند کے دی گئی ہیں۔ ان آیات و احادیث و دیگر عربی عبارات کے ساتھ اعراب نہیں دیئے گئے۔ فارسی عبارتوں اور اشعار کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔ مشکل الفاظ، جملوں اور عبارتوں کی وضاحت نہیں دی گئی۔ جس وجہ سے عام قاری ان تحریروں سے بھرپور فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اہلِ علم اس طرح کی کتابوں کے مندرجات پر مکمل طور پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ مصنفین، مرتبین اور ناشرین کی غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے تصوف کے مخالف، اسلام دشمن عناصر کو ان کتابوں میں جعلی احادیث و روایات شامل کرنے کا موقع مل جاتا ہے جس سے وہ اپنے غلط افکار و نظریات اور عقائد کی تشہیر کر کے عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں۔

سبائیہ، باطنیہ اور دشمنانِ صحابہؓ نے مشہور صوفیہ کے عقائد میں دیدہ دانستہ شبہات پیدا کر دیئے تا کہ ان کے عقیدت مندوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ یہ صوفیہ مائل بہ تشیع تھے۔ اس طرح شیعہ مذہب کو فروغ ملے گا۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب غلط عقائد: ۔ جامی سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے مولانا سعد الدین کاشغری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی وفات (860ھ) کے بعد خواجہ ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت ہوئے اور سلوک طے کیا۔ وہ بلاشک وشبہ اہل سنت سے ہیں۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ، عطار رحمۃ اللہ علیہ، رومی رحمۃ اللہ علیہ، کے بعد صوفیانہ ادب میں جامی کا نام معروف ترین ہے۔ روافض نے ان کے بارے میں ایک جھوٹی روایت گھڑ کے عوام الناس کی نظروں میں ان کے عقائد کو مشتبہ بنانے کی کوشش کی جس وجہ سے ان کے بارے میں مختلف آراء قائم ہو گئیں۔

1۔ بعض انہیں سُنی کہتے ہیں۔
2۔ بعض نے انہیں مائل بہ تشیع لکھا ہے۔ وہ تمام عمر تقیہ فرماتے رہے۔
3۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شروع میں سُنی تھے مگر وفات سے پہلے شیعہ ہو گئے تھے۔

ان کے بارے میں محمد حسین الحسینی خاتون آبادی لکھتا ہے:

''اُن تمام دلائل کے باوجود جو ان کے ناصبی ہونے پر شاہد ہیں۔ ہم ان کو اہل تقیہ میں شمار کر سکتے ہیں یعنی وہ دل میں شیعہ تھے مگر زبان اور قلم سے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے تھے۔

پھر اپنے مدعا کی تائید میں اس نے یہ حکایت نقل کی ہے جس کا راوی علی بن عبد العال ہے وہ کہتا ہے کہ:

''میں سفر نجف میں جامی کے ساتھ تھا میں نے تقیہ کر کے اپنے عقائد کو ان سے پوشیدہ رکھا تھا۔ جب ہم بغداد پہنچے تو ایک دن لب دجلہ تفریح کے لیے گئے۔ اتفاقاً ایک قلندر وہاں آ نکلا اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان میں ایک قصیدہ غرّا سنانا شروع کیا۔ جامی پر رقت طاری ہو گئی اور سر بسجود ہو گئے۔ پھر سر اُٹھایا قلندر کو پاس بلایا اور بہت انعام دیا۔ اس کے بعد مجھ سے پوچھا تم نے مجھ سے گریہ اور سجدے کا سبب کیوں نہیں پوچھا میں نے کہا اس کا سبب آشکار تھا کیونکہ علی خلیفہ چہارم ہیں اور ان کی تعظیم واجب ہے۔''

یہ سن کر جامی نے کہا ''علی خلیفہ چہارم نہیں ہیں بلکہ پہلے خلیفہ ہیں۔ اب مناسب ہے کہ میں تقیہ کا لبادہ اتار دوں اور چونکہ

ہمارے درمیان مودت پیدا ہو چکی ہے۔ اس لیے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں شیعانِ خلص امامیہ میں سے ہوں لیکن تقیہ کرنا واجب ہے''۔

''نیز بعضے از افاضل ثقات نے بیان کیا ہے کہ ہم نے جامی کے خدام سے یہ سنا ہے کہ ان کے تمام اہل بیت مذہب امامیہ رکھتے تھے لیکن مولانا تقیہ میں بہت مبالغہ فرماتے تھے اور ہمیشہ اپنے اہل وعشیرت کو اس کی وصیت کرتے رہتے تھے''۔ (476)

مندرجہ بالا روایت بالکل لغو، بے اصل اور بے سند ہے۔ چونکہ عوام نہ تو تنقیدی و تحقیقی شعور رکھتے ہیں اور نہ ہی انہیں تنقید و تحقیق کے لیے وسائل، قابلیت، علم اور سہولیات میسر ہوتی ہیں۔ اندھا دھند تقلید اور اندھے اعتقاد کی وجہ سے لوگ ہر سُنی سنائی، بے اصل اور بے سند بات کو سوچے سمجھے بغیر مان لیتے ہیں۔

اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش:۔ مخالف، گمراہ کن فرقوں کے حامی لوگوں نے عوام وخواص کی اس کمزوری کو استعمال کر کے اپنے باطل افکار ونظریات اور عقائد کی تشہیر کر کے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ان لوگوں نے جس طرح صوفیانہ ادب کی آڑ میں گمراہی پھیلائی، اسی طرح انہوں نے صوفیہ کے بھیس میں رفض وسبائیت کی تعلیم دے کر لوگوں کو اپنا ہم مسلک وہم نوا بنانے کی کوشش کی۔

تصوف اور اہل تصوف کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ اسلام دشمن عناصر نے منظم اور باضابطہ تحریک اور سازش کے ذریعے تصوف میں غیر اسلامی افکار ونظریات اور عقائد شامل کرنے شروع کر دیئے۔ اس تحریک کا آغاز چوتھی صدی ہجری میں ہو گیا تھا۔ شیخ ابونصر سراج اپنی تصنیف کتاب 'اللمع' میں لکھتے ہیں:

''..... بغداد کے بعض لوگوں کو غلطی لگی اور کہا کہ جب ہم اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہو گئے تو لازمی طور پر ہم حق تعالیٰ کے اوصاف میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے اپنی جہالت کی بناء پر اپنی ذات کو ایسی حالت کی طرف منسوب کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حلول کے قائل ہو گئے یا وہی بات کہی جو عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں''۔ ''..... یہ سراسر کفر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں میں حلول نہیں کرتے .....''(477)

دشمنانِ اسلام نے قرآن حکیم کو چھوڑ کر ہر علم وفن کی کتابوں، خصوصاً تاریخ، حدیث اور تصوف کی کتابوں اور ان کے تراجم وشروع میں حذف واضافہ کیا۔ ان کا مقصد غیر اسلامی افکار ونظریات کی ترویج اور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ کی تنقیص وتوہین اور تحقیر ہے۔ اس ضمن میں بندہ عاجز کچھ مثالیں پیش کر چکا ہے۔ مزید چند ایک مثالیں ملاحظہ کریں۔ یہ مثالیں پیش کرتے ہوئے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ تاہم، ان حقائق سے آگاہ ہونا ضروری ہے تاکہ اس سازش سے آگاہ ہو کر اہلِ صدق وصفا انسدادی روش اختیار کر سکیں۔

کتاب ''اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش'' کے صفحہ نمبر 70 پر پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں:

''شمس الدین افلاکی نے جو چلپی عارف کے مرید اور رومی کے ہم نشین تھے۔ ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام مناقب العارفین ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ احمدی پریس رامپور (یوپی) سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کتاب سے دو قصے نقل کرتا ہوں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے طلسم ہوشربا سے بھی بڑھ کر ہیں۔ پڑھیے اور دشمنانِ اسلام کی چیرہ دستی کا ماتم کیجئے۔

ص 241 پر لکھتا ہے کہ ایک دن کرا خاتون زوجہ مولانا رومی کے دل میں خیال آیا کہ مولانا ایک عرصے سے میری جانب ملتفت نہیں ہیں خدا معلوم شہوانی جذبات باقی ہیں یا بالکل فنا ہو گئے ہیں، مولانا کو بذریعہ کشف ان کا یہ خیال معلوم ہو گیا، رات کو مولانا ان کے پاس گئے جذبات شہوانی کا یہ عالم تھا کہ کرا خاتون پریشان ہو کر استغفار پڑھنے لگیں۔ مولانا نے ستر (70)

بار جماع کیا پھر فرمایا ''مردانِ خدا ہر شے پر قادر ہیں''۔ ترک یا قلت مباشرت کا باعث استغراق ہے۔

اس کے بعد جو روایت درج ہے اسے پڑھنے سے پہلے کلیجے کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیجئے مبادا شق ہو جائے۔

''پھر فرمایا کہ آنحضرتؐ اور ان کی ایک زوجہ میں بھی یہی معاملہ ہوا تھا۔ ایک دن انہوں نے ایک چڑے کو چڑیا کے ساتھ جفت ہوتے دیکھ کر بطور مطائبہ آپ سے کچھ کہا۔ چنانچہ۔۔۔۔۔''

ص ۲۵۹ پر یہ روایت درج ہے ''مولانا رومی نے فرمایا کہ ایک دن آنحضرت صلعم نے کچھ اسرار حضرت علیؓ کو خلوت میں تعلیم فرمائے اور وصیت کی کہ نامحرم سے بیان نہ کرنا۔ حضرت علیؓ نے چالیس روز تک ضبط کیا۔ اس کے بعد ان کا پیٹ۔۔۔۔۔۔ مجبوراً صحرا میں جا کر ایک کنویں میں۔۔۔۔۔ سب اسرار بیان کر دیئے۔ چند روز کے بعد اس کنویں سے نے کا ایک درخت نکلا۔ ایک چرواہے نے اس سے نے (بانسری) بنائی۔ اتفاقاً آنحضرت صلعم نے اس نے کی آواز سُنی تو اُسے بلایا اور سُن کر فرمایا اس نے سے ان اسرار کی شرح نمایاں ہے جو ہم نے حضرت علیؓ کو تلقین کئے تھے۔''(478)

مندرجہ بالا عبارتوں پر غور کریں کس قدر فضول اور بے ادبی پر مبنی ہیں۔ ان عبارتوں سے کچھ مواد حذف کر کے دیا گیا ہے کیونکہ وہ الفاظ مندرجہ بالا اقتباس کے بیان کردہ الفاظ سے بھی زیادہ ناقابلِ بیان ہیں۔ تاہم، پھر بھی ان عبارتوں سے عین واضح ہے کہ مناقب العارفین کے مصنف یا اس کتاب کے مترجم نے نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے اُمت کی تنقیص و توہین اور تحقیر کی ہے۔ اندھی عقیدت اور اندھی تقلید کے قائل مسلوب العقل لوگ ایسی روایات و حکایات پر بغیر سوچے سمجھے ایمان لے آتے ہیں جس کا نتیجہ بے راہ روی اور گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا۔

تاریخ اسلام میں ملاوٹ:۔ دشمنانِ اسلام نے قرآن و حدیث کے بعد تاریخ اسلام کو خصوصی طور پر تدسیس و تحریف کا ہدف بنایا اور اس کا خاص مقصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی تنقیص و توہین و تحقیر ہے۔ سیرۃ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''بعض شیعہ مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کچھ سپاہیوں کے ساتھ ایک سپید خچر پر سوار ہو کر امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے کو روکنے کے لیے نکلیں۔ یہ روایت تاریخ طبری کے ایک پرانے (نسخے) فارسی ترجمے جو ہندوستان میں بھی چھپ گیا ہے، میں نظر سے گزری، لیکن جب اصل متن عربی مطبوعہ یورپ کی طرف رجوع کیا تو جلد ہفتم کا ایک ایک لفظ پڑھنے کے بعد بھی یہ واقعہ نہ ملا۔ طبری کے اس فارسی ترجمہ میں درحقیقت بہت سے حذف و اضافے ہیں''۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک کتاب:۔ مولانا سعید احمد جلالپوری شہید جو کہ روزنامہ جنگ کے اقرا صفحہ پر اسلامی سوالات کا جواب دیتے تھے، کو ایک ڈاکٹر صاحب نے اپنے سوالنامہ میں یہ تحریر بھیجی جس میں شیعی موقف کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اور ان کی جانب منسوب کیا گیا تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''سر العالمین'' کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں کہ:

''غدیر خم میں حضرت رسول کریم ﷺ کے ''من کنت مولاہ'' فرمانے کے بعد اور اس موقع پر مبارک باد دینے کے بعد جب لوگوں پر خلافت کی ہوا و ہوس غالب آ گئی تو انہوں نے غدیر خم کی باتیں بھلا دیں۔''

اس پر مولانا سعید احمد جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تحقیقی، تفصیلی و وقیع علمی مقالہ لکھا جو ماہنامہ ''بینات'' میں چھپا۔ مولانا نے تحقیق کے لئے اکابر متاخرین اور اربابِ تحقیق کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو پتہ چلا کہ غدیر خم

میں خلافتِ علی رضی اللہ عنہ (بلافصل) سے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب یہ کتاب ''سر العالمین'' سرے سے امام صاحب کی ہے ہی نہیں اور روافض نے خود لکھ کر بعد میں ان سے منسوب کی۔ اور تحریر امام صاحب پر جھوٹ اور بہتانِ عظیم ہے اور امام رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کتابیں اس تحریر کے موقف کو بری طرح رد کرتی ہیں۔ مولانا نے اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ''تحفہ اثناعشریہ'' کا حوالہ بھی دیا شاہ صاحب لکھتے ہیں:

ترجمہ: روافض کوئی کتاب لکھ کر اس کو اکابر اہلِ سنت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، اور اس میں حضرات صحابہ کرام کے خلاف مطاعن اور مذہب اہلِ سنت کے بطلان کو درج کرتے ہیں اور اس کے خطبہ یا دیباچہ میں اپنے بھید اور راز کے چھپانے اور امانت کی حفاظت کی وصیت کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے، یہی ہمارا دلی پوشیدہ عقیدہ ہے، اور ہم نے اپنی دوسری کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے وہ محض پردہ داری اور زمانہ سازی تھا، جیسا کہ کتاب ''سر العالمین'' خود سے لکھ کر انہوں نے اس کی نسبت حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر دی ہے، علیٰ ہذا القیاس انہوں ۔۔ اہلِ تشیع ۔۔ نے بھی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان پر اکابر اہلِ سنت اور قابلِ اعتماد بزرگوں کا نام لکھ دیا ہے، ظاہر ہے ایسے افراد بہت کم ہیں جو کسی بزرگ کے کلام سے واقف و آشنا ہوں اور اس کے مذاقِ سخن یا اس کے اور دوسروں کے کلام میں فرق و امتیاز کر سکتے ہوں، لہٰذا نا چار سیدھے سادے لوگ ان کے اس مکر سے متاثر ہوتے ہیں اور بہت سے حیران و پریشان ہوتے ہیں ۔۔ بلکہ بہت سے لوگ اس کو ایک مستند بزرگ یا اہلِ سنت کے امام کا کلام سمجھ کر اس کو اپنا کر اپنا ایمان و عقیدہ غارت کرتے ہیں ۔۔'' (479)

رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں الحاق: ۔ رومی کے ملفوظات فیہ مافیہ کے صفحہ نمبر 99 پر یہ روایت رومی سے منسوب ہے:

''ایک شب حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ کسی غزوے سے واپس آئے تو فرمایا: بانگِ دہل اعلان کردو کہ آج کی رات ہم شہر کے دروازے کے پاس بسر کریں گے اور کل صبح شہر میں داخل ہوں گے۔ یہ سن کر صحابہ نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ تم اجنبی لوگوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت میں مشغول پاؤ اور یہ دیکھ کر تمہیں بہت صدمہ ہوگا اور ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا، لیکن ایک صحابی نے حضور ﷺ کے ارشاد پر عمل نہ کیا اور گھر چلا گیا، چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو ایک غیر مرد کے ساتھ مشغول پایا''۔

اس روایت کا مضمون ہی اس کے جھوٹ کو ثابت کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کی یہ کسی خبیث سبائی کی گھڑی ہوئی روایت ہے۔ اس روایت سے یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ نعوذ باللہ

1۔ حضور ﷺ کو علم غیب سے معلوم ہو چکا تھا کہ صحابہ کی بیویاں زنا میں مشغول ہیں اور آپ نے جان بوجھ کر چشم پوشی کی، اور اس زنا کو روکنے سے صحابہ کو منع کیا۔ (نعوذ باللہ)

2۔ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور کے نافرمان تھے، حضور کے منع کرنے کے باوجود نہیں سنی اور گھر چلے گئے۔ (نعوذ باللہ)

شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوحات مکیہ میں تحریف: ۔ شیخ جیسا کہ فتوحاتِ مکیہ کے مطالعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نہایت راسخ العقیدہ اور متبع شریعت بزرگ تھے، اسی کتاب کی پہلی فصل میں انہوں نے اپنا عقیدہ بیان کیا ہے اسے غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عقائد نسفی کی شرح پڑھ رہے ہیں۔ انکی تصانیف میں بھی سبائیہ قرامطہ نے تدسیس کی۔ چنانچہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف الیواقیت والجواہر کے صفحہ 7 پر لکھتے ہیں:

''انکی تصنیف میں جو عبارتیں ظاہر شریعت سے متعارض (ٹکرانے والی) ہیں وہ سب مدسوس (گھسائی ہوئی) ہیں۔ مجھے اس حقیقت سے ابوطاہر المغربی نے آگاہ کیا جو اس وقت مکہ معظّمہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے مجھے فتوحات کا وہ نسخہ دکھایا جس کا مقابلہ انہوں نے قونیہ میں شیخ اکبر کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے کیا تھا، اس نسخے میں وہ فقرے نہیں تھے جو میرے نسخے میں تھے اور میں نے ان فقروں کی صحت پر شک کیا تھا جب میں فتوحات کا اختصار کر رہا تھا۔''

پھر لکھتے ہیں:

''زنادقہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت کے زمانے میں ایک کتاب جس میں اپنے باطنی عقائد بیان کیے تھے، پوشیدہ طور پر (ان کا شاگرد بن کر) ان کے سرہانے، تکیے کے نیچے رکھ دی تھی اور اگر امام مرحوم کے تلامذہ ان کے عقائد سے بخوبی واقف نہ ہوتے تو جو کچھ انہوں نے تکیے کے نیچے پایا تھا اس کی وجہ سے وہ لوگ بہت بڑے فتنے میں مبتلا ہو جاتے۔''

دیوانِ شمس تبریز میں تحریف:۔ قرامطہ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں بہت سے اشعار شامل کر دیے۔ دیوانِ شمس تبریز میں شامل کی گئی ایک پوری غزل سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ہم اوّل و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن ہم موعد و ہم وعدہ و موعود علی بود
جبریل کہ آمد ز بر خالق بیچوں در پیش محمد شد و تا بود علی بود
اے رہنمائے موموناں، اللہ مولا علی اے عیب پوش و غیب دان اللہ مولا علی

فارسی سمجھنے والے باآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا روم جیسا سنی عالم یہ مصرے نہیں لکھ سکتے کیونکہ یہ اشعار شیعہ ذہن کی عکاسی کر رہے ہیں اور نصِ قرآنی کے خلاف ہیں جیسا کہ پہلے شعر کے پہلے مصرع میں قرآنی آیت میں مذکور اللہ کی صفات ''**ھو الاول والاخر والظاھر والباطن**'' کو علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔ دیوانِ شمس تبریز پر جلال ہمائی نے جو مقدمہ لکھا اس میں انہوں نے ان اشعار کو الحاقی قرار دیا ہے۔

علمِ تصوف کی حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے اور ضابطۂ عمل:۔ ہر دور میں علمائے حق، مجددینِ ملت، محدثین کرام، فقہاءِ عظام اور صوفیائے کرام نے مخالفِ دین وملت عناصر اور تحریکوں کا بھرپور مقابلہ کیا ہے۔ عصرِ حاضر میں جب کہ ہر طرف لادینیت، مادیت، جدیدیت کی یلغار ہے نہایت شدومد سے تصوف کی تعلیم اور صوفیہ کے صدیوں سے مروجہ اسلامی اصولوں پر نظامِ تربیت اپنانے کی ضرورت ہے۔ عصرِ حاضر میں اشد ضروری ہے کہ عوام الناس میں تحقیقی وتنقیدی شعور بیدار کیا جائے تا کہ وہ کھوٹے اور کھرے میں، صحیح اور غلط میں تمیز کر سکیں۔

غیر مسلم، سائنس کے تحقیقی وتنقیدی طریقہ کار کی بدولت مختلف علوم کی بھرپور انداز سے ترویج کر رہے ہیں۔ تصوف (روحانی سائنس) مسلّمہ علم ہے جس کی بنیاد مسلّمہ روحانی، اسلامی اصولوں پر ہے جن کی ہر وقت، ہر دور میں روحانی تجربات و مشاہدات سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔ یورپی مابعد الطبیعاتی، نفسیاتی و مابعد النفسیاتی علوم اور غیر اسلامی سپر چوالزم، ہپناٹزم، ریکی، این ایل پی تکنیک، ٹیلی پیتھی وغیرہ کی اسلامی سپر چوالزم کے سامنے کوئی وقعت اور حقیقت نہیں ہے۔ ہمیں صرف اپنا طریقہ کار بدلنے کی ضرورت ہے۔ تحقیقی وتنقیدی شعور پر مبنی سائنسی طریقہ کار اختیار کر کے ہم تصوف کی حقانیت ثابت کر سکتے ہیں اور نہایت وسیع پیمانے پر اس کی تعلیم وترویج سے دینِ اسلام کی اشاعت کر سکتے ہیں۔

تحقیق کے تقاضے:۔ اہل یورپ نے مسلمان سائنسدانوں، محققین، مدبرین، محدثین کا سائنسی، تحقیقی وتنقیدی طریقہ کار اختیار کر کے ہی تمام علوم اور شعبہ جاتِ زندگی میں ترقی کی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اسلاف کی عظیم روایات کو پھر اپنائیں اور اندھا دھند تقلید کے بجائے تحقیقی وتنقیدی شعور اجاگر کر کے راہِ حق پر گامزن ہوں۔

تحقیق اصولِ فطرت ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہوتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ﴿۶﴾ الحجرات [49:6]

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ○

اس آیت مبارکہ میں تمام معاملاتِ زندگی میں درج ذیل امور کو پیش نظر رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے:

1۔ تمام معاملاتِ زندگی میں تحقیق کے اصول پر عمل کرنا چاہیے۔

2۔ ہمیں کوئی خبر پہنچے تو درایت اور روایت کے اصولوں کے مطابق چھان بین کر لینی چاہیے کہ کون کہہ رہا ہے؟ خبر دینے والے کا سماجی، اخلاقی رتبہ کیا ہے؟ خبر کس نوعیت کی ہے؟ کیا اس کا بیان قابلِ فہم، قابلِ اعتماد ہے؟

3۔ ہمیں کسی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لینی چاہیے۔ پہلے سچائی کو جان لینا چاہیے اور معاملات کی تہہ تک پہنچ جانا چاہیے۔ تحقیق کے دوران صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

4۔ بغیر تحقیق کے جلد بازی میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

5۔ عقل مند لوگ تحقیق کا دامن نہیں چھوڑتے جبکہ جاہل اور نادان لوگ بغیر تحقیق کے فوری فیصلہ کرتے ہیں۔

6۔ تحقیق کے دوران فاسق، جھوٹے، بدکردار، بے ایمان اور بے عمل لوگوں کے بیان پر اندھا دھند اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔

7۔ تحقیق کے بغیر صرف زبانی باتوں پر یقین کر لینا محض گمراہی اور جہالت ہے۔ تحقیق اہلِ علم وعقل وفکر کا سچائی جاننے کا طریقہ کار ہے۔ بغیر تحقیق کے کوئی بات ماننا جاہل لوگوں کا کام ہے۔

8۔ تحقیق انسانیت کی اصلاح، فلاح اور ترقی کے لیے نہایت لازم اور ضروری ہے۔

9۔ تحقیق سے ذہنی، قلبی، اخلاقی اور روحانی اطمینان اور مسرت ملتی ہے۔ جبکہ بغیر تحقیق کے ہر بات مان لینے اور فوری فیصلے کرنے سے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض صورتوں میں ناقابلِ تلافی نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

تحقیق اصولوں کی بنا پر ہوتی ہے۔ تحقیق کی بنیاد وزنی دلائل ہوتے ہیں جبکہ بغیر دلائل کے نظریات قائم کرنا جاہل لوگوں کا طرزِ عمل ہے۔ جیسا کہ سورۃ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ﰳابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ٘ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ التوبہ [9:30]

اور یہود نے کہا: عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا: مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کا (لغو) قول

ہے جو اپنے مونہہ سے نکالتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے قول سے مشابہت (اختیار) کرتے ہیں جو (ان سے) پہلے کفر کر چکے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں o

اس آیہ مقدسہ میں تعلیم دی گئی ہے کہ ایسا طرزِ فکر جس کی بنیاد تحقیق پر نہ ہو اور ایسے لوگ جو ذاتی خواہشات، مفادات اور پسند و ناپسند کو ترک کر کے حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کے عادی نہیں ہوتے وہ بغیر دلائل کے بہت بڑی باتیں کر جاتے ہیں اور بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جاہل اور کافر ہوتے ہیں، خود بھی برباد ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی برباد کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں جہاں تحقیق کی ضرورت و اہمیت بیان کی گئی ہے، اس کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

تحقیق روایت و درایت کے اصولوں کے مطابق کی جاتی ہے۔ روایت و درایت کے یہ اصول قرآن و حدیث اور فقہ میں بیان ہوئے ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

''آدمی کے جھوٹے ہونے کی یہ دلیل کافی ہے کہ جو کچھ سنے، روایت کر دے''۔(480)

مراد یہ ہے کہ کسی سے کچھ سن کر بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تحقیق کے اسے آگے بیان کرنے والا انسان ناسمجھی کا ثبوت دیتا ہے اور اپنے اس غیر ذمہ دارانہ رویہ کی وجہ سے اکثر جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے اُسے شرمندگی اور بعض صورتوں میں شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات اس طرح کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کی وجہ سے ناقابلِ تلافی نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ روایت کو پرکھنے کے لیے عقل و دانش استعمال کرنے کو ''درایت'' کہتے ہیں۔ درایت کی رو سے دیکھا جاتا ہے کہ جو حدیث یا واقعہ بیان ہوا ہے عقلی شہادت کے مطابق درست ہے یا کہ نہیں۔ درایت کا یہ اصل بھی قرآن مجید نے ہی قائم کیا ہے۔

جب منافقین نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی اور اس خبر کو مشہور کر دیا تو بعض صحابہؓ تک غلط فہمی کا شکار ہو گئے یعنی وہ اصول درایت و روایت کی رو سے اس بات کا حقیقی پہلو نہ دیکھ پائے۔ یہ غور کرنا چاہیے تھا کہ کس نے کہا ہے؟ جو بات کہی ہے وہ تو بالکل ہی ناممکن ہے، ناقابلِ تصور ہے۔ اسے تو پرکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس طرح کا خلافِ قیاس واقعہ یقینی طور پر غلط ہوتا ہے۔ جو سنا وہی آگے بیان کر دینا اور عقل و سمجھ اور فکر و نظر سے کام نہ لینا خلافِ ایمان ہے۔

قرآن مجید میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی برأت اور طہارت کے مطابق یوں ارشاد ہوا ہے:

وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ النور [24:16]

اور جب تم نے یہ (بہتان) سنا تھا تو تم نے (اسی وقت) یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لیے یہ (جائز ہی) نہیں کہ ہم اسے زبان پر لے آئیں (بلکہ تم یہ کہتے کہ اے اللہ!) تو پاک ہے (اس بات سے کہ ایسی عورت کو اپنے حبیب مکرمؐ کی محبوب زوجہ بنا دے) یہ بہت بڑا بہتان ہے o

اصولِ روایت کے مطابق واقعہ بیان کرنے والے یعنی راویوں کے بارے میں جانچ پڑتال کی جاتی ہے جبکہ اصولِ درایت کے مطابق واقعہ، بیان یا حدیث کے مضمون کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسناد کی تصدیق کے لیے روایت اور متن کی تصدیق کے لیے درایت کے اصول استعمال ہوتے ہیں۔ محدثین و فقہا اور محققین نے روایت و

دِرایت کے یہ اصول قرآن وحدیث سے ہی اخذ کیے ہیں۔ ان اصولوں سے محدثین نے اکثر جگہ کام لیا ہے اور ان کی بنا پر بہت سی روایتیں رد کر دی ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو جزیہ معاف کر دیا تھا اور معافی کی دستاویز لکھوا دی تھی''

ملا علی قاری اس رویت کو مختلف وجوہ سے باطل قرار دیتے ہیں۔ وہ وجوہ درج ذیل تھیں:

1۔ اس معاہدہ پر سعد بن معاذ کی گواہی بیان کی جاتی ہے حالانکہ وہ غزوہ خندق میں وفات پا چکے تھے۔

2۔ دستاویز میں کاتب کا نام معاویہ ہے حالانکہ وہ فتحِ مکہ میں اسلام لائے۔

3۔ اس وقت تک جزیہ کا حکم نہیں آیا تھا۔ جزیہ کا حکم قرآن مجید میں جنگِ تبوک کے بعد نازل ہوا۔

4۔ دستاویز میں تحریر ہے کہ یہودیوں سے بیگار نہیں لی جائے گی حالانکہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں بیگار کا رواج ہی نہ تھا۔

5۔ خیبر والوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی تھی، ان کو جزیہ کیوں معاف کیا جاتا۔

6۔ عرب کے دور دراز حصوں میں جب جزیہ معاف نہیں ہوا حالانکہ ان لوگوں نے چنداں مخالفت اور دشمنی نہیں کی تھی تو خیبر والے کیونکر معاف ہو سکتے تھے۔

7۔ اگر جزیہ ان کو معاف کر دیا گیا ہوتا تو یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اسلام کے خیر خواہ اور دوست اور واجب الرعایۃ ہیں حالانکہ چندروز کے بعد خارج البلد کر دیئے گئے۔ (481)

روایت اور درایت کے اصول: محدثین، فقہا اور محققین نے رایت و درایت کے درج ذیل اصول بیان کیے ہیں۔ ان کی رو سے درج ذیل صورتوں میں روایت (کوئی بیان، واقعہ، حکایت) اعتبار کے قابل نہ ہوگی اور اس کے متعلق تحقیق کی ضرورت نہیں کہ اس کے راوی معتبر ہیں یا نہیں۔

1۔ جو روایت عقل کے مخالف ہو۔

2۔ جو روایت اصولِ مسلمہ کے خلاف ہو۔

3۔ محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو۔ مثلاً یہ حدیث کہ ''بینگن کھانا ہر مرض کی دوا ہے''۔

4۔ قرآن مجید یا حدیث متواتر اجماع قطعی کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی کچھ گنجائش نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مثال دیتے ہیں کہ حدیث ''دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے''۔ درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ہر شخص بتادے گا کہ قیامت کے آنے میں اس قدر دیر ہے۔ حالانکہ قرآن سے ثابت ہے کہ قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔

5۔ جس حدیث میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو۔

6۔ معمولی کام پر بڑے انعام کا وعدہ ہو۔

7۔ وہ روایت رکیک المعنی ہو۔ مثلاً کدو کو بغیر ذبح کیے نہ کھاؤ۔

8۔ جو راوی کسی شخص سے ایسی روایت کرتا ہے کہ کسی اور نے نہیں کی اور یہ راوی اس شخص سے نہ ملا ہو۔

9۔ جو روایت ایسی ہو کہ تمام لوگوں کو اس سے واقف ہونے کی ضرورت ہو۔ بایں ہمہ ایک راوی کے سوا کسی اور نے اس

کی روایت نہ کی ہو۔

10۔ جس روایت میں ایسا قابل اعتناء بیان واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وقوع میں آتا ہے تو سینکڑوں آدمی اس کو روایت کرتے۔ باوجود اس کے صرف ایک ہی راوی نے اس کی روایت کی ہو۔

11۔ وہ حدیثیں جو طبیبوں کے کلام سے مشابہ ہیں مثلاً یہ کہ ''ہریسہ کے کھانے سے قوت آتی ہے'' یا یہ کہ ''مسلمان شیریں ہوتا ہے اور شیرینی پسند کرتا ہے''۔

12۔ وہ حدیث جس کے غلط ہونے کے دلائل موجود ہیں۔ مثلاً ''عوج بن عنق کا قد تین ہزار گز کا تھا''۔(482)

اسناد اور متن کی تصدیق اور درستی کی جانچ پڑتال کے لیے اس طرح کے جامع اصول دنیا کے کسی بھی زبان و ادب میں اور کسی بھی قوم میں نظر نہیں آتے۔ محدثین کرام نے ہر طرح کا جانی، مالی نقصان برداشت کیا مگر ان اصولوں کی خلاف ورزی نہ کی اور تحقیق کا نہایت اعلیٰ معیار قائم کیا۔ روایت (اسناد کی تصدیق) اور درایت (متن کی صحت کی عقل و فکر کی کسوٹی پر جانچ پڑتال) کے یہ اصول سماجی علوم اور زبان و ادب میں بھی تحقیق و تنقید کے لیے استعمال ہو رہے ہیں۔ تصوف میں بھی تحقیق و تنقید کے لیے یہ اصول استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

بعض کتبِ تصوف میں موجود متنی اغلاط:۔ تصوف کے مخالفین کی تصوف کی کتب میں دست درازیوں کے علاوہ تصوف کے حامی، غیر محتاط رویہ اختیار کرنے والے، دوستوں کی وجہ سے بھی صوفیانہ ادب اور صوفیانہ تحریک کو ہر دور میں بہت نقصان پہنچا ہے۔ ایسا اب بھی ہو رہا ہے۔ تصوف دوست حضرات کے بے احتیاطی اور غیر ذمہ دارانہ اندازِ تحریر کی وجہ سے بھی لوگ تصوف سے دور ہٹ رہے ہیں۔

میرے پیشِ نظر خواجہ شمس الدین عظیمی کی کتاب 'ذات کا عرفان' ہے۔ یہ کتاب مکتبۂ عظیمیہ لاہور سے 2003ء میں شائع ہوئی۔ صوفیانہ ادب میں خواجہ شمس الدین عظیمی اور ان کے رفقاء کی گراں قدر خدمات محتاجِ بیان نہیں۔ ان کے افکار بھی نہایت اعلیٰ، راست اور قابلِ تعریف ہیں۔ ان کی اس تحریر میں قرآنی آیات، احادیث اور روایات بغیر حوالہ جات کے دی گئی ہیں۔ اکثر مقامات پر اعراب بھی نہیں دیئے گئے۔ متنی اغلاط بھی نظر آتی ہیں۔ مثلاً

1۔ صفحہ نمبر 27 پر قرآنی آیت ''**اللہ نور السموات والارض**'' بغیر اعراب، حوالہ اور ترجمہ کے دی گئی ہے۔ اس میں لفظ **السموات** بھی غلط (**السمٰوٰت**) درج کیا گیا ہے۔

2۔ صفحہ نمبر 34 پر ہے:

''۔۔۔۔۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔۔۔۔۔''

''ایک دن دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی''

اس حدیث کا عربی متن اور حوالہ نہیں دیا گیا۔

3۔ صفحہ نمبر 47 پر دیا گیا قرآنی آیت کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

''اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے لیے خرچ نہیں کرتے، ان کے لئے عذاب الیم کی بشارت ہے''۔(قرآن)

مندرجہ بالا آیات کا عربی متن اور حوالہ نہیں دیا گیا۔

4۔ صفحہ نمبر 56 پر دیا گیا فارسی شعر بھی درست نہیں۔ اس کا حوالہ اور ترجمہ بھی نہیں دیا گیا۔ شعر ملاحظہ کریں ؎

برمزارِ ماغریباں نے چراغے نے گُلے نے پر پروانہ سوزو نے صدائے بلبلے

درست شعر اس طرح سے ہے ؎

برمزارِ ماغریباں نے چراغے نے گلے نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بُلبلے

5۔ صفحہ نمبر 73 پر دی گئی آیت کا متن درست نہیں۔ نہ تو اعراب دیئے گئے ہیں اور نہ ہی ترجمہ۔ اس کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا۔ کتاب میں دی گئی آیت کا متن ملاحظہ کریں۔ خط کشیدہ الفاظ درست نہیں ہیں۔

والراسخون فی العلم یقولون آمنا به هم من عند ربنا ٥

درست آیت، اس کا ترجمہ اور حوالہ یہ ہے:

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ العمران [3:7]

اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہلِ دانش کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا نوعیت کی متنی اغلاط تمام کتاب میں موجود ہیں۔ اکثر کتب میں اس طرح کی اغلاط نظر آتی ہیں۔ اس ضمن میں ایک اور مثال ملاحظہ کریں۔ کتاب ''عشقِ پنجتن'' محمد عمران یوسفی تاجی کی تالیف و تصنیف ہے۔ یہ 26 محرم الحرام 1430ھ کو کراچی سے شائع کی گئی۔ کتاب کا موضوع، اس کا نفسِ مضمون، کتابت، طباعت نہایت اعلیٰ، معیاری اور دلکش ہے۔ اس میں بھی زیادہ تر قرآنی آیات، احادیث، روایات و واقعات کے حوالہ جات نہیں گئے۔ آیات و احادیث کے صرف تراجم دیئے گئے ہیں۔ بعض آیات و احادیث کے ساتھ نامکمل حوالے دیئے گئے ہیں۔ مثلاً

1۔ صفحہ نمبر 19 پر ایک قرآنی آیت کا ترجمہ بغیر اصل متن (عربی عبارت) کے دیا گیا ہے اور سورۂ مقدسہ کا نام بھی غلط دیا گیا ہے۔ ترجمہ اور حوالہ یوں دیا گیا ہے:

''آپ فرمائیں میں اس پر تم سے اُجرت نہیں مانگتا مگر اہلِ بیتؓ کی محبت'' (483)

سورۂ مقدسہ کا درست نام ''شوریٰ'' ہے۔

2۔ صفحہ نمبر 25 پر بغیر عربی متن اور حوالہ کے درج ذیل حدیث لکھی ہوئی ہے:

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''اہلِ بیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو اس محبت پر انتقال ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوگیا''۔

3۔ اس کتاب میں قریباً تمام حکایات اور واقعات بغیر حوالہ کے دیئے گئے ہیں۔ مثلاً صفحہ نمبر 119 پر ''امام حسنؓ کا صبر'' کے عنوان سے درج ذیل حکایت درج ہے:

''ایک حکایت میں ہے کہ حضرت امام حسنؓ کوفہ میں اپنے مکان کی دہلیز پر تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی آپؓ کے پاس آیا اور آپؓ کو اور آپ کے ماں باپ کو گالیاں بکنے لگا۔ آپؓ اُٹھے اور فرمایا اے اعرابی! تجھے بھوک لگی ہے یا پیاس یا کوئی اور مصیبت تجھے لاحق ہے مجھے بتا تا کہ میں تیری امداد کروں حالانکہ وہ دیہاتی مسلسل آپ کو اور آپ کے والدین کو ایسا ویسا کہے جا رہا تھا۔ حضرت حسنؓ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ درہموں کی ایک تھیلی لا کر اس کو دے دو۔ غلام نے حکم کی تعمیل کی تو حضرت حسنؓ نے فرمایا اے اعرابی! معاف کرنا۔ میرے گھر میں اس کے علاوہ کچھ موجود نہ تھا۔ ورنہ میں تمہیں دینے سے دریغ نہ کرتا۔ جب اس دیہاتی نے آپؓ کی یہ بات سنی بے اختیار پکار اُٹھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؓ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے ہیں۔ اور میں تو آپ کے صبر کا امتحان لے رہا تھا''۔

محترم محمد عمران یوسف تاجی نے مندرجہ بالا حکایت کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ بندۂ عاجز کی تحقیق کے مطابق یہ حکایت ارمغانِ موہوب ترجمہ کشف المحجوب کے صفحہ نمبر 114 پر درج ہے۔ کسی تصنیف و تالیف کو مستند اور قابل اعتماد بنانے کے لیے ضروری حوالہ جات ضروری دینے چاہئیں۔ علمی دیانت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جن کتب و رسائل اور مآخذات سے استفادہ کیا جائے ان کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

معیاری و مستند کتبِ تصوف:۔ تصوف کی چند ایک کتب ایسی بھی نظر آتی ہیں جن میں تحقیق و تنقید، تصنیف و تالیف اور ترجمہ کے تمام اصول و ضابطہ کی کافی حد تک پابندی کی گئی ہے اور اعلیٰ ادبی معیار کی کتب تصنیف کی گئی ہیں۔ عقلِ بیدار تصنیف سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ و شرح از فقیر عبدالحمید سروری قادری کلاچوی، عرفان (حصہ اول) اور عرفان (حصہ دوم) تصانیف حضرت قبلہ فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، سرِ دلبراں تصنیف حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ میں حقِ تصنیف و تالیف اور حقِ تحقیق و تنقید احسن طور پر ادا کیا گیا ہے۔ حوالہ و حواشی دیئے گئے ہیں۔ قرآن آیات و احادیث کے عربی متون اور تراجم دیئے گئے ہیں۔ فارسی اشعار کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے اور شعراء کے نام بھی ساتھ ہی دیئے گئے ہیں۔ الحاج بشیر احمد ناظم نے کشف المحجوب کے ترجمہ میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ مترجم نے ترجمہ کرنے سے پہلے قوت القلوب، کتاب اللمع، طبقات الصوفیہ، التعرف، رسالہ قشیریہ، تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس کا بغور مطالعہ کیا۔ اس کے بعد کشف المحجوب کے پانچ عدد متون کا تنقیدی و تقابلی جائزہ لے کر ان میں پائی جانے والی اغلاط کی نشاندہی کی اور درست متن اخذ کیا۔ اسی طرح انہوں نے کشف المحجوب کے انگریزی، پنجابی، اردو تراجم کا تقابل و موازنہ کیا، ان کے محاسن و معائب سے آگاہ ہوئے اور صحیح متن کے تعین کے بعد ترجمہ کیا۔

حکومتی سطح پر علمِ تصوف کی تعلیم و ترویج کے تقاضے:۔ مندرجہ بالا معروضات کا حاصل یہ ہے کہ صوفیانہ ادب کی حفاظت، تطہیر اور ترویج کے لیے تصوف، ملفوظات، مکتوبات، تعلیمات، توضیحات پر مبنی کتب کے ترجمہ و تشریح کے وقت نہایت ضروری ہے کہ تحقیق و تنقید اور ترجمہ کے اصول مدنظر رکھے جائیں اور ان کی سختی سے پابندی کی جائے۔ ایم اے۔ ایم فل، پی ایچ ڈی کی سطح پر اسلامیات، نفسیات، اقبالیات و دیگر سماجی علوم (Social Siences) کے تحقیقی مقالہ جات لکھنے کے لیے تحقیق و تنقید اور ترجمہ کے اصولوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے بعد پی۔ ایچ۔ ڈی سکالرز کی نگرانی میں ریسرچ سکالرز تحقیق کے مراحل طے کرتے ہوئے مقالے تحریر کرتے ہیں جن میں ایک ضابطہ کے تحت حوالے و حواشی اور تعلیقات (توضیحات) دی جاتی ہیں۔ آخر پر اشاریہ بھی دیا جاتا ہے اور کتابیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شعبہ تصوف میں بھی

تحقیق وتنقید، تالیف وتصحیح اور تصنیف وتالیف کے لیے یہی تحقیقی وتنقیدی اسلوب اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی تعلیم کے لیے کئی مستند کتابیں بھی موجود ہیں۔ افادۂ عام کے لیے جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

تدوین وتحقیق روایت از ڈاکٹر رشید حسن خان، اصولِ تحقیق وترتیب متن از ڈاکٹر خلیق انجم، اصول تحقیق وترتیب متن از ڈاکٹر تنویر علوی، تدوینِ متن کے مسائل (مجموعہ مقالات) مرتبہ ڈاکٹر عابد رضا بیدار، متنی تحقیق از ڈاکٹر خلیق انجم۔

ہمارے خانقاہی نظام میں خانقاہوں کے ساتھ مساجد اور مدرسے بھی مسلک رہے۔ صوفیہ نے روحانی تعلیم، فقہی تعلیم اور عبادت کو یکساں اہمیت دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی صوفیہ نے تصوف کی تعلیم وتربیت کے لیے تصنیف وتالیف اور ترجمہ کے کام بھی جاری رکھے اور اپنے دروس میں قرآن وحدیث کی روشنی اور سائے میں تصوف کی تعلیم بھی دیتے رہے ہیں۔ مخلصین کا یہ گروہ ہر دور میں موجود رہا ہے اور آج بھی موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس گروہ میں تنظیم پیدا کی جائے اور ام العلوم (تصوف) کی تعلیم کے لیے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق کوششیں کی جائیں۔

عزیزانِ من! اسلام اور اسلامی تصوف کا جسم وجان کا سا رشتہ ہے۔ دین اسلام کی اشاعت میں صوفیائے کرام نے فکری وعملی لحاظ سے نہایت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جب تک اس رشتے کو اہمیت دی جاتی رہی، اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہے اور افراد ومعاشرہ کی روحانی واخلاقی تربیت ہوتی رہی۔ جب اہلِ اسلام نے دین سے دوری اختیار کی تو تصوف بھی ان کی نظروں میں اہم نہ رہا۔ مادی ترقی کے جذبہ سے مغلوب ہو کر مسلمانوں نے دین ودینی تعلیمات کو نظرانداز کرنا شروع کر دیا۔ دین کو صرف فلسفۂ ثواب وگناہ کی شکل میں اہمیت دینا شروع کر دی۔ روحِ دین کو نظرانداز کرنا شروع کر دیا۔ سکول و کالج و یونیورسٹی کی سطح پر سائنسی وفنی تعلیم کو خصوصی اہمیت دی جانے لگی۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، کمپیوٹر سائنس، نفسیات اور میڈیکل سائنس وغیرہ کی تعلیم کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ یہ علوم مادی ترقی اور اعلیٰ سماجی مناصب ومقامات حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔ دوسری طرف اسلامیات، اردو زبان وادب، تصوف ودیگر سماجی علوم (عمرانیات، سیاسیات، وغیرہ) کو اس قدر اہمیت نہیں دی جاتی کیونکہ ان کی تعلیم حاصل کر کے حصولِ روزگار میں نہایت دشواریاں پیش آتی ہیں۔

ہمارا دین چاہتا ہے کہ ہم روحانی، اخلاقی، مادی، سماجی، نفسیاتی، معاشی غرضیکہ ہر لحاظ سے متوازن ترقی کریں۔ ہمیں دنیوی علوم کے ساتھ دینی وروحانی علوم میں بھی بھرپور دلچسپی لینی چاہیے۔

اس ضمن میں حکومتِ پاکستان کو چاہیے کہ جس طرح سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر اسلامیات، اردو اور اقبالیات کی بنیادی سطح سے لے کر پی ایچ ڈی کی سطح تک تعلیم دی جاتی ہے، اسی طرح علمِ تصوف کی بھی تعلیم دی جائے۔ کئی یونیورسٹیوں میں شعبۂ اردو کے تحت یا الگ سے شعبہ اقبالیات کے تحت 'اقبالیات' کی ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تعلیم دی جا رہی ہے۔ ایم فل اقبالیات اور پی ایچ ڈی اقبالیات کی تعلیم کو ایم فل اردو اور پی ایچ ڈی اردو کے مساوی حیثیت حاصل ہے۔ اس طرح اعلیٰ سطح پر فکرِ اقبال پر تحقیق وتنقید اور اس کی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ جاری ہے جس سے افراد ومعاشرہ کی تعلیم وتربیت میں بہت زیادہ مدد مل رہی ہے اور تعلیم یافتہ افراد ہائر ایجوکیشن کمیشن سے منظور شدہ ڈگری حاصل کر کے مناسب روزگار بھی حاصل کر رہے ہیں۔

''اقبالیات'' کی طرح سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر'اسلامی تصوف' کی تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔اس سے افرادِ معاشرہ کی تربیت میں مدد ملے گی۔جعلی پیروں،فقیروں کا قلع قمع ہوگا۔لوگ مادی ترقی کے ساتھ روحانی تعلیم و تربیت اور ترقی بھی حاصل کریں گے۔

تصوف ایک سائنسی علم ہے۔نفسیات میں صرف ذہن اور ذہنی اعمال کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔نفسیات اس بات کی وضاحت نہیں کرسکی کہ خیالات کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ خیالات کے اصل مآخذات کیا ہیں؟ قلب،نفس، روح اور ذہن کی اصل ماہیت کیا ہے اور ان کا باہمی،فکری ربط وضبط کس طرح کا ہے؟

نفسیات ایک اُدھورا علم ہے۔اس میں اعلیٰ کردار کی وضاحت نہیں ملتی۔اس کے مقابلے میں تصوف،مکمل اور جامع علمِ نفسیات ہے۔اگر حکومت نفسیات کی طرح 'تصوف' کے علم کی ترویج کا اہتمام کرے اور ماہرین نفسیات کی طرح 'تصوف' کی ایم ایس سی تصوف، ایم فل تصوف اور پی ایچ ڈی تصوف کی سطح پر تعلیم کا اہتمام کرکے،کوالیفائیڈ خواتین و حضرات کو لوگوں کے نفسیاتی و روحانی امراض کے علاج کے لیئے کلینک کھولنے اور پریکٹس کرنے کی اجازت دے تو لوگ اس کی تعلیم میں بھرپور دلچسپی لیں گے اور ماہرینِ نفسیات سے بڑھ کر سماجی خدمات سرانجام دیں گے۔

دنیا کے اکثر ترقی یافتہ ممالک اس حقیقت کا ادراک کرچکے ہیں کہ'نفسیات' اپنے ''طریق کار'' سے اب تک مذہبی تجربہ کو بطور ایک ذریعہ علم ثابت کرنے میں ناکام رہی ہے۔کئی مغربی یونیورسٹیوں میں روحانی تعلیم (تصوف) کو تجربہ وتحقیق سے جدید علوم مثلاً فکری طبیعات، ادب، آرٹ، حیاتیات، تقابلہ مذاہب وغیرہ کی روشنی میں سمجھنے کے لیے ایک نئی نفسیات کے شعبہ کی بنیاد رکھی گئی ہے جسے ''عمیق نفسیات'' کا نام دیا گیا ہے۔

پاکستان کی یونیورسٹیز کو بھی چاہیے کہ قیمتی علمی اثاثہ ''اسلامی تصوف'' پر تحقیق کے لیے اور اس کی جدید سائنسی بنیادوں پر تعلیم کے لیے شعبہ ''اسلامی تصوف اور روحانی علوم'' قائم کریں۔اقبالیات کی ترویج کے لیے قائم اداروں، بزمِ اقبال اور اقبال اکیڈمی کی طرح 'بزمِ صوفیہ' 'مشائخ اکیڈمی' 'صوفی اکیڈمی' کے ناموں سے ادارے قائم کرکے تصوف کے شعبہ میں تحقیق،تعلیم اور ترویج کے کاموں کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

جس طرح مدرسوں میں رائج ''درسِ نظامی'' کی تعلیم کو حکومتی سطح پر تسلیم کیا گیا ہے اسی طرح ''اسلامی تصوف'' کی ضرورت واہمیت کو بھی تسلیم کرکے ان کی تعلیم کا اہتمام ہونا چاہیے کیونکہ ''تصوف'' کی تعلیم سے مدرسہ اور سکول وکالج کی تعلیم کے خلاء کو پر کیا جاسکے گا۔اس طرح دینی ودنیوی تعلیم کے ساتھ روحانی تعلیم وتربیت کے اہتمام سے صحت مند معاشرہ جنم لے گا۔فرقہ واریت، دہشت گردی اور تعصب سے نجات ملے گی اور لوگ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی، روحانی اور ذہنی ترقی بھی کریں گے۔

تمام صوفیائے کرام کتابوں، مکتوبات، ملفوظات اور خطباتِ روحانی سے،تصوف کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور تربیت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے ہیں۔

پاکستان کی بعض یونیورسٹیز میں ایم اے اسلامیات کے کورس میں'اسلامی اخلاق وتصوف' کا مضمون شامل ہے۔اسی طرح ایم ایس سی نفسیات کے سلیبس میں بھی اسلامی تعلیمات کے حوالے سے انسانی شخصیت کا مطالعہ کرنے

کے لیے ایک مضمون شامل کیا گیا ہے۔ تصوف میں 'کامل انسان' کا واضح تصور دیا گیا ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کا نظام پیش کیا گیا ہے جس پر عمل کر کے مثالی شخصیات سامنے آئی ہیں جنہوں نے اسلام کی تبلیغ و ترویج اور خدمتِ خلق کی شاندار مثالیں قائم کی ہیں۔

تصوف، مذہب کی سائنسی شکل ہے۔ یہ عصر حاضر کے انسان، خصوصاً مسلمان کی فوری ضرورت ہے۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے سات خطبات تحریر کے جن میں سے پہلے دو خطبات ''علم اور مذہبی مشاہدات'' اور ''مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار'' اسلامی تصوف کے نفسِ مضمون کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے فرزند ڈاکٹر جسٹس (ر) جاوید اقبال اپنی کتاب ''خطباتِ اقبال...... تسہیل و تفہیم'' کے صفحہ نمبر 54 پر لکھتے ہیں:

> ''اسلامی تمدن کے عروج کے زمانے میں جب ہم ''روشن خیال'' تھے مگر یورپ ''تاریک ادوار'' سے گزر رہا تھا، تو ہمارے روایتی مدرسوں ہی سے کندی، فارابی، ابن سینا، ابن رشد، غزالی، ابن العربی، ابن خلدون، البیرونی جیسی سیکڑوں نادر ہستیاں نکلیں اور دیگر علوم کے علاوہ بقول اقبال مسلمان جدید سائنس کے موجد قرار پائے۔ یعنی ہمارے یہی مدرسے علوم کے مراکز تھے اور ہماری ہی نقل کرتے ہوئے یورپ کے کلیسا یا خانقاہوں نے تعلیمی مراکز کی صورت اختیار کی اور بالآخر جدید یونیورسٹیاں بنیں۔ ہمارے صوفیائے کرام اپنی خانقاہوں یا ''تکیوں'' میں عرفاء کی ایسی مجالس منعقد کرتے جو بذریعہ ذکر و فکر اپنے مریدوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کرتے اور انہیں اس قابل بناتے کہ مذہبی تجربے سے گزر کر حقیقتِ مطلقہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔ لیکن آج نہ تو مدرسوں سے ایسی توقع رکھی جا سکتی ہے نہ ایسے عرفاء مل سکتے ہیں جو نئی نسل کے مسلم مریدوں کو بقول اقبال مرشدوں کی حیثیت سے اس علم سے روشناس کرا سکیں۔ ایسا اب ممکن نہیں۔ مگر ایسا عین ممکن ہے کہ ہماری یونیورسٹیوں میں نفسیات یا نفسیاتی تجزیہ کے شعبے کے تحت ایک مستقل شعبہ تحقیق مذہبی یا روحانی تجربہ کے نام پر قائم کیا جائے جو اس مسئلہ کی مختلف جہتوں کا جائزہ لے۔......

مندرجہ بالا معروضات کے پیشِ نظر صدرِ پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، وفاقی وزیر تعلیم، وزیر اعلیٰ، صوبائی وزیر تعلیم، چیئرمین ہائر ایجوکیشن، یونیورسٹیز کے وائس چانسلرز سے درخواست ہے کہ وہ 'تصوف اور روحانی علوم' کی تعلیم کے لیے سکول، کالج اور یونیورسٹیز کی سطح پر مڈل تا پی ایچ ڈی کے لیول پر تعلیم کے لیے اپنے منصب اور اختیارات بروئے کار لاتے ہوئے ضروری اقدامات فرمائیں۔

بندہ عاجز نے برسوں کی تحقیق کے بعد مختلف کلاسز میں تصوف اور روحانی علوم کی تحقیقی بنیادوں پر تعلیم کے لیے حکومت کی رجسٹرڈ شدہ 'لرننگ اینڈ سکلز کونسل' اور منظور شدہ 'ایجوکیٹرز اینڈ لرنرز ویلفیئر آرگنائزیشن' کے تحت کورس اور سلیبس وضع کر کے تعلیم کا آغاز کر دیا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ کی سرپرستی سے حکومتی سطح پر اس نظامِ تعلیم و تربیت کو پذیرائی حاصل ہو گی اور حکومتی سطح پر تصوف اور روحانی علوم پر تحقیق اور تعلیمی اداروں میں ان کی تعلیم کا آغاز کر دیا جائے گا۔

حاصل کلام:۔ حاصل کلام یہ ہے کہ:

1۔ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق سائنسی علوم کی طرح تجرباتی و مشاہداتی اسلوب اختیار کرتے ہوئے تصوف کی بھی تعلیم دی جائے۔ مغرب میں سائنسی بنیادوں پر سپر چوالزم پر تحقیق و تنقید کی جاری ہے اور اسے سائنسی بنیادوں پر ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اہلِ مغرب کے سائنسی طرزِ فکر اور مشاہداتی و تجرباتی اسلوب کی وجہ سے

لوگ سپرچوالزم کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔نوجوان یوگا، ہپناٹزم، ریکی، این ایل پی تکنیکس و دیگر روحانی علوم سیکھ رہے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بھی سائنسی طریقہ کار، سائنسی اسلوب اور طرزِ بیان اختیار کرتے ہوئے اسلامی تصوف کے روحانی، تجرباتی و مشاہداتی پہلو اجاگر کریں اور اسلامی سپرچوالزم (تصوف) کی عجمی و غربی سپرچوالزم پر برتری ثابت کریں۔

2۔ تصوف کی بعض کتب کے ترجمہ واصل متن میں مخالفِ تصوف عناصر نے ایک سازش کے تحت غیر اسلامی نظریات اور مواد شامل کر دیا ہے۔اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ایسی کتب کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لے کر انہیں غیر اسلامی نظریات اور تحریفات سے پاک کیا جائے۔

3۔ تصوف کے مطالعہ، حفاظت اور ترویج کے لیے تحقیقی وتنقیدی شعور کے استعمال کی تربیت دی جائے تاکہ آنے والی نسلیں اس قیمتی علمی وروحانی ورثہ کو تحریف سے محفوظ رکھ سکیں۔

4۔ سرکاری سطح پر تصوف کی تعلیم، اس پر تحقیق اور اس کی ترویج کا اہتمام کیا جائے۔اور فارغ التحصیل سٹوڈنٹس کو اسلامیات اور نفسیات کے معلمین، لیکچررز اور پروفیسرز کی طرح سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں روزگار مہیا کیا جائے۔''نفسیاتی علاج کے ماہر علوم روحانی'' کو ماہرینِ نفسیات کی طرح قانونی طور پر پریکٹس کی اجازت دی جائے۔تاکہ تعلیم وتربیت کے ساتھ روزگار بھی فراہم ہوتا رہے۔اس طرح ماہرینِ فن یکسوئی کے ساتھ تصوف کی ترویج اور خدمتِ خلق کے فرائض سرانجام دے سکیں گے۔

5۔ ہم سب کو درست صوفیانہ طرزِ فکر اور طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنے روحانی تعلق کو سمجھنا اور اسے مضبوط بنانا ہے۔انسان کی تخلیق کا مقصد یہی ہے اور اسے ہی بندگی قرار دیا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ الذاریات[51:56]

اور میں نے جنّات اور انسانوں کو صرف اسی لیے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں ؎

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

سورۃ ملک میں یہ حقیقت اس طرح بیان کی گئی ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾ ملک[67:02]

جس نے موت اور زندگی کو (اس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے، اور وہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے ○

سورۃ العصر میں ضابطہ حیات یوں بیان ہُوا:

وَ الْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ العصر[103:1-3]

زمانہ / نمازِ عصر / وقتِ عصر / زمانۂ بعثتِ مصطفی (ﷺ) کی قسم ○ بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمرِ

عزیز گنوا رہا ہے)o سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغِ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب وآلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہےo

سورۃ العصر میں ارشاد ہُوا ہے کہ اگر کوئی انسان درج ذیل اصول وضوابط کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے تو خسارے میں نہیں ہے:

1- ایمان لاتا ہے۔
2- نیک کام کرتا ہے۔
3- دوسروں کو بھی پیغامِ حق پہنچاتا ہے اور اس سلسلہ میں تمام مشکلات کا صبر سے سامنا کرتا ہے۔
4- دوسروں کو بھی حق گوئی، بے باکی، صبر اور عملِ پیہم کی تلقین کرتا ہے۔

گویا انسان کی زندگی کا مقصد اس وقت پورا ہوتا ہے جب انسان

1- اپنی حقیقت، حیثیت، مقام اور مرتبہ کو پہچان لے۔ یعنی معرفتِ نفس حاصل کرے۔
2- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے روحانی تعلق کو سمجھ کر اسے مضبوط کرے۔ یعنی اخلاقِ حسنہ سے متصف ہو کر اپنی شخصیت کی تکمیل کرے۔
3- مخلوقِ خدا کی خدمت سرانجام دے۔ انہیں حق پرستی کی تلقین کرے۔

تاریخ انسانی اور خصوصاً تاریخ اسلامی کے مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے زندگی کا حقیقی مقصد سمجھا اور اس کے حصول کے لیے دل وجان سے کوشش کی، مقامِ ولایت پر فائز ہوئے، انہوں نے نہ صرف خود فلاح پائی بلکہ ہزاروں، لاکھوں دیگر انسانوں کو بھی راہِ حق پر چلایا اور واصل حق کیا۔ ان اصحاب نے دل وجان سے، نہایت صدق وخلوص سے اسلامی تعلیمات کو سمجھا اور ان پر عمل کیا۔ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے مخلوقِ خدا کی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور اطاعت وبندگی کے اعلیٰ نشان قائم کر گئے۔ تمام صوفیہ کرام اور اولیائے عظام شریعت اسلامیہ کی مکمل پیروی کی وجہ سے ہی ان اعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے۔ یہی قانونِ فطرت ہے۔ کوئی بھی خلوص دل سے شریعت اسلامیہ کی پیروی کے بغیر مقصدِ حیات کو نہیں پا سکتا۔ وہ لوگ جاہل، سرکش اور دین کے باغی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہیں کرتے، اولیاء اللہ کے راستے پر صدق اور خلوص سے گامزن نہیں ہوتے اور صوفی، درویش اور بزرگ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اولیاء اللہ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اہلِ تصوف کی تین اقسام:- حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں اہلِ تصوف کی تین اقسام بیان فرماتے ہیں:

1- **صوفی** جو شریعتِ مطہرہ پر عمل کر کے واصلِ حق ہو جاتا ہے۔
2- **متصوف** جو صوفیا کی حقیقی طور پر پیروی کی کوشش کرتا ہے اور ذاتِ حق میں فنا کی تمنا رکھتا ہے۔

3- **مُتصوف** جو صوفی کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتا، مال و دولت، جاہ وحشمت اور حفظِ دنیا کے لیے صوفی بننے کا ڈھونگ رچاتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو اور دیگر افراد کو بھی دھوکا دیتا ہے۔ صوفیا کے نزدیک ایسا شخص ایک مکھی جیسا ہے اور عوام کے نزدیک وہ بھیڑیے کی طرح ہے۔(484)

یہ بات نہایت افسوس کے قابل ہے کہ آج کل 'صوفی' کہیں نظر نہیں آتے۔ متصوف یعنی اس راہ پر صدق وخلوص سے چلنے والے بھی نظر نہیں آتے۔ ہر طرف جعلی پیر فقیر، عامل، بازاری پیر فقیر نظر آتے ہیں جو خود بھی گمراہ ہیں اور مخلوقِ خدا کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائی اور بہنیں اس قدر سادہ لوح ہیں کہ جس کسی کو سبز لباس پہنے دیکھتے ہیں، بزرگ مان لیتے ہیں۔ کسی خراب اور خستہ حال ملنگ کو دیکھتے ہیں تو اسے خدا رسیدہ سمجھ لیتے ہیں۔ تعویز دھاگے کرنے والے کاروباری عاملوں کو بزرگ سمجھ کر انہیں اولیاء کا مقام دیتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ جہالت ہے۔

متصوفین کے لیے ضابطۂ عمل: حقیقی اسلامی تصوف کو سمجھنے کے لیے، صوفیا کی تعلیمات سے آگاہی کے لیے اور زندگی کا حقیقی مقصد حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر عمل ضروری ہے:

1- سب سے پہلے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہی حاصل کریں اور ان پر عمل کریں۔
2- تمام عبادات اور معاملاتِ زندگی اسوۂ حسنہ کے مطابق سرانجام دیں۔
3- نماز پنجگانہ پابندی سے ادا کریں اور ہر نماز بہتر سے بہتر طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کریں۔
4- غیر شرعی رسومات سے قطعی گریز کریں۔ کافروں کا سا حلیہ اور طور طریقے اختیار نہ کریں۔
5- کسی پیرِ کامل کی بیعت کریں اور ان کی رہنمائی میں روحانی تعلیم حاصل کریں۔
6- کشف المحجوب اور دیگر مستند کتبِ تصوف، عرفان، نورِعرفان، نور الہدیٰ، عین الفقر، عوارف المعارف، مکتوبات امام ربانی وغیرہم کا مطالعہ کریں اور اولیاء کی تعلیمات پر خلوص سے عمل کریں۔
7- اللہ تعالیٰ کا ذکر باقاعدگی سے کریں۔ روزانہ نبی کریم ﷺ کے حضور زیادہ سے زیادہ درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں۔
8- حقوق العباد اچھے طریقے سے ادا کریں۔ کسی کی حق تلفی نہ کریں۔
9- مخلوق خدا کو راحت پہنچانے کے لیے ممکن حد تک بھرپور انداز سے کوشش کریں۔ تعلیم عام کریں، لنگر جاری کریں، لوگوں کو علاج معالجہ کی سہولت مہیا کریں۔
10- اپنے اخلاق بہتر بنائیں۔ اخلاقِ حسنہ سے متصف ہوں اور اخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا پائیں۔
11- محفل ہو یا تنہائی ہر حال میں عجز وانکساری اختیار کریں۔ انسان کے تمام ظاہری و باطنی معاملات کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ہر حال میں اس کی بندگی بجالائیں۔ اسی سے محبت، عقیدت، ادب واحترام کا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔
12- رزقِ حلال کمائیں۔ رزقِ حرام سے بچیں۔ یاد رکھیں کہ رزقِ حلال کمانے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔
13- صوفیہ کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے باہمی رواداری کا مظاہرہ کریں۔ ہر ایک سے محبت سے پیش آئیں۔ باہمی اخوت اور اتفاق واتحاد کی فضا قائم کریں اور ملک وقوم کی ترقی کے لیئے علمی و عملی سطح پر فعال کردار ادا کریں۔

14- ہمارے تمام مسائل کی وجہ لادینیت ہے۔ یہ وہی دین ہے جس کی خاطر انبیاء کرام، نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیائے امت اور صوفیائے کرام نے قربانیاں دیں۔ اس دین کی خاطر سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اور آپ کے جانثاروں نے میدانِ کربلا میں اپنی جان کے نذرانے پیش کئے۔ اسی دین کی خاطر ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں نے جانوں کے نذرانے پیش کئے اور پاکستان حاصل کیا۔ کیا ہم پر فرض نہیں کہ ہم بھی اپنے اس پیارے دین کی خاطر حتی المقدور جدوجہد کریں اور ہر طرف امن وسلامتی کی فضاء قائم کریں؟ یقیناً یہ ہم سب کا فرض ہے کہ دین اسلام کی خدمت سرانجام دیں اور سلامتی وامن کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد کریں۔

15- دین اسلام چاہتا ہے کہ ہم مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی ترقی بھی کریں۔ اسلام میں دین اور دنیا کی تقسیم نہیں۔ مسلمان دنیا کے تمام کام دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق سرانجام دیتا ہے۔ وہ دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتا ہے۔ اس کی آرزو سرکارِ مدینہ ﷺ ہیں، اس کی جستجو مدینہ ہے۔ وہ رزقِ حلال کماتا، کھاتا اور کھلاتا بھی ہے۔ وہ دوسروں پر بوجھ نہیں بنتا بلکہ دوسرے کے بوجھ بھی اٹھاتا ہے۔ اس لیے خوددار انسان بنیں، علم حاصل کریں، علم پر عمل کریں۔ رزقِ حلال کمائیں اور مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی ترقی بھی کریں۔

16- ہر وقت اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو یاد رکھیں۔ ہر وقت ذکرِ قلبی میں مصروف رہیں۔ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھیں۔

17- اولیاء اللہ کے مزارات مراکزِ فیض ہیں۔ وہاں نہایت ادب سے باوضو حاضر ہوں۔ وہاں شور شرابہ نہ کریں۔ ذکر و فکر میں مصروف رہیں۔ تلاوت قرآن حکیم کریں۔ نہایت عجز وانکساری سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مدارج مزید بلند فرمائے اور ان کے روحانی فیوض وبرکات سے آپ کو بھی مستفیض فرمائے۔

18- وہ لوگ جو نمازیں ادا نہیں کرتے، حقوق العباد ادا نہیں کرتے، رزق حلال نہیں کماتے، حرام سے گریز نہیں کرتے وہ گمراہ ہیں۔ وہ ہرگز اولیاء اللہ کے پیروکار نہیں ہیں۔ وہ شیطان کے پیروکار ہیں۔ انہیں کہیں سے بھی فیض حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ صدق دل سے توبہ کریں، اسلامی تعلیمات پر صدق وخلوص سے عمل کریں۔ اس کے بعد توقع کریں کہ وہ صوفیہ سے اور ان کے مزارات سے فیض پائیں گے۔

حوالہ جات وحواشی

000- اس کتاب میں تمام آیات مقدسہ کے حوالہ جات ان کے ساتھ ہی دیئے گئے ہیں۔آیات کا عربی متن اوران کا ترجمہ ''نورالعرفان'' از ''پروفیسر طاہرالقادری'' سے کاپی کیا گیا ہے۔اسی طرح احادیث مبارکہ کے متن اور اسناد کے لیے زیادہ تر ''تفسیر تبیان القرآن''، ''شرح مسلم شریف'' اور ''شرح بخاری شریف'' از علامہ غلامہ رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ پر انحصار کیا گیا ہے۔زیادہ تر حوالہ جات بنیادی مآخذ پر مشتمل ہیں۔بنیادی مآخذ تک رسائی نہ ہونے کی صورت میں ثانوی مآخذ پر انحصار کیا گیا ہے۔ایسے اشعار اور اقتباسات جن کے اصل مآخذ تک رسائی نہ ہوسکی انٹرنیٹ اور مختلف معتبر مآخذ تک رسائی حاصل کر کے متعلقہ شعراء اور شخصیات کا متن کے ساتھ ہی اندراج دے دیا گیا ہے۔احادیث کی تخریج کے لیے ''المکتبہ الشاملۃ'' سافٹ ویئر سے بھی مدد لی گئی ہے اور متعلقہ حوالہ جات میں اس کا اندراج بھی کر دیا گیا ہے۔

☆ اسمِ ذات سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذاتی اسم ''اللہ'' اور اسمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی اسم ''محمد'' ہے۔لفظ ''ان شاء اللہ'' عام طور پر ''انشاءاللہ'' کی املا سے لکھا جاتا ہے جوکہ درست نہیں ہے۔درست املا ''ان شاء اللہ'' ہے۔ اس کتاب میں یہ لفظ درست املا سے لکھا گیا ہے۔

☆ باب نمبر 6 ''فضائل ذکروفکر (ذکروفکر کی قدروقیمت اور ضرورت واہمیت)'' تحریر کرتے وقت موضوع سے متعلقہ کتب کے علاوہ علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر تبیان القرآن، شرح بخاری شریف، شرح مسلم شریف اور ''عبدالقادر عیسیٰ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ'' کی کتاب ''تصوُّف کے روشن حقائق'' سے خصوصی طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ذکرِ الٰہی کے فوائد لکھتے وقت، محمد کریم سلطانی کی کتاب ''ذکرِ الٰہی'' مطبوعہ مکتبہ صبح نور، (باراول، 2012ء) سے بہت زیادہ مدد ملی۔ذکرِ الٰہی کے موضوع پر یہ مستند، تحقیقی کتاب ہے۔بندہ عاجز نے ذکرِ الٰہی کے فوائد کے ضمن میں اس کتاب کا خلاصہ منضبط کرنے کی کوشش کی ہے۔

☆ اس کتاب کا باب نمبر 7 ''فضائل درود شریف'' بندہ عاجز کی ایک مطبوعہ کتاب پر مشتمل ہے۔اس باب کی تیاری میں دیگر مستند کتب کے علاوہ جلاء الافہام، سعادۃ الدارین، کنز العمال، فضائل درود شریف از'' مولانا زکریا''، فضائل درود شریف از'' نور محمد''، ''نذیر نقشبندی'' سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔اختصار کے پیشِ نظر بعض حوالہ جات متن کے ساتھ ہی دیے گئے ہیں اور ان کے لیے درج ذیل مخففات استعمال کیے گئے ہیں۔

کنز=کنزالعمال، ج=جلاء الافہام، س=سعادۃ الدارین، فض=فضائل آداب درود شریف، فض ن=فضائل درود وسلام از نور محمد/نذیر نقشبندی، ق ن=قلمی نسخہ

☆ باب نمبر 8 ''فضائلِ اخلاق اور فضائل اعمال وصدقات'' کی تیاری میں پروفیسر تنویر بخاری کی کتاب ''اسلامی اخلاق وتصوف''، پروفیسر خدا بخش کی کتاب ''اسلامی اخلاق وتصوف'' اور عالم فقری کی مرتب کردہ کتاب ''سُنّی فضائل صدقات'' سے خصوصی طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔دیگر ابواب تحریر کرتے وقت مصادرِ اسلام کی بنیادی کتب، تصوف کی مستند کتب، تمام سلاسلِ حق کی تعلیمات اور خصوصاً قادری سروری سلسلہ کی کتب (نور الہدیٰ، عین الفقر، عرفان حصہ اول ودوم، الہامات، حیاتِ سروری، وغیرہ) کو خصوصاً پیش نظر رکھا گیا ہے۔

☆ نوٹ:۔کتاب ''جادو، جنات، اسلام اور جدید سائنس'' سے بھی استفادہ کیا ہے اور اس کے حوالہ جات دیے گئے ہیں۔اس کتاب میں دراصل درج ذیل چار کتابیں شامل ہیں:

1۔ الصارم البتار فی التعدی للسحرۃ الاشرار
2۔ استاد بشیر کے تیس سالہ تجربات کا نچوڑ
3۔ جنات اور جادو، حقیقت اور علاج
4۔ جادو اور کہانت از شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

معروضات

001- سلطان الطاف الٰہی، ڈاکٹر، باہو نامہ (لاہور: فیصل ناشران کتب، ستمبر 2007ء) ص5

002- سلطان الطاف الٰہی، ڈاکٹر، باہو نامہ، ص6

003- سلطان الطاف الٰہی، ڈاکٹر، باہو نامہ، ص9

004- Mohammad Iqbal, Dr. Allama, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, (Lahore: Iqbal Academy, 3rd Edition, 2015), P. xxi

005- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، (لاہور: بزمِ اقبال، جنوری 2010) ص35 تا 36

مقدمہ

001- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء) ص ۵۲/ ۳۴۴

002- ایضاً ص ۹۷/ ۳۸۹

003- ایضاً ص ۱۸/ ۳۱۰

004- ایضاً ص ۹۴/ ۳۸۶

005- ایضاً ص ۱۵۶/ ۴۴۸

006- شویب حَرِیفیش، الشیخ، ''الروض الفائق فی المواعظ والرقائق''، ترجمہ: ''حکایتیں اور نصیحتیں''، مترجم: مجلس المدینۃ العلمیہ، (کراچی: مکتبۃ المدینہ، ب ن، اکتوبر، ۲۰۰۸ء) ص ۲۷ تا ۵۷

007- محمد زکریا، مولانا، ''فضائل حج''، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن) ص ۵۹ تا ۶۲

008- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، ص ۴۳/ ۳۳۵

009- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضربِ کلیم، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص ۳۶/ ۴۹۸

010- دیکھیں: محمد ادریس، مضامینِ تصوف، (لاہور: دوست ایسوسی ایٹس، ۲۰۰۳ء)، نیز، عبدالرحمٰن گیلانی، شریعت وطریقت (لاہور، مکتبہ السلام، ۲۰۰۱ء)

011- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، ۵۸/ ۱۶۶۴

012- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، ص ۱۶۱/ ۴۵۳

013- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، ص ۱۲۴/ ۴۱۶

014- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضربِ کلیم، ص ۹۶ ۴۴ ۳/

015- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ موہوب، مترجم: الحاج بشیر حسین ناظم، (لاہور: کرمانوالہ بک شاپ، اول، جولائی 2007ء) ص76

016- دیکھیں: محمد ادریس، مضامینِ تصوف

017- اگرچہ آج اہلِ مغرب خود تو روحانیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور صوفیانہ واردات کو تسلیم کر رہے ہیں؛ دیکھیے: سلطان بشیر محمود، ماورئی، اسلام آباد، دارالحکمت انٹرنیشنل، ۲۰۰۶ء

018- عبدالعزیز کمال، اقبال اور جدید علمِ کلام، مشمولہ: صحیفہ اقبال، مرتبہ: یونس جاوید، (لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۶ء)، ص ۷۴۴

019- ظفرالحسن، سید، ڈاکٹر، ''خطبہ صدارت'' درخطباتِ اقبال بحوالہ صحیفہ اقبال، مرتبہ: یونس جاوید، ص ۳۷۳

020- سمیع اللہ قریشی، خطباتِ اقبال کا پس منظر، مشمولہ: صحیفہ اقبال، مرتبہ: یونس جاوید، ص ۳۷۹

021- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، تجدید فکریاتِ اسلام، مترجم: ڈاکٹر وحید عشرت (لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۰۲ء)، ص ۱۱۲

022- ایضاً، ص ۲۳۰

023- قرآن مجید، یونس: ۶۱ ـ ۶۴

024- طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر، ''علوم میں وحدت کی تلاش''، مشمولہ: اقبالیات، جولائی، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۹۴

025- محمد حنیف ندوی، عقلیات ابنِ تیمیہ، (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۸ء)، ص ۳۱۸

026- سلطان بشیر محمود، ماوریٰ، ص ۹۹ ـ ۲۱۴

027- محمد حنیف ندوی، سرگزشتِ غزالی، (لاہور: علم وعرفان پبلشرز، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۹

028- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، تجدید فکریاتِ اسلام، ص ۹۵

029- ایضاً، ص ۲۲۰

030- دیکھیں: خطباتِ اقبال انگریزی، خصوصاً خطبہ نمبر ۱، ۲، ۳۔

031- محمد قمر اقبال، پروفیسر ڈاکٹر، ''اقبال کا سلسلہ بیعت''، مشمولہ: ''اقبال اور گوجرانوالہ''، (گوجرانوالہ: عباسی پبلی کیشنز، بار اول، اپریل ۲۰۱۳ء)، ص ۸۱ تا ۹۹

032- اعجاز الحق قدوسی، ''اقبال کے محبوب صوفیاء''، (کراچی: اقبال اکادمی، باراول، ۱۹۷۷ء)

033- سلطان محمد نجیب الرحمٰن، شمس الفقراء، (لاہور: سلطان الفقر پبلی کیشنز، دسمبر ۲۰۱۲ء)، ص ۲۰۸ تا ۲۰۹

034- فقیر نور محمد کلاچوی، عرفان، حصہ اول، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، جنوری 2009ء)، ص ۱۸ تا ۱۹

035- ایضاً، ص ۵۷ تا ۵۸

036- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، سوم، 2004ء)، ص ۸۵

037- ایضاً، ص ۲۷۶ تا ۲۷۷

038- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، مکتوب بنام سید نذیر نیازی، مشمولہ: ''مکتوباتِ اقبال''، (لاہور: اقبال اکادمی، ب ن، ۱۹۷۷ء)، ص ۱۸۱

039- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، ص ۴۶/۳۳۸

باب نمبر 1: کامیاب زندگی کا تصور

006- تعلیمِ غوثیہ، ص 316

007- محمد ذوقی، سید، سرِّ دلبراں (لاہور: فیصل ناشران کتب، 2008ء)، ص 331، 416، 548

008- عبداللطیف خان نقشبندی، تہذیبِ نفس، بحوالہ: صحیح بخاری، حدیث 5873، جلد 5، ص 2297 (لاہور: نشان پبلی کیشنز، بار اول، جولائی 2012ء)، ص 90

009- محمد ذوقی، سید، سرِ دلبراں، (لاہور: فیصل ناشران کتب، 2008ء)، ص 43 تا 44

010- محمد ذوقی، سید، سرِ دلبراں، ص 44

011- محمد ذوقی، سید، سرِ دلبراں، ص 45

012- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،(ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ،کلاچی شریف،جنوری2009ء)ص53 تا54

013- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص125

014- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص126

015- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص129

016- فقیرعبدالحمید کلاچوی،الہامات،(ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ،کلاچی شریف،سوم،2004ء)ص85

باب نمبر2: روحانیت وروحیت

017- محمداقبال،ڈاکٹرعلامہ،بالِ جبریل،مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،پنجم،مارچ1982ء)ص25

018- رئیس امروہوی،عالم برزخ (حصہ اول وحصہ دوم مکمل)(کراچی: ویلکم بک پورٹ،اول،جنوری2013ء)ص62 تا65

019- رئیس امروہوی،عالم برزخ (حصہ اول وحصہ دوم مکمل)ص64

020- رئیس امروہوی،توجہات (حصہ دوم)(کراچی: مانِنک جی سٹریٹ،اول،مئی1977ء)ص89 تا90

021- رئیس امروہوی،مراقبہ(حصہ اول ودوم مکمل)(کراچی: ویلکم بک پورٹ،اول،جنوری2013ء)ص165

022- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص106 تا108

023- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،پندرھواں،2014ء)ص12

024- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص14 تا16

025- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص236

026- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص70 تا71

027- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص237

028- محمداقبال،ڈاکٹرعلامہ،بالِ جبریل،ص156

029- غلام جیلانی برق،ڈاکٹر،من کی دنیا،ص237 تا238

030- ہپناٹزم،ص88

031- عالم برزخ،ص183 تا184

032- نفسیات ومابعدالنفسیات،ص191

033- نفسیات ومابعدالنفسیات،ص204 تا205

034- نفسیات مابعدالنفسیات،ص215

035- نفسیات مابعدالنفسیات،ص235

036- نفسیات مابعدالنفسیات،ص275

037- نفسیات مابعدالنفسیات،ص279

038- نفسیات مابعدالنفسیات،ص286

039- جنسیات حصہ دوئم،ص196 تا197

040- نفسیات ومابعدالنفسیات،ص262

041- محمداقبال،ڈاکٹرعلامہ،بانگ درا،مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،پنجم،مارچ1982ء)ص269

042- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص358 تا360

عرفان حصہ دوم (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ،کلاچی شریف،س۔ن)،ص273

حیاتِ سروری،(ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ،کلاچی شریف،دسمبر 2009ء)،ص186

043- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص56 تا58

044- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص111 تا112

045- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص361 تا368

046- رئیس امروہوی،مراقبہ(حصہ اول ودوم مکمل)(کراچی: ویلکم بک پورٹ،اول،جنوری2013ء)،ص188

047- احمد سرہندی،حضرت شیخ،کشف المعارف،مرتبہ:عنایت عارف(لاہور:فیصل ناشران کتب،بارسوم،نومبر 2011ء)،ص306 تا307

مکتوباتِ امام ربانی،جلداول(لاہور: ادارہ اسلامیات،ب۔ن،نومبر 1988ء)،ص670

مکتوبات امام ربانی کے موضوعاتی مطالعہ کے لیے''کشف المعارف''بہترین کتاب ہے۔

048- فقیرنورمحمد کلاچوی،مخزن الاسرار وسلطان الاوراد،(ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ،کلاچی شریف،س۔ن)،ص106 تا107

049- فقیرنورمحمد کلاچوی،عرفان،حصہ اول،ص113

050- امام مسلم،''صحیح مسلم''(مصر: قاہرہ،1955ء)،1:38-37'عدد1

بابِ نمبر3: روحی علوم (تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

051- ایمل کوئے،مترجم: وارث ہندی،خیال کی طاقت،(لاہور: قوسین،انارکلی،1981ء)،ص170 تا171

052- ایمل کوئے،خیال کی طاقت،ص153

053- ایمل کوئے،خیال کی طاقت،ص48

054- ایمل کوئے،خیال کی طاقت،ص50

055- ایمل کوئے،خیال کی طاقت،ص144

056- ایمل کوئے،خیال کی طاقت،ص27 تا31

057- ایمل کوئے،خیال کی طاقت،ص174 تا177

058- ایمل کوئے،خیال کی طاقت،ص35

059- محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،بانگِ درا،ص269

060- محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،بانگِ درا،ص271

061- رئیس امروہوی،نفسیات ومابعدالنفسیات(حصہ اول تاسوم مکمل)(کراچی: ویلکم بک پورٹ،اول،جنوری2013ء)،ص62 تا69

062- رئیس امروہوی،ہپناٹزم(حصہ اول وحصہ دوم مکمل)،(کراچی: ویلکم بک پورٹ،اول،جنوری2013ء)،ص187

063- محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،بانگِ درا،ص269

064- محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،بالِ جبریل،ص347

065- رئیس امروہوی،توجہات،ص106 تا107

066- خواجہ حسن نظامی،حزب البحر کے عمل اورتعویذ،(لاہور: عابد نظامی،قلعہ گوجرسنگھ،جنوری1994ء)،ص48

067- رئیس امروہوی،عالم برزخ،ص115

068- رئیس امروہوی، عالم برزخ،ص114

069- رئیس امروہوی، عالم برزخ،ص115

070- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگِ درا،ص208

071- رئیس امروہوی، ہپناٹزم (حصہ اول وحصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)،ص16
رئیس امروہوی، عالمِ برزخ،ص47

072- رئیس امروہوی، ہپناٹزم (حصہ اول وحصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)،ص43 تا45

073- رئیس امروہوی، ہپناٹزم (حصہ اول وحصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)،ص16

074- رئیس امروہوی، مراقبہ،ص234

075- رئیس امروہوی، ہپناٹزم (حصہ اول وحصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)،ص16

076- رئیس امروہوی، مراقبہ،ص239 تا241

077- رئیس امروہوی، ہپناٹزم (حصہ اول وحصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)،ص17

078- رئیس امروہوی، مراقبہ،ص226 تا227

079- رئیس امروہوی، مراقبہ،ص228 تا229؛
رئیس امروہوی، لے سانس بھی آہستہ (حصہ اول، حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، اکتوبر 2013ء)،ص161 تا162

080- شمس الدین عظیمی، خواجہ، مراقبہ، (کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، دوم، اپریل 2003ء)،ص232
رئیس امروہی، مراقبہ،ص222
رئیس امروہوی، لے سانس بھی آہستہ،ص158 تا159

081- محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ، سید، تربیۃ العشاق، (کراچی: محفل ذوقیہ، ششم، 2010ء)،ص403 تا404

082- رئیس امروہوی، مراقبہ،ص227 تا228

083- رئیس امروہوی، ہپناٹزم (حصہ اول وحصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)،ص187 تا193

084- خواجہ حسن نظامی، حزب البحر کے عمل اور تعویز،ص84 تا86

085- محمد طارق محمود عبقری، حکیم، جادو' جنات' اسلام اور جدید سائنس، (لاہور: علم وعرفان پبلشرز، اپریل 2004ء)،ص89 تا90

086- محمد طارق محمود عبقری، جادو' جنات' اسلام اور جدید سائنس،ص94 تا98

087- محمد طارق محمود عبقری، جادو' جنات' اسلام اور جدید سائنس،ص112 تا117

088- خواجہ حسن نظامی، حزب البحر کے عمل اور تعویذ،ص38

باب نمبر 4: راہِ سلوک

089- محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ البخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر 1، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ دارطوق النجاۃ، باراول، 1422ھ)؛
ابوداؤد سلیمان، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2201، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ المکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت)

090- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ موہوب، مترجم: الحاج بشیر حسین ناظم، (لاہور: کرمانوالہ بک شاپ، اول، جولائی 2007ء)،ص43

091- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ موہوب،ص43

092- محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ البخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر 6491،
مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 204، 207، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ دار احیا التراث العربی، بیروت)
093- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ موہوب، ص46
094- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ موہوب، ص54
095- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ موہوب، ص54
096- امام غزالی، منہاج الزاہدین، ترجمہ منہاج العابدین، مترجم: ابوثوبان سید محمد اسداللہ، (لاہور: شبیر برادرز، جولائی 2004ء)، ص46 تا 50
097- امام غزالی، منہاج الزاہدین، ص51
098- امام غزالی، منہاج الزاہدین، ص45
099- امام غزالی، منہاج الزاہدین، ص46
100- شیخ عبدالعزیز دباغ، الابریز، مترجم: محمد محی الدین جہانگیر، (لاہور: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، سوم، جون 2009ء)، ص318
101- احمد سرہندی، حضرت شیخ، مکتوباتِ امام ربانی، جلد دوم وسوم، مکتوب نمبر 60، مترجم: عالم الدین نقشبندی (لاہور: ادارہ اسلامیات، ب۔ن، نومبر 1988ء)، ص216
102- شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، چہارم، 1993ء)، ص75
103- ابوداؤد سلیمان، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر، 4695،
مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 1،
محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی ت بشار، حدیث نمبر 2610، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء)
ابوعبدالرحمٰن، سنن النسائی، حدیث نمبر 4990، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، باردوم، 1406ھ (1986ء)
104- عبدالکریم قشیری، رسالہ قشیریہ، مترجم: مفتی محمد صدیق ہزاروی، (لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت، مئی 2009ء)، ص177، 667
105- گل حسن قلندری قادری، تعلیمِ غوثیہ (کراچی: نفیس اکیڈمی، دوم، مئی 1976ء)، ص75 تا 76
106- عبدالکریم قشیری، رسالہ قشیریہ، ص666 تا 668
107- ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، اللمع فی التصوف، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، دوم، 2006ء)، 240 تا 241
108- Oxford Advanced Learner's Dictionary, Fonathan Crowther, (USA, New York, Oxford University Press), P. 287
109- شیریں زادہ خدوخیل، عہدِ رسالت ﷺ کا نظامِ تعلیم اور عصرِ حاضر، (لاہور: فیصل ناشران کتب، جولائی 2010ء)، ص78
110- تصوف کے روشن حقائق، ص102
111- شیریں زادہ خدوخیل، عہدِ رسالت ﷺ کا نظامِ تعلیم اور عصرِ حاضر، ص88 تا 91
112- شیریں زادہ خدوخیل، عہدِ رسالت ﷺ کا نظامِ تعلیم اور عصرِ حاضر، ص81
113- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، ص124
114- شیریں زادہ خدوخیل، عہدِ رسالت ﷺ کا نظامِ تعلیم اور عصرِ حاضر، ص73
115- شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ص65
116- شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، ص69
117- ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، اللمع فی التصوف، ص38

118- شیخ شہاب الدین سہروردی،عوارف المعارف،ص99 تا100

119- شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی المکی،قوت القلوب (جلد اول وجلد دوم)،مترجم:محمد منظور الوجیدی (لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز، ب ن،س ن)،ص574

120- گل حسن قلندری قادری،تعلیمِ غوثیہ (کراچی:نفیس اکیڈمی،دوم،مئی1976ء)،ص43 تا44

121- شیریں زادہ خدوخیل،عہدِ رسالت ﷺ کا نظامِ تعلیم اور عصرِ حاضر،ص86

122- ابن ماجۃ،سنن ابن ماجہ،حدیث نمبر223،(المکتبہ الشاملہ بحوالہ،داراحیاءالکتب العربیہ)
سنن ابوداؤد،حدیث نمبر3641،

123- ابن ماجۃ،سنن ابن ماجہ،حدیث نمبر219

124- ابن ماجۃ،سنن ابن ماجہ،حدیث نمبر4313

125- محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ البخاری،صحیح بخاری،حدیث نمبر7312،
مسلم بن الحجاج،صحیح مسلم،حدیث نمبر98،100،175،
محمد بن عیسیٰ،سنن الترمذی ت بشار،حدیث نمبر،2645

126- تصوف کے روشن حقائق ص98 تا99

127- شیخ ابوطالب محمد بن عطیہ حارثی المکی،قوت القلوب جلد اول،ص524 تا525

128- ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ،اللمع فی التصوف،ص38

129- گائی ائین (حسن عبدالحکیم)،اسلام اور تقدیر انسانی،مترجم:فضل قدیر،(لاہور:ادارہ ثقافتِ اسلامیہ،نومبر1998ء)ص34 تا37

130- محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،بانگِ درا،ص270

131- ابن عبدالبر اندلسی،العلم والعلماء،مترجم:عبدالرزاق ملیح آبادی،(لاہور:ادارہ اسلامیات،2005ء)،ص57

132- ابن عبدالبر اندلسی،العلم والعلماء،(کراچی:ادارہ اسلامیات،ب ن،2012ء)،ص63

133- ابن عبدالبر اندلسی،العلم والعلماء،(کراچی:ادارہ اسلامیات،ب ن،2012ء)،ص89

134- حضرت علی علیہ السلام،اقوال امام علی علیہ السلام،قول نمبر80،از نہج البلاغہ،مرتب:علامہ شریف رضی،مترجم:مفتی جعفر حسین،(لاہور: امامیہ کتب خانہ،مغل حویلی،موچی دروازہ،ب ن،س ن)

135- عبداللہ،ڈاکٹر سید،مسائل اقبال،1974ء،ص133

136- محمد رفیع الدین،ڈاکٹر،اسلام کا نظریۂ تعلیم،(لاہور:ادارہ ثقافتِ اسلامیہ،اول،دسمبر2009ء)،ص25

137- فقیر نور محمد کلاچوی،مخزن الاسرار وسلطان الاوراد،ص44

138- محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،ضربِ کلیم،مشمولہ:کلیاتِ اقبال اردو(لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،پنجم،مارچ1982ء)،ص119

139- یوسف حسین خان،ڈاکٹر،روحِ اقبال،(لاہور:القمر انٹر پرائزز،مارچ2010ء)،ص19

140- وزیر آغا،ڈاکٹر،تصوراتِ عشق وخرد،(لاہور:اقبال اکیڈمی،پنجم،2008ء)،ص162

141- محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ،بانگِ درا،ص187

142- وزیر آغا،ڈاکٹر،تصوراتِ عشق وخرد،ص168

143- وزیر آغا،ڈاکٹر،تصوراتِ عشق وخرد،ص4

144- وزیر آغا،ڈاکٹر،تصوراتِ عشق وخرد،ص169 یا170

145- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگِ درا، ص84
146- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگِ درا، ص85
147- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگِ درا، ص93
148- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصوّراتِ عشق وخرد، ص191 تا192
149- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصوراتِ عشق وخرد، ص45
150- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصوراتِ عشق وخرد، ص48
151- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص108,107
152- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، ص310
153- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق وخرد، ص207
154- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق وخرد، ص209 تا210
155- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصوراتِ عشق وخرد، ص222
156- وزیر آغا، ڈاکٹر، تصورات عشق وخرد، ص159 تا160
157- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، ص274
158- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، ص276 تا277
159- یوسف بن اسماعیل نبہانی، امام، جواہر البحار، جلد سوم، (لاہور: مکتبہ حامدیہ رضویہ، 1978ء) ص51
160- شاہ ولی اللہ دہلوی، ہمعات، مترجم: پروفیسر محمد سرور (لاہور: سندھ ساگر اکادمی، جنوری 1946ء) ص39

باب نمبر5: روحانی دنیا

161- محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور فلسفۂ خودی، (لاہور: مرکزی ادارہ منہاج القرآن، ماڈل ٹاؤن، ب ن، س ن) ص16
162- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ پیامِ مشرق، رباعی نمبر 81، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ب ن، س ن) ص52
163- محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور فلسفہ خودی، ص19
164- فقیر عبدالحمید کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، الہامات، ص275
165- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: مولانا نسیم احمد فریدی (مترجم)، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، دوم، 2010ء) ص264
166- شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، عوارف المعارف، ص68
167- سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ، توحید اور شرک، (لاہور: مرکزی مجلس رضا، پنجم، 1404ھ) ص10
168- سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ، توحید اور شرک، ص13
169- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، انتباہ فی سلاسلِ اولیاء اللہ، () ص71
170- محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور فلسفۂ خودی، ص22 تا25
171- سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ، توحید اور شرک، ص19 تا20
172- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، فیوض الحرمین، ص113 تا121

173- فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، مخزن الاسرار، ص368 تا375

174- محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ، سید، تربیۃ العشاق، ص45 تا58

175- محبوب عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ذکرِ خیر، (فیصل آباد: سید خورشید عالم توکلی، دہم، 4 اگست 1979ء)، ص348

176- شاہ محمد عبد الصمد رحمۃ اللہ علیہ، اصطلاحاتِ صوفیاء، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2011ء)، ص42

177- فقیر نور محمد کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ، مخزن الاسرار، ص28 تا37

178- واحد بخش سیال، شرح کشف المحجوب (اردو)، (لاہور: فیصل ناشران کتب، اگست 2009ء)، ص153 تا155

179- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، مترجم: فقیر نور محمد سروری قادری، (ڈیرہ اسمٰعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ کلاچی شریف، ب ن، س ن)، ص26

180- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص33 اور ص136

181- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص164

182- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص165

183- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص33 تا34

184- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص117

185- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص35 تا36

186- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص41

187- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص42 تا43

188- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص46 اور ص133 تا134

189- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص 56 تا57

190- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص74 تا76

191- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص130

192- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص100

193- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص215 تا216

194- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص145 تا146

195- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص148

196- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص160

197- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص104

198- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص202

199- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص206 تا207

200- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص212 تا213

201- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص170 تا171

202- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص173

203- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، نور الھدیٰ، ص174

204- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص175 تا176
205- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص174 تا176
206- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص177
207- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص177
208- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص177
209- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص217 تا219
210- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص188
211- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص168 تا169
212- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص224
213- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص224
214- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص189
215- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص177
216- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص227 تا228
217- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص228 تا230
218- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص230
219- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص50
220- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص230 تا231
221- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص235 تا236
222- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص237
223- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص241
224- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص244
225- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،ص242 تا243

باب نمبر6: فضائل ذکروفکر

226- محمد اقبال،ڈاکٹرعلامہ،اسرارِخودی،مشمولہ:کلیاتِ اقبال فارسی (لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،ب ن،س ن) ص19
227- محمد اقبال،ڈاکٹرعلامہ،بالِ جبریل،مشمولہ:کلیاتِ اقبال اردو،ص27
228- محمد اقبال،ڈاکٹرعلامہ،بالِ جبریل،مشمولہ:کلیاتِ اقبال اردو،ص97
229- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،مترجم:فقیرنورمحمد سروری قادری،ص71
230- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،مترجم:فقیرنورمحمد سروری قادری،ص15 تا16
231- سلطان باھورحمۃ اللہ علیہ،نور الھدیٰ،مترجم:فقیرنورمحمد سروری قادری،ص22
232- محمد اقبال،ڈاکٹرعلامہ،اسلامی فکر کی نئی تشکیل،مترجم:شہزاد احمد،(لاہور:علم وعرفان پبلشرز،باراول،جنوری2005ء) ص19
233- محمد اقبال،ڈاکٹرعلامہ،اسلامی فکر کی نئی تشکیل،مترجم:شہزاد احمد،ص49

234- صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبہ السّلفیہ ، ب ن، س ن)، ص98 تا99

235- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، ص37

236- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، ص36

237- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، ص37

238- سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فضل العلماء

239- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضربِ کلیم، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص60
طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص64

240- قصص القرآن، جلد اول، حفظ الرحمن سیوہاروی، (لاہور: مکتبہ مدینہ، ب ن، س ن)، ص248

241- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، (لاہور: منہاج القرآن، ب ن، س ن)، ص684

242- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص812

243- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص182

244- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص56

245- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص65

246- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص260

247- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص584

248- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص37

249- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص43

250- قصص القرآن، جلد اول، حفظ الرحمن سیوہاروی، ص:538 تا543

251- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص464 تا465

252- قصص القرآن، جلد اول، حفظ الرحمن سیوہاروی، ص543

253- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص462

254- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص63

255- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص801

256- علامہ یوسف الترضاوی تعلیم کی اہمیت، مترجم: ابومسعود اظہر ندوی ، (لاہور: اسلام بک ڈپو ، بار اول، اکتوبر 1998ء)، ص64 بحوالہ ترمذی شریف

257- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، پیامِ مشرق، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی، ص18

258- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص37

259- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص208 تا209

260- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص571

261- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص977

262- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، عرفان القرآن (ترجمہ)، ص641 تا642

263- عبداللطیف خان نقشبندی، پیر، اسلام و روحانیت اور فکرِ اقبال، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، بار اول، نومبر 2008ء)، ص

918 تا922

264- شیخ عبدالعزیز دباغ، الابریز، مترجم: محمد محی الدین جہانگیر، ص386

265- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص132

266- بیعت وخلافت، ص14 تا15

267- امام احمد رضا خان بریلوی، بیعت وخلافت، (ڈسکہ: مکتبہ مہریہ رضویہ، باراول، 1319ھ)، ص19 تا20

268- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص52

269- جاوید چوہدری، زیرو پوائنٹ، کالم محررہ 8 اپریل 2014ء

http://truth.com.pk/javed-chaudhry-urdu-columns/2015/04/09/32747

270- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگِ درا، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص261

271- قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمینؐ (جلد سوم)، (لاہور: فیصل ناشران کتب، باراول، مئی 1991ء)، ص166

272- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص25

273- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، ص140 تا141

274- فقیر عبدالحمید کلاچوی، الہامات، ص139

275- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، اسرارِ خودی، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی، ص26

276- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی، ص20 تا21

277- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی، ص25

278- سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، اسرارِ قادری موسوم بہ ''خزینۂ حیدری'' (اردو ترجمہ)، (لاہور: پروگریسو بکس، باراول، یکم ستمبر 1994ء)، ص215

279- طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، مرتب: المنہاج السّوی (مجموعہ احادیث) (لاہور: منہاج القرآن، باراول، اگست 2008ء)، ص527 تا533

280- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، زبورِ عجم، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی، ص55

281- غلام مصطفی خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، (لاہور: اقبال اکیڈمی، بارہشتم، 2007ء)، ص44

282- محمد طاہر فاروقی، پروفیسر، سیرتِ اقبال، (لاہور: قومی کتب خانہ، بار چہارم، ستمبر 1966ء)، ص100

283- محمد قمر اقبال، ڈاکٹر، مقالہ: اقبال اور گوجرانوالہ، مشمولہ: اقبال اور گوجرانوالہ، مرتبہ: شبیر احمد کمال عباسی، (گوجرانوالہ: عباسی پبلی کیشنز، باراول، اپریل 2013ء)، ص83

284- غلام مصطفی خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، ص: 7 تا9

285- غلام مصطفی خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، ص10 تا11

286- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بالِ جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو، ص78

287- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، رموزِ بے خودی، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی، ص123

288- ایقاظ الھمم فی شرح الحکم، جلد1، ص79۔ ابن عجیبہ

289- حلیۃ الاولیاء ج6 ص67-68، رقم الحدیث: 7811، کنز العمال رقم الحدیث: 5714، اتحاف السادۃ المتقین جلد6، ص536

290- المعجم الاوسط، جلد7 ص172، رقم الحدیث: 6315، شعب الایمان، جلد1 ص136، رقم الحدیث: 120، کتاب العظمۃ ص17

291- مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، ص 197، رقم الحدیث: 35213، بیروت، شعب الایمان، جلد 1 ص 136، رقم الحدیث: 118
292- المقاصد الحسنہ ص 173، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، 1407ھ
293- کتاب العظمہ، جلد 1، ص 33، رقم الحدیث: 43، الجامع الصغیر، جلد 2، رقم الحدیث: 5897
294- عبد الرؤف مناوی، فیض القدیر جلد 8، (بیروت: دار الحکمت العلمیہ) ص 4217
295- عبد الرؤف مناوی، فیض القدیر جلد 8، ص 4217، موضحا
296- غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد چہارم، (لاہور: فرید بک سٹال) ص 665 تا 667
297- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگِ درا، ص 200
298- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگِ درا، ص 273
299- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص 269
300- مشکوٰۃ شریف، ص 199
301- ترمذی شریف جلد 2 صفحہ 189 حدیث نمبر 3518)
غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد چہارم، ص 428
302- کاش البرنی، رموز الجفر حصہ اول، (کراچی: اوراق پبلشرز) ص 17 تا 24
303- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجزری، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 41
غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد ہفتم، ص 482
304- فضیلت اعمال ص 216 بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ
امام محمد بن محمد بن محمد بن الجزری، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ب ن، س ن) ص 41
305- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجزری، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 42
غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد ہفتم، (لاہور: فرید بک سٹال، بار پنجم، 2008ء) ص 482
306- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجزری، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 42
307- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجزری، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 42
غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد ہفتم، ص 482
308- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجزری، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 43
غلام رسول سعیدی، علامہ، تبیان القرآن، جلد ہفتم، ص 482
309- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجزری، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 42
310- امام محمد بن محمد بن محمد بن الجزری، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس، ص 41
311- عبد القادر عیسیٰ شاذلی، تصوف کے روشن حقائق، مترجم: محمد اکرم الازہری، (لاہور: زاویہ فاؤنڈیشن، بار اول، 2011ء) ص 161 تا 164
313- غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، ص 238
314- کاش البرنی، بچے اور ستارے، (کراچی: اوراق پبلشرز، دوم، 1986ء) ص 114,9

باب نمبر 7: فضائل درود شریف

315- شرف النبی،ابوسعید نیشاپوری،صفحہ نمبر 444
316- فضائل وآداب درودشریف،ص14
317- ردالمختار،جلداول،ص383
318- فضائل درودشریف،ن،ص139
319- جواہرج4،ص154،بحوالہ حدیث طبرانی
320- جواہرجلد4،ص236
321- خزینہ درودشریف ازعلامہ عالم فقری،ص32
322- درمختارجلداول،فضائل درودشریف،ن ص17
323- درودشریف کےفضائل وآداب،ص13
(ب) جواہرالبحار،جلداول،حصہ دوم ص789
324- القول البدیع
325- تفسیرکبیرازعلامہ رازی،فضائل درودشریف ازمولانا زکریاص16
326- فضائل درودشریف،ز،ص16
327- جلاءالافہام ص16،فض ن،ص24
328- القول البدیع اردوص35؛حضرت انس بن مالک ﷺ،دیلمی،ابوبصلی الصابری،ابن ابی عاصم،المجد اللغوی،ابونعیم رحمہم اللہ تعالیٰ اور بھی کئی طرق (مختلف راویوں) سے روایت ہے۔حضرت قتادہ ﷺ،ابی داؤد،ترمذی،حاکم،حضرت ابن عباس،حضرت بریدہ ﷺ اور حضرت سفیان ثوری ﷺ
329- سعادۃ الدارین،ق ن ص87
330- سعادۃ الدارین،ق ن ص87
331- درۃ الناصحین مصری عربی؛آب کوثر،ص105
332- تفسیرعزیزی فارسی،پارہ عم ص149
333- جلاءالافہام ص18،سعادۃ الدارین
334- رواہ ابن حبان ص18،جلاءالافہام
335- جلاءالافہام ص18،المستدرک حاکم جلداول ص207،عن ابواسیرانصاری ؓ فی ابوداؤد،جلداول ص73،کتاب الاذکارامام نووی ص16،بیہقی شریف جلددوم ص442،جلاءالافہام ابوھریرہ ؓ،ص21اردوترجمہ
336- جلاءالافہام فی الصلوۃ والسلام علی خیرالانام،ص18
337- القول البدیع ص129،سعادۃ الدارین ص63
338- حصن حصین ص112
339- شرح شفاشریف جلددوم ص117،اردوترجمہ القول البدیع ص113
340- سعادۃ الداریبن،ق ن،ص138
341- القول البدیع ص87،کشف الغمہ ص272 جلداول
342- حصن حصین ص99

343- ابوداؤد
344- عن عمر فی جلاء الافہام اردو ص36
345- عبدالرزاق وعبد بن حمید عن وضعۃ عن جابر
346- جلاء الافہام عربی ص46
347- بھجۃ المحافل ص413، جلد2، آب کوثر ص115
348- القول البدیع ص117
349- ابن سعد وسمویہ والبغوی والبارودی وابن قانع طب عن زید بن خارجہ
350- مستدرک الحاکم، سعادۃ الدارین، ق ن، ص71
351- سعادۃ الدارین
352- سعادۃ الدارین، ق ن ص86، جلاء الافہام ص24 اردو
353- اخرجہ بیہقی عن ابی مسعود الانصاریؓ سعادۃ الدارین، ق ن ص92
354- عن عمر بن الخطابؓ فی جلاء الافہام ص30
356- مسلم، عمرو بن العاصؓ فی جلاء الافہام ص61، سعادۃ الدارین، ق ن ص71
357- جلاء الافہام، ص199
358- جلاء الافہام، ص192
359- جلاء الافہام، ص192
360- جلاء الافہام، ص193
361- جلاء الافہام، ص193
362- جلاء الافہام، ص193
363- جامع صغیر ص54
364- رواہ ابونعیم وغیرہ عن ابن عباسؓ
365- الخصائص الکبریٰ ص260، فض ن، ص67، جلاء الافہام، ص70
366- فض ن، ص48، افضل الصلاۃ، ص40، جلاء الافہام اردو، ص67
367- رواہ ابوداؤد والنسائی، سند جید، جواہر البحار جلد چہارم، ص166، فضائل درود شریف جلد اول ص49، جلاء الافہام، ص67
368- فض ز، ص44، جلاء الافہام، ص55، آب کوثر ص58، الترغیب والترہیب، ص504
369- سعادۃ الدارین ص62، آب کوثر ص107
370- کشف الغمۃ، جلد اول ص969، القول البدیع ص403، آب کوثر ص113
371- ابن حبان، حضرت کعب بن مالک ﷺ، فض ز ص50
372- اقتباس از حدیث پاک روایت از حضرت انس ﷺ فی بخاری، مسلم ومشکوٰۃ شریف، فض ز ص50
373- جواہر البحار، جلد اول ص368
374- حصن حصین، ص115 تا 118
375- بہار شریعت ص16 حصہ اول

376- القول البدیع مترجم،ص96
377- القول البدیع ص124،سعادۃ الدارین ص66،آبِ کوثر ص60
378- سعادۃ الدارین ص61
379- جلاء الافہام ص18
380- القول البدیع،ص116،سعادۃ الدارین ص61
381- جامع الصغیر ص28 جلد دوم از جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
382- جذب القلوب ص250
383- کتاب الشفاء لقاضی عیاض،ص40،جلد اول والخامس فی التاریخ الکبیر للبخاری ایضاً ص400،جلد اول
384- خصائص کبریٰ،ص153،جلد اول
385- خصائص کبری اردو،ص121،جلد اول
386- الشفا،ص40،جلد اول
387- الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ ص803
388- خلاصۃ الوفا،ص220
389- جلاء الافہام مترجم،ص248
390- بالِ جبریل،ص325
391- جذب القلوب ص248 تا249
392- جلاء الافہام،ص203
393- احیاء العلوم،جلد اول،ص318،فضٰ ن ص62
394- جلاء الافہام،ص101
395- آبِ کوثر،ص282
396- لواقع الانوار،ص285
397- فضٰ ن ص52
398- افضل الصلوٰۃ 31،فضٰ ن ص52
399- القول البدیع ص66،78،نسائی شریف،جلاء الافہام ص43 عن حضرت حسن بن علیؓ،مشکوٰۃ شریف ص199 عن حضرت علیؓ،الوفا،ص 808 عن علی بن حسینؓ،جلاء الافہام ص59 عن ابی زرؓ،کنز العمال جلد اول،ص123 عن حضرت حسن بن علیؓ وعن حضرت عوف بن مالکؓ
400- القول البدیع فی الصلاۃ علی النبی الشفیع،عبدالرحمن سخاوی ص116،جلاء الافہام ص43،نسائی شریف
401- القول البدیع ص78،کنز الاعمال جلد اول ص123
402- القول البدیع ص77،کنز العمال جلد اول ص128،عن حضرت ابوہریرہؓ بہ تغیر الفاظ،جلاء الافہام ص42
403- عن جابر بن سمرۃؓ،جلاء الافھام ص54،عن عبداللہ بن جرادؓ فی کشف الغمۃ لا مام شعرانی ص271،افضل الصلوٰۃ علی سید السادات ص 44
404- القول البدیع ص151،آبِ کوثر ص91
405- القول البدیع ص150،جلاء الافہام ص46 بتغیر الفاظ

406- کنز العمال ص 128 جلد اول، جلاء الافہام ص 14، ص 15 عن ابن حبان، القول البدیع ص 49 بتغیر الفاظ
407- القول البدیع ص 140، آبِ کوثر ص 90
408- القول البدیع ص 150، آبِ کوثر ص 92
409- القول البدیع ص 147، نزہتہ الناظرین ص 31، افضل الصلوۃ علیٰ سید السادات ص 45 لامام نبہانی ؒ، کشف الغمۃ جلد اول ص 272 لامام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
410- القول البدیع ص 148، افضل الصلوۃ علی سید السادات ص 145 امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ، کشف الغمۃ جلد اول ص 272 لامام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
411- ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مطالع المسرات (شرح دلائل الخیرات)، (بیروت: دار الفکر) ص 6
412- بوعبداللہ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مطالع المسرات (شرح دلائل الخیرات) ص 6
آبِ کوثر ص 99
413- القول البدیع ص 116، آبِ کوثر ص 101
414- جلاء الافہام ص 16، القول البدیع ص 77، مشکوٰۃ جلد اول ص 197، ترمذی شریف بتغیر الفاظ، آبِ کوثر ص 94، فضِ زص 73
415- فیض القدیر، ص 404 جلد 3
416- کنز العمال، جلد 10 ص 134 تا 143، قلمی نسخہ ص 73
417- جلاء الافہام اردو، ص 224
418- سعادۃ الدارین، ص 113، اسلام وروحانیت اور فکرِ اقبال ص 1071

باب نمبر 8: فضائلِ اخلاق اور فضائل اعمال وصدقات

419- تنویر بخاری، اسلامی اخلاق وتصوف، (لاہور: ایور نیو بک پیلس) ص 5 تا 6، 11 تا 12، 34 تا 35
420- تنویر بخاری، اسلامی اخلاق وتصوف، ص 36
421- تنویر بخاری، اسلامی اخلاق وتصوف، ص 22 تا 23
422- بخاری، مسلم، ابوداؤد، مؤطا امام مالک کتاب الاخلاق
423- سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی، سیرت النبی، جلد ششم، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ) ص 37
424- صحیح بخاری جلد اوّل، کتاب الزکوٰۃ، حدیث 1353
425- عالم فقری، سُنّی فضائل صدقات، (لاہور: ادارہ پیغام القرآن، 2006ء) ص 96 تا 163
426- عالم فقری، سُنّی فضائل صدقات، (لاہور: ادارہ پیغام القرآن، 2006ء) ص 130 تا 192

باب نمبر 9: روحانی شخصیات

427- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، (لاہور: عظمت بی بی ٹرسٹ، بار چہارم، دسمبر ۲۰۰۹ء) ص ۲۱
428- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۳۲، ۵۴
429- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۳۳
430- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۳۴ تا ۳۵

431- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۳۵ تا ۴۲

432- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۴۲، ۴۹، ۵۷

433- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۴۵

434- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۶۷ تا ۶۹

435- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۶۹ تا ۷۱

436- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۷۳، ۸۴، ۱۱۸

437- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۱۱۴

438- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۱۳۱

439- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۹۵ تا ۹۸

440- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۱۰۷ تا ۱۰۸

441- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۶۲ تا ۶۳

442- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۰

443- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۱۳۲

444- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۱۳۴

445- فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیات سروری، ص ۱۱۷

446- فقیر عبدالحمید سروری قادری، الہامات (لاہور: دربارِ فیض، بار پنجم، ۲۰۱۴ء) ص ۱۸ تا ۲۴
فقیر عبدالحمید سروری قادری، حیاتِ سروری (لاہور: عظمت بی بی ٹرسٹ، بار چہارم، ۲۰۰۹ء) ص ۱۳۶

447- فقیر عبدالحمید سروری قادری، الہامات، ص ۱۳۶ تا ۱۳۷

448- فقیر عبدالحمید سروری قادری، الہامات، ص ۱۳۷

449- فقیر عبدالحمید سروری قادری، الہامات، ص ۲۸۴، ۲۸۷، ۲۸۹، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۵۰

450- فقیر عبدالحمید سروری قادری، الہامات، ص ۱۹۵ تا ۱۹۷

451- فقیر عبدالحمید سروری قادری، الہامات، ص ۱۹۸ تا ۱۹۹

452- فقیر عبدالحمید سروری قادری، الہامات، ص ۲۱۹ تا ۲۲۱

453- فقیر عبدالحمید سروری قادری، الہامات، ص ۳۷ تا ۳۸

454- فقیر عبدالحمید سروری قادری، الہامات، ص ۳۵۰

455- خواجہ محمد غلام نصیرالدین چاچڑوی، مثنوی بدرالعرفان فی آثار القرآن، جلد اول، منظوم کلام پارہ اول تا سوم، مرتبہ: محمود علی انجم (فیصل آباد: دربارِ عالیہ رحمٰن شریف، بار اول، 1992ء) ص 17 تا 19

456- خواجہ محمد غلام نصیرالدین چاچڑوی، مثنوی بدرالعرفان فی آثار القرآن، جلد اول، ص 19

457- خواجہ محمد غلام نصیرالدین چاچڑوی، مثنوی بدرالعرفان فی آثار القرآن، جلد اول، ص 21

458- خواجہ محمد غلام نصیرالدین چاچڑوی، مثنوی بدرالعرفان فی آثار القرآن، جلد اول، ص 22 تا 23

459- خواجہ محمد غلام نصیرالدین چاچڑوی، سوز و سازِ دل (غیر مطبوعہ مجموعہ کلام)، مرتبہ: محمود علی انجم (فیصل آباد: دربارِ عالیہ رحمٰن شریف، 1995ء) ص 5، 19، 49، 2-57، 92، 2-105، 3-105

460- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، المنہاج السّوِی (مجموعہ احادیث)، (لاہور: منہاج القرآن، ب ن، اگست 2008ء)، ص536
461- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، المنہاج السّوِی، ص537
462- شرف الدین مصلح سعدی شیرازی، گلستانِ سعدی، مترجم: سجاد حسین، مولانا قاضی، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ب ن، س ن)، ص11
463- محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگِ درا، ص208
464- خالد محمود خالد نقشبندی
465- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، المنہاج السّوِی، ص708
466- ضرب المثل
467- طاہرالقادری، پروفیسر ڈاکٹر، المنہاج السّوِی، ص487
468- یہ واقعہ 1982ء کا ہے آج میں نے (مورخہ 28 جون 2017ء کو قریباً پینتیس برس بعد) یہ مدت اندازے سے اپنے پاس موجود تحریری مواد کا بغور جائزہ لے کر اپنے علم و یقین کی حد تک درست لکھی ہے۔ باقی تمام واقعات و معاملات مجھے اچھی طرح یاد ہیں اس لیے انہیں لکھتے وقت کوئی خاص تردد نہیں کرنا پڑا۔
469- خالد محمود خالد نقشبندی

باب نمبر10: عصرِ حاضر میں علمِ تصوف اور صوفیانہ ادب (حفاظت، تطہیر اور ترویج کے تقاضے)

470- صحیح بخاری
471- صحیح مسلم، حدیث نمبر 2564
472- تنویر بخاری، اسلامی اخلاق وتصوف، ص153
473- اسلامی تصوف۔۔۔، ص33
474- خواجہ عثمان ہارونی، خواجہ معین الدین چشتی و دیگران، راحت القلوب مشمولہ: ہشت بہشت، (لاہور: شبیر برادرز، ب ن، اگست 2006ء)، ص63
475- صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص630
476- اسلامی تصوف......، ص63 تا64
477- ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، اللمع فی التصوف، ص634
478- اسلامی تصوف......، ص70 تا71
479- تحفہ اثناعشریہ فارسی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ

http://bunyadparast.blogspot.com/2011/11/blog-post_08.html

480- سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ جلد اول، ص46
481- سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ جلد اول، ص49
482- سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی، سیرفت النبیؐ جلد اول، ص: 49,48
483- پارہ 25، آیت نمبر 23، سورہ شوریٰ
484- علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ موہوب، مترجم: الحاج بشیر حسین ناظم، ص76

کتابیات

ابن عبدالبر اندلسی، العلم والعلماء، مترجم: عبدالرزاق ملیح آبادی، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2005ء)

ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 223، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ، داراحیاء الکتب العربیہ)

ابوداؤدسلیمان، سنن ابی داؤد، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ المکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت)

ابوعبدالرحمٰن، سنن النسائی، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، باردوم، 1406ھ (1986ء)

ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مطالع المسرات (شرح دلائل الخیرات)، (بیروت: دارالفکر)

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی، (بیروت: دارالفکر)

ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، اللّمع فی التصوف، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، دوم، 2006ء)

احمد بن حسین البیہقی، سنن بیہقی الکبریٰ، (بیروت: دارالفکر)

احمد بن شعیب النسائی، سنن نسائی شریف، (بیروت: دارالحکمت العلمیہ)

احمد سرہندی، حضرت شیخ،

کشف المعارف، مرتبہ: عنایت عارف (لاہور: فیصل ناشران کتب، بارسوم، نومبر 2011ء)

مکتوباتِ امام ربانی، جلد دوم وسوم، مترجم: عالم الدین نقشبندی (لاہور: ادارہ اسلامیات، ب۔ن، نومبر 1988ء)

امام ابوداؤد، سنن ابوداؤد (جلد دوم)، (لاہور: مطبع مجتبائی، 1405ھ)

امام احمد رضا خان بریلوی، بیعت وخلافت، (ڈسکہ: مکتبہ مہریہ رضویہ، باراول، 1319ھ)

امام بیہقی، شعب الایمان (جلد پنجم)، (بیروت: دارالکتب العلمیہ)

امام جلال الدین سیوطی، الخصائص الکبریٰ (جلداول)، (پشاور: مکتبہ حقانیہ)

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن، درود شریف کے فضائل وآداب، (ادارۃ القرآن والعلوم)

امام طبرانی، الترغیب والترھیب (جلد سوم)، (قاہرہ: دارالحدیث)

امام غزالی، منہاج الزاہدین، ترجمہ منہاج العابدین، مترجم: ابوثوبان سید محمد اسداللہ، (لاہور: شبیر برادرز، جولائی 2004ء)

امام فخرالدین رازی، تفسیرِ کبیر، (بیروت: دارالحکمت العلمیہ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری (جلد دوم)، (کراچی: نور محمد اصح المطابع کراچی، 1381ء)

امام محمد بن محمد بن محمد بن الجزری، حصن حصین، مترجم: مولانا محمد ادریس (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ب ن، س ن)

امام مسلم، ''صحیح مسلم'' (مصر: قاہرہ، 1955ء)

امام یوسف بن اسماعیل بنہانی، جواہر البحار (جلد سوم)، (لاہور: مکتبہ حامدیہ رضویہ، 1978ء)

امجد علی اعظمی، مولانا، بہارشریعت (حصہ اول)، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز)

ایمل کوئے، مترجم: وارث ہندی، خیال کی طاقت، (لاہور: قوسین، انارکلی، 1981ء)

تنویر بخاری، اسلامی اخلاق وتصوف، اسلامی اخلاق وتصوف، (لاہور: ایور نیو بک پیلس)

جاوید چوہدری، زیرو پوائنٹ، کالم محررہ 8 اپریل 2014ء

حضرت علی علیہ السلام، اقوال امام علی علیہ السلام، نہج البلاغہ، مرتب: علامہ شریف رضی، مترجم: مفتی جعفر حسین، (لاہور: امامیہ کتب خانہ، مغل حویلی، موچی دروازہ، ب ن، س ن)

حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قصص القرآن، جلد اول، (لاہور: مکتبہ مدینہ، ب ن، س ن)

خواجہ حسن نظامی، حزب البحر کے عمل اور تعویذ، (لاہور: عابد نظامی، قلعہ گوجر سنگھ، جنوری 1994ء)

خواجہ عثمان ہارونی، خواجہ معین الدین چشتی و دیگران، راحت القلوب مشمولہ: ہشت بہشت، (لاہور: شبیر برادرز، ب ن، اگست 2006ء)

خواجہ محمد غلام نصیر الدین چاچڑوی،

سوز و سازِ دل (غیر مطبوعہ مجموعہ کلام)، مرتبہ: محمود علی انجم (فیصل آباد: دربارِ عالیہ رحمٰن شریف، 1995ء)

مثنوی بدر العرفان فی آثار القرآن، جلد اول، منظوم کلام پارہ اول تا سوم، مرتبہ: محمود علی انجم (فیصل آباد: دربارِ عالیہ رحمٰن شریف، باراول، 1992ء)

رئیس امروہوی،

توجہات (حصہ دوم) (کراچی: مانک جی سٹریٹ، اول، مئی 1977ء)

عالم برزخ (حصہ اول وحصہ دوم مکمل) (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)

نفسیات و مابعد النفسیات (حصہ اول تا سوم مکمل) (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)

لے سانس بھی آہستہ (حصہ اول، حصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، اکتوبر 2013ء)

مراقبہ (حصہ اول و دوم مکمل) (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)

ہپناٹزم (حصہ اول وحصہ دوم مکمل)، (کراچی: ویلکم بک پورٹ، اول، جنوری 2013ء)

سلطان الطاف الٰہی، ڈاکٹر، باہونامہ (لاہور: فیصل ناشران کتب، ستمبر 2007ء)

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ،

اسرارِ قادری موسوم بہ ''خزینۂ حیدری'' (اردو ترجمہ)، (لاہور: پروگریسو بکس، باراول، یکم ستمبر 1994ء)

نور الھدیٰ، مترجم: فقیر نور محمد سروری قادری، (ڈیرہ اسمٰعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ کلاچی شریف، ب ن، س ن)

سلیمان بن احمد طبرانی، المعجم الاوسط، جلد 7

سلیمان ندوی، مولانا سید، شبلی نعمانی 'سیرت النبی' جلد ششم' (لاہور: مکتبہ رحمانیہ)

سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ، توحید اور شرک، (لاہور: مرکزی مجلس رضا، پنجم، 1404ھ)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، تحفہ اثنا عشریہ فارسی

شاہ محمد عبد الصمد رحمۃ اللہ علیہ، اصطلاحاتِ صوفیاء، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2011ء)

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ،

انتباہ فی سلاسلِ اولیاء اللہ،

فیوض الحرمین

نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم: مولانا نسیم احمد فریدی (مترجم)، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، دوم، 2010ء)

ہمعات، مترجم: پروفیسر محمد سرور (لاہور: سندھ ساگر اکادمی، جنوری 1946ء)

شرف الدین مصلح سعدی شیرازی، گلستانِ سعدی، مترجم: سجاد حسین، مولانا قاضی، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ب ن، س ن)
شمس الدین عظیمی، خواجہ، مراقبہ، (کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، دوم، اپریل 2003ء)
شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی، قوت القلوب (جلد اول وجلد دوم)، مترجم: محمد منظور الوجیدی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ب ن، س ن)
شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، چہارم، 1993ء)
شیخ عبدالعزیز دباغ، الابریز، مترجم: محمد محی الدین جہانگیر، (لاہور: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، سوم، جون 2009ء)
شیریں زادہ خدوخیل، عہدِ رسالت ﷺ کا نظامِ تعلیم اور عصرِ حاضر، (لاہور: فیصل ناشران کتب، جولائی 2010ء)
صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبہ السّلفیہ، ب ن، س ن)
عالم فقری،
سُنّی فضائل صدقات، (لاہور: ادارہ پیغام القرآن، 2006ء)
خزینہ درود شریف، (لاہور: ادارہ پیغام القرآن)
عبدالرؤف مناوی، فیض القدیر جلد 8، (بیروت: دارالحکمت العلمیہ)
عبدالقادر عیسیٰ شاذلی، تصوف کے روشن حقائق، مترجم: محمد اکرم الازہری، (لاہور: زاویہ فاؤنڈیشن، بار اول، 2011ء)
عبدالکریم قشیری، رسالہ قشیریہ، مترجم: مفتی محمد صدیق ہزاروی، (لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت، مئی 2009ء)
عبداللطیف خان نقشبندی،
تہذیبِ نفس، (لاہور: نشان پبلی کیشنز، بار اول، جولائی 2012ء)
اسلام وروحانیت اور فکرِ اقبال، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، بار اول، نومبر 2008ء)
عبداللہ، ڈاکٹر سید، مسائل اقبال، 1974ء
علامہ یوسف الترضاوی، تعلیم کی اہمیت، مترجم: ابومسعود اظہر ندوی، (لاہور: اسلام بک ڈپو، بار اول، اکتوبر 1998ء)
علاؤ الدین علی المتقی، کنز العمال، (بیروت: دارالحکمت العلمیہ)
علی ہجویری، معروف بہ داتا گنج بخش، ارمغانِ موہوب، مترجم: الحاج بشیر حسین ناظم، (لاہور: کرمانوالہ بک شاپ، اول، جولائی 2007ء)
غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، من کی دنیا، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پندرہواں، 2014ء)
غلام رسول سعیدی، علامہ،
تبیان القرآن، جلد چہارم، (لاہور: فرید بک سٹال)
تبیان القرآن، جلد ہفتم، (لاہور: فرید بک سٹال، بار پنجم، 2008ء)
غلام مصطفی خان، ڈاکٹر، اقبال اور قرآن، (لاہور: اقبال اکیڈمی، بار ہشتم، 2007ء)
فقیر عبدالحمید کلاچوی،
الہامات، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، سوم، 2004ء)
حیاتِ سروری، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، دسمبر 2009ء)
فقیر نور محمد کلاچوی،
عرفان حصہ دوم (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، س۔ن)

عرفان، حصہ اول، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، جنوری 2009ء)
مخزن الاسرار وسلطان الاوراد، (ڈیرہ اسماعیل خان: آستانہ عالیہ نوریہ، کلاچی شریف، س۔ن)
قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمینؐ (جلد سوم)، (لاہور: فیصل ناشران کتب، بار اول، مئی 1991ء)
کاش البرنی،
رموز الجفر حصہ اول، (کراچی: اوراق پبلشرز)
بچے اور ستارے، (کراچی: اوراق پبلشرز، دوم، 1986ء)
گائی ائین (حسن عبدالحکیم) 'اسلام اور تقدیر انسانی، مترجمؒ: فضل قدیر، (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، نومبر 1998ء)
گل حسن قلندری قادری، تعلیمِ غوثیہ (کراچی: نفیس اکیڈمی، دوم، مئی 1976ء)
محبوب عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ذکرِ خیر، (فیصل آباد: سید خورشید عالم توکلی، دہم، 4 اگست 1979ء)
محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ،
پیامِ مشرق، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ب ن، س ن)
اسرارِ خودی، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ب ن، س ن)
اسلامی فکر کی نئی تشکیل، مترجم: شہزاد احمد، (لاہور: علم وعرفان پبلشرز، بار اول، جنوری 2005ء)
بالِ جبریل، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)
تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجمہ: سید نذیر نیازی، (لاہور: بزمِ اقبال، جنوری 2010)
ضربِ کلیم، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)
بانگ درا، مشمولہ: کلیاتِ اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پنجم، مارچ 1982ء)
پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی
رموزِ بےخودی، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی
زبورِ عجم، مشمولہ: کلیاتِ اقبال فارسی
محمد امین، مفتی، آبِ کوثر، (فیصل آباد: مکتبہ سلطانیہ)
محمد بن ابی بکر الرازی، جلاء الافہام، (بیروت: دار الحکمت العلمیہ)
محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ البخاری، صحیح بخاری، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ دار طوق النجاۃ، بار اول، 1422ھ)
محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، (بیروت: دار الفکر)
محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ شریف، (بیروت: المکتب الاسلامی)
محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی ت بشار، (المکتبہ الشاملہ بحوالہ دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء)
محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ، سید،
تربیۃ العشاق، (کراچی: محفل ذوقیہ، ششم، 2010ء)
سرّ دلبراں (لاہور: فیصل ناشران کتب، 2008ء)
محمد رفیع الدین، ڈاکٹر، اسلام کا نظریۂ تعلیم، (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، اول، دسمبر 2009ء)
محمد طارق محمود عبقری، حکیم، جادو جنات 'اسلام اور جدید سائنس، (لاہور: علم وعرفان پبلشرز، اپریل 2004ء)
محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر،

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اورفلسفۂ خودی، (لاہور: مرکزی ادارہ منہاج القرآن، ماڈل ٹاؤن، ب ن، س ن)
عرفان القرآن (ترجمہ)، (لاہور: منہاج القرآن، ب ن، س ن)
المنہاج السّوِی (مجموعہ احادیث)، (لاہور: منہاج القرآن، ب ن، اگست 2008ء)
محمد طاہر فاروقی، پروفیسر، سیرتِ اقبال، (لاہور: قومی کتب خانہ، بار چہارم، ستمبر 1966ء)
محمد قمر اقبال، ڈاکٹر، مقالہ: اقبال اور گوجرانوالہ، مشمولہ: اقبال اور گوجرانوالہ، مرتبہ: شبیر احمد کمال عباسی، (گوجرانوالہ: عباسی پبلی کیشنز، بار اول، اپریل 2013ء)
مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، (بیروت: دار الفکر)
نور محمد/ نذیر نقشبندی، فضائل درود وسلام، (رمضان فاؤنڈیشن)
واحد بخش سیال، شرح کشف المحجوب (اردو)، (لاہور: فیصل ناشران کتب، اگست 2009ء)
وزیر آغا، ڈاکٹر، تصوراتِ عشق وخرد، (لاہور: اقبال اکیڈمی، پنجم، 2008ء)
یوسف بن اسماعیل، نبہانی، امام، جواہر البحار، جلد سوم، (لاہور: مکتبہ حامدیہ رضویہ، 1978ء)
یوسف حسین خان، ڈاکٹر، روحِ اقبال، (لاہور: القمر انٹر پرائزز، مارچ 2010ء)

☆ Mohammad Iqbal, Dr. Allama, The Reconstruction of Religious Thought in Islam, (Lahore: Iqbal Academy, 3rd Edition, 2015), P. xxi

☆ Oxford Advanced Learner's Dictionary, Fonathan Crowther, (USA, New York, Oxford University Press), P. 287

التجائے مصنف

الٰہ العٰلمین! اس کتاب (نورِعرفان) کو مبارک بنا دیں، ہمارے دلوں کو قرآن مجید کی ہدایات سے معمور فرما دیں اور ہماری روحوں کو احادیث مبارکہ کے انوار سے منور فرما دیں اور ہمارے بدن اور ہمارے تمام اعضاء کو قرآن اور سنت کے تابع فرما دیں۔ رب العٰلمین! اس کتاب کو مقبولیت عامہ عطا فرمائیں اور تا قیامت اس کے فیض کے چشموں کو جاری فرمائیں اور اس کے مندرجات پر مجھ سمیت سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس کتاب کو مخالفین کے لیے ہدایت اور موافقین کے لیے استقامت کا موجب بنائیں۔ اس کو بندہ عاجز کے پیرومرشد، والدین، تمام مشائخ، اساتذہ کے لیے، بندہ عاجز کے اہل و عیال، اعزہ واقربا، رشتہ داروں کے لیے، ان تمام اہلِ ایمان، اہلِ علم اصحاب کے لیے جن کی تحقیقات وتصانیف سے بندہ عاجز نے استفادہ کیا ہے، ایسے تمام اپنے پرائے جن کے حقوق کی ادائیگی میں بندہ عاجز سے جانے انجانے، ارادی وغیر ارادی طور پر کسی طرح کی بھی حق تلفی ہوئی ہے، بندہ عاجز سے بلاواسطہ و بالواسطہ روحانی، علمی ونسبی تعلق رکھنے والے تمام محسنین ومحسنات، مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کے لیے تا ابدالاباد صدقہ جاریہ کر دیں۔ مجھے، میرے والدین کو، میرے اقرباء کو، میرے اساتذہ اور تلامذہ کو، میرے احباب اور معاونین کو، ''نورِعرفان'' کے ناشر، پرنٹر، کمپوزر اور ڈیزائنر کو اور جملہ مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کے مصائب، آفات اور بلاؤں سے محفوظ اور مامون رکھیں اور دنیا اور آخرت کی ہر خیر، ہر سعادت اور ہر کامرانی عطا فرمائیں۔ آمین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین و علی الہ الطیبین الطاھرین و اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ امہات المومنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المفسرین والمحدثین والمجتہدین الراسخین اجمعین الی یوم الدین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف کی تصانیف وتالیفات وتراجم

(غیر نصابی کتب بزبان اردو)

☆	پیامِ مشرق کی اردو شروح وتراجم کا تحقیقی جائزہ	تحقیقی مقالہ	تحقیق وتجزیہ	فیصل ناشران کتب، لاہور
☆	عقائد نظامیہ وعقائد شریعہ	اسلامی کتاب	تحقیق وترجمہ	نورِذات پبلشرز، لاہور
☆	فضائل درود شریف	اسلامی کتاب	تدوین وتالیف	نورِذات پبلشرز، فیصل آباد
☆	درگاہِ عشق	ملفوظات	تدوین	رحمٰن پبلشرز، فیصل آباد
☆	جوہر روح البیان	خلاصہ تفسیر روح البیان	تدوین وتصحیح	گوہر پبلشرز، فیصل آباد
☆	سچے موتی	ملفوظات ومکتوبات	تحقیق، تدوین وتصحیح	نورِذات پبلشرز، فیصل آباد
☆	انگریزی اردو ڈکشنری	لسانیات	تحقیق وتدوین	خالد بک ڈپو، لاہور

(فارسی سے اردو ترجمہ)

☆	عقائد نظامیہ از فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	فارسی کتاب کا اردو ترجمہ	تحقیق وترجمہ	نورِذات پبلشرز، لاہور

(English To Urdu Translations of English Novels and Books)

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	The Old Man and the Sea (Novel)	B.A	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Good Bye Mr. Chips (Novel)	F.A	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Good Bye Mr. Chips (Novel)	F.A	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Textbook (Federal Board)	F.A	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Book2 (Notes)	2nd Year	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Book2 (Notes)	2nd Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Book1 (Notes)	1st Year	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Book1 (Notes)	1st Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Book3 (Notes)	1st Year	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Book3 (Notes)	1st Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Textbook (NWFP) (Notes)	10	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Textbook (NWFP) (Notes)	9	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Textbooks (Notes)	6,7,8,9,10	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Textbooks (Notes)	6,7,8,9,10	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Textbooks (Notes)	5,6,7,8	Ghzali Publishers, Lahore

(English Grammar, Translation & Composition Books)

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	English Grammar	B.A	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Grammar	2nd Year	Khalid Book Depo, Lahore

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	English Grammar	2nd Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Grammar	1st Year	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Grammar	1st Year	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Grammar Books	1 to 10	Hamdard Kutab, Lahore
☆	English Grammar Books	6,7,8,9,10	Khalid Book Depo, Lahore
☆	English Grammar Books	5,6,7,8	Ghazali Publishers, Lahore
☆	English Learner Grammar Books	5,6,7,8	Babar/Gohar Book Depo, Lhr.
☆	Easy Steps To Parts of Speech	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Easy Steps To Active & Passive Voice	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Easy Steps To Direct & Indirect Narration	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Easy Steps To Translation	General	Khalid Book Depo, Lahore

(Books on Computer Science Written in English)

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	Computer Science (TextBooks)	1,2,3,4,5,6	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Computer Science (TextBooks)	7,8,9,10,11	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Computer Science (TextBooks)	12	Khalid Book Depo, Lahore
☆	Computer Science (Practical NoteBooks)	9,10,11,12	Khalid Book Depo, Lahore
☆	FORTRAN (Computer Language)	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	C\C++ (Computer Language)	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	BASIC (Computer Language)	General	Khalid Book Depo, Lahore
☆	VISUAL BASIC (Computer Language)	General	Khalid Book Depo, Lahore

(Books on Different Subjects Written in English)

	Title	Class(es)	Publisher(s)
☆	Imtihani Social Studies	6,7,8	Hamdard Kutab, Lahore
☆	Imtihani Science	6	Hamdard Kutab, Lahore
☆	Ghazali Guides	2,3,4,5,6	Ghazali Publishers, Lahore
☆	Ghazali Guides	7,8	Ghazali Publishers, Lahore

(نصابی کتب بزبانِ اردو شائع کردہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور)

☆	کمپیوٹر ٹیکسٹ بک برائے جماعت نہم	نصابی کتاب	تدوین وتصحیح	پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور
☆	کمپیوٹر ٹیکسٹ بک برائے جماعت دہم	نصابی کتاب	تدوین وتصحیح	پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

(اردو گرامر بکس شائع کردہ بابر بک ڈپو، لاہور)

☆	لرنر اردو گرامر	نصابی کتاب	ششم، ہفتم، ہشتم	بابر بک ڈپو، لاہور

مصنف کا تعارف

نام: محمود علی انجم **ولدیت:** محمد یٰسین

☆ رائٹر ایجوکیشنل اینڈ اسلامک بکس، مترجم، کنسلٹینٹ برائے سائیکولوجیکل اینڈ سپر چوئل پرابلمز

تعلیم:

☆ پی ایچ ڈی (اقبالیات؛ ریسرچ سکالر)

☆ ایم فل (اقبالیات/اردو)

☆ ایم اے (انگلش، ایجوکیشن، اسلامیات)

☆ ایم سی ایس

☆ ایم ایس سی نفسیات

☆ پی جی ڈی آئی ٹی، پی جی ڈی ٹیفل

پرنسپل: چشتیہ کالج، فیصل آباد

صدر: ایجوکیٹرز اینڈ لرنرز آرگنائزیشن

چیئرمین: لرننگ اینڈ سکلز کونسل

تدریسی خدمات

تعلیم وتدریس طلبا وطالبات، میٹرک تا ایم اے، بی ایڈ، ایم ایڈ کلاسز، مضامین: اردو، انگریزی، اسلامیات، ایجوکیشن، نفسیات، کمپیوٹر سائنس، جنرل سائنس، سوشل سائنسز، اقبالیات اور تصوف

بدر کالج فیصل آباد (1985ء تا 1990ء)

ایم آئی ٹی (رجسٹرڈ ومنظور شدہ از فیصل آباد تعلیمی بورڈ، سٹڈی سنٹر آف علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی؛ 1999ء تا 2008ء)

رحمٰن کالج، فیصل آباد (رجسٹرڈ ومنظور شدہ از فیصل آباد تعلیمی بورڈ، بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن، لاہور؛ 2008ء تا 2012ء)

بطور پرنسپل خدمات

چشتیہ کالج فیصل آباد (رجسٹرڈ ومنظور شدہ از سکل ڈویلپمنٹ کونسل، لاہور؛ لرننگ اینڈ سکلز کونسل، فیصل آباد) (1985ء تا 2016ء)

بحیثیت محقق، مصنف، مؤلف ومترجم خدمات

اردو، انگریزی، کمپیوٹر سائنس، اسلامیات، تصوف، اقبالیات، جنرل سائنس کے مضامین پر قریباً ایک سو کے قریب نصابی وغیر نصابی کتب تحریر کیں جو مندرجہ ذیل سرکاری وغیر سرکاری اداروں سے شائع ہو چکی ہیں۔

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور — خالد بک ڈپو، لاہور — فیصل ناشران کتب، لاہور

ہمدرد کتب خانہ، لاہور — بابر بک ڈپو، لاہور — غزالی پبلشرز، لاہور

نورِ ذات پبلشرز، لاہور

Mobile: 0321-6672557 / 0323-6672557
Email: Anjum560@gmail.com
Website: www.lscedu.com
Facebook: https://www.facebook.com/mahmoodali.anjum.9
Whats App: 0345-1206557

مصنف کی دیگر زیرِطبع کتب

نورِعرفان

(جلدسوم)

یہ، کتاب مصنف کے برسوں کے ذاتی مشاہدات وتجربات پر مشتمل ہے۔اس میں دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق، اسلامی نقطہ نگاہ سے سحر و آسیب، نظرِ بد و دیگر شرورِ کائنات کا فلسفہ بیان کیا گیا اور روحانی علاج کی تعلیم دی گئی ہے جس کی مدد سے ہر کوئی آسانی سے اپنا اور اپنے احباب کا روحانی علاج کر سکتا ہے۔اس میں احادیثِ مبارکہ اور بزرگوں کے معمولات پر مشتمل مختصر اور جامع روحانی اعمال، وظائف اور ادعیہ؛ دعائے اسمِ اعظم، دعائے حزب الاعظم، دعائے حزب البحر، دعائے حزب الحب والتسخیر کی تعلیم اور اجازت دی گئی ہے۔کتاب میں بیان کردہ تمام روحانی اعمال اور وظائف اساتذہ اور مشائخ کے صدیوں کے آزمودہ اور مجرب ہیں۔انہیں حرزِ جان بنا کر مختصر سی حیات میں نہ ختم ہونے والا اجروثواب اور بے شمار فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

تصنیف وتالیف

پروفیسر محمود علی انجم

(پی ایچ ڈی؛ ریسرچ سکالر (اقبالیات، اردو، تصوف، نفسیات وروحی علوم)

(زیرِ طبع)

پی ایچ ڈی کی سطح کا یہ تحقیقی مقالہ شاعرِ مشرق، حکیم الامت، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، مولانا روم، سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر مشاہیرِ اسلام کے فکر، فن، فلسفہ اور اردو و فارسی زبان و ادب کے مختلف موضوعات پر لکھی گئی 40 عدد کتب اور 400 مقالات و مضامین کے خلاصے، تعارف اور تحقیقی و تنقیدی جائزہ و تبصرہ پر مشتمل ہے۔

تصنیف و تالیف

پروفیسر محمود علی انجم

(پی ایچ ڈی؛ ریسرچ سکالر (اقبالیات، اردو، تصوف، نفسیات و روحی علوم)

عظیم روحانی سلسلۂ سروری قادری کے ایک فرزند، حضرت صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کے خلیفہ اور اپنے دادا پیر حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی کے روحانی وارث، بے مثل علمی و تحقیقی کتاب ''نورِ عرفان'' کا مصنف محمود علی انجم میرا عزیز اور ہونہار شاگرد ہے۔ وہ کام کا دھنی، علم و ادب کا رسیا اور تحقیق کا مردِ میدان ہے۔ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے، اس پر دل و جان سے عاشق ہو جاتا ہے، اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے اور اس کے کسی گوشے پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ اس کا ایم فل کا مطبوعہ مقالہ ''پیامِ مشرق کی اردو شروح و تراجم کا تحقیقی جائزہ'' اور پی ایچ ڈی کا ریسرچ ورک (جو ''ان شاء اللہ'' جلد طبع ہو جائے گا) میرے اس دعوے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ محمود علی انجم، نوجوانی میں قدم رکھتے ہی تصوف کی نورانی وادی کا راہی بن گیا تھا۔ اس نے اس راہ کی کئی گھاٹیاں عبور کیں اور کئی نامور بزرگوں اور سلسلوں سے فیض حاصل کیا۔ اس نے کئی اولیائے عظام کی خدمت میں وقت گزارا اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے نہ صرف ان کے گوہر ہائے فیوض و برکات سے دامن بھر لیا بلکہ تصوف کے متعدد سلسلوں میں خلافت و اجازت بھی حاصل کی۔ محمود علی انجم عملی روحانیت کا راہی ہے اور اپنے مسلسل مجاہدے اور ریاضت اور بزرگوں کی نگاہِ فیض و برکات کی بدولت وقوفِ سری کا بھی نبض آشنا ہے۔ اپنے انھی ذاتی روحانی تجربات و مشاہدات کو بروئے کار لاتے ہوئے اُس نے اپنی اس منفرد کتاب ''نورِ عرفان'' میں وقوفِ سری و وقوفِ مذہبی کی نہ صرف نوعیت، کیفیت اور ہیئت پر روشنی ڈالی ہے بلکہ اس سے شاد کام ہونے کے طریقے بھی بڑے دروبست سے بیان کیے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے علم تصورِ اسم اللہ ذات اور علم دعوت القبور کی جو تشریح و توضیح، حضرت فقیر نور محمد سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم کتاب ''عرفان'' میں فرمائی تھی، اگر ''نورِ عرفان'' کو جدید انداز میں اس کی توسیع قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اسی طرح، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقتِ مطلقہ کے ادراک اور اس تک رسائی کے لیے جس وارداتِ روحانی کو واحد ذریعہ قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا تھا مگر اس کی عملی صورت اور حصول کے طریقے بیان نہ کر سکے تھے، ''نورِ عرفان'' نے اس وقوفِ سری کی عملی صورتیں اور طریقے بیان کر دیے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب، تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کا تکملہ قرار پاتی ہے۔

نورِ عرفان میں، مصنف نے جس طرح اسلامی تصوف کی روحانی دنیا کا دیگر روحی علوم سے تقابل کر کے ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا ہے اور روحی علوم مثلاً ہپناٹزم، مسمریزم اور یوگا وغیرہ اور اسلامی روحانی علوم میں حدِ فاصل قائم کی ہے، وہ تصوف کی تاریخ میں بذاتِ خود ایک کارنامہ ہے۔ محمود علی انجم نے بجا طور پر حقیقتِ مطلقہ تک رسائی پا لینے والی زندگی کو کامیاب زندگی قرار دیا ہے اور راہِ سلوک ہی کو اس کامیاب زندگی کا راستہ قرار دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے قاری کو اس نورانی راستے کے پیچ و خم سے بھی آگاہ کرتے چلے گئے ہیں۔ محمود علی انجم نے جس طرح اس علم کے اسرار و رموز کی عقدہ کشائی کی ہے وہ اگر ایک طرف اردو کی دنیا میں ایک گراں قدر اضافہ ہے تو دوسری طرف تصوف اور کتبِ تصوف کی تاریخ میں یہ کارنامہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ محمود علی انجم نے، تصوف پر لکھی جانے والی عمومی اور روایتی کتب سے ہٹ کر اپنی ایک نئی راہ نکالی ہے۔ اس نے اپنے روحانی اور مابعد الطبیعاتی مشاہدات و تجربات کو بروئے کار لاتے ہوئے، ٹھوس مثالوں کے ذریعے مراقبات، روحانی کیفیات، روحانی مشاہدات و تجربات اور ذکر و فکر کی قدر و قیمت اور انفرادی و ملی سطح پر ان اعمال و اشغال کی ضرورت و اہمیت پر مدلل روشنی ڈالی ہے۔ یوں اس نے، دورِ جدید کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اسلامی تصوف، نفسیات، مابعد النفسیات اور روحی علوم (ہپناٹزم، ریکی، ٹیلی پیتھی وغیرہ) سے زیادہ بہتر اور جامع بلکہ جامع ترین سائنسی علم ہے۔ میرے نزدیک یہ اس دور کا ایک بڑا واقعہ ہے۔ محمود علی کے سائنسی اندازِ فکر اور تجربے و مشاہدے پر مبنی استدلالی، ٹھوس اور دوٹوک انداز نے تصوف کی حقیقت، اس کی قدر و قیمت اور ضرورت و اہمیت سے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ مجھے امید واثق ہے کہ یہ کتاب جہاں تصوف کے بارے میں، اپنوں اور غیروں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور کرے گی۔ وہاں طالبانِ مولیٰ کو حقیقی و عملی اسلامی تصوف کا رمز آشنا اور ادا شناس بھی بنائے گی۔ آج اصل اسلامی تصوف کو پہچاننا اور عملی طور پر اختیار کرنا اشد ضروری ہے۔ امتِ مسلمہ کی زبوں حالی دور کرنے کا یہی واحد راستہ ہے اور محمود علی انجم کی ''نورِ عرفان'' اس جانب پہلا قدم اور تجدید و احیائے تصوف کی جانب ایک اہم، منفرد اور شاندار پیش رفت ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

پروفیسر ڈاکٹر قمر اقبال (پی ایچ ڈی اقبالیات)

صدر شعبہ اردو، فوجی فاؤنڈیشن کالج فار بوائز، نیو لالہ زار، راولپنڈی